امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت راشدہ پر مشتمل
مدنی پھولوں سے معمور ایک جامع، مُدَلَّل و تخریج شدہ کتاب

فیضانِ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(خلافت کے سنہرے دور کا مکمل بیان)

جلد دوم

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِلافتِ راشدہ پر مُشتَمِل
مدنی پھولوں سے مَعمور ایک جامع، مُدَلَّل و تخریج شدہ کتاب

(جلد دُوم، خلافت کے سنہرے دور کا مکمل بیان)

پیش کش
مجلس المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)
شعبۂ فیضانِ صحابہ و اہل بیت

ناشر

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَارَسُولَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصحٰبِکَ یَاحَبِیبَ اللہ

نام کتاب : فیضانِ فاروقِ اعظم (جلدِ دُوُم، خلافت کے سنہرے دور کا مکمل بیان)

پیش کش : شعبۂ فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

طباعت اوّل : جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بمطابق مارچ 2014ء

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۲۹جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ حوالہ نمبر: ۱۹۰

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ فاروقِ اعظم (جلدِ دُوُم، خلافت کے سنہرے دور کا مکمل بیان)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پرمجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے،البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

02 - 03 - 2014

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ فاروقِ اعظم“ کے چودہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”14 نِیّتیں“

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر، یحیی بن قیس، ج ۶، ص ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول:

❁......بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

❁......جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پراُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پرعمل ہوجائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اِس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسْع اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مطالعہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نامِ پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) اس حدیثِ پاک **تَھَادَوْا تَحَابُّوْا** ایک دوسرے کوتحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پرعمل کی نیت سے (ایک یاحسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (13) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (14) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا **اِنْ شَآءَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ۔ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتادینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

ابوابِ فیضانِ فاروقِ اعظم (جلد ثانی)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

از شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس** عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغ** قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصَمَّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے مُتَعَدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالِص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شعبۂ درسی کُتُب (۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(۴) شعبۂ تراجمِ کتب (۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعِثِ خیر و بَرَکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق **حتَّی الْوَسْع** سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور **مجلس** کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ **''دعوتِ اسلامی''** کی تمام مجالس بشُمُول **''المدینۃ العلمیۃ''** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

''فیضانِ فاروقِ اعظم'' کے بارے میں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' کی مجلس ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کے شعبے ''**فیضانِ صحابہ واہل بیت**'' نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طَیِّبہ پر کام کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اَوّلاً ''عَشَرہ مُبَشَّرہ'' کی سیرت پر کام شروع کیا گیا۔ عَشَرہ مُبَشَّرہ میں سے چاروں خلفائے راشدین کے علاوہ بقیہ چھ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طَیِّبہ پر کام کی تکمیل کے بعد خلیفۂ اوّل، یارِ غار، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبہ بنام ''**فیضانِ صدیق اکبر**'' پر کام کرنے کی سعی کی اور کم وبیش چھ ماہ کے قلیل عرصے میں اِس مبارک کتاب کی تکمیل ہوگئی۔ **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** اِس کتاب کو توقُّعات سے بڑھ کر پذیرائی ملی، مختلف اسلامی بھائیوں، مُبَلِّغِین و واعِظِین، ائمہ ومُؤَذِّنِین، خُطَباء و پروفیسر حضرات، علمائے کرام ومُفتیانِ عُظَّام کی طرف سے کثیر مکتوب (خُطُوط) مَوصُول ہوئے جن میں اس کتاب کے مَواد، ترتیب، تخریج، وطَباعت وغیرہ مختلف اُمور کو سراہا گیا۔ نیز کئی لوگوں کی طرف سے سلسلہ ''**فیضانِ عَشَرہ مُبَشَّرہ**'' کی آئندہ آنے والی کتاب ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ واضح رہے کہ کسی شے کے مطالبے کے بعد اُس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' پر فی الفور کام شروع کردیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ''**المدینۃ العلمیۃ**'' عالمی معیار کی ایک علمی وتحقیقی مجلس ہے، اس کی مختلف کتب دنیا بھر میں عام ہورہی ہیں، اس کے کام کرنے کا علمی وتحقیقی انداز علمائے اہلسنت کی کتب کو چار چاند لگا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص بے شمار لوگ اِس کی مَطبُوعہ کتب پر اعتماد کرتے ہیں۔ مؤلِّفین ومُصَنِّفِین اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ کسی بھی ایسے موضوع پر کتاب لکھنا یا مُرَتَّب کرنا جس پر پہلے ہی سے کئی کتب لکھی جاچکی ہوں ایک مشکل کام ہے۔ لیکن پہلے سے لکھی گئی کتابوں کی خوبیوں اور دیگر تمام اُمور کو سامنے رکھتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اُسی موضوع پر ایک نئی کتاب، علمی وتحقیقی طرز پر مُرَتَّب کی جائے تو اُس کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبہ بنام ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' پر اِسی انداز میں کام کرنے کی سعی کی گئی اور کم وبیش بارہ

ماہ کے قلیل عرصے میں دو جلدوں پر مشتمل یہ ضخیم کتاب مکمل کی گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِس کتاب پر شعبہ ''**فیضانِ صحابہ واہل بیت**'' (**المدینۃ العلمیۃ**) کے تین اِسلامی بھائیوں **ابوفراز محمد اعجاز عطاری المدنی، ناصر جمال عطاری المدنی** اور **ولی محمد عطاری المدنی** سَلَّمَہُمُ اللّٰہُ الْغَنِی نے کام کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اِس کتاب پر اَوّل تا آخر کم وبیش ۱۲ مختلف مراحل میں کام کیا گیا ہے جو اِس کتاب کی خصوصیات میں شمار کیے جاسکتے ہیں، تفصیل کچھ یوں ہے:

(1)......مواد جمع کرنے کا مرحلہ:

تصنیف وتالیف دونوں کے لیے اَوّلاً مواد کی موجودگی بہت ضروری ہے، جب تک مواد موجود نہ ہو کسی بھی کتاب کو مُرَتَّب نہیں کیا جاسکتا۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' کے مواد کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیش نظر رکھا گیا:

- ......عربی، اُردو اور فارسی تینوں طرح کی مختلف کتب کے علاوہ خاص ''سیرت فاروق اعظم'' پر لکھی گئی مشہور ومعروف کتب کو بھی سامنے رکھا گیا ہے نیز بعض کتب کی عدم دستیابی کے سبب اُن کے مطبوعہ کمپیوٹر نسخے انٹرنیٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ (*Download*) کیے گئے ہیں۔
- ......''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی کتب سے مواد کے لیے مجلس المدینۃ العلمیہ اور مجلس آئی ٹی کی مشترکہ پیش کش ''المدینہ لائبریری'' سافٹ ویئر سے مدد لی گئی ہے۔
- ......عربی مواد کے لیے مختلف مَطبوعہ عربی کتب کے علاوہ عربی کتب کے کمپیوٹر سافٹ ویئرز سے بھی مدد لی گئی ہے۔
- ......سیرت فاروقِ اعظم کے حوالے سے مشہور ومعروف مگر مُستَنَد واقعات کو لیا گیا ہے۔
- ......جس مقام سے مَواد لیا گیا فقط اُسی مقام پر اِکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اُس مواد کے اصلی ماخذ کتبِ احادیث، شروحِ حدیث، کتبِ تفاسیر، کتبِ سِیَر وتاریخ وفقہ وغیرہ تک پہنچنے کی حَتَّی الْمَقْدُور کوشش کی گئی ہے۔
- ......جدید دور کے تقاضوں کے مطابق انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف ویب سائٹس سے بھی مواد لیا گیا ہے۔
- ......''سیرتِ فاروقِ اعظم'' کے حوالے سے لکھے گئے مختلف مضامین (Articles) سے بھی مدد لی گئی ہے۔
- ......مواد جمع کرتے وقت اِس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ موضوع ومَن گھڑت روایات سے اِحتراز کیا جائے،

نیز مواد جمع کرنے کے بعد تخریج کرتے وقت بھی اِس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔

(2)......جمع شدہ مواد کی ترتیب واُسلوب:

کسی بھی کتاب کی اہمیت اور اُس کے مصنف یا مؤلف کی تصنیفی یا تالیفی صلاحیت کا اندازہ اُس کتاب کی ترتیب واسلوب سے ہوتا ہے کہ مصنف نے موضوع کے اعتبار سے مواد کو مرتب کیا ہے یا نہیں؟ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں مواد کی ترتیب واسلوب کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا:

- ......اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ''**المدینة العلمیة**'' تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کا ایک علمی وتحقیقی شعبہ ہے، اِس کی کتابوں کو علمائے کرام، مفتیانِ عظام کے علاوہ چونکہ عام اِسلامی بھائی بھی کثرت سے پڑھتے ہیں اِسی لیے اِس کتاب کی ترتیب میں تحقیقی واِصلاحی دونوں اسالیب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔
- ......''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' کو مُرتَّب کرتے ہوئے مشکل اور پیچیدہ الفاظ سے احتراز کرتے ہوئے عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔البتہ جہاں ضرورتاً اصطلاحات یا مشکل الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہاں ہلالین ''(......)'' میں اُن کا ترجمہ یا تسہیل کردی گئی ہے۔
- ......صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سِیرتِ طَیِّبہ کو بیان کرنے کا معاملہ نہایت ہی حساس اور ایک تیز دھار والی تلوار پر چلنے کے مُترَادِف ہے جس میں چھوٹی سی غلطی کسی بڑے نقصان کا سبب بھی بن سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' سمیت علمیہ کی تمام کتب میں ادب واحترام سے بھرپور اِنتہائی مُحتَاط زبان کا التزام کیا جاتا ہے۔
- ......سیرت کو بیان کرنے کے کئی اسلوب ہیں: (۱) تاریخ کے اعتبار سے (۲) واقعات کے اعتبار سے (۳) حالات زندگی کے اعتبار سے (۴) اور مختلف ابواب بنا کر مکمل حیات کو بیان کرنا وغیرہ۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں سیِّدُنا امام جَلالُ الدِّین سُیُوطِی شافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی مشہور کتاب ''تاریخ الخلفاء'' کا اُسلُوب یعنی ''**مختلف ابواب بنا کر مکمل حیات کو بیان کرنا**'' اختیار کیا گیا ہے۔
- ......مواد کو مرتب کرتے ہوئے مختلف روایات وواقعات کے تحت اِصلاحی مدنی پھول بھی پیش کیے گئے ہیں۔

۞......جس روایت یا واقعے سے کوئی عقیدۂ اہلسنت ثابت ہوتا ہے تو اُس کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۞......بعض جگہ اختلافی اقوال کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُن میں مطابقت بھی ذکر کردی گئی ہے۔

۞......مواد کو مرتب کرتے ہوئے اس بات کا خاص التزام کیا گیا ہے کہ کتاب علمی و تحقیقی مواد سے بھرپور ہو، فقط سرخیاں (Headings) لگانے پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔

۞......روایات وواقعات کو بیان کرتے ہوئے حَتَّی المَقْدُور اِس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قاری (یعنی کتاب پڑھنے والے) کا ذوق وشوق برقرار رہے۔

۞......انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ دعائیہ کلمات کا التزام کیا گیا ہے۔

۞......عُلَمائے کِرام، واعِظین وخُطَباء حضرات کے لیے مختلف روایات وواقعات میں مخصوص جملوں کی عربی عبارت مع ترجمہ بھی ذکر کردی گئی ہے۔

۞......اِس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جو بات جس باب سے تعلق رکھتی ہے اُسی باب میں ذکر کی جائے۔

۞......بعض جگہوں پر سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منسوب غلط باتوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۞......اگر کسی روایت یا واقعہ کا تَعَلُّق چند ابواب سے ہے تو ایک باب میں اُسے تفصیلی بیان کرکے دیگر ابواب میں اجمالاً بیان کیا گیا ہے نیز بعض جگہ تفصیلی واقعے والے صفحے کی طرف اِشارہ بھی کردیا گیا ہے۔

۞......کئی مقامات پر تحقیقی ووضاحتی، مُفید اور ضروری حواشی بھی لگائے گئے ہیں۔

۞......راویوں کے اسماء اور دیگر کئی مشکل اَلفاظ پر اِعراب کا بھی التزام کیا گیا ہے نیز بعض پیچیدہ الفاظ کا تَلَفُّظ بھی بیان کردیا گیا ہے۔

۞......روایات بیان کرنے میں احادیث کو ترجیح دی گئی ہے بصورت دیگر مُستَنَد کُتُبِ تاریخ کو اختیار کیا گیا ہے۔

۞......مختلف ابواب کے شروع میں تمہیدی کلمات بھی ذکر کیے گئے ہیں تاکہ اُس باب کے تحت آنے والے اُمور کی

اہمیت وافادیت قاری پر واضح ہوسکے۔

- ......عوام میں مشہور ایسے واقعات یا اَقوال جو ہمیں کسی مُستند کتاب میں نہیں ملے انہیں شامل نہیں کیا گیا۔
- ......بسااوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب کو کوئی بات زبانی کلامی سمجھ میں نہیں آتی لیکن اسی بات کو نقشہ بنا کر سمجھایا جائے تو فوراً سمجھ میں آجاتی ہے، نقشہ بنا کر بات کو سمجھانا خود حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔(1) یہی وجہ ہے کہ **فیضانِ فاروقِ اعظم** میں بعض مقامات پر اہم اُمور کی وضاحت کے لیے مختلف نقشے اور چند مقامات کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حَیَاتِ طَیِّبَہ کے ہر ہر گوشے سے مُتعلق کئی کئی روایات اور واقعات ملتے ہیں لیکن ضَخَامت کے پیشِ نظر چیدہ چیدہ اہم روایات و واقعات کو ہی لیا گیا ہے۔

(3)......عربی عبارات کا ترجمہ:

عربی یا فارسی وغیرہ کتب سے مواد لے کر اُسے بِعَینِہٖ اُسی مفہوم پر اردو زبان میں ڈھالنا ایک بہت بڑا فن اور نہایت ہی مشکل امر ہے، مُترجِمین کے لیے اِس میں بہت احتیاط کی حاجت ہے کہ بسا اوقات ترجمہ کرتے ہوئے نفسِ مفہوم ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں عربی وفارسی عبارات کے ترجمے کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا:

- ......عربی وفارسی عبارات میں لفظی ترجمے کے بجائے مفہومی ترجمہ کیا گیا ہے۔
- ......ترجمہ کرتے وقت اِس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ نَفسِ مَسئلہ میں کوئی تَغَیُّر واقع نہ ہو۔
- ......روایات واحادیث کا ترجمہ کرتے ہوئے علمائے اہلسنت کے تَراجِم کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔
- ......ترجمہ کرتے وقت شُروح ولُغات کی طرف بھی رُجوع کیا گیا ہے۔
- ......احادیث وروایات کے ترجمہ میں طویل سند بیان کرنے کے بجائے فقط آخری راوی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے نیز بعض مقامات پر ایک ہی موضوع کی مختلف روایات کو بھی ضرورتاً بیان کیا گیا ہے۔
- ......دورانِ ترجمہ مُشکل مقامات پر ''**المدينة العلمية**'' کے شعبہ ''تراجِمِ کُتُب'' کے ماہر مُتَرجِمین مدنی علمائے

---

(1)...... بخاری، کتاب الرقاق، باب الامل وطوله، ج ۴، ص ۲۲۴، حدیث: ۶۴۱۷۔

کرام سے بھی مُشاورت کی گئی ہے۔

(4)......عربی عبارات کا تقابل:

عبارت کو غلطی سے محفوظ کرنے کے لیے اس کا تقابل کرنا (یعنی جس اصل کتاب سے وہ عبارت لی گئی ہے اس کے مطابق کرنا) بہت ضروری ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نقل در نقل ایک غلطی آگے منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن جب اُس کے اَصل ماخذ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو وہاں وہ عبارت موجود ہی نہیں ہوتی یا منقولہ عبارت کے مطابق نہیں ہوتی۔ یہ غلطی عموماً تقابل نہ کرنے اور فقط ''نقل'' پر اعتماد کرنے سے واقع ہوتی ہے۔ **''فیضانِ فاروقِ اعظم''** میں عربی عبارات کے تقابل کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے:

- ......عربی کتب سے جو ترجمہ کیا گیا ہے اُس کا اصلِ کتاب سے انتہائی احتیاط کے ساتھ تَقابُل کیا گیا ہے۔
- ......اگر کسی عبارت کے ترجمے میں اُردو کتاب سے مُعاوَنَت لی گئی ہے تو اُس کا اَصل عربی کتاب سے بھی بِالْاِستِیعَاب تقابل کر لیا گیا ہے۔
- ......عبارت ذکر کرنے کے بعد جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اُسی کتاب سے تقابل کیا گیا ہے۔
- ......قرآنی آیات اور اُن کے ترجمے کا بھی اصل نسخے سے تقابل کر لیا گیا ہے۔

(5)......عربی عبارات کی تفتیش:

کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے جہاں پوری دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب آیا ہے وہیں کتب کی طباعت میں بھی اُس نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ کمپیوٹر سے پہلے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں جن میں وقت بہت لگتا تھا لیکن جیسے ہی کمپیوٹر آیا اس سے مُصَنِّفِین وناشِرین کو سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ قلیل وقت میں کثیر کتب کی طباعت ہونے لگی۔ لیکن واضح رہے کہ اِس کا ایک نقصان یہ بھی ظاہر ہوا کہ پروف ریڈنگ کی اَغلاط پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ ہونے لگیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات مختلف کمپیوٹرائزڈ کتب کے جدید اور قدیم نسخوں کی عبارتوں میں بھی کافی فرق آجاتا ہے۔ اِس فرق کو واضح یا دور کرنے کے لیے قدیم نسخوں کی مدد سے عربی عبارات کی تفتیش کی جاتی ہے۔ **''فیضانِ فاروقِ اعظم''** میں

بھی مواد کو ترتیب دیتے وقت کئی ایسی عبارتیں سامنے آئیں جن میں مختلف نسخوں کی وجہ سے اختلاف پایا گیا لہٰذا اُن عبارتوں کی روایت و درایت دونوں اعتبار سے قدیم نسخوں (مخطوطات) کی مدد سے تفتیش کی گئی اور پھر مشاورت سے درست عبارت کو لے لیا گیا نیز اُس عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے اُس نسخے کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

(6)......عبارات کی تخریج:

سابقہ اَدوار میں لوگ حصولِ علم کے لیے لمبے لمبے سفر طے کرتے تھے، احادیث کی اَسناد وغیرہ پر انہیں ایسی مہارت ہوتی کہ اگر کسی کے سامنے کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ کتاب کا حوالہ بیان کیے بغیر ذکر کر دی جاتی تو وہ فوراً سمجھ جاتا، لیکن جوں جوں لوگ علم سے دور ہوتے گئے بغیر حوالے کے کوئی بات کرنا دشوار ہوتا گیا۔ بعض اوقات حوالے کے بغیر بیان کردہ صحیح روایات کو بھی لوگ کم علمی کی بنا پر رد کر دیتے ہیں نیز کم علمی کی بنا پر بعض لوگوں نے کئی موضوع و من گھڑت روایات کو بھی بیان کرنا شروع کر دیا لہٰذا آج کے دور میں کوئی بھی حدیثِ مبارکہ، صحابی کا فرمان، بزرگ کا قول یا کوئی بھی روایت بغیر مُستند حوالے کے بیان کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں بھی مختلف آیاتِ مبارکہ، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابۂ کرام و بزرگانِ دین وغیرہا کی تخاریج کا اِلتزام کیا گیا ہے۔ تخاریج کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے:

- ......عربی کتاب کی عربی اور اردو کتاب کی اردو رسم الخط میں تخریج دی گئی ہے البتہ عربی کتب میں اُن کے اصل اور طویل عربی نام کے بجائے معروف اور مختصر نام دیے گئے ہیں۔
- ......تخریج میں کتاب کا مکمل حوالہ (کتاب، باب، فصل، نوع، رقم الحدیث، جلد اور صفحہ وغیرہ کے ساتھ) اس طرح دیا گیا ہے کہ پڑھنے والا با آسانی اُس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔
- ......تخریج کرتے ہوئے جن کتب کا حوالہ دیا گیا ہے، موضوعات کے اعتبار سے اُن کے اسماء، شہرِ طَبَاعَت، مُصَنِّفِین کے اَسماء باعتبارِ تاریخِ وفات کی تفصیل آخر میں ''فہرست ماخذ ومَرَاجِع'' میں دے دی گئی ہے۔
- ......اگر کسی وجہ سے ایک کتاب کے دو مختلف مطبوعہ نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے تو اُن دونوں نسخوں کی نشاندہی بھی آخر

میں کردی گئی ہے۔

۞......دو مُصَنِّفِین کی ایک ہی نام والی کتب میں غیر مشہور کتاب کے ساتھ مُصنف کی وضاحت کردی گئی ہے مثلا: ''سنن کبریٰ'' نام سے دو کتابیں ہیں: ایک امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اور دوسری امام نسائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں جہاں مطلق ''سنن کبریٰ'' لکھا ہوگا وہاں امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب مراد ہوگی جبکہ امام نسائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے نام کی صراحت کردی گئی ہے۔

۞......تخاریج میں کسی بھی کتاب کا ایسا حوالہ درج نہیں کیا گیا جو ہمارے پاس کسی بھی حوالے سے موجود نہ ہو۔

۞......''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں احادیث، سیر وتاریخ وفقہ وغیرہ سینکڑوں کتب سے مواد لیا گیا ہے لیکن بطورِ تخریج و ماخذ اکثر عربی ومستند اُردو کتب ہی کو لیا گیا ہے۔

۞......''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' (جلد ثانی) میں کم وبیش 1250 تخاریج کی گئی ہیں۔

(7)......مشکل عبارات کی تسہیل:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی مختلف کتب علمائے اہلسنت کی کتب سے ہی ماخوذ ہوتی ہیں، قدیم اردو کے سبب بعض اوقات اُن کتب میں ایسے مشکل مقامات بھی آجاتے ہیں جن کی تسہیل کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' میں بھی مختلف مقامات پر علمائے اہلسنت کی کتب سے مختلف اِقتباسات ذکر کیے گئے ہیں، قارئین کی آسانی کے لیے مشکل عبارات کی تسہیل بھی ہلالین ''(......)'' میں کردی گئی ہے۔ تسہیل کے لیے علمائے اہلسنت ہی کی کتب کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

(8)......کتاب کی پروف ریڈنگ:

''پروف ریڈنگ'' کسی بھی کتاب کو لفظی، معنوی، کتابت وغیرہ کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کا ایک بہترین عمل ہے، قرآن پاک کے علاوہ اگرچہ کوئی بھی کتاب غلطیوں سے مُبَرَّاء (محفوظ) نہیں ہوسکتی لیکن کسی کتاب میں غلطیوں کی کثرت اُس کی پروف ریڈنگ نہ ہونے کی طرف اِشارہ ہے۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' کی کم وبیش **11** بار پروف ریڈنگ کی گئی

ہے: ❁ مواد جمع کرتے وقت کمپوزنگ کے بعد۔ ❁ کتاب کو مرتب کرنے کے بعد۔ ❁ مُرتَّب شُدَہ مواد کی تخریج کے دوران۔ ❁ عربی یا اُردو عبارات کے تقابل کے وقت۔ ❁ اَغلاط کی تصحیح کرنے کے بعد۔ ❁ ''تنظیمی مُفَتِّش'' کی طرف سے تفتیش کے ساتھ۔ ❁ ''شرعی مُفَتِّش'' کی طرف سے دورانِ تفتیش۔ ❁ تنظیمی وشرعی تفتیش کی اَغلاط کی تصحیح کے بعد۔ ❁ مکتبۃ المدینہ پر طباعت کے لیے بھیجنے سے قبل فائنل فارمیشن کے بعد۔ ❁ کورل ڈرا پر مکمل کتاب کی پیسٹنگ کے بعد۔ ❁ علمیہ کے فائنل پروف ریڈر سے کورل ڈرا پر مکمل کتاب کی پیسٹنگ کے بعد بھی پوری کتاب کی بِالاستِیعَاب (مکمل لفظ بہ لفظ) پروف ریڈنگ کی گئی ہے۔

(9)......کتاب کی فارمیشن:

کتاب کی بہترین طباعت بھی قاری کے ذوقِ مطالعہ میں اِضافے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، بہتر طباعت کے ساتھ ساتھ اگر کتاب کے ابواب وغیرہ کی اَحسن انداز میں فارمیشن کی جائے تو کتاب کا ظاہری حُسن مزید نکھر جاتا ہے۔ ''**فیضانِ فاروقِ اعظم**'' کی فارمیشن کے حوالے سے درج ذیل اُمور کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

❁......عبارت کے معانی ومفاہیم سمجھنے کے لیے ''علاماتِ ترقیم'' کا خاص اِہتمام کیا گیا ہے۔

❁......کئی مقامات پر ایک ہی موضوع کے تحت آنے والی مختلف باتوں کی نمبرنگ کردی گئی ہے۔

❁......جلی سرخیوں (Main Headings) اور خفی سرخیوں (Sub Headings) میں امتیاز کرتے ہوئے علیحدہ علیحدہ رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔

❁......عربی عبارات کو اِعراب سمیت عربی رسم الخط ''قمر'' میں لکھا گیا ہے تاکہ قاری اِعرابی غلطی سے محفوظ رہے جبکہ فارسی عبارت کو ''نسخ'' فونٹ میں لکھا گیا ہے تاکہ عربی اور فارسی دونوں میں امتیاز رہے۔

❁......عام عربی عبارت کے علاوہ دعائیہ عربی عبارات کا رسم الخط بھی جُدا رکھا گیا ہے تاکہ کتاب پڑھنے والے اِسلامی بھائی اِن دعاؤں کو باآسانی یاد کرسکیں۔

❁......آیاتِ مبارکہ خوبصورت قرآنی رسم الخط اور مُنَقَّش بریکٹ ﴿......﴾ میں دی گئی ہیں۔

﷽......تمام دعائیہ عبارات کا رسم الخط ''اَلْمُصْحَف'' رکھا گیا ہے۔

﷽......مشکل الفاظ کے معانی کو ہلالین ''(......)'' میں لکھا گیا ہے۔

﷽......تخاریج کا رسم الخط عربی، اردو و فارسی عبارت سے جدا رکھا گیا ہے۔

﷽......ہر باب کے شروع میں ایک علیحدہ صفحہ دیا گیا ہے جس میں باب نمبر، باب کا نام اور اس کے تحت آنے والے تمام موضوعات کی تفصیل دی گئی ہے، نیز باب کا نام تمام متعلقہ صفحات کے اوپر بھی دے دیا گیا ہے۔

﷽......کتاب کی اِجمالی و تفصیلی دونوں طرح کی فہرستیں بنائی گئیں ہیں، اجمالی فہرست میں تمام ابواب اور ان کے تحت آنے والی جلی سرخیوں (*Main Headings*) کو ذکر کیا گیا ہے، جبکہ تفصیلی فہرست میں ابواب اور جلی سرخیوں سمیت تمام خفی سرخیوں (*Sub Headings*) کو بھی ذکر کیا گیا ہے نیز اِجمالی فہرست کتاب کے شروع میں اور تفصیلی فہرست آخر میں دی گئی ہے۔

﷽......اِس کتاب میں خلافت فاروق اعظم کو کم و بیش 250 جلی سرخیوں (*Main Headings*) اور 1100 خفی سرخیوں (*Sub Headings*) کے ذریعے نہایت ہی اَحسن اَنداز میں بیان کیا گیا ہے۔

﷽......اِس کتاب کو دارُالافتاء اہلسنت کے مدنی علماء کرام دَامَتْ فُیُوْضُھُم نے شرعی حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے۔

(10)......فیضان فاروق اعظم کی دو جلدیں:

شعبہ **فیضان صحابہ واہل بیت** میں اَوّلاً عشرہ مبشرہ میں سے چاروں خلفائے راشدین کے علاوہ بقیہ چھ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سِیرتِ طَیِّبَہ پر کام مکمل کیا گیا جو چھ مختلف رسائل کی صورت میں چھوٹے صفحے (A5) پر تھا۔ **فیضانِ صدیق اکبر** پر بھی اَوّلاً چھوٹے صفحے ہی میں کام شروع کیا گیا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے صفحات کی تعداد ایک ہزار ۱۰۰۰ سے تجاوز کر گئی لہٰذا اُسے بڑے صفحے (A4) میں تبدیل کر دیا گیا جو کم و بیش سات سو بیس ۷۲۰ صفحات بن گئے۔ **فیضانِ صدیق اکبر** کے بعد جب **فیضانِ فاروق اعظم** پر کام شروع کیا گیا تو یہی خیال تھا کہ اس مبارک کتاب کے بھی زیادہ سے زیادہ آٹھ سو ۸۰۰ بڑے صفحات (A4) بنیں گے، لیکن مواد جمع کرنے، مرتب کرنے اور تخریج کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ

فیضانِ فاروقِ اعظم فائنل ہونے کے بعد کم وبیش اُنیس سو ۱۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگی۔ یقیناً ناشرین کے لیے اتنی ضخیم کتاب کی جلد بندی (Binding) کرنا، علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے اُسے خریدنا اور اُس کی حفاظت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **مجلس المدینۃ العلمیہ** اور شعبہ **فیضانِ صحابہ واہل بیت** کی مشترکہ مشاورت سے **فیضانِ فاروقِ اعظم** کو دو ۲ جلدوں میں (مختلف ابواب بنا کر) تقسیم کر دیا گیا۔

فیضانِ فارُوقِ اعظم (جلد دوم) کی ابواب بندی

فیضانِ فاروقِ اعظم (جلد اوّل) میں سیِّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پیدائش سے لے کر وصال تک (علاوہ خلافت) **مکمل حیاتِ طیبہ**، فضائل ودیگر اُمور کو بالتفصیل اُنیس ۱۹ اَبواب میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ اِس جلد دوم میں **خلافت فاروقِ اعظم** کے سنہرے دور کو بالتفصیل چودہ ۱۴ اَبواب میں بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

......پہلا باب، خلافت فاروقِ اعظم:

خلافت فاروقی پر مختلف دلائل، خلافت فاروقی پر تین آیات مبارکہ، تین احادیث مبارکہ، خلافت فاروقی پر اجماع صحابہ، خلافت فاروقی پر مختلف ائمہ کرام کے اقوال۔

......دوسرا باب، بعد خلافت ابتدائی معاملات:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی منبر رسول پر تشریف آوری، بعد خلافت پہلا خطبہ، عہدِ صدیقی میں آپ کے جلال اور سختی کی حکمت، آپ کی سختی سے متعلق لوگوں کی تشویش اور اس کا بہترین اِزالہ، آپ نے تمام وعدے پورے کر دکھائے، خلافت فاروقی کے بارہ ۱۲ بنیادی اُصول۔

......تیسرا باب، فاروقِ اعظم بحیثیت خلیفہ:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مختلف عبادات کا اہتمام، تراویح کی جماعت کا اہتمام، بعد خلافت آپ کا وظیفہ، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مبارک غذا کا بیان، مبارک لباس کا بیان، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مختلف مُعاشرتی اُمور کا بیان، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور خواہشاتِ نفس کی مخالفت۔

......چوتھا باب، فاروق اعظم اور حقوق العباد:

سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حقوق العباد سے متعلق تفصیلی حدیثِ مُبارکہ، رعایا کی خبر گیری، مالِ غنیمت کی تقسیم کاری، عہدِ فاروقی میں وظائف کا نظام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اُمَّہَات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ، فوجیوں اور دیگر مختلف لوگوں کے وظائف کا بیان، بیت المال کا قیام، مال کی تقسیم، مصیبت کے وقت رعایا کے غم میں شرکت، خیر خواہی اور اظہار ہمدردی، عام الرمادہ میں سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے دعا، قرآن وسنت سے وسیلے کا ثبوت، سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانوروں پر شفقت۔

......پانچواں باب، عہد فاروقی کا شورائی نظام:

شورائی نظام کسے کہتے ہیں؟ عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کا شورائی نظام، سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مختلف مشاورتیں، فوجی کمانڈروں اور جنگی امور کے ماہرین سے مشاورت، عہدِ فاروقی میں شورائی نظام کی وسعت، سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مشاورت کے بنیادی اُصول وضوابط، شورائی نظام کے نفاذ کی احتیاطیں اور دیگر ضروری اُمور، مشورے، مشورہ لینے والے اور مشورہ دینے والے کے لیے مدنی پھول، دعوت اسلامی کا شورائی نظام، مختلف مجالس ومرکزی مجلس شوریٰ۔

......چھٹا باب، نظام عہد فاروقی کی وسعت:

عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی، عہدِ فاروقی میں آمدورفت کی آزادی، عہدِ فاروقی میں انفرادی ملکیت کی آزادی، عہدِ فاروقی میں آزادئ رائے، حاکم وقت پر تنقید کی اجازت، سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اعلیٰ ظرفی، خلاف شریعت اور توہین مسلم والی آراء کی ممانعت۔

......ساتواں باب، عہد فاروقی کا نظام عدلیہ:

عدل وانصاف کرنے یا نہ کرنے پر آیات واحادیث مبارکہ، عدل وانصاف کے متعلق فرامین فاروق اعظم، عہدِ فاروقی کا نظام عدلیہ اور اُس کے بنیادی وعمومی اُصول وضوابط، عہدِ فاروقی کے عدالتی قاضی، جج اور اُن کی فاروقی تربیت،

ججوں وقاضیوں کے مختلف اوصاف، فرائض منصبی اور احتساب ومعزولی، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے چند فیصلے اور آپ کے فیصلہ کرنے کا مبارک انداز، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جرائم کے خلاف قانونی سزائیں، آپ سے منسوب چند غلط فیصلوں کی وضاحت، فاروقی تمغہ امتیاز حاصل کرنے والے عظیم الشان قاضی، عہدِ فاروقی کے خصوصی جج ومعاونِ خصوصی فی القضاء۔

......آٹھواں باب، نظامِ عدلیہ میں مساوات کا قیام:

نظامِ عدلیہ میں مساوات کا قیام، مساوات کے قیام کے لیے شخصیات کے خلاف چند فیصلے، ظلم کے خلاف سالانہ اجتماعی مشورہ، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنی ہی قائم کردہ عدالتوں میں حاضری، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُساوات کی چند اَمثِلَہ، فیصلہ کرنے کے دس بنیادی مدنی پھول، آپس کی شکر رنجیاں اور اُن کے نقصانات، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے فیصلہ کرنے کا مدنی انداز۔

......نواں باب، عہدِ فاروقی کا نظامِ احتساب:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنے گھر والوں کا اِحتساب، دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والا فرض علوم کورس، عہدِ فاروقی میں مختلف شخصیات کا احتساب، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بعض بے جا تَصَرُّفاتی اُمور کا اِحتساب، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منسوب چند غلط استدلالات کی وضاحت، رعایا کی صحت وتندرستی پر آپ کی خُصُوصی تَوَجُّہ، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنے ہی نفس کا احتساب کرنا۔

......دسواں باب، عہدِ فاروقی میں محکمۂ پولیس وفوج:

عہدِ فاروقی میں محکمۂ پولیس کے فوجی افسران، فوج کی تقسیم، مفتوحہ علاقوں میں فوجی چھاؤنیوں کا قیام اور ان کے ذمہ داران، عہدِ فاروقی میں اسلامی فوج کی وسعت، فوجیوں کی تنخواہیں اور دیگر ضروریات کی تفصیل، تنخواہوں کی تقسیم کا طریقہ کار اور سالانہ اضافہ، فوجیوں کی گھر واپسی کی مدت، اِسلامی فوج کے جذبہ جہاد سے بھرپور نعروں کی تفصیل،

فوجیوں کے ساتھ رہنے والی ضروری اشیاء کی تفصیل۔

...... گیارہواں باب، عہدِ فاروقی میں علمی سرگرمیاں:

علم کی اہمیت پر فرامین فاروقِ اعظم، حفاظتِ علم کے لیے فاروقی خدمات، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حفاظتِ قرآن وحفاظتِ حدیث سے متعلقہ اُمور، رعایا کی تعلیم وتربیت اور چند اصلاحی ملفوظات، عہدِ فاروقی کا حقیقی مدنی مرکز، احکامِ شرعیہ کے مراکز وعہدِ فاروقی کے مختلف دار الافتاء، مکی، مدنی، بصری، کوفی اور شامی دار الافتاء اور اُن کے مفتیانِ کرام ومُصَدِّقین، عہدِ فاروقی کا شاندار مُدَرِّس کورس، عہدِ فاروقی کے مدارس کا تعلیمی واَخلاقی نصاب، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ہجری تاریخ، علمی مُشاورتیں، شعر وشعراء سے متعلق مختلف اُمور۔

...... بارہواں باب، عہدِ فاروقی کی فتوحات:

عہدِ فاروقی کی فتوحات کا پس منظر، کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟ فتوحاتِ فاروقی کی تفصیل، اِسلامی لشکر کے کلی اُصول وضوابط، عہدِ فاروقی میں ملک شام کی فتوحات، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا غیبی سیکورٹی گارڈ، اِسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب، جنگِ یرموک کا بیان، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیت المقدس تشریف آوری اور اُس کی فتح، ملک شام کے ساحلی اور پہاڑی علاقوں کی فتوحات، فتوحاتِ مصر وعراق، عراق کی ایک عظیم جنگ ''جنگِ قادسیہ'' کا بیان، عہدِ فاروقی میں فتوحاتِ اِیران، فتوحاتِ فاروقی کی وُسعت اور وجوہات، فتوحات میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اِختصاص۔

...... تیرہواں باب، فاروقی گورنراوران سے متعلقہ اُمور:

فاروقی گورنر اور اُن سے متعلق اُمور، حکومت ومنصب کے متعلق فرامین فاروقِ اعظم، گورنروں کے تقرر کی شرائطِ ثابِتہ ونافِیہ، گورنروں سے متعلق اِحتیاطی تدابیر، فاروقی گورنروں کی چند اہم خصوصیات، گورنروں کا سالانہ مدنی مشورہ، حکمرانوں کی رعایا سے متعلق ذمہ داریاں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گورنروں کا اِحتساب، حکمرانوں کو دی

جانے والی سزائیں اور گورنروں کی معزولی، حکمرانوں سے متعلق رعایا کی ذمہ داریاں، عہدِ فاروقی کے چند گورنروں کا مختصر تعارف۔

۔۔۔۔۔۔چودھواں باب، عہدِ فاروقی کی تعمیرات:

عہدِ فاروقی کی داخلی تعمیرات، مسجد نبوی کی توسیع اور اُس سے متعلقہ دیگر اُمور کی تفصیل، مسجد حرام کے چبوتروں اور حفاظتی دیوار کی تعمیر و غلاف کعبہ کی تبدیلی، عہدِ فاروقی میں دینی تعلیم و تربیت والی مختلف مساجد کی تعمیر، عہدِ فاروقی میں مقامِ ابراہیم کی تبدیلی، عہدِ فاروقی کی خارجی تعمیرات، دارُ الدقیق (غلے کا گودام)، سرایوں، دارُ الامارہ اور دیوان کی تعمیرات، بیت المال کا قیام، بیت المال کے نگران اور مختلف عمارتیں، مسافروں کے لیے پانی کی سبیلیں اور مختلف سڑکوں کی تعمیر، عہدِ فاروقی میں مختلف نہروں کی کھدائی اور پلوں کی تعمیر، مختلف شہروں کی تعمیر و آبادکاری، عہدِ فاروقی اور ملکی خزانے، عہدِ فاروقی میں زکوٰۃ، جزیہ، خراج، عُشر اور مالِ غنیمت کی وصولی، عہدِ فاروقی کا زرعی و آبپاشی کا نظام۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر فائنل کرنے تک ہر ہر مرحلے میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے لہٰذا اس میں موجود تمام خوبیاں یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم، اس کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خصوصی فیضان، تمام اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کی عنایت، شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور بتقاضائے بشریت جو بھی خامیاں ہوں اُن میں ہماری کوتاہ فہمی کو دخل ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی کو اپنی پاک بارگاہ میں قبول فرمائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے، **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بشمول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو مزید برکتیں عطا فرمائے، ہمیں حقیقی معنوں میں صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبۂ فیضان صحابہ واہل بیت

المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

پہلا باب

خلافتِ فاروقِ اعظم

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر مختلف دلائل
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر تین آیات مبارکہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر تین احادیث مبارکہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر اِجماعِ صحابہ
- ......اِجماع سے متعلق مختلف ائمہ کرام کے اقوال
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر اِجماعِ اُمت
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت سے متعلق چند اہم وضاحتی مدنی پھول

خلافتِ فاروقِ اعظم

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت فرمائی اور وہیں مستقل رہائش اختیار فرمالی تو تمام انتظامی امور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود ہی دیکھا کرتے تھے اور رفتہ رفتہ یہ سَلطَنَتِ مُصطفٰے نہ صرف مدینہ منورہ بلکہ پورے عرب پر محیط ہوگئی۔ تمام مسلمان نہایت ہی اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی بسر کررہے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے بعد خلیفۂ رسول اللّٰہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منصب خلافت سنبھالا، لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کا اکثر وبیشتر حصہ مختلف فتنوں کے خلاف جہاد کرتے گزرا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال مبارکہ کے بعد اب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن ہوئے، تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جس قدر فتوحات اور اَحکَاماتِ شَرعِیَّہ کا نِفاذ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں ہوا اتنا کسی اور خلیفہ کے زمانے میں نہ ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حیاتِ طَیِّبَہ میں ہی سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ساتھ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کو بھی لوگوں کے سامنے بالکل ظاہر فرمادیا تھا، قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کئی فرامین مبارکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ،

خلافتِ فاروقی پر تین آیاتِ مبارکہ

پہلی آیت مبارکہ:

حضرت علامہ مولانا حافظ ابنِ اَبی حاتم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الحَاکِم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عبد الحمید عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد سے روایت کی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق وعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافت کا ذکر کتاب اللّٰہ میں مرقوم ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ

كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ (پ۱۸، النور: ۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: ''اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو اُن کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔''[1]

دوسری آیت مبارکہ:

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾﴾ (پ۲۶، الفتح: ۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: ''اُن پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ اُن سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔''

یہ آیت مبارکہ بھی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت مبارکہ پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ جُرَیج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہی مدینہ منورہ کے اعرابیوں یعنی قبیلہ جُہَیْنَہ ومُزَیْنَہ کے لوگوں کو فارس اور روم سے قتال کے لیے دعوت دی جیسا کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر وبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں کفار مکہ کے خلاف لڑنے کی دعوت دی تھی۔ لہٰذا اب آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوا: ''**فَاِنْ تُطِيْعُوْا اِذَا دَعَاكُمْ عُمَرُ تَكُنْ تَوْبَةً لِتَخَلُّفِكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اِذَا دَعَاكُمْ عُمَرُ كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ اِذْ دَعَاكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا**'' یعنی اگر تم اُس وقت اِطاعت کرو جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمہیں قتال کے لیے بلائیں تو تمہارا اِطاعت کرنا تمہاری توبہ شمار ہوگا اِس بات سے کہ تم رسول اللہ صَلَّی

---

1 ...... تفسیر ابن ابی حاتم، پ۱۸، النور، تحت الایۃ: ۵۵، ج۵، ص۲۶۲۸۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بلانے کے بعد پیچھے رہ گئے۔ اس اطاعت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم لوگ اس وقت پیٹھ پھیر لو جب حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمہیں قتال کے لیے بلائیں جس طرح تم نے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بلانے کے بعد پیٹھ پھیر لی تھی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' صَدْرُالاَفاضِل مولانا نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس قوم سے بَنِی حَنِیفَہ یَمامہ کے رہنے والے جو مُسَیْلَمَہ کَذّاب کی قوم کے لوگ ہیں وہ مراد ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ فرمائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد اہلِ فارس وروم ہیں جن سے جنگ کے لئے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دعوت دی۔ یہ آیت شَیْخَیْنِ کَرِیْمَین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق وحضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی صحتِ خلافت کی دلیل ہے کہ اِن حضرات کی اِطاعت پر جنّت کا اور اُن کی مخالفت پر جہنّم کا وعدہ دیا گیا۔''[1]

تیسری آیت مبارکہ:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾ ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۵۴) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب **اللہ** ایسے لوگ لائے گا کہ وہ **اللہ** کے پیارے اور **اللہ** ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت **اللہ** کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ **اللہ** کا فضل ہے جسے چاہے دے اور **اللہ** وسعت والا علم والا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ کے تحت حافظ ابوالبرکات علامہ **عبد اللہ** بن احمد بن محمود نَسَفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''یعنی اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کو اس بات کی خبر دی جو ابھی واقع نہیں ہوئی تھیں اور پھر وہ بعد میں واقع ہوگئی اور اس میں سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کا بھی ثبوت ہے کہ آپ نے ہی مرتدین سے جہاد فرمایا تھا اور یہ آیت مبارکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ

---

[1] ......درمنثور، پ ۲۶، الفتح، تحت الآیۃ: ۱۶، ج ۷، ص ۵۲۰، خزائن العرفان، پ ۲۶، الفتح: ۱۶۔

تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کی صحت کے اثبات پر بھی دلالت کرتی ہے۔[1]

خلافتِ فاروقی پر تین احادیث مبارکہ

(1) میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے:

جب سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجد قباء کی تعمیر شروع فرمائی تو سب سے پہلا پتھر رکھنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''**لِیَضَعْ اَبُوْ بَکْرٍ حَجَرًا اِلٰی جَنْبِ حَجَرِیْ** یعنی اب ابوبکر ایک پتھر میرے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**لِیَضَعْ عُمَرُ حَجَرًا اِلٰی جَنْبِ حَجَرِ اَبِیْ بَکْرٍ** یعنی اب عمر ایک پتھر ابوبکر صدیق کے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**لِیَضَعْ عُثْمَانُ حَجَرَہٗ اِلٰی جَنْبِ حَجَرِ عُمَرَ** یعنی اب عثمان ایک پتھر عمر فاروق کے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**ھٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ بَعْدِیْ** یعنی میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے۔''[2]

(2) ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا:

امام ترمذی اور امام حاکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے حضرت سیِّدُنا حُذَیْفَہ بِنْ یَمَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کی ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اِقْتَدُوْا بِاللَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ** میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔''[3]

(3) میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے:

حضرت سیِّدُنا اُبُوبَکْرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''**اِلٰی مَنْ اُؤَدِّیْ صَدَقَۃَ مَالِیْ** یعنی **یَارَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے مالی صدقات کس کی بارگاہ میں پیش کروں؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے دیا کرو۔'' اس نے عرض کی: ''**فَاِنْ لَّمْ اَجِدْکَ**

---

1. ......مدارک، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۴، ص۲۹۰۔
2. ......تاریخ ابن عساکر، ج۳۰، ص۲۱۸-۲۱۹، تاریخ الخلفاء، ص۶۔
3. ......ترمذی، کتاب المناقب، فی مناقب ابی بکر وعمر کلیھما، ج۵، ص۳۷۴، حدیث: ۳۶۸۲۔
مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، احادیث فضائل الشیخین، ج۴، ص۲۲، حدیث: ۴۵۰۸۔

یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے بعد کسے دیا کروں؟'' اِرشاد فرمایا: ''اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ یعنی ابوبکر صدیق کو۔'' اس نے عرض کی: ''فَاِنْ لَّمْ اَجِدْہُ یعنی ان کے وصال ظاہری کے بعد کسے دیا کروں؟'' ارشاد فرمایا: ''عُمَر یعنی فاروقِ اعظم کو دینا۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ھٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے۔''(1)

خلافتِ فاروقی پر اِجماعِ صحابہ

......شارِحِ صحیح مُسلِم حضرت علامہ امام شَرَفُ الدِّین نَوَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر اجماعِ صحابہ کو کچھ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت پر سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جس عہد نامے کا نفاذ فرمایا تھا اس پر تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مُتَّفِق تھے۔(2)

......خلافت فاروقی پر اجماع نقل کرتے ہوئے علامہ ابونُعَیم اَصْفَہانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی کامل فِراست کے ذریعے اس بات کو جان لیا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دیگر لوگوں سے افضل ہیں، بہترین خیر خواہی کرنے والے، خلافت کو سنبھالنے کی طاقت رکھنے والے ہیں نیز انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مشکل اوقات میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مکمل تائید و نصرت فرمائی ہے تو سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مَنصبِ خِلافت کے لیے منتخب فرمالیا۔ چونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بات کو جانتے تھے کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی رائے سے متفق ہیں اور اس پر انہیں کوئی اِعتراض و اشکال نہیں ہے اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھی انتخاب خلیفہ کا اختیار دیا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمام مسلمان آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلے سے مُطمئن رہے اور یہ معاملہ آپ ہی کے سپرد کردیا، جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۹، ص ۱۷۶، اخبار اصبهان، من اسمه محمد، ج ۲، ص ۲۲۷۔

2 ......شرح صحیح مسلم، کتاب الامارة، الاستخلاف وترکه، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۰۶۔

تَعَالٰی عَنْہ کے خلیفہ بنائے جانے پر متفق تھے، اگر انہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات سے معمولی سا بھی اختلاف یا شک وشبہ ہوتا تو وہ انکار کردیتے اور آپ کی اتباع وپیروی نہ کرتے۔ درحقیقت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی امامت وخلافت بالکل اسی طرح ثابت اور صحیح ہے جس طرح سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت ثابت اور صحیح تھی، گویا سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات گرامی ان کے لیے افضل اور کامل واکمل شخصیت کو خلیفہ منتخب کرنے کے لیے بحیثیت دلیل اور رہنما تھی اسی وجہ سے تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پیروی کی۔ [1]

......خلافت فاروقی پر اِجماعِ صحابہ کو نقل کرتے ہوئے سیِّدُنا ابُوعُثمان صابُونی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''پھر امیر المؤمنین سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خلیفہ نامزد کردینے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اس پر اجماع منعقد ہوجانے سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت عمل میں آئی اور اس طرح **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کی سربلندی اور عظمت وشان سے متعلق اپنا وعدہ مکمل فرمایا۔'' [2]

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اُس وقت گیا جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نیزہ مار کر زخمی کردیا گیا تھا میں نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے جنت کی خوشخبری ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مل کر اس وقت جہاد کیا جب کفار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عزت کے درپے تھے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے ظاہری پردہ اس حال میں فرمایا کہ وہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے راضی تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدت خلافت کے بارے میں کبھی دو آدمیوں نے اختلاف نہیں کیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے شہادت کی موت ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''دوبارہ کہو۔'' سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی بات کو دوبارہ دہرایا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں! اگر تمام زمین کا سونا اور

---

1 ......الامامة والرد علی الرافضة، خلافة امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب، ج ۱، ص ۲۷۴ ملتقطا۔

2 ......الغنیة عن الکلام واھلہ، ج ۱، ص ۵۷۔

چاندی مل جائیں تاکہ میں آخرت کی ہولناکیوں سے نجات پا جاؤں تو میں سب کچھ فدیہ دے دوں۔‘‘[1]

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

مذکورہ بالا تمام اقتباسات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور اُمَّتِ مُسْلِمہ کے اِجماع واِتفاق سے عمل میں آئی۔ ان تمام مبارک ہستیوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلے کو خوشی خوشی قبول کیا، **بحمد اللّٰہ تعالٰی** آج بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کرنے والے، ان کی سیرتِ طَیِّبہ پر عمل کرنے والے تمام مسلمان ان کی خِلافت کو اِجماعی واِتّفاقی مانتے ہیں۔

واضح رہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خلیفہ بنانے کا اِرادہ فرمایا تو بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طبیعت کی سختی کو سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے پیش کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قوت وایمان داری ودیانت داری پر مُتَّفِق تھے البتہ انہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سختی سے ڈر لگتا تھا لیکن **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مَنصبِ خِلافت سنبھالنے کے بعد سے لے کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت تک کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ بات منقول نہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بلا وجہ کسی پر سختی فرمائی ہو جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلیفہ بنتے وقت صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ذہنوں میں آپ کی طبیعت سے متعلق جو خدشہ تھا وہ بھی بعد میں بالکل دُور ہوگیا۔

فارق حق وباطل امام الہدیٰ ...... تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر ...... اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر فضائل عمر، ج۴، ص۷۴، حدیث: ۴۵۷۱۔

دوسرا باب

بعد خلافت ابتدائی معاملات

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......خلافت کے بعد ابتدائی معاملات
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی منبر رسول پر تشریف آوری
- ......خلفائے راشدین اور منبر رسول
- ......خلیفہ بننے کے بعد سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا پہلا خطبہ
- ......عہد صدیقی میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سختی کی حکمت
- ......بعد خلافت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک فکر انگیز خطبہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام وعدے پورے کر دکھائے۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اَخلاق واَوصاف وحقوق العباد سے متعلق تفصیلی حدیث مبارکہ۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے ۱۲ بنیادی اُصول
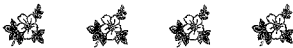
خلافت کے بعد ابتدائی معاملات

فاروقِ اعظم منبرِ رسول پر تشریف فرما ہوئے:

علامہ ابنِ شِہاب زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''منصبِ خِلافت پر مُتمَکِّن ہونے کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا پہلا نیا کام یہ تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر کی اس سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے جہاں **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قدمینِ مبارک ہوتے تھے یعنی نیچے سے پہلی سیڑھی پر بیٹھے اور قدم زمین پر لٹکا دیئے۔'' لوگوں نے عرض کیا: ''**لَوْ جَلَسْتَ حَيْثُ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَجْلِسُ** یعنی اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہیں تشریف فرما ہوتے جہاں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف فرما ہوتے تھے تو زیادہ بہتر تھا۔'' آپ نے اِرشاد فرمایا: ''**حَسْبِيْ اَنْ يَكُوْنَ مَجْلِسِيْ حَيْثُ كَانَتْ تَكُوْنُ قَدَمَا اَبِيْ بَكْرٍ** یعنی میرے لیے یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ میرے بیٹھنے کی جگہ وہ ہو جہاں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قدمینِ مبارکہ ہوتے تھے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ مبارک عقیدہ تھا کہ جہاں **خلیفۂ رسول اللہ** امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قدمینِ مبارکہ لگے ہیں وہ جگہ میرے لیے باعث سعادت ہے جبھی تو آپ نے وہیں بیٹھنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف اپنے عہدِ خلافت میں، بلکہ عہدِ صدیقی وعہدِ رسالت میں بھی مُقدَّس مَقامات کو بابرکت سمجھا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مقامِ اِبراہیم کو '' **مُصَلّٰی** '' یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنانے کی خواہش ظاہر کی اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ کے ذریعے اسے تائیدِ الٰہی حاصل ہوئی۔

خلفائے راشدین اور منبرِ رسول:

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مُجدِّدِ دین ومِلّت پروانۂ شمعِ رِسالت مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن **فتاویٰ رضویہ** جلد ۸، صفحہ ۳۴۳ پر منبرِ رسول کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

(1) ...... رياض النضرة، ج ۱، ص ۳۱۵۔

کے مُقَدّس مِنبر کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ حضور سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذُوالنُّورَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا آیا پھر اوّل پر خُطبہ فرمایا، سبب پوچھا گیا، فرمایا: ''اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔ لہٰذا وہاں پڑھا جہاں یہ اِحتمال مُتَصَوَّر ہی نہیں۔'' اصلِ سُنَّت اَوّل درجہ پر قیام ہے۔ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب کی بنا پر ایسا کیا اور حضرت فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ادب کی خاطر۔''

خلیفہ بننے کے بعد فاروقِ اعظم کا پہلا خطبہ:

حضرت سیِّدُنا شَعْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

❀...... ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَرَانِيْ اَنْ اَرٰى نَفْسِيْ اَهْلًا لِمَجْلِسِ اَبِيْ بَكْرٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اس بات کی ہمت نہ دے کہ میں اپنے آپ کو حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جگہ بیٹھنے کے قابل سمجھوں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک درجہ نیچے تشریف لائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا بیان کی اور ارشاد فرمایا:

❀...... ''اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ تَعَرَّفُوْا بِهٖ یعنی قرآن پڑھتے رہو تمہیں اس کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔''

❀...... ''وَاعْمَلُوْا بِهٖ تَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهٖ اور قرآن پر عمل کرتے رہو اہل قرآن بن جاؤ گے۔''

❀...... ''وَزِنُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو قبل اس سے کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔''

❀...... ''وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ يَوْمَ تُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ اور قیامت کے اُس دن کے لیے تیار رہو جس دن تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے اور تم میں سے کوئی بھی اس پر مخفی نہیں ہوگا۔''

❀...... ''اِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ حَقَّ ذِيْ حَقٍّ اَنْ يُطَاعَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ کوئی بھی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کر کے حقدار کا حق ادا نہیں کر سکتا۔''

﴾......''اَلَا وَاِنِّیْ اَنْزَلْتُ نَفْسِیْ مِنْ مَالِ اللہِ بِمَنْزِلَۃِ وَلِیِّ الْیَتِیْمِ اور غور سے سن لو! میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال کے معاملے میں اپنے آپ کو یتیم کے ولی کی جگہ رکھتا ہوں۔''

﴾......''اِنِ اسْتَغْنَیْتُ عَفَفْتُ وَاِنِ افْتَقَرْتُ اَکَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ اگر میں بذات خود مالدار ہوا تو بلا حاجت خود کو اس مال سے بچاؤں گا اور اگر مالدار نہ ہوا تو جائز طریقے سے اس میں سے کھاؤں گا۔''(1)

دورِ صدیقی میں فاروقِ اَعظم کی سختی کی حکمت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے وقت بھی یہ بات ظاہر ہوئی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ طبیعت کے اعتبار سے سخت ہیں۔ اِس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **خلیفۂ رسول اللہ** تھے اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کے وزیر تھے۔ سلطنت کے معاملات چلانے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ مملکت کے سربراہ یا اُس کے وزیر دونوں میں سے ایک نرم طبیعت کا مالک ہو اور دوسرا سخت طبیعت کا مالک ہو۔ چونکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت ہی شفیق اور نرم طبیعت کے مالک تھے اِس لیے ضروری تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وزیر و مُشیر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طبیعت میں سختی ہوتا کہ سلطنت کے معاملات درست طریقے سے چل سکیں، یہی وجہ ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد جو معاملات پیش آئے اگر ان کا سامنا (Face) کرنے میں فقط نرمی کو دخل ہوتا تو کبھی بھی وہ نتائج حاصل نہ ہوتے جو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طبعی سختی کی وجہ سے حاصل ہوئے۔ البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب منصبِ خِلافت پر فائز ہوئے تو آپ کی یہ طبعی سختی کافی حد تک نرمی میں تبدیل ہوگئی، کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بظاہر کوئی مَخصوص وَزِیر و مُشیر نہ تھا اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنی ذات ہی میں دونوں وصف موجود تھے جہاں سختی کا معاملہ ہوتا وہاں سختی فرماتے اور جہاں نرمی کا معاملہ ہوتا وہاں نرمی فرماتے۔ ابتداءً لوگ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سختی سے بہت زیادہ خوفزدہ ہوئے لیکن بعد میں ان کا یہ تاثر زائل ہوگیا۔ چنانچہ،

---

(1)......المجالسۃ وجواھر العلم، ج۲، ص۷۴، الرقم: ۱۲۹۱۔

خلافت سنبھالنے کے بعد آپ کا ایک فکر انگیز خطبہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دورِ حکومت آنے پر لوگ بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئے، اور انہوں نے کھلے میدانوں میں مل کر بیٹھنے کا طریقہ ختم کر دیا کہ کہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ طریقہ ناگوار نہ گزرے۔ لوگ کہنے لگے: ''**خلیفۂ رسول اللّٰہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شفقت ورحم دلی کا تو یہ حال تھا کہ راستوں میں بچے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گرد گھیرا ڈال لیا کرتے اور اے باپ! باپ! کہا کرتے تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ محبت سے اُن کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے۔ لیکن امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا رعب لوگوں پر ایسا طاری ہے کہ انہوں نے مجلسیں منعقد کرنا چھوڑ دی ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب معلوم ہوا کہ لوگ مجھ سے بہت خوفزدہ ہیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منادی کروادی کہ ''جماعت قائم ہونے والی ہے لوگ مسجد میں آجائیں۔'' نماز کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور **خلیفۂ رسول اللّٰہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قدموں والی جگہ پر بیٹھ گئے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کی، **سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیجا۔ پھر ایک فکر انگیز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختی سے خوفزدہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ''پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں بھی اور خلیفۂ **رسول اللّٰہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حکومت میں بھی عمر ہم پر سختی کیا کرتا تھا اور اب تو سارے اختیارات ہی اسے مل گئے ہیں۔'' جس شخص نے یہ کہا ہے سچ کہا ہے، میں، حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رہا میں آپ کا عبد اور خادم تھا۔ **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جیسی نرمی اور رحمت کسی دوسرے انسان میں نہیں آسکتی، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا نام ہی **رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** رکھا اور اپنی دو صفات ''رَءُوْف ورَحِیْم'' آپ کو عطا کیں۔(1) میں اس وقت ایک سونتی ہوئی تلوار تھا پیارے آقا

---

(1)......فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ تھا: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: ''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔''

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب چاہتے مجھے روک لیتے اور جب چاہتے چھوڑ دیتے اور میں بھی تلوار کی مانند چل پڑتا حتی کہ جب سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے تشریف لے گئے تو مجھ سے راضی تھے۔ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔ پھر مسلمانوں کی حکومت **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئی، لوگ آپ کی نرمی، اور سخاوت کا اِنکار نہیں کر سکتے، میں اُن کا خادم و مددگار رہا، میری شدت اُن کی نرمی سے مل گئی تب بھی میں سونتی ہوئی تلوار کی مانند رہا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب چاہتے مجھے روک دیتے اور جہاں چاہتے چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ جب سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس دارِ فانی سے تشریف لے گئے، تو وہ بھی مجھ سے راضی تھے، اس پر بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے، اور یہ بھی بڑی سعادت کی بات ہے۔ پھر میں خود تمہارا امیر بنا اور میری سختی دوچند ہوگئی، مگر سب لوگ غور سے سنو! وہ سختی محض ظالموں اور فسادیوں کے لیے ہے، امن پسند، مُتَّبِعِینِ شریعت اور اصحابِ فضل کے لیے میں اتنا نرم ہوں کہ وہ خود آپس میں بھی اتنے نرم نہ ہوں گے۔ میں جس ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھ لوں اسے ہرگز نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا ایک رخسار زمین پر رکھ کر دوسرے کو پاؤں تلے دبا دیتا ہوں اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک وہ اپنے ظلم سے توبہ نہ کرلے۔ اے لوگو! تمہارے فائدے کے لیے چند امور بتانا مجھ پر لازم ہیں: (۱) مجھ پر لازم ہے کہ میں خراج اور مالِ غنیمت میں سے کچھ نہ چھپاؤں اور اسے مصارف پر ہی خرچ کرو۔ (۲) میں تمہارے وظائف اَدا کرتا رہوں۔ (۳) تمہیں نقصان دہ معاملات میں نہ الجھاؤں۔ (۴) اور اگر تم جنگوں میں جانا پسند کرو تو تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آؤں کہ انہیں اس بات کا ذرہ بھر احساس نہ ہو کہ تم ان کے پاس نہیں ہو اور انہیں میں تمہاری جیسی ہی محبت دوں۔ بس میں نے جو کہنا تھا سو کہہ دیا اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے اور تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔''(1)

فاروقِ اعظم نے تمام وعدے پورے کردکھائے:

حضرت سیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا ابوسَلَمہ بن عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ خلافت پر مُتَمَکِّن ہوئے تو ہم سے کیے گئے تمام وعدوں کو پورا کردیا۔'' پھر حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا ابوسَلَمہ بن عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

---

(1)......ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۱۵، تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۶۴، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، ص ۴۶۲۔ ۴۶۴۔

عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مختلف عادات کو یوں بیان فرمایا:

......''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی بھی بلا وجہ نرمی و سختی نہ فرمائی بلکہ جہاں نرمی کرنی چاہیے تھی وہاں نرمی کی اور جہاں سختی کرنی چاہیے تھی وہاں سختی کی۔''

......''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ پر گئے ہوئے مجاہدین کے اہل وعیال کے ساتھ ایسا محبت بھرا سلوک کیا گویا آپ ان کے لیے **اَبُو الْعِیَال** یعنی خاندان کے سربراہ بن گئے۔''

......''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجاہدین کے دروازوں پر جا کر ان کے گھر والوں سے کہا کرتے: ''تمہیں کسی نے تکلیف تو نہیں دی؟ حاجت ہو تو بازار سے تمہیں کچھ خرید کر لا دوں؟ کیونکہ خرید وفروخت میں تمہیں کوئی دھوکہ دے یہ مجھے پسند نہیں۔'' تو مجاہدین کے گھر والے اپنے غلام اور لونڈیاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ بھیج دیتے، جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بازار میں آتے تو لونڈیوں اور غلاموں کی ایک فوج آپ کے پیچھے ہوتی تھی۔ اگر کسی کے ہاں غلام یا لونڈی نہ ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود اس کے گھر سودا سلف پہنچا کر آتے۔''

......''جب مجاہدین کے مکتوب آتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ان کے گھر پہنچ جاتے اور فرماتے: ''اے مجاہدین کی گھروالیو! تمہارے شوہر راہِ خدا میں ہیں اور تم شہر رسولِ خدا میں ہو، تمہارے ہاں کوئی خط پڑھنے والا ہے تو بہتر، نہیں تو دروازے کے قریب آجاؤ میں باہر سے پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔'' پھر فرماتے کہ ''فلاں دن قاصد یہاں سے روانہ ہوگا، تم جوابات لکھ کر ہمیں پہنچا دو۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صفحات اور قلم و دوات لیے گھر گھر تشریف لے جاتے، کسی نے خط لکھ کر رکھا ہوتا تو وہ حاصل کر لیتے نہیں تو فرماتے: ''دروازہ کے پاس آجاؤ اور اندر ہی سے اِملا کروادو میں لکھ دیتا ہوں۔''

......''یونہی اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سفر پر تشریف لے جاتے تو جگہ جگہ پڑاؤ کرنے کے بعد فرماتے: ''کوچ کرو۔'' کہنے والا کہتا: ''یہ دیکھو امیر المومنین نے کوچ کا حکم دے دیا ہے، اٹھو تیاری کرو اور نکل کھڑے ہو۔'' آپ دوبارہ ندا کرتے تو لوگ کہتے: ''یہ دیکھو امیر المومنین دوبارہ صدا لگا رہے ہیں۔'' جب لوگ تیار ہو جاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے اور روانہ ہو جاتے۔''

......''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اونٹ پر دو بوریاں ہوتی تھیں ایک میں ستو دوسری میں کھجوریں، سواری پر

آپ کے آگے پانی کا ایک مشکیزہ اور پیچھے ایک بڑا پیالہ دھرا ہوتا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جہاں اُترتے پیالے میں ستو ڈال کر اس میں پانی ملا لیتے اور چٹائی بچھا کر اس پر تشریف فرما ہو جاتے۔ جو شخص کوئی معاملہ سلجھانے کے لیے یا پانی کی طلب یا کوئی اور حاجت لے کر آپ کے پاس آتا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے ستو اور کھجور کی دعوت دیتے۔“

❁......”جب لوگ پڑاؤ والی جگہ چھوڑ کر آگے نکلتے تو آپ وہاں آکر دیکھتے، اگر کسی کی کوئی شے گری ہوتی تو اُسے اٹھا لیتے، کسی کو چلنے میں دِقّت یا سواری کو تکلیف پہنچی ہوتی تو اسے دوسری سواری حاصل کرنے کے لیے کرایا مہیا کرتے اور لوگوں کے پیچھے سفر کیا کرتے۔“

❁......”اگر کسی کا سامان گرا پڑا ہوتا یا کسی کو چلنے میں دقت پیش آتی تو اس کی دستگیری فرماتے، رات بھر چلنے میں جس کسی کا کچھ سامان گم ہو جاتا تو وہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حاصل کر لیتا تھا وہ اس طرح کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہوتی تو وہ آپ کے پاس آکر بیان کر دیتا۔ آپ نے لکڑی کا ایک اسٹینڈ بنوایا ہوا تھا جس پر لوگوں کی گری پڑی چیزیں لٹکا دیتے، اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اسٹینڈ پر اس کی چیز مل جاتی تو اپنے خیمہ کے اندر سے وہ لے آتے اور اسے دے دیتے لیکن ساتھ ہی تنبیہاً ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے اور فرماتے: ”کیا کسی کا وہ برتن بھی گم ہو جاتا ہے جس سے اس نے پانی پینا اور وضو کرنا ہوتا ہے؟ کیا میں ساری رات تمہاری چیزوں کی نگرانی کیا کروں اور نیند سے اپنی آنکھیں دُور رکھا کروں؟“ پھر وہ چیز اس کے مالک کو لوٹا دیتے۔“

❁......”یونہی جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیت المقدس گئے تو وہاں پہنچنے پر اسلامی فوج نے آپ کو ترکی گھوڑا پیش کیا تاکہ دشمن آپ کو دیکھ کر مرعوب ہو جائیں اور فوج نے اصرار کیا کہ ”آپ پوستین (چمڑے کے چوغے) اتار دیں اور سفید لباس زیبِ تن فرما لیں۔“ لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار کر دیا۔ مگر ان کے بے حد اصرار پر آپ اپنی پوستین سمیت ہی ترکی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جب اس گھوڑے نے خراماں خراماں لذت انگیز رفتار سے چلنا شروع کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فوراً اس سے اُتر آئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، پھر فرمایا: ”اس گھوڑے پر سواری کر کے مجھے تو دل میں تکبر پیدا ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا۔“(1)

(1)......ریاض النضرۃ، ج ۱، ۲، ۳۱۶-۳۱۷۔

خلافتِ فاروقی کے بُنیادی اُصول

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حیاتِ طَیِّبہ بالخصوص آپ کی خلافت پر دنیا کی کئی زبانوں میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن کے اب تک لاکھوں نسخے لوگوں تک پہنچے ہوں گے۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کی مُدَّت بہت طویل ہے لہٰذا آج تک کوئی کَمَا حَقُّہٗ اسے نہ بیان کرسکا اور نہ ہی بیان کرنا ممکن ہے۔البتہ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے جو خطبے دیے ان میں اپنی خلافت کے وہ بنیادی اُصول بیان فرمادیے جن پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کا دارومدار تھا، اگر آج بھی اِن پر عمل کیا جائے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عنایت سے چھوٹے گھر سے لے کر پوری سلطنت میں مدنی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے وسیع مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ کی خلافت ہر ذمہ دار کے لیے ایک بہترین نمونہ (Role Model) کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے بنیادی اُصول ہر طرح کے ذمہ دار کے لیے زریں اصول ہیں، چاہے وہ ایک گھر کا ذمہ دار ہو یا قبیلے کا ذمہ دار، تحصیل ذمہ دار ہو یا ضلعی ذمہ دار، ڈویژن ذمہ دار ہو یا صوبائی ذمہ دار، ایک ملکی ذمہ دار ہو یا چند ممالک کا ذمہ دار۔ بلکہ اگر وہ پوری سلطنت کا بھی ذمہ دار ہو اور ان اُصولوں پر عمل کرے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اس کے تمام ماتحت لوگوں کی اصلاح کا سامان بھی ہوگا، معاشرے میں مدنی اِنقلاب برپا ہوجائے گا۔خلافت فاروقی کے چند بنیادی اُصولوں کی وضاحت درج ذیل ہے:

(1)......اپنی اِصلاح کی کوشش ضروری ہے:

یہ ایک مُسَلَّمہ حقیقت ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنی اصلاح کی کوشش نہ کرے اس کی زبان میں وہ تاثیر پیدا نہیں ہوتی جو ایک باعمل شخص کی زبان میں ہوتی ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر اس کی ذات کی طرف اشارہ کرے تو اس کے اپنے ہی ہاتھ کی اکثر انگلیاں اس کی طرف دیکھ کر گویا یہ سوال کرتی ہیں کہ جن باتوں کو تو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کررہا ہے کیا خود بھی اس کا عامل ہے یا نہیں؟ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ تو **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضل وکرم

سے بہت ہی مقام و مرتبے والی ہے، لیکن اس کے باوجود ہر وقت اپنی ذات مبارکہ کی اصلاح کی کوشش میں لگے رہتے تھے، نیز جو آپ کے عیوب کو بیان کرے آپ اسے اپنا دوست سمجھتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلافت کو ایک بہت بڑی آزمائش سمجھتے تھے جس کا اُخروی محاسبہ یقینی طور پر بہت سخت ہوگا۔ گویا آپ کی نگاہ میں منصب خلافت کوئی بلندیوں تک پہنچانے والا امر نہیں تھا بلکہ ایک عظیم ذمہ داری ہونے کے ساتھ ساتھ رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سخت آزمائش تھی جسے پورا کرنے کے لیے اَوّلاً اپنی ذات کی اصلاح بہت ضروری تھی۔

(2)......خلافت کے لیے ضروری اُمور:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خُطبات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خلافت جیسی عظیم ذمہ داری کے لیے تقویٰ و پرہیزگاری، فکرِ آخرت، مُحاسبۂ نفس، خَوفِ خُدا، عدل واِنصاف کا قیام اور ظلم وستم کی روک تھام نہایت ہی ضروری ہے ان اُمور کے بغیر خلافت، خلافت نہیں بلکہ دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی ہے۔

(3)......تمام معاملات خود ہی حل فرماتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کا ایک بنیادی امر یہ بھی تھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ملکی ذمہ داریوں سے متعلق جو بھی معاملات ہوتے انہیں خود ہی حل فرماتے۔ البتہ مُختلف علاقوں کے ایسے مسائل جن تک فی الفور آپ کی رسائی نہ ہوتی ان علاقوں میں بہترین وباصلاحیت اُمراء اور گورنر مقرر فرما دیتے، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک اُمورِ خلافت سرانجام دینے کے لیے صرف مختلف علاقوں پر گورنر یا وُزَراء مُقرَّر کر دینا ہی کافی نہ تھا بلکہ ان گورنروں اور حکام کی سخت نگرانی کرنا، ان کی ذمہ داری سے متعلق احتساب کرنا بھی آپ کے معمولات میں شامل تھا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی گورنر سے متعلق آپ کو کوئی شکایت موصول ہوتی تو فوراً اسے اپنے دربار میں طلب فرماتے یا اس پر لگائے گئے الزام کی وضاحت طلب فرماتے۔ نیز اچھی کارکردگی پر ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ناقص کارکردگی پر ان کی گرفت کرنا بھی آپ کے بنیادی امور میں شامل تھا۔

(4)......مشاورت بہت ضروری ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کی اَساس مشاورت ہے۔ اس کی سب سے

بڑی وجہ امیر المؤمنین **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قائم کیا ہوا شورائی نظام تھا، چونکہ سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی کوئی کام فقط اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر سرانجام نہیں دیتے تھے بلکہ اکابرین کی مشاورت سے ہر معاملے کو طے فرماتے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی چونکہ سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تربیت یافتہ تھے اسی لیے آپ نے بھی سلطنت اِسلامیہ میں مشاورتی نظام ہی کو رائج فرمایا، کوئی کام فقط اپنی ذاتی رائے سے نہ فرماتے بلکہ مختلف صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مشاورت سے جو بات طے ہوتی اس پر عمل کرتے۔

(5)......عدل و اِنصاف کا قیام اور ظلم و زیادتی کی روک تھام:

چاہے ایک چھوٹا سا گھر ہو یا بہت بڑی ریاست، اس میں عدل و انصاف کا قیام اور ظلم و زیادتی کی روک تھام ناگزیر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی اس بات کی وضاحت فرمادی کہ اگر میری ذات کے اندر آپ حضرات سختی محسوس کرتے ہیں تو قطعاً اس کی طرف توجہ کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ جو شخص شریعت کی پاسداری کرے گا میری یہی سختی اس کے لیے خالص نرمی اور مہربانی میں تبدیل ہوجائے گی اور عدل و اِنصاف تو ظالم کے لیے بھی ہے، البتہ جس نے ظلم و زیادتی کی اُسے سخت سزا ملے گی نیز ذلت و رسوائی اُس کا مقدر ہوگی۔

(6)......جان و مال اور اِملاک کا تَحَفُّظ:

کسی بھی ماتحت شخص کو اپنے حاکم سے ایک ہی خدشہ ہوتا ہے کہ کیا میں اپنے حاکم سے اپنی جان، مال، اولاد اور عِزَّت کا تَحَفُّظ کرسکوں گا؟ یا اِن تمام معاملات میں اُس کے ظلم و ستم کا شکار ہوجاؤں گا۔ کیا میرا حاکم یا ذمہ دار میرے تمام بنیادی حقوق کی پاسداری کرے گا یا اسے پامال کرنے کی کوششیں کرے گا؟ یہ وہ سوال ہے جو ماتحت کو اپنے حاکم کی اطاعت پر اُکساتا اور نافرمانی پر اُبھارتا ہے۔ یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ اگر کسی حاکم سے اس کی رعایا کے تمام حقوق محفوظ ہوں تو وہ رعایا بھی اس کی جان و مال وعزت کی محافظ ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات گرامی تو پوری اُمَّتِ مُسلِمہ کے لیے رحمت تھی، پھر بھی آپ نے اپنے اوّلین خطبے میں لوگوں کے اس خدشے کو دُور کیا اور یہ بات باور کروائی کہ مجھ سے آپ لوگوں کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ جو شریعت کی پاسداری کرے گا

اس کے ساتھ قطعاً کسی قسم کی زیادتی نہ ہوگی اور جو شریعت کی پاسداری نہیں کرے گا اس کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں نہ تو عوام کی طرف سے کسی قسم کی بغاوت ہوئی اور نہ ہی کسی حاکم کی طرف سے اس طرح کا کوئی معاملہ سامنے آیا۔

(7)......مالی حقوق کی ادائیگی کا عہد:

ایک ذمہ دار کے لیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ وہ مالی حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت مال کے معاملے میں بعض اوقات سمجھوتہ نہیں کر پاتی جو یقیناً اُس کے لیے، معاشرے اور پوری سلطنت کے لیے شدید نقصان کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خراج اور مالِ فے وغیرہ مالی حقوق کی کَمَا حَقُّہٗ ادائیگی کا عہد کیا کہ وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں روکیں گے اور نہ ہی اسے ناجائز مقام پر خرچ کریں گے بلکہ ملکی خزانے میں اضافہ کرکے ان کے وظیفوں اور عَطِیات میں اضافہ کریں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے مالی محکمہ اور ملکی خزانے کو بہت ترقی دی نیز بیت المال کی آمدنی کے ذرائع اور ملکی مَفاد میں اس کے مصارف کو نہایت ہی پیارے انداز میں مُنَظَّم فرمایا۔

(8)......رِعایا کے اِصلاحی پہلو پر خصوصی توجہ:

حاکم کے لیے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی رِعایا کے اِصلاحی پہلو پر خصوصی توجہ دے، کیونکہ جب تک معاشرے میں رہنے والے اَفراد کی خامیوں کو دُور نہ کیا جائے تو ایک اَچھے معاشرے کا قیام عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے کے مِصداق بعض اوقات چھوٹی سی برائی ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس طرح معاشرے میں بہت بڑا بِگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔

(9)......حاکم کی اِطاعت میں ہی فائدہ ہے:

خلیفہ یا حاکم کے حقوق جو رعایا سے متعلقہ ہیں اُن میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنے خلیفہ یا حاکم کی خیر خواہی اور اُس کی سمع وطاعت کی ذمہ داری بہترین طریقے سے نبھائی جائے کہ مُسْتَحْکَم ومَضبوط مُعاشرے کے قیام کے لیے یہ بات نہایت ہی ناگزیر ہے۔ یقیناً کسی حاکم یا ذمہ دار کی ذمہ داری کو تسلیم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر شخص اپنا معاملہ بذاتِ خود حل

نہیں کرپاتا جس کے لیے خلیفہ یا حاکم کی اطاعت بہت ضروری ہے، اگر ہر شخص اپنی من مانی شروع کردے تو سلطنت کا نظام درہم برہم ہوجائے۔ یقیناً حاکم کی اطاعت ہی میں فائدہ ہے البتہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف یعنی نیکی کا حکم دینا اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر یعنی برائی سے منع کرنا بھی جاری رکھے کہ اس سے نفیس ذہنیت کی نَشْوُنُما میں بہت مُعاونت ملے گی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنَّمَا مَثَلُ الْعَرَبِ مِثْلُ جَمَلٍ اَنِفٍ اِتَّبَعَ قَائِدَہٗ** یعنی عرب والوں کی مثال نَکیل والے اس اونٹ کی طرح ہے جو اپنے شُتُربان کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔''[1]

یعنی جس طرح وہ اپنے مالک کا تابع ہوتا ہے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اسی طرح رعایا بھی اپنے حاکم کی تابع ہوتی ہے اور وہ انہیں جہاں لے جائے اسی کے پیچھے چل پڑتی ہے لہٰذا قیادت کے انتخاب میں بھی احتیاط بہت ضروری ہے۔

(10)......تُند مزاجی اور سخت دلی سے نفرت:

جو شخص سخت مزاج کا مالک ہو عموماً ایسا شخص لوگوں کے دل جیتنے میں ناکام رہتا ہے جبکہ نرم دل شخص ہر دل عزیز ہوتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو چونکہ معلوم تھا کہ لوگ میری سختی سے خوفزدہ رہتے ہیں اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اس مزاج کو کافی حد تک بدلنے کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ جیسے ہی منصب خلافت پر فائز ہوئے تو بارگاہِ الٰہی میں یوں دعا کی: ''**یَااللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں سخت ہوں تُو مجھے نرم فرمادے۔'' آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کی ذات گرامی شفقت ونرمی ومہربانی سے معمور ہوگئی نیز یہ تمام باتیں آپ کی صِفَاتِ خَاصَّہ بن گئیں۔ عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں لوگ صرف آپ کی سختی کو جانتے تھے لیکن آپ کے عہد میں لوگوں کے نزدیک آپ جیسی رحم دل شخصیت کوئی نہ تھی، ہر طرف آپ کی شفقت ومحبت ہی کے چرچے تھے۔

(11)......اہل مدینہ مَتْبُوع اور بقیہ تابع تھے:

واضح رہے کہ خلیفۂ وقت کے احکامات سنانے کے لیے ہر شہر اور ہر ہر علاقے کے لوگوں کو اکٹھا کرنا نہایت ہی دشوار عمل تھا، اسی وجہ سے مدینہ منورہ اور اس کے قریبی علاقوں کو تو متبوع کی حیثیت حاصل تھی کہ ان تک خلیفہ وقت کا براہ راست حکم پہنچتا تھا جبکہ دُور دراز کے علاقے ان کے تابع تھے اور ان کی مختلف احکامات پر عملی سطح بَطَرِیقہ تَبَعِیَّت تھی۔ نیز

1......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب فی فضل العرب، ج ۷، ص ۵۵۷، حدیث: ۶۔

گورنروں کو بذریعہ قاصد خطوط کے ذریعے بھی جدید احکامات سے خبردار کیا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ وقت کا حکم صرف مدینہ منورہ میں جاری ہوتا تھا لیکن اس پر عمل سلطنتِ اِسلامیہ کے ہر ہر شہر میں دکھائی دیتا تھا اور یقیناً یہ نظام آج بھی پوری مِلّتِ اِسلامیہ کے اِتّحاد واِتّفاق کے لیے مَشعلِ راہ ہے۔

(12)......سابقہ ادھورے کاموں کی تکمیل:

کسی بھی ذمہ دار کے لیے ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ وہ ذمہ داری سنبھالتے ہی سابق ذمہ دار کے چھوڑے ہوئے کاموں کو مکمل کرے، کیونکہ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی کسی حاکم یا ذمہ دار نے ذمہ داری سنبھالتے ہی بالکل نئے سرے سے ریاست کے امور کو شروع کیا تو نہ ہی وہ انہیں پورا کرسکا اور نہ ہی سابقہ ذمہ دار کے چھوڑے ہوئے کاموں کو آگے بڑھا سکا، نیز اس سے رعایا پر بھی اچھا تاثر قائم نہیں ہوسکتا، البتہ جو ذمہ دار سابقہ ادھورے کاموں کو آگے بڑھاتے ہوئے ان کی تکمیل کی کوشش کرے اور نئے کاموں کا آغاز کرے تو اسے اپنے وزیروں مشیروں کی تائید کے ساتھ رعایا کی تائید بھی حاصل ہوجاتی ہے۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی عہدِ فاروقی میں شروع کیے گئے کئی امور خصوصاً فتنوں کی سرکوبی اور کفار ومشرکین کے ساتھ جہاد جیسے عظیم امر کو اپنے عہدِ خلافت میں جاری وساری رکھا۔

(13)......صلاحیتوں کے مطابق ذمہ داریوں کی تقسیم:

ریاست کے اہم معاملات کو بطریق احسن چلانے کے لیے جہاں ماہر وتجربہ کار افراد کا ہونا ضروری ہے وہیں اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ ماہر وتجربہ کار افراد کی صلاحتیوں کے مطابق انہیں ذمہ داریاں سونپی جائیں، کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص معاشی معاملات کا ماہر ہو وہ حفاظتی اُمور کا بھی ماہر ہو۔جس ریاست میں ذمہ داریوں کی تقسیم صلاحتیوں کے اعتبار سے نہیں کی جاتی اس کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے نیز وہ ریاست آہستہ آہستہ تَنَزُّلِی کی طرف بڑھتی جاتی ہے۔امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ذمہ داریوں کی تقسیم کے وقت اس اُصول کو ہمیشہ ملحوظِ خاطِر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد میں ریاستی نظام مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا اور ترقی کی ایسی راہیں استوار ہوئیں کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم بحیثیت خلیفہ

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے--------

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مختلف عبادات کا اِہتمام

......نماز کا اِہتمام، تراویح کی جماعت اور روزوں کا اہتمام

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور استقبالِ رمضان اور حج بیت اللّٰہ

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ذکر اللّٰہ کا اہتمام، مساجد کو روشن کرنے بیان

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وظیفہ، بعدِ خلافت آپ کی غذا

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سادہ و مبارک لباس، آپ کی عاجزی واِنکساری

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور چند معاشرتی اُمور، سفر کے مدنی پھول

......جھوٹ کے متعلق فرامین فاروقِ اعظم، تعریف کے متعلق مختلف فرامین

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور بیٹھنے کے مدنی پھول، قیلولے کے متعلق مختلف فرامین

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خواہشاتِ نفس کی مخالفت

فاروقِ اعظم بحیثیتِ خلیفہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ بات اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْس (سورج سے بھی زیادہ روشن) ہے کہ عموماً عہدہ ملنے سے قبل اِنسان کی طبیعت کچھ اور ہوتی ہے اور عہدہ ملنے کے بعد اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آجاتی ہے، بعض اوقات یہ تبدیلی مثبت ہوتی ہے اور بعض اوقات مَنفی۔ سِیَر وتاریخ کے مطالعہ سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی منصب خلافت سنبھالا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے رَوَیے میں بہت مثبت تبدیلی آئی، مختلف عبادات کا خصوصی اہتمام، تقویٰ و پرہیزگاری میں زیادتی، اپنی اور ساری رعایا کی اصلاح کا مدنی جذبہ، نرم رَوَیّہ ورحم دلی جیسی کئی صفات آپ پر غالب آگئی تھیں۔ یہ تبدیلی کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھی بلکہ تمام لوگ اسے محسوس کیا کرتے تھے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ اگر حاکم درست ہوجائے تو ساری رعایا خود بخود درست ہوجائے گی، یقیناً جس ریاست کا حاکم فاسق وفاجر ہو اس کی رعایا میں تقویٰ کہاں سے پیدا ہوگا؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اسی مدنی سوچ کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ جتنا آپ کے دور میں اَحکامِ شَرعِیّہ پر لوگوں نے عمل کیا اتنا کسی کے دور میں عمل نہ ہوا۔ بعد خلافت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرت کے چند گوشے پیش خدمت ہیں۔

فاروقِ اعظم اور مختلف عبادات کا اِہتمام

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جن وانس کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔'' اس آیت مبارکہ میں جن وانس کی تخلیق کا مقصد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کو بیان فرمایا گیا ہے اور پورا دین ہی عبادت میں داخل ہے۔ یقیناً دینِ اسلام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عطا کیا ہوا وہ بہترین نظام ہے جو خورد ونوش، قضائے حاجت کے آداب وغیرہ سے لے کر اسلامی حکومت کے قیام، اس کی تدبیر وسیاست، مُعاملات، جزا وسزا سے مُتعلق تمام امور، نیز صُلح وجنگ کی حالت میں بَینَ الاقوامی تَعَلُّقاتِ عامّہ وغیرہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔

یقیناً عبادات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، عقیدے میں پُختگی لانے، اخلاقیات کی بلندیوں میں

استحکام پیدا کرنے اور معاشرے کی تربیت واصلاح کرنے میں عبادات کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں عبادات کے اہتمام پر خصوصی توجہ دی اور مسلمانوں میں عمل کے جذبے کو ایک نئی روح عطا کی۔مختلف عبادات کے اہتمام سے متعلقہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے چند گوشے ملاحظہ کیجئے۔

فاروقِ اعظم اور نماز کا اِہتمام

نماز دین اسلام کا سب سے اہم رکن ہے،مختلف عبادات میں قرآن عظیم میں سب سے زیادہ تذکرہ نماز ہی کا ہے۔ حضور نبی رحمت،شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے خلیفہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اپنے دور میں نماز کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اپنے انہی دونوں دوستوں کی اتباع کرتے ہوئے نماز کے اہتمام پر خصوصی توجہ دی۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز کی ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں کو خصوصی تاکید فرماتے اور نماز میں سُستی کرنے کے معاملے میں بہت سختی فرماتے۔نیز نماز نہ پڑھنے والوں کو سزا بھی دیتے۔

فاروقِ اعظم اور صدائے مدینہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب نماز فجر کے لیے اپنے گھر سے تشریف لاتے راستے میں لوگوں کو نماز کے لیے جگاتے ہوئے آتے نیز اذان فجر کے فوراً بعد اگر مسجد میں کوئی سویا ہوتا تو اسے بھی جگاتے۔بعض روایات کے مطابق آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب نماز فجر کے لیے لوگوں کو جگاتے ہوئے اپنے گھر سے تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ابولؤلؤ فیروز نامی مجوسی غلام نے آپ کو خنجر کے پے درپے وار کرکے شدید زخمی کردیا اور اسی سبب سے آپ شہید ہوگئے۔[1]

گھر والوں کو صدائے مدینہ:

حضرت سیِّدُنا زید بن اَسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ جب تک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا اس وقت تک امیر المؤمنین

---

[1] ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۶۳۔

حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صَلَاۃُ اللَّیل ادا فرماتے اور پھر رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو یوں صدائے مدینہ لگاتے ہوئے اٹھاتے: ''نماز، نماز۔'' پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے: ﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَاؕ-لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًاؕ-نَحْنُ نَرْزُقُكَؕ-وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى(۱۳۲)﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیزگاری کے لئے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مَظہر ہیں، آپ نے بھی اپنے مُتَعَلِّقِین وَمُحِبِّین وتمام دعوتِ اسلامی والوں کو ایک مدنی انعام صدائے مدینہ کا بھی عطا فرمایا ہے، دعوتِ اسلامی کی اِصطلاح میں نمازِ فجر کے لیے جگانے کو صدائے مدینہ کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ روزانہ سینکڑوں اسلامی بھائی دیگر لوگوں کو نمازِ فجر کے لیے جگاتے اور سیرتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔

فاروقِ اعظم کی نماز میں طویل قراءت:

حضرت سیّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ: ''میں نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیچھے نمازِ فجر ادا کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سورۂ حج اور سورۂ یوسف کی طویل تلاوت ٹھہر ٹھہر کر فرمائی۔''(2)

کبھی سورہ نحل کی بھی تلاوت فرماتے:

حضرت سیّدُنا عَمرو بن مَیمُون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بسا اوقات نمازِ فجر میں پہلی رکعت کے اندر سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اس جیسی کسی طویل سورت کی تلاوت کیا

---

1 ......شعب الایمان، باب فی الصلوات، فصل الاذان والاقامة---الخ، ج ۳، ص ۱۲۷، حدیث: ۳۰۸۶۔

2 ......موطا امام مالک، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصبح، ج ۱، ص ۹۳، حدیث: ۱۸۷ مختصراً۔ سورۂ حج آدھے پارے اور سورۂ یوسف تقریباً پونے پارے پر مشتمل ہے۔ واضح رہے کہ فرض کی دو رکعتوں اور وتر ونوافل کی ہر رکعت میں مطلقاً ایک آیت پڑھنا امام ومنفرد پر فرض ہے، مقتدی کو سری یا جہری کسی بھی نماز میں قراءت جائز نہیں نہ فاتحہ نہ آیت۔ امام کی قراءت مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ بہار شریعت، ج ۱، حصہ ۳، ص ۵۱۲۔

کرتے تھے تاکہ نماز میں لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہوجائیں۔"[1]

حالتِ نماز میں گریہ وزاری:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اکثر اوقات نماز میں گریہ وزاری فرماتے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیچھے نماز ادا کی تو میں نے تین صفوں کے پیچھے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے رونے کی آواز سنی۔"[2]

نماز میں ہچکیوں کی آواز پچھلی صفوں تک:

حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بِن شَدَّاد بِن ہاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نمازِ فجر پڑھائی اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۸۶) **ترجمۂ کنزالایمان:** "میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد **اللّٰہ** ہی سے کرتا ہوں۔" تلاوت کرتے ہی زاروقطار رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی ہچکیوں کی آواز پچھلی صفوں میں بھی سنی گئی۔[3]

رونے کی آواز پوری مسجد میں گونج اٹھی:

حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بِن سائِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی سبب سے نمازِ عشاء میں تاخیر ہوگئی تو میں نے نمازِ عشاء کی امامت کروائی۔ آپ بعد میں تشریف لے آئے اور نماز میں شامل ہوگئے۔ میں نے سورۂ ذٰریات کی تلاوت کی اور جب میں اس آیت مبارکہ پر پہنچا: ﴿وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۝۲۲﴾ (پ ۲۶، الذاریات: ۲۲) **ترجمۂ کنزالایمان:** "اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔" تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اتنی بلند آواز سے رونے لگے کہ پوری مسجد آواز سے گونج اٹھی۔"[4]

---

1 ...... بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قصة البیعة والاتفاق علی۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۵۳۱، حدیث: ۳۷۰۰ ملتقطا۔

2 ...... حلیة الاولیاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۸۸۔

3 ...... مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الصلاة، مایقرء فی صلاة الفجر، ج ۱، ص ۳۹۱، حدیث: ۲۵۔

4 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابة، فضائل الفاروق، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۵۷، حدیث: ۳۵۷۸۸۔

عبادت کی معراج:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی نماز کو اس کی حقیقی لَذَّت کے ساتھ ادا کرنا ہی عبادت کی معراج ہے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حقیقی نماز ادا کرنے والے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے گریہ وزاری فرماتے، آہ! ایک ہماری نماز ہے کہ اَوّلاً نماز کے معانی ومفہوم ہی نہیں جانتے کہ حقیقی نماز کہتے کسے ہیں؟ دوسرا نماز کے معاملے میں سُستیوں سے ہماری جان نہیں چھوٹتی، اگر نماز پڑھ بھی لیں تو اتنی تیزی کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ شاید نماز کے الفاظ بھی صحیح ادا نہ کرتے ہوں۔ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں نماز کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے عبادت سمجھ کر ادا کرنے والے بن جائیں۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت، ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی
میں پڑھتا رہوں سنّتیں وقت ہی پر، ہوں سارے نوافل ادا یا الٰہی

عذاب والی آیات سن کر بیمار ہوگئے:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾﴾ (پ۲۷، الطور: ۸، ۷) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سانس اُکھڑ گئی اور آپ کو اس کیفیت سے تقریباً بیس دن بعد افاقہ ہوا۔ [1]

نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے ادا فرماتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے ادا فرمایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے: ''**اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّم** یعنی نماز ظہر کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے ادا کیا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کے سبب ہے۔'' [2]

---

1. ......کنزالعمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، فضائل الفاروق، الجزء: ۱۲، ج۶، ص ۲۶۴، حدیث: ۳۵۸۲۷۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، من کان یبرد بہا۔۔۔الخ، ج۱، ص ۳۵۹، حدیث: ۹۔

فاروقِ اعظم کی نماز سے استعانت:

قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۳) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس آیت مبارکہ کے عامل تھے اور جب بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کوئی مشکل پیش آتی تو نماز سے مدد طلب فرماتے۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اِسلامی فوجوں کی خبر ملنے میں دیر ہوجاتی تو فوراً نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور اِس میں دعائے قنوت پڑھتے۔ اسی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی نماز میں مجاہدین کے لیے دعائیں بھی کرتے اور دعائے قنوت بھی پڑھتے۔[1]

تمام مشکلوں اور پریشانیوں کا حل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی جو بھی مسلمان مشکل وقت میں نماز اور صبر سے مدد طلب کرتا ہے یقیناً وہ اِن مشکلات سے نجات حاصل کرلیتا ہے، مشکل وقت میں نماز سے مدد طلب کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سُنَّتِ مُبارکہ ہے۔ عہدِ رسالت وعہدِ فاروقی میں جب بارش نہ ہوتی تو اس مشکل سے نجات کے لیے نمازِ اِستِسقاء ادا کی جاتی تھی۔ اسی طرح مشکل وقت میں صلاۃ الحاجت پڑھنا بھی نماز سے مدد طلب کرنے میں شامل ہے۔

نماز میں تاخیر پر دو غلاموں کی آزادی:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دیگر لوگوں کی طرح فرائض وسنن کے عادی تھے، ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اُمورِ خلافت میں مشغولیت کے سبب نمازِ مغرب میں تاخیر ہوگئی تو آپ نے اس کے کفارے میں دو غلام آزاد فرمائے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کیسی مدنی سوچ تھی فقط

---

1 ......شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب القنوت۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۲۵، حدیث: ۱۴۵۴۔ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے، ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔ بہارشریعت، ج۱، حصہ ۴، ص ۶۵۷۔

2 ......الزھد لابن المبارک، باب ھوان الدنیا علی اللہ، ص ۱۸۷، الرقم: ۵۲۹ ملخصا۔

تھوڑی سی تاخیر ہوئی تو اس کے کفارے میں دو غلام آزاد کر دیے، آج ہماری نماز میں تاخیر تو دور کی بات **مَعَاذَ الله** عَزَّوَجَلَّ نمازیں تک قضا ہو جاتی ہیں لیکن ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے بن جائیں اور پہلی صف میں تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت، ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی
میں پڑھتا رہوں سنتیں وقت ہی پر، ہوں سارے نوافل ادا یا الٰہی

فاروقِ اعظم صفوں کو درست کرواتے:

حضرت سیِّدُنا ابو عثمان نَہدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نماز شروع کرنے سے قبل صفوں کو درست کرواتے تو یوں ارشاد فرماتے: ''اے فلاں آگے ہو جاؤ۔ کیونکہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کسی قوم کو خود پیچھے نہیں کرتا جب تک وہ اپنے آپ کو پیچھے نہ کرے۔''(1)

گھٹنوں و پاؤں کی طرف دیکھتے:

حضرت سیِّدُنا ابو عثمان رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ جب نماز کی طرف بڑھتے تو (صفوں کی درستگی کے لیے لوگوں کے) گھٹنوں اور پاؤں کی طرف دیکھتے۔''(2)

قبلہ رو ہو کر نماز کی ادائیگی کرو:

حضرت سیِّدُنا اِسحاق بِن سُوَید رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو قبلہ سے دور تھا، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''**تَقَدَّمْ لَا تَفْسُدُ عَلَیْکَ صَلَاتُکَ وَمَا قُلْتُ لَکَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهُ** یعنی قبلے کی جانب بڑھ جا کہ تیری نماز خراب نہ ہو اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ میں نے

1 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب من ینبغی ان یکون۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۳۳، حدیث: ۲۴۶۲۔

2 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الصفوف، ج ۲، ص ۲۹، حدیث: ۲۴۳۹۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہی فرماتے سنا ہے۔‘‘[1]

نماز کے بارے میں پوچھ گچھ فرماتے:

حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک بار جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سب سے پہلے ہجرت کرنے والے مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد میں دیر سے آئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’یہ تمہارے آنے کا کیا وقت ہے؟‘‘ انہوں نے عرض کیا: ’’حضور! میں آج بہت مصروف تھا، ابھی میں گھر لوٹا ہی تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آگئی تو میں نے فقط وضو کیا اور مسجد چلا آیا۔‘‘ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’اچھا! وضو ہی کر کے آئے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو روزِ جمعہ غسل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔‘‘[2]

فاروقِ اعظم نے غیر حاضر نمازی کی معلومات لیں:

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۶۱۶ صفحات پر مشتمل کتاب ’’فیضان سنت‘‘ جلد دوم، باب ’’نیکی کی دعوت‘‘ حصہ اول، صفحہ ۴۷۹ پر ہے: ’’امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صبح کی نماز میں حضرت سیِّدُ نا سُلَیمان بِن اَبی حَثْمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نہیں دیکھا۔ بازار تشریف لے گئے، راستے میں سیِّدُ نا سلیمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گھر تھا ان کی ماں حضرت سیِّدَتُنا شِفا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ’’صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں پایا؟‘‘ انہوں نے کہا: ’’رات میں نماز (یعنی نفلیں) پڑھتے رہے پھر نیند آگئی۔‘‘ سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ رات بھر قیام کروں۔‘‘[3] (یعنی رات بھر نوافل پڑھوں)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے گھر جا کر غیر حاضری کی

---

1. ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب القبلۃ۔۔۔الخ، باب فی القرب۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۵۳، حدیث: ۱۶۲۹۔
2. ......بخاری، کتاب الجمعہ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۰۴، حدیث: ۸۷۸۔
3. ......مؤطا امام مالک، کتاب صلاۃ الجمعۃ، باب ماجاء فی۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۴، حدیث: ۳۰۰۔

وجوہات معلوم کیں، اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب بھر نوافل پڑھنے یا اجتماع ذکر ونعت میں رات گئے تک شرکت کرنے کے سبب صبح کی نماز قضا ہوجانا گُجا اگر فجر کی جماعت بھی چلی جاتی ہوتو لازم ہے کہ اس طرح کے مستحبات چھوڑ کر رات آرام کرے اور باجماعت نماز فجر ادا کرے۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں با جماعت، ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی

میں پڑھتا رہوں سنتیں وقت ہی پر، ہوں سارے نوافل ادا یا الٰہی

گورنروں کے نام نماز کے متعلق عمومی فرمان:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گورنروں کے پاس نماز کے متعلق یہ عمومی فرمان بھیجا کہ: ''**اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِی الصَّلَاةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ** یعنی میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر محافظت (پابندی) اختیار کی، اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور جس نے نماز ضائع کردی وہ دوسری چیزوں کو بدرجہ اولی ضائع کرنے والا ہوگا۔''[1]

فجر وعصر کے بعد نماز کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ہاں پسندیدہ شخصیات تشریف فرما تھیں ان میں میری سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے، ان تمام حضرات نے اس بات کو بیان کیا کہ: ''**اَنَّ النَّبِیَّ نَهٰی عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فجر کے بعد طلوعِ شمس تک اور عصر کے بعد غروبِ شمس تک نماز ادا کرنے سے منع فرمایا۔''[2]

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت شیطان کے سینگ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''**لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ**

---

1. ......موطا امام مالک، کتاب وقوت الصلاۃ، باب وقوت الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۵، حدیث: ٦ ملتقطا۔
2. ......بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ بعد...الخ، ج ۱، ص ۲۱۲، حدیث: ۵۸۱۔

الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَطْلُعُ قَرْنَاهُ مَعَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَيَغْرُبَانِ مَعَ غُرُوْبِهَا وَكَانَ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلٰى تِلْكَ الصَّلَاةِ یعنی طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ سورج طلوع ہوتے ہی شیطان کے سینگ بھی طلوع ہوجاتے ہیں اور اس کے غروب ہوتے ہی وہ بھی غروب ہوجاتے ہیں۔'' راوی کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِن اَوقات میں نماز ادا کرنے والوں کو مارا کرتے تھے۔(1)

پہلی صف والوں پر اللہ کی رحمت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو نماز کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ترغیب دلاتے کہ وہ صف اَوّل میں نماز ادا کریں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے صفِ اَوّل میں کھڑے ہونے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔''(2)

فاروقِ اعظم رفع یدین نہیں کرتے تھے:

حضرت سیِّدُنا اَسْوَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ نے فقط تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے پھر دوبارہ نہ اٹھائے۔''(3)

نمازی کے آگے سے گزرنے کا وبال:

حضرت سیِّدُنا قَتَادَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''**لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ يَقُوْمُ حَوْلًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ سُتْرَةً** یعنی بغیر سترے کے نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جان لے کہ اس کا کیا وبال ہے تو وہ اس بات کو پسند کرے وہ وہیں ایک سال تک کھڑا رہے۔''(4)

---

1. ......موطا امام مالک، کتاب القرآن، النهی عن الصلاۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۰۷، حدیث: ۵۲۶۔
2. ......اتحاف الخیرۃ المهرۃ، کتاب افتتاح الصلاۃ، باب ماجاء فضل۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۳۰۹، حدیث: ۱۶۷۱۔
3. ......شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب التکبیر للرکوع۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۹۴، حدیث: ۱۳۲۹۔
4. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المار بین یدی المصلی، ج ۲، ص ۱۱، حدیث: ۲۳۲۷۔

بغیر سُترے کے نماز ادا نہ کریں:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن شقیق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک شخص کے قریب سے گزرے جو بغیر سترے کے نماز پڑھ رہا تھا تو اِرشاد فرمایا: ''**لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ وَالْمُمَرُّ عَلَیْہِ مَاذَا عَلَیْہِمَا مَا فَعَلَا** یعنی اگر اس نماز کے آگے سے گزرنے والا اور یہ نمازی بھی جان لے کہ اس کا کیا وبال ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرے اور نہ یہ بغیر سترے کے نماز ادا کرے۔''(1)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے ساتھ شیطان:

حضرت سیِّدُنا ابنِ جُرَیج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''**لَا تَدَعْہُ یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْکَ فَاِنَّ مَعَہُ شَیْطَانَہُ** یعنی دورانِ نماز جو تمہارے سامنے سے گزرے تو اسے نہ چھوڑو کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔''(2)

سترے کے ساتھ نماز میں شیطان حائل نہیں ہوگا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''**اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیُصَلِّ اِلٰی سُتْرَۃٍ لَا یَحُوْلُ الشَّیْطَانُ بَیْنَہُ وَبَیْنَ صَلَاتِہٖ** یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سُترہ رکھ کر پڑھے اس طرح شیطان اس کے اور اس کی نماز کے مابین حائل نہیں ہوگا۔''(3)

فاروقِ اعظم اپنے سامنے بطورِ سترہ نیزہ گاڑ لیتے:

حضرت سیِّدُنا اَسوَد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے: ''**اِنَّ کَانَ عُمَرُ رُبَّمَا یَرْکُزُ الْعَنْزَۃَ فَیُصَلِّیْ اِلَیْہَا وَالظَّعَائِنُ یَمُرُّوْنَ اَمَامَہٗ** یعنی بسا اوقات امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ زمین میں بطورِ سترہ نیزہ گاڑ لیتے اور نماز ادا فرماتے حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے سے پالانوں پر سوار خواتین گزر رہی ہوتیں تھیں۔''(4)

---

1. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المار بین یدی المصلی، ج ٢، ص ١٤، حدیث: ٢٣٤٢۔
2. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب کم یکون۔۔۔الخ، ج ٢، ص ٧، حدیث: ٢٣٤٨۔
3. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المار بین یدی المصلی، ج ٢، ص ١٥، حدیث: ٢٣٠٧ مختصراً۔
4. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ الامام۔۔۔الخ، ج ٢، ص ٩، حدیث: ٢٣١٩۔

فاروقِ اعظم نمازِ فجر پڑھ کر سفر شروع کرتے:

حضرت سیِّدُنا خَرَشَہ بِن حُر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صبح صبح نمازِ فجر ادا کرلیتے اور پھر سفر شروع کرتے، پھر جو بھی نمازیں آتیں انہیں سفر میں ادا فرماتے۔''(1)

تمام تکالیف اور پریشانیوں کا حل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قطعی جنتی ہونے کے باوجود نمازوں کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب مسلمان ہیں، اور مسلمانوں پر سب سے پہلا فرض نماز ہے، مگر افسوس آج ہماری مسجدیں ویران ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ آج ہم طرح طرح کی بیماریوں پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں، کوئی بیمار ہے تو کوئی قرض دار، کوئی تنگ دست و بیروزگار ہے تو کوئی مجبور ولاچار، کوئی اَولاد کا طلب گار ہے تو کوئی اپنی ہی نافرمان اَولاد کی وجہ سے بیزار، الغرض ہر ایک کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ یقیناً دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں کا واحد حل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے کاموں میں لگ جانا ہے۔ یقیناً نماز دین کا ستون ہے، نماز سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نازل ہوتی ہے، نماز پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نماز مومن کی معراج ہے، نمازی کو کل بروز قیامت سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب ہوگی، نمازی کے لیے سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ کل بروزِ قیامت اُسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیدار نصیب ہوگا۔ جبکہ نمازوں میں سُستی کرنے والوں اور تارکینِ نماز کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور رب عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کی صورت میں تباہی و بربادی اُن کا مُقَدَّر ہوگی۔ کاش! ہم بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ پیارے اسلامی بھائیو! اگر آپ چاہتے ہیں کہ نمازوں میں کبھی سُستی نہ ہو، پابندیٔ وقت کے ساتھ پہلی صف میں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوجائے تو آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجایئے۔ بے شمار اسلامی بھائی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوئے اور اپنی نمازوں کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کی نمازوں کے بھی محافظ

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب وقت الصبح، ج ١، ص ٤١٩، حدیث: ٢١٧٢۔

یعنی امام ومؤذن بن گئے۔ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے:

قاتل اِمامت کے مُصلّے پر:

دادو (بابُ الاسلام سندھ، پاکستان) میں دعوتِ اسلامی کی مجلسِ اِصلاح برائے قیدیان کے ذمہ دار کا بیان کچھ اس طرح ہے: ایک شخص قتل کے مقدمہ میں دادو کی جیل میں بطورِ قیدی لایا گیا۔خوش قسمتی سے وہاں اس کی ملاقات دعوتِ اسلامی سے وابستہ اسلامی بھائیوں سے ہوئی جو جیل میں مدنی کام کرتے، قیدیوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور سنّتیں سکھاتے تھے چنانچہ اُن اسلامی بھائیوں نے اِس قیدی پر اِنفرادی کوشش کرتے ہوئے اِسے دعوتِ اسلامی کی مجلس اِصلاح برائے قیدیان کے تحت مدرسہ (فیضانِ قران) میں درست تَلَفُّظ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے اور سنّتیں سیکھنے کی دعوت دی، چنانچہ اِس نے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور یوں نیک صحبت کی برکت سے اُس میں مُثْبَت تبدیلیاں رونما ہونے لگیں، قرانِ پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پابندی سے نمازیں پڑھنے، **حقوق الله** ادا کرنے اور عشقِ مصطفےٰ کی نورانیت اپنے دل میں بسانے لگے۔کل تک جس کی آنکھوں میں دہشت و بربریت کی سرخی تھی آج اس کی آنکھوں میں خوفِ خدا کے آنسو تھے، جس کی گفتگو میں شرارت تھی اب اس کی زباں پر نیکی کی دعوت ہے، جس کی گردن غرور وتکبر سے اکڑی رہتی تھی اب رب عَزَّوَجَلَّ کے روبرو عبادت میں جھکی رہتی ہے۔انہوں نے **الله** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر اپنے سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کی اور دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مشکبار مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر سنّتوں کے سانچے میں ڈھل گئے، نیز اس عظیم مدنی مقصد **''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے''** پر کاربند ہو گئے۔ ربیعُ الغوث سن ۱۴۲۷ ہجری بمطابق مئی سن 2006 عیسوی کو جب یہ اسلامی بھائی رِہا ہو کر باہر نکلنے لگے تو جیل کا عملہ اور قیدیوں کی ایک تعداد تھی جن کی آنکھیں اشکبار تھیں کہ واہ! ایک مجرم، گناہوں کے دلدادہ کو دعوتِ اسلامی کے مشکبار مَدَنی ماحول نے عاشقِ رسول اور نیکوکار بنا دیا، مسلمانوں پر ناجائز ظلم وستم کرنے والے کو ان کا خیر خواہ بنا دیا۔آج اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تادمِ تحریر وہ خوش نصیب اسلامی بھائی دادو کی ایک مسجد کے امام ہیں اور دعوتِ اسلامی کے مدنی کاموں کی دھومیں مچا رہے ہیں۔

تو آ بے نمازی، ہے دیتا نمازی
خدا کے کرم سے بنا مدنی ماحول

یہاں سنتیں سیکھنے کو ملیں گی
دلائے گا خوف خدا مدنی ماحول
اللّٰہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوت اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور تراویح کی جماعت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سال کے دو مہینے ایسے ہیں جن کا مسلمانوں کو شدت سے انتظار رہتا ہے۔ایک تو ربیع الاول کا مہینہ ہے جس میں پوری دنیا کے مسلمان اپنے محبوب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یومِ ولادت نہایت ہی شان وشوکت اور عزت واحترام سے مناتے ہیں۔جبکہ دوسرا مہینہ رمضان المبارک ہے جس میں مسلمانوں کی عبادت وریاضت کا ذوق وشوق عروج پر ہوتا ہے۔بڑے تو بڑے مدنی منوں میں بھی روزہ، سحری وافطار، نماز تراویح وغیرہ میں کافی دلچسپی نظر آتی ہے۔واضح رہے کہ رمضان المبارک کے مبارک مہینے میں روزانہ بعد نماز عشاء بیس رکعت تراویح ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔صَدْرُالشَّرِیْعَہ بَدْرُالطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنی مایہ ناز تصنیف بہارِ شریعت، جلد اول، ص٦٨٨ پر ارشاد فرماتے ہیں: ''تراویح مرد وعورت سب کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔اس پر خلفائے راشدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے مُدَاوَمَت فرمائی اور نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔''(1)

رسول اللّٰہ نے نماز تراویح ادا فرمائی:

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک دور سے ہی نماز تراویح کا بہت اہتمام کیا جاتا تھا اور خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا۔چنانچہ حضرت سیِّدُنا

(1)......ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء في الاخذ بالسنة۔۔۔الخ، ج ٤، ص ٣٠٨، حدیث: ٢٦٨٥۔

ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ** یعنی جو رمضان میں (نماز تراویح یا دیگر عبادات وغیرہ کے لیے) قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور ثواب طلب کرنے کے لیے، اس کے گذشتہ سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔''[1]

اُمت کی مشقت کے سبب جماعت ترک فرمائی:

حضرت سَیِّدُنا عُروہ بن زُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں بتایا کہ ایک مرتبہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آدھی رات کے وقت گھر سے باہر نکلے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر لوگ صبح کے وقت اُس نماز کے متعلق باتیں کرنے لگے، دوسری رات نمازیوں کی تعداد پہلی رات سے بھی زیادہ ہوگئی تمام لوگوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی تو لوگوں نے اس سلسلہ میں باتیں کی اور تیسری رات میں نمازی اور زیادہ ہوگئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تیسری رات بھی لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور اس میں بالکل جگہ ہی نہ رہی لیکن **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز ادا نہ فرمائی۔ بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے، نماز کی ادائیگی کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''**اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْھَا** یعنی حمد وصلاۃ کے بعد! بات یہ ہے کہ تمہاری حالت مجھ پر پوشیدہ نہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ (تراویح کی) نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ۔''[2]

فاروقِ اعظم نے دوبارہ تراویح کی جماعت قائم فرمائی:

حضرت سَیِّدُنا عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں رمضان المبارک میں امیر المؤمنین

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، ج ۱، ص ۲٦، حدیث: ۳۷۔
ارشاد الساری، کتاب الایمان، باب تطوع قیام مضان۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۱۰، تحت الحدیث: ۳۷۔

2 ......بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۱۸، حدیث: ۹۲۴۔
ارشاد الساری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی۔۔۔الخ، ج ۳، ص ٦۷۴، تحت الحدیث: ۹۲۴۔

حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ مسجد میں آیا تو لوگ وہاں مختلف انداز میں نمازِ تراویح ادا کر رہے تھے۔کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا، اور بعض نے جماعت قائم کی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنِّي اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰی قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ یعنی میرا خیال ہے اگر میں ان سب کو ایک ہی امام کے پیچھے جمع کر دوں تو بہت اچھا رہے گا۔'' چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاریٔ قرآن حضرت سیِّدُ نا اُبَی بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امام مقرر فرما کر تمام لوگوں کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔ پھر ایک رات میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ مسجد میں جانے کے لیے نکلا، مسجد پہنچنے پر دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی امام کے ساتھ نماز میں مشغول ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ یعنی یہ نیا طریقہ کتنا اچھا ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم کا حکمت سے بھرپور جواب:

حضرت سیِّدُ نا اُبَی بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُنہیں رمضان المبارک میں تراویح کی جماعت قائم کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ النَّاسَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ وَلَا يُحْسِنُوْنَ اَنْ يَّقْرَاُوْا فَلَوْ قَرَاْتَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ یعنی لوگ دن کو روزہ تو اچھی طرح رکھ لیتے ہیں لیکن رات کو تراویح میں قرآن اَحسن انداز میں نہیں پڑھ پاتے کیا ہی اچھا ہو کہ تراویح کی جماعت قائم کر کے تم اِن کو قرآن سناؤ۔'' حضرت سیِّدُ نا اُبَی بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ یعنی اے امیر المؤمنین! یہ چیز پہلے تو نہیں تھی۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''قَدْ عَلِمْتُ وَلٰكِنَّهٗ حَسَنٌ مجھے معلوم ہے کہ تراویح کی جماعت پہلے نہیں تھی لیکن یہ ایک اچھا فعل ہے۔'' لہٰذا حضرت سیِّدُ نا اُبَی بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔[2]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیث پاک سے علم وحکمت کے بے شمار مدنی پھول حاصل ہوئے:

---

1 ...... بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۱، ص ٦٥٨، حدیث: ٢٠١٠۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الصلاۃ، صلاۃ التراویح، الجزء: ۸، ج ٤، ص ١٩٢، حدیث: ٢٣٤٦٦۔

(1)......تراویح کی جماعت فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور سے پہلے نہیں ہوتی تھی، یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہی مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے قائم فرمائی۔

(2)......فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں بھی تراویح کی بیس رکعت ہی ادا کی جاتی تھیں۔

(3)......ہر وہ کام جس کا وجود پہلے نہ ہو مگر مسلمانوں کے نزدیک وہ اچھا ہو تو اسے کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث پاک میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس سوال کہ ''تراویح کی جماعت پہلے تو نہ تھی'' کے جواب میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اس بات کا علم ہے کہ تراویح کی جماعت پہلے نہ تھی لیکن تراویح کی جماعت ایک اچھا فعل ہے لہٰذا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(4)......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک اُصول بیان فرمادیا کہ ہر وہ کام جس کا وجود پہلے نہ ہو مگر مسلمانوں کی نظر میں وہ اچھا ہو تو اُسے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**فَمَا رَآہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا ، فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ ، وَمَا رَآہُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِیْحًا، فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیْحٌ** یعنی وہ کام جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا سمجھیں وہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی برا ہے۔''[1]

(5)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ''تراویح کی جماعت قائم کرنے'' جیسے مبارک عمل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اگرچہ کوئی کام **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ کیا ہو لیکن اگر وہ اچھا کام ہے تو اسے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کئی بد مذہب و گمراہ فرقوں کا معمولات اہلسنت جیسے اذان وغیرہ مختلف مواقع پر درود وسلام پڑھنا، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نام نامی اسم گرامی پر انگوٹھے چومنا، محافل وجلوس میلاد، اعراس بزرگان دین، نذر و نیاز، بزرگان دین کے مزارات پر حاضری وغیرہ پر یہ اعتراض کرنا کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو یہ کام نہ کیا؟ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے تراویح کی جماعت پر اجماع سے مردود ہوگیا کہ اَحکام شرعیہ کو سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ

[1]......معجم کبیر، عبد اللہ بن مسعود، ج ٩، ص ١١٢، حدیث: ٨٥٨٣۔

ودیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اَصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عِترت رسول اللّٰہ کی

مولا علی نے فاروقِ اعظم کو تراویح کی ترغیب دلائی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضی شیرِ خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ماہِ رمضان کی شب بیداری (یعنی نماز تراویح) پر رغبت دلائی۔ میں نے عرض کیا کہ ساتویں آسمان پر ایک باغ ہے جسے ''حَضِیْرَۃُ الْقُدْس'' کہا جاتا ہے، وہاں رہنے والے فرشتوں کو ''رُوح'' کہتے ہیں۔ شب قدر میں وہ فرشتے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے اجازت لے کر دنیا میں اترتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے یا نماز کی طرف جاتے ہوئے جس شخص کے پاس سے گزر جائیں وہ برکتوں والا ہو جاتا ہے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو الحسن! آپ ان لوگوں کو نماز تراویح کی رغبت دلائیں تا کہ سب کو برکت ملے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو نماز تراویح کی جماعت کا حکم دیا۔[1]

فاروقِ اعظم نے تراویح کی جماعت کیوں قائم فرمائی؟

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مکمل حیاتِ طَیِّبہ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِنفرادیت کے مقابلے میں اِجتماعیّت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجدِ نبوی شریف میں لوگوں کو اِنفرادی طور پر نماز تراویح پڑھتے دیکھا تو اِن سب کو ایک ہی امام کی اقتداء میں کھڑا کر کے اِجتماعیّت کو قائم فرمایا۔

تراویح بیس رکعت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! احادیث مبارکہ، اجماع صحابہ اور جمہور علماء کے اقوال سے ثابت ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا سائِب بِن یَزِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''**کُنَّا نَقُوْمُ فِيْ**

---

[1] ...... شعب الایمان، باب فی الصیام، التماس لیلۃ القدر، ج ٣، ص ٣٣٧، حدیث: ٣٦٩٦۔

زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ یعنی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں بیس رکعت نمازِ تراویح اور وتر ادا کیا کرتے تھے۔"[1]

ملک العلماء حضرت علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَصَلَّى بِهِمْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً ، وَلَمْ يُنْكِرْ اَحَدٌ عَلَيْهِ فَيَكُونُ إجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى ذٰلِكَ یعنی مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رمضان المبارک کے مہینے میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِقتداء پر جمع فرمایا تو وہ روزانہ بیس رکعت پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کسی نے اِس پر اِنکار نہیں کیا تو بیس رکعت نمازِ تراویح پر تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اِجماع ہوگیا۔[2]

شارحِ بُخاری حضرت علامہ امام بدرالدین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی حافظ اِبن عبد البرّ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "وَهُوَ قَوْلُ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَبِهٖ قَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ وَالشَّافِعِيُّ وَاَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ یعنی بیس رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے، علمائے کوفہ، اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور اکثر فقہاء کرام یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے اور یہی حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے، اس میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اختلاف نہیں۔"[3]

بیس ۲۰ رکعت تراویح کی حکمت:

حضرت علامہ مولانا مفتی جلال الدین امجدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "بیس رکعت تراویح کی حکمت یہ ہے کہ رات اور دن میں کل بیس رکعت فرض وواجب ہیں۔ سترہ رکعت فرض اور تین وتر۔ لہٰذا رمضان المبارک میں بیس

---

1. ......سنن صغری، کتاب الصلاۃ، باب قیام شهر رمضان، ج ۱، ص ۲۷۸، حدیث: ۸۲۳۔
2. ......بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی مقدار صلاۃ التراویح، ج ۱، ص ۶۴۴۔
3. ......عمدۃ القاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۸، ص ۲۴۶، تحت الحدیث: ۲۰۱۰۔

رکعت تراویح مقرر کی گئی تا کہ فرض وواجب کے مدارج اور بڑھ جائیں اوران کی خوب تکمیل ہوجائے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور روزوں کا اہتمام

فاروقِ اعظم کی نفلی روزوں سے محبت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمیشہ (یعنی اکثر) روزے رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ”**کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَصُوْمُ الدَّھْرَ** یعنی امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے۔“[2]

دوسال مسلسل روزے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے: ”**کَانَ یَسْرُدُ الصِّیَامَ قَبْلَ اَنْ یَمُوْتَ بِسَنَتَیْنِ اِلَّا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ وَفِی السَّفَرِ** یعنی امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے وصال سے قبل عید الاضحیٰ، عید الفطر اور سفر کے علاوہ مسلسل دوسال تک روزے رکھے۔“[3]

روزے اور مسواک سے محبت:

حضرت سیِّدُنا زِیاد بن حُدَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کثرت سے روزے رکھتے اور کثرت سے مسواک کرتے دیکھا ہے۔“[4]

رعایا کے لیے مسلسل روزوں کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روزوں سے بہت محبت کرتے تھے مگر لوگوں کو صَومُ الدَّھر یعنی ہمیشہ روزے رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر ملی کہ ایک آدمی صَومُ الدَّھر

1 ......فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص۳۸۰۔

2 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثانی والخمسون، ص۱۶۰۔

3 ......کنز العمال، کتاب الصوم، محظورات الصوم بالایام، الجزء: ۸، ج۴، ص۲۸۳، حدیث: ۲۴۴۱۲۔

4 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۲۰۔

یعنی ہمیشہ روزے رکھتا ہے آپ اس کے پاس آئے اور مارنے کے لیے درہ اٹھایا اور جلال میں اس سے فرمایا: ''کُلْ یَا دَھْرِیُّ کھا اے دہری۔''[1]

فاروقِ اعظم اور استقبالِ رمضان

اِستقبالِ رمضان پر نصیحت آموز خطبہ:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عُکَیْم جُہَنِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کی آمد ہوتی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یکم رمضان المبارک کی شب نماز مغرب کے بعد لوگوں کو نصیحت آموز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے: ''اے لوگو! بے شک اس مہینے کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں، البتہ اس میں نوافل کی ادائیگی فرض نہیں ہے، لہٰذا جو بھی نوافل ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نوافل ادا کرے کیونکہ یہ وہی بہترین نوافل ہیں جن کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے اور جو نوافل کی ادائیگی کی اِستطاعت نہیں رکھتا وہ سوتا رہے۔ تم میں سے ہر بندہ یہ کہتے ہوئے ڈرے کہ میں تو اس لیے روزے رکھ رہا ہوں کہ فلاں بھی روزے رکھ رہا ہے، میں تو اس لیے نوافل ادا کر رہا ہوں کہ فلاں بھی نوافل ادا کر رہا ہے۔ جو بھی روزے رکھے یا نوافل ادا کرے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے رکھے۔ تم میں سے ہر بندہ یہ جان لے کہ وہ نماز میں ہے نماز اس کے انتظار میں نہیں ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں فضول باتیں کم کیا کرو۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا: ''خبردار! تم میں سے کوئی بھی اس مبارک مہینے کو فضول نہ گزارے، جب تک چاند نہ دیکھ لو اس وقت تک روزہ نہ رکھو اگر چاند مشکوک ہو جائے تو تیس دن پورے کرو اور جب تک اندھیرا (یعنی سورج کے ڈوب جانے کا یقین) نہ ہو اس وقت تک افطار نہ کرو۔''[2]

امیرِ اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیرِ اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر ہیں، آپ بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے استقبالِ رمضان کے لیے یکم رمضان کی شب سنتوں بھرا بیان فرماتے اور اسلامی بھائیوں کا کثرت سے نیکیاں

---

1 ......فتح الباری، کتاب الصوم، باب حق الاھل فی۔۔۔الخ، ج۵، ص ۱۹۳، تحت الحدیث: ۱۹۷۷۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب قیام رمضان، ج ۴، ص ۲۰۴، حدیث: ۷۷۴۸۔

کرنے کا مدنی ذہن بناتے ہیں، رمضان المبارک کی آمد ہوتے ہی آپ پر ایک خاص مسرت بھری کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور جب رمضان المبارک کی آخری گھڑیاں آتی ہیں تو اس ماہ کی جدائی پر آپ غم سے نڈھال ہوجاتے ہیں، کیونکہ وہ مبارک مہینہ جدا ہو رہا ہے جس میں نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے وابَستہ عاشِقانِ رسول کی صحبت حاصِل ہونے کی صورت میں ماہ رمضان المبارک کی بَرَکتیں حاصل کرنے کا بہت ذہن بنتا ہے ورنہ بُری صحبتوں میں رہ کر اِس مبارَک مہینے میں بھی اکثر لوگ گناہوں میں پڑے رہتے ہیں۔ گناہوں کے دلدل میں دھنسے ایک فنکار کا واقعہ (مدنی بہار) پیش خدمت ہے جسے دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول نے مَدَنی رنگ چڑھا دیا۔

میں فنکار تھا۔۔۔:

اورنگی ٹاؤن (بابُ المدینہ کراچی) کے ایک اسلامی بھائی کے بیان کا لُبِّ لُباب ہے: افسوس صد کروڑ افسوس! میں ایک فنکار تھا، میوزیکل پروگرامز اور فنکشنز کرتے ہوئے زندگی کے انمول اوقات برباد ہوئے جارہے تھے، قلب ودماغ پر غفلت کے کچھ ایسے پردے پڑے ہوئے تھے کہ نہ نَماز کی توفیق تھی نہ ہی گناہوں کا احساس۔ صحرائے مدینہ ٹُول پلازہ سُپر ہائی وے بابُ المدینہ کراچی میں بابُ الاسلام سطح پر ہونے والے تین روزہ سنّتوں بھرے اجتماع (۱۴۲۴ ہجری بمطابق 2003 عیسوی) میں حاضِری کیلئے ایک ذِمّہ دار اسلامی بھائی نے انفرادی کوشِش کر کے ترغیب دلائی، زہے نصیب! اُس میں شرکت کی سعادت مل گئی۔ تین روزہ اجتماع کے اختتام پر رقّت انگیز دُعا میں مجھے اپنے گناہوں پر بہت زیادہ نَدامت ہوئی، میں اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا، پھوٹ پھوٹ کر رو یا، بس رونے نے کام دکھا دیا! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دعوتِ اسلامی کا مَدَنی ماحول مل گیا۔ اور میں نے رَقص وسرود (سُ۔ رُوْ۔ د) کی محفلوں سے توبہ کر لی اور مَدَنی قافِلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیا۔ 25 دسمبر 2004 کو جب میں مَدَنی قافِلے میں سفر پر روانہ ہو رہا تھا کہ چھوٹی ہمشیرہ کا فون آیا، بھرّائی ہوئی آواز میں انہوں نے اپنے یہاں ہونے والی نابینا بچّی کی ولادت کی خبر سنائی اور ساتھ ہی کہا، ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ اِس کی آنکھیں روشن نہیں ہوسکتیں۔ اتنا کہنے کے بعد بندٹوٹا اور چھوٹی بہن صدمے سے بِلَک بِلَک کر رونے لگی۔ میں نے یہ کہہ کر ڈھارس بندھائی کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مَدَنی قافِلے میں دعاء

کروں گا۔ میں نے مَدَنی قافِلے میں خود بھی بہت دعائیں کیں اور مَدَنی قافِلے والے عاشِقانِ رسول سے بھی دعائیں کروائیں۔ جب مَدَنی قافلے سے پلٹا تو دوسرے ہی دن چھوٹی بہن کا مُسکراتا ہوا فون آیا اور انہوں نے خوشی خوشی یہ خبرِ فرحت اثر سنائی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میری نابینا بیٹی مہک کی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں اور ڈاکٹرز تعجب کررہے ہیں کہ یہ کیسے ہوگیا! کیوں کہ ہماری ڈاکٹری میں اس کا کوئی علاج ہی نہیں تھا۔ یہ بیان دیتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ بابُ المدینہ کراچی میں علاقائی مُشاورت کے ایک رُکن کی حیثیت سے دعوتِ اسلامی کے مَدَنی کاموں کے لئے کوششیں کرنے کی سعادتیں حاصِل کررہا ہوں۔

آفتوں سے نہ ڈر، رکھ کرم پر نظر، روشن آنکھیں ملیں، قافِلے میں چلو
آپ کو ڈاکٹر، نے گو مایوس کر، بھی دیا مت ڈریں، قافِلے میں چلو

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! دعوتِ اسلامی کا مَدَنی ماحول کتنا پیارا ہے۔ اِس کے دامن میں آکر مُعاشَرے کے نہ جانے کتنے ہی بگڑے ہوئے افراد باکردار بن کر سنّتوں بھری باعزّت زندگی گزارنے لگے نیز مَدَنی قافِلوں کی بہاریں بھی آپ کے سامنے ہیں۔ جس طرح مَدَنی قافِلوں میں سفر کی بَرَکت سے بعضوں کی دُنیوی مصیبتیں رخصت ہوجاتی ہیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی طرح تاجدارِ رسالت، شَہنشاہِ نُبُوَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شَفاعت سے آخرت کی آفتیں بھی راحت میں ڈھل جائیں گی۔

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور حج بیت اللہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عہدِ رسالت میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ وعہدِ صدیقی میں سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ کئی حج ادا فرمائے، اسی طرح جب آپ کا اپنا عہدِ خلافت آیا تو اس میں بھی حج کی ادائیگی کو ترک نہ

فرمایا بلکہ اپنی مبارک عادت کے مطابق حج کے سفر میں بھی عاجزی وانکساری کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ،

سفرحج میں آپ کی سادگی:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عامِر بن رَبِیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں سفرِ حج میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ تھا پھر ہم واپس بھی آئے لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نہ تو کوئی خیمہ لگایا اور نہ ہی کوئی ایسی عمارت تھی جس سے آپ سایہ حاصل کرتے ، فقط ایک چمڑے کا ٹکڑا تھا جسے زمین پر بچھا لیتے اور اسی پر آرام فرماتے یا اسے درخت پر ڈال دیتے اور اس کے سائے میں آرام فرماتے۔[1]

حج کے اخراجات فقط پندرہ دینار:

حضرت سیِّدُنا یَسار بِن نُمَیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے استفسار فرمایا: ''**كَمْ اَنْفَقْنَا فِي حَجَّتِنَا هٰذِهٖ**؟ اس حج میں ہمارے کتنے اخراجات ہوئے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''**خَمْسَةَ عَشَرَ دِيْنَارًا** یعنی صرف پندرہ دینار۔''[2]

فاروقِ اعظم اور حج کی ذمہ داری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی خلافت کے پہلے سال حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر فرمایا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں ، اس کے بعد آخری عمر تک آپ خود ہی لوگوں کو حج کرواتے رہے، آپ نے مسلسل دس سال تک لوگوں کو حج کرایا، سن ۲۳ ہجری میں آپ نے آخری حج فرمایا جس میں اَزواجِ مُطَہَّرات بھی شامل تھیں، آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں تین عمرے ادا فرمائے ، ایک سن ۱۶ ہجری رجب میں ، ایک سن ۱۷ ہجری رجب میں اور ایک عمرہ سن ۲۲ ہجری رجب کے مہینے میں۔[3]

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۱، انساب الاشراف، عمر بن الخطاب، ج ۱۰، ص ۳۱۵۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۵، انساب الاشراف، تمصیر الامصار، ج ۱۰، ص ۳۲۴۔

فاروقِ اعظم اور ذکر اللّٰہ کا اہتمام

ذکر اللّٰہ کو اپنے لیے لازم کرلو:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **ذکر اللّٰہ** کے شیدائی تھے اور ہر وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زبان مبارکہ ذکر الٰہی سے تر رہا کرتی تھی، فرمایا کرتے تھے: ''**عَلَيْكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ شِفَاءٌ وَاِيَّاكُمْ وَذِكْرَ النَّاسِ فَاِنَّهُ دَاءٌ** یعنی ذکرِ الٰہی کو اپنے لیے لازم کرلو کیونکہ یہ شفا ہے اور خود کو لوگوں کے تذکرے وتبصرے سے بچاؤ کیونکہ یہ بیماری ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم کی ذکر اللّٰہ کے حلقے میں شرکت:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **ذکر اللّٰہ** کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا بھی بہت پسند تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ نماز عشاء کے بعد رات میں ایک مرتبہ مسجد کا جائزہ لیتے اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں بغیر کسی وجہ کے مل جاتا تو اسے باہر جانے کا کہتے اور اگر کوئی نماز وغیرہ کی ادائیگی کرتا ہوا ملتا تو اسے کچھ نہ کہتے۔ ایک مرتبہ چند صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **ذکر اللّٰہ** کا حلقہ قائم کیے مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ان میں حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی موجود تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' عرض کیا: ''امیر المؤمنین! یہ آپ ہی کے گھرانے کے لوگ ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: ''نماز کے بعد یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ہم سب یہاں بیٹھ کر **ذکر اللّٰہ** کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی وہیں بیٹھ گئے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا: ''دعا شروع کرو۔'' اس نے دعا کی، پھر آپ نے ایک ایک کرکے وہاں موجود تمام لوگوں سے دعا کروائی یہاں تک کہ میرے پاس پہنچے، میں آپ کے پہلو میں تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تم بھی دعا کرو۔'' میں مشکل میں پڑ گیا اور میرے بازو کانپنے لگے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کچھ کہو، یہی کہہ دو کہ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں بخش دے، اے **اللّٰہ** ہم پر رحم فرما، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود ہی دعا شروع فرمادی۔ تو ہم سب نے دیکھا کہ اس پورے حلقے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے زیادہ آنسو بہانے والا اور گریہ وزاری کرنے والا کوئی

---

[1] ......الزھد للامام احمد، زھد عمر بن الخطاب، ص ۱۵۰، الرقم: ۶۴۴۔

نہ تھا۔ جب آپ دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''ٹھیک ہے اب تم لوگ جا سکتے ہو۔''(1)

دلوں کا چین ذکر اللّٰہ میں ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج پوری دنیا میں ایک عالمگیر بے چینی پائی جارہی ہے، کوئی ملک، کوئی شہر، کوئی گھر ایسا نہیں جہاں بے چینی نہ پائی جاتی ہو، اس کی سب سے بڑی وجہ **ذکر اللّٰہ** سے غفلت ہے کیونکہ دلوں کا چین **ذکر اللّٰہ** میں ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ۲۸﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۲۸) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''سن لو اللّٰہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔'' کاش ہم بھی **ذکر اللّٰہ** کرنے والے بن جائیں، ہر وقت یادِ الٰہی میں گم رہیں۔

محبت میں اپنی گما یا الٰہی ...... نہ پاؤں میں اپنا پتا یا الٰہی
رہوں مست و بے خود میں تیری ولا میں ...... پلا جام ایسا پلا یا الٰہی
میں بے کار باتوں سے بچ کر ہمیشہ ...... کروں تیری حمد وثنا یا الٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم کا مساجد کو روشن کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سالہا سال سے مسلمانوں میں اس بات کا رواج ہے کہ جب کوئی اسلامی تہوار آتا ہے چاہے وہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہو یا رمضان المبارک کا مہینہ تمام مسلمان اپنے گھروں کو سجانے کے ساتھ ساتھ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھر یعنی مساجد کو بھی سجاتے ہیں، انہیں مختلف طریقوں سے روشن کر کے انہیں آباد کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اپنے دور میں مساجد کو آباد کرنے کے لیے انہیں روشن کرنے کا خصوصی اِہتمام فرمایا اور تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اِسے بہت پسند فرمایا۔ مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے **تو آپ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے اس فعل پر خصوصی دعا بھی فرمائی۔ چنانچہ،

1...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۳۔

اللہ آپ کی قبر روشن و مُنَوَّر فرمائے:

حضرت سیِّدُنا ابو اِسحاق ہَمَدانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم رمضان المبارک کی پہلی رات باہر نکلے تو دیکھا کہ مساجد پر قندیلیں چمک رہی ہیں اور لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کررہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''نَوَّرَ اللّٰہُ لَکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ فِيْ قَبْرِکَ کَمَا نَوَّرْتَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ بِالْقُرْآنِ یعنی اے امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی قبر کو ویسا ہی مُنَوَّر کردے جیسا آپ نے مساجد کو قرآن سے منور کیا۔''(1)

اللہ آپ پر نور کی بارش فرمائے:

حضرت سیِّدُنا مُجاہِد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم رمضان المبارک کی رات کو باہر نکلے تو آپ نے مساجد سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو آپ نے امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حق میں یوں دعا کی: ''نَوَّرَ اللّٰہُ عَلٰی عُمَرَ قَبْرَہُ کَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مزار پرانوار میں اُن پر نور کی بارش فرمائے جس طرح انہوں نے ہمارے مساجد کو منور کیا۔''(2)

مساجد کو روشن کرنے کے متعلق ایک جامع فتویٰ:

اعلیٰ حضرت، عظیم البَرَکت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت مولانا شاہ اِمام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن سے فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال پوچھا گیا کہ: ''لوگوں کا ستائیسویں شب رمضان کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا، روشنیوں کا خصوصی اہتمام کرنا، میلاد شریف کی تقریبات کے لئے مکانات کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا، بُزرگانِ دین کے سالانہ عرسوں میں خانقاہوں پر اور آنحضرت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مزار پُرانوار پر اس قسم کا بندوبست کرنا سوائے مالِ وقف کے درست ہے یا حرام؟'' تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

1 ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، فضائل شھر رمضان، ج ۱، ص ۳۶۹، الرقم: ۳۰۔

2 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الحادی والثلاثون، ص ۶۲۔

مذکورہ زیب وزینت شرعاً جائز ہے۔ **اللہ تعالٰی** کا اِرشاد ہے: ﴿ **قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ** ﴾ (پ۸، الاعراف: ۳۲) ''فرمادیجئے کہ اِس زینت وزیبائش کو کس نے حرام ٹھہرادیا ہے جواس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔'' اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کُشادگی، لوگوں کی قِلّت و کَثرت، مَنازِل کی وَحدت وتَعَدُّد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیل آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور مُتَعَدَّد منزِلوں کے لئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیر خدا كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم رمضان شریف میں رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائے تو مسجد کو چراغوں سے منور اور جگمگاتے ہوئے دیکھا کہ ہر سمت روشنی پھیل رہی تھی آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه کو بذریعۂ دعا یاد فرمایا اور اِرشاد فرمایا کہ'' اے فرزند خطاب! تم نے ہماری مساجِد کو مُنَوَّر وروشن کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری قبر کو مُنَوَّر فرمائے۔'' البتہ روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع وترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غَمْزُ الْعُيُون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ **اللہ تعالٰی** پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

فاروقِ اعظم کا وظیفہ

بیت المال کے معاملے میں عام آدمی کی حیثیت:

بیت المال کے معاملے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه کی حیثیت ایک عام مسلمان

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۲۵۹ تا ۲۵۷ بتصرف۔

جیسی تھی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا وظیفہ بھی عام مہاجرین صحابہ کے برابر مقرر کر رکھا تھا۔[1]

فاروقِ اعظم مسلمانوں کے اموال کے امین:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''مسلمانوں کا مال میرے پاس ایسے ہے جیسے کسی وارث کے پاس یتیم کا مال ہوتا ہے، میں بلا ضرورت اس سے کچھ نہیں لیتا، اگر ضرورت ہو بھی تو جائز طریقے سے کچھ حاصل کر لیتا ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: ''یا امیر المومنین! وہ جائز طریقہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''عربی جانور چارہ دانتوں سے چبا کر کھاتا ہے، پورے کا پورا منہ بھر کر نگل نہیں جاتا۔'' (یعنی قلیل پر اکتفاء کر لیتا ہوں زیادہ حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھتا۔)[2]

فاروقِ اعظم اور بیت المال سے قرض:

امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کبھی حاجت ہوتی تو آپ بیت المال سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے، بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا کہ بیت المال کے نگران آپ کے پاس قرض کی واپسی کا مطالبہ لے کر آتے مگر آپ کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ نہ ہوتا تو اس سے مہلت لیتے، بعض اوقات کچھ مال ہوتا تو قرض ادا کر دیتے۔ ایک دن آپ مسجد میں آکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس بات کی شکایت کی تو آپ کے لیے گھی کا ایک ڈبہ بھیج دیا گیا۔ لیکن آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''اگر تم لوگ مجھے اس کے استعمال کی اجازت دیتے ہو تو ٹھیک ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے۔''[3]

بیت المال سے فاروقِ اعظم کے اَخراجات:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے بَقَدرِ کِفَایَت ہی خوراک لیا کرتے تھے، گرمیوں میں ایک حُلّہ لیتے اگر وہ کہیں سے پھٹ جاتا تو اسے پیوند لگا لیتے، جب تک اس سے کام چلتا چلاتے اور پھر اسے تبدیل کر لیتے، ہر سال پچھلے

---

1. ……سمط النجوم العوالی، ذکر الخلفاء الاربعة، ذکر اسلامه، ج ۱، ص ۴۴۷، ریاض النضرة، ج ۱، ص ۳۱۴۔
2. ……ریاض النضرة، ج ۱، ص ۳۱۴، عیون الاخبار، کتاب السلطان، خیانات العمال، ج ۱، ص ۱۱۷ ملتقطا۔
3. ……مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب التاسع والثلاثون، ص ۱۰۰۔

سال سے کم ہی مال لیتے۔اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے آپ سے اس معاملے میں بات کی تو آپ نے فرمایا: ''میں مسلمانوں کے مال سے اپنے خرچ کے لیے مال لیتا ہوں اور مجھے اتنا ہی مال کفایت کرتا ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم کے یومیہ اَخراجات:

حضرت سیِّدُنا محمد بن ابراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیْم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ''''**کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَسْتَنْفِقُ کُلَّ یَوْمٍ دِرْھَمَیْنِ لَہُ وَلِعَیَالِہٖ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے اور اپنے گھر والوں پر یومیہ فقط دو درہم خرچ کیا کرتے تھے۔''[2]

فاروقِ اعظم کے حج کے اَخراجات:

حضرت سیِّدُ نا محمد بن اِبراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیْم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حج کے لیے جاتے تو فقط ایک سو اسی درہم خرچ کرتے۔''[3]

حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود بیت المال سے کتنے قلیل اَخراجات لیا کرتے تھے، آپ کی آمدنی دِن بدِن کم ہوتی تھی زیادتی کا کوئی تَصَوُّر نہ تھا کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے اموال کا امین سمجھتے تھے اور ان کے مال میں بے جا تَصَرُّف کو خیانت سمجھتے تھے، یقیناً سیرتِ فاروقی کے اس مدنی پہلو میں اُن تمام حکمران و ذمہ داروں کے لیے عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں جن کا تعلق رعایا کے مالی معاملات سے ہے۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے منصب کو مال و دولت کمانے کا ذریعہ نہ بنایا مگر افسوس! آج منصب و عہدے کو اپنی آمدنی بڑھانے کا آسان ذریعہ تَصَوُّر کیا جاتا ہے اور عذاباتِ آخرت کو بھول کر زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کے غیر شرعی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اِدھر انسان کی

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۴۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۴۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۴۔

آنکھیں بند ہوئیں اُدھر مال کا ساتھ ختم! کتنی پریشان کُن بات ہے کہ انسان دنیا سے پھوٹی کوڑی تک بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا مگر حساب اسے سارے مال کا دینا پڑے گا۔ یقیناً یہ بے وفا دنیا نہ پہلے کسی کی ہوئی نہ اب ہوگی، اس دنیا کے مال واسباب کے پیچھے ہم کتنا ہی دوڑیں یہ پیٹ بھرنے والا نہیں ہے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اگر انسان کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری کی تمنّا کرے گا، انسان کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔''(1)

مجھے مال و دولت کی آفت نے گھیرا ...... بچا یا الٰہی بچا یا الٰہی

مرے دل سے دنیا کی چاہت مٹا کر ...... کر الفت میں اپنی فنا یا الٰہی

نہ دے جاہ و حشمت نہ دولت کی کثرت ...... گدائے مدینہ بنا یا الٰہی

مجھے دونوں عالم کی خوشیاں عطا ہوں ...... مٹا دے زمانے کے غم یا الٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بعدِ خلافت فاروقِ اعظم کی غذا

دورِ خلافت میں روکھا سوکھا کھانا:

حضرت سیِّدُنا ابنِ اَبی مُلَیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے خشک روٹی اور پُرانا زیتون کھانے کے لیے رکھا تھا۔ اتنے میں خادم نے آکر عرض کیا: ''حضور! باہر حضرت سیِّدُنا عُتبہ بن فرقد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''انہیں اندر بلا لاؤ۔'' جیسے ہی وہ اندر آئے تو ان کی نظر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے رکھے ہوئے کھانے پر پڑی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''عتبہ! قریب آجاؤ اور کھاؤ۔'' جب وہ کھانا کھانے لگے تو ان سے خشک روٹی چبائی نہ گئی، وہ بے ساختہ کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! کیا آپ کے پاس وہ کھانا نہیں ہے جسے حواری کہا جاتا ہے؟'' (عربی میں میدے کو حُوَّارِی کہتے ہیں) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''افسوس ہے تم پر! جس کھانے

(1) ......بخاری، کتاب الرقاق، باب مایتقی من فتنۃ المال، ج ۴، ص ۲۲۸، حدیث: ۶۴۳۶۔

کی تم بات کررہے ہو کیا وہ کھانا سب مسلمانوں کے پاس ہے؟'' عرض کیا: ''نہیں۔'' فرمایا: ''اے عتبہ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی نعمتیں دنیا میں ہی حاصل کرلوں؟''[1] (اور آخرت میں میرے لیے کچھ نہ رہے۔)

ایک ہی رات میں اتنا فرق:

حضرت سیِّدُنا قَتَادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب ملک شام میں تشریف لائے تو آپ کے لیے ایسا عمدہ کھانا تیار کیا گیا جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جب کھانا آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو اسے دیکھ کر فرمایا: ''یہ کھانا تو میرے لیے بنایا گیا ہے، لیکن ان غریب مسلمانوں کے لیے کونسا کھانا تیار کیا ہے جنہوں نے جو کی روٹی سے پیٹ بھرے بغیر رات گزار دی؟'' حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! ان کے لیے تو جنت ہے۔'' یہ سن کر آپ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: ''اِنْ کَانَ حَظُّنَا فِیْ ھٰذَا وَیَذْھَبُ اُوْلٰئِکَ بِالْجَنَّۃِ لَقَدْ بَاتُوْا اَبُوْنًا بَعِیْدًا یعنی اگر اس کھانے میں ہمارا حصہ ہے اور وہ لوگ اپنے حصے میں جنت لے جائیں گے تو یقیناً ان لوگوں نے بہت بڑے فرق کے ساتھ رات گزاردی۔''[2]

فاروقِ اعظم کے مختلف کھانے:

اہل بصرہ کا ایک وفد حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سربراہی میں امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے روزانہ کھانے کے وقت سوکھی روٹی لائی جاتی، جسے کبھی گھی کے ساتھ کبھی زیتون کے ساتھ اور کبھی دودھ کے ساتھ تناول فرماتے۔ کبھی خشک گوشت کے ٹکڑوں کو پانی میں ابال کر لایا جاتا، کبھی قلیل مقدار میں تازہ گوشت بھی لایا جاتا جسے آپ تناول فرماتے۔ ایک دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس وفد سے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بے شک میں تمہارے اِن اَندازوں کو بھی دیکھ رہا ہوں جو تم میرے کھانے کے بارے میں لگا رہے ہو اور اُس کے بارے میں جو تمہاری ناپسندیدگی ہے اُسے بھی دیکھ رہا ہوں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میں چاہوں تو تم لوگوں سے بہتر کھانا کھاؤں اور عیش کروں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سینے اور کوہان

---

[1] ......اسد الغابۃ، عمر بن خطاب، ج ۴، ص ۱۶۸۔

[2] ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الخمسون، ص ۱۵۴۔

کے گوشت، بھُنے ہوئے گوشت اور گوشت کے مصالحوں سے بھی ناواقف نہیں ہوں، لیکن میں نے سنا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نعمت وآسائش پانے والی قوم کو عار دلائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ **اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا** ﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۲۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے۔''

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''اگر تم لوگ امیر المؤمنین سے اپنے لیے بات کرنا چاہو تو کرلو کہ وہ تمہارے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کردیں۔'' جب انہوں نے امیر المؤمنین سے بات کی تو آپ نے فرمایا: ''اے سرداروں کے گروہ! کیا تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ جو کچھ میں نے اپنے لیے اختیار کیا ہے تم بھی وہی اختیار کرو۔'' انہوں نے عرض کیا کہ: ''حضور! مدینہ منورہ میں گزارہ کرنا بہت مشکل ہے، خصوصاً آپ کا کھانا، اس کے ذریعے نہ تو گزارا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے کھایا جاسکتا ہے، ہم تو ایسی زمین کے رہنے والے ہیں جہاں بہت اچھا گزارہ کیا جاسکتا ہے ہمارا امیر ہمیں ایسے کھانے کھلاتا ہے جو ہم کھاسکتے ہیں۔'' چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان لوگوں کے لیے بیت المال سے معقول وظیفہ وغیرہ مقرر کردیا۔ (1)

فاروقِ اعظم کی سخت غذا اور فکرِ آخرت:

حضرت سیِّدُنا اِبنِ اَبی مُلَیکَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خشک شامی روٹی میٹھے دودھ کے ساتھ تناول فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا: ''یا امیر المؤمنین! اگر آپ کہیں تو میں آپ کے لیے نرم غذا لے آؤں؟'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اے ابنِ فَرقَد! کیا تم مجھ سے زیادہ کسی کو اس سے عمدہ غذا حاصل کرنے پر قادر سمجھتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' فرمایا: ''کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ نہیں سنی جس میں رب عَزَّوَجَلَّ نے بعض قوموں کو عار دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ **اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ** ﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۲۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے

---

(1) ......تاریخ ابن عساکر، ج۴۴، ص۲۹۸۔

اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا۔"(1)

عمدہ غذا سے پرہیز کی وجہ:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے بہتر لباس پہن سکتا ہوں، اچھا کھانا کھا سکتا ہوں اور آسائش سے بھرپور زندگی گزار سکتا ہوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سینے کے گوشت، گھی، آگ پر بھُنے ہوئے گوشت، چٹنی اور چپاتیوں سے ناواقف نہیں ہوں لیکن (استعمال اس لئے نہیں کرتا کہ) میں نے سنا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نعمت و آسائش پانے والی قوم کو عار دِلائی ہے۔ جیسا کہ اِرشادِ خداوندی ہے

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾

(پ ۲۶، الاحقاف: ۲۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** "تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا۔"(2)

آخرت کے اجر پر نظر:

حضرتِ سیّدُنا سالم بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم بھی زندگی کی لذات چاہتے ہیں کہ ہم حکم دیں کہ ہمارے لئے چھوٹی بکری بھونی جائے اور میدے کی روٹی اور مشکیزے میں نبیذ بنائی جائے یہاں تک کہ جب گوشت چکور (یعنی تیتر کی مثل پہاڑی پرندے کے گوشت) کی طرح (نرم) ہو جائے تو اُسے کھائیں اور اس سے پئیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکیزہ چیزوں کو آخرت کے لئے بچالیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ (پ ۲۶، الاحقاف: ۲۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** "تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا۔"(3)

---

1. ......ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۶۵۔
2. ......الزھد لابن مبارک، باب ماجاء فی الفقر، ص ۲۰۴، الرقم: ۵۷۹۔
3. ......حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۸۵۔

گوشت میں بھی نشہ ہے:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اکثر کھجور کھایا کرتے تھے، گوشت تناول نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ ''گوشت کی کثرت سے بچو کہ شراب کی طرح گوشت میں بھی ایک نشہ ہے۔''(1)

کچے پیاز اور لہسن کی ناپسندیدگی:

سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کچا بدبودار لہسن اور پیاز ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم ان دونوں درختوں میں سے کھاتے ہو جن کو میں بُرا سمجھتا ہوں یعنی پیاز اور لہسن۔ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ جب کسی شخص سے ان دونوں میں سے کسی کی بو محسوس فرماتے تو آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بقیع کی طرف نکال دیا جاتا تھا لہٰذا کوئی شخص ان دونوں کو کھانا چاہے تو ان کو پکا کر ان کی بو کو ختم کرلے۔''(2)

فاروقِ اعظم کا ایک وقت میں ایک ہی کھانا:

اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک بار میرے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ میرے گھر تشریف لائے۔ میں نے ٹھنڈا شوربا زیتون کے ساتھ ملا کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ایک برتن میں دو سالن؟'' خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں چکھوں گا۔''(3)

خلیفۂ وقت کے خاندان کی سادہ غذا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ میں نے مجلس کے درمیان سے آپ کے لیے جگہ بنادی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تشریف فرما ہونے کے بعد بسم اللہ شریف پڑھی اور ایک لقمہ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور ساتھ

---

1 ......مؤطا امام مالک، کتاب صفۃ النبی، باب ماجاء فی اکل اللحم، ج ۲، ص ۴۲۶، حدیث: ۱۷۸۹۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۵۶۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۳۔

ہی فرمایا: ''کھانے میں گوشت کی چکناہٹ کے علاوہ بھی کوئی اور چکناہٹ معلوم ہوتی ہے۔'' سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''امیر المومنین! آج میں بازار گیا تا کہ اچھا گوشت خرید سکوں لیکن وہ بہت مہنگا تھا لہٰذا میں نے پتلا گوشت خریدا اور اس کے ساتھ ایک درہم کا گھی بھی خرید لیا کیونکہ میں یہ چاہتا تھا کہ گھر کے ہر فرد کے حصے میں کچھ نہ کچھ تو آئے۔'' یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ہم نے جب بھی حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں کھانا کھایا تو ایک ہی چیز کھائی اگر کوئی دوسری چیز ہوتی تو صدقہ کردی جاتی۔'' عرض کی: ''اے امیر المومنین! اب تو آپ تناول فرمایئے! میرے پاس بھی یہ دونوں چیزیں کبھی اکٹھی استعمال نہیں ہوئیں، فقط آج ہی ایسا ہوا ہے۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔''(1)

کبھی چھنا ہوا آٹا نہ کھایا:

حضرت سیِّدُ نا ابواسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''جب سے میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بے چھنا آٹا کھاتے ہوئے دیکھا ہے تب سے میں نے بھی کبھی چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا۔''(2)

ایک ہی کھجور سے بھوک مٹالی:

حضرت سیِّدُ نا عاصم بن محمد عُمَری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شدید بھوک لگی تو آپ گھر تشریف لائے اور زوجہ سے فرمایا: ''کیا کچھ کھانے کے لیے ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''چارپائی کے نیچے دیکھ لیں شاید کچھ مل جائے۔'' آپ نے چارپائی کے نیچے سے ایک تھال نکالا تو اس میں ایک ہی کھجور موجود تھی، آپ نے اسے کھا کر اوپر سے پانی پی لیا، پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا: ''**وَیۡحٌ لِمَنۡ اَدۡخَلَہُ بَطۡنُہُ النَّارَ** یعنی بربادی ہے اس کے لیے جسے اس کے پیٹ نے جہنم میں داخل کردیا۔''(3)

---

1 ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الجمع بین السمن واللحم، ج ۴، ص ۵۳، حدیث: ۳۳۶۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر طعام رسول اللّٰہ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۰۱۔

3 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السادس والاربعون، ص ۱۳۵۔

بہترین کھانا اور نیکیوں میں کمی کا اندیشہ:

حضرت سیِّدُنا حَفْص بِن اَبُو العَاص رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے کھانے کے وقت ان کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے لیکن آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک بار سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے پوچھ لیا کہ ''تم ہمارے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھاتے ہو؟'' عرض کیا: ''حضور! آپ کا کھانا سادہ اور بہت سخت ہوتا ہے، جبکہ میں نرم غذا کھانے میں رغبت رکھتا ہوں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کے کھانے کو چکھا اور فرمایا: ''کیا تم مجھے اس بات سے عاجز سمجھتے ہو کہ میں ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دوں، جس کے بال اتارے جائیں، پھر آٹا لانے کا کہوں جسے چھان لیا جائے، پھر اس سے نرم روٹی بنائی جائے، پھر ایک صاع کشمش لانے کا حکم دوں جسے چربی میں ڈالا جائے، پھر اس پر پانی ڈالا جائے جس سے وہ ایسی سرخ ہو جائے جیسے ہرن کا خون ہوتا ہے۔'' عرض کیا: ''حضور! مجھے معلوم ہے کہ آپ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔'' فرمایا: ''اس ربّ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اپنی نیکیاں کم ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور تمہارے جیسی آرام دہ زندگی بسر کرتا۔''[1]

قیامت میں حساب کیسے دیں گے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود کتنی سادہ اور پاکیزہ غذا تناول فرمایا کرتے تھے، جہاں سادہ غذا کھانے کے دُنیوی فوائد ہیں وہیں اُس کا ایک اُخروی فائدہ یہ بھی ہے کہ کل بروز قیامت اُس کے حساب میں آسانی ہوگی۔ حضرتِ سیِّدُنا حَاتِم اَصَم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَکْرَم کو ایک مالدار شخص نے باصرار دعوتِ طعام دی، فرمایا: ''میری یہ تین شرطیں مانو تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آؤں گا: (۱) میں جہاں چاہوں گا بیٹھوں گا۔ (۲) جو چاہوں گا کھاؤں گا۔ (۳) جو کہوں گا وہ تمہیں کرنا پڑے گا۔'' اُس مالدار نے وہ تینوں شرطیں منظور کر لیں۔ **ولیُّ اللہ** کی زیارت کیلئے بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، پُرتکلُّف طعام کا اہتمام تھا۔ وقتِ مقررہ پر حضرتِ سیِّدُنا حَاتِم اَصَم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَکْرَم بھی تشریف لے آئے اور آتے ہی جہاں لوگوں کے جُوتے پڑے تھے وَہیں تشریف فرما ہو گئے۔ چُونکہ شَرط تھی: ''جہاں چاہوں گا بیٹھوں گا۔'' لہٰذا میزبان نے کچھ نہ کہا۔ جب کھانا شُروع

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۲۔

ہوا، لوگوں نے مُرغِ مُسلَّم پر ہاتھ صاف کرنے شُروع کردیئے لیکن **ولیُّ اللہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر سوکھی روٹی کا ٹکڑا نکالا اور تناوُل فرمانے لگے۔ جب سلسلۂ طعام کا اختتام ہوا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے میزبان سے فرمایا: ''چُولہا لاؤ اور اُس پر توا رکھو۔'' حکم کی تعمیل ہوئی، جب آگ کی تَپِش سے توا سُرخ انگارہ بن گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اُس پر ننگے پاؤں کھڑے ہوگئے! لوگوں کی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں! آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں نے آج کے کھانے میں سُوکھی روٹی کھائی ہے۔'' یہ فرما کر توے سے نیچے اُتر آئے اور حاضرین سے فرمایا: ''اب آپ حضرات بھی باری باری اِس توے پر کھڑے ہوکر جو کچھ ابھی کھایا ہے اُس کا حساب دیجئے۔'' یہ سن کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، بیک زَبان بول اُٹھے: ''یاسیِّدی! آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تو **ولیُّ اللہ** ہیں اور یہ آپ کی کرامت ہے، کہاں یہ گرم گرم توا اور کہاں ہمارے نازُک قدم! ہم تو گناہگار دنیادار لوگ ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! اُس وقت کو یاد کیجئے جب سورج صِرف سَوا میل دُور ہوگا، آج سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے اور اس کا پچھلا رُخ ہماری طرف ہے جبکہ اُس وقت سورج کا اگلا رُخ ہماری جانب ہوگا، زمین بھی آگ کی ہوگی، اُس دہکتی ہوئی زمین پر غور فرمایئے اور اِس گرم توے کے بارے میں سوچئے! یہ توا جو کہ دُنیوی آگ میں گرم ہوا ہے اِس کی تَپِش خدا کی قسم! میدانِ قیامت کی آگ کی زمین کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اُس آگ کی زمین پر کھڑا ہونا پڑے گا، قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾﴾ (پ ۳۰، التکاثر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ''پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پُرسش ہوگی۔'' جب اِس دُنیوی گرم توے پر کھڑے ہوکر صِرف ایک وقت کے کھانے کا حساب نہیں دے سکتے تو کل بروزِ قیامت آپ حضرات کے اندر ایسی کونسی کرامت پیدا ہوجائے گی کہ دَہکتی ہوئی زمین پر کھڑے ہوکر زِندگی بھر کی نعمتوں کا حساب چُکائیں گے!'' یہ رِقّت انگیز بیان سن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے اور گناہوں سے توبہ توبہ پکارنے لگے۔[1]

یا الٰہی! جب حسابِ خندۂ بے جا رُلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مُرتجیٰ کا ساتھ ہو

(1) ......تذکرۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۲۲۔

یا الٰہی! جب بہیں آنکھیں حسابِ جُرم میں
اُن تبسّم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

مَحشَر کی ہولناک مَنظر کَشی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! ولیِ کامل حضرتِ سیِّدُنا حاتمِ اَصَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم نے کس قدر اَچُھوتے انداز میں حسابِ آخرت کے مُتَعَلِّق ''نیکی کی دعوت'' عنایت فرمائی، یقیناً وہی شخص کامیاب وکامران ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرے، امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بسا اوقات آگ جلا کر اپنا ہاتھ اس کے قریب کرتے اور پھر اپنے آپ کو یوں مخاطب کرتے: ''**اِبْنَ الْخَطَّابِ هَلْ لَّكَ عَلٰى هٰذَا صَبْرٌ** یعنی اے خطاب کے بیٹے! کیا تو اس آگ کی تپش پر صبر کرسکتا ہے؟''[1]

واقعی حَشر ونَشر کے مُعاملات انتہائی تشویشناک ہیں، ان کا نقشہ کھینچتے ہوئے **حُجَّۃُ الْاِسلام** حضرت سیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالِی کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں: ''(انسان) مرنے کے بعد ایسا بدبو دار مُردار ہوجائے گا کہ سب اس کو دیکھ کر اپنی ناک بند کریں گے اور وہ قبر میں کیڑے مکوڑوں کی خُوراک بنے گا اور پھر رَفتہ رَفتہ خاک ہوجائے گا جو کہ بالکل حقیر وذلیل چیز ہے البتہ مرنے کے بعد وہ جانوروں کی طرح خاک ہی رَہتا تو غنیمت تھا مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوگا اور یہ خاک رہنے والی دولت اُسے مُیسَّر نہ ہوگی بلکہ قِیامت میں اس کو قبر سے اُٹھایا جائے گا، ہَیبت ودَہشت کے مقام پر رکھا جائے گا، اُس وَقت وہ آسمانوں کو دیکھے گا کہ پھٹے ہوئے ہیں، ستارے گر پڑے ہیں، چاند وسورج بے نور ہوچکے ہیں اور پہاڑ رُوئی کے گالوں (یعنی روئی کے گولوں) کی طرح پَراگندہ (پَرا۔گندہ یعنی مُنتَشِر) ہیں، زمین بدلی ہوئی ہے، دوزخ کے فِرشتے کمندیں (کَ۔مَن۔دَیں یعنی پھندے) پھینک رہے ہیں، دوزخ گَرَج رہا ہے، فِرشتے ہر ایک کے ہاتھ میں اعمال نامہ دے رہے ہیں، وہ تمام عُمر میں جو بُرے کام کیے ہوں گے اُن کو دیکھتا ہوگا، ہر ایک اپنے اپنے گناہوں کو پڑھ کر پریشان ہو رہا ہوگا، اس سے کہا جائے گا کہ آ اور جواب دے کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ وَیسا کیوں کہا؟ کیوں بیٹھا اور کیوں اُٹھا؟ کیوں دیکھا اور کیوں سوچا؟ اگر مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الخمسون، ص ۱۵۴۔

جواب نہ دے سکے گا تو اُس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا! اُس وَقت کہے گا: ''کاش! میں خُوک (سُوَر) یا سگ (کُتّا) پیدا ہوا ہوتا تو خاک ہو جاتا کیونکہ وہ (جانور) اِس عذاب سے محفوظ اور آزاد ہیں۔ پس جو شخص (بے عمل اور رُسوا ہونے کی صورت میں) سُوَر اور کُتّے سے بدتر ہو اُس کو تکبُّر اور فخر کرنا کس طرح زَیبا ہے۔''(1)

مرے اشک بہتے رہیں کاش ہر دم ...... ترے خوف سے یا خدا یا الٰہی
ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ ...... میں تھر تھر رہوں کانپتا یا الٰہی
مرے دل سے دنیا کی چاہت مٹا کر ...... کر الفت میں اپنی فنا یا الٰہی
گناہوں نے میری کمر توڑ ڈالی ...... مرا حشر میں ہوگا کیا یا الٰہی
گناہوں کے امراض سے نیم جاں ہوں ...... پئے مرشدی دے شفا یا الٰہی
مرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو ...... کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم کا سادہ و مبارک لباس

خلیفۂ وقت اور قوم کی خدمت:

حضرت سیِّدُنا قَتَادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے بھی صرف ایک جُبَّہ پہنا کرتے تھے اور اس میں بھی جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے، کہیں کہیں اس میں چمڑا بھی لگا ہوتا تھا۔ آپ کندھے پر دُرّہ لیے بازاروں میں چکر لگاتے جو لوگوں کو سیدھا رکھنے کے لیے تھا نیز آپ کھجوروں کی گُٹھلیاں وغیرہ اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تاکہ وہ اسے کام میں لے آئیں۔''(2)

کھجور کی گٹھلیوں کے فوائد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی رعایا کو

---

(1)...... کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۷۱۷۔

(2)...... المجالسة وجواهر العلم، ج ۱، ص ۱۲۱، الرقم: ۲۱۵۔

بظاہر کار آمد نظر نہ آنے والے چیز یعنی کھجور کی گٹھلیوں کو بھی کام میں لے آنے کا مدنی ذہن دیا کرتے تھے۔ کھجور کھانا سنت ہے، جس طرح کھجور کے کثیر فوائد ہیں اسی طرح اس کی گٹھلی کے بھی بہت فوائد ہیں۔ چند فوائد پیش خدمت ہیں:

- ......کھجور کی گُٹھلیوں کو آگ میں جلا کر اِس کا مَنجن بنالیجئے۔ یہ دانتوں کو چمکدار اور مُنہ کی بدبُو کو دُور کرتا ہے۔
- ......کھجور کی جلی ہوئی گُٹھلیوں کی راکھ لگانے سے زَخْم کا خون بند ہوتا اور زَخْم بھر جاتا ہے۔
- ......کھجور کی گُٹھلیوں کو آگ میں ڈال کر دُھونی لینا بواسیر کے مَسّوں کو خشک کرتا ہے۔[1]

فاروقِ اعظم کا ''شاہی لباس'':

حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''ایک بار میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دونوں کندھوں کے درمیان قمیص پر چار پیوند دیکھے۔''[2]

فاروقِ اعظم کے تہبند میں بارہ پیوند:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ''ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں تہبند باندھا ہوا تھا جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔''[3]

قمیص کے سبب تاخیر پر معذرت:

حضرت سیِّدُنا عبد العَزِیز بن اَبُو جَمِیلہ انصاری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نمازِ جُمعہ کے لیے تاخیر ہوگئی، جب آپ تشریف لائے تو لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اِنَّمَا حَبَسَنِي قَمِيصِي هَذَا لَمْ يَكُنْ لِي قَمِيصٌ غَيْرُهُ یعنی اس قمیص کی وجہ سے میں لیٹ ہوگیا کیونکہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی قمیص نہیں ہے۔''[4]

---

1 ......فیضانِ سنت، ج۱، ص۱۰۲۲۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ج۸، ص۱۴۷، حدیث: ۶۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۵۹۔

4 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۵۱۔

مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السادس والاربعون، ص۱۳۲۔

پرانی قمیص دوبارہ پہن لی:

حضرت سیِّدُنا عُروَہ بِن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (ملکِ شام کے سفر میں) ایلہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں مہاجرین وانصار اصحاب تھے۔آپ نے جو قمیص پہنی ہوئی تھی طویل سفر کے سبب پیچھے سے پھٹ گئی تھی، لہٰذا آپ نے وہاں کے حاکم کو اپنی قمیص دے دی تاکہ وہ اسے پیوند لگا دے۔حاکم نے پیوند لگا کے اسے دھلوا دیا اور ساتھ ہی اُس جیسی ایک نئی قمیص بھی بنوا کر آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کردی۔لیکن آپ نے نئی قمیص نہ لی بلکہ اپنی وہی پیوند والی پرانی قمیص لے کر پہن لی اور فرمایا: ''**ھٰذَا اَنْشَفُھُمَا لِلْعَرَقِ** یعنی میری یہ قمیص تمہاری قمیص کے مقابلے میں زیادہ پسینہ چوسنے والی ہے۔''[1]

عرب وعجم کے خلیفہ کا لباس:

مروی ہے کہ ایک بار پچاس کے قریب مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مسجد نبوی میں جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں کیا کیا جائے؟ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ہاتھ پر قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فتح کردی ہیں، مشرق ومغرب کو آپ کے لیے کھول دیا ہے نیز عرب وعجم کے وفود آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بارہ پیوند والا پرانا جُبّہ دیکھتے ہیں تو اچھا تاثر نہیں پڑتا۔لہٰذا امیر المؤمنین کی بارگاہ میں عرض کیا جائے کہ حضور آپ اس جُبّے کی جگہ کوئی اور لباس زیب تن فرمائیں جس سے آپ کی ہیبت میں اضافہ ہو، نیز صبح وشام آپ کے پاس عمدہ کھانوں کی بھی ترکیب ہو جسے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اصحاب کھایا کریں۔'' بہرحال آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جلال اور ہیبت کے سبب سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں اس عرض کو پیش کرنے کے لیے حضرت سیِّدُنا مولا علی مشکل کشا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیجا جائے کیونکہ وہ آپ کے سُسر ہیں۔لیکن جب مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صاف منع فرما دیا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔البتہ آپ لوگ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج مُطَہَّرات کی بارگاہ میں عرض کریں کیونکہ وہ اُمہات المؤمنین ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بات کرنے کی جُراءت

---

[1]......تاریخ طبری، ج۲، ص۴۸۹۔

رکھتی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ لوگ اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا اورحضرت سیِّدَتُنا حَفْصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران دونوں کی بارگاہ میں یہی عرض پیش کی۔ عموماً ایسا ہوتا تھا کہ ہر مسئلے میں ان دونوں کی رائے ایک ہی ہوتی تھی لیکن اس معاملے میں مختلف ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے فرمایا ''میں امیرالمؤمنین کی بارگاہ میں یہ عرض کردوں گی۔'' لیکن اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حَفْصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے فرمایا: ''میرا خیال ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں فرمائیں گے۔''

چنانچہ دونوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں کو قریب بٹھایا تو اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا یوں گویا ہوئیں: ''کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت دیں گے؟'' فرمایا: ''اے مومنوں کی ماں! کہیے جو بات کہنی ہے۔'' تو سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے عرض کیا: ''بے شک **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے رب کی جنت ورضوان کی طرف اس حال میں تشریف لے گئے کہ نہ آپ نے کبھی دنیا کی خواہش کی، نہ دنیا نے آپ کی۔ اسی طریقے پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیفہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زندگی گزاری۔ اب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر قیصر وکسریٰ کی حکومتیں اورخزانے کھول دیئے ہیں۔ مشرق ومغرب سے ان کے اموال آپ کے ہاں پہنچا دیئے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مزید فتوحات عطا فرمائے۔ اب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ حیثیت ہوگئی ہے کہ آپ کی بارگاہ میں عرب وعجم کے مختلف وفود کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ظاہری حالت یہ ہے کہ آپ کے بدن پر بارہ پیوند والا جبہ ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی جگہ کوئی اور کپڑا پہنیں جس سے آپ کا وقار بڑھے، صبح وشام کھانے کے طباق آیا کریں جس سے حاضرِ خدمت مہاجرین وانصار صحابہ تناول کریں تو کتنا اچھا ہو۔''

یہ سن کر امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ زار وقطار رونے لگے۔ پھر یوں گویا ہوئے: ''اے اُمّ المؤمنین! کیا آپ جانتی ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پندرہ یا پانچ یا تین دن مسلسل سیر ہوکر کھانا کھایا؟ یا کسی دن گھر میں صبح وشام دو وقت کا کھانا جمع کیا ہو؟'' عرض کیا: ''نہیں۔'' فرمایا میں آپ کو

قسم دیتا ہوں آپ بتائیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی زمین سے بالشت بھر اونچا کھانے کا میز لگوایا ہو؟ آپ تو زمین پر کھانے کا برتن رکھوا لیتے۔'' عرض کیا: ''جی ہاں! ایسا ہی تھا۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں اُمہات المؤمنین سے فرمایا: ''آپ دونوں اُمہات المؤمنین اور **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج ہیں، عام لوگوں پر آپ کا حق کم اور مجھ پر زیادہ ہے۔ مگر آپ دونوں مجھے دنیا کی رغبت دلانے آئی ہیں حالانکہ میرے علم میں ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیشہ صُوف کا جُبَّہ پہنا جس کی سختی سے آپ کا جسم نازنین بسا اوقات زخمی ہو گیا۔ کیا آپ دونوں کے علم میں بھی یہ بات ہے؟'' عرض کیا: ''جی ہاں! ہے۔'' فرمایا: ''کیا آپ جانتی ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے چوغے کو دوہرا کیے بغیر بچھا کر اس پر سو جاتے تھے؟ اے عائشہ! آپ کے گھر میں جو دن کو ایک چٹائی اور رات کو بستر بچھایا جاتا تھا جس میں سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم استراحت فرمایا کرتے وہ اتنا کُھردرا ہوتا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم اقدس پر اس کے نشانات بن جاتے تھے۔ اے حفصہ! تم ہی نے مجھے یہ بتایا تھا کہ ایک بار میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بستر دوہرا کر کے بچھا دیا جو آپ کو بڑا نرم محسوس ہوا اور جب آپ اس پر آرام فرما ہوئے تو حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اذان ہی سے بیدار ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے حفصہ! یہ تم نے کیا کیا؟ دوھرا بستر بچھا دیا؟ جس کے سبب مجھے صبح تک نیند نے لیے رکھا، میرا دنیا سے اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق؟ تم مجھے نرم بستروں میں مشغول رکھنا چاہتی ہو؟'' اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اے حفصہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیے تھے؟ اس کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس طرح زندگی گزاری کہ راتوں کو جاگتے، رکوع وسجود فرماتے، دن رات خشوع وخضوع کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے یہاں تک کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اپنی رحمت ورضوان کی طرف بلا لیا۔'' پھر فرمایا: ''عمر نے بھی نہ کبھی عمدہ کھانا کھایا ہے اور نہ نرم کپڑا پہنا ہے اور اپنے دونوں دوستوں کے طریقۂ حیات پر چلتے ہوئے نہ کبھی دو طرح کا سالن ایک ساتھ کھایا ہے، صرف پانی اور زیتون ایک ساتھ رکھے ہیں اور ایک ماہ میں ایک بار سے بڑھ کر کبھی گوشت نہیں کھایا۔''

بہر حال تمام لوگ باہر آ گئے، صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضْوَان کو بھی ان باتوں کا علم ہو گیا اور وصال تک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہی معمول رہا۔[1]

اچھا لباس پہنیں، لیکن۔۔۔!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طیّبہ کے اس مبارک گوشے میں نصیحتوں کے کئی مدنی پھول ہیں، اگرچہ اچھا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اچھی نیتوں کے ساتھ کثیر اجر وثواب کی امید ہے، لیکن ایسا لباس پہننے سے بچنا نہایت ضروری ہے جسے پہن کر غرور وتکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، جسے پہن کر دل میں اپنی عزت افزائی کی خواہش پیدا ہو کہ میرے لباس کو دیکھ کر لوگ میری عزت کریں۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''کھردرا اور تنگ لباس پہنا کرو تا کہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں کوئی جگہ نہ ملے۔''[2]

ادنیٰ لباس ایمان کی علامت:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''اَدنیٰ درجے کا لباس پہننا ایمان میں سے ہے۔''[3] (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضع کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا اور ادنیٰ لباس کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے۔)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''اس کا مطلب ہے کہ معمولی لباس، پھٹے پرانے کپڑے سے شرم وعار نہ ہونا کبھی پہن بھی لینا مومن مُتَّقِی کی علامت ہے، ہمیشہ اعلیٰ درجے کے لباس پہننے کا عادی بن جانا کہ معمولی لباس پہنتے شرم آئے یہ طریقہ مُتَکَبِّرِین کا ہے، یہاں ایمان سے مراد کمال ایمان ہے۔''[4]

فاروقِ اعظم کا سفید وجدید لباس:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سفید رنگ کا لباس دیکھا تو ارشاد فرمایا:

---

1. ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۹۳۔
2. ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، التواضع، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۴۹، حدیث: ۵۷۲۸۔
3. ......ابوداود، کتاب الترجل، باب النهي عن۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۱ ملتقطا۔
4. ......مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۰۹۔

''اے عمر! تم نے نئی قمیص پہنی ہے یا دُھلی ہوئی ؟'' انہوں نے عرض کیا: ''نئی۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشادفرمایا: ''کپڑے پہنوتو جدید(نئے) لے کراورزندہ رہوتوحمید(قابل تعریف)بن کراوروفات پاؤتوشہیدبن کر۔''(1)

شلوارناف کے اوپر باندھتے:

حضرت سیِّدُ نا حِزام بن ہِشام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والدفرماتے ہیں کہ ''میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کودیکھا کہ آپ شلوارناف کے اوپر باندھتے تھے۔''(2)

ٹخنوں سے نیچے شلوارکاٹ دی:

حضرت سیِّدُ ناخَرَشَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی شلوارٹخنوں سے نیچے بڑھی ہوئی تھی، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُسترا منگوایااوراس کی شلوارکواوپراٹھاکرجتنی ٹخنوں سے نیچے تھی اسے کاٹ دیا۔(3)

فاروقِ اعظم کاعمامہ شریف:

(1) حضرت سیِّدُ ناسائِب بن یَزِید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوعید کے دن دیکھا کہ آپ نے عمامہ باندھاہواتھااوراس کاشملہ اپنی پیٹھ کے پیچھے لٹکایاہواتھا۔''(4)

(2) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب ملک شام تشریف لے گئے تو آپ نے عمامہ شریف، ازاراورموزے پہنے ہوئے تھے۔(5)

(3) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**اَلْعَمَائِمُ تِیْجَانُ الْعَرَب** یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔''(6)

---

1 ...... صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابۃ۔۔۔الخ، ذکر دعاء المصطفی۔۔۔الخ، ج ۹، ص ۲۲، حدیث: ۶۸۵۸۔

2 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۵۲۔

3 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب اللباس والزینۃ، موضع الازار۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۲۹، حدیث: ۱۳۔

4 ...... شعب الایمان، باب فی الملابس، فصل فی العمائم، ج ۵، ص ۱۷۴، حدیث: ۶۲۵۵۔

5 ...... المنھاج فی شعب الایمان، الحادی والسبعون، باب فی الزھد، ج ۳، ص ۳۸۷۔

6 ...... البیان والتبیین، باب من کلام المحذوف، ج ۲، ص ۲۸۷۔

فاروقِ اعظم کی ٹوپی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عمامہ شریف کے علاوہ بعض اوقات فقط ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے۔ (1)

عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بذاتِہٖ بہت نفیس طبیعت کے مالک تھے، صاف ستھرا رہنا پسند فرماتے تھے لیکن ہر وقت عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کو ناپسند فرماتے تھے، اسی طرح روزانہ سرمہ لگانے اور عورتوں کی طرح چہرے کے بال بالکل صاف کرنے کو ناپسند فرماتے۔'' (2)

فاروقِ اعظم کی عاجزی

فاروقِ اعظم نے ایک شخص سے معافی مانگی:

حضرت سیِّدُ نا عامر شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: ''اِنِّیْ لَاَبْغَضُ فُلَانًا یعنی مجھے فلاں شخص سے نفرت ہے۔'' یہ بات کسی نے اس شخص کو بھی بتادی۔ اس کے بعد دوبارہ کئی لوگوں نے جب اس سے یہ بات ذکر کی تو وہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: ''حضور! یہ ارشاد فرمائیں کہ میں نے اسلام میں کوئی پھوٹ ڈالی ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' عرض کیا: ''کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' عرض کیا: ''میں نے کسی بدعت (سیئہ) کا ارتکاب کیا ہے؟'' فرمایا: نہیں۔'' عرض کیا: ''حضور! جب میں نے اِن تمام ناجائز کاموں میں سے کوئی نہیں کیا تو آپ مجھے کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ حالانکہ قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ

---

1. ...... ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الشهداء...الخ، ج ۳، ص ۲۴۱، حدیث: ۱۶۵۰ ملتقطا۔
2. ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب الثانی فی الاخلاق المذمومة، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۲۱، حدیث: ۸۸۰۲۔

اپنے سر لیا۔" یقیناً آپ کے اس قول سے مجھے تکلیف پہنچی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔" یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہ تو اس نے اسلام میں کوئی پھوٹ ڈالی اور نہ ہی کوئی دوسرا جرم کیا۔" پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص سے معافی مانگی اور اس وقت تک معافی مانگتے رہے جب تک اس نے معاف نہ کر دیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ میں فکر آخرت کا کیسا عظیم جذبہ کارفرما تھا کہ آپ اس شخص سے اس وقت تک معافی مانگتے رہے جب تک اس نے معاف نہ کر دیا، آج ہمارا حال یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں، اُن کے مال وغیرہ ہڑپ کر جاتے ہیں لیکن ہمارے کان پر جُوں تک نہیں رینگتی۔ پیارے اسلامی بھائیو! آخرت کا معاملہ نہایت دشوار ہے، حقوق العباد کے معاملے میں احتیاط فرمایئے، اگر کسی کا کوئی حق تلف کر دیا ہو تو اس سے دنیا میں ہی معاف کروا لیجئے کہ اسی میں آخرت کی بھلائی ہے۔ یقیناً اپنی غلطی پر کسی سے معافی مانگنا، معافی کو قبول کر لینا دونوں باعث عزت اور عقل مندی کے کام ہیں۔

سب سے زیادہ عقل مند:

حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قَیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: "**اَعْقَلُ النَّاسِ اَعْذَرُھُمْ لَھُمْ** یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہی ہے جو ان کے زیادہ عذر قبول کرنے والا ہے۔"[2]

نہ کوئی محافظ، نہ کوئی خادم:

ایران کے چند وفود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملنے کے لیے آئے۔ وہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے گھر آئے تو پتا چلا کہ آپ مسجد میں ہیں، مسجد میں آئے تو دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس طرح تشریف فرما ہیں کہ نہ تو آپ کے پاس کوئی محافظ (Guard) ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص۔ یہ عجیب وغریب

---

1 ...... درمنثور، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۸، ج ۶، ص ۶۵۸۔

2 ...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الباب الستون، ص ۱۸۵۔

منظر دیکھ کر وہ سب بیک زبان پکار اٹھے: ''ھٰذَا ھُوَ الْمَلِکُ وَاللّٰہِ لَا مَلِکُ کِسْرٰی یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! حقیقی بادشاہ تو یہ ہیں نہ کہ شاہِ کسریٰ۔''(1)

فاروقِ اعظم غلاموں کا ہاتھ بٹاتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر ہفتے مدینہ منورہ کے اطراف کے علاقہ میں جایا کرتے جہاں باغات اور کھیت وغیرہ ہوتے تھے۔ وہاں کام کرنے والے غلاموں میں اگر کوئی ایسا غلام ہوتا جسے وزن وغیرہ اٹھانے میں مشقت ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے کام میں مُعاونت فرمایا کرتے۔(2)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور چند معاشرتی اُمور

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! افراد سے مل کر معاشرہ بنتا ہے، اگر ہر فرد اپنی اصلاح کی کوشش میں لگ جائے تو پورا معاشرہ درست ہوسکتا ہے، فردِ واحد کی اصلاح میں ایک حاکم کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے، حاکم کی چھوٹی سی غلطی کسی بھی فرد کے ذہن کو مُنتشر کرنے کا باعث بن سکتی ہے، جس سے پورے معاشرے کے بگاڑ کا شدید اندیشہ ہے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ معاشرتی اُمور پر خصوصی توجہ دیتے تھے، ہر ہر فرد پر خصوصی توجہ دینا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ میں شامل تھا، لوگوں کے ساتھ انفرادی طور پر آپ کا رویہ کچھ ایسا تھا کہ ہر فرد یہی سمجھتا کہ شاید فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھ پر سب سے زیادہ نظر رکھتے ہیں، میرے معاملات میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، یقیناً ایک کامیاب حکمران کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اجتماعیت کے ساتھ ساتھ انفرادی طور پر رعایا کے احوال سے باخبر رہے، ان کی دلجوئی کے ساتھ ساتھ تمام مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اگرچہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پوری خلافت ہی ان تمام امور کی عکاسی کرتی ہے لیکن یہاں چند گوشے پیش خدمت ہیں۔

---

1 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والاربعون، ص ۱۴۶۔

2 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ والصحبۃ، الباب الثالث، ج ۷، ص ۳۰۳۔

حاکم رعایا کے مال کا امین ہے:

حضرت سیِّدُنا رَبیع بن زِیاد حارِثی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک وفد آیا اور آپ کے رہن سہن اور سخت کھانے کی شکایت کی۔ سیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کیا: ''لوگوں سے زیادہ آپ اس بات کے حق دار ہیں کہ نرم کھانا، عمدہ سواری اور آرام دہ لباس اختیار فرمائیں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھجور کی ایک شاخ لے کر ان کے سر پر ماری اور فرمایا: ''مجھے نہیں لگتا کہ تم نے یہ بات کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا طلب کی ہے بلکہ تم تو میرا قُرب چاہتے ہو اور میرے نزدیک اس میں تمہاری بربادی ہے، کیا تم جانتے ہو کہ میری اور ان تمام لوگوں کی مثال کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! آپ ہی بیان فرما دیجئے کہ وہ مثال کیا ہے؟'' فرمایا: ''یہ ایسے ہے جیسے چند لوگ سفر کر رہے ہوں، پھر تمام لوگ ایک شخص کو اپنے سارے اخراجات دے دیں اور اس سے کہیں کہ تم ہم پر خرچ کرو تو کیا وہ شخص اس میں سے اپنی ذات پر خرچ کر سکتا ہے؟'' عرض کیا: ''نہیں۔'' فرمایا: ''میری اور ان تمام لوگوں کی مثال بھی یہی ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم کا جذبۂ خیر خواہی:

حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عید گاہ کے بازار میں حضرت سیِّدُنا حاطِب بن اَبی بَلْتَعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قریب سے گزرے جو دو بڑے ٹوکروں میں کِشمِش بیچ رہے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے کِشمِش کی قیمت معلوم کی۔ انہوں نے ایک درہم کے بدلے دو مُدّ بتائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے طائف سے آنے والے ایک قافلے کی اطلاع ملی ہے جو کِشمِش لے کر آ رہے ہیں، وہ بھی آپ کی قیمت کا اعتبار کریں گے، یا تو آپ اپنی قیمت بڑھا دو یا پھر اپنی کِشمِش اپنے گھر لے جاؤ اور جیسے چاہے بیچو۔'' پھر جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ گھر تشریف لائے تو اپنے نفس کا مُحاسبہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا حاطِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر گئے اور ان سے فرمایا: ''میں نے آپ سے جو کہا تھا وہ نہ تو کوئی پُختہ بات تھی اور نہ ہی میرا کوئی فیصلہ تھا، بس وہ ایک مشورہ تھا جس سے میں نے دیگر لوگوں کے لیے بھلائی کا ارادہ کیا تھا، تمہاری

---

[1] ……طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۲۔

مرضی جہاں چاہو جیسے چاہو بیچو۔''[1]

مَردوں، عورتوں کے اِختِلاط کی مُمانَعَت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه مَردوں اور عورتوں کے اختلاط کو ناپسند فرماتے تھے کیونکہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نہایت ہی اعلیٰ فہم وفراست کے مالِک تھے اور جانتے تھے کہ مَردوں اور عورتوں کے اختلاط سے کئی فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ایک حوض پر تشریف لائے دیکھا کہ وہاں پر مَرد اور عورتیں سب وضو کررہے ہیں، آپ نے سب کو کوڑے لگائے اور پھر حوض کے مالک کو حکم دیا کہ مَردوں کے لیے علیحدہ اور عورتوں کے لیے علیحدہ حوض بنایا جائے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی مَردوں وعورتوں کا اختلاط جہاں کہیں ہو وہاں فتنوں کے پیدا ہونے کا شدید اندیشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حوض بنانے کا حکم دیا، آپ کے اس فرمان میں نصیحتوں کے بے شمار مدنی پھول ہیں، خصوصاً آج کے پرفتن دور میں جہاں ہر طرف عزتوں کے چور دندناتے پھرتے ہیں، اسلام میں عورتوں کے حقوق کی مکمل پاسداری کی گئی ہے، ہر ہر معاملے میں عورتوں کے حقوق کو بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح مردوں کے حقوق کو بیان کیا جاتا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے اس مبارک عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے جُدا گانہ حیثیت کی ترکیب بنائی جائے، اسی میں عافیت ہے۔

سفر کے مدنی پھول

تین مسافر ایک کو امیر بنالیں:

حضرت سیِّدُنا زَید بِن وَہْب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی تین لوگ سفر کریں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔''[3]

---

1. ......موطا امام مالک، کتاب البیوع، باب الحکرۃ۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۱۸۴، حدیث: ۱۳۸۹۔
   سنن کبری، کتاب البیوع، باب التسعیر، ج ۶، ص ۴۸، حدیث: ۱۱۱۴۶۔
2. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الطھارۃ، باب وضوء الرجال۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۵۸، حدیث: ۲۴۶۔
3. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکوۃ، باب احتلاب الماشیۃ، ج ۴، ص ۱۵۱، حدیث: ۶۹۹۰ ملتقطا۔

کوئی بھی رات کو تنہا سفر نہ کرے:

حضرت سیِّدُنا مکحول رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک ایسا شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے آدھے آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایک بار میں رات کو فلاں قبیلے کے قبرستان سے گزر رہا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے کو آگ کے کوڑے سے مار رہا ہے، وہ اس کے آگے آگے بھاگ رہا ہے جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچتا ہے دوبارہ اسے مارنا شروع کر دیتا ہے۔ بھاگتے بھاگتے وہ شخص میرے قریب آیا اور بولا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! میری مدد کر۔'' لیکن دوسرے شخص نے میری طرف دیکھ کر کہا: ''اس کی ہرگز مدد نہ کرنا کیونکہ یہ بہت بُرا انسان ہے۔'' یہ سن کر امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اسی وجہ سے حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی بھی رات کو اکیلا سفر کرے۔''(1)

کسی دن سفر کرنے کی ممانعت نہیں:

حضرت سیِّدُنا قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جو سفر کرنے کی تیاری میں تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہا تھا کہ: ''اگر آج جمعے کا دن نہ ہوتا میں ضرور سفر پر روانہ ہو جاتا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''تم سفر پر روانہ ہو جاؤ، جمعہ تمہیں نہیں روکتا۔''(2)

جھوٹ کے متعلق فرامین فاروق اعظم

چار فرامینِ فاروقِ اعظم:

(1)...... ''مؤمن کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔''(3)

1 ...... کنز العمال، کتاب السفر، آداب متفرقۃ، الجزء: ۶، ج ۳، ص ۳۰۸، حدیث: ۱۷۵۹۵۔

2 ...... مسند امام شافعی، ومن کتاب الامالی۔۔۔الخ، ص ۴۶۔

3 ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، آثار وحکایات۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۳۰، حدیث: ۴۸۸۷۔

(2)...... ''کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔''[1]

(3)...... ''کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے۔''[2]

(4)...... ''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔''[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جھوٹ سے متعلق مذکورہ بالا فرامین میں عبرت کے کیسے مدنی پھول ہیں، واقعی اپنے آپ کو ہمیشہ جھوٹ سے بچانا چاہیے مگر صد افسوس! آج ہماری اکثریت جھوٹ بولنے کو کمال اور ترقی کی علامت جبکہ سچ کو بے وقوفی اور ترقی کی راہ میں رُکاوٹ تَصَوُّر کرتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو مذموم مقاصد کے لیے جھوٹی قسمیں اُٹھانے سے بھی دَرِیغ نہیں کیا جاتا۔ یاد رکھیے! جھوٹ بولنے والا دنیا میں چاہے کتنی ہی کامیابیاں اور کامرانیاں سمیٹ لے، مگر آخرت میں ناکامیاں اور رُسوائیاں اس کا استقبال کریں گی، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی زبان کو ہمیشہ جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھیں۔

میں جھوٹ نہ بولوں کبھی گالی نہ نکالوں
اللہ مرض سے تو گناہوں کے شفا دے

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تعریف کے متعلق فرامین

تعریف کرنے کی مَذَمَّت:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''تعریف سَراسَر ہلاکت ہے۔''[4]

منہ پر تعریف کرنا ہلاکت ہے:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، من کرہ للرجل۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۱۲۵، حدیث: ۲۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، ماجاء فی الکذب، ج ۶، ص ۱۲۴، حدیث: ۸۔

3 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۱۹، ص ۱۶۸ ملتقطا۔

4 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، فی الرجل یمدح۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۲۰۶، حدیث: ۵۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تعریف کی تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''**اَتُھْلِکُنِیْ وَ تُھْلِکُ نَفْسَکَ** یعنی کیا تو مجھے اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حوصلہ افزائی کرنا اچھی بات ہے لیکن کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا بھی اسے آزمائش میں مبتلا کرسکتا ہے، لہٰذا اس میں بہت ہی احتیاط کی حاجت ہے، کسی کی دل آزاری بھی نہ کی جائے کہ یہ سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

فاروقِ اعظم اور بیٹھنے کے مدنی پھول

زیادہ دیر دھوپ میں نہ بیٹھو:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ زیادہ دیر دھوپ میں بیٹھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''زیادہ دیر تک دھوپ میں نہ بیٹھو کیونکہ دھوپ رنگ کو تبدیل کر دیتی ہے، جلد کو سکیڑ دیتی ہے، کپڑوں کو پُرانا کر دیتی ہے اور دَبی ہوئی بیماری کو اُبھار دیتی ہے۔''(2)

فاروقِ اعظم کے بیٹھنے کا انداز:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چار زانو بیٹھ سے اس طرح ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے کہ ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ لیا کرتے تھے۔''(3)

عشاء کے بعد لوگوں سے عُمُومی گفتگو:

حضرت سیِّدُنا خَرَشَہ بِن حُر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کے ساتھ عموماً عشاء کے بعد گفتگو کیا کرتے تھے۔''(4)

---

(1) ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والاربعون، ص۱۴۶۔

(2) ......کنز العمال، کتاب الصحبۃ، حق المجالس۔۔۔الخ، الجزء: ۹، ج۵، ص۷۹، حدیث: ۲۵۷۴۸۔

(3) ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۲۳۔

(4) ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، من کرہ۔۔۔الخ، ج۲، ص۱۸۰، حدیث: ۴۔

عشاء کے بعد غلطیوں کی اِصلاح:

حضرت سیِّدُنا سَلْمان بِن رَبِیْعَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نمازِ عشاء کے بعد ہماری غلطیوں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔''(1)

گھر میں بچوں کی طرح رہو:

حضرت سیِّدُنا اِبراہیم تَیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ ''مَرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں میں ایک بچے کی طرح رہے اور جب اس سے مردانگی طلب کی جائے تو مَرد بنے۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک فرمان میں ایسے لوگوں کے لیے نصیحتوں کے بے شمار مدنی پھول ہیں جو اپنے گھر والوں پر بلا وجہ سختی کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ گھر والوں پر بلا وجہ سختی بھی مختلف بُرائیوں خصوصاً گھریلو ناچاقیوں کے پیدا ہونے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ کئی ہنستے کھیلتے خاندان چھوٹی سے معمولی غلطی کے سبب تباہ و برباد ہوجاتے ہیں لہٰذا نہ تو بلا وجہ سختی کی جائے اور نہ ہی انہیں کُھلی چھوٹ دی جائے بلکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اُن کی تربیت کی جائے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

کسی کے نماز روزے کو نہ دیکھو:

حضرت سیِّدُنا عبدُ الرحمٰن بِن دُلاف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''کسی کی نماز اور روزے نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے، جب اسے امانت دی جائے خیانت تو نہیں کرتا، کیا دنیا کے مقابلے میں تقویٰ اختیار کرتا ہے؟''(3)

سب سے افضل کون۔۔۔؟

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن سُلَیْمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، کان یکرہ۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۱۸۰، حدیث: ۳۔

2 ......المجالسۃ وجواہر العلم، ج ۲، ص ۴۰۴، الرقم: ۱۰۳۸۔

3 ......شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، آثار وحکایات۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۳۰، حدیث: ۴۸۸۸۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''سب سے افضل کون ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''نمازی۔'' فرمایا: ''نمازی تو نیک اور گنہگار دونوں ہوتے ہیں۔'' عرض کی: ''روزے دار۔'' فرمایا: ''روزے دار بھی نیک اور گنہگار دونوں ہوتے ہیں۔'' انہوں نے عرض کیا: ''مجاہدین۔'' فرمایا: ''مجاہدین بھی نیک اور گنہگار دونوں ہوتے ہیں۔'' پھر خود ہی ارشاد فرمایا: ''مُتَّقِی و پرہیز گار کیونکہ تقویٰ و پرہیز گاری اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی تکمیل کرتے ہیں۔''(1)

حَمَّام میں داخلے کی ناپسندیدگی:

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے حَمّام میں داخل ہونے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حَمّام میں جانا ناپسند فرماتے تھے۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پہلے زمانے میں نہانے کے لیے ایسی بڑی بڑی جگہیں ہوتی تھیں جہاں کئی لوگ بیک وقت نہاتے تھے ایسی جگہوں کو ''حَمّام'' کہتے تھے۔ غالباً ایسی جگہوں پر بے پردگی کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ یقیناً اپنا سِتر کسی غیر کے سامنے ظاہر کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے لہٰذا نہروں، دریاؤں یا ساحلِ سمندر پر نہانے والوں کو بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

فاروقِ اعظم اور چند مُعاشرتی بُرائیاں:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''تین طرح کے لوگ سب سے بدتر ہیں: (۱) والدین کو حقیر جاننے والا (۲) میاں بیوی کے درمیان فساد پیدا کر کے ان کے مابین جدائی ڈلوانے والا (۳) لوگوں کے درمیان جھوٹ بول کر دَنگے فساد کرانے اور بُغض وعِناد پھیلانے والا۔''(3)

---

(1)……مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والخمسون، ص ۱۷۴۔

(2)……اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۸۹، حدیث: ۷۳۳۔

(3)……اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الادب، باب الترھیب من النمیمۃ، ج ۷، ص ۴۲۶، حدیث: ۷۲۱۲۔

سفر کرو صحت یاب ہو جاؤ گے:

حضرت سیِّدُنا اِبنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''سفر کرو صحت یاب ہو جاؤ گے۔''(1)

دھوپ کے پانی سے نہ نہاؤ:

حضرت سیِّدُنا حَبَّان بِن مُنْقِذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''دھوپ کے پانی سے نہ نہاؤ کیونکہ یہ بَرَص کو پیدا کرتا ہے۔''(2)

فاروقِ اعظم اور قیلولہ

(1)......حضرت سیِّدُنا سائب بِن یزید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دوپہر یا اس سے تھوڑی دیر پہلے ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ''اٹھو اور قیلولہ کرلو اور جو رہ جائے گا وہ شیطان کے لیے ہوگا۔''(3)

(2)......حضرت سیِّدُنا شُوَیس عَدوِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''ہم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھتے اور گھر آکر قیلولہ کرتے۔''(4)

(3)......حضرت سیِّدُنا مُجاہِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ خبر ملی کہ ایک عامل قیلولہ نہیں کرتا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک مکتوب لکھا کہ: ''قیلولہ کیا کرو کیونکہ مجھے پتا چلا ہے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔''(5)

1......مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب صلاۃ الجمعۃ فی السفر، ج۵، ص۱۱۷، حدیث:۹۳۳۲۔

2......دارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب الماء المسخن، ج۱، ص۵۴، حدیث:۸۵۔

3......شعب الایمان، باب فی تعدید۔۔۔الخ، فصل فی النوم۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۸۲، حدیث:۴۷۴۰۔

4......طبقات کبری، شویس بن جباش، ج۷، ص۹۱۔

5......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، ما ذکر۔۔۔الخ، ج۶، ص۲۶۲، حدیث:۱۔

فاروقِ اعظم اور انگوٹھی

(1)......حضرت سیِّدُ نا محمد بن مُتَوَکِّل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی: ''**کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ** یعنی اے عمر! وعظ ونصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔''[1]

(2)......حضرت سیِّدُ نا جعفر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''[2]

(3)......حضرت سیِّدُ نا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ نے اس سے فرمایا: ''اس انگوٹھی کو اتار دو۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور! میری یہ انگوٹھی سونے کی نہیں بلکہ لوہے کی ہے۔'' فرمایا: ''پھر تو اُس سے بھی زیادہ بدبودار ہے۔'' بعض روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''جو انگوٹھی بنوانا چاہے تو چاندی کی بنوائے۔''[3]

تین خوبیاں، تین برائیاں:

حضرت سیِّدُ نا مُجاہِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری ذات میں اپنی بھائی سے محبت کے تین اَوصاف ہونے چاہیے: (۱) اس سے ملاقات کے وقت سلام کرنا۔ (۲) اپنی مجلس میں اس کے لیے کشادگی کرنا۔ (۳) اور اُسے اُس کے پسندیدہ ناموں سے پکارنا۔
اور تین ہی چیزیں ناپسندیدہ ہیں: (۱) لوگوں پر اُن معاملات میں ناراضگی کا اظہار کرنا کہ جن میں تم خود مبتلا ہو۔ (۲) لوگوں کے اُن عیوب کو ظاہر کرنا جن کو تم اپنے لیے مخفی رکھنا چاہتے ہو۔ (۳) اور بے مقصد باتوں سے اپنے دوست کو تکلیف پہنچانا۔''[4]

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۶۰۔
2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۵۲۔
3 ......طبقات کبری، ابوموسی الاشعری، ج ۴، ص ۸۶۔
4 ......شعب الایمان، باب فی مقاربۃ...الخ، ج ۶، ص ۴۳۱، حدیث: ۸۷۷۶۔

مُعاشرتی بُرائیاں اوران کے نتائج:

حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الرَّجْفَ مِنْ کَثْرَۃِ الزِّنَا وَاِنَّ قُحُوْطَ الْمَطَرِ مِنْ قُضَاۃِ السُّوْءِ وَاَئِمَّۃِ الْجَوْرِ یعنی بے شک زلزلے زنا کی کثرت سے آتے ہیں اور قحط سالی بدکردار قاضی وظالم حکمرانوں سے آتی ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم اور خواہشاتِ نفس

خواہشِ نفس کی مخالفت:

حضرت سیِّدُنا ثابِت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مشروب کی خواہش ہوئی تو آپ کی خدمت میں شہد والا پانی پیش کیا گیا۔ آپ اسے ہاتھ میں لے کر ہلاتے رہے اور فرمانے لگے: ''میں اسے تب پیوں گا جب اس کی مٹھاس ختم ہوجائے گی اور کڑواہٹ باقی رہ جائے گی۔'' پھر آپ نے وہ مشروب کسی اور شخص کو دے دیا جس نے اسے پی لیا۔[2]

خواہشاتِ نفس میں تاخیر:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''نفس کا سب سے بڑا شر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کی خواہش کرے تو تُو فوراً وہ کھالے۔''[3]

نفس کی مخالفت اوراس کے عُیُوب کا بیان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی نفس کے جری اور بے باک ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی چیز کی خواہش کرے اور ہم اسے فوراً وہ چیز مہیا کردیں۔ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی ان کا نفس کسی چیز کی خواہش کرتا تو اسے کبھی بھی وہ چیز فوراً نہ دیتے بلکہ اس سے خوب صبر کرواتے۔ یقیناً نفس کی مخالفت

---

1 ...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الستون، ص ۱۹۱۔

2 ...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والاربعون، ص ۱۳۸۔

3 ...... تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، پ ۱۹، الفرقان، ج ۵، ص ۲۵۴، تحت الآیۃ: ۶۲۔

عبادت کی اصل ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: ''نفس کو مخالفت کی تلواروں سے ذبح کرنا حقیقی اسلام ہے۔''(1)

نفس کی بیماری اور اس کا علاج:

سیِّدُنا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں کہ میں ایک رات بیدار ہوا اور اپنا وظیفہ پڑھنے کے لیے اٹھا تو مجھے وہ مٹھاس اور لذت حاصل نہ ہوئی جو میں اپنے رب سے مناجات میں حاصل کرتا تھا، میں حیران ہوگیا، جب میں نے سونے کا ارادہ کیا تو سو نہ سکا، بیٹھ گیا لیکن بیٹھ نہ سکا، میں نے دروازہ کھولا اور باہر آ گیا اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے چوغے میں لپٹا ہوا راستے میں پڑا ہے، میں اس کے پاس گیا جیسے ہی اس نے میری آمد محسوس کی تو اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا: ''اے ابوالقاسم! تم نے اتنی دیر لگا دی۔'' میں نے کہا: ''میرے آقا! ہمارے درمیان کوئی وعدہ نہ تھا۔'' کہنے لگا: ''کیوں نہیں، میں نے دلوں کو حرکت دینے والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی تھی کہ وہ آپ کے دل کو حرکت دے۔'' میں نے کہا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسا کر دیا، آپ کیا چاہتے ہیں؟'' اس نے کہا: ''نفس کی بیماری کب اس کی دوا بن جاتی ہے؟'' میں نے کہا: ''جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرے تو اس کی بیماری اسی کی دوا بن جاتی ہے۔'' یہ سن کر اس شخص نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا: ''سنا تم نے میں نے یہی بات تم سے سات بار کہی تھی لیکن تم اس بات پر مُصِر تھے کہ یہ بات تم نے جُنید بغدادی کے علاوہ کسی سے نہیں سُنی لو اب تمہاری تسلی ہو گئی۔'' سیِّدُنا جُنید بغدادی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا۔(2)

چالیس سال سے گاجر نہ کھائی:

حضرت سیِّدُنا سرِی سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''میرا نفس مجھ سے تیس یا چالیس سال سے اس بات کی خواہش کر رہا ہے کہ میں ایک گاجر شہد میں ڈبو کر کھاؤں لیکن میں نے ابھی تک اس کی بات نہیں مانی۔'' ایک شخص کو ہوا میں بیٹھا ہوا دیکھا گیا تو اس سے پوچھا کہ ''تمہیں یہ مقام کیسے ملا؟'' اس نے کہا: ''میں نے خواہشات نفس کو چھوڑ دیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میرے لیے ہوا کو مُسَخَّر کر دیا۔'' بُزُرگانِ دین فرماتے ہیں: ''اگر مؤمن کے سامنے ایک ہزار خواہشیں

---

1 ......رسالہ قشیریہ، باب مخالفۃ النفس وذکر عیوبھا، ص ۱۸۸۔

2 ......رسالہ قشیریہ، باب مخالفۃ النفس وذکر عیوبھا، ص ۱۸۹۔

بھی آئیں تو وہ خوف کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیتا ہے اور اگر فاسق و فاجر کے سامنے ایک خواہش بھی آئے تو وہ اس کے دل سے خوف کو نکال دیتی ہے۔'' یہ بھی کہا گیا کہ: ''اپنی لگام خواہشات کے ہاتھ میں نہ دو کہ یہ تمہیں تاریکی کی طرف لے جائیں گی۔''(1)

مُخالفتِ نَفس کے متعلق مختلف اقوال:

(1)......حضرت سیِّدُنا ابُوسُلیمان دارانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے رات کے وقت کوئی اچھا کام کیا اسے اس کے دن میں کفایت کی جاتی ہے۔ (یعنی دن میں رات والے اچھے کام کے سبب برائی سے بچ جاتا ہے۔) اور جس نے دن کے وقت کوئی اچھا کام کیا اسے رات کے وقت کفایت حاصل ہو جاتی ہے اور جو شخص اپنی خواہش نفس کو (ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر) چھوڑنے میں سچا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے عذابِ نار سے محفوظ فرمائے گا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ ایسے دل کو سزا میں مبتلا فرمائے جس نے اُس کی خاطر اپنی خواہش کو ترک کیا ہو۔''

(2)......ایک شخص کو ہوا میں بیٹھا ہوا دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ مقام کیسے ملا؟ اس نے کہا: ''**تَرَکْتُ الْھَوٰی فَسُخِّرَلِیَ الْھَوَاءُ** یعنی میں نے خواہش نفس کو چھوڑ دیا تو ہوا کو میرے لیے مسخر کر دیا گیا۔''

(3)......کہا گیا ہے کہ اگر مومن کے سامنے ایک ہزار خواہشیں بھی آئیں تو وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اُن کو چھوڑ دیتا ہے جبکہ فاجر کے سامنے ایک خواہش بھی آئے تو وہ خواہش اُس کے دل سے خوفِ خدا کو نکال دیتی ہے۔(2)

یَا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی نفس کی شرارتوں سے محفوظ فرما، بے جا خواہشات سے محفوظ فرما، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبہ پر عمل کرتے ہوئے دنیا و آخرت دونوں کی بے شمار بھلائیاں عطا فرما۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1)......رسالہ قشیریہ، باب مخالفۃ النفس وذکر عیوبھا، ص ۱۹۰۔ ۱۹۱۔

(2)......رسالہ قشیریہ، باب مخالفۃ النفس وذکر عیوبھا، ص ۱۹۱۔

فاروقِ اعظم اور حقوق العباد

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف فرامین مبارکہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف اِصلاحی مدنی پھولوں سے معطر مدنی گلدستے
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خطبات کا بیان
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف سیاسی، اِصلاحی وعلمی خطبات
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکتوبات کا بیان
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف لوگوں کو لکھے گئے سیاسی، اصلاحی وعلمی مکتوبات
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وصیتوں کا بیان
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وقت وصال اور دیگر اوقات میں کی گئی وصیتیں
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول مختلف دعائیں

فاروقِ اعظم اور حقوق العباد

حقوق العباد سے خلاصی نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر مسلمان پر بالغ ہوتے ہی **حقوق اللہ** وکئی حقوق العباد لازم ہوجاتے ہیں۔اگر بالفرض **حقوق اللہ** میں کوتاہی ہوجائے تو اس کی تلافی کی صورت توبہ ہے، سچی توبہ کرنے سے اس کا اِزالہ ہوسکتا ہے، لیکن حقوق العباد میں کوتاہی ہوجائے تو اس کا اِزالہ فقط توبہ سے نہیں ہوسکتا بلکہ جس شخص کا حق تلف کیا اُس سے معاف کروانا بھی ضروری ہے، بصورتِ دیگر قیامت میں سخت پریشانی کا سامنا ہوگا۔جس شخص کا جتنے لوگوں سے میل جول ہے اُس کا تعلق اُتنا ہی حقوق العباد سے جڑا ہوا ہے، گھر کے سربراہ کا تعلق اپنے بیوی بچوں سے ہے تو اُن کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اگر پورے خاندان کا سربراہ ہے تو اُس کا تعلق خاندان کے تمام لوگوں کے حقوق سے ہے، اِسی طرح صوبائی ذمہ دار، ملکی ذمہ دار اور چند ممالک کا ذمہ دار۔الغرض جس شخص کے تحت جتنے لوگ ہیں وہ اُن کے حقوق کا جوابدہ ہے۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدنی سوچ تو اِس سے بھی ماوراء تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف انسانوں بلکہ سلطنت کے جانوروں اور دیگر چیزوں کے بارے میں بھی حقوق کی ادائیگی کا ذہن رکھتے تھے، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''**لَو مَاتَ جِدْیٌ بِطَفِّ الْفُرَاتِ خَشِیْتُ اَنْ یُّحَاسِبَ بِهِ اللّٰهُ عُمَرَ** یعنی اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا ایک چھوٹا بچہ بھی (بھوک سے) مرگیا تو مجھے خوف ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمر سے اُس کا بھی حساب لے گا۔''(1)

یقیناً جو شخص **حقوق اللہ** وحقوق العباد دونوں کی اِخلاص کے ساتھ ادائیگی کرتا ہے دنیا وآخرت میں سُرخُرو ہوتا ہے، مگر افسوس کہ آج کل **حقوق اللہ** اور حقوق العباد دونوں ہی سے غفلت برتی جارہی ہے۔جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن وسکون اُڑ چکا ہے، بدامنی و بے چینی عام ہے۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی ریاست میں حقوق العباد کے معاملے میں اِنتہائی احتیاط سے کام لیا، **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** آپ کے دور میں معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ بن گیا۔حقوق العباد کے معاملے میں آپ کی عظیم کوششوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

---

(1)...... صفۃ الصفوۃ، ذکر خوفہ من اللہ...الخ، ج۱، ص۱۴۸۔

حقوق العباد پر تفصیلی حدیث مبارکہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی منصب خلافت سنبھالا تو آپ کو معلوم ہوا کہ لوگوں کے اَذہان میں آپ کی طبیعت کی سختی گردش کر رہی ہے، چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اس میں ارشاد فرمایا: ''سب لوگ غور سے سنو! میری سختی صرف اور صرف ظالموں اور فسادیوں کے لیے ہے، امن پسند، مُتَّبِعِینِ شریعت اور اصحابِ فضل کے لیے میں اتنا نرم ہوں کہ وہ خود آپس میں بھی اتنے نرم نہ ہوں گے۔ میں جس ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھ لوں اسے ہر گز نہیں چھوڑتا، میں اس کا ایک رخسار زمین پر رکھ کر دوسرے کو پاؤں تلے دبا دیتا ہوں اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک وہ اپنے ظلم سے توبہ نہ کرلے۔ اے لوگو! تمہارے فائدے کے لیے چند اُمور مجھ پر لازم ہیں جنہیں مجھ سے حاصل کرنا تمہارا حق ہے: (۱) مجھ پر لازم ہے کہ میں خراج میں سے کچھ نہ چھپاؤں اور اسے صحیح مقام پر خرچ کروں۔ (۲) میں تمہارے وظائف بغیر کمی بیشی ادا کرتا رہوں۔ (۳) تمہیں نقصان دہ معاملات میں نہ الجھاؤں۔ (۴) اور اگر تم جنگوں میں جانا پسند کرو تو تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آؤں کہ انہیں اس بات کا ذرہ بھر احساس نہ ہو کہ تم ان کے پاس نہیں ہو۔''(1)

اس بیان کے بعد لوگوں کو اطمینان ہو گیا اور اس خطبے میں موجود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس بات کی گواہی دی کہ جیسا سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا تھا ویسا ہی کیا اور وصال ظاہری تک آپ نے نہ تو **حقوق اللّٰہ** تلف کیے اور نہ ہی حقوق العباد۔ حضرت سیِّدُ نا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُ نا ابوسَلَمہ بن عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مَنصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن ہونے کے بعد جو جو ہم سے وعدے کیے تھے وہ سارے کے سارے کما حقہ پورے کر دکھائے۔'' پھر حضرت سیِّدُ نا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُ نا ابوسَلَمہ بن عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حقوق العباد سے متعلق مختلف اُمور کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا۔ ہم ان کو مختلف عنوانات کے تحت مفہوماً ذکر کرتے ہیں تاکہ حقوق العباد کے معاملے میں آپ کی کوششیں واضح ہو جائیں۔ چنانچہ،

(1)......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۶۶، ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۱۵۔

(1) فاروقِ اعظم کا مثالی رویہ:

مَنصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن ہونے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رعایا پر چاہے وہ مسلمان ہوں یا ذمی کفار کبھی بھی بلاوجہ نرمی یا سختی نہ فرمائی۔ بلکہ جہاں نرمی کی حاجت تھی وہاں نرمی کی اور جہاں سختی کی ضرورت تھی وہاں سختی فرمائی، یقیناً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عمل حقوق العباد کے معاملے میں مشعلِ راہ ہے۔

(2) مجاہدین کے اہل وعیال سے سلوک:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ پر گئے ہوئے مجاہدین کے اہل وعیال کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے، ان کی تمام ضروریات کو پورا کرتے، اور انہیں اس بات کا احساس ہی نہ ہونے دیتے کہ ان کے گھر کا سربراہ جنگ کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا ہے، آپ نے اُن سے ایسا محبت بھرا سلوک کیا کہ گویا آپ ان کے لیے ''**اَبُو الْعَیَال**'' یعنی خاندان کے سربراہ ہیں۔

(3) مجاہدین کے گھروں پر جاکر خبر گیری:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جنگ پر گئے ہوئے مجاہدین کے گھروں پر جاکر پوچھتے کہ تمہیں کسی نے تکلیف تو نہیں دی؟ کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنا یہ فَرضِ مَنْصَبی سمجھتے تھے کہ مجاہدین کے جنگوں پر جانے کے بعد ان کے گھر والوں کو ہر طرح کی تکالیف اور پریشانی سے بچائیں۔

(4) مجاہدین کے اہل وعیال کے لیے خریداری:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ جنگ پر گئے ہوئے مجاہدین کے اہل وعیال کو اگر کسی چیز کی حاجت ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے استفسار فرماتے کہ میں تمہیں بازار سے کچھ خرید کر لادوں؟ کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ تمہیں خرید وفروخت میں دھوکہ دیا جائے۔

(5) لونڈیوں اور غلاموں کا ہجوم لگ جاتا:

مجاہدین کے اہل وعیال اپنی ضرورتوں کے لیے اپنے غلام یا لونڈیاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ بھیج دیتے، جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بازار میں آتے تو لونڈیوں اور غلاموں کی ایک فوج آپ کے پیچھے ہوتی تھی، آپ سامان خرید

کران غلاموں اور لونڈیوں کے حوالے کر دیتے۔

(6) خود گھر پر سودا سلف پہنچاتے:

اگر کسی مجاہد کے اہل وعیال کے پاس کوئی خادم یا لونڈی وغیرہ نہ ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود سودا سلف بازار سے لاکران کے گھر پہنچاتے۔

(7) مجاہدین کے مکتوب گھروں پر پہنچاتے:

جب جنگی مجاہدین کے مکتوب آتے جس میں وہ اپنی خیر خیریت وغیرہ لکھ کر بھیجتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ان کے گھر وہ مکتوب لے کر پہنچ جاتے اور ان کے گھر والوں کو دیتے۔

(8) مکتوب خود پڑھ کر سناتے:

پھر اگر ان مجاہدین کے گھر میں کوئی ایسا ہوتا کہ جو مکتوب غیرہ پڑھ لے تو ٹھیک ورنہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے: ''اے مجاہدین کے گھر والیو! تمہارے شوہر راہِ خدا میں ہیں اور تم شہر رسولِ خدا میں ہو، تمہارے ہاں کوئی خط پڑھنے والا ہے تو بہتر نہیں تو دروازے کے قریب آ جاؤ میں باہر سے پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔''

(9) جوابی مکتوب کے لیے بھی آتے:

مکتوب دینے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جوابی مکتوب لینے کے لیے بھی آتے اور ارشاد فرماتے: ''فلاں دن ڈاک یہاں سے روانہ ہوگی، تم جوابات لکھ کر ہمیں پہنچا دو ہم متعلقہ مجاہد تک بخیریت پہنچا دیں گے۔''

(10) جوابی مکتوب خود لکھ دیتے:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صفحات اور قلم و دوات لیے گھر گھر تشریف لے جاتے، کسی نے خط لکھ کر رکھا ہوتا تو وہ حاصل کر لیتے، اگر کسی مجاہد کے گھر میں کوئی ایسا فرد نہ ہوتا جو جوابی مکتوب لکھ سکتا تو فرماتے: ''دروازہ کے پاس آ جاؤ اور اندر ہی سے اِملا کروا دو میں لکھ دیتا ہوں۔''

(11) دورانِ سفر رخصتی کا اِعلان فرماتے:

یونہی اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سفر پر تشریف لے جاتے تو جگہ جگہ پڑاؤ کرنے کے بعد فرماتے: ''کوچ کرو۔'' کہنے

والا کہتا: ''یہ دیکھو امیر المؤمنین نے کوچ کا حکم دے دیا ہے، اٹھو تیاری کرو اور نکل کھڑے ہو۔'' آپ دوبارہ ندا کرتے تو لوگ کہتے: ''وہ دیکھو امیر المؤمنین دوبارہ صدا لگا رہے ہیں۔'' جب لوگ تیار ہو جاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے اور روانہ ہو جاتے۔

(12) ستو اور کھجور کی دعوت عام فرماتے:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اونٹ پر دو بوریاں ہوتی تھیں ایک میں ستو دوسری میں کھجوریں، سواری پر آپ کے آگے پانی کا ایک مشکیزہ اور پیچھے ایک بڑا پیالہ دھرا ہوتا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جہاں اُترتے پیالے میں ستو ڈال کر اس میں پانی ملا لیتے اور چٹائی بچھا کر اس پر تشریف فرما ہو جاتے۔ جو شخص کوئی معاملہ سلجھانے کے لیے آپ کے پاس آتا یا پانی کی طلب یا کوئی اور حاجت لے کر آتا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے ستو اور کھجور کی دعوت دیتے۔

(13) قافلے والوں کی اشیاء کی حفاظت فرماتے:

عموماً ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بڑا قافلہ کسی جگہ پڑاؤ ڈالے تو وہاں سے کوچ کے وقت کسی کا کچھ سامان وغیرہ پیچھے رہ جائے۔ اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ سب سے آخر میں نکلتے اور جب لوگ پڑاؤ والی جگہ چھوڑ کر آگے نکلتے تو آپ وہاں آکر دیکھتے، اگر کسی کی کوئی چیز دیکھتے تو اُسے اٹھا لیتے اور بعد میں اُسے دے دیتے۔

(14) قافلے والوں کی خیر خواہی:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قافلے والوں اور ان کے سامان وغیرہ کی بھی خیر خواہی فرماتے رہتے تھے، اگر کسی کو چلنے میں کوئی پریشانی ہوتی یا سواری کو تکلیف پہنچی ہوتی تو اسے دوسری سواری حاصل کرنے کے لیے کرایا مہیا کرتے اور لوگوں کے پیچھے پیچھے سفر کیا کرتے تھے۔

(15) گری پڑی اشیاء کو اٹھا لیتے:

اگر کسی کا سامان گر جاتا یا کسی کو چلنے میں تکلیف ہوتی تو اس کی دستگیری فرماتے، رات بھر چلنے میں جس کسی کا کچھ سامان گم ہو جاتا تو وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حاصل کر لیتا تھا وہ اس طرح کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہوتی تو وہ آپ کے پاس آکر بیان کر دیتا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لکڑی کا ایک اسٹینڈ بنوایا ہوا تھا جس پر لوگوں کی گری پڑی چیزیں لٹکا

دیتے، اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اسٹینڈ پر اس کی چیز مل جاتی تو اپنے خیمہ کے اندر سے وہ لے آتے اور اسے دے دیتے لیکن ساتھ ہی تنبیہاً ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے اور فرماتے: ''کیا کسی کا وہ برتن بھی گم ہوجاتا ہے جس کے ساتھ اس نے پانی پینا اور وضوء کرنا ہوتا ہے؟ کیا میں ساری رات تمہاری چیزوں کی نگرانی کیا کروں اور نیند سے اپنی آنکھیں دُور رکھا کروں؟'' پھر وہ چیز اس کے مالک کو لوٹا دیتے۔ (1)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طیّبہ، خصوصاً حقوق العباد کے حوالے سے بہترین رہنمائی کرتی ہے اس حدیث مبارکہ میں ہمارے لیے علم وحکمت کے کتنے مدنی پھول مہک رہے ہیں۔ واقعی ہم اپنی ذات پر غور کریں کہ کیا آج ہمارا رویہ ہمارے ماتحت اسلامی بھائیوں کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ تھا؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تو ان کے گھر والوں کو اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ گھر سے دُور ہیں، ان کی تمام ضروریات پوری کردیا کرتے تھے، مگر افسوس! آج ہمارے ماتحت اسلامی بھائی اگر غیر حاضر ہوں، ان سے ہماری ایک یا دو دن تک ملاقات نہ ہو تو ہمیں اس بات کی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی کہ وہ کس حال میں ہیں؟ ان کے گھر والے کس حال میں ہیں؟ کاش ہم بھی حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس دکھیاری امت کی خیر خواہی کرنے والے بن جائیں، خصوصاً ان لوگوں کے معاملے میں جن کے حقوق ہم پر ہیں، جن کے بارے میں ہوسکتا ہے کل بروز قیامت ہم سے پوچھ گچھ ہو، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طیبہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، اگر آج بھی ہم سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں کی بھلائیاں ہمارا مقدر ہوں گی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ......رياض النضرة، ج ١، ص ١٦٣٠١٧٣مفهوما.

اِضافی حقوقُ العباد کی ادائیگی

مختلف معاملات میں مشاورت:

کسی بھی حاکم یا ذمہ دار کا اس کی رعایا یا ماتحت اسلامی بھائیوں کے ساتھ جو تعلق ہے اس میں ایک طبعی حق مُشاورت بھی ہے، جو ذمہ دار اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں سے کسی بھی معاملے میں مُشاورت نہیں کرتا وہ اپنے ماتحت سے مطلوبہ نتائج حاصل نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری بَطَرِیقِ اَحْسَن نبھانے میں بھی ناکام رہتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عوام الناس کے اس حق کو بَطَرِیقِ اَحْسَن پورا فرمایا کرتے تھے، مختلف معاملات میں مشاورت آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف مَجَالِسِ مُشاوَرَت بھی قائم فرمائی تھیں جن سے اہم اُمور میں مُشاورت فرمایا کرتے تھے، جہاں عوامی مشورے کی حاجت ہوتی وہاں عوامی مشورہ لیتے اور جہاں کسی خصوصی مشورے کی حاجت ہوتی وہاں خصوصی مشورہ طلب فرماتے، جو بات طے ہوتی اسے عوام الناس میں رائج کر دیا جاتا۔ [1]

عدل وانصاف کا قیام:

جیسے ''پیاسے'' کے لیے پانی اور بھوکے کے لیے ''کھانا'' بہت اہمیت کا حامل ہے، بھوک پیاس کی کیفیت میں اگر وہ پانی اور کھانا نہ بھی طلب کریں مگر ان دونوں کا یہ لازمی حق ہے، اسی طرح رعایا، عوام الناس اور ماتحت لوگوں کو عدل وانصاف دلانا، انہیں جان مال کا تحفظ دینا حاکم وقت یا ذمہ دار پر ایک لازمی حق ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس حق کے معاملے میں بہت حَسَّاس تھے، آپ نے اپنی سلطنت میں ایسا عدل وانصاف قائم فرمایا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ [2]

معاشرے میں آزادیِ رائے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں کو ہر طرح کی آزادی عطا فرمائی، کسی شخص پر کوئی بھی غیر شرعی پابندی عائد نہ تھی۔ [3]

---

1. تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہد فاروقی کا شورائی نظام'' صفحہ ۱۸۶ کا مطالعہ کیجئے۔
2. تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہد فاروقی کا نظام عدلیہ'' صفحہ ۲۴۷ کا مطالعہ کیجئے۔
3. تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''نظام عہد فاروقی کی وسعت'' صفحہ ۲۲۶ کا مطالعہ کیجئے۔

مجرموں کو سزائیں دینا:

رعایا کے حقوق میں بعض ایسے بھی حقوق ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ بلا واسطہ متعلق ہوتے ہیں، جب کوئی شخص کسی جُرم کا مُرتکب ہوتا ہے تو حاکم وقت کو دوطرح کے حقوق کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس مجرم کی گرفت کرکے اس کی اصلاح کا سامان کرے تاکہ وہ آئندہ پیش آنے والے نقصان سے بچ سکے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ وہ اس مجرم کو سزا دے کر معاشرے کو جرائم سے بچائے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس عوامی حق کو بَطَرِیْقِ اَحْسَن پورا فرمایا۔[1]

ظالموں کے ظلم سے بچانا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ تھا وہ ان ہی مدنی نکات پر مشتمل تھا کہ میں ظالموں کی سرکوبی کرتے ہوئے مظلوموں کو ان کے ظلم سے بچاؤں گا، تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اس بات پر اتفاق ہے، نیز تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسا فرمایا تھا ویسا کر دکھایا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر ہر ظالم کی سرکوبی فرمائی اور ہمیشہ مظلوموں کی دادرسی کی۔

مُفت نِظامِ تعلیم کا نفاذ:

ریاست کی عوام ورعایا کے بنیادی حقوق میں سے ایک بنیادی حق یہ بھی ہے کہ حاکم وقت ان کے لیے اچھی تعلیم کا مفت انتظام کرے، کیونکہ تعلیم ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعے معاشرے کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے، تعلیم سے آئندہ آنے والی قوموں پر گہرے اثرات مُرتَّب ہوتے ہیں، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بِلاَ مُعَاوَضَہ تعلیم کا ایسا نظام رائج فرمایا کہ عوام وخواص، چھوٹے بڑے سب فیضان علم سے فیضیاب ہوئے۔[2]

---

[1] ......تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہد فاروقی کا نظام احتساب'' صفحہ ۳۴۴ کا مطالعہ کیجئے۔

[2] ......تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی میں علمی سرگرمیاں'' صفحہ ۴۰۹ کا مطالعہ کیجئے۔

مسافروں ومہمانوں کی خیر خواہی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سلطنت میں مقیم لوگوں کے علاوہ مسافروں ومہمانوں کے حقوق کا بھی پورا پورا خیال رکھا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ اور اسی طرح دیگر راستوں پر مسافروں کے لیے مہمان خانوں اور سبیلوں کا انتظام فرمایا۔

رعایا کی خبر گیری کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ''وہ حاکم ہی کیا جسے اپنی رعایا کی خبر نہ ہو۔'' امیر المؤمنین سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنی رعایا کی ہر وقت خبر گیری فرماتے رہتے، صحرائے عرب کی چلچلاتی دھوپ اور رات کی گھٹا ٹوپ سیاہی بھی رعایا کی خبر گیری سے آپ کو نہ روک سکی۔ آپ کی سیرتِ طَیِّبہ کے بے شمار ایسے واقعات ہیں جس میں آپ نے اپنی رعایا کی خبر گیری کرتے ہوئے ان کے مختلف مسائل کو حل فرمایا۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

بھوکے بچوں والی خاتون کی دادرسی:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے خادم کے ساتھ رات کے وقت مدینہ منورہ کا دورہ فرمارہے تھے، ایک خاتون اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں موجود تھی، جو رات کے وقت اپنے بچوں کو بہلانے کے لیے ہنڈیا میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھائے بیٹھی تھی، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کی دادرسی فرمائی، اپنے کاندھوں پر کھانے کا سامان لے کر آئے، خود اپنے ہاتھوں سے پکا کر اس خاتون کے بچوں کو کھلایا، جب تک وہ بچے سو نہ گئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہیں رہے، بعد ازاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لے آئے۔ (1)

صحابی کی صاحبزادی کی دستگیری:

حضرت سیِّدُ نا خُفَاف بن اِیماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قبیلہ بنو غفار کے امام وخطیب تھے، آپ کو غزوۂ حُدَیبِیَہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، عہدِ فاروقی میں آپ کا انتقال ہوا۔ ایک مرتبہ آپ کی صاحبزادی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: ''میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور انہوں نے اپنے پیچھے

---

(1)......الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۴۵۳۔

چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی ہیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہ تو ہمارے پاس بکری کے پائے ہیں (کہ انہیں پکا کر گزر بسر کرلیں) نہ ہی کھیت ہیں اور نہ ہی دودھ دینے والے جانور۔ اگر سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو مجھے ڈر ہے کہ یہ فقروفاقہ ان کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔'' اپنی معاشی مسائل بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین! میں حضرت سیِّدُنا خُفَاف بن اِیماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیٹی ہوں، میرے والدِ محترم غَزْوَۂ حُدَیبِیَہ میں حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ حاضر تھے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ''**مَرْحَباً بِنَسَبٍ قَرِیْبٍ** یعنی نسب قریب کو خوش آمدید۔'' پھر آپ ایک قوی اونٹ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر غلے کی دو بوریاں لادیں، ان کے درمیان ضرورت کی کافی ساری اشیاء رکھ دیں اور اس اونٹ کی نکیل ان خاتون کے ہاتھ میں دے دی اور ارشاد فرمایا: ''جاؤ اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔''(1)

اپاہج، نابینا، بوڑھی عورت کی مدد:

حضرت سیِّدُنا امام اَوزاعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار رات کے وقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر سے نکلے تو حضرت سیِّدُنا طَلْحَہ بن **عُبَیْدُ اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں دیکھ لیا اور چپکے چپکے ان کا پیچھا کرنے لگے کہ دیکھوں امیر المؤمنین اس وقت کہاں جارہے ہیں؟ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک گھر میں داخل ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد باہر آئے اور پھر ایک اور گھر میں داخل ہوگئے۔ حضرت سیِّدُنا طَلْحَہ بن **عُبَیْدُ اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس گھر کو ذہن میں بٹھالیا اور صبح اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ اس گھر میں ایک بوڑھی، اپاہج نابینا خاتون رہتی ہے۔ اس سے پوچھا: ''**مَا بَالُ ھٰذَا الرَّجُلِ یَاْتِیْکَ؟**'' یعنی یہ شخص تمہارے گھر میں کیوں آتا ہے؟'' اس نے کہا: ''**اِنَّہٗ یَتَعَاھَدُنِیْ مُنْذُ کَذَا وَکَذَا، یَاْتِیْنِیْ بِمَا یُصْلِحُنِیْ وَیُخْرِجُ عَنِّی الْاَذٰی** یعنی یہ شخص میرے پاس کافی عرصے سے آرہا ہے، (میں چونکہ معذور ہوں لہٰذا) یہ میرے گھریلو کام کاج کردیتا ہے، میری

---

(1)...... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، ج ۳، ص ۰ ۷، حدیث: ۱ ۶ ۱ ۴ ملخصاً۔

الاستیعاب، خفاف بن ایماء، ج ۲، ص ۲ ۳، الرقم: ۱ ۷ ۶۔

تکالیف دور کر دیتا ہے۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُ نا طَلْحَہ بِن عُبَیْدُ اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے:''ثَکَلَتْکَ اُمُّکَ یَا طَلْحَۃُ اَعَثَرَاتَ عُمَرَ تَتَبَّعِ یعنی اے طلحہ! تیری ماں تجھے روئے! تو امیر المؤمنین سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خامیاں تلاش کرتا ہے۔''(1)

شیر خوار بچے والی خاتون کی خیر خواہی:

مدینہ منورہ سے باہر تاجروں کا ایک قافلہ آیا، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بذاتِ خود حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ رات کے وقت ان کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری لے لی، چنانچہ دونوں نے شب بیداری کرتے ہوئے اس قافلے میں اس طرح نگرانی کی کہ باری باری دونوں نماز پڑھتے رہے، اسی قافلے سے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کی ماں سے چپ کروانے کے لیے کہا، دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر تیسری مرتبہ بھی ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس خاتون کے پاس گئے اور اس سے اصل ماجرا دریافت فرمایا تو اس خاتون نے کہا: ''امیر المؤمنین نے دودھ پینے والے بچوں کا وظیفہ جاری نہیں کیا اس لیے میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔'' آپ فجر کی نماز کے دوران روتے رہے اور نماز کے بعد مُنادی کے ذریعے یہ اعلان کروادیا کہ کوئی عورت اپنے بچے کا دودھ نہ چھڑائے کہ اب ایک دن کے بچے کو بھی بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا۔(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُکھیاری اُمّت کی غمخواری کرنا، ان کے غم میں شریک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا مداوا کرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ اگر تمام اسلامی بھائی اپنا یہ مدنی ذہن بنالیں کہ مجھے کم از کم ان لوگوں کی خیریت ضرور دریافت کرنی ہے جن کا میرے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق ہے، میرے ساتھ کام کرتے ہیں، میرے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک پُرامن معاشرے کے ساتھ ساتھ اُمت کی خیر خواہی کے جذبے سے بھرپور مدنی ماحول بنانے میں بھی معاونت ملے گی۔ اس دکھیاری امت کی خیر خواہی کا اپنے اندر جذبہ پیدا کیجئے۔ امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے مُریدین، مُتَعَلِّقِین و مُحِبِّین کو خیر خواہی کی

---

1 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۶۸، حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۸۴۔

2 ......البدایہ والنہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۵-۲۱۶ مفہوماً۔

تلقین فرماتے ہی رہتے ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنا ذاتی عمل بھی یہی ہے کہ جب کسی اسلامی بھائی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہے تو حَتَّی الْمَقْدُور فون وغیرہ کرکے اس کی خیر خواہی فرماتے ہیں، نیز آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے جو ہمیں مدنی انعامات کا تحفہ عطا فرمایا ہے اس میں بھی اس بات کی ترغیب دلائی ہے چنانچہ اسلامی بھائیوں کے ۷۲ مدنی انعامات میں سے ۵۳ واں مدنی انعام ہے: ''کیا آپ نے اس ہفتے کم از کم ایک مریض یا دکھیارے کے گھر یا اسپتال جا کر سنت کے مطابق **غمخواری** کی؟ اور اس کو تحفہ (خواہ مکتبۃ المدینہ کا شائع کردہ رسالہ یا پمفلٹ) پیش کرنے کے ساتھ ساتھ **تعویذاتِ عطّاریہ** کے استعمال کا مشورہ دیا؟''

نابینا صحابی کے لیے رہنمائی تقرری:

حضرت سَیِّدُنا سَعِید بن یَربُوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت ہی جلیل القدر اور طویل عمر پانے والے صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، عہدِ فاروقی میں ان کی بینائی چلی گئی تو امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے پاس آئے اور تعزیت فرمائی۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: ''**لَا تَدَعِ الْجُمُعَةَ وَلَا الْجَمَاعَةَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم** یعنی آپ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مسجد میں نہ تو جمعہ کی نماز چھوڑیں اور نہ ہی جماعت کو ترک کریں۔'' انہوں نے عرض کیا: ''**لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ** یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھے مسجد تک لے جائے۔'' سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس معاملے میں ایک شخص کی ڈیوٹی لگادی۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ خلیفہ وقت تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ان نابینا صحابی کو خود لے کر آتے اس لیے آپ نے ایک اور شخص کی ذمہ داری لگادی۔ غم خواری کرنے کا یہ بھی ایک اچھا طریقہ ہے کہ اگر آپ کے پاس اتنا وقت نہیں ہے یا وسائل نہیں ہیں تو آپ کسی ایسے اسلامی بھائی کی توجہ مبذول کروادیں جو متعلقہ اسلامی بھائی کی خیر خواہی کرسکتا ہے، یوں آپ بھلائی کے کام میں معاونت کرنے والے بن جائیں گے اور یقیناً بھلائی کے کاموں میں مدد کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسے اس نے خود بھلائی کی ہو۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''**اِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ** یعنی بھلائی

1 ......اسد الغابۃ، سعید بن یربوع، ج ۲، ص ۴۷۰۔

کی طرف رہنمائی کرنے والا، بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔“[1]

شوہر کی جدائی پر دادرسی:

حضرت سیِّدُنا اِبنِ جُرَیج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں رات کو دورہ فرما رہے تھے کہ کسی مکان سے ایک عورت کے اشعار کی آواز آئی جو اپنے شوہر کی جدائی کو بڑے ہی دل سوز انداز میں بیان کررہی تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب صورت حال دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا ہے اور وہ اس کی جدائی پر غمگین ہے، لہٰذا آپ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت سَیِّدَتُنَا حَفْصَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مشورے سے اسلامی فوج میں یہ حکم جاری فرمادیا کہ کوئی بھی فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنے گھر والوں سے دور نہ رہے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی یہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ آپ کے ذریعے ایک اہم شرعی مسئلہ اُمَّتِ مُسْلِمَہ تک پہنچا جس کا تعلق میاں بیوی کے حقوق سے ہے، نیز آپ کے اس مبارک عمل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** مسلمان فقط آج نہیں بلکہ چودہ سوسال پہلے بھی حقوق العباد اور حقوق عامہ کے محافظ تھے۔

فاروقِ اعظم کی ایک خاندان کی دادرسی:

ایک رات آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ کا دورہ فرما رہے تھے کہ ایک خیمے پر نظر پڑی، جب قریب گئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی کے تکلیف میں مبتلا ہونے کی آوازیں آئیں، اس خیمے کے باہر ایک شخص بیٹھا تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سلام کے بعد اس سے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خلیفۂ وقت سے ہی ملنے آیا ہے البتہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ خلیفۂ وقت اس کے سامنے کھڑا ہے۔ بہرحال اس نے بتایا کہ اس کی زوجہ حاملہ ہے اور وہ دردِ زِہ (بچے کی پیدائش سے پہلے ہونے والے درد) میں مبتلا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنَا اُمِّ کُلْثُوم بِنتِ عَلِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا: ”کیا تم ثواب کمانا چاہتی ہو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے خود تم

---

[1] ......ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء الدال علی۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۰۵، حدیث: ۲۶۷۹۔

[2] ......مصنف عبدالرزاق، باب حق المراۃ علی زوجھا، ج ۷، ص ۱۱۹، حدیث: ۱۲۶۴۵ ملخصا۔

تک پہنچایا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! کیا بات ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ایک اجنبی عورت درد زِہ میں مبتلا ہے اور اس کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔'' عرض کیا: ''اگر آپ راضی ہیں تو میں چلتی ہوں۔'' فرمایا: ''ٹھیک ہے تم ضروری سامان وغیرہ لے کر چلو۔'' جب وہاں پہنچے تو آپ نے اپنی زوجہ کو اندر بھیج دیا اور خود اس شخص کے پاس بیٹھ گئے۔ اس سے فرمایا: ''آگ جلاؤ۔'' اس نے آگ جلائی تو آپ نے ہانڈی اس کے اوپر رکھ دی۔ جب ہانڈی پک گئی تو دوسری طرف بچے کی ولادت بھی ہوگئی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے اندر سے آواز دی: ''اے امیر المؤمنین! اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دے دیجئے۔'' جیسے ہی اس شخص نے لفظ ''امیر المؤمنین'' سنا تو ڈر گیا اور عاجزی کے ساتھ تھوڑا سا پیچھے ہٹ کے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہو۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہانڈی اٹھا کر اپنی زوجہ کو دی اور فرمایا کہ: ''خاتون کو کھلاؤ اور اسے آسودہ کرو۔'' پھر آپ نے اس شخص کو بھی کھانے کے لیے دیا اور فرمایا: ''کل صبح میرے پاس آنا میں تمہاری ضروریات کو پورا کردوں گا۔'' جب وہ شخص صبح آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس کے نومولود بچے کا وظیفہ بھی جاری کیا اور اسے بھی مال وغیرہ عطا کیا۔ (1)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀...... **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کیسی سادہ اور مبارک زندگی تھی کہ آپ کی رعایا میں سے بعض لوگ آپ کو پہچان نہ پاتے تھے، جیسا کہ مذکورہ واقعے میں اس شخص کو احساس بھی نہ ہوا کہ میرے ساتھ بیٹھنے والے ہی امیر المؤمنین ہیں۔ کاش ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے سادہ زندگی بسر کرنے والے بن جائیں۔

❀...... یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کی پیدائش پر مبارک باد دینا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے عہدِ مبارکہ میں بھی رائج تھا، جیسا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے بچے کی مبارک باد دی۔ جب ایک عام بچے کے دنیا میں آنے پر مبارک باد دینا جائز ہے تو یقیناً اولیاء کرام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، سید الانبیاء، احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یوم ولادت پر ایک دوسرے کو مبارک باد دینا بھی نہ صرف جائز بلکہ باعث خیر و

1...... التبصرة، المجلس التاسع والعشرون فی فضل۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۰ ۴۔

برکت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں ہمیں ایمان ملا، قرآن ملا، اسلام ملا، بلکہ سارا جہان ملا اور کل بروزِ قیامت بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کے صدقے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ملے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

مسلمانو صبح بہاراں مبارک ...... کہ برساتے انوار سرکار آئے
نہ کیوں بارہویں پہ ہمیں پیار آئے ...... کہ آئے اسی روز سرکار آئے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فوجیوں کے حقوق کی رعایت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف شہروں میں مقیم لوگوں کے حقوق کی رعایت فرماتے بلکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فوجیوں کے حقوق کی بھی پاسداری فرماتے تھے، آپ نے فوجیوں کے حقوق کا ہر طرح سے خیال رکھا، آپ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی بھی فوجی کو کوئی تکلیف نہ ہو حتی کہ آپ ان کے گھر والوں کا بھی خود ہی خیال رکھا کرتے تھے۔ (1)

مالِ غنیمت کی تقسیم کاری

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقہ وہی تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اس کا خُمُس نکال کر بقیہ تمام مجاہدین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ خُمُس کے بھی جو مصارف تھے اسے بھی ان میں خرچ فرمایا کرتے تھے۔

خُمُس سے خاندانِ رسول اللہ کی خیر خواہی:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر عراق کے مالِ غنیمت میں سے خُمُس آ گیا تو میں کسی ہاشمی کو نکاح کروائے بغیر نہ چھوڑوں گا اور جس کے پاس کنیز نہ ہوگی اسے خدمت گزار کنیز فراہم کروں گا۔'' (2)

---

(1) ...... تفصیلات کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی میں محکمۂ پولیس وفوج'' کا مطالعہ کیجئے۔

(2) ...... کتاب الاموال لابی عبید، کتاب الخمس واحکامہ وسننہ، باب سھم ذی القربی۔۔۔الخ، ص ۳۴۵، الرقم: ۸۵۵۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے اور اپنے آپ کو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان کا خادم سمجھتے تھے، حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بعد پوری امت میں سب سے افضل ہیں۔

عورتوں والا بیگ سیِّدہ عائشہ کو دے دیا:

اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے آزاد کردہ غلام حضرت سیِّدُنا ذَکْوان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس خواتین والا تھیلا (Ladies Bag) آیا۔ اکثر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اسے دیکھا لیکن اس کی قیمت کا اندازہ نہ لگا سکے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اُسے حضرت عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بھیج دوں کیونکہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔'' سب نے بخوشی اجازت دے دی تو سیِّدَتُنا عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو وہ بیگ بھیج دیا گیا۔[1]

یہ مال عُمر یا اُن کی اَولاد کا نہیں:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ لوگوں کو اُن کے وظیفے اور عطیات دے دو۔ انہوں نے تقسیم کر دیے لیکن مال بچ گیا، لہٰذا انہوں نے جواباً سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی مال بچ گیا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوبارہ لکھا: ''جو مال باقی بچ گیا ہے وہ بھی انہیں میں تقسیم کر دو کیونکہ یہ ان ہی کا مال ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کو دیا ہے، یہ مال عمر یا ان کی اولاد کا نہیں۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رکھیے! وقف کا وہ مال جو کسی مخصوص مد میں دیا گیا ہو اسے اسی مد میں خرچ کرنا

---

1 ......مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، تعظیم عمر لعائشۃ...الخ، ج۵، ص۱۰، حدیث: ۶۷۸۵۔

2 ......طبقات کبری، استخلاف عمر، ج۳، ص۲۲۷۔

ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر جگہوں میں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے استعمال میں ہر طرح کی احتیاط کیجئے۔[1]

اپنے اہل خانہ پر دوسروں کو ترجیح:

حضرت سیِّدُنا ثَعْلَبَہ بِن اَبِی مالِک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ طیّبہ کی عورتوں میں ریشمی چادریں تقسیم کیں، جن میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ بعض لوگوں نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! یہ چادر اپنی زوجہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ کُلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو دے دیں۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اُمِّ سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں کیونکہ انہوں نے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیعت کی ہے اور جنگ اُحد میں ہمارے لیے مشکیزے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔''[2]

پندرہ ہزار درہم کا ہار دے دیا:

واضح رہے کہ جنگ میں عموماً ایسا ہوتا تھا کہ اَوّلاً دونوں لشکروں کے بہادر سپاہی فرداً فرداً یعنی ایک ایک کر کے مقابلے کے لیے میدان میں آتے تھے، اِس صورت مخصوصہ کا قاعدہ یہ تھا کہ اگر کوئی مسلمان مقابلے میں کسی کافر کو قتل کر دیتا تو اس کافر کا سارا ساز وسامان اس مقابلہ کرنے والے مسلمان کو دے دیا جاتا تھا، اسے جنگ کے بعد جمع کیے جانے والے مال غنیمت میں شامل نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن عُبَید بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا قَتَادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیجا تو انہوں نے ایک فارسی بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس کا ایک انتہائی قیمتی ہار تھا جس کی قیمت پندرہ ہزار درہم تھی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ ہار حضرت سیِّدُنا قَتَادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دے دیا۔[3]

پیدل کے لیے ایک، سوار کے لیے دگنا حصہ:

مال غنیمت کا ایک اصول یہ بھی تھا گھڑ سوار فوجی کو دو حصے ایک اس کا اور ایک اس کی سواری کا دیا جاتا تھا جبکہ پیدل

---

1. ......وقف کے تفصیلی مسائل جاننے کے لیے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ''چندے کے بارے میں سوال جواب'' کا مطالعہ کیجئے۔
2. ......بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو، ج ۲، ص ۲۷۶، حدیث: ۲۸۸۱۔
3. ......تاریخ ابن عساکر، ج ۶۷، ص ۱۵۱، سیر اعلام النبلاء، فصل فی بقیۃ کبراء الصحابۃ، ج ۴، ص ۹۰، الرقم: ۱۸۳۔

فوجی کو فقط ایک ہی حصہ صرف اسی کی ذات کا دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ ''عربی گھڑسوار کے لیے دو حصے، پیدل کے لیے ایک حصہ اور خچر والے کے لیے بھی ایک ہی حصہ ہے۔''(1)

مالِ فَے میں تمام لوگوں کا حصہ ہے:

حضرت سیِّدُنا مالِک بِن اَوس بِن حَدَثَان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مالِ فَے (یعنی بغیر جنگ کے دشمنوں سے حاصل ہونے والے مال) کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس مالِ فَے کا صرف میں ہی حقدار نہیں بلکہ ہم میں سے ہر شخص اس کا حق دار ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مسلمانوں میں سے غلاموں کے علاوہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کا اس مالِ فَے میں حصہ نہ ہو، البتہ اس کی تقسیم قرآن وسنت کے بیان کردہ درجات کے مطابق ہوگی جس میں کسی کا قدیم الاسلام ہونا، اسلام کی خاطر زیادہ تکالیف برداشت کرنا، گھر بار والا ہونا، اسلام میں بہت زیادہ مشقت والا ہونا، حاجت مند ہونا وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو صنعاء پہاڑ کے چرواہے کا بھی اس مال میں حصہ ہوگا، حالانکہ وہ اپنی بکریاں بھی چرا رہا ہوگا۔''(2)

عہدِ فاروقی میں وظائف کا نظام

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عوام الناس ورعایا کے حقوق کی پاسداری کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ریاست کے مختلف لوگوں کے لیے وظائف کا اِجراء فرمایا، وظائف دراصل سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے عوام الناس کی بہترین مالی خیر خواہی تھی جس سے لوگوں کی مالی حالت بہت بہتر ہوگئی، نیز اُن کی ضروریات بھی پوری ہوتی گئیں۔ وظائف دراصل عوام وخواص تمام لوگوں کے لیے ہوتے تھے، جنگوں میں شرکت کرنے والے فوجی حضرات سے لے کر عوام الناس میں سے ایک عام شخص تک سب کو

---

1 ...... مصنف عبد الرزاق، باب السھام للخیل، ج ۵، ص ۱۲۸، حدیث: ۹۳۸۸۔

2 ...... ابوداود، کتاب الخراج۔۔۔ الخ، باب فیما یلزم۔۔۔ الخ، ج ۳، ص ۱۸۹، حدیث: ۲۹۵۰، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۷۔

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے وظائف دیے جاتے تھے۔ البتہ مَراتِب کے اعتبار سے وظائف میں بھی فرق تھا۔ ان تمام وظائف کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

وظائف کے مُتَعلِّق فرمانِ فاروقِ اعظم:

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بِن عُبَید بِن عُمَیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب تک مال بڑھتا رہے گا میں وظائف بھی بڑھاتا رہوں گا اور ان کی گنتی کو پورا کروں گا، میں ان کو مُٹھیاں مُٹھیاں بھر بھر کر بلاحساب دوں گا کیونکہ لوگ جو مال لے رہے ہیں وہ انہی کا ہے۔''(1)

خلیفہ بنتے ہی وظائف جاری فرمائے:

حضرت سیِّدُ نا جابِر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب مَنصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو آپ نے وظائف مُقرَّر فرمائے، دیوان مُرتَّب فرمائے اور لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے روشناس ومتعارف کرایا۔ سیِّدُ نا جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرے ساتھیوں سے مجھے روشناس کروایا۔''(2)

بیت المال اور رجسٹر بنائے:

حضرت سیِّدُ نا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بحرین سے مالِ غنیمت لے کر حاضر ہوئے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''کتنا مال لائے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''پانچ لاکھ درہم'' فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی حضور! پانچ لاکھ درہم یعنی ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ اور ایک لاکھ۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کل صبح آنا۔'' جب وہ دوسری صبح حاضر ہوئے تو آپ نے دوبارہ پوچھا کہ کتنا مال لائے ہو؟ انہوں نے وہی جواب دیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کثیر مال کی تقسیم کے لیے مشورہ کیا، ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رجسٹر بنانے کا مشورہ دیا جس میں تمام لوگوں کے نام لکھے جائیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رجسٹر

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۱۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، باب ما قالوا فی الفروض۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۶۱۸، حدیث: ۱۸۔

بنانے کاحکم دیا۔[1]

تمام مسلمانوں کو جِزیہ ملتا رہے:

حضرت سیّدُ نا زَید بن اَسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر آخری مسلمان باقی ہو اور کوئی علاقہ فتح ہو تو میں اس کے حصے مسلمانوں کے درمیان ویسے ہی تقسیم کروں گا جیسے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیبر کی زمین تقسیم فرمائی تھی، لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو ہمیشہ جِزیہ ملتا رہے اور ایسا نہ ہو کہ آخری مسلمان کے لیے کچھ نہ بچے۔''[2]

فاروقِ اعظم کی دُوراَندِیشی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ دور اندیشی تھی کہ اگر اس زمین کو تقسیم کر دیا جاتا تو سب لوگ اپنا اپنا حصہ لے کر چلے جاتے اور پھر اسے اپنے استعمال میں لے آتے جس سے اس کے فوائد فقط انہی تک محدود رہتے اور آئندہ آنے والے مسلمان اس سے محروم ہوجاتے۔ معلوم ہوا کہ حاکم وقت کو چاہیے کہ ملکی معیشت کے معاملے میں وہ تمام جائز اور شرعی اقدامات کرے جس سے موجودہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ آئندہ آنے والے مسلمانوں کو بھی بھرپور فائدہ حاصل ہو۔

مختلف ذمہ داران کے وظائف:

حضرت سیّدُ نا ابومِجْلَز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُ نا عَمّار بِن یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیّدُ نا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیّدُ نا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تینوں کو کوفہ بھیجا۔ سیّدُ نا عَمّار بِن یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نماز اور قتال وغیرہ کے معاملات کا نگران بنایا، سیّدُ نا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قضاء اور بیت المال کے معاملات کا نگران بنایا، سیّدُ نا عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو زمین کی پیمائش کا نگران بنایا۔ ان تینوں ذمہ داران کے لیے روزانہ ایک بکری کا مشاہرہ مقرر

1 ......سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمۃ، باب التفضیل علی۔۔۔الخ، ج ٦، ص ٥٦٩، حدیث: ١٢٩٩٦۔

2 ......بخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب اوقاف۔۔۔الخ، ج ٢، ص ٨٩، حدیث: ٢٣٣٤۔

فرمایا اس طرح کہ آدھی سیِّدُنا عمَّار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے، ایک چوتھائی سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے اور ایک چوتھائی سیِّدُنا عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے۔[1]

وظائف دینے کی ترتیب:

حضرت سیِّدُنا جَعْفَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وظائف جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا: ''حضور! سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع کریں۔'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قُربت کا لحاظ کرتے ہوئے وظائف دینا شروع کیے، چنانچہ سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وظیفہ عطا فرمایا، پھر مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو وظیفہ عطا فرمایا یہاں تک کہ پانچ قبائل کو دے دیا اور پھر سب سے آخر میں اپنے قبیلے یعنی عَدِی بن کَعب کو وظائف دیے۔[2]

رسول اللّٰہ کے رشتہ داروں کا لحاظ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آٹھ لاکھ درہم لے کر پہنچا، آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا لے کر آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''آٹھ لاکھ درہم۔'' فرمایا: ''تم اسی ہزار لائے ہوگے۔'' میں نے عرض کیا: ''نہیں بلکہ میں آٹھ لاکھ درہم ہی لایا ہوں۔'' فرمایا: ''میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم یَمَن کے بے عقل آدمی ہو، تم اسی ہزار ہی لائے ہوگے، اچھا یہ بتاؤ آٹھ لاکھ کتنے ہوتے ہیں؟'' میں نے ایک ایک لاکھ کر کے گنے یہاں تک کہ آٹھ لاکھ ہوگئے۔ فرمایا: ''کیا یہ پاکیزہ مال ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

بعد ازاں آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور پوری رات بے چینی میں گزاری، صبح آپ کی زوجہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''عمر بن خطاب کو کیسے نیند آسکتی ہے کہ اب اتنے لوگ آگئے کہ زمانۂ اسلام میں کبھی اتنے نہ تھے، اگر عمر اس مال کو

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، ما اخذ من الارض عنوۃ، ج ۶، ص ۸۰، حدیث: ۱۰۱۶۴ ملخصا۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، ما قالوا فیمن یبدا بہ۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۶۲۰، حدیث: ۱۔

اس کے حق داروں تک پہنچائے بغیر مرگیا اور ہلاک ہوگیا تو اسے کون بچائے گا؟'' جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کے پاس جمع ہوگئے، فرمایا: ''آج رات اتنا مال آیا ہے کہ پہلے کبھی اتنا مال نہیں آیا، آپ لوگ مشورہ دیں کہ کیا کیا جائے؟ میں نے تو یہ سوچا ہے کہ لوگوں کو پیمانے بھر بھر کر دوں۔'' لوگوں نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ لوگ اسلام میں داخل ہورہے ہیں اور مال بڑھتا جارہا ہے، بلکہ آپ ان کو کتاب اللہ کے مطابق دیتے جایئے، کیونکہ اس طرح جب بھی مال زیادہ ہوگا اور لوگ بھی زیادہ ہوں گے تو آپ آسانی سے وظائف دے سکیں گے۔'' فرمایا: ''مجھے یہ مشورہ دو کہ پہلے کس سے شروع کروں؟'' عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! اپنے آپ سے شروع کیجئے، کیونکہ آپ ہی اس معاملے کے ذمہ دار ہیں، آپ امیر المؤمنین ہیں۔'' فرمایا: ''نہیں بلکہ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شروع کرتا ہوں، پھر جو آپ کے زیادہ قریب ہو، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ۔'' چنانچہ اسی کے مطابق فہرست تیار کی گئی، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب سے شروع کیا گیا اور ان سب کو دیا گیا پھر بنو عبد شمس کو دیا گیا، پھر نوفل بن عبد مُناف کو دیا گیا۔''(1)

مہاجرین اَوَّلین کا وظیفہ:

حضرت سیِّدُنا نافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مہاجرین اَوَّلین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا وظیفہ چار چار ہزار درہم مقرر فرمایا، لیکن حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''اس کے والدین ان کو ہجرت کر کے اپنے ساتھ لائے تھے اس لیے یہ ان کی طرح نہیں جنہوں نے از خود ہجرت کی۔''(2)

مہاجراتِ اَوَّلین کا وظیفہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَوَّلاً ہجرت کرنے والی صحابیات کا وظیفہ ایک ایک ہزار درہم مقرر فرمایا، اِن صحابیات میں سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنا اسماء بنتِ عُمَیس، آپ کی

---

(1) ......سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمۃ، باب اعطاء الفی علی الدیوان۔۔۔الخ، ج۶، ص۵۹۱، حدیث: ۱۳۰۴۰۔

(2) ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی۔۔۔الخ، ج۲، ص۵۹۷، حدیث: ۳۹۱۲۔

بیٹی حضرت سَیِّدَتُنَا اَسماء بنتِ اَبی بکر اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی والِدہ ماجِدہ حضرت سَیِّدَتُنَا اُمِّ عبد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے اَسماءِ مبارکہ شامل ہیں۔[1]

اَنصار کا وظیفہ:

حضرت سَیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انصار کے لیے چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا۔[2]

جنگِ بدر میں شریک ہونے والوں کا وظیفہ:

حضرت سَیِّدُنا قَیس بن اَبی حازِم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگِ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر فرمایا۔[3]

شریکانِ بدر کی اَولاد کا وظیفہ:

حضرت سَیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگِ بدر میں شریک ہونے والے ایسے افراد جن کی اولاد جنگِ بدر میں شریک نہ ہوئی تھی ان کا وظیفہ بھی چار ہزار مقرر فرمایا۔[4]

جنگِ بدر میں شامل غلاموں کا وظیفہ:

حضرت سَیِّدُنا مَخلَد غَفَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تین غلاموں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی تو امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کا سالانہ وظیفہ تین تین ہزار مقرر فرمایا۔[5]

---

1. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص ۲۳۱۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، ماقالوفی الفروض۔۔۔الخ، ج۷، ص۶۱۸، حدیث: ۱۷ ملتقطا۔
3. ......بخاری، کتاب المغازی، ج۳، ص ۲۳، حدیث: ۴۰۲۲۔
4. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، ماقالوافی الفروض۔۔۔الخ، ج۷، ص۶۱۸، حدیث: ۱۷ ملتقطا۔
5. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، فی العبید یفرض۔۔۔الخ، ج۷، ص۶۱۸، حدیث: ۱۔

وظائف میں محبتِ رسول اللّٰہ کالحاظ:

حضرت سیِّدُنا زَید بِن اَسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تین ہزار وظیفہ دیا اور حضرت سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ساڑھے تین ہزار دیا، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''میں رسول اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کا لحاظ کررہا ہوں۔''[1] (یعنی رسول اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدُنا اُسامہ بِن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے اس لیے میں نے وظیفہ زیادہ دیا۔)

اُمہات المؤمنین کے وظائف

اُمہات المؤمنین کو وظائف بھیجا کرتے:

اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمیں ہمارا حصہ بھیجا کرتے تھے حتی کہ سری اور پائے بھی بھیجا کرتے۔[2]

اُمہات المؤمنین کا وظیفہ چار چار ہزار:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بہت سا مال آیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا اور باہمی مشاورت سے امہات المؤمنین کا وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا۔[3]

دیگر لوگوں کے وظائف

داماد کو ذاتی مال سے عطا فرمایا:

حضرت سیِّدُنا محمد بِن سِیرِین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے داماد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ بیت المال سے انہیں بھی کچھ مال عطا

1 ...... سنن کبری، کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ، باب التفضیل علی السابقۃ والنسب، ج ٦، ص ٥٦٨، حدیث: ١٢٩٩٤۔

2 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ٣، ص ٢٣٠۔

3 ...... کنز العمال، کتاب الجہاد، الارزاق والعطایا، الجزء: ٤، ج ٢، ص ٢٤٤، حدیث: ١١٦٨٠۔

فرمائیں۔سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا: ''اَرَدْتَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ مَلِکاً خَائِناً یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے خیانت کرنے والے بادشاہ کی حیثیت سے ملاقات کروں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ذاتی حصے سے اُنہیں دس ہزار درہم عطا فرمائے۔[1]

فوجیوں کے وظائف

ہر فوجی کا وظیفہ چار ہزار تک:

حضرت سیِّدُ نا عَبِیْدہ سَلْمانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے پوچھا: ''تم کیا سمجھتے ہو کہ ایک شخص کو کتنا وظیفہ دیا جائے کہ وہ اس کے لیے کافی ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ حضور! اتنا اتنا ہونا چاہیے تو فرمایا: ''اگر میں زندہ رہا تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر فوجی کا وظیفہ چار ہزار تک کر دوں گا، ایک ہزار اس کے ذاتی اخراجات کے لیے، ایک ہزار اس کے گھر والوں کے خرچے کے لیے، ایک ہزار اس کے جنگی سامان وغیرہ کے لیے اور ایک ہزار اس کے گھوڑے کے لیے۔''[2]

مَراتِب کے لحاظ سے وظائف:

حضرت سیِّدُ نا یَزید بن اَبی حَبیب رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابو مُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں ارشاد فرمایا: ''پہلے ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھو جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیعت کی تھی، ان کا وظیفہ دو سو دینار مقرر کر دو، یہی وظیفہ اپنے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے مقرر کرو، اسی طرح حضرت خارِجہ بن حُذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی دو سو دینار دو کیونکہ وہ بہت بہادر انسان ہیں، عثمان بِن قَیس بن ابو العاص کا وظیفہ بھی دو سو دینار مقرر کرو کیونکہ وہ بہت مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔''[3]

---

1. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۰۔
2. ......سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمة، باب من قال۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۵۶۴، حدیث: ۱۲۹۷۳۔
3. ......کنز العمال، کتاب الجهاد، الارزاق والعطايا، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۶۷۱۔

لشکر کے امیروں کے وظائف:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن ہُبَیرَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ لشکروں کے جو اُمَراء اپنے گھروں میں دیگر کام کاج کے لیے آرہے تھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مُنادی کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ ان کے وظائف برقرار ہیں اور ان کے گھر والوں کو بھی وظائف دیے جارہے ہیں لہٰذا انہیں کوئی اور کام کرنے کی ضرورت نہیں۔''(1)

نومولود بچوں کے وظائف:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نومولود بچوں کو بھی وظائف عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**اِنَّ عُمَرَ کَانَ یَفْرِضُ لِلصَّبِیِّ اذا استَهَلَّ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بچوں کو بھی وظائف عطا فرماتے تھے۔''(2)

بچوں کے وظائف مقرر کرنے کا سبب:

اَوّلاً سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط ان ہی بچوں کا وظیفہ جاری فرماتے تھے جو دودھ چھوڑ چکے ہوتے، بعد ازاں آپ نے نومولود یا دودھ پیتے بچوں کا بھی وظیفہ جاری فرمادیا اس کا محرک ایک واقعہ بنا۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام حضرت سیِّدُنا اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ کے باہر آکر ٹھہرا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ ہم دونوں اس تجارتی قافلے کی نگہبانی کریں؟'' انہوں نے رضا کا اظہار کیا اور دونوں مل کر اس قافلے کی نگرانی کرتے رہے اور پوری رات نماز بھی پڑھتے رہے۔ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے چپ کرانے کے لیے کہا۔ پھر آپ وہاں سے واپس آگئے، کچھ دیر بعد دوبارہ

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الجهاد، الارزاق والعطایا، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۶۷۳۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجهاد، فی الصبیان هل یفرض۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۶۱۹، حدیث: ۱۔

اس بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ اس کی ماں کے پاس دوبارہ آئے اور اسے چپ کرانے کے لیے کہا۔ جب تیسری بار بچے کے رونے کی آواز آئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی ماں کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا: ''**وَیْحَکَ اِنِّیْ لَاَرَاکِ اُمَّ سُوْءٍ مَالِیْ اَرٰی اِبْنَکِ لَا یَقِرُّ مُنْذُ اللَّیْلَۃَ** یعنی تو برباد ہو! میں تجھے ایک بری ماں تصور کرتا ہوں، تیرے بچے کے ساتھ کیا مسئلہ ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ پوری رات تیرے بچے کو آرام نہیں ملا'' بچے کی ماں کہنے لگی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! بات یہ ہے کہ یہ دودھ پینا چاہتا ہے حالانکہ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں۔'' فرمایا: ''وہ کیوں؟'' وہ عورت کہنے لگی: ''اس لیے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط ان ہی بچوں کا وظیفہ جاری فرماتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکے ہوں۔'' فرمایا: ''اس بچے کو کتنے مہینے ہو چکے ہیں؟'' اس نے بتایا کہ اتنے اتنے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تو برباد ہو! اپنے بچے کے دودھ چھڑانے کے معاملے میں جلدی نہ کر۔''

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رات کے اس واقعے سے بہت غمگین ہوئے اور نمازِ فجر پڑھاتے ہوئے اتنا روئے کہ لوگوں کو قراءت کی آواز بھی صحیح طرح سنائی نہ دیتی تھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بڑے ہی دردناک انداز میں (عاجزی کرتے ہوئے) فرمایا: ''**بُؤْسًا لِعُمَرَ کَمْ قَتَلَ مِنْ اَوْلَادِ الْمُسْلِمِیْن** یعنی عمر کے لیے بڑی رسوائی کی بات ہے کہ اس نے کتنے ہی مسلمانوں کے بچے قتل کیے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ اور مسلمانوں کے تمام علاقوں میں یہ اعلان کروادیا کہ کوئی بھی اپنے بچوں کو دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ اب سے اسلام میں جو بھی بچہ پیدا ہوگا، پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ جاری کر دیا جائے گا۔''[1]

غلاموں، باندیوں، گھوڑوں کے وظائف:

حضرت سیِّدُنا عِیَاض اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ غلاموں، باندیوں اور گھوڑوں کے بھی وظائف عطا فرماتے تھے۔[2]

خود اپنے ہاتھوں سے وظائف تقسیم فرماتے:

حضرت سیِّدُنا ہِشام کَعْبِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا

---

1 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۸، البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۵۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، فی العبید یفرض لھم...الخ، ج ۷، ص ۶۱۸، حدیث: ۴۔

عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ نے بَنُوخُزَاعہ کی فہرستیں اٹھا رکھی ہیں یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قدید پہنچے وہاں آپ نے وظائف اس طرح تقسیم فرمائے کہ ان کی شادی شدہ وکنواری کوئی بھی عورت ایسی نہ تھی جس نے اپنے ہاتھ سے وظیفہ وصول نہ کیا ہو۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عُسفان پہنچے اور خود ہی وظائف تقسیم فرمائے، پھر ساری زندگی آپ کا یہی معمول رہا۔ [1]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی عمر میں برکت کی دعا:

حضرت سیِّدُنا خالِد بن عُرفُطہ عُذْرِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے وظائف تقسیم ہونے کے بعد لوگوں کے تاثرات کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: ''حضور! میں نے دیکھا کہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے آپ کی عمر میں برکت کی دعا مانگتے ہیں، جو بھی قادسیہ گیا تھا اس کا وظیفہ، پندرہ سو، دو ہزار تک ہے، جو بھی نومولود بچہ یا بچی پیدا ہوئی ہے اس کا بھی وظیفہ سو درہم اور دو جُرَیب ہر ماہ مقرر کیا گیا ہے، ہمارے ہاں جو بچہ ابھی بالغ ہوا ہے اس کا وظیفہ پانچ سو سے چھ سو تک جا پہنچا ہے۔ اگر وہ اس مال کو اپنے تمام گھر والوں پر خرچ کرے جن میں کھانے والے بھی ہوں اور نہ کھانے والے بھی ہوں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے اس مال کو جہاں خرچ کرنا چاہیے وہاں خرچ کر رہا ہے یا جہاں نہیں کرنا چاہیے وہاں کر رہا ہے؟'' یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نصیحتوں کے مدنی پھول دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی حقیقی مددگار رہے، یہ اُن تمام لوگوں کا حق تھا جو میں نے اُنہیں دیا ہے اور یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے اُن لوگوں کا حق لے کر اُن تک پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا اس پر میری تعریف کرنے کی کوئی حاجت نہیں، کیونکہ اگر یہ میرے باپ خَطَّاب کا مال ہوتا تو میں کون سا ان کو دیتا لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں بڑی فضیلت ہے، میں اِسے مناسب نہیں سمجھتا کہ اِسے اُن سے روکوں، پس اگر ان دیہاتیوں کے مال میں سے گھر والوں پر خرچ کرنے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے تو وہ اس سے بکریاں خرید لیں، اپنے جنگل میں رکھ لیں، پھر اگر دوبارہ مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس سے غلام خرید لیں۔ اے خالِد بن عُرفُطہ! ہائے افسوس! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرے بعد ایسے لوگ

[1] ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۶۔

آئیں گے جن کے نزدیک ان وظائف وغیرہ کی کوئی مالی حیثیت نہ ہوگی، ان کے زمانے میں لوگ ان وظائف میں رغبت چھوڑ دیں گے جو مال بھی آئے گا بادشاہ اوران کی اولاد یں اسے اپنا مال سمجھیں گے اور اسی پر تکیہ کر بیٹھیں گے۔ میری یہ خیر خواہی تمہارے لیے ویسی ہی ہے جیسے اس شخص کے لیے ہے جو سرحدوں پر بیٹھا ہو حالانکہ تم یہاں بیٹھے ہو، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کا معاملہ میرے سپرد کیا ہے۔ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ اپنی رعایا سے وہ دھوکہ کرتا تھا تو وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"[1]

حکمرانوں اور ذمہ داران کے لیے لمحہ فکریہ!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی جو بھی حاکم یا ذمہ دار اپنی رعایا یا ماتحت اِسلامی بھائیوں کے ساتھ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اُن کی خیر خواہی کرتا رہتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن کے دلوں میں اُس کی محبت ڈال دیتا ہے، لوگ پیٹھ پیچھے بھی اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں، دور بھاگنے کے بجائے اُس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبہ کے پیرائے میں تمام ایسے حکمرانوں اور ذمہ داران اسلامی بھائیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو اپنی رعایا یا ماتحت اسلامی بھائیوں خصوصاً خادمین اسلامی بھائیوں کے ساتھ ایسا رویہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کے قریب آنے کے بجائے ان سے دور بھاگتے ہیں، ان کے بارے میں اچھے تاثرات نہیں رکھتے۔ کاش! ہم بھی تمام اسلامی بھائیوں کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئیں، انہیں محبت دینے والے بن جائیں، اگر ان کی کسی معاملے میں اصلاح کی حاجت ہو تو اچھے انداز میں اصلاح کی ترکیب بنائیں۔ اپنے آپ کو کسی بھی اسلامی بھائی کی دل آزاری سے محفوظ رکھنے والے بن جائیں۔

مال دیکھ کر فاروقِ اعظم رونے لگے:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے بلایا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے سونا بکھرا ہوا ہے، اور وہ ایک ایک مٹھی یعنی ڈلی کے حساب سے ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے ابن عباس! یہاں آؤ اور یہ سونا

---

1 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۶۔

اپنی فوج میں تقسیم کر دو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اسے دور رکھا اور مجھے عطا فرمایا۔ کیا یہ مجھے کسی بھلائی کے لیے دیا گیا یا برائی کے لیے؟'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رونے لگے اور فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کسی برائی کی وجہ سے نہیں روکا گیا اور نہ ہی مجھے کسی بھلائی کی وجہ سے دیا گیا۔''(1)

کم سے کم وظیفہ دو ہزار:

حضرت سیِّدُنا اَسْوَد بن قَیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَئِنْ عِشْتُ لَاَجْعَلَنَّ عَطَاءَ سَفِلَةِ النَّاسِ اَلْفَیْنِ** یعنی میں زندہ رہا تو ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کا وظیفہ بھی دو ہزار کر دوں گا۔''(2)

تمام حقداروں کا حق ادا کر دیا:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''حمد وصلاۃ کے بعد! میں سال کا وہ دن بھی جانتا ہوں کہ بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہیں رہے گا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ میں نے حق دار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے۔''(3)

بیت المال کے مال کی تقسیم

سمندری راستے سے غلہ لایا گیا:

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بِن **عبد اللہ** بِن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ

1 ......کنز العمال، کتاب الجهاد، الارزاق والعطایا، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۶۲۸۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۱۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۰۔

عہدِ فاروقی میں وظائف کی تقسیم کا چارٹ
جنگِ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان
مُہاجرینِ اَوّلین، اَنصار، شریکانِ بدر کی اولاد، اُمہاتُ المؤمنین، تمام فوجی
محبوبانِ حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
جنگِ بدر میں شریک ہونے والے غلام
فاروقِ اعظم کی ہر شخص کے کم از کم وظیفے کی خواہش
مہاجراتِ اَوّلیات، حسنینِ کریمین کو غنیمت سے تحفہ
بالغ بچے
حسنینِ کریمین (ماہانہ وظیفہ)
نومولود بچے
۵۰۰۰
۴۰۰۰
۳۵۰۰
۳۰۰۰
۲۰۰۰
۱۰۰۰
۶۰۰
۵۰۰
۱۰۰
عہدِ فاروقی میں دیئے جانے والے سالانہ وظائف (دراہم)
بیعت رضوان کے شرکاء
نڈر اور بہادر افراد
مہمان نواز افراد
قضاۃ کے گھریلو اخراجات
۲۰۰
عہدِ فاروقی میں دیئے جانے والے خصوصی وظائف (دینار)
سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر کا یومیہ خرچ دو درہم تھا یعنی سالانہ کم وبیش ۷۲۰ درہم۔ گویا آپ کا سالانہ خرچ ایک بالغ بچے کے خرچ سے کچھ زیادہ تھا، حالانکہ آپ کی یہ خواہش تھی کہ ہر شخص کا سالانہ خرچ کم از کم دو ہزار درہم ہو جائے۔ یعنی آپ اپنے علاوہ تمام لوگوں کو غنی کر دینا چاہتے تھے۔

اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا عَمْرو بِن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف مکتوب روانہ کیا جس میں مصر سے سمندری راستے کے ذریعے کھانے پینے کا سامان مدینہ منورہ لانے کا فرمایا، چنانچہ سیِّدُ نا عَمْرو بِن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصر سے بیس کشتیوں میں سامان بھیجا، ہر کشتی میں کم وبیش تین ہزار اِرْدَب (چوبیس صاع کا ایک پیمانہ) اناج کے دانے تھے، تمام کشتیاں ساحل پر آلگیں تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے ساحل پر گئے، جب آپ نے کشتیوں کو دیکھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا کہ جس نے ان کے لیے سمندر کو مُسَخَّر فرما دیا تھا تاکہ اس میں مسلمانوں کے فائدے مدینہ منورہ تک پہنچ سکیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم دیا کہ سارا سامان وصول کرلیں۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سیِّدُ نا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ سارا مال تقسیم کرنا شروع کردیا، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو پرچیاں لکھ کر دیتے جسے دکھا کر وہ کھانے وغیرہ کا سامان وصول کر لیتے۔ [1]

سارا کا سارا مال تقسیم کردیا:

حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غالباً ظہر کے وقت مجھے بلایا، میں گیا اور ابھی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ مجھے اندر سے رونے کی آوازیں آئیں، میں نے **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن** پڑھا اور سمجھ گیا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے، پھر میں اندر داخل ہوگیا اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دلاسہ دیتے ہوئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دو دفعہ بولا: ''اے امیر المؤمنین! کوئی بات نہیں۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''نہ صرف بات ہے بلکہ بہت بڑی بات ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں لے گئے جہاں سامان سے بھرے ہوئے تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا: ''خطاب کی اولاد پر آزمائش کا وقت آگیا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو یہ سارا مال میرے دونوں ساتھیوں یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی دیتا اور وہ کوئی اس کا ایسا طریقہ نکالتے جس کی میں پیروی کرتا۔'' سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے

---

[1] ......کنز العمال، کتاب الجہاد، الارزاق والعطایا، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۶۷۴۔

عرض کیا: ''حضور! آپ تشریف رکھیے، ہم اس کا کوئی نہ کوئی حل سوچتے ہیں۔'' چنانچہ اس مال میں سے اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا وظیفہ چار ہزار درہم، مہاجرین کا وظیفہ بھی چار چار ہزار درہم اور دیگر تمام لوگوں کا وظیفہ دو دو ہزار درہم مقرر کر کے اسی ترتیب سے سارا مال تقسیم کر دیا۔[1]

ہر ماہ وظائف جاری فرما دیے:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن اَبُوقَیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''حمد وصلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ ہم نے تمہارے عطیات اور وظائف ہر ماہ جاری کر دیے ہیں۔'' راوی کہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں دو پیمانے ''مُد'' اور ''قسط'' تھے، پھر ارشاد فرمایا: ''ان دونوں کو لے لو جس نے ان میں کمی کی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ساتھ ایسا ایسا کرے۔''[2]

''مُد'' اور ''قسط'' کیا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ''**مُدْ**'' اور ''**قِسط**'' مال ناپنے یا ماپنے کے دو ۲ پیمانے ہیں جو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایجاد کیے۔ ''**قِسط**'' بالکل صحیح تولنے والے ترازو کو کہتے ہیں جبکہ ''**مُدْ**'' بھی ایک پیمانہ ہے، اس کے وزن میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک یہ دو ''**رِطْل**'' کا ہے جبکہ ''**رِطْل**'' مختلف علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان ہی دونوں پیمانوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''**رُبَّ سُنَّةٍ رَاشِدَةٍ مَهْدِيَةٍ قَدْ سَنَّهَا عُمَرُ فِيْ أُمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا الْمُدْيَانِ وَالْقِسْطَانِ**'' یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت میں راہنمائی کے بہت سے سیدھے طریقے ایجاد فرمائے جن میں پیمائش کے دو پیمانے ''**مُدْ**'' اور

---

1. ...... کنز العمال، کتاب الجہاد، الارزاق والعطایا، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۴۴، حدیث: ۱۱۶۸۰۔
2. ...... کتاب الاموال لابی عبید، کتاب مخارج الفی۔۔۔الخ، باب اجراء الطعام علی۔۔۔الخ، ص ۲۶۱، الرقم: ۶۱۴۔
3. ...... لسان العرب، باب القاف، تحت اللفظ: قسط، باب المیم، تحت اللفظ: مدد۔

''**قِسط**'' بھی ہیں۔''[1]

فاروقِ اعظم نے غَنی کر دیا:

حضرت سیِّدُ نا عُیَیْنَہ بِن حِصْن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلیفہ بننے کے بعد حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا: ''**اِنَّ عُمَرَ اَعْطَانَا فَاَغْنَانَا فَاَتْقَانَا** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہمیں اتنا عطا فرمایا کہ ہمیں غنی کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں مُتَّقِی و پرہیزگار بھی بنا دیا۔''[2]

علم و حکمت کے مدنی پھول:

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** رِعایا و عوام الناس کو وظائف دینے والی مذکورہ بالا تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حاکمِ وقت کو چاہیے کہ عوام کی فلاح و بہبود اور اُن کو خوشحال رکھنے کے لیے مختلف وظائف کا اجراء کرے، اس سے ملکی معیشت پر بہت گہرے اَثرات مرتب ہوں گے۔

......حاکمِ وقت مختلف لوگوں کے مراتب، صلاحیتوں اور ان کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف وظائف بھی دے سکتا ہے جیسا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک عمل سے بالکل ظاہر ہے۔

......حقیقی طور پر مدد کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، لیکن اس کی عطا سے اس کے بندے بھی مدد کرتے ہیں، اسی طرح حقیقی طور پر غنی فرمانے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور اس کی عطا سے اس کے بندے بھی ایک دوسرے کو مال و دولت سے غنی کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عُیَیْنَہ بِن حِصْن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''انہوں نے ہمیں غنی فرما دیا۔'' معلوم ہوا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے پیارے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ ''حقیقی طور پر مدد کرنے والا **اللہ** ہے اور اس کی عطا سے اس کے بندے بھی مدد کر سکتے ہیں بلکہ اتنی مدد کرتے ہیں کہ غنی کر دیتے ہیں۔''

......واضح رہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رعایا کو اتنا مال و دولت دے دیا تھا کہ انہیں غنی

---

1 ......کتاب الاموال لابی عبید، کتاب مخارج الفی۔۔۔الخ، باب اجراء الطعام علی۔۔۔الخ، ص ۲۶۱، الرقم: ۶۱۵۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب المستشار، ج ۱۰، ص ۳۶۳، حدیث: ۲۱۱۱۱ ملتقطا۔

کر دیا لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مال و دولت کی کثرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ،

فاروقِ اعظم اور مال کی مَذَمَّت:

حضرت سیِّدُ نا مِسْوَر بن مَخْرَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس قادسیہ کے اموالِ غنیمت میں سے مال لایا گیا تو آپ اسے اُلٹ پُلٹ کر کے دیکھنے لگے اور ساتھ ساتھ روتے بھی جارہے تھے۔ حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! یہ تو خوشی کا موقع ہے۔'' فرمایا: ''اَجَلْ وَلٰكِنْ لَمْ يُؤْتَ هٰذَا قَوْمٌ قَطُّ اِلَّا اَوْرَثَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ یعنی واقعی یہ خوشی کا دن ہے، لیکن یہ مال جس قوم کو بھی دیا گیا ان میں اس مال کے سبب دُشمنی اور بُغض پیدا ہو گیا۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی مال و دولت کی حرص سراسر نقصان دہ ہے، مال کی زیادتی بسا اوقات کئی طرح کی آزمائشوں خصوصاً گناہوں کے مرض میں مبتلا کرنے کا بہت بڑا سبب ہے کہ جب کسی شخص کے پاس مال کی زیادتی ہوتی ہے تو شیطان اُسے طرح طرح کے ظاہری و باطنی گناہوں میں ملوث کرنے کی کوششوں میں لگ جاتا ہے، عافیت اِسی میں ہے کہ فقط اُتنے ہی مال پہ اکتفا کیا جائے جو ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو، مال کی زیادتی نہیں بلکہ مال میں برکت کی دعا مانگنی چاہیے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مشکل وقت میں رعایا کی خیر خواہی

عامُ الرَّمَادہ کی تفصیل:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد سن ۱۸ ہجری میں مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کے علاقوں میں تقریباً نو ماہ تک شدید قحط پڑا حتی کہ لوگ کھانے پینے کی اشیاء کے محتاج ہو گئے، بھوک کی شدت اور خوراک نہ ہونے کا یہ عالم تھا کہ جنگلوں کے درندے بھی انسانی آبادی میں آکر پناہ لینے لگے، کھانا نہ کھانے کی وجہ سے جانور بھی بیکار ہو گئے یہاں تک کہ اگر کوئی بکری ذبح کرتا تو اس کا گوشت کھانے کو دل نہ کرتا، بھوک کی وجہ سے ہزاروں مویشی ہلاک ہو گئے، لوگوں نے دیگر مختلف شہروں کا رخ کرنا شروع کر دیا، چونکہ بارش کم ہونے کی وجہ سے

(1)...... سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمة، باب الاختیار فی التعجیل۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۵۸۲، حدیث: ۱۳۰۳۴۔

زمین کارنگ راکھ کی طرح کالا ہوگیا تھا اس لیے جس سال یہ قحط پڑا اسے ''**عَامُ الرَّمَادَة** یعنی راکھ والا سال'' کہتے ہیں۔ (1)

تمام لوگوں کی نظر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه پر لگی تھی کہ آپ اس کا کیا حل فرماتے ہیں، اس مصیبت کو سب سے زیادہ محسوس کرنے والے خود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه تھے، آپ نے اِس عظیم مصیبت سے نمٹنے کے لیے جو حکمت عملی اختیار کی اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

عوام کے غم میں برابری کی شرکت

اپنے پیٹ سے کلام:

حضرت سیِّدُ نا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے اوپر گھی کھانا حرام کرلیا تھا، صرف زیتون کا تیل ہی استعمال فرماتے تھے آپ کے پیٹ سے ''قرقر'' کی آواز آئی، آپ نے پیٹ کے اندر انگلی چبھو کر فرمایا: ''**تَقَرْقَرْ تَقَرْقَرَكَ اِنَّهُ لَيْسَ لَكَ عِنْدَنَا غَيْرُهُ حَتّٰى يَحْيَا النَّاسُ** یعنی تو جس طرح بھی آواز نکالتا ہے نکال تجھے اس کے علاوہ اس وقت تک کچھ نہیں ملے گا جب تک لوگ معمول کے مطابق (Normal) زندگی نہ گزارنے لگ جائیں۔'' (2)

گھی اور گوشت نہ کھانے کی قسم:

(1) ایک بار عام الرمادہ میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی بارگاہ میں گھی سے چپڑی ہوئی روٹی لائی گئی تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ایک دیہاتی آدمی کو بلایا تاکہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوجائے۔ وہ دیہاتی بہت ہی رغبت کے ساتھ گھی کو کھانے لگا، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے جب اسے دیکھا تو فرمایا: ''**اَجَلْ مَا اَكَلْتَ سَمْناً وَّ لَا زَيْتاً** یعنی لگتا ہے تم نے کبھی گھی اور زیتون نہیں کھایا۔'' اس نے عرض کیا: ''جی حضور! میں نے اتنے عرصے سے یہ دونوں چیزیں نہیں کھائی ہیں۔'' یہ سن کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے قسم اٹھائی کہ اس وقت تک گھی اور گوشت نہ

---

1 ......البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۱۶۵، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۳۵۔
مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص۷۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۳۸۔

کھائیں گے جب تک لوگوں کے حالات پہلے کی طرح نہ ہو جائیں۔[1]

(2) حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے آپ کے لیے ساٹھ درہم کا گھی خریدا۔ آپ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کی: ''یہ میں نے اپنے پیسوں سے خریدا ہے آپ کے اخراجات سے نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''**مَا اَنَا بِذَائِقِهٖ حَتّٰى يُحْيِىَ النَّاسُ** یعنی میں اس گھی میں سے اس وقت تک نہ چکھوں گا جب تک لوگ خوش حال نہ ہو جائیں۔''[2]

حاکم کو عوام کا درد کیسے محسوس ہوگا۔۔۔؟

ایک بار مدینہ منورہ کے بازار میں گھی اور دودھ کے ڈبے آئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام چالیس درہم میں گھی اور دودھ کا ایک ڈبہ آپ کے لیے خرید لائے اور عرض کیا: ''**يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ اَبَرَّ اللّٰهُ يَمِيْنَكَ وَعَظَّمَ اَجْرَكَ قَدِمَ السُّوْقَ وَطَبٌ مِنْ لَبَنٍ وَعَكَّةٌ مِنْ سَمَنٍ فَابْتَعْتُهُمَا بِاَرْبَعِيْنَ** یعنی اے امیر المؤمنین! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی قسم کو پورا فرما دیا ہے اور آپ کے اَجر کو بڑھا دیا ہے، دیکھیے مدینہ منورہ کے بازار میں دودھ اور گھی کے ڈبے آئے ہیں میں نے آپ کے لیے یہ دونوں چیزیں چالیس درہم میں خریدی ہیں۔'' یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: ''**اَغْلَيْتَ بِهِمَا فَتَصَدَّقْ بِهِمَا فَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ آكُلَ** یعنی تم نے یہ چیزیں بہت مہنگی خریدی ہیں، انہیں صدقہ کر دو، مجھے پسند نہیں کہ میں اس میں سے کچھ کھاؤں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**كَيْفَ يَعْنِيْنِيْ شَاْنُ الرَّعِيَّةِ اِذَا لَمْ يَمَسَّنِيْ مَا مَسَّهُمْ** یعنی میں عوام الناس اور رعایا کے دکھ درد اور غموں کو کیسے محسوس کروں گا جب تک خود ان میں مبتلا نہ ہوں۔''[3]

حکمرانوں کے لیے بہترین مَشْعَلِ راہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مذکورہ بالا فرمان تمام حکمرانوں و ذمہ داران کے لیے بہترین مَشْعَلِ راہ ہے، واقعی اگر کوئی حاکم یا ذمہ دار رعایا یا ماتحت اسلامی بھائیوں کے دکھ

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۷، تاریخ مدینۃ منورہ، امر الرمادۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۷۴۰۔

2 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۷۲۔

3 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۰۸، تاریخ مدینۃ منورہ، امر الرمادۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۷۴۰۔

درد اور غموں کو محسوس کرنا چاہتا ہے تو خود کو اُن کی جگہ تصور کرے تب ہی اُن کے درد کو محسوس کر سکے گا، مگر آہ! آج کل کے حکمران وذمہ داران چار جانب اسی بات کا ڈنکا بجاتے ہیں کہ ہم عوام یا ماتحت اسلامی بھائیوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں، اُن کی تکلیفوں کو سمجھتے ہیں لیکن جب اُن کی ذات کو دیکھا جائے تو ان کے اس قول میں ذرہ برابر بھی صداقت نظر نہیں آتی۔ کاش! ہم سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اپنی رعایا یا ماتحت افراد کے لیے بھی وہی پسند کریں، جب ہم اپنی ذات کو کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا نہیں دیکھ سکتے تو اپنے ماتحت افراد کو بھی تکالیف سے بچانے کی کوشش کریں، کل بروز قیامت ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ چنانچہ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا، بادشاہ نگران ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، آدمی اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اس سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''(1)

سوکھی کھجوروں پر گزارہ:

حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عام الرمادہ میں دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے ایک صاع کھجوریں رکھی جاتیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انہیں چھلکے اور دیگر چیزوں سمیت ہی کھاتے حتی کہ وہ کھجوریں بھی کھاتے جو پکنے سے پہلے ہی درخت پر سوکھ جاتیں ہیں جن میں نہ تو گٹھلی ہوتی ہے اور نہ ہی گودا و مٹھاس۔(2)

فقط زیتون کھانے سے رنگ تبدیل ہوگیا:

حضرت سیِّدُنا عِیَاض بِن خَلِیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ سیاہ ہو چکا ہے حالانکہ آپ بالکل سفید رنگ کے تھے کیونکہ آپ رَضِیَ

---

1 ......بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ج ۱، ص ۳۰۹، حدیث: ۸۹۳ ملتقطا۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۲۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کے مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر گھی اور دودھ کو حرام کرلیا تھا فقط روغن زیتون استعمال فرماتے تھے، اسی وجہ سے آپ کا رنگ تبدیل ہوگیا، آپ نے بھوک کی کافی مَشَقَّتیں برداشت کیں۔''(1) عَنْہ عربی النسل تھے اور عرب گورے ہوتے ہیں، کالا رنگ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ

فاروقِ اعظم بے مثال حکمران:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بے مثال حکمران تھے، آپ کے علاوہ تاریخ میں کسی ایسے حاکم کی مثال نہیں ملتی جس نے عوام الناس کے درد کو محسوس کرنے کے لیے اپنی ذات پر ایسی مشقت طاری کی ہو کہ اس کا رنگ ہی تبدیل ہوگیا ہو۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حقیقی خوفِ خدا رکھنے والے تھے، آپ کے پیش نظر آخرت کی وہ آزمائشیں تھیں جن کے آگے دنیا کی تکالیف کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیش نظر حکمرانوں سے متعلقہ وہ تمام فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تھے جن میں اُن کے لیے نصیحتوں کے بے شمار مدنی پھول ہیں، چنانچہ تین فرامین پیش خدمت ہیں:

(1) ''**مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَرْعَاهُ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ** یعنی جس شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی رعایا کا نگران بنایا پھر اس نے ان کی خیرخواہی کا خیال نہ رکھا وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔''(2)

(2) ''**اَيُّمَا رَاعٍ اِسْتَرْعٰي رَعِيَّةً فَغَشَّهَا فَهُوَ فِي النَّارِ** یعنی جو نگران اپنی نگرانی میں ماتحتوں کو دھوکہ دے وہ جہنم میں جائے گا۔''(3)

(3) ''**مَا مِنْ اَمِيرِ عَشَرَةٍ اِلَّا يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُولًا لَا يَفُكُّهُ اِلَّا الْعَدْلُ اَوْ يُوبِقُهُ الْجَوْرُ** یعنی جو شخص دس آدمیوں پر نگران بنایا گیا، قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوگا، اب یا تو اس کا عدل اسے چھڑائے گا یا اس کا ظلم اسے تباہ کردے گا۔''(4)

---

(1)...... تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۱، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۷۔

(2)...... بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ ـــ الخ، ج ۴، ص ۴۵۶، حدیث: ۷۱۵۰۔

(3)...... مسند امام احمد، حدیث معقل بن یسار، ج ۷، ص ۲۸۴، حدیث: ۲۰۳۱۱۔

(4)...... مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ج ۳، ص ۴۲۵، حدیث: ۹۵۷۹۔

رعایا کے ساتھ اظہارِ ہمدردی

میں کتنا ہی بُرا حاکم ہوں گا:

حضرت سیِّدُنا اَسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ قحط سالی کے دوران امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''بِئْسَ الْوَالِيْ اَنَا اِنْ اَكَلْتُ طَيِّبَهَا وَاَطْعَمْتُ النَّاسَ كَرَادِيْسَهَا یعنی میں کتنا ہی بُرا حاکم ہوں گا اگر میں نے خود تو بہترین کھانا کھایا اور لوگوں کو رُوکھا سُوکھا کھلایا۔''(1)

سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ ہے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عظیم الشان تقویٰ اور رعایا کے بارے میں مدنی ذہن کہ خود تو رُوکھا سُوکھا کھائیں اور عوام کو بہترین کھلائیں، خوفِ خُدا رکھنے والے حقیقی حاکم کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات پر رعایا کو ترجیح دیتا ہے کہ کل بروزِ قیامت رعایا کے حقوق کے متعلق اس کی پکڑ بھی ہوسکتی ہے۔

فاروقِ اعظم ہی ہر بات کہنے کے حقدار:

ایک بار حضرت سیِّدُنا علامہ فُضَیْل بن عِیَاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے نفس کو مخاطب کرکے طویل نصیحت فرمائی، اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا: ''تیرے لیے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ تو منہ بھر بھر کے باتیں کرے، کیا تو جانتا ہے کہ یہ کس کے لیے روا ہے، وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، کیونکہ وہ لوگوں کو تو بہترین کھانے کھلاتے تھے اور خود رُوکھا سُوکھا کھاتے تھے، انہیں بہترین نرم وملائم لباس پہناتے اور خود سخت وکُھردرا لباس پہنتے، ان کے حقوق کی مکمل پاسداری فرماتے بلکہ حقوق کی ادائیگی میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے، آپ نے ایک صاحب کو چار ہزار درہم وظیفہ دیا پھر ان کے وظیفے میں ایک ہزار کا مزید اضافہ کردیا۔ آپ سے کہا گیا کہ جس طرح ان کے وظیفے میں آپ نے ایک ہزار کا اضافہ کیا ہے اسی طرح اپنے بیٹے کے وظیفے میں ایک ہزار کا اضافہ کیوں نہیں فرماتے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''میں نے جس کے وظیفے میں ایک ہزار کا اضافہ کیا ہے اس کے والد جنگ اُحد میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے۔''(2)

---

1. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۷ ملتقطا۔
2. ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۷۹۔

اِس جانور پر سواری نہ کروں گا:

حضرت سیِّدُ نا سائب بِن یزید رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ ایک جانور پر سوار ہوئے تو اس نے راستے میں لید کر دیا، اس کے لید میں جَو کے دانے نظر آئے تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے فرمایا: ''**اَلْمُسْلِمُوْنَ یَمُوْتُوْنَ هُزْلًا وَهٰذِهِ الدَّابَّةُ تَاْكُلُ الشَّعِيْرَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَرْكَبُهَا حَتّٰى يَحْيَا النَّاسُ** یعنی مسلمان تو بھوک سے مر رہے ہیں اور یہ ''جَو'' کھاتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس وقت تک اس پر سواری نہیں کروں گا جب تک مسلمانوں کے جینے کا سامان نہ مہیا ہو جائے۔''(1)

اپنے اوپر گوشت کھانا حرام کرلیا:

حضرت سیِّدُ نا اَسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے عامُ الرَّمادَہ میں لوگوں کے گوشت کھانے تک اپنے اوپر گوشت کو حرام کرلیا تھا۔(2) (یعنی لوگوں کی خوشحالی تک نہ کھانے کی قسم کھالی تھی۔)

اپنی اَزواج سے دُوری:

حضرت سیِّدَتُنا صَفِیَّہ بِنتِ عُبَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی ازواج میں سے ایک زوجہ نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ عام الرمادہ میں جب تک لوگوں کا غم دور نہ ہوا اپنی ازواج کے قریب نہیں جاتے تھے۔(3)

مسلمانوں کے غم سے وفات پا جاتے:

حضرت سیِّدُ نا اَسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے روایت ہے کہ اگر رمادہ کے سال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قحط سالی کو دور نہ فرماتا تو ہمارا یہ گمان تھا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ مسلمانوں کے غم میں ہی وفات پا جاتے۔(4)

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۷۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۸۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۹۔

4 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۹۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قحط سالی میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی عوام الناس ورعایا کی خیرخواہی کے ان واقعات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نِظَامِ سَلْطَنَت کی بنیاد خوفِ خدا پر قائم تھی، وہ جو کچھ کرتے تھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ڈر، قیامت کی پکڑ اور موت کے خوف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرتے تھے کیونکہ یہی وہ تمام اُمور ہیں جو انسان کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی تیاری کی طرف مائل کرتے ہیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه تو اپنی رعایا اور عوام کو مصائب وآلام میں دیکھ کر ایسی کیفیت میں مبتلا ہوگئے کہ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ آپ اسی غم سے وفات پا جائیں گے، آج کل کے حکمران وذمہ داران بھی اپنے رویے پر غور کریں کہ وہ عوام ورعایا نیز اپنے ماتحت افراد کے غم میں کس قدر شریک ہوتے ہیں، اگر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه جیسے غم کی صورت ہے تو دنیا وآخرت کی بھلائیاں مقدر ہوں گی بصورت دیگر رب عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کی صورت میں آخرت کی تباہی وبربادی مُقَدَّر ہوسکتی ہے۔ **یااللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه جیسی خیرخواہی اور رعایا کی تکالیف میں شرکت جیسی ذمہ داری عطا فرما۔ آمین

تربوز کھانے پر بیٹے کو ڈانٹ:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی بن مَعْمَر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے عام الرمادہ میں اپنے بیٹے کو تربوز کھاتے دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ''**بَخٍ بَخٍ یَا ابْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تَاْکُلُ الْفَاکِهَةَ وَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ هَزْلٰی** یعنی صد کروڑ افسوس! اے امیر المؤمنین کے بیٹے! تُو پھل کھا رہا ہے جبکہ امت محمدیہ بھوک سے نڈھال ہے۔''(1)

عام الرَّمادہ میں گھی اور روغنی کھانا نہ کھایا:

حضرت سیِّدُنا اِمام جَلالُ الدِّین سُیُوطی شَافِعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**اَصَابَ النَّاسَ سَنَةٌ فَمَا اَکَلَ عَامَئِذٍ سَمَناً وَ لَا سَمِیْناً** یعنی جس سال مدینہ منورہ کے لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے نہ تو گھی کھایا اور نہ ہی روغنی کھانا کھایا۔''(2)

---

(1)......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۰۔

(2)......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۲۔

بہترین کھانا رعایا کے لیے:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عموماً روزے رکھا کرتے تھے، عام الرمادہ میں آپ کا یہ معمول تھا کہ زیتون کو روٹی سے ملا کر کھاتے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک اونٹ ذبح کیا اور کوہان اور کلیجی کا بہترین گوشت پکا کر سیّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں پیش کیا، فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کیا: ''حضور! آج ایک اونٹ ذبح کیا تھا یہ اسی کا گوشت ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''**بَخٍ بَخٍ بِئْسَ الْوَالِيْ اَنَا اِنْ اَكَلْتُ طَيِّبَهَا وَ اَطْعَمْتُ النَّاسَ كَرَادِيْسَهَا اِرْفَعْ هٰذِهِ الْجَفْنَةَ هَاتِ لَنَا غَيْرَ هٰذَا الطَّعَامِ** یعنی ہائے افسوس! میں کتنا برا حاکم ہوں اگر میں عمدہ و بہترین کھانا کھاؤں اور دیگر لوگ بچا کچا کھائیں، لے جاؤ یہ کھانا اور کوئی دوسرا کھانا لاؤ۔'' چنانچہ آپ کا وہی پہلے والا کھانا روٹی اور زیتون لایا گیا جس میں آپ نے روٹی توڑ توڑ کر ڈالی اور تناول کرنے لگے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: ''**وَيْحَكَ يَا يَرْفَا اِحْمَلْ هٰذِهِ الْجَفْنَةَ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهَا اَهْلَ بَيْتٍ بِثَمْغٍ فَاِنِّيْ لَمْ آتِهِمْ مُنْذُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَ اَحْسِبُهُمْ مُقْفِرِيْنَ فَضَعْهَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ** یعنی اے یرفا! بڑے افسوس کی بات ہے، اس کھانے کو اٹھاؤ اور ثمغ کے گھر والوں کو دے آؤ کیونکہ میں ان کے پاس تین دن سے نہیں گیا اور میرے خیال سے وہ تین دن سے بھوکے ہی ہوں گے۔''(1)

بارگاہِ الٰہی سے استعانت

اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کو میرے ہاتھ پر ہلاک نہ فرما:

حضرت سیّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ حالت تھی کہ آپ عشاء کی نماز باجماعت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور مسلسل نوافل ادا کرتے رہتے، پھر باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے متعلق دریافت کرتے، پھر گھر جاتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے، پھر باہر آتے اور شگاف زدہ جگہوں کے گرد چکر لگاتے اور وقتِ سحر بارگاہِ الٰہی میں یوں مناجات کرتے: ''**اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَاكَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى يَدَيَّ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! امت محمدیہ کو میرے ہاتھ پر ہلاک نہ فرما۔''(2)

---

1 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۷۔

2 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۸۔

ہم سے اِس بَلا کو دُور فرما:

حضرت سیِّدُ نا سائِب بِن یَزید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو آدھی رات کے وقت مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بار بار یوں دعا فرمارہے تھے: ''اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْنَا بِالسِّنِیْنَ وَارْفَعْ عَنَّا الْبَلَاءَ یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس قحط سالی سے ہلاک نہ فرما، ہم سے اس بلا کو دور فرما۔''(1)

توبہ واستغفار کی تلقین:

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بِن ساعِدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ قحط سالی والے سال میں نے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ ندا دیتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو، فضل الٰہی کے سُوالی بنو، رحمت بھری بارش مانگو نہ کہ عذاب والی بارش۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اُس وقت تک یہی معمول رہا جب تک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے خُشک سالی دور نہ فرمادی۔(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ عہدہ اور منصب بہت بڑی آزمائش ہے، جس شخص کو اِس آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا گویا وہ دنیا میں پھنس گیا لیکن جب آزمائش میں آہی گئے تو اب اس پر صبر کرتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے مدد طلب کیجئے، اپنے طور پر پوری کوشش کیجئے کہ کوئی کوتاہی نہ ہو، ہر طرح سے رعایا کے حقوق کی پاسداری کیجئے۔ انہیں تکلیف میں مبتلا دیکھیں تو خود ان کی خیر خواہی کریں، ان سے تکالیف کو دور کریں، اگر آپ کے بس میں نہیں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس تکلیف کو دور کرنے کی دعا ضرور کیجئے۔

عوامُ النّاس کی خیر خواہی

اونٹوں کا ایک طویل قافلہ:

حضرت سیِّدُ نا لَیث بِن سَعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۳۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۳۔

تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں عام الرمادہ میں قحط سالی ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصر کے گورنر حضرت سیِّدُ نا عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

''مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى الْعَاصِ بْنِ الْعَاصِ، سَلَامٌ اَمَّا بَعْدُ فَلِعُمْرِىْ يَا عَمْرو مَا تُبَالِىْ اِذَا شَبِعْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ اَنَّ اَهْلَكَ اَنَا وَ مَنْ مَّعِىَ، فَيَا غَوْثَاهُ ثُمَّ يَا غَوْثَاهُ یعنی یہ مکتوب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے، امیر المؤمنین عمر کی طرف سے عاص بن عاص کی طرف ہے! تم پر سلامتی ہو، حمد وصلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ اے عَمرو! میری جان کی قسم! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہوجائیں، ارے فریاد کو پہنچ! ارے فریاد کو پہنچ۔'' اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن عَاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جوابی مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

''لِعَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَمَّا بَعْدُ فَيَا لَبَّيْكَ ثُمَّ يَا لَبَّيْكَ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ بَعِيْراً اَوَّلُهَا عِنْدَكَ وَآخِرُهَا عِنْدِىْ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی یہ جوابی مکتوب عَمرو بن عاص کی طرف سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ہے۔ حمد وصلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ حضور! میں بار بار خدمت کے لیے حاضر ہوں، پھر بار بار خدمت کے لیے حاضر ہوں اس طرح کہ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں سامان سے لدے اونٹ اتنی تعداد میں بھیج رہا ہوں کہ ان اونٹوں میں سب سے پہلا اونٹ آپ کے پاس ہوگا اور اس کا آخری میرے پاس۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی آپ پر سلامتی، اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔''

پھر جب سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے مال آیا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سامان کے ذریعے مسلمانوں پر خوب وسعت فرمائی، مدینہ منورہ اور اَطراف کے لوگوں کو ایک گھر کے لیے ایک اونٹ مع سامان عطا فرمایا، حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا زُبیر بن عَوّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیجا کہ وہ یہ مال لوگوں میں تقسیم کریں۔ انہوں نے ہر گھر میں ایک ایک اونٹ اور کھانے وغیرہ کا سامان دیا تاکہ لوگ کھانا کھائیں، اونٹ ذبح کریں، اس کا گوشت کھائیں، چربی پگھلا کر سالن بنائیں، اس کی کھال کو کام میں لائیں جوتیاں وغیرہ بنائیں، جس تھیلی کے اندر کھانا تھا اس کا لحاف بنالیں۔ اس سامان کے ذریعے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں پر وُسعت فرمادی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ دیکھا تو آپ نے رب عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا، حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے حکومتی رُفقاء کو اپنی بارگاہ میں بلایا، انہیں نہایت ہی اعزاز و اکرام عطا فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: ''اے عَمرو بِن عاص! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مِصر کو مسلمانوں کے ہاتھ فتح فرمایا اور اہل مصر کو تمام مسلمانوں کے لیے طاقت وقوت کا ذریعہ بنایا، میں نے یہ سوچا ہے کہ جب میں اَہلِ حَرَمَین پر آسانی کرنا چاہتا ہوں تو کیوں نہ ایک نہر کھدواؤں کہ وہ دریائے نیل سے سمندر میں بہے اور آئندہ غلہ وغیرہ دیگر سامان سمندری راستے سے مدینہ منورہ پہنچے کیونکہ اس طرح اونٹوں پر سامان وغیرہ لاد کر لانا کافی مشکل کام ہے۔ آپ تمام لوگ اس بارے میں مشاورت کرلیں اور اتفاق رائے سے یہ کام کریں۔''

بہرحال حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشاورت کی اَوّلاً کچھ اختلافات واقع ہوئے لیکن بعد میں اتفاق ہوگیا اور مصر والوں نے ایک نہر کھودی جو شہر فُسطَاط کی طرف سے دریائے نیل سے بحرِ قُلزُم تک پہنچتی تھی، اس میں کشتیاں چلنے لگیں، جن کے ذریعے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کھانے کا سامان وغیرہ آسانی کے ساتھ آنے لگا، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے ذریعے اَہلِ حَرَمَین کو بہت فائدہ پہنچایا، اس نہر کا نام **''خلیجِ امیر المؤمنین''** رکھا گیا اور یہ نہر حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور تک باقی رہی بعد ازاں حُکّام کی غفلت کے باعث بند ہوگئی۔[1]

روزانہ بیس اونٹ ذبح فرماتے:

حضرت سیِّدُنا فِراس دِیلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر

---

(1) ......صحیح ابن خزیمۃ، باب ذکر اللیل۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۶۸، حدیث: ۲۳۶۷، مستدرک حاکم، کتاب الزکاۃ، لا یدخل۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۶، حدیث: ۱۵۱۱، سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمۃ، باب ما یکون۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۵۷۷، حدیث: ۱۳۰۱۶، کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۷۵، حدیث: ۳۵۹۰۰۔

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عامُ الرَّمادہ میں مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے روزانہ بیس اونٹ نحر کیا کرتے تھے جو حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصر سے بھیجے تھے۔[1]

لوگوں میں صدقات تقسیم کیے:

حضرت سیِّدُنا کُرْدَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صدقہ تقسیم کرنے والے کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ جس کے پاس ایک بکری اور ایک چرواہا ہو اس کو مزید دے دو۔[2]

فاروقِ اعظم کی ذات مرجعِ خلائق:

عام الرمادہ میں اہل عرب چار جانب سے مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ گویا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مرجع خلائق تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اُمراء کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ مختلف علاقوں سے آنے والے لوگوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھیں۔ ایک رات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”شام کا کھانا ہمارے پاس کتنے لوگ کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔“ لہٰذا جب گنتی کی گئی تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی، پھر چند دن بعد ان کی دوبارہ گنتی کی گئی تو یہ تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ بعدازاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چند لوگوں کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ مختلف شہروں سے آنے والے لوگوں کو اپنے اپنے شہروں میں بھیجیں اور ان کے شہروں میں کھانے کا سامان اور غلہ وغیرہ بھیجنے کا انتظام کریں۔ تمام لوگوں کے لیے ایک بڑے برتن میں آٹے اور روغن میں کھانا بنایا جاتا تھا۔[3]

فاروقِ اعظم نے اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھلایا:

حضرت سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِبنِ حَنْتَمَہ (یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) پر رحم فرمائے، میں نے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عام الرمادہ میں اپنی پیٹھ پر دو بوریاں لادے اور ہاتھ میں تیل سے بھرا ہوا ایک ڈبہ اٹھائے جا رہے ہیں، آپ کے ساتھ آپ کے غلام حضرت سیِّدُنا اَسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ہیں، دونوں باری باری وہ سامان اٹھاتے ہیں، اتنے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۹۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۶۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۰ ملخصاً۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: ''مِنْ اَیْنَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ؟ یعنی اے ابو ہریرہ کہا جارہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''حضور میں قریب ہی جارہا ہوں۔'' پھر میں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا، اس سامان کو لے کر ہم مقام ''صرار'' تک پہنچے جہاں تقریباً بیس گھروں کے لوگ مقیم تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھا: ''تم لوگ یہاں پر کیوں آئے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! کھانے وغیرہ کی تلاش میں آئے ہیں۔'' پھر انہوں نے وہ چمڑے دکھائے جنہیں بطور کھانا کھاتے تھے اور بوسیدہ ہڈیوں کا وہ سفوف بھی دکھایا جسے وہ پھانکتے تھے۔ یہ دیکھتے ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی چادر اتاری اور خود ہی اپنی ہاتھوں سے کھانا پکانے لگے، کھانا پکا پکا کر سب کو کھلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے۔ پھر آپ نے اپنے غلام حضرت سیِّدُنا اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم دیا کہ ''ان لوگوں کے لیے اونٹ لے کر آؤ۔'' وہ اونٹ لائے تو آپ نے ان کو سوار کرایا اور جَبَّانہ کے مقام پر ٹھہرایا، پھر انہیں پہننے کے لیے کپڑے وغیرہ دیے جو انہوں نے زیب تن کر لیے۔ یہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا معمول رہا کہ مختلف لوگوں کے پاس جا کر ان کی مدد فرماتے رہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں سے اس قحط سالی جیسی مصیبت کو دور فرما دیا۔[1]

فاروقِ اعظم نے کھانا پکانے کا طریقہ بتایا:

حضرت سیِّدُنا حِزام بِن ہِشام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ عام الرمادہ میں ایک عورت کے قریب سے گزرے جو عصیدہ کھانا بنا رہی تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''لَیْسَ هٰكَذَا تَعْصِدِیْنَ یعنی یہ کھانا ایسے نہیں بناتے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود ہی اس کو بنا کر دکھایا اور فرمایا: ''هٰكَذَا یعنی ایسے بناتے ہیں۔''[2]

فاروقِ اعظم کھانا پکانا سکھاتے:

حضرت سیِّدُنا ہِشام بِن خالِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عام الرمادہ میں میں نے امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ عورتوں کو کھانا پکانا سکھا رہے تھے، انہیں بتا رہے تھے کہ

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۸۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۹۔

پانی میں آٹا اس وقت تک نہ ڈالو جب تک وہ اچھی طرح گرم نہ ہوجائے، جب وہ گرم ہوجائے تو پھر تھوڑا تھوڑا کر کے اس میں آٹا ڈالو اور ساتھ ساتھ اسے ہلاتی بھی جاؤ اس طرح کھانا زیادہ اور مزیدار بنے گا اور ایک جگہ جمے گا بھی نہیں۔ [1]

رعایا کے ساتھ ماں جیسا سلوک:

سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! عام الرمادہ میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عوام الناس کے ساتھ مدنی سلوک کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے آپ کے نزدیک آپ کی رعایا اولاد کی حیثیت رکھتی ہو، جیسے والدین اپنے بچوں کی ہر ہر معاملے میں رہنمائی کرتے ہیں، بِعَیْنِہٖ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے اور عام الرمادہ میں تو ویسے ہی اناج کافی مشکل سے ملتا تھا پھر خواتین کی ناتجربہ کاری اور غفلت کے سبب کھانا صحیح اور اچھا نہ بنے، آپ نے اس کا بھی سدباب فرمادیا۔ مذکورہ بالا روایات سے واضح ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ہاتھوں سے خود کھانا پکا کر کھلایا، بلکہ پکانا بھی سکھایا، واقعی اگر کوئی حاکم یا ذمہ دار اپنے آپ کو والد یا والدہ کے درجے میں رکھ کر عوام یا ماتحت اسلامی بھائیوں کی تربیت کرتا ہے، ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی ان کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔

فاروقِ اعظم کی مختلف خدمات:

(1) حضرت سیِّدُنا مالِک بِن اَوس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں میرے قبیلے یعنی بنونَضِیر کے سو ١٠٠ گھرانوں پر مشتمل لوگ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس مقام ''جَبَّانَہ'' میں آئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جو لوگ بھی آتے انہیں کھانا وغیرہ دیتے اور جو نہیں آسکتے تھے ان کی ضرورت کی چیزیں ان کے پاس ہی بھیج دیتے تھے۔ [2]

(2) مریضوں کی عیادت کرنا، وفات پاجانے والے لوگوں کے کفن کا انتظام کرنا بھی آپ کی عادات میں شامل تھا۔ قحط سالی کی وجہ سے کافی اموات بھی ہوئیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دس ایسے اشخاص پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھی جن کی موت چمڑہ کھانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ جب قحط سالی دور ہوگئی بارش وغیرہ کا نزول ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ٣، ص ٢٣٩۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ٣، ص ٢٤١۔

نے یہ حکم جاری فرمایا: ''اُخْرُجُوْا مِنَ الْقَرْيَةِ اِلٰى مَا كُنْتُمْ اِعْتَدْتُّمْ مِنَ الْبَرِيَّةِ یعنی تمام لوگ جن جن صحرائی علاقوں سے آئے تھے وہیں واپس چلے جائیں۔'' قحط سالی کی وجہ سے جو لوگ کمزور و ناتواں ہو گئے تھے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود اُنہیں سواریوں پر ان کے گھر پہنچایا۔[1]

مجلسِ خیر خواہی کا قیام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کی خیر خواہی کے لیے ایک مجلس بھی قائم فرما دی تھی جس کے اَراکین لوگوں کی خیر خواہی کرتے اور رات کو اس کی مکمل تفصیل بارگاہِ فاروقی میں پیش کر دیتے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عام الرمادہ والے سال لوگ ہر طرف سے مدینہ منورہ اُمڈ آئے تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چند اَفراد کو لوگوں کے کھانے اور رہائش وغیرہ کی خیر خواہی پر مامور فرما دیا۔ اِن میں حضرت سیِّدُنا یزید بِن اُختِ نَمِر، حضرت سیِّدُنا مِسْوَر بِن مَخْرَمہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عبد القاری، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بِن عُتْبَہ بِن مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تھے۔ یہ تمام لوگ رات کو بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوتے اور پورے دن کی کارکردگی پیش کرتے، ان میں سے ہر ایک مدینہ منورہ کے ایک ایک کونے پر مامور تھا۔[2]

مریضوں کے لیے علیحدہ کھانے کا انتظام:

عام الرمادہ میں مریضوں کے لیے علیحدہ سے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ افراد سحری کے وقت آجاتے اور کھانا پکانے میں مشغول ہو جاتے، صبح تک کھانا تیار ہو جاتا اور پھر مریضوں کو کھلایا جاتا۔ بعد ازاں دیگر لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا جاتا۔[3]

قحط سالی کے متاثرین کی تعداد:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار اپنی اسی مجلس کو کھانا کھانے والے لوگوں کو

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۰۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۱۔

شمار کرنے کا حکم دیا تو ان کی تعداد سات ہزار سامنے آئی، پھر عورتوں بچوں اور مریضوں کے ساتھ شمار کیا گیا تو کل تعداد چالیس ہزار ہوگئی۔ چند دن بعد دوبارہ شمار کیا گیا تو فقط کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار ہوگئی اور دیگر لوگوں کو بھی شمار کیا گیا تو ان کی تعداد پچاس ہزار ہوئی۔ پھر ان میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور یہ تمام لوگ اس وقت تک مدینہ منورہ میں ہی رہے جب تک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے قحط سالی کو دور نہ فرما دیا۔ قحط سالی دور ہونے کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپسی شروع کردی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب کو غلہ اور راشن وغیرہ دے کر خود روانہ کرتے، لوگوں کی اپنے علاقوں میں واپسی کے وقت مجموعی تعداد ایک تہائی رہ گئی تھی جبکہ بقیہ کا انتقال ہوگیا تھا۔[1]

رعایا کو اعمال صالحہ کی ترغیب

اپنے رب کو راضی کرو:

حضرت سیِّدُنا اسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ میں نے عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ فرماتے سنا: ''اے لوگو! مجھے اندیشہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی عام ہوگئی ہے، تم سب اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرو، گناہوں کو چھوڑ دو، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور نیک اعمال اختیار کرو۔''[2]

اپنے رب سے ڈرو:

حضرت سیِّدُنا سُلَیْمان بِن یَسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنی ذات کے بارے میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو خصوصاً ان معاملات کے بارے میں جو لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہیں، میں تمہاری وجہ سے اور تم لوگ میری وجہ سے آزمائش میں ہو، میں نہیں جانتا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی مجھ پر تمہاری وجہ سے ہے یا تم پر میری وجہ سے ہے یا ہم سب کی وجہ سے ہے۔ تمام لوگ آؤ! ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو صحیح فرما دے، ہم پر رحم فرمائے اور ہم سے اس قحط سالی کو دور فرما دے۔''[3]

---

1. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۱۔
2. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۵۔
3. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۵۔

فاروقِ اعظم اور بارش کی دعا

بارانِ رحمت کا سوال کرو:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن ساعِدہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مغرب کی نماز ادا کی اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے گناہوں کی معافی مانگو، اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، اس کا فضل وکرم طلب کرو، اس سے ایسی بارش کا سوال کرو جو بارانِ رحمت ہو، بارانِ زحمت نہ ہو، یہی عمل کرتے رہو یہاں تک کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تم سے اس مصیبت کو دور فرمادے۔''(1)

بارش والی آیات کی تلاوت کی:

حضرت سیِّدُنا امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ استسقاء یعنی بارش طلب کرنے کے لیے باہر تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ۝۱۰ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًاۙ۝۱۱﴾ (پ۲۹، نوح: ۱۰، ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: ''تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرّاٹے کا مینہ بھیجے گا۔'' پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۝۵۲﴾ (پ۱۲، ھود: ۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: ''اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔''

لوگوں نے پوچھا کہ ''حضور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آیات کی تلاوت فرمائی لیکن بارش طلب نہ کی اس کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا: ''لَقَدْ طَلَبْتُ بِمَجَادِيحِ السَّمَاءِ الَّتِي يُسْتَنْزَلُ بِهَا الْقَطْرُ یعنی جس آسمان سے قطرہ قطرہ بارش طلب کی جاتی ہے میں نے اس کی ہر جانب سے بارش کو طلب کیا ہے۔''(2)

---

1 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۳۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، مایدعی ۔۔۔ الخ، ج ۷، ص ۶۷، حدیث: ۱۔

روتے روتے داڑھی مبارکہ تر ہوگئی:

حضرت سیِّدُنا نِیَار اَسْلَمِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام لوگوں کے ساتھ میدان میں نکل کر نماز استسقاء پڑھنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے عُمَّال کو بھی لکھا کہ فلاں فلاں تاریخ کو لوگوں کے ساتھ نکل کر رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عاجزی اور توبہ واستغفار کے ساتھ دعا کریں تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قحط سالی کو دور فرمادے۔ آپ خود بھی اس تاریخ کو نکلے، آپ کے جسم پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چادر مبارک تھی، عید گاہ پہنچے اور لوگوں کو خطبہ دیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی عاجزی وانکساری فرمارہے تھے، آپ کی دعا استغفار پر مشتمل تھی، جب دعا ختم کرنے کا وقت قریب آیا تو ہاتھوں کو دراز کرکے اوپر اٹھایا اور چادر کا ایک کنارہ دائیں اور دوسرا بائیں طرف کردیا، پھر ہاتھ کو بلند کرکے خوب گریہ وزاری کی، اتنا روئے، اتنا روئے کہ روتے روتے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی داڑھی مبارکہ تر ہوگئی۔ (1)

سیِّدُنا عباس کے وسیلے سے دعا

یا اللہ! ہم پر بارش نازل فرما:

حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں جب قحط سالی ہوئی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُنا عباس بن عبد المُطَّلِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے یوں دعا مانگی: ''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا** یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! پہلے ہم تیرے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تُو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں ہم پر بارش نازل فرما۔'' سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے یوں دعا کرنے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر بارش نازل فرمادی۔'' (2)

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۴۴۔

2 ......بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سوال الناس---الخ، ج ۱، ص ۳۴٦، حدیث: ۱۰۱۰۔

رسول اللہ کے قاصد کی آمد:

حضرت سیِّدُ ناعبد الرحمٰن بن کعب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں جو قحط آیا اس نے دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ اتنے میں حضرت سیِّدُ نا بلال بن حارِث مُزَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: ''**اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ یَقُوْلُ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ عَھِدْتُّکَ کَیِّساً وَمَا زِلْتَ عَلٰی ذٰلِکَ فَمَا شَاْنُکَ** یعنی میں آپ کی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قاصد بن کر آیا ہوں، میں نے خواب میں دیکھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ سے ارشاد فرمارہے ہیں: اے عمر! میں تو تم سے باعتبار دانائی واقف ہوں اور تم ہمیشہ دانا ہی رہے لیکن اب یہ تمہاری کیا حالت ہے؟'' یہ سن کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''یہ خواب تم نے کب دیکھا ہے؟'' عرض کیا: ''کل رات کو۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور پوچھا: ''**اَیُّھَا النَّاسُ اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ ھَلْ تَعْلَمُوْنَ مِنِّیْ اَمْراً غَیْرُہٗ خَیْرٌ مِّنْہُ** یعنی اے لوگو! میں تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم نے میری ذات میں کوئی ایسی بات دیکھی جس میں مزید بہتری کی گنجائش ہو؟'' لوگوں نے کہا: ''نہیں۔'' پھر آپ نے حضرت سیِّدُ نا بلال بن حارِث مُزَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا خواب سنایا تو لوگوں نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: ''اے امیر المؤمنین! سیِّدُ نا بلال بن حارِث مُزَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے بالکل سچ کہا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے مسلمانوں کے لیے بارش کو طلب کیجئے۔'' چنانچہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لے کر نکلے اور نہایت ہی رقت انگیز دعا مانگی، جس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بارش نازل فرمائی۔ (1)

فاروقِ اعظم اور سیِّدُ نا عباس کی رِقَّت اَنگیز دعا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب تمام لوگوں کو جمع کر کے دعا کے لیے باہر تشریف لائے، اس وقت تمام لوگوں پر رقت طاری تھی، کیونکہ تمام مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا تھے، سب کی نظریں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ پر لگی ہوئی تھیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی

---

(1) ......البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۱۶۶۔

دعا کے آخر میں کہا: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں اپنی رعایا کے معاملے میں مجبور ہو گیا ہوں، اے پیارے رب عَزَّوَجَلَّ جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب انسانوں کے لیے کافی ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہاتھ تھاما اور یوں عرض کیا: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم تیرے نبی کے چچا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بقیہ اَجداد واَکابرین کی دعاؤں کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں، تیری بات سچی ہے اور تو خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًاۚ﴾ (پ۱۶، الکہف: ۸۲) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔''

اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو نے ان بچوں کے باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے اس دیوار کی حفاظت فرمائی، لہٰذا تو اپنے نبی کے چچا کے وسیلے سے ہماری حفاظت فرما، ہم ان کو تیری بارگاہ میں اپنی شفاعت کے لیے پیش کر رہے ہیں، تو ان کے صدقے ہماری مغفرت فرما۔'' پھر آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ۝۱۰ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًاۙ۝۱۱﴾ (پ۲۹، نوح: ۱۰، ۱۱) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرّاٹے کا مینہ بھیجے گا۔''

پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۝۵۲﴾ (پ۱۲، ھود: ۵۲) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جُرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ساتھ خود حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بھی رقت طاری تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ کی داڑھی مبارکہ آنسو سے تر ہو چکی تھی، سیِّدُنا عباس نے بارگاہِ خداوندی میں التجا کرتے ہوئے عرض کیا: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہی ہمارا نگہبان ہے، گم ہونے والے کو تو رائیگاں نہ فرما، بے سہاروں کو ہلاکت کی وادیوں میں اکیلا نہ چھوڑ، ہمارے چھوٹے کمزور اور بڑے دبلے ہوتے جارہے ہیں، اے باری تعالیٰ! میری عرض فقط تیری بارگاہ میں ہے، تو خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ!

تو ان لوگوں پر اپنی رحمت والی بارش عطا فرما، ان لوگوں نے تیرے نبی کی نسبت کی وجہ سے مجھے اس جگہ لاکھڑا کیا ہے۔“

اِن رقت انگیز دعاؤں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے شرفِ قبولیت بخشا اور اچانک ایک خوشنما بادل ظاہر ہوا، لوگ کہنے لگے: ”وہ دیکھو وہ دیکھو۔“ وہ بادل چلتا ہوا آیا اور پھر ٹھہر گیا اور ہوائیں چلنی لگیں، پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، بارش کا اتنا پانی تھا کہ لوگ اپنی ازار کے پائنچوں کو اٹھائے واپس آئے، پانی ان کے ٹخنوں تک آگیا، لوگوں نے حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کے دامن کو تھام لیا اور آپ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہنے لگے: ”**هَنِيْئًا لَكَ سَاقِيَ الْحَرَمَيْنِ** یعنی مبارک ہو کہ آپ حَرَمَین یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو سیراب فرمانے والے ہیں۔“(1)

سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت کے اَشعار:

اس عظیم الشان واقعے کے بعد ثنا خوانِ رسول صحابی حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی شان میں یہ تین اشعار کہے:

سَاَلَ الْاِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا ... فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ

ترجمہ: ”امام یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے بارگاہِ ربُّ العِزَّت میں سوال کیا اس حال میں کہ ہم پر مسلسل قحط طاری تھا، تو بادل نے سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی چمک سے بارش برسائی۔“

عَمِّ النَّبِيِّ وَصِنْوِ وَالِدِهِ الَّذِيْ ... وَرِثَ النَّبِيَّ بِذَاكَ دُوْنَ النَّاسِ

ترجمہ: ”آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا، آپ کے والد کے حقیقی بھائی، دوسروں کے علاوہ وہی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وارث ہوئے۔“

اَحْيَا الْاِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَاَصْبَحَتْ ... مُخْضَرَّةُ الْاَجْنَابِ بَعْدَ الْيَاْسِ

ترجمہ: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہی یعنی سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کے وسیلے سے شہروں کو آباد فرما دیا، مایوسی کے بعد وہ چاروں جانب سے سرسبز ہوگئے۔“(2)

---

(1) ......الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ ثمان عشرۃ۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۳۹۷۔

(2) ......اسد الغابۃ، عباس بن عبد المطلب، ج ۳، ص ۱۶۶۔

اسلام میں وسیلے کا تَصَوُّر

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت میں اس بات کا مبارک ذکر ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں سیراب فرمایا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام میں کسی ہستی کو وسیلہ بنانے کا صحیح تصور پیش کیا جائے تاکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ مبارک عمل ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جائے اور تمام مسلمان اس سے فُیُوض وبَرَکات حاصل کریں۔

وسیلہ کسے کہتے ہیں۔۔۔؟

علامہ ابنِ اَثیر جَزَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی وسیلے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**مَا یُتَوَصَّلُ بِہٖ اِلَی الشَّیْءِ وَیُتَقَرَّبُ بِہٖ** یعنی جس چیز کے ذریعے یا سبب سے کسی دوسری چیز تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قُرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔''(1)

وسیلے کے ثبوت پر تین آیات مبارکہ

وسیلہ تلاش کرو:

(1)......قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۳۵**﴾ (پ۶، المائدہ: ۳۵) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اے ایمان والو **اللہ** سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔''

مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان ''تفسیر نور العرفان'' میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو اعمال کے ساتھ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیے کیونکہ اعمال تو **اِتَّقُوا اللّٰہ** میں آ گئے تھے، پھر تلاش وسیلہ کا حکم ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کی راہ میں کوشش کرنا چاہیے تاکہ وسیلہ حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مُتَّقِی مؤمن بغیر وسیلہ رب تک نہیں پہنچ سکتا، خیال رہے کہ اس حکم میں حضور اکرم

---

1 ......النہایۃ فی غریب الاثر، باب الواو مع السین، ج۵، ص ۱۶۱۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم داخل نہیں کیونکہ آپ سب کا وسیلہ ہیں، آپ کا وسیلہ کون ہوسکتا ہے؟''

وسیلہ بنانا مقبول بندوں کا طریقہ:

(2)......قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا(۵۷)﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۷) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرّب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔''

صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی ''**خزائن العرفان**'' میں فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ مقرّب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔'' **مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیمُ الامَّت** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ''تفسیر نور العرفان'' میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنا لازم ہے، رب فرماتا ہے:﴿ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴾'' (پ۶، المائدہ: ۳۵) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔'')

حضور کے وسیلہ سے دعا کرتے:

(3)......قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْاۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ(۸۹)﴾ (پ۱، البقرۃ: ۸۹) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔''

صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی ''**خزائن العرفان**'' میں اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''سید انبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت اور قرآن کریم

کے نُزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے: **اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ عَلَیۡنَا وَ انۡصُرۡنَا بِالنَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ** یارب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شُہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خَلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔''

مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الۡحَنَّان ''تفسیر نور العرفان'' میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''جب کبھی اہل کتاب مشرکین سے جنگ کرتے تو حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے وسیلے سے دعاءِ نصرت کرتے تھے کہ خدایا اس نبی آخر الزمان (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے طفیل ہمیں فتح دے، رب انہیں فتح دیتا تھا، کیونکہ گزشتہ کتب اور پہلے نبیوں نے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا غُلْغُلَہ عالم میں پھیلا دیا تھا، اس آیت میں وہ واقعات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ محبوب (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے، معلوم ہوا کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے تَوَسُّل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے اور ان کے وسیلے کا منکر یہود و نصاری سے بدتر ہے اور حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے وسیلے سے پہلے ہی خَلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔''

آئندہ آنے والوں کے وسیلہ سے دعا مانگنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا تیسری آیت مبارکہ میں ہے کہ پچھلی اُمّتیں حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح کی دعا مانگتی تھیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں فتح عطا فرماتا تھا، حالانکہ اس وقت حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا میں تشریف نہ لائے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ آنے والوں کے وسیلے سے دعا کرنا بالکل جائز ہے۔ مثلاً یوں دعا مانگنا بالکل جائز ہے: ''**یااللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں حضرت سیِّدُنا امام مَہدِی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اور قیامت تک آنے والے تیرے تمام برگزیدہ بندوں کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، تُو میرے تمام گناہوں کو بخش دے، میری مغفرت فرما۔''

اَنبیائے کرام کے وسیلے سے دعا مانگنا

جس طرح آئندہ آنے والے لوگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے اسی طرح زندوں اور جو وصال فرما چکے ہیں ان کے وسیلے سے دعا مانگنا بھی جائز ہے، جیسے پیچھے حدیث مبارکہ گزری کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بارش نازل فرمائی۔ واضح رہے کہ قرآن وسنت، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اولیائے عُظَّام بلکہ پوری اُمَّتِ مُسلِمَہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اسی طرح تمام شُہدائے کرام بھی اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں، لہٰذا ان کے وسیلے سے دعا مانگنا بالکل جائز ہے۔

رسول اللہ نے وسیلے کی تلقین فرمائی:

ایک نابینا صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خود **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وسیلے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: ''**اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُعَافِیَنِي** یعنی **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ دعا فرما دیجئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری بینائی کو بحال فرما دے۔'' حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ لَکَ وَھُوَ خَیْرٌ وَاِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ** یعنی اگر تم چاہو میں تمہارے لیے دعا کو مُؤَخَّر کردوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کر دیتا ہوں۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور آپ دعا فرما دیجئے۔'' راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا اور اسے یہ دعا سکھائی کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یہ دعا کرے: ''**اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّي تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّي حَاجَتِي ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِيَ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِيَّ** یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیری ذات پاک کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے اس نبی محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے جو نبی رحمت ہیں، **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے توجہ کی ہے

تاکہ میری حاجت پوری ہوجائے، یاالٰہی! توان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"[1]

عہدِفاروقی میں قبرِرسول پرصحابی کی فریاد:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمرفاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِخلافت میں قحط سالی کے وقت ایک صحابی نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار پر جاکرتَوَسُّل کیا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا مالِک دار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے جوکہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِخلافت میں کھانے کے خازن تھے، فرماتے ہیں کہ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِخلافت میں قحط آیا توایک صحابی رسول حضرت سیِّدُنا بلال بن حارِث مُزَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبرِانور پر حاضر ہوئے اورعرض کرنے لگے: "**یَا رَسُوْلَ اللہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا** یعنی **یارَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہورہے ہیں۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوخواب میں حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت نصیب ہوئی اورآپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: "**اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْہُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْہُ اَنَّکُمْ مُسْتَقِیْمُوْنَ وَقُلْ لَہٗ عَلَیْکَ الْکَیْسُ عَلَیْکَ الْکَیْسُ** یعنی عمر کے پاس جاؤاورانہیں میرا سلام کہ دواورانہیں یہ خبردےدوکہ عنقریب تم پر بارش نازل ہونے والی ہےاوراس سے یہ بھی کہہ دوکہ تم پرسُوجھ بُوجھ لازم ہےتم پرسوجھ بوجھ لازم ہے۔" آپ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضرہوئے اوران کوتمام تفصیل سے آگاہ کیاتوسیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ سن کرآبدیدہ ہوگئےاورزاروقطاررونے لگےاورعرض کرنے لگے: "**یَارَبِّ لَا آلُوْ اِلَّا مَاعَجَزْتُ عَنْہُ** یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں صرف وہی کام ترک کرتاہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔"[2]

بعدِ وصال رسول اللہ کے وسیلے سے دعا:

حضرت سیِّدُنا ابواُمامہ بن سَہْل بن حُنَیف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے چچا حضرت سیِّدُنا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

---

1 ......ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ج ۲، ص ۱۵٦، حدیث: ۱۳۸۵۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب، ج ۷، ص ۴۸۲، حدیث: ۳۵۔

فتح الباری، کتاب الاستسقاء، باب سوال الناس۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۴۲۹، تحت الحدیث: ۱۰۱۰۔

سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جاتا رہتا تھا، لیکن آپ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی اس کے کام میں غور کرتے تھے، اس نے حضرت سیِّدُ نا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملاقات کی اور سارا معاملہ بیان کر دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''تم اچھی طرح وضو کرو، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو، پھر یہ دعا کرو کہ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ہمارے نبی محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نبی رحمت کے وسیلے سے، اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے اور تم اپنی حاجت کا ذکر کرو۔ پھر سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں جاؤ، میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔''

پس وہ شخص چلا گیا اور حضرت سیِّدُ نا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا، پھر حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس لے گیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا، پھر فرمایا: ''تم نے اب تک اپنی حاجت کیوں نہ بیان کی؟ اب جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو اس کا ذکر کیا کرو۔'' اس کے بعد وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور اس کی ملاقات حضرت سیِّدُ نا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوئی، اس نے کہا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو نیک جزا دے، سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ میری طرف غور نہیں فرماتے تھے، آپ نے ان سے سفارش کی۔''

حضرت سیِّدُ نا عثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے ان سے تمہارے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ میں ایک بار **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر تھا جب آپ کے پاس ایک نابینا صحابی آئے اور اپنی بینائی کی شکایت کی تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُنہیں صبر کا فرمایا لیکن انہوں نے دعا کے لیے عرض کی، پس **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں یوں ہی دعا تلقین فرمائی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے کہ وہ نابینا صحابی ایسے ہو گئے جیسے وہ نابینا تھے ہی نہیں۔''(1)

---

(1)......معجم کبیر، ما اسند عثمان بن حنیف، ج ۹، ص ۳۰، حدیث: ۸۳۱۱۔

اَولیائے کِرام کے وسیلے سے دعا کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے اسی طرح صحابہ کرام واولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے وسیلے سے دعا مانگنا بھی بالکل جائز ہے۔ چنانچہ،

سیِّدُنا ابوایوب اَنصاری کی قبر کے وسیلے سے دعا:

حضرت سیِّدُنا ابوعُمر یُوسُف بِن **عبد اللّٰہ** بِن عبدُ البَر مالِکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا اَبُواَیُّوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قبرِ انور قُسطُنطِینِیَّہ کے قریب ہے، لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی قبر کے وسیلے سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بارش نازل کی جاتی ہے۔''[1]

سیِّدُنا اِمام بخاری کی قبر کے وسیلے سے دعا:

علامہ تاج الدِّین سُبکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی وفات کے (دوسو سال) بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا، لوگوں نے بارہا نمازِ استسقاء پڑھی اور دعائیں مانگیں لیکن بارش نہ ہوئی، پھر ایک نیک شخص جو زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے مشہور تھا شہر کے قاضی کے پاس گیا اور اسے مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے بارش کی دعا مانگو، شاید **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری دعا قبول فرمالے۔ قاضی نے یہ مشورہ قبول کرلیا اور لوگوں کے ساتھ امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی قبر پر آیا، امام بخاری کے وسیلے سے دعائیں کیں اور گریہ وزاری کی، امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی، نہایت ہی خشوع وخضوع سے اس نے دعا مانگی، اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور سات روز تک مسلسل بارش ہوتی رہی اور اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں کے لیے مقام ''خرتنگ'' سے ''سمرقند'' تک پہنچنا بھی مشکل ہو گیا۔[2] (حالانکہ خرتنگ سے سمرقند تک کا فاصلہ فقط تین میل ہے۔)

سیِّدُنا معروف کَرْخِی کے وسیلے سے دعا:

حضرت علامہ سیِّد ابنِ عابِدِین شامِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا معروف کَرْخِی بن فیروز رَحْمَۃُ اللّٰہِ

---

1 ......الاستیعاب، خالد بن زید، ج ۲، ص ۱۰، اسد الغابۃ، ابوایوب انصاری، ج ٦، ص ۲۹۔

2 ......طبقات الشافعیۃ الکبری، الطبقۃ الثانیۃ، ج ۲، ص ۲۳۴۔

تَعَالٰی عَلَیْہ مشائخ کبار سے ہیں، مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات تھے، ان کی قبر کے وسیلے سے بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے، یہ حضرت سیّدُ نا سرّی سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے استادِ محترم تھے، ۲۰۰ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ [1]

وسیلے کے بارے میں خُلاصہ کلام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا تمام آیات واحادیث، روایات وواقعات سے معلوم ہوا کہ آئندہ آنے والے ائمہ کرام، اولیائے کرام وبزرگ ہستیوں کے وسیلے سے دعا کرنا، تمام انبیائے کرام، خُصُوصاً بالخُصُوص خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طَیِّبہ، وِصالِ ظاہری کے بعد، اہلِ بیتِ کرام، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عُظّام، ان تمام کی ذات وقبور کے وسیلے سے دعا مانگنا، اپنی حاجتوں کو رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے طلب کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ برکت ہے کہ ان اللہ والوں کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، مشکل کام آسان ہوجاتے ہیں، مصیبتیں دور ہوجاتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو ان مبارک، برگزیدہ اور رب تعالی کے پیاروں کے وسیلے سے دعا مانگنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

آزمائش میں عوام کے ساتھ برابری کی شرکت

طاعونِ عَمْواس کیا ہے۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں ۱۸ سن ہجری میں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی۔ ''عمواس'' ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو ''بیت المقدس'' اور ''رَمْلَہ'' کے درمیان واقع ہے، سب سے پہلے یہیں سے طاعون کی وبا پھیلی اور پھر آہستہ آہستہ پورے ملک شام میں پھیل گئی۔ [2]

---

1 ……ردالمحتار علی الدرالمختار، مقدمۃ، یجوز تقلید المفضول مع وجود الاصل، ج ۱، ص ۱۴۱۔

2 ……معجم البلدان، باب العین والمیم ومایلیھما، ج ۳، ص ۳۵۴۔

طاعون کسے کہتے ہیں۔۔۔؟

طاعون ایک وبائی مرض ہے جس کی وضاحت اَحادیث مبارکہ میں بالکل صراحتاً موجود ہے، چنانچہ طاعون سے متعلق چار احادیثِ مبارکہ ملاحظہ کیجئے:

(1)......’’طاعون ایک عذاب تھا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس پر چاہتا بھیجتا لیکن مؤمنین کے لئے اُسے رحمت فرما دیا ہے۔‘‘(1)

(2)......’’میری اُمت کا خاتمہ دشمن کے نیزوں اور طاعون سے ہی ہوگا، طاعون اونٹ کی گلٹی کی طرح ہے۔‘‘(2)

(3)......’’طاعون تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی ہے کہ بغلوں اور نرم جگہوں میں نکلتی ہے۔‘‘(3)

(4)......’’طاعون ایک کُونچا ہے کہ میری اُمّت کو ان کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا جیسے اونٹ کی گلٹی۔‘‘(4)

طاعون سے مرنے والا شہید:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَحادیثِ مُتواترہ سے ثابت ہے کہ طاعون سے مرنے والا شہید ہے، چنانچہ اس ضمن میں تین احادیثِ مبارکہ ملاحظہ کیجئے:

(1)......’’**اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ** یعنی طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔‘‘(5)

(2)......’’**مَنْ مَاتَ فِی الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ** یعنی طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔‘‘(6)

(3)......’’**اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِاُمَّتِی** یعنی طاعون میری اُمّت کے لئے شہادت ہے۔‘‘(7)

طاعون سے بھاگنا ممنوع:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! طاعون کی وجہ سے طاعون زدہ علاقہ چھوڑ کر بھاگ جانے کی سختی سے ممانعت ہے

1......مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ج ۱۰، ص ۱۰۳، حدیث: ۲۶۱۹۹ ملتقطاً۔

2......مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ج ۱۰، ص ۱۱۰، حدیث: ۲۶۲۴۲ ملتقطاً۔

3......معجم اوسط، من اسمہ محمد، ج ۴، ص ۱۵۰، حدیث: ۵۵۳۱ ملتقطاً۔

4......مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب فی الطاعون۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۵۱، حدیث: ۳۸۶۸ ملتقطاً۔

5......بخاری، کتاب الجہاد، باب الشہادۃ سبع، حدیث: ۲۸۳۰، ج ۲، ص ۲۶۳۔

6......مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشہداء، ص ۱۰۶۰، حدیث: ۱۶۵ ملتقطاً۔

7......معجم اوسط، من اسمہ محمد، ج ۴، ص ۱۵۰، حدیث: ۵۵۳۱ ملتقطاً۔

اور یہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے، بلکہ ایسے شخص کے متعلق احادیث مبارکہ میں نہایت ہی سخت حکم ہے، جس طرح طاعون سے بھاگنا گناہ ہے اسی طرح طاعون زدہ جگہ پر جانا بھی منع ہے کہ اس میں بلائے اِلٰہی سے مقابلہ کرنا ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: ''طاعون جہاں ہو وہاں سے بھاگنا جائز نہیں اور دوسری جگہ سے وہاں جانا بھی نہ چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کمزور اعتقاد کے ہوں اور ایسی جگہ گئے اور مبتلا ہوگئے، ان کے دل میں بات آئی کہ یہاں آنے سے ایسا ہوا نہ آتے تو کاہے کو اس بلا میں پڑتے اور بھاگنے میں بچ گیا، تو یہ خیال کیا کہ وہاں ہوتا تو نہ بچتا بھاگنے کی وجہ سے بچا ایسی صورت میں بھاگنا اور جانا دونوں ممنوع۔ طاعون کے زمانہ میں عوام سے اکثر اسی قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور اگر اس کا عقیدہ پکا ہے جانتا ہے کہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، نہ وہاں جانے سے کچھ ہوتا ہے نہ بھاگنے میں فائدہ پہنچتا ہے تو ایسے کو وہاں جانا بھی جائز ہے، نکلنے میں بھی حرج نہیں کہ اس کو بھاگنا نہیں کہا جائے گا اور حدیث میں مطلقاً نکلنے کی ممانعت نہیں بلکہ بھاگنے کی ممانعت ہے۔''[1]

وبا پھیلنے پر اطلاع دینے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا زَرعہ بن ذُوَیف دِمشقی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ملک شام کے عامل کو لکھا کہ جیسے ہی وبا پھیلے تو مجھے ضرور اطلاع دینا۔ جب شام میں وبا پھیلی تو انہوں نے آپ کو مکتوب روانہ کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شام کا اِرادہ کیا اور ملک شام پہنچ گئے۔[2]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کا سفرِ شام اور واپسی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سن ۱۷ ہجری میں مدینہ منورہ سے ملک شام میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے، جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ''سَرغ'' کے مقام پر پہنچے تو اسلامی لشکر کے سپہ سالاروں حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا شُرَحْبِیل بن حَسَنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اس بات کی بھی اطلاع دی کہ ملک شام میں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی

---

1 ...... بہارِ شریعت، ج ۳، حصہ ۱۶، ص ۶۵۸۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الجهاد، الشهادة الحکمية، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۵۵، حديث: ۱۱۷۴۸۔

ہے، لہٰذا آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے جائیں۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کے ساتھ مہاجرین وانصار کی بڑی تعداد تھی، لوگ مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے، طاعون کی خبر سننے کے بعد آپ نے اس معاملے میں مشاورت کے لیے سب سے پہلے مہاجِرینِ اَوَّلین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا، بعض نے سفر جاری رکھنے کا مشورہ دیا، بعض نے واپسی کا مشورہ دیا۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے انصار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بلایا تو ان میں ویسا ہی اختلاف ہوا جیسا مہاجِرینِ اَوَّلین میں ہوا تھا، ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے بِعَیْنِہٖ وہی مُوقِف بیان کیا ہے جو مہاجرینِ اَوَّلین نے بیان کیا تھا۔

پھر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے فتحِ مکہ کے مہاجرین قریش کو بلایا ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے تقریباً ایک ہی بات کہی کہ ''آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں مصیبت اور تباہی ہے۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے اعلان فرمایا: ''اے لوگو! میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو۔'' اس پر حضرت سیِّدُ نا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے عرض کیا: ''**اَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ** یعنی کیا آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟'' فرمایا: ''**لَوْ غَیْرُکَ قَالَھَا یَا اَبَا عُبَیْدَۃَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ** یعنی اے ابوعُبَیدہ کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا، جی ہاں! ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں جنہیں تم ایک ایسی وادی میں چراؤ، جس کی ایک طرف خشک ہو اور دوسری طرف سرسبز۔ خشک طرف میں چرانا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر ہے اور سرسبز طرف میں بھی چرانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر ہے۔'' اتنے میں حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه تشریف لے آئے، جس وقت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے مختلف صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ لیا تھا اس وقت وہ وہاں موجود نہیں تھے، جب انہیں معلوم ہوا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے واپس جانے کا فیصلہ فرمالیا ہے تو انہوں نے عرض کیا: ''حضور میرے پاس اس کے بارے میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان موجود ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں پتہ چلے کہ فلاں زمین میں طاعون آگیا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں طاعون آجائے تو وہاں سے کسی دوسرے علاقے میں نہ جاؤ۔'' یہ سن کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا

شکرادا کیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موافقت میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان مبارک بھی موجود ہے۔ پھر آپ واپس آ گئے۔ [1]

سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرّاح کو فاروقِ اعظم کا مکتوب:

حضرت سیِّدُنا طارِق بن شِہَاب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب معلوم ہوا کہ ملک شام میں طاعون کی وبا پھیل چکی ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''**اِنِّيْ قَدْ بَدَتْ لِيْ حَاجَةٌ اِلَيْکَ فَلَا غِنَى بِيْ عَنْکَ فِيْهَا فَاِنْ اَتَاکَ کِتَابِيْ لَيْلًا فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْکَ اَنْ تَصْبَحَ حَتّٰى تَرْکَبَ اِلَيَّ وَاِنْ اَتَاکَ نَهَارًا فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْکَ اَنْ تَمْسِيَ حَتّٰى تَرْکَبَ اِلَيَّ** یعنی مجھے آپ سے ایک ایسا کام درپیش آ گیا ہے جس میں آپ کی بڑی سخت ضرورت ہے، میں آپ کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ اگر میرا یہ مکتوب آپ کے پاس رات کو پہنچے تو صبح ہونے سے قبل اور دن کو پہنچے تو شام ہونے سے قبل آپ میری طرف روانہ ہو جائیے گا۔''

حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی مکتوب پڑھا، فوراً سمجھ گئے اور فرمانے لگے: ''**قَدْ عَلِمْتُ حَاجَةَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّتِيْ عَرَضَتْ وَاِنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَسْتَبْقِيَ مَنْ لَيْسَ بِبَاقٍ** یعنی میں جانتا ہوں کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کونسا ضروری کام پیش آ گیا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی نہیں رہے گا۔'' (یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چاہتے ہیں کہ میں زندہ رہوں لیکن بالآخر مجھے بھی ایک دن ضرور موت آ کر رہے گی۔) پھر ایک جوابی مکتوب روانہ کیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''**اِنِّيْ فِيْ جُنْدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَنْ اَرْغَبَ بِنَفْسِيْ عَنْهُمْ وَاِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ حَاجَتَکَ الَّتِيْ عَرَضَتْ لَکَ وَاِنَّکَ تَسْتَبْقِيْ مَنْ لَيْسَ بِبَاقٍ فَاِذَا اَتَاکَ کِتَابِيْ هٰذَا فَحَلِّلْنِيْ مِنْ عَزْمَتِکَ وَاْذَنْ لِيْ فِي الْجُلُوْسِ** یعنی میں لشکر اسلام میں موجود ہوں، خود کو ان سے الگ نہیں کر سکتا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو کونسا ضروری کام پیش آ گیا ہے، آپ اس

---

[1] ......بخاری، کتاب الطب، باما یذکر فی الطاعون، ج ۴، ص ۲۸، حدیث: ۵۷۲۹۔

شخص کی زندگی طلب کر رہے ہیں جسے موت آکر ہی رہے گی، جب میرا یہ مکتوب آپ کی بارگاہ میں پہنچے تو اپنے ارادے کے متعلق مجھ سے درگزر فرمایئے گا اور مجھے یہیں رہنے کی اجازت دیجئے گا۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی یہ مکتوب پڑھا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، زاروقطار رونے لگے۔ جو لوگ آپ کے پاس موجود تھے کہنے لگے: ''اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے؟ کیا حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا انتقال ہوگیا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوبارہ اُنہیں ایک مکتوب روانہ کیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''**اِنَّ الْاَرْضَ اَرْضُکَ اِنَّ الْجَابِیَۃَ اَرْضٌ نُزْھَۃٌ فَاظْھَرْ بِالْمُھَاجِرِیْنَ اِلَیْھَا** یعنی تم اپنے لیے بہترین زمین کا انتخاب کرو، میرے خیال میں جابیہ کی آب وہوا تمہارے لیے بہت بہتر ہے، لہٰذا مہاجرین کو لے کر وہاں چلے جاؤ۔''

حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ مکتوب پڑھا تو فرمایا: ''**اَمَّا ھٰذَا فَنَسْمَعُ فِیْہِ اَمْرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَنُطِیْعُہٗ** یعنی امیر المؤمنین کا یہ حکم ایسا ہے کہ ہم اس کو توجہ سے سنتے ہیں اور ضرور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہو جاؤں اور لوگوں کو ان کے ٹھکانے تک پہنچاؤں، اتنے میں میری زوجہ بھی طاعون میں مبتلا ہوگئیں، میں نے اس کی اطلاع سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود جلدی جلدی لوگوں کو ان کے محفوظ ٹھکانوں پر منتقل کرنے لگے۔ بعد ازاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اسی سبب سے وفات پاگئے۔[1]

طاعون کے سبب شہید ہونے والے مجاہدین:

حضرت سیِّدُنا ابُوالمُوَجِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ چھتیس ہزار ۳۶۰۰۰ مجاہدین تھے، لیکن ان میں سے صرف چھ ہزار باقی بچے باقی تمام مجاہدین اسی طاعونِ عَمواس کے سبب شہادت پاگئے۔[2]

---

1 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۴۸۳، کنز العمال، کتاب الجہاد، الشھادۃ الحکمیۃ الطاعون، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۵۴، حدیث: ۱۱۷۴۵۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الجہاد، الشھادۃ الحکمیۃ الطاعون، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۵۴، حدیث: ۱۱۷۴۵ ملتقطا۔

اکابرین کو طاعون ایک ساتھ لاحق ہونا:

حضرت سیِّدُنا حارِث بِن عُمَیرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا شُرَحْبِیل بِن حَسَنَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ابو مالِک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ان تینوں اکابرین کو ایک ساتھ ہی طاعون کا مرض لاحق ہوا جس کے سبب ان کا وصال ہوگیا۔(1)

سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل اور طاعون:

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بِن غَنْم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں کہ ملک شام میں طاعون پھیلا تو حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رحمتِ قلبی کے سبب فرمایا: ''اِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْسٌ فَفِرُّوْا مِنْهُ فِي الْاَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ یعنی یہ طاعون ناپاکی ہے، اس سے بھاگ کر مختلف شہروں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ۔'' حضرت سیِّدُنا شُرَحْبِیل بِن حَسَنَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ سنا تو جلال میں آگئے اور فرمایا: ''شاید عَمْرو بن عاص کو کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ بات اس وقت سنی جب وہ وہاں موجود نہیں تھے کہ طاعون تمہارے رب کی رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور نیک لوگوں کی موت ہے۔''

جب یہ بات حضرت سیِّدُنا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ خداوندی میں یوں دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نَصِيْبَ آلِ مُعَاذٍ الْاَوْفَرَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مُعاذ کے اولاد کو بھی اس میں سے وافر یعنی زیادہ حصہ عطا فرما۔'' چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دو بیٹیوں کو طاعون کا مرض لاحق ہوا جس کے سبب ان کی وفات ہوگئی۔ نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایک بیٹے حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی طاعون کا مرض لاحق ہوگیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: ''(اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔'' اس کے بعد یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۲) ترجمۂ

(1) ......تاریخ ابن عساکر، ج ۲۲، ص ۴۷۷۔

کنزالایمان: ''خدانے چاہاتو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔''

پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ہتھیلی کی پشت پر طاعون کی گلٹی نکل آئی، اسے دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**ھِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ** یعنی یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طاعون میں مبتلا دیکھ کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص حضرت سیِّدُنا عُمَیرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رونے لگے، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''تم کیوں رو رہے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور میں کسی دُنیوی خواہش پر نہیں رو رہا کہ آپ کے جانے کے بعد وہ مجھے نہ ملے گی بلکہ میں تو اس علم پر رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کرتا تھا اور اب آپ کے وصال کے بعد اس سے محروم ہو جاؤں گا۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''مت روؤ! کیونکہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس زمین پر مبعوث فرمایا اس میں کوئی علم والا نہیں تھا لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں علم عطا فرمایا۔ لہٰذا اس مرض کے سبب اگر میرا وصال ہو جائے تو تم چار لوگوں سے علم حاصل کرنا: حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں یہ ایک اَمرِ خُداوندی تھا کہ طاعون کی وبا ملک شام میں پھیلی اور عین اسی وقت مسلمانوں کا ایک جَمِ غَفِیر یعنی کثیر تعداد بھی وہاں موجود تھی جن میں اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی شامل تھے، اسی طاعون کے سبب ہزاروں مسلمانوں کی شہادت ہوئی، لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب تک طاعون کی وبا ملک شام میں موجود رہی کسی بھی مسلمان نے کوئی بھی شکوہ وغیرہ نہ کیا بلکہ تمام مسلمانوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے ایک آزمائش جانتے ہوئے اس پر صبر وشکر کیا۔ آج ہم پر کوئی چھوٹی سی بھی آزمائش آتی ہے تو فوراً پریشان ہو جاتے ہیں، شکوے شکایتیں کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یہ آزمائش نازل ہوئی ہے اس کی طرف سے بے شمار نعمتیں بھی تو عطا ہوئی ہیں، کیا ہم نے ان تمام نعمتوں کا کَمَا حَقُّہٗ شکر ادا کر دیا؟ کاش! ہم زمینی وآسمانی تمام آفات وبَلِیَّات پر صبر کر کے اَجر کمانے والے بن

---

(1)......تاریخ ابن عساکر، ج ۲۲، ص ۴۷۶، سیر اعلام النبلاء، معاذ بن جبل، ج ۳، ص ۲۸۸۔

جائیں۔کاش ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے صبر جیسی عظیم نعمت حاصل ہوجائے۔مصیبتوں، پریشانیوں اور آزمائشوں پر صبر کا مدنی ذہن بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب بھی کوئی تکلیف پہنچے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آنے والی آزمائشوں کو یاد کرلیجئے ،اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی تمام تکالیف ہیچ نظر آئیں گی ، نیز تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے ہر دم وابستہ رہیے، مدنی انعامات پر عمل کیجئے ، مدنی قافلوں میں سفر کیجئے ، اس کی برکت سے پابند سنت بننے ،نیکیاں کرنے ، گناہوں سے بچنے ،تکلیفوں، آزمائشوں پر صبر کرکے اجر کمانے کا مدنی ذہن بنے گا۔اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروق اعظم کی جانوروں پر شفقت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف انسانوں ،مسلمانوں پر شفقت فرماتے بلکہ آپ کی شفقت ومہربانی سے بے زبان جانور بھی بَہرہ مَنْد ہوتے تھے۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبَہ کا یہ ایک ایسا روشن اور مہکتا ہوا باب ہے جسے سُنہری حروف سے لکھا جائے تو بھی کم ہے۔جانوروں کے حقوق کی پاسداری اور ان کے معاملے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اِحساسِ ذمہ داری کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا: ’’اگر فرات کے کنارے ایک اونٹ مرجائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں بھی مجھ سے سوال کرے گا۔‘‘(1)

اونٹ پر زیادہ بوجھ لادنے والے کی سرزنش:

جانوروں کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ خُصُوصاً لَدائی والے جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے ،سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اگر کسی کو دیکھ لیتے کہ وہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد

(1)......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۲۔

رہا ہے تو اس کی سرزنش فرماتے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا مُسَیَّب بِن دارِم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ ایک اونٹ والے کو مار رہے ہیں اور فرمارہے ہیں: ''تم اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ کیوں لادتے ہو جسے وہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا؟''[1]

مجھ سے بڑا خادم کون ہوسکتا ہے۔۔۔؟

حضرت سیِّدُنا فَضل بِن عُمَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بِن قَیْس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوئے، اس دن بہت شدید گرمی تھی، دیکھا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سر پر کپڑا رکھے صدقے کے اونٹوں پر تیل مل رہے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بِن قَیْس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''**هَلُمَّ وَ اَعِنْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى هٰذَا الْبَعِيْرِ فَاِنَّهُ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ فِيْهِ حَقُّ الْيَتِيْمِ وَ الْاَرْمَلَةِ وَ الْمِسْكِيْنِ** یعنی اے اَحْنَف! تم بھی امیر المؤمنین کی اس معاملے میں مدد کرو کیونکہ یہ صدقے کے اونٹ یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا حق ہے۔'' ایک شخص نے عرض کی: ''حضور! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ اپنے خُدَّام میں سے کسی خادم کو فرمادیتے تو وہ یہ کام کردیتا۔'' فرمایا: ''**اَیُّ عَبْدٍ هُوَ اَعْبَدُ مِنِّیْ وَ مِنَ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ** یعنی مجھ سے اور اَحْنَف بِن قَیْس سے بڑا خادم کون ہوسکتا ہے؟'' پھر ارشاد فرمایا: ''جب کسی کو مسلمانوں کے معاملات کا والی بنادیا جائے تو اس پر ان کی خیرخواہی اور امانت داری کے معاملے میں وہی حقوق لازم ہوجاتے ہیں جو ایک غلام پر اس کے آقا کے ہوتے ہیں۔''[2]

اِن جانوروں کا بھی تم پر حق ہے:

حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بِن قَیْس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم بارگاہِ فاروقی میں عظیم فتح کی خوشخبری لے کر حاضر ہوئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہیں؟'' میں نے جگہ کے بارے میں بتادیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمارے ساتھ قافلے تک آئے اور جب ہماری سواریوں تک پہنچے تو ہر

---

1 ......الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ص ۴۵۔

2 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۷۳۔

سواری کو غور سے دیکھتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: ''اَلَا اِتَّقَیْتُمُ اللّٰهَ فِيْ رِکَابِکُمْ هٰذِهٖ اَمَا عَلِمْتُمْ اَنَّ لَهَا عَلَیْکُمْ حَقًّا یعنی کیا تم لوگ اپنی اِن سواریوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ ان جانوروں کا بھی تم پر حق ہے؟''(1)

اونٹ کے بارے میں پوچھا جائے گا:

حضرت سیِّدُنا سالم بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اونٹ کی پیٹھ کے زخم پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کرتے تھے: ''اِنِّيْ لَخَائِفٌ اَنْ اُسْاَلَ عَمَّا بِکَ یعنی مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کل بروزِ قیامت مجھ سے تیرے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔''(2)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انسان تو انسان بے زبان جانوروں کے حقوق کا بھی کس قدر خیال رکھا کرتے تھے، سیرتِ فاروقی کے اس نایاب باب میں ایسے لوگوں کے لیے بے شمار عبرت کے مدنی پھول ہیں جن کا تعلق بے زبان جانوروں سے ہے، خُصوصاً گاؤں دیہاتوں میں رہنے والے لوگ کہ عموماً یہ اپنے گھروں میں جانور وغیرہ پالتے اور ان سے فائدے حاصل کرتے ہیں، جیسے انسانوں کو تکالیف وغیرہ کا احساس ہوتا ہے بِعَیْنِہٖ ان جانوروں کو بھی تکلیف ہوتی ہے البتہ یہ اپنی تکلیف کا انسانوں کی طرح اظہار نہیں کر سکتے، لہٰذا ان کے مالکان کو ان پر خصوصی توجہ دینے کی حاجت ہے، اگر ہماری وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی اور کل بروزِ قیامت ان کے بارے میں ہم سے پوچھ لیا گیا تو رب عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کی صورت میں تباہی وبربادی ہمارا مُقَدَّر بن سکتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو سیرتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے حقوق کا بھی خیال رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۹۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۷۔

عہدِ فاروقی کا شورائی نظام

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......شورائی نظام کسے کہتے ہیں؟
- ......عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی کا شورائی نظام
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشاورت سے متعلق مختلف فرامین
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مجلس شوریٰ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مختلف مشاورتیں
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مشاورت کے بنیادی وعمومی اُصول
- ......شورائی نظام سے متعلقہ ضروری اُمور
- ......مشورہ کرنے، مشورہ دینے والے اور مشورہ لینے والے کے مدنی پھول
- ......امیر اہلسنت کے مشورے کا مدنی انداز
- ......دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ

عہدِ فاروقی کا شورائی نظام

شورائی نظام کسے کہتے ہیں؟

''شوریٰ'' مشورے کو کہتے ہیں، جس نظام میں مختلف امور پر مشاورت کے بعد طے شدہ امور پر عمل کیا جائے اسے ''شورائی نظام'' کہا جاتا ہے۔ شورائی نظام کو اسلام میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، اِس کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں اسے بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿**وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ**﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۳۸) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔'' قرآن پاک کی ایک مکمل سورت کا نام بھی ''شوریٰ'' ہے۔ خود دو عالم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قرآن پاک میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿**وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ**﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۵۹) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور کاموں میں اِن سے مشورہ لو۔'' اِس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اس میں اِن کی دلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہوجائے گا اور آئندہ اُمّت اس سے نفع اٹھاتی رہے گی۔''(1)

مشاورت سے متعلق ایک نفیس توجیہ:

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سیِّدُنا ضَحّاک رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ **اللہ تعالیٰ** نے حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کے مشورے کی حاجت ہے بلکہ اس لئے کہ انہیں مشورے کی فضیلت کا علم دے اور آپ کے بعد آپ کی امت مشورہ کرنے میں آپ کی اِقْتِدَاء اور اِتّباع کرے۔(2)

مشورے کو اُمت کے لیے رحمت بنادیا:

سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ: ﴿**وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ**﴾

---

1. ......خزائن العرفان، پ۴، آل عمران: ۱۵۹۔
2. ......احکام القرآن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ج۱، ص۱۹۲۔
عمدۃ القاری، کتاب الاعتصام۔۔۔الخ، باب قول اللہ۔۔۔الخ، تحت الباب: ۲۸، ج۱۶، ص۱۵۷۔

نازل ہوئی توحضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مشورے سے مُسْتَغْنِی ہیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مشورے کو میری امت کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔''(1)

عہدِ رسالت کا شورائی نظام:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ مختلف امور میں مختلف صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت فرمایا کرتے تھے، اکثر اوقات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شَیْخَیْنِ کَرِیْمَیْن یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وسیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت فرماتے اور اس کے بعد صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے اس معاملے کو پیش فرماتے۔ایک بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''(اے ابوبکر وعمر) اگر تم دونوں کسی مشورے پر مُتَّفِق ہوجاؤ تو میں اس کی مُخالَفت نہیں کروں گا۔''(2)

گویا شورائی نظام حکومت کوئی نیا نظام نہیں تھا بلکہ یہ نظام حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عہدِ مبارکہ سے ہی چلا آرہا تھا۔

عہدِ رسالت میں مشاورت کی پانچ مثالیں:

- ......غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اصحاب سے کفار کے دو گروہ یعنی ابوسُفیان (جو اس وقت ایمان نہ لائے تھے۔) والے گروہ اور کفار قریش کے گروہ سے متعلق مشورہ فرمایا۔
- ......جنگ بدر میں کفار کے ستر افراد قید ہوکر آئے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ان کے متعلق مشورہ فرمایا۔
- ......غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ فرمایا اور ان کے مشورے کے مطابق خندق کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا۔
- ......غزوۂ فتح مکہ کے لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شَیْخَیْنِ کَرِیْمَیْن سے مشاورت فرمائی۔

---

1 ......شعب الایمان، باب فی الحکم بین الناس، ج ۶، ص ۷۶، حدیث: ۷۵۴۲ مختصرا۔

2 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عبد الرحمن۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۲۹۰، حدیث: ۱۸۰۱۶۔

......محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر اوقات رات گئے تک مسلمانوں کے مختلف امور پر سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت فرماتے رہتے تھے۔

عہدِ صدیقی کا شورائی نظام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ **خلیفۂ رسول اللّٰہ** تھے اس لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی عہدِ رسالت کے اس شورائی نظام کو برقرار رکھا، اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان خصوصاً امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت کرنا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عاداتِ مبارکہ میں شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی ایسا امر درپیش ہوتا جس میں اہلِ فقہ واہلِ رائے کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو آپ خاص طور پر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف، حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل، حضرت سیِّدُنا اُبَی بِن کَعب، حضرت سیِّدُنا زَید بن ثابت اور مہاجرین وانصار صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو بلاتے اور مشورہ فرماتے۔

مشاورت کو خود پر لازم کرلو:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''**اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاوَرَنَا فِي الْحَرْبِ وَعَلَیْکَ بِہٖ** یعنی بے شک **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے جنگی معاملات میں مشاورت فرمایا کرتے تھے لہٰذا تم پر بھی اسے اختیار کرنا لازم ہے۔''(1)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کثیر معاملات میں مشاورت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بطورِ خلیفہ نامزدگی سے متعلق بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت فرمائی اور تمام لوگوں کے خدشات کو دُور کرکے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو منصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن فرمایا۔

---

(1)......کنز العمال، کتاب الاخلاق، المشورۃ، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۱۶۳، حدیث: ۸۶۲۷ مختصرا۔

عہدِ فاروقی کا شورائی نظام

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی کی اِتّباع کرتے ہوئے اپنی خلافت کی اساس بھی شورائیت ہی پر رکھی، بلکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تو چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی مشاورت ہی کو ترجیح دیتے، کسی پر اپنا حکم مُسَلَّط کرنا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک نہایت ہی معیوب تھا، خصوصاً جب کوئی نیا معاملہ پیش آتا تو اس کے بارے میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ فرماتے جب تک اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان واہل رائے سے مشاورت نہ فرمالیتے۔ مشاورت اور شورائی نظام سے متعلق لفظ ''فاروق'' کے پانچ حروف کی نسبت سے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پانچ ۵ فرامین پیش خدمت ہیں:

(1) فاروقِ اعظم کے نزدیک تین طرح کے لوگ ہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک مَردوں کی تین قسمیں ہیں اور سب سے بہترین وہی ہے جو مشورے کے ساتھ کام کرے چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے ہیں:

❀...... ''اَلرِّجَالُ ثَلَاثَۃٌ رَجُلٌ تَرِدُ عَلَیْہِ الْاُمُوْرُ فَیُصَدِّرُھَا بِرَاْیِہٖ یعنی مرد تین طرح کے ہیں، ایک تو وہ کہ جس کے پاس کوئی معاملہ آتا ہے تو وہ اسے اپنی رائے سے حل کرتا ہے۔''

❀...... ''وَرَجُلٌ یُشَاوِرُ فِیْمَا اَشْکَلَ عَلَیْہِ وَیَنْزِلُ حَیْثُ یَاْمُرُہٗ اَھْلُ الرَّاْیِ دوسرا وہ شخص جو اپنے مشکل معاملات میں مشاورت سے کام لیتا ہے اور اہل رائے کے مشورے سے امور کو سرانجام دیتا ہے۔(اور یقیناً یہی شخص کامیاب ہے۔)

❀...... ''وَرَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ لَا یَاْتَمِرُ رُشْدًا وَلَا یُطِیْعُ مُرْشِدًا اور تیسرا شخص وہ ہے جس کا مُقَدَّر ناکامی وتباہی وبربادی ہے کیونکہ نہ تو وہ صحیح بات کی جُستجُو کرتا ہے اور نہ ہی درست بات کہنے والے کی اتباع کرتا ہے۔''(1)

(2) جس کام میں مشورہ نہیں اُس میں کوئی بھلائی نہیں:

❀...... ''لَا خَیْرَ فِیْ اَمْرٍ اَبْرَمٍ عَنْ غَیْرِ شُوْرٰی مِنْ اُمُوْرِیْ یعنی میرے کاموں میں سے وہ کام جو بغیر

---

(1)......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، المرأۃ الصالحۃ والسیئۃ الخلق، ج ۳، ص ۴۰۰، حدیث: ۷ ملتقطا۔

مشورے کے ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔‘‘[1]

(3) خوفِ خدا رکھنے والوں سے مشورہ کرو:

......’’وَاسْتَشِرْ فِيْ اَمْرِكَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ یعنی اپنے معاملے میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے ہوں۔‘‘[2]

(4) مُشاوَرت والی بات ہی پُختہ ہوتی ہے:

......’’اَلرَّاْيُ الْفَرْدُ كَالْخَيْطِ السَّحِيْلِ وَالرَّاْيَانِ كَالْخَيْطَيْنِ الْمُبْرَمَيْنِ وَالثَّلَاثَةُ مِرَارٌ لَا يَكَادُ تَنْقَطِعُ یعنی اکیلے شخص کی رائے کچے دھاگے کی طرح ہے اور دو ۲ لوگوں کی رائے دو پختہ دھاگوں کی مثل ہے، جبکہ تین افراد کی رائے نہ ٹوٹنے والی رسی کی طرح ہے۔‘‘[3]

(5) جو بالمشاورت امر قائم کرے اس کی اتباع ضروری ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار ارشاد فرمایا: ’’يَحِقُّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَكُوْنُوْا اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ ذَوِى الرَّاْيِ مِنْهُمْ فَالنَّاسُ تَبْعٌ لِّمَنْ قَامَ بِهٰذَا الْاَمْرِ مَا اجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ وَرَضُوْا بِهٖ لَزِمَ النَّاسُ وَكَانُوْا فِيْهِ تَبْعًا لَهُمْ وَمَنْ اَقَامَ بِهٰذَا الْاَمْرِ تَبْعٌ لِاُوْلِىْ رَاْيِهِمْ مَا رَاَوْا لَهُمْ وَرَضُوْا بِهٖ لَهُمْ مِنْ مَكِيْدَةٍ فِيْ حَرْبٍ كَانُوْا فِيْهِ تَبْعًا لَهُمْ یعنی مسلمانوں پر حق ہے کہ ان کے تمام معاملات ان کی اور ان کے اصحاب رائے کی مشاورت سے طے پائیں۔ عام لوگ اس شخص یعنی حاکم وقت کے تابع ہیں جس کو انہوں نے (یعنی اصحاب رائے نے) اتفاق رائے سے والیٔ حکومت مقرر کیا ہے اور اسے پسند کرتے ہیں اور وہ حاکم ان اصحاب رائے کا تابع ہے۔ لہٰذا کسی جنگی معاملے میں بھی ان اصحاب رائے کی کوئی رائے موزوں ہوگی تو تمام لوگوں کو اسی کی اتباع کرنی ہوگی۔‘‘[4]

---

1. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۰۶ ملتقطا۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، مایومر بہ الرجل فی مجلسہ، ج ۶، ص ۱۱۳، حدیث: ۲ ملتقطا۔
3. ......عیون الاخبار، کتاب السلطان، المشاورۃ والرای، ج ۱، ص ۸۶۔
4. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۸۱۔

فاروقِ اعظم کی مجلسِ شوریٰ:

واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو مجلسِ شوریٰ بنائی تھیں، عموماً جس مجلسِ شوریٰ کا تذکرہ تاریخ وسیر کی کتب میں ملتا ہے اس سے مراد وہ مجلسِ شوریٰ تھی جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وقتِ وفات خلیفہ کے انتخاب کے لیے بنائی تھی۔ جبکہ ایک مجلسِ شوریٰ وہ تھی جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منصبِ خلافت پر مُتَمَکِّن ہونے کے بعد بنائی تھی جس سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مختلف اُمور میں مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ البتہ دونوں کے بنانے میں ایک فرق بالکل واضح ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے جو مجلسِ شوریٰ بنائی گئی تھی اُس کا قیام ظاہری اور لوگوں پر بطور مجلسِ شوریٰ بالکل عَیاں تھا، جبکہ مختلف معاملات میں مشاورت کے لیے جو مجلسِ شوریٰ بنائی گئی تھی اُس کا قیام لوگوں پر بطورِ مجلس شوریٰ عَیاں نہیں تھا۔

فاروقِ اعظم کی مجلسِ شوریٰ کے اراکین:

چونکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مشاورت کا دائرہ کار بہت وسیع تھا اس لیے مجلسِ شوریٰ کے تمام اراکین کی تعداد معلوم کرنا بہت مشکل ہے البتہ اس شوریٰ میں حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، آپ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے بلکہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو تو آپ سفر وحضر دونوں میں اکثر اپنے ساتھ ہی رکھا کرتے تھے، اِن کے علاوہ حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا اُبی بن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وغیرہ سرفہرست ہیں۔ [1]

فاروقی مجلسِ شوریٰ کی مشورہ گاہ:

عہدِ رسالت وعہدِ فاروقی میں بھی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم و**خلیفۂ رسول اللہ سیِّدُنا صدیق اکبر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشوروں کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں تھی، زیادہ تر مشورے مسجد نبوی میں ہی ہوا کرتے تھے، عہدِ فاروقی میں بھی مدینہ منورہ میں ہونے والے اکثر مشورے مسجد نبوی ہی میں ہوا کرتے تھے، البتہ اگر مدینہ منورہ سے

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۶۰۔

باہر کسی خاص مقام پر مشورے کی حاجت ہوتی تو کسی بھی مناسب جگہ پر مشورہ کرلیا جاتا تھا، کسی خاص جگہ کا تَعَیُّن نہ تھا۔

فاروقی مجلسِ شوریٰ کے مشورے کا طریقہ کار:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مجلسِ شوریٰ مہاجرین واَنصار دونوں پر مشتمل تھی۔ کیونکہ اُس وقت مسلمانوں کے یہی دو ۲ بڑے حلقے تھے اور اِن دونوں کے اراکین کا ہونا نہایت ہی ضروری تھا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بھی فراست تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں حلقوں کے اَفراد کو اپنی مجلسِ شوریٰ میں شامل فرمایا تھا۔ مشورے کا طریقہ کار کوئی مخصوص نہ تھا، بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی اہم معاملے میں مشورہ کرنا مقصود ہوتا تو پہلے ایک منادی یوں ندا کرتا: ''اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ یعنی سب لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔'' جب لوگ جمع ہوجاتے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد نبوی تشریف لاتے اور دو ۲ رکعت نماز پڑھاتے۔ پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد مدنی مشورہ شروع ہوتا۔ (1)

فاروقی مجلسِ شوریٰ کے مدنی مشورے:

کتبِ تاریخ وسیر کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بنائی ہوئی مجلسِ شوریٰ کے مشورے دو ۲ طرح کے ہوتے تھے: (۱) روزہ مرہ کے معمولی اور عمومی مشورے۔ اِن مشوروں میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط شوریٰ ہی کے مشورے پر اِکتفا کرتے ہوئے اُس کا نفاذ فرمادیا کرتے تھے، کیونکہ عمومی معاملات کوئی اتنے پیچیدہ یا مشکل نہیں ہوتے تھے کہ اُن کے حل کے لیے کسی طویل مشاورت کی حاجت ہو۔ (۲) مخصوص اور اہم معاملات کے پیچیدہ اور مشکل مسائل۔ اِن معاملات میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اَوّلاً مجلسِ شوریٰ کا مشورہ فرماتے، پھر اِن کے علاوہ دیگر اکابرین وصائب الرائے حضرات اور پھر تمام عوامی نمائندوں کے سامنے اُسے رکھتے، اِس طرح مسئلہ اپنی تمام جُزئیات کے ساتھ کھل کر سامنے آجاتا اور ہر طرح سے بالکل مُتَّفِقَہ فیصلے پر عمل ہوتا جس سے نہ تو کسی کے ذہن میں کوئی اشکال پیدا ہوتا اور نہ ہی کوئی اختلافی فضا پیدا ہوتی۔

---

(1)......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۰۶ ماخوذاً۔

مجلسِ شوریٰ کے مشوروں کی چند جھلکیاں:

❀......جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ملک شام میں داخلے کا اِرادہ فرمایا تو طاعون کی وبا پھیلنے کی خبر پر ایک عظیم مشاورت فرمائی جس میں مختلف اَکابرین کی مختلف آراء سامنے آئیں اور بالآخر ملک شام میں داخل نہ ہونے اور واپسی کا فیصلہ کیا گیا۔

❀......سن ۱۷ ہجری جمادی الاولیٰ میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مفتوحہ علاقوں کے دورے کے متعلق مدنی مشورہ طلب فرمایا جس میں اَکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنی اپنی آراء کو پیش فرمایا۔

❀......جب اَہل فارس نے مسلمانوں کے خلاف باہمی عہدو پیمان کرلیا تو اہل کوفہ نے اُن کے خلاف آپ سے اجازت طلب کی آپ نے انہیں اجازت نہ دی اور مجلسِ شوریٰ وتمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جمع کر کے ان سے اس بات پر مشورہ طلب کیا کہ میں خود تمام لوگوں کے ساتھ جاؤں اوران کے خلاف کاروائی کروں مگر مجلسِ شوریٰ اور اکثر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس کی حمایت نہ کی بلکہ اہل کوفہ کو اجازت دینے کا مشورہ دیا۔اس موقعے پر مجلسِ شوریٰ کے تمام اراکین نے کھل کر مشورہ پیش کیا۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس مشورہ کو بہت پسند فرمایا اور سپہ سالار منتخب فرما کر اہل فارس کے خلاف لشکر کو روانہ فرمادیا۔

❀......ملک شام وعراق کی فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں کے متعلق آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بہت مشاورت فرمائی جس میں مجلسِ شوریٰ کے اراکین سمیت دیگر بڑے بڑے قبائل کے کئی سردار بھی شریک ہوئے اور تمام حضرات نے کھل کر اپنا مَوقف بیان کیا،خود سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اِس موقع پر کافی طویل بیان فرمایا جو کتب سیر وتاریخ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔[1]

فاروقِ اعظم کی ایک اور عمومی مجلسِ مشاورت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مجلسِ شوریٰ کے علاوہ ایک اور بھی مجلس تھی جو فقط مہاجرین پر مشتمل تھی ، یہ وہ مجلس تھی جس میں روزمَرہ کے عمومی معاملات پر تبصرہ کیا جاتا تھا،بعض اوقات مختلف اُمور پر

1......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۷ ماخوذاً۔

مشاورت کی بھی ترکیب بنائی جاتی تھی۔ مجوسیوں کے معاملے کی بھی اسی مجلس کے تحت مشاورت ہوئی تھی۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد حضرت سیِّدُنا محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**كَانَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ مَجْلِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَجْلِسُوْنَ فِيْهِ، فَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَجْلِسُ مَعَهُمْ فَيُحَدِّثُهُمْ عَمَّا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ مِنْ اَمْرِ الْآفَاقِ** یعنی مہاجرین کی مسجد نبوی میں ایک نشست گاہ تھی جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اُن کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن سے روزمرہ کی مختلف شہروں و علاقائی خبروں کے متعلق گفتگو فرماتے تھے۔''(1)

فاروقِ اعظم کی مجلسِ مشاورت کے اراکین:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مجلسِ مشاورت کے اَراکین عُلَماء وقُرّاء حضرات ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''**كَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مجلسِ مشاورت کے اَراکین قُرّاء وصاحبِ علم حضرات ہوتے تھے نیز اُن میں جوان اور پختہ عمر کے اَفراد بھی تھے۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ مذکورہ بالا روایت میں ''قُرّاء'' سے مراد ''اہلِ علم'' ہیں کیونکہ اُس زمانے میں جو ''سب سے زیادہ علم والا'' ہوتا وہی ''سب سے بڑا قاری'' ہوتا تھا۔ **كَمَا فِيْ كُتُبِ الْفِقْهِ**

فاروقِ اعظم کی مختلف مشاورتیں

فاروقِ اعظم کی مشکل معاملے میں نوجوانوں سے مشاورت:

حضرت سیِّدُنا ابنِ شِہاب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''**اِذَا نَزَلَ الْاَمْرُ الْمُعْضَلُ دَعَا الْفُتْيَانَ فَاسْتَشَارَهُمْ يَبْتَغِيْ حِدَّةَ عُقُوْلِهِمْ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کوئی مشکل امر درپیش ہوتا تو آپ نوجوانوں کو بلا کر ان کی ذہنی آزمائش کی غرض سے ان سے مشاورت فرماتے۔''(3)

---

1 ...... تاریخ مدینہ منورہ، سیر عمر بن الخطاب، ج ۳، ص ۸۵۳۔

2 ...... بخاری، کتاب التفسیر، باب خذ۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۲۴۷، حدیث: ۴۶۴۲ ملتقطا۔

3 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب من یشاور، ج ۱۰، ص ۱۹۳، حدیث: ۲۰۳۳۱ مختصرا۔

فاروقِ اعظم کی عورتوں سے مشاورت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اگر دورانِ مشاورت کسی عورت کی طرف سے بھی ایسی بات مل جاتی جو فائدہ مند ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے بطور مشورہ قبول فرما لیتے ۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَيَسْتَشِيْرُ فِي الْاَمْرِحَتّٰى اِنْ كَانَ لَيَسْتَشِيْرُ الْمَرْاَةَ فَرُبَّمَا اَبْصَرَ فِيْ قَوْلِهَا الشَّيْءَ يَسْتَحْسِنُهُ فَيَاْخُذُ بِهٖ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مختلف اُمور میں مشورہ ضرور فرماتے حتی کہ اگر آپ کسی عورت سے مشورہ طلب فرماتے ، پھر اُس عورت کے مشورے میں کوئی اچھی بات ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُسے بھی لے لیا کرتے تھے ۔''(1)

فاروقِ اعظم سَیِّدَتُنَا شِفاء کی رائے کو مقدم رکھتے:

حضرت سَیِّدَتُنَا شِفاء بنت **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا شمار نہایت ہی سمجھدار اور عقل مند خواتین میں ہوتا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا حَفْصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی مُعَلِّمہ ہونے کا بھی شرف حاصل تھا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خواتین میں ان کی رائے کو مُقَدَّم رکھتے تھے ۔''(2)

عورتوں کی قابلِ عمل باتوں پر ہی عمل کرو:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عورتوں سے مشاورت کرنے سے منع نہیں فرماتے تھے البتہ عورتوں سے مشاورت کے بعد اُن کی بہت کم باتوں پر عمل کرنے کے قائل تھے، اکثر باتوں میں مخالفت ہی کے قائل تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کی مخالفت میں برکت ہے ۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**خَالِفُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ فِيْ خِلَافِهِنَّ بَرَكَةً** یعنی عورتوں کی (اکثر باتوں میں) مخالفت کرو کیونکہ ان کی مخالفت میں برکت ہے ۔''(3)

---

1 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب من یشاور، ج ۱۰، ص ۱۹۳، حدیث: ۲۰۳۳۲ ۔

2 ...... الاصابۃ، الشفاء بنت عبد اللہ، ج ۸، ص ۲۰۲، الرقم: ۱۱۳۷۹ ۔

3 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، المشورۃ، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۱۷، حدیث: ۸۷۶۵ ۔

چند اہم وضاحتی مدنی پھول:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا مذکورہ بالا فرمان پڑھ کر اسلامی بہنیں دلبرداشتہ نہ ہوں کیونکہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه عورتوں سے مطلقاً مشاورت کے خلاف نہیں تھے اگر دوران مشاورت کوئی عورت اچھا مشورہ پیش کرتی تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اسے بھی لے لیا کرتے تھے۔ بلکہ عورتوں سے مشورہ لینا اور اسے قبول کرنا تو خود سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے ثابت ہے جیسا کہ صُلحِ حُدَیْبِیَّہ کے موقع پر خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مشورہ طلب فرمایا انہوں نے مشورہ دیا اور صحیح مشورہ دیا۔ البتہ اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے ایک روایت یوں بھی مروی ہے: ''طَاعَةُ النِّسَاءِ نَدَامَةٌ یعنی عورتوں کی اطاعت میں ندامت ہے۔''[1] ان تمام مرویات کو سامنے رکھا جائے تو چند باتیں واضح ہوتی ہیں جو عورتوں سے مشاورت کے معاملے میں نہایت ہی مفید ہیں:

❀......مَردوں کے مقابلے میں عورتیں عموماً کمزور دل اور ناقِصُ الْعَقْل ہوتی ہیں غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورت جب کسی معاملے میں فیصلہ کرتی ہے تو عموماً اس کی نظر حال پر ہوتی ہے جبکہ مرد کسی معاملے میں فیصلہ کرتا ہے تو عموماً اس کی نظر حال کے ساتھ ساتھ مستقبل پر بھی ہوتی ہے۔ اس لیے مرد کی سوچ، فیصلے اور مشورے میں جو قوت ہوتی ہے وہ عورت کی سوچ، فیصلے اور مشورے میں نہیں ہوتی اس لیے عورتوں سے کم سے کم مشاورت میں ہی فائدہ ہے۔

❀......ایک تحقیق کے مطابق عورتیں اکثر معاملات میں نفع ونقصان سے صَرفِ نَظَر کرتے ہوئے فیصلہ کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے طے شدہ امور میں فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہوتے ہیں، اگر کوئی عورت ایسا مشورہ دے کہ جس میں نقصانات زیادہ ہوں تو اسے بَطریقِ اَحسن نقصانات وفوائد سے آگاہ کیا جائے تاکہ اس کا مشورہ رد کرنے میں اس کی دل آزاری نہ ہو نیز اس کے مفید مشورے پر عمل کیا جائے۔

❀......جو معاملات اندرونِ خانہ سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً کھانے پینے کے معاملات، گھریلو ضروریات کے معاملات، گھر کی ترتیب وتزئین سے متعلقہ معاملات وغیرہ ان میں عورتوں ہی سے مشاورت زیادہ مفید ہے کیونکہ

---

1 ...... کشف الخفاء، ج۲، ص ۳۔

عورت کا تعلق ان تمام معاملات سے ہوتا ہے اور وہ اس میں بہت بہتر مشورہ دے سکتی ہے، جبکہ بیرونِ خانہ معاملات میں ان سے مشاورت لینے میں کوئی حرج نہیں البتہ قبول کرنے میں احتیاط کی جائے۔

❀……ایسے معاملات جن کا تعلق عورتوں سے ہے اور وہی اس کے بارے میں زیادہ جانتی ہیں ان معاملات میں تو صرف عورتوں سے ہی مشاورت کی جائے بلکہ ایسے معاملات میں عورتوں سے مشاورت کرنے میں بہت زیادہ فوائد ہیں اور یہ خود سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سنت مبارکہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شادی شدہ عورت کے اپنے شوہر سے دور رہنے کے معاملے میں اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مشورہ لیا، نیز فقط ان ہی کی رائے کے مطابق حکم بھی نافذ فرما دیا۔

❀……ایسے پیچیدہ معاملات جن میں عورتوں کے مشورے قبول کرنے میں نقصان ہو اُس معاملے میں حتی المقدور عورتوں سے مشاورت نہ ہی کی جائے تو بہتر ہے کہ مشورہ لینے کے بعد اُسے قبول نہ کرنے میں ہو سکتا ہے اس کی دل آزاری ہو کہ عموماً عورتیں نازک مزاج ہوتی ہے اور بہت جلد محسوس کر لیتی ہیں۔ اس میں عورتوں کی تخصیص نہیں بلکہ ایسے پیچیدہ معاملات میں غیر متعلقہ مَردوں سے مشاورت کرنے میں بھی احتیاط کی جائے۔

❀……پُختہ عمر کی تجربہ کار اور وسیع معلومات رکھنے والی عورتوں سے مشاورت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ گھر کی بزرگ خواتین۔ بلکہ اکثر معاملات میں ان سے مشاورت کی جائے کہ تجربہ کسی شخص کی رائے کو پُختہ کرتا ہے، جو شخص جتنا تجربہ کار ہوگا اس کی بات اتنا ہی وزن رکھتی ہے۔

❀……واضح رہے کہ مشاورت میں ہر جگہ شریعت کی پاسداری کو ضرور بالضرور ملحوظ رکھا جائے، ورنہ دنیا و آخرت کے نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کم عمر ہونا مشورہ دینے کے لیے رُکاوٹ نہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک کم عمر ہونا مشورہ دینے کے لیے شرط اور مشورہ دینے میں مانع یعنی رُکاوٹ نہیں تھا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام زُہری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مبارک مجلس جوان وعمر رسیدہ قُرَّاء وعُلَمَاء حضرات سے بھری ہوتی تھی بسا اوقات ان سے مشورہ کرتے تو فرماتے: ''**لَا یَمْنَعُ اَحَداً مِنْکُمْ حُدَاثَۃُ سَنَۃٍ اَنْ یُشِیْرَ بِرَاْیِہٖ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَیْسَ عَلٰی حُدَاثَۃِ السِّنِّ وَلَا قِدَمِہٖ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَضَعُہُ حَیْثُ شَاءَ** یعنی تم میں سے کسی کو اس کی کم عمری مشورہ دینے سے نہ روکے کیونکہ علم کا مدار کم یا زیادہ عمر پر نہیں بلکہ **اللہ تعالٰی** جسے چاہے علم سے نواز دیتا ہے۔''(1)

ذہین وفطین وعُلُومِ دِینیہ کے ماہر سے مشورے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا زِیاد بن سُمَیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی ذہین وفطین تھے، آپ کی ولادت قبلِ ہجرت یا بعدِ ہجرت یا غزوۂ بدر کے دن ہوئی، بہترین مُبَلِّغ اور خطیب تھے، نہایت ہی فصیح وبلیغ کلام کرتے تھے، حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کاتب تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُنہیں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں بھیجا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن کے مشاہرے کے بارے میں دریافت فرمایا تو اُنہوں نے نہایت ہی فصیح انداز میں اپنے مشاہرے کو بیان فرمایا، جس سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت متاثر ہوئے، بعد میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ قرآن وسنت واَحکامِ شَرعِیَّہ کے عالم بھی ہیں لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں دوبارہ سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف بھیج دیا اور اُنہیں اُن سے حکومتی معاملات میں مشاورت کا حکم ارشاد فرمایا۔ بلکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بصرہ کے تمام اُمَرَاء وگورنروں کو حکم فرمایا کہ سب اُن کے مشورے کے مطابق چلیں۔(2)

حکمت ودانائی اللہ کی عطا ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب لکھا جس میں فرمایا: ''**اِنَّ الْحِکْمَۃَ لَیْسَتْ مِنْ کُبْرِ السِّنِّ وَلٰکِنَّہٗ عَطَاءُ اللّٰہِ یُعْطِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ** یعنی

---

(1) ......مصنف عبدالرزاق، کتاب العلم، باب المستشار، ج ۱۰، ص ۳۶۳، حدیث: ۲۱۱۱۱۔

(2) ......الاستیعاب، زیاد بن ابی سفیان، ج ۲، ص ۱۰۰، تاریخ ابن عساکر، ج ۱۹، ص ۱۶۶ ملتقطاً۔

بے شک حکمت و دانائی عمر کی زیادتی سے نہیں آتی بلکہ یہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایسی پُختۂ فِکر، وسیع النَّظر، تجرِبہ کار اور صائب الرائے شخصیت جس کی دُرُستی وصَواب اَغلَب واَکثَر ہو اگر بغیر مشورے کے بھی کوئی امر فرما دے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی شخصیات ہی کی آراء سے تو قومیں بنتی اور فلاح پاتی ہیں۔ جیسا کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد حضرت سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لشکر کی روانگی کے سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مشورے کے بغیر اپنی وُسعتِ ذِہنی اور بالغ نظری سے فیصلہ فرمایا، جس کے بعد میں کثیر فوائد ظاہر ہوئے۔

عُتْبی کہتے ہیں کہ قومِ عَبس کے ایک شخص سے کسی نے پوچھا: ''تمہاری قوم میں درست رائے والے کتنے زیادہ ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''ہم ہزار آدمی ہیں اور ہم میں ایک ہی شخص حازِم وتجربہ کار ہے۔ ہم سب اپنے کاموں میں اسی سے مشورہ کر کے چلتے ہیں۔ تو گویا ہم سب کے سب تجربہ کار و درست رائے والے ہیں۔''(2)

مشاورت کے لیے عہدے دار ہونا شرط نہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک مشورہ دینے والے کا کسی عہدے پر فائز ہونا شرط نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **طُلَیحہ بِنْ خُوَیْلَدْ اَسَدِی** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت کرنے کا حکم دیا نیز یہ بھی فرمایا کہ انہیں عہدہ دینے کی کوئی حاجت نہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا **طُلَیحہ بِنْ خُوَیْلَدْ اَسَدِی** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **نُعمانْ بِنْ مُقَرِّنْ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''**اِسْتَشِرْ وَاسْتَعِنْ فِیْ حَرْبِکَ بِطُلَیْحَۃَ وَعَمْرِو بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ وَلَا تُوَلِّھِمَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْئًا فَاِنَّ کُلَّ صَانِعٍ اَعْلَمُ بِصَنَاعَتِہٖ** یعنی اے نُعمان بن مُقَرِّن! آپ طُلَیحہ بن خُوَیْلد اَسدی اور **عَمْرْ و بِنْ مَعْدِیْ کَرِبَ** سے

1 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والخمسون، ص ۱۷۷۔

2 ......العقد الفرید، المشورۃ، لعبسی فی الحزم، ج ۱، ص ۶۰۔

مشاورت کیجئے اوران کی مدد کوبھی شامل حال رکھیے البتہ ان دونوں حضرات کوکوئی عہدہ دینے کی حاجت نہیں کیونکہ ہرشخص اپنافن خوب جانتا ہے۔''(1)

فوجی کمانڈروں کومشاورت کاحکم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک مشورے کی اتنی اہمیت تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے جنگی کمانڈروں کوبھی یہ حکم ارشادفرمادیا تھا کہ تمام کام مشاورت ہی کے ذریعے کیے جائیں۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ ناعُروہ بن مَسْعُود ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بھائی حضرت سیِّدُ نا ابوعُبَید بن مَسْعُود ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوعراق کے محاذ پراہلِ فارس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تو ان کونصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**اِسْمَعْ وَاَطِعْ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْرِكْهُمْ فِي الْاَمْرِ وَلَا تُجِيْبَنَّ مُسْرِعاً حَتّٰى تَتَبَيَّنَ فَاِنَّهَا الْحَرْبُ وَلَا يَصْلُحُ لَهَا اِلَّا الرَّجُلُ الْمَكِيْثُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْفُرْصَةَ وَالْكَفَّ** یعنی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی بات غور سے سننا، ان کی اطاعت کرنا، انہیں مشاورت میں بھی شریک کرنا اوران سے جواب دہی میں جلدی نہ کرنا جب تک کوئی معاملہ ظاہر نہ ہوجائے کیونکہ یہ جنگ کا معاملہ ہے اورجنگی معاملات کے لیے صبروتَحَمُّل والے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جوموقع محل کی معرفت کے ساتھ ساتھ دفاع کی بھی معرفت رکھتا ہو۔''(2)

جنگی اُمور کے ماہرین سے مشاورت کاحکم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت سیِّدُ نا عُتبہ بن غَزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوگورنر بنا کربھیجا تو ان سے ارشادفرمایا: ''**كَتَبْتُ اِلَى الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ اَنْ يَمُدَّكَ بِعَرْفَجَةَ بْنِ هَرْثَمَةَ وَهُوَ ذُوْ مُجَاهَدَةٍ لِلْعَدُوِّ وَمُكَايَدَتِهٖ فَاِذَا قَدِمَ عَلَيْكَ فَاسْتَشِرْهُ وَقَرِّبْهُ** یعنی میں نے عَلاء بن حَضرمی کو مکتوب روانہ کیا ہے کہ وہ عَرفَجَہ بن ہَرثَمہ کے ذریعے تمہیں قوت وطاقت دیں کیونکہ وہ دشمن کی چالوں کواچھی طرح سمجھنے والے اورانہیں زیرکرنے والے ہیں پس وہ تمہارے پاس آئیں توان کواپنا مشیر بنا کراپنے معاملات میں مشاورت بھی

(1)......الاستیعاب، طلیحۃ بن خویلد، ج ۲، ص ۳۲۴۔

(2)......الکامل فی التاریخ، ذکر خبر المثنی بن الحارثۃ۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۸۳۔

کرواورانہیں اپنا قُرب بھی دو۔‘‘[1]

ملک شام میں داخلے کے لیے عظیم مشاورت:

عہدِ فاروقی میں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی جس نے مختلف علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ملک شام جانے کا ارادہ رکھتے تھے، ابھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مقامِ سَرْغ میں موجود تھے کہ وہیں آپ کو اس وبا کی خبر ملی۔ تمام گورنرز اور اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی وہیں موجود تھے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام لوگوں کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب فرمایا تاکہ کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔

چنانچہ حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ملک شام جانے کے لیے نکلے جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مقامِ سَرْغ میں پہنچے تو وہاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملاقات اسلامی لشکر کے کمانڈر حضرت سیِّدُ نا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ودیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ہوگئی، انہوں نے طاعون کی وبا پھیلنے کا ذکر کیا۔ سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ’’**فَقَالَ عُمَرُ اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشادفرمایا کہ تمام مُہاجِرین اَوّلین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام سے مشورہ طلب کیا اور انہیں بتایا کہ ملک شام میں طاعون کی وبا پھیل گئی ہے، کیا کیا جائے؟‘‘ مختلف لوگوں کی مختلف آراء سامنے آئیں، بہرحال اتفاق رائے سے ملک شام میں داخلے کے بجائے واپسی کا فیصلہ کیا گیا۔[2]

اس عظیم مشاورت کی سب سے اہم بات:

اس مدنی مشورے کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ودیگر شرکائے مشورہ کی آراء کا مرکز صرف اور صرف قرآن وسنت ہی تھا۔ جو داخلے کے قائل تھے وہ بھی رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین

---

[1] ......الکامل فی التاریخ، ذکر ولایۃ عتبہ بن غزوان، ج ۲، ص ۳۳۴۔

[2] ......بخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، ج ۴، ص ۲۸، حدیث: ۵۷۲۹ ملخصاً۔

سے استدلال فرمارہے تھے اور جو دا خلے کے حامی نہ تھے وہ بھی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین سے استدلال فرمارہے تھے۔اس مشورے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اجتہادی قوت بھی کھل کر سامنے آئی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے دوایسی مختلف آراء تھیں جن کا ماخذ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین تھے۔لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی خُداداد فِراست، موقع کے تمام اُصول وجُزئیات اور اجتہادی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے واپسی کا فیصلہ فرمایا۔اس سے یہ مسئلہ بھی کُھل کر سامنے آگیا کہ اگر مسلمانوں کے دوگروہ ایسے ہوں جوایک ہی مسئلے میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دوطرح کے فرامین کی روشنی میں اختلاف کررہے ہوں توان دونوں میں کوئی غلط نہیں ہوگا بلکہ دونوں ہی صحیح ہوں گے۔جیسے کہ اہلسنت وجماعت کے چاروں فقہی گروہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہ ان تمام کے فقہی اختلافات کا مرکز قرآن وسنت ہی ہے۔

فاروقِ اعظم کے شورائی نظام کا طریقہ کار:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شورائیت کا طرزِ عمل نہایت ہی عُمدہ تھا، سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عام مسلمانوں سے مشورہ لیتے اوران کی مختلف آراء سنتے، پھر اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وعُلماء وفُضَلاء حضرات کو اکھٹا کرکے ان سے رائے لیتے اوران کے سامنے عوامی رائے کو بھی پیش کرتے، پھر جس بات پر وہ مُتَّفِق ہوجاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے نافذ فرمادیتے۔

عہدِ فاروقی میں شورائی نظام کی وسعت:

اگرچہ شورائی نظام کی ابتداء خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور سے ہی شروع ہوگئی تھی، پھر عہدِ صدیقی میں بھی اس میں تھوڑی سی وُسعت پیدا ہوئی لیکن عہدِ فاروقی میں اس شورائی نظام کا دائرہ کار کافی وسیع ہوگیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں نت نئے مسائل پیدا ہوئے، واقعات وحَوادِث بکثرت رُونُما ہوئے اوراسلام کا دائرہ ان شہروں تک پھیل گیا تھا جہاں مختلف قومیں آباد تھیں، چونکہ عربوں اوران کے رسم ورَواج میں فرق اوران کا نظامِ زندگی ان سے یکسر مختلف تھا اسی لیے ایسی جدید ودقیق مشکلات پیدا ہوئیں جن میں وسیع اجتہاد کی ضرورت پیش آئی۔مثلاً:

جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مفتوحہ زمینوں کی تقسیم اور نئے قواعد وضوابط کے مطابق وہاں کے گورنروں اور مختلف لوگوں کے وظائف کو مُنَظَّم کرنے کا معاملہ پیش آیا تاکہ ملکی آمدنی کو ملکی ضروریات ہی پر خرچ کیا جاسکے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس معاملے کے حل کے لیے کبار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی کثیر تعداد کو مشاورت میں شامل فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بدر میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ کرام کے علم وفضل اور اسلام لانے میں ان کی سبقت کے پیشِ نظر اہلِ شوریٰ میں ان کو خاص مقام دیتے تھے۔ تاہم آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے ساتھ نوجوان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھی شریک فرماتے تھے کہ ان بزرگوں کے بعد نوجوانوں نے ہی ملک وقوم کی باگ دوڑ سنبھالنی ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فِراست سے یہ جان لیا تھا کہ اُمَّتِ مُسلِمہ کے ان نوجوان افراد کو آگے لایا جائے جو علم، تقویٰ وپرہیزگاری کے اعتبار سے کامل ہوں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسے نوجوانوں پر خصوصی نظر رکھتے تھے، خصوصاً حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر آپ کی شفقت بہت زیادہ ہوتی تھی کیونکہ ایک تو یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد بھائی تھے، دوسرا صحابی رسول تھے، تیسرا نہایت ہی ذہین وفطین تھے، چوتھا بہت ہی علم وفضل والے تھے اور یہ تمام صفات وہی تھیں جو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو درکار تھیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شورائی نظام میں ایسے قابل نوجوانوں کو بہت ترجیح دی جاتی تھی اور یہ بات سب پر ظاہر وباہر تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام زُہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نوعمر جوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کرتے تھے: ''**لَا تُحَقِّرُوا اَنْفُسَکُمْ لِحَدَاثَۃِ اَسْنَانِکُمْ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ اِذَا نَزَلَ بِہِ الْاَمْرُ الْمُعَضَّلُ دَعَا الْفُتْیَانَ فَاسْتَشَارَھُمْ یَبْتَغِی حِدَّۃَ عُقُوْلِھِمْ** یعنی اپنے کم عمر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر مت سمجھو کیونکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کوئی مشکل معاملہ درپیش ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نوجوانوں کو بلا کر اُن کی ذہنی آزمائش کی غرض سے ان سے مشاورت فرماتے۔''[1]

مشرق ومغرب میں فتاویٰ فاروقی کی دھوم کا سبب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بذاتِ خود

[1] ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب من یشاور، ج ۱۰، ص ۱۹۳، حدیث: ۲۰۳۳۱۔

بہت بڑے فَقِیہ ومُحَدِّث ہونے کے باوجود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت فرمایا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فتاویٰ کی مشرق ومغرب میں دھوم مچ گئی اوران تمام فتاویٰ کی پیروی کی گئی کیونکہ یہ بات **اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْس** ہے کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں مسئلہ پرکئی لوگوں کا اتفاق ہے تو ذہنی وفطری طور پر وہ اس پرعمل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کی رائے میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے لیکن جب کئی علم وفضل والے افرادمل کرکسی مسئلے میں رائے قائم کریں تو اس میں غلطی کا امکان نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔حضرت علامہ **شاہ ولی اللہ** مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**كَانَ مِنْ سِيْرَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يُشَاوِرُ الصَّحَابَةَ وَيُنَاظِرُهُمْ حَتّٰى تَنْكَشِفَ الْغُمَّةُ وَيَاْتِيَهِ الثَّلْجُ فَصَارَ غَالِبُ قَضَايَاهُ وَفَتَاوَاهُ مُتَّبَعَةٌ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا وَهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَهَبَ تِسْعَةُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ**
یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت فرماتے اوران سے مختلف مسائل میں مُبَاحَثَہ بھی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس مسئلے کے سارے ابہام دور ہوجاتے اور مسئلہ بالکل واضح ہوجاتا تھا یہی وجہ ہے کہ مشرق ومغرب دونوں میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فتاویٰ کی دھوم تھی اوران کی پیروی کی جاتی تھی ،اسی وجہ سے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال ہوگیا تو گویا علم کے نو حصے چلے گئے اور صرف ایک حصہ باقی رہ گیا۔''(1)

فاروقِ اعظم کی مشاورت کے بنیادی اُصول وضوابط:

❁......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مذکورہ بالا اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے عموماً اُن مسائل میں مشاورت فرماتے جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی حکم واضح نہ ہوتا۔

❁......اِن مشوروں سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی صحابی کے علم میں اِس مسئلہ سے

1......حجۃ اللہ البالغہ، باب کیفیۃ تلقی الامۃ الشرع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۱۳۲۔

متعلق کوئی حدیث مبارکہ ہو تو آپ کے علم میں بھی آجائے، کیونکہ ایسا ہوتا تھا کہ بعض صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کو کچھ حدیثیں یاد ہوتیں اور دوسرے اسے نہیں جانتے تھے۔

......اسی طرح وہ شرعی نُصُوص جن میں مُتَعَدَّد معنوں کا اِحتمال ہوتا تھا ان کی اِفہام وتَفہیم کے لیے مشاورت فرماتے تاکہ ان کے معنی کی تَعیین ہوجائے۔

......مذکورہ بالا دونوں معاملات میں کبھی تو چند لوگوں کا ہی مشورہ کافی ہوتا اور اسی پر عمل کرلیا جاتا اور بسا اوقات عمومی واقعات کی بات ہوتی تو تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کو اکٹھا کرتے اور حَتَّی المقدور مشورے کا دائرہ وسیع کرتے جیسا کہ ملک شام میں جب طاعون کی وبا پھیلی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے وہاں جانے کا ارادہ فرمایا تو تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کو جمع فرما کر مشورہ لیا۔

......بارگاہِ فاروقی میں مشورہ دینے والے تمام حضرات بالکل آزادی کے ساتھ بلاخوف وخطر مشورہ دیا کرتے تھے کیونکہ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ مشورہ لینے کے بعد اگرچہ کسی کے مشورے کو کسی خاص وجہ سے قبول نہ بھی فرماتے تو اس کی ذات کو مُتَّہَم نہ فرماتے، نہ تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور نہ ہی اس کی کوئی پکڑ فرماتے، یہی وجہ تھی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی بارگاہ میں تمام لوگ آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اُردشیر بِن بابَک کا قول ہے: ''حقیر آدمی کی درست رائے کو کم تر نہ سمجھ، کیوں کہ حقیر غوطہ خور کی وجہ سے موتی کی قدر وقیمت کم نہیں ہوتی۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں بھی چاہیے مشاورت کے اُن بُنیادی اُصولوں کے مطابق ہی اپنے مشورے کیا کریں، اِن پر عمل کی برکت سے اِنۡ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت واُلفت، لحاظ ومُرُوَّت، مَہارَت وصَلاحِیَّت، خیرخواہی وحمایت اور رِفعَت وشوکت کی ایسی خوشبو پھیلے گی جس سے مَشامِ جاں مُعَطَّر ومُعَنبَر ہوجائیں گے۔

مشاورت کے تمام واقعات کو بیان کرنا مشکل ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی سیرتِ طیِّبہ کا گہری

(1)......مستطرف، الباب الحادی والعشرون، فی المشورة والنصیحة...الخ، ج ۱، ص ۱۳۲۔

نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف اُمور میں اتنے مشورے ہوتے تھے کہ ان کو بیان کرنا بہت مشکل ہے، اس کی وجوہات ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد کی کامیابی، مسائل کی فراوانی، اُن کے حل کی جدوجہد اور اس میں ملنے والی کامیابی وکامرانی کا سب سے بڑا سبب یہی شورائی نظام ہی ہے، اگر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِس شورائی نظام کو رائج نہ فرماتے تو یقیناً اس کے وہ نتائج حاصل نہ ہوتے جو اِس نظام کے رائج کرنے کے بعد حاصل ہوئے۔

شورائی نظام فاروقِ اعظم کی فِراست وکرامت ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مہاجرین اَوّلین وقدیم الاسلام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارگاہِ رسالت سے جنت کی خوشخبری دنیا میں ہی عطا فرمادی گئی تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جنتی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ رسالت کے تربیت یافتہ تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک کی تعلیم خود **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حاصل کی تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جلیل القدر فقیہ اور مَسَائِلِ شَرعِیّہ کے عَلّامہ ہونے کے ساتھ ساتھ مُجْتَہِد تھے، اِن تمام صفات کے باوجود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی بھی کسی مسئلے کو اپنی رعایا پر زبردستی نافذ کرنے کی کوشش نہ فرمائی، بلکہ ہمیشہ مشاورت ہی کے ذریعے اُسے نافذ فرمایا حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شخصیت ایسی تھی کہ اگر بالفرض آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوئی مسئلہ اپنی رعایا پر اُن کے مشورے کے بغیر بھی نافذ فرمادیتے تو کسی کو کوئی اِعتراض نہ ہوتا۔ پھر وہ کون سی وجوہات تھیں؟ جن کے سبب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے کو ترجیح نہ دی بلکہ شورائی نظام کو رائج فرمایا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

- ......آپ نے شورائی نظام کی ترویج خالصتاً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے لیے فرمائی۔
- ......آپ نے شورائی نظام کی ترویج اس لیے فرمائی تاکہ لوگوں میں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع اور عشق رسول کا جذبہ پیدا ہو۔
- ......سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پیروی کرتے ہوئے فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہ نے کوئی نیا نظام رائج نہیں فرمایا۔

......شورائی نظام کی وجہ سے مہاجرین اَوّلین، قدیم الاسلام اور بدری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی قَدْر ومَنزِلت لوگوں کے دلوں میں ویسے ہی رہے جیسی عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں تھی۔

......**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کے قلوب میں موجود **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وسیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصالِ ظاہری کے دو عظیم غموں کو کچھ تسکین پہنچائی جاسکے۔

......مختلف امور کے مختلف فیصلے خطا سے محفوظ ہوجائیں۔

......مسلمانوں کے معاملات انہی کی مشاورت سے طے پائیں جس سے ''بَغاوت'' جیسی بُرائی کا قَلع قَمع ہو۔

......اُمَّتِ مُسلِمہ کے ایسے عظیم اور علم وفضل والے باصلاحیت لوگ سامنے آئیں جن کی ہاتھوں میں حکومت کی بھاری ذمہ داری دی جاسکے۔

......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں مسلمانوں میں موجود یہ نظریہ دور ہو جائے کہ ''سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ طبیعت کے سخت ہیں۔''

......اس وقت کے کفار ومشرکین پر یہ بات واضح ہوجائے کہ ہر شخص اسلام میں آزادی رائے کا وہ حق جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو حاکم تک پہنچا سکتا ہے۔

شورائی نظام کی ترویج کے پس منظر میں جب ان تمام اسباب کو دیکھا جائے تو ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ عہدِ فاروقی کا شورائی نظام فقط ایک مشاورت والا نظام ہی نہیں بلکہ درحقیقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ''**کامِل فِراست وعظیم کرامت**'' ہے۔

شورائی نظام سے متعلق مدنی پھولوں کا گلدستہ:

......حضرتِ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس میں کسی مسلمان سے مشورہ کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

اسے درست کام کی ہدایت دے دیتا ہے۔"(1)

......حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: "کوئی قوم جب بھی آپس میں مشورہ کرتی ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ان کی افضل رائے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔"(2)

......حضرتِ سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے استخارہ کیا وہ نامُراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادِم نہیں ہوگا اور جس نے میانہ رَوِی اختیار کی وہ مُفلِس نہیں ہوگا۔"(3)

......کہا جاتا ہے کہ جسے چار چیزیں دے دی گئیں اس سے چار چیزیں نہیں روکی جاتیں: (۱) جسے شکر کرنے کی توفیق ملی اس سے مزید عطا روکی نہیں جاتی۔ (۲) جسے توبہ کی توفیق دی گئی اس سے قبولیت نہیں روکی جاتی۔ (۳) جس نے استخارہ کیا اس سے خیر نہیں روکی جاتی۔ (۴) اور جس نے مشورہ کیا اس سے صواب و درستی نہیں روکی جاتی۔(4)

......کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز عقل کی زیادہ مُؤَیِّد اور کونسی زیادہ مُضِر ہے۔ اس نے کہا: "عقل کے لئے زیادہ مفید تین چیزیں ہیں: (۱) علمائے کرام سے مشورہ کرنا۔ (۲) مختلف اُمُور کا تجربہ ہونا۔ (۳) کام میں ٹھہراؤ سُلجھاؤ ہونا۔ اور زیادہ مُضِر بھی تین چیزیں ہیں: (۱) ظلم (۲) ناتجربہ کاری (۳) جلد بازی۔(5)

......منقول ہے کہ "جب آدمی **اللہ تعالٰی** سے استخارہ، دوستوں سے مشورہ اور اپنی عقل سے خوب غور وخوض کرنے کے بعد کوئی اَمر سَرانجام دیتا ہے تو **اللہ تعالٰی** اس کا معاملہ اس کی پسند کے مطابق کر دیتا ہے۔"(6)

......اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مُجَدِّدِ دِین و ملّت، پروانۂ شمعِ رسالت مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ

---

1 ......شعب الایمان، باب فی الحکم۔۔۔الخ، ج ٦، ص ٧٥، حدیث: ٧٥٣٨۔

2 ......جامع احکام القرآن، پ ٤، آل عمران، تحت الآیۃ: ١٥٩، الجزء: ٤، ج ٢، ص ١٩٣۔

3 ......معجم اوسط، من اسمہ محمد، ج ٥، ص ٧٧، حدیث: ٦٦٢٧۔

4 ......مستطرف، الباب الحادی عشر فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ١، ص ١٣٣۔

5 ......العقد الفرید، المشورۃ، لبعض الحکماء۔۔۔الخ، ج ١، ص ٥٨۔

6 ......مستطرف، الباب الحادی عشر فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ١، ص ١٣٣۔

الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''امت کے لیے فائدۂ مشورہ یہ ہے کہ تلاحقِ اَنظار واَفکار (یعنی اجتماعی غوروفکر) سے بارہا وہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صاحبِ رائے کی نظر میں نہ تھی۔''(1)

……ایک اَعرابی کا قول ہے کہ ''مشورے سے بڑھ کر کوئی قوی مددگار نہیں۔'' کیونکہ مشورے کے بعد کوئی کام سرانجام دینے سے ناکامی ونقصان کی صورت میں مشورہ دینے والے مُمِدّ ومُعاوِن ہوکر نقصان پورا کرنے میں ساعی ہوتے ہیں وگرنہ بغیر مشورے کے کسی کام کی انجام دہی سے ناکامی کی صورت میں بے یاری و مددگاری خَجَلت وشرمندگی اور جگ ہنسائی کا سامنا ہوسکتا ہے۔

……حضرتِ سیِّدُنا سَہل بن سَعد ساعِدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ مشورہ لے وہ کبھی بدبخت نہیں ہوتا اور جو بندہ خودرائے اور دوسروں کے مشوروں سے مُسْتَغْنِی (یعنی بے پرواہ) ہو وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوتا۔''(2)

اِنَّ اللَّبِیْبَ اِذَا تَفَرَّقَ اَمْرُہٗ، فَتَقَ الْاُمُوْرَ مُنَاظِراً وَ مُشَاوِرَا

ترجمہ: ''عقل مند کا معاملہ جب مُتفرِّق ہوکر الجھ جاتا ہے تو وہ غوروفکر اور مشورہ کرتے ہوئے اس کی جہتوں کو یقیناً واضح کرلیتا ہے۔''

وَاَخُو الْجَہَالَۃِ یَسْتَبِدُّ بِرَاْیِہٖ فَتَرَاہُ یَعْتَسِفُ الْاُمُوْرَ مَخَاطِرَا

ترجمہ: ''اور جاہل وناتجربہ کار اپنی رائے کو ترجیح دیتا ہے، پس تو دیکھتا ہے کہ وہ خطرے میں پڑتے ہوئے اپنے کام بغیر سوچے سمجھے کرگزرتا ہے۔''(3)

……''کہا جاتا ہے: ''جس نے اپنی رائے کو بڑا جانا بہک گیا۔''(4)

……امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''جس نے اپنی رائے کو

---

1 ……فتاویٰ رضویہ، ج۱۸، ص۴۹۱۔

2 ……جامع احکام القرآن، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، الجزء: ۴، ج۲، ص۱۹۳۔

3 ……مستطرف، الباب الحادی عشر، فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۱۳۱۔

4 ……جامع احکام القرآن، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، الجزء: ۴، ج۲، ص۱۹۲۔

کافی جانا وہ خطرے میں پڑ گیا۔''(1)

……مشورہ کرنا ایسا مبارک فعل ہے کہ اس سے وہ شخص جس سے مشورہ کیا جائے اپنی قدر و قیمت اور تکریم و اہمیت محسوس کرکے مسرور ہوگا اور اُس کی مشورہ لینے والے سے وابستگی وقربت بڑھے گی۔ بلکہ اگر ناراض اسلامی بھائی سے مشورہ کیا جائے تو یہ مشورہ کرنا اس کا بغض وکینہ کافور اور ناراضگی دور کرکے دل میں لطف ومحبت کا نور پیدا کرے گا۔ جیسا کہ بعض مُفَسِّرِین نے آیت ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ'' کے تحت اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔(2)

……اور اگر ناراض اسلامی بھائی کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے بھی اچھے انداز میں بہتر مشورہ ضرور دینا چاہیے۔ کسی کا قول ہے: ''جب تجھ سے تیرا دشمن مشورہ کرے تو اُسے عمدہ مشورہ دے کیونکہ مشورہ کرنے سے اُس کی تیرے ساتھ دشمنی محبت میں بدل جائے گی۔''(3)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

شورائی نظام سے متعلقہ ضروری اُمور

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا شورائی نظام کی تفصیلات، اس کے فضائل و برکات وثمرات پڑھ کر یقیناً ہر شخص یہی چاہے گا کہ عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے اس مبارک نظام کو اپنی زندگی میں نافذ کرے، لیکن ہمیشہ یاد رکھیے کہ کسی بھی نظام کی احتیاطی تدابیر اور اس کی مکمل مثبت ومنفی تفصیلات کی معرفت حاصل کیے بغیر فقط اس کے فوائد وثمرات کو دیکھتے ہوئے عمل کرنے سے ہوسکتا ہے فوائد کی بجائے نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شورائی نظام، اس کے متعلقین یعنی مشورہ سے پہلے وبعد کے امور، مشورہ دینے والے، مشورہ لینے والے افراد سے متعلق کچھ مدنی پھول پیش کیے جائیں جن کی روشنی میں شورائی نظام کو رائج کیا جاسکے اور شورائی نظام کی نفاذ کی کوشش کرنے والے اس کے فوائد وثمرات سے کماحقہ مُستَفِید ہوسکیں۔

---

1 ……مستطرف، الباب الحادی عشر، فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۱۔

2 ……جامع احکامِ القرآن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۱۹۲۔

3 ……مستطرف، الباب الحادی عشر، فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۲۔

شورائی نظام کے نفاذ میں اِحتیاطیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہاں شورائی نظام کے بے شمار فوائد وثمرات ہیں وہیں اگر بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو اس میں کئی نقصانات بھی ہیں، لہٰذا شورائی نظام سے متعلقہ چند احتیاطی تدابیر پیش خدمت ہیں:

- ......شورائی نظام کی بنیاد قرآن وحدیث میں بیان کردہ اُصولوں پر رکھیں۔
- ......شورائی نظام اتنا پیارا نظام ہے جسے ہر شخص اپنی زندگی میں نافذ کرسکتا ہے۔ایک گھر کے سربراہ سے لے کر سلطنت کے بادشاہ تک تمام لوگ اس کے فوائد وثمرات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔البتہ اس میں جگہ اور ماحول کا خاص خیال رکھیں کہ جو انداز گھر کی چار دیواری میں کامیاب ہو ضروری نہیں کہ گھر سے باہر بھی اس سے وہی فوائد حاصل ہوں۔
- ......شورائی نظام کے نفاذ میں جلد بازی سے قطعاً کام نہ لیجئے کہ اس میں سراسر نقصان ہے،بعض اوقات کسی کام کے بہت زیادہ فوائد دیکھ کر لوگ جلد بازی میں اسے نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں،جس کے نتیجے میں ''نفاذ'' تبدیل ہو کر ''تَسَلُّط'' بن جاتا ہے جو سراسر نقصان کا باعث ہے۔
- ......مختلف جگہوں کے مختلف شورائی نظام ہوسکتے ہیں،لہٰذا ایک جگہ کے نظام کو دوسری جگہوں کے نظام میں خلط ملط نہ کیجئے کہ اس طرح دونوں نظام درہم برہم ہوسکتے ہیں۔
- ......شورائی نظام کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس میں صرف ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو اس سے متعلق ہوں۔غیر متعلقہ لوگوں کو شامل کرنے سے نہ صرف یہ نظام درہم برہم ہوگا بلکہ اس کے نقصانات بھی سامنے آئیں گے۔

مشورے کو مؤثر بنانے والے مدنی پھول:

- ......اگر آپ کوئی نیا مشورہ کرنے جارہے ہیں تو سابقہ مشورے کا مطالعہ کیجئے اور اِس بات کا یقین کرلیجئے کہ جو کام آپ کے سپرد کئے گئے تھے وہ انجام پاچکے ہیں۔کیونکہ آپ کے اس مشورے کی کامیابی کا دارومدار اس سے پہلے کیا گیا مشورہ ہے، اگر آپ نے ابھی تک پچھلے مشورے کے امور پر عمل کی کوشش نہیں کی تو اس نئے مشورے کے اُمور پر عمل کی توقع آپ سے کیسے کی جاسکتی ہے؟

❀......سابقہ مشورے کے جن اُمور کی تفصیل درکار رہو اسے اگلے مشورے سے قبل ہی اپنے ذمہ دار سے حاصل کر لیجئے تاکہ آئندہ مشورہ مفید ثابت ہو سکے اور جن اُمور پر سوالات قائم ہوتے ہوں انہیں بھی پہلے ہی تحریر کر لیجئے۔

❀......اِس بات پر بھی غور فرما لیجئے کہ آئندہ مشورے میں کن کن اُمور پر کس طرح گفتگو کرنی ہے۔

❀......مشورے سے پیشتر یا فوراً بعد کوئی اہم کام پہلے سے طے نہ کیجئے۔

❀......مشورے کے دوران کسی اہم فون یا معاملے کی وجہ سے توجہ کے مُنتَشِر ہونے سے بچنے کے لئے پہلے سے کسی نِعمَ البدَل کا انتظام فرما لیجئے تاکہ مشورے میں ہر طرح کی یکسوئی حاصل ہو۔

❀......مشورے کے لیے وقت مخصوص کر لیجئے اور اس کی پابندی بھی کیجئے، بلکہ ہو سکے تو وقت سے پہلے پہنچئے تاکہ آپ اپنا اِضطِراب دور کر سکیں اور خود کو مشورے کے ماحول میں ڈھال سکیں۔

❀......آئندہ مشورے کیلئے آپ نے جن اُمور پر بات کرنی ہے وہ مکمل تیار ہوں، اور اس معاملے میں آپ کا ذہن اپنا مؤقف سمجھانے کیلئے بالکل صاف ہو اور اس کے اجتماعی فوائد پر آپ کی نظر ہو۔

❀......مشورے کے دوران یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ میرا مشورہ یا تجویز ناقص ہے اور ممکن ہے کہ ردّ ہو جائے۔ نیز ایسی صورت میں ہرگز ''انا'' کا مسئلہ نہ بننے دیجیے، البتہ اپنا مؤقف اس قدر مدلّل اور ٹھوس انداز میں مگر نرم گفتگو کے ساتھ پیش کیجئے کہ لوگوں کے دل ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

❀......اپنے پیش کردہ مشوروں کے ضروری کوائف مع متعلقہ لوازمات لازمی ساتھ رکھیے۔

❀......آپ کو مشورے میں مدعو کیا گیا اور اگر کسی وجہ سے غیر حاضری ہو تو اِس کی پیشگی اطلاع فرما دیجئے، ذمہ دار کی اجازت ہو تو اپنے متبادل اسلامی بھائی کو مکمل تیاری کے ساتھ بھیج دیجئے۔

مشورے کے دوران اِن اُمور کو مدِنظر رکھیے:

❀......طے شدہ باتوں اور دیگر گفتگو کو تحریر کرنے کیلئے ضروری اسٹیشنری جیسے ڈائری، قلم وغیرہ ساتھ رکھیے۔

❀......اپنے مشورے واضح انداز اور مختصر گفتگو میں پیش کیجئے، لمبی چوڑی بحث سے اجتناب کیجیے۔

❀......اگر آپ کوئی رائے دینا چاہیں یا کوئی بات ذہن میں ہو اور اس کا اظہار کرنا چاہیں تو مناسب وقت پر کر

دیجئے مگر اس میں صاف گوئی اور دیانت داری کو پیشِ نظر رکھیے اور شرکاء کی دل آزاری سے خود کو بچا کر رکھیے۔

......خود بھی طے شدہ اُمور پر ہی گفتگو کیجئے اور تمام شرکاء کو بھی اِس کا پابند کیجئے۔ **خَلْطِ مَبْحَثْ** یعنی موضوع سے ہٹ کر غیر متعلقہ گفتگو سے مشورے کو بچائے رکھیے۔

......اگر کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو اِس کی وضاحت ضرور حاصل کیجئے کسی صورت میں بھی اِبہام باقی نہ رہنے دیجیے بصورت دیگر آپ ہی کا ذہن خدشات میں گھرا رہے گا جو یقیناً نقصان کا باعث ہے۔

...... یاد رکھیے! مشورے اجتماعی اُمور، معاشرے یا ادارے کی ترقی ، اہم اُمور پر فیصلوں اور مسائل کے بہتر حل کیلئے کیے جاتے ہیں۔لہٰذا جسمانی حاضری کے ساتھ ساتھ ذہنی لحاظ سے بھی مکمل طور پر حاضر رہیں تاکہ آپ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور استعمال کر سکیں۔

......شرکائے مشورہ کے حفظِ مراتب اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے سب کے خیالات اور آراء سننے کا حوصلہ رکھیے اور انہیں شاملِ گفتگو کیجئے کہ اِس سے شرکاء کے حوصلے بڑھتے اور اعتماد بحال رہتا ہے۔

......اُن معاملات سے خود کو بچایئے جس سے مشورے میں اختلاف اور نزاعی کیفیت پیدا ہو مثلاً طَنْز وتَضْحِیک وغیرہ۔ نیز مذاق مسخری، معیار سے گری ہوئی مثالوں اور قہقہوں وغیرہ سے بھی اجتناب کیجئے۔

......جو کام آپ کو آئندہ کیلئے دیئے جا رہے ہیں اُنہیں وضاحت کے ساتھ اپنے پاس تحریر فرما لیجئے۔

مشورہ دینے والے کے لیے مدنی پھول:

......مشورے کے باب میں یہ بات انتہائی اہم ہے کہ مشورہ دینے والا کیسا ہے؟ کیونکہ مشیر کا مشورے میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔خلفائے راشدین کے زمانے میں پُرامن معاشرے کے قیام اور فتوحات کی کثرت میں سب اہم کردار اعلی اوصاف کے حامل مشیروں کا رہا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ مشورہ دینے والا اپنے آپ کو اُن اوصاف سے مُتَّصِف کرے جس سے اُس کی رائے خام (یعنی نامکمل) سے تام (یعنی مکمل) ہو جائے اور وہ مشورہ دینے میں مُفید کردار ادا کر سکے۔ چنانچہ مشورہ دینے والا معاملے کی نوعیت سے صحیح طور پر آگاہ، آدابِ مشورہ سے واقف، تہذیب و شائستگی کا پیکر، خلوص ولِلّٰہِیت کا حامل، غور وخوض کا عادی، سلجھا ہوا، سنجیدہ فکر اِسلامی بھائی ہونا چاہیے۔

……مشورہ دینے والا معاملے کی باریکیوں کا صحیح علم رکھنے والا، مہذب وشائستہ رائے والا ہو کیونکہ بہت سے علم والے درست رائے کی معرفت نہیں رکھتے اور کئی ایسے ہیں جو معمولی بات میں بحث کرنے میں بھی درستی پر نہیں ہوتے۔

……مشورہ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاجزی و اِخلاص کا پیکر ہو۔ اِس کا مقصد اپنی رائے کی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ معاملے کی بہتری ہونا چاہیے۔ لہٰذا اگر ذمہ دار اِس کی رائے کے علاوہ کسی اور بات میں بہتری سمجھتے ہوئے اسے اختیار کرے تو اس کے دل میں کچھ بھی رنج پیدا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے اپنا یہی ذہن بنائے رکھنا چاہیے کہ میرا مشورہ ناقص ہے اگر کام میں آجائے تو میرے لئے ثواب ہے اور اگر کسی اور رائے پر عمل ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس میں ہی بہتری فرما دے۔ لہٰذا جب بھی مشورہ دیں وسعتِ نظری وقلبی کے ساتھ دیں۔

……اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے ہمیں یہ ذہن دیا ہے کہ جب بھی مشورہ دیں یہ کہہ کر دیں کہ ''**یہ میرا ناقص مشورہ ہے۔**'' جب ہم خود اپنے مشورے کو واقعی ناقص جانیں گے تو قبول نہ ہونے پر رنج نہیں ہوگا اور نفس وشیطان بھی کوئی وار نہ کرسکیں گے اور اگر قبول نہ ہونے پر ناراضی کا اظہار کر بیٹھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا زبان سے اپنے مشورے کو ناقص کہنا بطورِ عاجزی نہیں تھا۔ اس لیے مشورہ دینے والے کو پہلے ہی سے اپنا یہ ذہن بنا لینا چاہیے کہ میرا مشورہ ناقص ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ نہ مانا جائے۔ وگرنہ مشورہ مسترد ہونے کی صورت میں شیطان اپنا کام کر دکھاتا اور عزتِ نفس وانا کا مسئلہ بنوا کر آپس میں اختلافات پیدا کروا دیتا ہے۔ نیز مشورہ دینے والا یہ بات بھی ذہن میں رکھے کہ مشورہ لینے والے کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کی رائے سے اتفاق نہ کرے۔

……مشیر کے لیے یہ بات بھی بہت ضروری ہے وہ اپنے مشورے کو مشورہ سمجھ کر ہی دے نہ کہ حکم، کہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک روایت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرتِ سَیِّدَتُنَا بَرِیْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا باندی تھیں۔ اِن کے آقا نے ان کا نکاح حضرت سَیِّدُنا مُغِیْث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کروا دیا اور کچھ عرصے کے بعد اِنہیں آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد حضرت سَیِّدَتُنَا بَرِیْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ چاہیں تو اپنے شوہر کے ساتھ رہیں یا علیحدگی اختیار فرما لیں۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدَتُنَا بَرِیْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے علیحدگی کا ارادہ فرمایا، حضرت سَیِّدُنا مُغِیْث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی زوجہ سے بہت محبت فرماتے تھے اور علیحدگی نہ چاہتے تھے۔ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سَیِّدَتُنَا بَرِیْرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”**لَوْ رَاجَعْتِهِ** یعنی بہتر ہے کہ تم اس سے رجوع کرلو۔“ وہ عرض گزار ہوئیں: ”**یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَاْمُرُنِي** یعنی **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ کا یہ حکم ہے یا مشورہ؟“ ارشاد فرمایا: ”**اِنَّمَا اَنَا اَشْفَعُ** یعنی یہ میرا حکم نہیں بلکہ میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں۔“ انہوں نے عرض کیا: ”**لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ** یعنی **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اس (رجوع) کی حاجت نہیں۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آقائے دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاجزی کے قربان! کس قدر پیارا درس عطا فرمایا کہ کوئی کیسا ہی ذہین وفطین اور کتنی ہی اہم شخصیت ہو اگر کوئی اُس کا مشورہ قبول نہ کرے تو اس سے رنجیدہ خاطر ہو کر اس پر غضب ناک نہ ہو جائے اور اس مشورہ نہ ماننے والے کے بارے میں دل میں بغض نہ رکھے بلکہ اس طرف توجہ رکھے کہ جسے میں مشورہ دے رہا ہوں اُس پر لازم کب ہے کہ وہ میرے مشورے پر عمل بھی کرے اور ایک ماتحت کے لئے تو نگران و ذمہ دار کے بارے میں اس سے بڑھ کر آداب قابلِ لحاظ ہیں۔

❀......مشیر کے لئے امانت دار اور صاحبِ راز ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبیوں کے سرور، رسولوں کے افسر، محبوبِ ربِ داور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیدی غلام تقسیم فرما رہے تھے۔ جب دو غلام باقی رہ گئے تو ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حصولِ غلام کی غرض سے حاضر ہوئے۔ رسولِ مختار، باذنِ پروردگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ان دونوں میں سے جو چاہو اختیار کرلو۔“ ان صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ”**یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بلکہ آپ خود ہی انتخاب فرما دیں۔“ پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ** یعنی جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔“ پھر ارشاد فرمایا: ”لو، ان دونوں غلاموں میں سے یہ لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔“[2]

❀......مشورہ دینے والا امین ہونے کے ساتھ ساتھ اگر عالم دین بھی ہو تو بہت خوب، کیونکہ سیِّدُنا امام بخاری عَلَیْہِ

---

1 ......بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعة النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۴۸۹، حدیث: ۵۲۸۳۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب العلم، باب المستشار، ج ۱۰، ص ۳۶۲، حدیث: ۲۱۱۱۰۔

رَحمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں کہ ''دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلفاء و ائمہ مباح کاموں میں امین لوگوں اور علماء سے مشورہ کیا کرتے تھے۔''(1)

……مشورہ دینے والا مُتَّقِی و پرہیز گار ہو۔ چنانچہ سیِّدُ نا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''متقی، امانت دار اور خوفِ خدا رکھنے والے شخص سے مشورہ کرنا چاہیے۔''(2)

……مشورہ دینے والا تجربہ کار ہو۔ چنانچہ بعض علماء فرماتے ہیں: ''کسی تجربہ کار شخص سے مشورہ لینا چاہیے کیونکہ وہ تم کو ایسی رائے دے گا جو اسے تو گراں دستیاب ہوئی مگر تجھے مفت میں مل جائے گی۔''(3)

……جس سے مشورہ لیا جا رہا ہے وہ اس بات میں مشورہ دینے کا اہل بھی ہو، لہٰذا مشورہ اس کے اہل سے کرنا ضروری ہے بیماری میں پولیس اور عمارت کی تعمیر میں طبیب سے مشورہ نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ ان لوگوں سے بھی مشورہ نہ لیا جائے: (۱) جاہل (۲) دشمن (۳) ریا کار (۴) بزدل (۵) بخیل (۶) خواہشات کا پیرو۔ کیونکہ رائے دینے میں جاہل گمراہ کرے گا، دشمن ہلاکت چاہے گا، ریا کار لوگوں کی خوشنودی کو پیشِ نظر رکھے گا، بزدل کم ہمتی کا مظاہرہ کریگا، بخیل کی رائے حرصِ مال سے خالی نہ ہوگی اور خواہشات کی پیروی کرنے والا اپنی خواہشات کا غلام ہوتا ہے سو اس کی رائے اس کی خواہش کے تابع ہوگی۔(4)

……لالچی اور خوشامدی سے بھی مشورہ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنا فائدہ سوچے گا اور اجتماعی مفادات سے کچھ غرض نہ رکھے گا۔ لہٰذا مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ مذکورہ بالا صفاتِ مذمومہ سے خود کو بچائے۔ اور اپنے اندر ایسی اعلیٰ صفات اور ایسی کڑھن اور اخلاص پیدا کرے کہ اس کے مشورے مدنی کاموں میں زیادہ سے زیادہ بہتری لانے کے لئے مفید و سودمند ثابت ہوسکیں۔

---

1 ……بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج ۴، ص ۵۲۸، تحت الباب: ۲۸ ملتقطاً۔

2 ……جامع احکام القرآن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۱۹۳۔

3 ……جامع احکام القرآن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۱۹۳۔

4 ……مستطرف، الباب الحادی عشر، فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۳۔

مشورہ لینے والے کے لیے مدنی پھول:

❀......مشورہ لینے اور دینے والا ہو سکے تو اچھی اچھی نیتیں بھی کرلے کہ بغیر نیت کے کسی عمل خیر کا بھی ثواب نہیں ملتا، اچھی اچھی نیتیں کرنے سے مشورہ بھی ہو جائے گا اور ثواب کا خزانہ بھی ہاتھ آئے گا۔

❀......مشورہ لینے والے کے لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ جن معاملات اور اُمور پر مشورہ لینا ہے ان کے بارے میں پہلے ذاتی طور پر مکمل معلومات حاصل کرلے کہ اس طرح اس معاملے میں جو مختلف آراء سامنے آئیں گی اس کی جانچ پرکھ میں آسانی ہوگی اور کسی اچھی رائے پر عمل کیا جاسکے گا۔ بصورت دیگر مشورے کا مقصود حاصل نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ مشورے کا مقصد معلومات کا حصول نہیں بلکہ پہلے سے حاصل شدہ مختلف معلومات سے کسی ایک اچھی رائے کا حصول اور اس پر اتفاق ہے۔

❀......مشورہ لینے والے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ مشورے کو مشورہ ہی رکھے نہ کہ پہلے سے طے شدہ معاملات کی اطلاع، بعض اوقات کوئی ذمہ دار اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں کو مشورے کے لیے جمع کرتا ہے لیکن اس میں اسلامی بھائیوں کو پہلے سے طے شدہ امور کی اطلاع دے کر مشورے کو ختم کر دیتا ہے، یاد رہے اسے مشورہ نہیں کہتے، بلکہ مشورہ تو اسے کہتے ہیں کہ کسی مخصوص موضوع پر مختلف لوگوں کی آراء لی جائیں اور پھر ان کی روشنی میں کسی اچھی رائے پر اکثریت کے اتفاق سے عملی نفاذ کی ترکیب بنائی جائے۔ یقیناً مشورے کے نام پر احکام کی اطلاع ماتحت اسلامی بھائیوں کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ بدگمانی جیسے بڑے نقصانات کو پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ لہٰذا مشورہ لیتے وقت اس بات کی احتیاط نہایت ضروری ہے۔

❀......مشورہ لینے والا اگر متعلقہ اسلامی بھائیوں کو پہلے سے ہی مشورے کا موضوع، مقررہ تاریخ، دن اور وقت بھی بتادے تو اس سے بہت ہی فائدہ ہوگا کہ تمام اسلامی بھائی پہلے ہی سے تیار ہو کر آئیں گے اور بہترین انداز میں اپنا مؤقف پیش کر سکیں گے۔

❀......مشورہ لینے والا وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھے، ایسا نہ ہو کہ چھبیس منٹ کا مشورہ ایک سو چھبیس منٹ کا ہو جائے۔ لہٰذا مشورے کا آغاز وقت پر کیا جائے اور طے شدہ وقت پر ہی ختم کیا جائے۔

❁......مشورہ لینے والا عام فہم زبان میں مشورہ کرے، خصوصاً اس وقت جب کہ مختلف علاقوں کی مختلف زبانیں بولنے والے اسلامی بھائی موجود ہوں، ایسی مشکل زبان یا دقیق اور باریک الفاظ استعمال کرنا جن سے مفہوم واضح نہ ہوتا ہو نقصان کا باعث ہے نیز ان سے مشورے کا مقصود حاصل نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

❁......مشورہ لینے والا شرکائے مشورہ کو گفتگو میں شریک رکھے، نہ کہ فقط خود ہی کلام کرتا چلا جائے۔ مثلاً اگر چند اسلامی بھائیوں پر مشتمل مشاورت ہے تو ان سب سے ایک ایک کرکے مشورہ لیا جاسکتا ہے اور اگر اجتماعی مشورے کی ترکیب ہے جس میں اسلامی بھائیوں کی کثرت ہے تو اس میں موضوع کو پیش کرکے سب کو اس بات کی اجازت دے دی جائے کہ اس موضوع پر جو بھی مشورہ دینا چاہے دے سکتا ہے۔

❁......مشورہ لینے والا حکمت عملی، شفقت ومحبت، نظم وضبط سے کام لیتے ہوئے ماحول کو مذاق، مسخری، طنز اور دل آزاری سے بچائے کہ یہ تمام باتیں مشورے کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ہیں، ان سے مشاورت کا مقصود حاصل نہیں ہوگا بلکہ دیگر اسلامی بھائیوں کا وقت ضائع ہونے کے ساتھ ساتھ کسی اسلامی بھائی کی دل آزاری ہونے کا اندیشہ ہے جو یقیناً حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

❁......مشورہ لینے والا درست فیصلوں تک پہنچنے کیلئے راہیں نکالے کہ مشورے کا مقصود ہی یہی ہے اگر فقط تمام لوگوں کی رائے لینے کے بعد مشورہ ختم کردیا جائے تو یقیناً اس کا مقصود ہی فوت ہوجائے گا۔

❁......آمرانہ انداز سے اجتناب کیجئے اور ایسا انداز اختیار فرمایئے کہ شرکاء اسلامی بھائیوں میں اعتماد پیدا ہو اور اجنبیت وخوف کی کیفیت جاتی رہے۔ اِس سے تخلیقی ذہن کھل کر سامنے آئیں گے، تمام اسلامی بھائی اپنی صلاحیتوں کے مطابق کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں گے جو یقیناً فیصلہ کن رائے تک پہنچنے میں بہت معاون ہوگا۔

❁......مشورہ لینے والا اپنی رائے کا اظہار ابتداء میں نہ کرے تو زیادہ بہتر ہے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنا عندیہ قبل از وقت بیان کرکے شرکاء کی رائے سے محروم ہوجائے لہٰذا اولاً سب کو اپنا مؤقف کھل کر بیان کرنے دیجئے ہوسکتا ہے کوئی اسلامی بھائی اتنی پیاری رائے دے دے کہ آپ اپنا مؤقف تبدیل کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ اگر آپ نے پہلے ہی اپنا ذہن دے دیا تو پھر اچھی رائے قبول کرنے میں بھی ''انا'' کا سامنا ہوسکتا ہے۔

……کسی دانا کا قول ہے: ''جب تیرا دوست تجھے مشورہ دے اور اس کا انجام اچھا نہ ہو تو اس بات پر اسے ملامت وعتاب نہ کر اور اس طرح بھی نہ کہہ: تو نے ایسا کہا تھا، تیری وجہ سے ایسا ہوا ہے، اگر تو نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا کیونکہ یہ سب زجر وملامت ہی ہے اور اس سے تیرا دوست شرمندہ ہوگا اور آئندہ تو اس کی بھلائی سے محروم ہو جائیگا۔''(1)

……جو اُمور طے ہو جائیں انہیں ساتھ ساتھ لکھتے جایئے اور بعد میں اِن کو ایک نظر دیکھ بھی لیجئے کہ اگر کوئی ضروری بات لکھنے سے رہ گئی ہو تو لکھوا لیجئے۔ اپنی یادداشت پر ہرگز بھروسہ نہ کیجئے ہوسکتا ہے آپ ایک اچھے فیصلے سے محروم ہو جائیں۔

……بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشورے میں سخت کلامی یا بحث مباحثے میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے، لہٰذا مشورہ لینے والے کو چاہیے کہ آخر میں تمام اِسلامی بھائیوں سے اور تمام اسلامی بھائیوں کی آپس میں بھی معافی تلافی کی ترکیب بنالے کہ اس طرح بعد میں کسی کو شیطان ورغلانے اور اس کا ذہن خراب کرنے کی ترکیب نہیں بنا سکے گا۔

……مجلس کے اختتام پر مجلس کی دعا بھی اجتماعی طور پر سب کو پڑھا دیجئے تا کہ ثواب کا ڈھیروں خزانہ ہاتھ آ جائے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی مجلس میں بیٹھا پس اس نے کثیر گفتگو کی تو اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یوں کہے تو بخش دیا جائے گا جو اس مجلس میں ہوا: **سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔**''(2) (ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو پاک ہے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری ہی طرف توبہ کرتا ہوں۔)

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''جو یہ دعا کسی مجلس سے اُٹھتے وقت تین مرتبہ پڑھے تو اس کی خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جو مجلس خیر ومجلس ذِکر میں پڑھے تو اُس کے لیے خیر (یعنی بھلائی) پر مُہر لگا دی جائے گی۔ وہ دُعا یہ ہے: **سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ** یعنی

---

(1)……مستطرف، الباب الحادی عشر، فی المشورۃ والنصیحۃ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۲۔

(2)……ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا قام من المجلس، ج ۵، ص ۲۷۳، حدیث: ۳۴۴۴۔

اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو پاک ہے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری ہی طرف توبہ کرتا ہوں۔''(1)

دعائے عطار: ''یارب مصطفٰے عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو کوئی اجتماع، درس، مدنی قافلوں کے حلقے اور دینی و دنیوی بیٹھک کے اختتام پر حسبِ حال یہ دعاء پڑھے اور موقع پا کر پڑھوانے کی عادت بنائے اُس کو جنت الفردوس میں اپنے مدنی حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس عنایت کر اور مجھ پاپی و بدکار، گنہگاروں کے سردار کے حق میں بھی یہ دعا قبول فرما۔'' آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مشورے کے بعد یہ باتیں پیشِ نظر رکھئے:

- ......مشورے میں جو امور طے کئے گئے ہیں ان کا بغور جائزہ لیجئے اور انہیں ذہن نشین کر لیجئے۔
- ......مشورے میں اگر کوئی کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے تو اسے بہتر انداز میں سرانجام دینے کیلئے اس کے بارے میں غور وفکر کیجئے۔
- ......جن اسلامی بھائیوں تک مشورے میں طے ہونے والے اُمور کی اطلاع پہنچانی ہے فوراً پہنچا دیجئے۔
- ......وہ باتیں کسی کے آگے بیان نہ کیجئے جن کے بارے میں ابھی فیصلہ محفوظ ہے یا جنہیں کسی اور کو بتانے سے روکا گیا ہے کہ یقیناً یہ آپ کے پاس امانت ہیں۔
- ......جو بات اتفاق رائے سے طے ہوگئی اب اس معاملے میں لب کُشائی سے خود کو بچایئے ورنہ آپ کی شخصیت اور وقار دونوں مجروح ہو سکتے ہیں۔
- ......طے شدہ معاملات کے بارے میں ایسا انداز بھی اختیار نہ کیجئے جو اجتماعی فیصلے کے تاثر کو ختم کر کے رکھ دے، اگر کسی فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس فرمائیں تو اسے آئندہ مشورے کے نکات میں شامل کر لیجئے۔
- ......اتفاق رائے سے کئے گئے فیصلوں کے بعد اِن پر عمل درآمد آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ کا اختلاف رائے درست بھی ہو تب بھی اجتماعی فیصلوں کی اپنی برکت اور افادیت ہوتی ہے۔ لہٰذا کبھی بھی ''انانیت'' اور ''ذاتیت'' کو

---

(1)......ابوداود، کتاب الادب، باب فی کفارۃ المجلس، ج ۴، ص ۳۴۷، حدیث: ۴۸۵۷۔

بیچ میں لانے کی کوشش مت کیجئے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

امیر اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مظہر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشورے کا فیضان عام فرمایا نہ صرف خود عملی طور پر اس سنت کو زندہ کیا بلکہ شفقت ونرمی، حوصلہ افزائی اور احترامِ مسلم سے بھرپور مدنی مشاورت کا ایسا پیارا اور دِلکش انداز پیش کیا جو طنز، حوصلہ شکنی، تضحیک وتجہیل اور دُرُشت رَوِی وعدمِ توجُّہی سے یکسر پاک ہے بلکہ مرکزی مجلسِ شوریٰ کو اِس سلسلے میں واضح اَحکامات عطا فرما کر ذیلی حلقے سے لیکر مجلسِ شوریٰ تک ہر سطح پر مشاورت کے قیام کا سلسلہ بھی جاری فرما دیا جسے آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے مبارک انداز میں ڈھالنے کی کوشش جاری ہے۔ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی حَیاتِ طَیِّبہ کے شورائی نظام کو دیکھا جائے تو بے ساختہ دل سے یہی نکلتا ہے کہ **''امیر اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظہَر ہیں۔''**

امیر اہلسنت کے مدنی مشورے کا انداز:

امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا مدنی مشورہ، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ خوش خصال کی عملی تصویر ہوا کرتا ہے: **''یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا''** یعنی آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ دو اور خوشخبری دو اور مُتَنَفِّر نہ کرو۔''[1]

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مشاورت آسانیوں اور خوشخبریوں کی سہولتوں سے بھری ہوئی، نفرت وانکار کی تلخیوں سے پاک وصاف، سرور آمیز سنجیدہ ماحول میں ہوتی ہے۔ آپ کی شفقت کی تھپک اور آپ کے مزاج کی نرمی شرکائے مشورہ کو اتنا حوصلہ دے دیتی ہے کہ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ولایت کے رعب کے باوجود کوئی بھی اسلامی بھائی اپنے مشورے کو پیش کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا۔ کوئی کیسا ہی خفیف ونامناسب بلکہ احمقانہ مشورہ ہی دے بیٹھے آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اس کو انتہائی تحمُّل ووسعتِ ظرفی سے سنتے اور پھر بڑے پُرشفقت وحکیمانہ انداز

---

1 ......بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۴۲، حدیث: ۶۹۔

میں اس مشورے کی کمزوریوں پر روشنی ڈال کر اس طرح اس کا نامناسب ہونا واضح کر دیتے ہیں کہ مشورہ دینے والے کی حوصلہ شکنی بھی نہیں ہوتی اور وہ اپنی غلط رائے سے رجوع بھی کر لیتا ہے۔

امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کے اس مبارک انداز سے اُن اسلامی بھائیوں کو ضرور درس حاصل کرنا چاہیے جو اپنے مشوروں میں غلط انداز سے دوسروں کی بات کی کاٹ کرتے اور کسی کے نامناسب مشورے پر طنز و تضحیک سے کام لیتے ہیں کہ اس سے جہاں شرکائے مشورہ کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے وہاں وہ خود بھی مخلص مشیروں کی وفاداریوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں بلکہ اپنے خلاف اسلامی بھائیوں کا ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ یقیناً یہ ہمارا حکمتِ عملی سے محروم تنگ ذہن ہی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم چند اسلامی بھائیوں کے ذمے دار ہو کر بھی انہیں اپنا بنانے میں ناکام ہیں اور امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی نرمی و شفقت، حکیمانہ اِمارت اور عمدہ مُشاوَرت کا اثر ہے کہ آپ دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه لاکھوں اسلامی بھائیوں کے دلوں کی دھڑکن اور روح کی راحت بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی اگر کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کا حکمت بھرا انداز اختیار کرنا ہوگا، اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں کی عزتِ نفس کا خیال رکھ کر انہیں سینے سے لگانا ہوگا، ان کے مشورے کو اہمیت دے کر انہیں احساسِ محرومی کا شکار ہونے سے محفوظ رکھنا ہوگا اور اگر بالفرض ان کے مشورے پر عمل کی صورت میں نقصان ظاہر ہو تو بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہوئے انہیں ملامت و توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے بچنا ہوگا۔

تو نے ایسا کہا تھا۔۔۔!

کسی دانا کا قول ہے کہ جب تیرا دوست تجھے مشورہ دے اور اس کا انجام اچھا نہ ہو تو اس بات پر اسے ملامت و عتاب نہ کر اور اس طرح بھی نہ کہہ: ''تو نے ایسا کہا تھا، تیری وجہ سے ایسا ہوا ہے، اگر تو نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب زجر و ملامت ہی ہے۔''(1) (یعنی اس سے تیرا دوست شرمندہ ہوگا اور تو آئندہ اس کے مفید مشورے اور اس کی بھلائی سے محروم ہو جائے گا۔)

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

(1)......مستطرف، الباب الحادی عشر۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۳۲۔

دعوت اسلامی کا شورائی نظام:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخ طریقت، امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نہ صرف خود شورائی نظام کو پسند فرماتے ہیں بلکہ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اپنے خون پسینے سے سینچی ہوئی تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی میں بھی اسی شورائی نظام کو رائج فرمایا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ آج یہ مدنی تحریک تادم تحریر پونے دوسو 175 ممالک میں اپنا پیغام پہنچا چکی ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کو اس وقت عالم اسلام کی سب سے بڑی اور مُنَظَّم تحریک ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔اس تحریک کی کامیابیوں کی ایک سب سے بڑی وجہ اس کا شورائی نظام بھی ہے کہ اس میں ایک سطر کی تحریر سے لے کر تنظیمی سطح کے تمام بڑے بڑے فیصلے شورائی نظام ہی کے تحت انجام پاتے ہیں۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو اپنے عہدِ خلافت میں شورائی نظام رائج فرمایا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی بھی اسی شورائی نظام کے نفاذ میں مصروف عمل ہے۔

دعوت اسلامی کی مختلف مجالس:

دعوت اسلامی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآن وسنت کی اساس پر 87 سے زائد شعبہ جات میں مدنی کام کررہی ہے، ایک مسجد سے لے کے دنیا کے کئی ممالک تک دعوت اسلامی کا شورائی نظام پھیلا ہوا ہے، دعوت اسلامی کی مختلف مجالس قائم ہیں جو شورائی نظام کے تحت مدنی کاموں کو پھیلانے کی سعی میں مصروف عمل ہیں۔دنیا بھر میں ہزاروں مقامات پر سنتوں بھرے ہفتہ وار اجتماعات ہورہے ہیں اور سنتوں کی تربیت کے مَدَنی قافلوں میں سفر کرنے والے بے شمار مبلّغین اِس مقدّس جذبے کے تحت اِصلاحِ اُمّت کے کاموں میں مصروف ہیں کہ ''**مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔**'' اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

دعوت اسلامی نے دنیا بھر میں دھوم مچائی ہے
سارے جہاں میں عشق محمد کی خوشبو پھیلائی ہے

دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه نے دعوت اسلامی کے تمام تر تنظیمی امور اور مختلف شعبہ جات کے مدنی کاموں کے لیے ایک ''مرکزی مجلس شوریٰ'' قائم فرمائی ہے، جو تادم تحریر 25 اراکین پر مشتمل ہے۔ یہ مجلس دعوت اسلامی کے ہر ہر معاملے میں شورائی نظام کے تحت مشاورت کی ترکیب بناتی ہے، نیز اس میں جو معاملات طے ہوتے ہیں انہیں پوری دعوت اسلامی میں نافذ کر دیا جاتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا شورائی نظام اور اس کی احتیاطی تدابیر وغیرہ کو پڑھ کر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے جو شخص بھی اس شورائی نظام کی اپنے گھر و متعلقہ ادارے میں نفاذ کی کوشش کرے گا، اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کامیابی اس کا مقدر ہوگی اور معاشرتی نظام کی خرابیاں دور ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار فوائد وثمرات بھی حاصل ہوں گے۔ غلط فہمیاں دور ہونے کے ساتھ ساتھ اتحاد واتفاق کی فضا ہموار ہوگی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ہر طرف الفت ومحبت کا دور دورہ ہوجائے گا۔

یَا اللّٰه عَزَّوَجَلَّ! ہمیں عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی وعہدِ فاروقی کے مبارک شورائی نظام اور ان کے تمام مدنی پھولوں پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں خود بھی اس پر عمل کرنے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرما، ہمیں دعوت اسلامی کے مدنی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی سعادت نصیب فرما، مدینہ منورہ کی باادب حاضری، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرما۔ مدینے کی خوشبودار ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا واسطہ ہماری تمام جائز حاجات کو پورا فرما۔

آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نظامِ عہدِ فاروقی کی وسعت

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی
- ......عہدِ فاروقی میں آمدورفت کی آزادی
- ......عہدِ فاروقی میں اِنفرادی ملکیت کی آزادی
- ......عہد فاروقی اور آزادیٔ رائے
- ......حاکمِ وقت کی اِصلاح کرنے کی اجازت
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اعلیٰ ظرفی
- ......خلاف شریعت آراء کی ممانعت
- ......توہینِ مُسلم والی آراء کی ممانعت

نظامِ عہدِ فاروقی کی وسعت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت راشدہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کے نظام میں بڑی وسعت تھی، یعنی شریعت اِسلامی کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام انسانوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ اِسلام کی دعوت دراصل انسانوں کو مکمل آزادی کی دعوت تھی، کیونکہ دین کے معاملے میں تو زور زبردستی اور مجبوری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دینِ اسلام کی بنیاد ایمان ویقین ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور دل کبھی جبر اور زبردستی کے سامنے سرخم کر ہی نہیں سکتا۔ دراصل اسلام بحیثیت دین، کسی بھی انسان کے باطن پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے ظاہر کی اصلاح پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا کسی کی زبردستی اِصلاح کرنے کی کوشش کی جائے تو یقیناً وہ کبھی بھی اِصلاح کو قبول نہیں کرے گا۔ جس سے اِسلام کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ جس دین نے ظلم ووَحشَت وبَرْبَرِیّت کے چنگل سے انسانوں کو نکالا وہ دین صرف **''اِسلام''** ہے، اِسلام نے لوگوں کے تمام تر حقوق کا ہر طرح خیال رکھا، اِسلام نے تمام تر معانی، مدلولات اور مفاہیم کا ایک جامع تعارف پیش کیا جس کی سب سے واضح مثال سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مبارک دور ہے۔ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی پر زبردستی کوئی چیز نافذ کرنے کے قطعاً قائل نہ تھے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں سب سے زیادہ غیر مسلموں نے اِسلام قبول کیا لیکن تاریخ میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی کو زبردستی اِسلام قبول کروایا گیا ہو۔ اِس کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہ ہے کہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ پوری دنیا کے ہر ہر کونے میں روزانہ پانچ دفعہ اَذان کی آواز گونجتی ہے، بلکہ ایک سروے کے مطابق پوری دنیا میں صرف اذان ہی ایسی آواز ہے جو ہر وقت کسی نہ کسی کونے میں گونجتی رہتی ہے۔ ہر روز ''انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' سے طلوع آفتاب کے ساتھ فجر کی اذان شروع ہوجاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کا اعلان کرتے ہیں ''مشرقی جزائر'' سے یہ سلسلہ ''مغربی جزائر'' تک چلا جاتا ہے ڈیڑھ گھنٹے بعد یہ سلسلہ ''سماٹرا'' میں

شروع ہوجاتا ہے اور ''سماٹرا'' کے قصبوں اور دیہاتوں میں اذانیں شروع ہونے سے قبل ہی ''ملایا'' کی مساجد میں اذانیں ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹے بعد ''ڈھاکہ'' جا پہنچتا ہے، ''بنگلہ دیش'' میں ابھی اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ ''کلکتہ'' سے ''سری لنکا'' تک فجر کی اذانیں شروع ہوجاتی ہیں، دوسری طرف یہ سلسلہ ''کلکتہ'' سے ''بمبئی'' ہند تک پہنچتا ہے اور پورے ''ہند'' کی فضاء توحید ورِسالت کے اِعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ''سری نگر'' کشمیر اور ''ضیاء کوٹ'' (سیالکوٹ) میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے جبکہ ''ضیاء کوٹ'' (سیالکوٹ) سے ''کوئٹہ''، ''باب المدینہ'' (کراچی) اور ''گوادر'' تک چالیس منٹ ہے، اس عرصے میں فجر کی اذانیں تقریباً پورے ''پاکستان'' میں گونجتی رہتی ہیں۔ ''پاکستان'' میں یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ''افغانستان'' اور ''مَسقط'' میں اذانیں شروع ہوجاتی ہیں۔ ''مسقط'' سے ''بغداد'' تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصے میں اذانیں ''عرب شریف''، ''یمن''، ''عرب امارات''، ''کویت'' اور ''عراق'' تک گونجتی رہتی ہیں۔ ''بغداد'' سے ''اسکندریہ'' تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس وقت ''شام''، ''مصر''، ''صومالیہ'' اور ''سوڈان'' میں اذان کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ ''اسکندریہ'' اور ''استنبول'' ایک ہی طول وعرض پر واقع ہیں وہاں سے ''مشرقی ترکی'' تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے، اس دوران ''ترکی'' میں اذانیں شروع ہوجاتی ہیں، ''اسکندریہ'' سے ''طرابلس'' تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصے میں ''شمالی امریکہ''، ''لیبیا'' اور ''تیونس'' میں اذانیں شروع ہونے لگتی ہیں، یوں فجر کی اذان جس کا آغاز ''انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' سے شروع ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کرکے ''بحراوقیانوس'' تک پہنچنے سے پہلے ''مشرقی انڈونیشیا'' میں ظہر کی اَذان کا وقت ہوجاتا ہے۔ اس طرح کُرّہ اَرض پر ایک بھی سیکنڈ ایسا نہیں گزرتا ہوگا جب سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں مؤذن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کا اعلان نہیں کرتے اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ سلسلہ **قیامت تک جاری** رہے گا۔ **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** تقریباً ان تمام ممالک میں تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** اپنا مدنی پیغام پہنچا چکی ہے۔ غور کیجئے! اگر لوگوں کو زبردستی، ظلم وستم کے خوف سے اسلام قبول کروایا جاتا تو آج لوگوں کی عقیدت ومحبت کا یہ عالم نہ ہوتا۔ پوری دنیا میں اِسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں کوئی شخص مذہب کو قبول کرنے میں کسی زبردستی کا شکار نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ دل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت

ورسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِسالت ودیگرضرویاتِ دین کا اِقرار نہ کرے۔

فاروقِ اعظم کی بڑھیا عورت کو اِسلام کی دعوت:

ایک دفعہ ایک بڑھیا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اپنی کسی ضرورت سے آئی تو آپ نے اُسے اِسلام کی دعوت دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ''**اَسْلِمِی تَسْلِمِی بَعَثَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** یعنی اے بڑھیا! تم مسلمان ہوجاؤ سلامتی والی ہوجاؤ گی، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے (حضرت) **مُحَمَّد مُصْطَفٰے** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔'' اس نے آپ کے سامنے اپنا سر کھولا تو اس کے بال بالکل سفید ہوچکے تھے۔ گویا اس نے یہ بتادیا کہ میں بالکل بوڑھی ہوچکی ہوں، پھر کہنے لگی: ''**اَنَا اَمُوْتُ الْآنَ** یعنی اب تو موت بھی میرے بہت قریب ہے۔'' یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تو گواہ ہوجا۔ (یعنی میں نے اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔) پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآنِ پاک کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی: ﴿**لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ**﴾ (پ۳، البقرۃ:۲۵۶)
ترجمۂ کنزالایمان: ''کچھ زبردستی نہیں دین میں۔''[1]

فاروقِ اعظم کی غلام کو اِسلام کی دعوت:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک نصرانی غلام تھا جس کا نام ''**اُسِّق**'' تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے فرمایا: ''اگر تم اِسلام قبول کرلو تو ہم تم سے مسلمانوں کے معاملات میں مدد لیں گے کیونکہ ہمارے نزدیک اُن کے معاملات میں کافروں سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔'' میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ** یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔'' پھر جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے آزاد فرمایا حالانکہ اُس وقت بھی میں نصرانی تھا اور ارشاد فرمایا: ''**اِذْهَبْ حَیْثُ شِئْتَ** یعنی تم آزاد ہو جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔''[2]

---

1 ......سنن کبری، کتاب الطھارۃ، باب التطھر...الخ، ج۱، ص۵۲، حدیث:۱۳۰، درمنثور، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ:۲۵۶، ج۲، ص۲۲۔

2 ......طبقات کبری، بقیۃ طبقۃ من روی...الخ، ج۶، ص۲۰۲۔

عہدِ فاروقی میں آمد و رفت کی آزادی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام لوگوں کو آمد و رفت کی بھی مکمل آزادی عطا فرمائی تھی، کوئی بھی شخص بلا جھجک کہیں بھی، کسی بھی شہر آ جا سکتا تھا البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مختلف شہروں خصوصاً مفتوحہ علاقوں میں بغیر کسی کام کے جانے کی ممانعت فرما دی تھی، البتہ اگر کسی کو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود اجازت دے دیتے، یا اسے کسی علاقے کا قاضی، گورنر یا عامل بنا کر بھیجتے تو وہ چلا جاتا۔ چنانچہ،

اکابرین صحابہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جب تک انتقال نہ ہوا تب تک قرشی اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو آپ نے مدینہ منورہ میں ہی رہنے کا حکم فرمایا، انہیں باہر نہ جانے دیتے تھے۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''**اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْتِشَارُكُمْ فِي الْبِلَادِ** یعنی مجھے اِس امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف آپ لوگوں کی دوسرے شہروں میں منتقلی سے ہے۔'' اور اگر ان میں سے کوئی شخص جنگ وغیرہ میں جانے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس سے فرماتے: ''**قَدْ كَانَ لَكَ فِيْ غَزْوِكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَبْلُغُكَ وَخَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْغَزْوِ الْيَوْمَ اَنْ لَّا تَرَى الدُّنْيَا وَتَرَاكَ** یعنی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ غزوات میں شرکت تمہیں کافی ہے اور آج تمہارے لیے غزوے سے بہتر یہ ہے کہ تم دنیا کو دیکھو نہ تمہیں دنیا دیکھے۔''(1)

فاروقِ اعظم کی سیاسی حکمت و بصیرت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس عمل سے آپ کی سیاسی حکمت و بصیرت اور لوگوں کی نفسیات اور طبائع سے واقفیت کا بھی پتا چلتا ہے۔ کتب سیر و تاریخ کے مطالعے سے اس عمل کی کئی حکمت عملیاں اور لطیف وجوہات سامنے آتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

❀......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس لیے باہر کے علاقوں میں جانے سے منع کر دیا

---

(1)...... کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الامۃ، الجزء: ۱۴، ج ۷، ص ۳۴، حدیث: ۳۷۹۷۲۔

تھا کہ آپ انہیں اپنے قریب رکھ کر ان سے مختلف پیچیدہ معاملات میں مشاورت کر سکیں۔

......یہ وہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تھے جنھوں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت پائی یقیناً یہ نُفُوسِ قُدسِیّہ عوام وخواص سب ہی کے لیے نہایت اہمیت رکھتی تھیں **سیِّدُ نا فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیگر علاقوں میں جانے سے منع فرمادیا تا کہ یہ مبارک ہستیاں دیگر علاقوں کے مختلف فتنوں اور اِنتشار سے محفوظ رہیں۔

......**سیِّدُ نا فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس لیے بھی اپنے پاس مدینہ منورہ میں رکھا تھا کہ جب امیر المؤمنین کی طرف سے کوئی حکم عوام الناس تک پہنچے تو وہ یہ جان لیں کہ یہ حکم تمام اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مشاورت سے طے ہونے کے بعد ہم تک پہنچا ہے۔ کیونکہ اگر ان اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کوئی دیگر کسی علاقے میں ہوتا تو وہاں کے مقیم لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوسکتا تھا کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یہ اکابر صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تو یہاں موجود ہیں لہٰذا یہ حکم ان کی مشاورت کے بغیر ہی آیا ہے اور یقیناً یہ وسوسہ کئی فتنے پیدا کرسکتا تھا لہٰذا آپ نے مختلف فتنوں کی کاٹ کے لیے یہ عمل فرمایا۔

......**سیِّدُ نا فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصالِ ظاہری کے بعد عہدِ عثمانی میں مختلف فتنوں نے سر اٹھایا اور مسلمانوں کے مابین مختلف فسادات پیدا ہوئے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جن اکابرین کو مدینہ منورہ میں روکا ہوا تھا سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو اجازت دے دی، یہ اکابرین جیسے ہی مختلف شہروں میں گئے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور مختلف فتنوں نے سر اٹھایا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا محمد وطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''**فَکَانَ ذٰلِکَ اَوَّلَ وَھْنٍ دَخَلَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَاَوَّلَ فِتْنَۃٍ کَانَتْ فِي الْعَامَّۃِ لَیْسَ اِلَّا ذٰلِکَ** یعنی اسلام میں داخل ہونے والی سب سے پہلی کمزوری اور پہلی آزمائش یہی تھی کہ سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو عوام الناس میں جانے دیا۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الامۃ، الجزء: ۱۴، ج۷، ص ۳۴، حدیث: ۳۷۹۷۶ ملتقطا۔

عہدِ فاروقی میں انفرادی ملکیت کی آزادی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں شریعت اسلامیہ کے اُصولوں کے مطابق تمام حقوق کی پاسداری کی جاتی تھی، آپ نے لوگوں کو انفرادی ملکیت کی بھی آزادی عطا فرمائی۔ اگر کسی کی کوئی ذاتی ملکیت ہوتی تو اسے اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی خدشہ نہ ہوتا۔ چنانچہ،

اہل خیبر کو عوض میں مال عطا فرمایا:

رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہل خیبر کے یہودیوں کے ساتھ چند زمینی معاہدے کیے تھے جن کی انہوں نے پاسداری نہ کی، عہدِ فاروقی میں انہوں نے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر ظلم وتشدد کیا (حالانکہ معاہدے میں یہ بات شامل تھی کہ وہ مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔) سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خیبر کے یہودیوں کو عہد کی خلاف ورزی پر مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مسلمانوں کی طرح ان کے حقوق کو قطعاً پامال نہ فرمایا اور ان کی انفرادی ملکیت کا پاس رکھتے ہوئے انہیں اس کے عوض کثیر مال عطا فرمایا۔(1)

حرم مکی کی توسیع کے لیے گرائے گئے مکانوں کا معاوضہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں انفرادی ملکیت کی آزادی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد الحرام میں نمازیوں کی جگہ تنگ ہوگئی تو آپ نے اِس کی توسیع کا اِرادہ فرمایا، توسیع کا سب سے بنیادی اُصول یہ تھا کہ توسیع کے نقشے میں جن لوگوں کے ذاتی گھر آرہے تھے ان کو متبادل جگہ پر گھر دیے جائیں یا اُن سے اُن گھروں کو اچھی قیمت دے کر خرید لیا جائے اور پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ویسا ہی فرمایا۔(2)

عہدِ فاروقی اور آزادیٔ رائے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں آزادیٔ رائے کا تصور بہت وسیع تھا،

---

1 ...... بخاری، کتاب الشروط، باب اذا اشترط فی المزارعۃ۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۲۳، حدیث: ۲۷۳۰ مختصرا۔

2 ...... اخبار مکۃ للفاکھی، ج ۲، ص ۱۵۸۔

کسی بھی شخص کو حق بات کہنے کی کھلی اجازت تھی اگرچہ وہ بات خلیفۂ وقت کے خلاف ہو۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو خود اس بات کا موقع دیا کرتے تھے کہ اپنی رائے پیش کریں اپنا **مَا فِی الضَّمِیر** (یعنی دل کی بات) بیان کریں۔ یقیناً جتنا رعایا اپنے معاشرے کو سمجھتی ہے اتنا فقط ایک عام حاکم نہیں سمجھ سکتا، جتنا رعایا خود معاشرتی برائیوں کی اصلاح کرسکتی ہے ایک حاکم اپنی کوششوں سے اس کا عُشرِ عَشِیر بھی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی حکومت کی کامیابی میں آزادی رائے کو بہت دخل ہے، جس حکومت میں آزادی رائے کی گنجائش نہ ہو وہ حکومت کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتی۔

مجتہدین کو غیر منصوص علیہ مسائل میں اجتہاد کی اجازت:

جن مسائل میں کوئی شرعی نص وارد نہ ہوتی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قاضی ومفتی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ان میں اجتہاد کی اجازت دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قاضی مقرر فرمایا تو انہیں ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں انہیں یوں اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی کہ ''اَوّلاً **کتاب اللہ** سے فیصلہ کرو، پھر **سُنَّتِ رَسُوْلُ اللہ** سے، پھر اجماعِ امت سے، اگر ان تینوں سے بھی مسئلے کا حل نہ ملے تو پھر اس میں اجتہاد کرو۔''[1]

عوام الناس کو نصیحت کرنے کی اجازت:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نصیحت وخیرخواہی کو رعایا پر ایک واجبی امر قرار دے دیا تھا، نیز حاکم وقت کو بھی چاہیے کہ وہ عوام الناس سے نصیحت کا مطالبہ کرے تاکہ انہیں آزادئ رائے کا مکمل احساس ہو۔ چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منصبِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد ایک خطبے میں عوام الناس کو نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے اور وعظ ونصیحت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ارشاد فرمایا: **''اَعِیْنُوْنِیْ عَلٰی نَفْسِیْ بِالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاِحْضَارِیِ النَّصِیْحَۃَ فِیْمَا وَلَّانِیَ اللہُ مِنْ اَمْرِکُمْ** یعنی اے لوگو! نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے منع کر کے اور جن معاملات میں مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے ان میں وعظ ونصیحت کرکے تم لوگ میری مدد کرو۔''[2]

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیہ، باب فی القاضی ماینبغی ۔۔۔ الخ، ج۵، ص۳۵۸، حدیث: ۳ ملتقطا۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ، خلافۃ امیر المؤمنین ۔۔۔ الخ، الجزء: ۵، ج۳، ص۲۷۲، حدیث: ۱۴۱۸۰ ملتقطا۔

اے رعایا! خیر پر ہماری مدد کرو:

ایک بار سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَیَّتُھَا الرَّعِیَّۃُ اَنَّ لَنَا عَلَیْکُمْ حَقًّا اَلنَّصِیْحَۃُ بِالْغَیْبِ وَ الْمُعَاوَنَۃُ عَلَی الْخَیْرِ** یعنی اے لوگو! ہمارا تم پر حق ہے کہ ہماری غیر موجودگی میں خیر خواہ رہو اور خیر پر ہماری مدد کرو۔''(1)

حاکمِ وقت کی اصلاح کرنے کی اجازت

سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عوام الناس کو خلیفۂ وقت کی اصلاح کرنے کی بھی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی کہ اگر تم لوگ مجھ میں بھی کوئی غلطی دیکھو تو اسے بلا خوف وخطر بیان کرو۔ اس سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اعلیٰ ظرفی اور اپنی اصلاح کے عظیم جذبے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ،

محتسب کی موجودگی پر رب کا شکر:

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر میں کھجور کے تنے پر بیٹھے اپنی ذات سے ہم کلام تھے۔ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قریب ہوا اور عرض کیا: ''**مَا الَّذِي اَھَمَّکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ کو کس چیز نے فکر مند کیا ہوا ہے؟'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اشارے سے کچھ ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا: ''آپ کیوں فکر کررہے ہیں اگر ہم آپ کی ذات میں کوئی ایسی بات دیکھیں گے تو اس کی اصلاح کردیں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کیا واقعی اگر تم میری ذات میں کوئی ایسی بات دیکھو گے تو اس کی اِصلاح کرو گے؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں حضور! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! واقعی اگر ہم آپ کی ذات میں کوئی ایسی بات دیکھیں گے تو اس کی اصلاح کردیں گے۔'' آپ یہ سن کر بہت ہی زیادہ خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ مَنِ الَّذِي اِذَا رَاٰی مِنِّي اَمْرًا یُنْکِرُہُ قَوَّمَنِي** یعنی تمام تعریفیں اس ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس نے تم میں اصحاب محمد مصطفےٰ کو پیدا فرمایا جو میری

---

(1) ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۷۸۔

ذات میں کوئی برائی دیکھیں گے تو اس کی اصلاح کر دیں گے۔''[1]

ہم تلوار سے سیدھا کریں گے:

چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خطبہ دیتے ہوئے اپنا سر ایک جانب جھکاتے ہوئے ارشاد فرمایا: **یَا مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَاذَا تَقُوْلُوْنَ لَوْ مِلْتُ بِرَاْسِیْ اِلَی الدُّنْیَا کَذَا** یعنی اے مسلمانو! اگر میں اپنا سر دنیا کے لیے اس طرح جھکا دوں تو تم کیا کہو گے؟ ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنی تلوار نکال کر لہراتے ہوئے کہا: ہم آپ سے تلوار کی زبانی بات کریں گے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: **اِیَّایَ تَعْنِیْ بِقَوْلِکَ** یعنی تم اپنی بات کا مطلب سمجھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اس بات کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس سے تین مرتبہ یہ کہا اس نے تین مرتبہ اسی لہجے میں جواب دیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس شخص کی حق گوئی سے متاثر ہو کر ارشاد فرمایا: ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ رَعِیَّتِیْ مَنْ اِذَا تَعَوَّجْتُ قَوَّمَنِیْ** یعنی تمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں کہ جس نے میری رعایا میں ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں جو میری اصلاح کرنے کا بھی حوصلہ رکھتے ہیں۔''[2]

فاروقِ اعظم کی سب سے پسندیدہ شخصیت:

حضرت سیِّدُنا سُفْیَان بِن عُیَیْنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''**اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ مَنْ رَّفَعَ اِلَیَّ عُیُوْبِیْ** یعنی میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔''[3]

دورانِ بیان اعتراض کو دور کیا:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس یمنی چادریں آئیں، آپ نے اسے مسلمانوں میں ایک ایک کر کے تقسیم فرما دیا، بعد میں آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دینا شروع کیا، اس

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ج ۸، ص ۱۵۴، حدیث: ۴۷۔

2 ......ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۸۱۔

3 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۲۔

وقت آپ نے بھی ایک یمنی چادر سے تیار شدہ حلہ پہنا ہوا تھا، آپ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ: ''**اِسۡمَعُوۡا رَحِمَکُمُ اللّٰهُ** یعنی اے لوگو! سنو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے۔'' کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور آپ کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا: ''**وَاللّٰهِ لَا نَسۡمَعُ، وَاللّٰهِ لَا نَسۡمَعُ** یعنی اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم نہیں سنیں گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم نہیں سنیں گے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''**لِمَ یَا عَبۡدَ اللّٰهِ** یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے کیا بات ہے؟ تم کیوں نہیں سنو گے؟'' اس نے عرض کیا: ''آپ نے دنیا کے معاملے میں ہم پر زیادتی کی ہے کہ آپ نے سب کو ایک ایک چادر دی تھی لیکن اب آپ ہمارے سامنے پورا حلہ پہنے کھڑے ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''**اَیۡنَ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ عُمَرَ؟** یعنی عبد اللہ بن عمر کہاں ہیں؟'' وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''جی حضور! میں یہاں ہوں۔'' فرمایا: ''**لِمَنۡ اَحَدُ هٰذَیۡنِ الۡبَرۡدَیۡنِ اللَّذَیۡنِ عَلَیَّ؟** یعنی یہ جو میں نے دو چادریں پہنی ہوئی ہیں ان میں سے ایک زائد چادر کی وضاحت کرو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یہ میری چادر ہے۔'' پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے اس شخص سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! تو نے جلدی کی، حالانکہ میں نے اپنے کپڑے دھوئے ہیں اس لیے عبد اللہ بن عمر سے اس کی چادر **عَارِیَةً** یعنی استعمال کے لیے ادھار لے لی۔'' یہ سن کر وہ شخص مطمئن ہو گیا اور عرض کرنے لگا: ''**قُلِ الۡاٰنَ نَسۡمَعُ وَنُطِیۡعُ** یعنی اب ارشاد فرمائیے! ہم سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے۔''(1)

اے عمر۔۔۔! اللہ سے ڈرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه اور کسی شخص کے مابین کچھ معاملہ ہو گیا تو وہ آپ سے کہنے لگا: ''اے عمر! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔'' کسی نے اس سے کہا: ''تم امیر المؤمنین کو کہہ رہے ہو کہ اللہ سے ڈرو؟'' یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''**لَا خَیۡرَ فِیۡکُمۡ اِذَا لَمۡ تَقُوۡلُوۡهَا وَلَا خَیۡرَ فِیۡنَا اِذَا لَمۡ نَقۡبَلۡهَا مِنۡکُمۡ** یعنی تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم ہمیں اس طرح (اچھی بات) نہ کہو اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اسے قبول نہ کریں۔''(2)

---

1 ...... ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۳۸۹۔

2 ...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثامن والاربعون، ص ۱۴۷۔

امیرِ اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مظہر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی کسی بھی حاکم یا ذمہ دار کے لیے یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ وہ اپنی رعایا یا اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں پر اپنی ہی ذات کو پیش کردے کہ وہ اس کی ذات میں موجود خامیوں کی نشاندہی کریں بلکہ اس کی ہاتھوں ہاتھ اصلاح کی ترکیب بھی بنائیں۔ یقیناً ایسا حاکم اپنی اصلاح کے لیے فکرمند اور عاجزی وانکساری کا پیکر ہوتا ہے اور جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عاجزی وانکساری کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے رفعت وبلندی عطا فرماتا ہے، ایسا حاکم یا ذمہ دار اپنی رعایا یا ماتحت اسلامی بھائیوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ ان کے دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مظہر ہیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے متعلقین ومحبین کے سامنے اپنی ذات کو ایک کھلی کتاب کی طرح رکھا ہے، جس کے ہر صفحے کی ہر شخص ورق گردانی کرسکتا ہے، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے بھی سب کو اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ اگر میری ذات میں کوئی بھی خلافِ شرع بات دیکھیں فوراً میری اصلاح کریں، حتی کہ جب بھی آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ **مدنی مذاکرے** (سوال جواب کا سلسلہ) فرماتے ہیں تو اس کی ابتداء یوں فرماتے ہیں:

”آپ سوالات کیجئے، ہر سوال کا جواب اور وہ بھی بالصواب (یعنی بالکل صحیح) دے پاؤں یہ ضروری نہیں، اگر بھول کرتا پائیں تو فوراً میری اِصلاح فرمائیں، مجھے آئیں بائیں شائیں کرتا، اپنے مؤقف پر بلاوجہ اڑتا نہیں بلکہ شکریہ کے ساتھ رجوع کرتا پائیں گے۔“

آپ کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اسی عاجزی وانکساری اعلیٰ ظرفی کی وجہ سے آج پوری دنیا میں آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے لاکھوں مریدین ہیں جو آپ کے اَحکامِ شَرعِیَّہ سے مالامال فرامین پر دل وجان سے عمل کرتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کے دلوں میں آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ایسی محبت ڈال دی ہے کہ کئی لوگ بغیر دیکھے ہی آپ کے مرید بن جاتے ہیں، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے آپ کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

فاروقِ اعظم کی اعلیٰ ظرفی

تین باتیں نہ ہوتیں تو بہتر تھا:

حضرت سیِّدُنا حَمْزَہ بِن صُہَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اگر تین باتیں تم میں نہ ہوتیں تو بہتر ہوتا۔'' میں نے پوچھا: ''حضور وہ تین باتیں کون سی ہیں؟'' فرمایا: ''(۱) تم نے اپنی کنیت بنالی ہے جب کہ تمہاری اولاد نہیں۔ (۲) تم خود کو عربی کہتے ہو حالانکہ تم تو رومی ہو۔ (۳) اور کھانے میں اضافی خرچ کرتے ہو۔'' میں نے تینوں باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا: ''حضور آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ (۱) میں نے کنیت بنالی ہے جب کہ میری اولاد نہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے۔ آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ (۲) میں رومی ہوکر خود کو عربی کہتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نَمِر بن قاسِط کی اولاد میں سے ہوں (جو عربی ہے)۔ مجھے رومیوں نے موصل شہر سے گرفتار کرلیا تھا حالانکہ میں اس وقت معروف النَّسَب لڑکا تھا۔ (اس سبب سے میں رومی مشہور ہوگیا حالانکہ نسب کے اعتبار سے عربی ہوں) باقی رہا آپ کا تیسرا سوال کہ (۳) میں کھانے میں اضافی خرچ کرتا ہوں تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ میں نے خود رحمتِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ''**اِنَّ خِیَارَکُمْ مَنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ** یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔''[1]

عورت نے صحیح کہا اور مرد نے خطا کی:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بِن مُصْعَب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَا تَزِیْدُوْا فِیْ مُھُوْرِ النِّسَاءِ عَلٰی اَرْبَعِیْنَ اَوْقِیَۃً، فَمَنْ زَادَ اُلْقِیَتِ الزِّیَادَۃُ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ** یعنی عورتوں کا حق مہر چالیس اَوقیہ سے زیادہ نہ کرو ورنہ جو زیادہ ہوگا اسے بیت المال میں جمع کردیا جائے گا۔'' ایک عورت بولی: ''اے امیر المؤمنین! یہ آپ کیا فرمارہے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ یوں ارشاد فرماتا ہے: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے

[1] ......مستدرک حاکم، خیر کم من اطعم الطعام، کتاب الادب، ج۵، ص۳۹۶، حدیث: ۷۸۱۰۔

کچھ واپس نہ لو۔'' یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِمْرَاَۃٌ اَصَابَتْ وَرَجُلٌ اَخْطَاَ یعنی ایک عورت نے صحیح کہا اور ایک مرد نے خطا کی۔''[1]

کاش! ہم سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی بات سے اختلاف رائے کرتا ہے تو سامنے والے کے دل میں اس کے لیے اچھے تاثرات پیدا نہیں ہوتے، بلکہ شیطان اسے طرح طرح کے وسوسوں میں ڈال دیتا ہے کہ فلاں شخص نے میری بات کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنی ہی رائے دینا شروع کر دی وغیرہ وغیرہ۔ بسا اوقات یہ تمام وسوسے امراضِ عصیاں یعنی غیبت تہمت اور بدگمانی وغیرہ میں مبتلا کر دیتے ہیں جو دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہیں۔ **کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں۔** اگر کوئی ہماری بات سے درست اختلاف کرے تو فوراً قبول کر لیں۔ اس معاملے میں امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا یہ مبارک انداز دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی آپ کی بات سے اختلاف رائے کرتا ہے اور بالفرض وہ درست رائے رکھتا ہے تو آپ فوراً اُسے قبول فرما لیتے ہیں بلکہ اس کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے جزائے خیر کی دعاؤں سے بھی نوازتے ہیں، اگر بالفرض اس کی رائے درست نہ ہو تو احسن طریقے سے اس کی ایسی اصلاح فرماتے ہیں کہ اسے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ میری بات کو قبول نہیں کیا گیا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

خلافِ شریعت آراء کی ممانعت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں اگرچہ تمام لوگوں کو اپنی رائے دینے کی مکمل آزادی تھی لیکن یہ آزادی اس بات سے مشروط تھی کہ کوئی گمراہ کُن اور شریعت کے خلاف رائے پیش نہ کرے، بصورت دیگر اس کی سرزنش کی جائے گی۔ بعض اوقات سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مختلف لوگوں کی پکڑ بھی فرمایا کرتے اور خلاف شرع رائے پیش کرنے پر سزا بھی دیتے تھے۔ چنانچہ،

[1] ......کنز العمال، کتاب النکاح، استئذان النکاح، الجزء: ۱۶، ج۸، ص۲۲۶، حدیث: ۴۵۷۹۲۔

اے اللہ کے دشمن! میں تیری گردن اڑا دوں گا:

ایک بار سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ملک شام میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا: ''**مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ** یعنی جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔'' ایک عیسائی پادری کھڑا ہوا اور فارسی زبان میں کچھ کہا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مترجم سے فرمایا کہ اس کی بات کا ترجمہ کرکے ہمیں بتاؤ، مترجم نے کہا کہ حضور یہ کہہ رہا ہے: ''**اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِلُّ اَحَدًا** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔'' چونکہ اس کا یہ قول تقدیر الٰہی کے انکار پر مشتمل اور خلاف شریعت تھا اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے دوبارہ ایسی بات کہنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا: ''**کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ بَلِ اللّٰہُ خَلَقَکَ وَھُوَ اَضَلَّکَ وَھُوَ یُدْخِلُکَ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ وَلَوْلَا وَلْتُ عَقْدًا لَضَرَبْتُ عُنُقَکَ** یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن! تو جھوٹا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تجھے پیدا فرمایا اور اسی نے تجھے گمراہ فرمایا اور اگر وہ چاہے گا تو تجھے جہنم میں داخل فرمائے گا اور اگر میں تم (عیسائیوں) سے عقدِ مصالحت نہ کر چکا ہوتا تو تمہاری گردن اڑا دیتا۔''(1)

اپنی آخرت داؤ پر مت لگائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تقدیر کے معاملے میں بحث ومباحثہ کرنا منع ہے، تقدیر کا انکار کرنے والوں کو اس اُمت کا مجوس بتایا گیا ہے۔ یقیناً تقدیر کے معاملات پر بحث مباحثہ کرنا اپنی آخرت داؤ پر لگانا ہے، خود بھی اس معاملے میں بحث کرنے سے بچیے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی بچائیے۔ چنانچہ صَدْرُ الشَّرِیعہ، بَدْرُ الطَّرِیقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بہارِ شریعت جلد اول، ص ۱۱ پر فرماتے ہیں:

''وہی (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے۔ ملائکہ وغیرہم وسائل و وسائط ہیں۔ ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے

---

(1)...... کنز العمال، کتاب الایمان، فی الایمان بالقدر، الجزء: ۱، ج ۱، ص ۱۷۸، حدیث: ۱۵۴۳ ملتقطاً۔

لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔''

قضا کی تین اقسام بیان کرنے کے بعد ج۱، ص۱۵ پر فرماتے ہیں: ''قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ہلاکت ہے، صدیق و فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماوشما (یعنی ہم اور آپ) کس گنتی میں! اتنا سمجھ لو کہ **اللہ تَعَالٰی** نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اس کو ایک نوعِ اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا، دونوں گمراہی ہیں۔ بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے **مِنْ جَانِبِ اللہ** کہے اور جو برائی سرزد ہو اُس کو شامتِ نفس تصوّر کرے۔''

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

قرآنی تاویلات پوچھنے والے کو سزا:

ایک بار مدینہ منورہ میں صَبِیغ نامی ایک شخص آیا جو قرآن پاک کی متشابہ آیات کے بارے میں لوگوں سے طرح طرح کے سوالات کرتا تھا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے بلایا اور دو کھجور کی چھڑیاں اس کے لیے تیار کر لیں۔ جیسے ہی وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میں **اللہ** کا بندہ صَبِیغ ہوں۔'' آپ نے ایک چھڑی اٹھائی اور اسے مارنا شروع کیا اور فرمایا: ''میں **اللہ** کا بندہ عمر ہوں۔'' آپ اسے مسلسل مارتے رہے یہاں تک کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس نے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین! اب بس کر دیجئے! میرے ذہن میں جو بھی فاسد خیالات تھے وہ سب زائل ہو گئے ہیں۔''(1)

(1)...... دارمی، باب من هاب الفتیا۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۶۶، حدیث: ۱۴۴۔

بے جا اعتراضات سے احتراز کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اپنے آپ کو بے جا اعتراضات سے بچانا اور صرف ضروری گفتگو کرنا ہی سمجھداری ہے کہ فضول اعتراض بھی شیطان کی طرف سے ایک زبردست وار ہے، کیونکہ یہ خبیث بعض اوقات چھوٹے چھوٹے بے جا اعتراضات کا عادی بنا کر بعض ایسے بڑے بڑے اعتراضات کروانا شروع کر دیتا ہے جس سے دین وایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو اپنے آپ کو فضول اعتراضات سے بچائے۔

عیبوں کو ڈھونڈتی ہے عیب جو کی نظر
جو خوش نظر ہیں وہ ہنر و کمال دیکھتے ہیں

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

توہینِ مُسلم والی آراء کی ممانعت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں ہجو (مذمت) کرنے کی ممانعت فرمادی تھی کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک ایک مسلمان کی عزت نفس کی بڑی ہی اہمیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بعض ہجو کرنے والے شعراء کو سزا بھی دی۔ چنانچہ،

ہجو کرنے پر قید کر دیا:

مشہور واقعہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شاعر حطیہ کو حضرت سیِّدُنا زَبرِقَان بِن بَدر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خفیہ یعنی ایسے الفاظوں میں ہجو کرنے کے سبب قید کر دیا جن سے بظاہر ہجو سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اس شاعر نے یوں ہجو کی تھی:

دَعِ الْمَکَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبَغْیَتِھَا ... وَاقْعُدْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الطَّاعِمُ الْکَاسِیْ

ترجمہ: ''اچھے اخلاق کی تلاش چھوڑ دو، اس کے لیے سفر اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بس تم گھر میں بیٹھے رہو، کیونکہ تم تو صرف کھانے والے ہو، کپڑا پہنانے والے ہو۔''

دراصل اس شعر میں شاعر نے جس شخص کی ہجو کی اسے عورتوں سے تشبیہ دی ہے کہ تمہیں اپنے گھر سے باہر نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نہ ہی تمہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ کس پہ کیا گزر رہی ہے جس طرح عورتیں اپنے گھروں میں

بیٹھی رہتی ہیں، کھانے کھلانے اور پہننے پہنانے کے سوا ان کا کوئی کام نہیں ہوتا، انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ ان کے گھر کے باہر کسی کے ساتھ کیا بیت رہی ہے۔ (یعنی تم بھی ان عورتوں کی مثل ہو۔)

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا کہ بظاہر تو اس میں کوئی ہجو نہیں ہے، پھر آپ نے حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلا کر ان سے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس میں تو بہت ہی زبردست ہجو ہے۔ آپ نے اس شاعر کو قید کر دیا۔ پھر اس شاعر نے قید خانے سے آپ سے رحم کی اپیل کی تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تم کیوں مسلمانوں کی ہجو کرتے ہو؟ اس نے جب اپنے معاشی حالات بیان کیے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اسے بیت المال سے ایک سال کا راشن عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب بھی یہ ختم ہو دوبارہ لینے کے لیے آ جانا۔ (1)

ہر مسلمان کا احترام کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمانوں کی عزت وناموس کے بہت بڑے محافظ تھے، آپ کو کوئی بھی ایسا عمل گوارا نہ تھا جس سے کسی مسلمان کی عزت پر حرف آتا ہو۔ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں، مسلمانوں کی عزتوں سے کھیلنے کے بجائے ان کی حفاظت کریں، احترامِ مسلم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں ہر مسلمان کے تمام حقوق کا لحاظ رکھا جائے اور بلا اجازتِ شرعی کسی بھی مسلمان کی دل شکنی نہ کی جائے۔ ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی کسی مسلمان کا دل نہ دکھایا، نہ کسی پر طنز کیا، نہ کسی کا مذاق اڑایا، نہ کسی کو دھتکارا، نہ کبھی کسی کی بے عزتی کی بلکہ ہر ایک کو سینے سے لگایا۔

لگاتے ہیں اس کو بھی سینے سے آقا
جو ہوتا نہیں منہ لگانے کے قابل

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس**

---

(1)......الاصابة، الحطيئة الشاعر، ج ۲، ص ۱۵۱، الرقم: ۱۹۹۶، ج ۱، ص ۱۷۴، الرقم: ۱۹۹۶، اسد الغابة، زبرقان بن بدر، ج ۲، ص ۲۹۲۔

عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مظہر ہیں، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ بھی مسلمانوں کی عزت وناموس کے متعلق بہت فکرمند رہتے ہیں، آپ نے اپنے رسالے ''احترامِ مسلم'' ص ۲۸ پر کم وبیش ۵۲ وہ میٹھی میٹھی سنتیں پیش فرمائی ہیں جو بالخصوص احترامِ مسلم کے لیے ہماری بہترین رہنما ہیں۔ **''مسلمان کا احترام کریں''** کے اٹھارہ حروف کی نسبت سے ۱۸ سنتیں پیشِ خدمت ہیں، آپ بھی ان سنتوں کو پڑھیے اور اپنے دل میں احترامِ مسلم کو بیدار کیجئے:

(1) سلطانِ دوجہان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر وقت اپنی زبان کی حفاظت فرماتے اور صرف کام ہی کی بات کرتے **(2)** آنے والوں کو محبت دیتے، نفرت پیدا ہو ایسی کوئی چیز نہ کرتے **(3)** لوگوں کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے تلقین فرماتے **(4)** صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی خبر گیری فرماتے **(5)** لوگوں کی اچھی باتوں کی اچھائی بیان کرتے اور اس کی تقویت فرماتے، بری چیز کو بری بتاتے اور اس پر عمل سے روکتے **(6)** ہر معاملے میں اعتدال (یعنی میانہ روی) سے کام لیتے **(7)** جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے **(8)** اپنے پاس بیٹھنے والوں کے حقوق کا لحاظ رکھتے **(9)** آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہنے والے ہر فرد کو یہی محسوس ہوتا کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں **(10)** آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخاوت وخوش خلقی ہر کسی کے لیے عام تھی **(11)** آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں کسی سے بھول ہوجاتی تو نہ اس کو شہرت دی جاتی نہ ہی اس کا مذاق اڑایا جاتا **(12)** نگاہیں حیا سے جھکی رہتیں **(13)** اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے **(14)** برائی کا بدلہ برائی سے دینے کے بجائے معاف فرمادیا کرتے **(15)** نہ کسی کی بات کو کاٹتے نہ ہی بیچ میں بولتے **(16)** سخت گفتگو نہ فرماتے **(17)** کسی کا عیب تلاش نہ کرتے **(18)** بات چیت کرتے وقت مخاطب کے چہرے پر نگاہیں نہ گاڑتے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَحکامِ شَرعِیَّہ کی پابندی کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں تمام لوگوں کو ہر طرح کی مکمل آزادی تھی، اس لیے آپ کے دور میں مسلم معاشرہ ترقی وعروج پر رہا، مگر یہاں ایک بات کی وضاحت کردینا

نہایت ہی ضروری ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہر طرح کی آزادی دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا موقعے کی مناسبت سے سختی کے ساتھ حکم دیتے، کیونکہ مسلمانوں کا احکام شرعیہ پر عمل نہ کرنا ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا باعث ہے، احکام شرعیہ پر عمل کیجئے کہ یہ حقیقی آزادی یعنی جہنم سے آزادی کا سبب ہے۔ زندگی کا مقصد سمجھنے، اسے حاصل کرنے، موت کی تیّاری کا ذِہن بنانے اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت سنوارنے کا جذبہ پانے کیلئے تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے مَدَ نی ماحول سے ہر دم وابَستہ رہئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ لاکھوں لوگوں نے دعوت اسلامی سے وابستگی اختیار کی تو ان کی دنیا بھی سنور گئی، آخرت بھی سنور گئی۔ ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے۔ چنانچہ،

شرابی آیا اور مؤذن بن گیا:

مَہاراشٹر (ہند) کے اسلامی بھائی کے بیان کا لُبِّ لُباب ہے: دعوتِ اسلامی کے مَدَ نی ماحول سے وابَستگی سے قبل میں مَرَضِ عِصیاں (یعنی گناہوں کی بیماری) میں انتہاء دَرَجے تک مبتلا ہو چکا تھا۔ دن بھر مزدوری کرنے کے بعد جو رقم حاصل ہوتی رات کو اُسی سے مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ شراب خرید کر خوب عَیّاشی کرتا، شور شرابا کرتا، گالیاں بکتا اور والِدَین واہلِ مَحَلّہ کو خوب تنگ کرتا اسکے علاوہ میں پرلے درجے کا جُواری و بدترین بے نَمازی بھی تھا۔ اسی غفلت میں میری زندَگی کے قیمتی ایّام ضائع (ضا۔اِع) ہوتے رہے، آخِر کار میرے مقدّر کا ستارہ چمکا۔ ہُوا یوں کہ خوش قسمتی سے میری ملاقات دعوتِ اسلامی کے ایک ذِمّے دار اسلامی بھائی سے ہوئی۔ انہوں نے اِنفرادی کوشش کرتے ہوئے مجھے مَدَ نی قافلے میں سنّتوں بھرے سَفَر کی ترغیب دی، اُن کے میٹھے بول نے کچھ ایسا رنگ جمایا کہ مجھ سے انکار نہ ہوسکا اور میں ہاتھوں ہاتھ تین دن کے مَدَ نی قافِلے کا مسافِر بن گیا۔ مَدَ نی قافِلے میں عاشِقانِ رسول کی صُحبت ملی اور دعوتِ اسلامی کے اِشاعَتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کے مطبوعہ رسائل بھی سننے کو ملے۔ جس کی یہ بَرَکت حاصل ہوئی کہ مجھ جیسا پکّا بے نَمازی، شرابی وجُواری تائب ہو کر نہ صِرف نَماز پڑھنے والا بن گیا بلکہ صدائے مدینہ لگانے (یعنی فجر کی نَماز کیلئے مسلمانوں کو جگانے) اور دوسروں کو مَدَ نی قافلوں کا مسافر بنانے والا بن گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میری اِنفرادی کوشش سے (تا دمِ بیان) تیس اسلامی بھائی مَدَ نی قافِلوں کے مسافِر بن چکے ہیں اور اِس وَقت میں ایک مسجِد میں مُؤَذِّن ہوں اور مَدَ نی

کاموں کی دھومیں مچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

چھوڑیں مے نوشیاں مت بکیں گالیاں
آئیں توبہ کریں قافِلے میں چلو
اے شرابی تُو آ آ جُواری تُو آ
چُھوٹیں بد عادتیں قافِلے میں چلو
ہوگا لُطفِ خدا، آؤ بھائی دُعا
مل کے سارے کریں، قافِلے میں چلو

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! بے نَمازی، شرابی، جُواری، ماں باپ کا دل دکھانے اور پڑوسیوں کو ستانے، گالی گلوچ کرنے والا، اَلّھڑ (اَل۔لَھڑ) نوجوان مبلِّغ دعوتِ اسلامی کی ''انفِرادی کوشش'' کے نتیجے میں مَدَنی قافِلے کا مسافِر بنا، وہاں عاشِقانِ رسول کی صحبتوں میں سنّتوں بھرے مَدَنی رسائل سننے اور تائب ہوکر سنّتوں کے مدنی پھول لُٹانے والا، صدائے مدینہ لگانے والا، مسجِد میں اذانیں دیکر نَمازوں کیلئے بلانے والا بنا اور مَدَنی قافِلوں کا مسافِر بن کر دوسروں کو بنانے والا بن گیا۔ اے عاشقانِ رسول! یاد رکھئے! نَماز ہر عاقِل بالِغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، نَماز ادا کرنے والا جنّت کا مستحق ہے جبکہ بِلا عُذر ایک وَقت کی نَماز بھی جو قضا کرنے والا ہے، وہ ہزاروں سال عذابِ نار کا حق دار ہے۔ شرابی و جواری کی دونوں جہانوں میں ذلّت وخواری اور دوزخ کی خوفناک سزاؤں کی حقداری ہے، ماں باپ کو بُرا بھلا کہنے والوں کو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شبِ معراج اِس حال میں مُلاحَظہ فرمایا کہ وہ آگ کی شاخوں سے لٹکے ہوئے تھے۔ پڑوسی کے بہت سارے حقوق ہیں! فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''وہ جنّت میں نہیں جائے گا، جس کا پڑوسی اس کی آفتوں سے امن میں نہیں ہے۔''[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1]......نیکی کی دعوت، ص ۴۸۔

عہدِ فاروقی کا نظامِ عدلیہ

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......عدل وانصاف کرنے پر تین آیات مبارکہ، عدل وانصاف نہ کرنے پر تین آیات مبارکہ
- ......عدل وانصاف پر تین احادیث مبارکہ، فاروقِ اعظم کا عدل وانصاف
- ......سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تین فرامین مبارکہ، عہدِ فاروقی کے ''نظام عدلیہ'' کی تفصیل
- ......نظام عدلیہ کے اُصول وضوابط، نظام عدلیہ کے بنیادی اُصول وضوابط
- ......نظام عدلیہ کے عمومی اُصول وضوابط، عہدِ فاروقی کے عدالتی قاضی وجج
- ......عدالتی ججوں کی فاروقی تربیت، فاروقی قاضیوں کے مختلف اوصاف
- ......قاضیوں کے فرائض منصبی، فاروقِ اعظم نے رشوت کا دروازہ بند کردیا۔
- ......سیّدُنا فاروقِ اعظم کا ایک عظیم الشان اجتہادی امر، عدالتی ججوں کا احتساب اوراُن کی معزولی
- ......نظامِ عدلیہ کا اصل مقصد، عہدِ فاروقی میں عوام کی قانون سے واقفیت
- ......سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فیصلہ کرنے کا انداز، آپ کے چند تاریخی فیصلے
- ......سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جرائم کے خلاف قانونی سزائیں، آپ سے منسوب غلط فیصلے
- ......سیّدُنا فاروقِ اعظم عدل وانصاف کا نمونہ تھے۔ فاروقی تمغہ امتیاز حاصل کرنے والے قاضی
- ......عہدِ فاروقی کے خصوصی جج، سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مُعاونِ خصوصی فی القضا

عہدِ فاروقی کا نظامِ عدلیہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی کسی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے تو اُس کے تحت کئی ایک عظیم مقاصد ہوتے ہیں، اُن اہم مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ اُس حکومت کو ایسی بنیادوں پر قائم کیا جائے جس سے ایک مکمل اسلامی معاشرہ وجود میں آسکے۔ ہر شخص اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی جان، مال، آل اولاد وغیرہ دیگر تمام چیزوں کے بارے میں قلبی طور پر مطمئن ہو کر زندگی گزار سکے۔ اسلامی معاشرے کے قیام کی ایک اہم بنیاد عدل وانصاف کا نفاذ بھی ہے۔ جس حکومت میں عدل وانصاف کا نفاذ ہو وہی حکومت کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے۔ جو حاکم عدل وانصاف کے نفاذ کے لیے کوششیں کرتا ہے وہی اپنی رعایا کے دل میں جگہ بناتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ظالم وجابر حکمرانوں کا انجام بہت ہی برا ہوا۔ عادِل ومُنصِف حکمرانوں کو آج بھی خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے، لوگ نہ صرف ان کو یاد کرتے بلکہ ان کے نظام کو سراہتے اور اس کی اتباع کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ ظالم وجابر حکمرانوں کو نہ تو کوئی اچھے الفاظوں سے یاد کرتا ہے اور نہ ہی اُن کی اتباع کی کوشش کی جاتی ہے۔

عہدِ رسالت سے قبل نام نہاد عَدلِیَّہ کا نظام:

حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عہد اور بعثت سے قبل جزیرۂ عرب میں باقاعدہ اور مُنَظَّم کوئی حکومت نہیں تھی، البتہ قبائلی اور خاندانی طرز کی کئی بڑی بڑی سلطنتیں قائم تھیں، اُن میں بھی ایک نام نہاد عدلیہ کا نظام قائم تھا، مختلف قوموں نے اپنے اپنے اُصول وضع کیے ہوئے تھے، وہ اپنے سارے انتظامی اُمور علاقائی اور خاندانی رسم ورواج کے مطابق نمٹاتے تھے۔ عموماً تین طریقے سے کسی معاملہ کا فیصلہ کیا جاتا:

(۱) پنچ کے ذریعے: ایک کمیٹی مقرر ہوتی جو کسی مقدمے کا فیصلہ کرتی اور اس کا فیصلہ حتمی سمجھا جاتا۔

(۲) کاہن کے ذریعے: شیطانی معاونت سے مذہبی لوگ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیتے اور اسے چیلنج کرنا ممکن نہ ہوتا۔

(۳) تحکیم کے ذریعے: بعض معتبر لوگ خاندانی ومعاشرتی جھگڑوں میں ثالثی کا کردار ادا کرتے اور فریقین اُن ہی کے فیصلے کو حتمی سمجھتے۔ البتہ تمام طریقوں میں تقریباً ایک بات مشترک تھی کہ اُن میں عوام وخواص اور امیر وغریب کے درمیان مساوات کا دُور دُور تک کوئی نام ونشان نہیں تھی۔ دولت مندوں کے لیے عدلیہ کا نظام کچھ اور تھا، جبکہ غریب عوام

کے لیے نظام کچھ اور۔ کسی رئیس زادے کے معاملے میں جب فیصلہ کیا جاتا تو اس کے منصب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس انداز میں فیصلہ کیا جاتا جس سے اس کی شخصیت کسی طرح مجروح نہ ہوتی، جبکہ کسی غلام زادے کے معاملے میں فیصلہ کیا جاتا تو اِس انداز میں کیا جاتا کہ خود انسانیت بھی اس فیصلے سے شرما جاتی۔ کہنے کو تو وہ ''نظامِ عدلیہ'' تھا لیکن درحقیقت ''ظلم وستم'' کا ایک گھناؤنا بازار گرم تھا۔ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی خاندانی ومعاشرتی عدل وانصاف کی آڑ میں کیے جانے والے ظلم وستم کے خلاف پیغامِ عدل وانصاف لے کر مبعوث ہوئے اور سسکتی ہوئی انسانیت کو ظلم وستم سے آزاد کروا کر پورے عالم میں عدل وانصاف کا ڈنکا بجایا۔ قرآن واحادیث میں عدل وانصاف کا بالکل واضح بیان موجود ہے۔ چنانچہ،

عدل وانصاف کرنے پر تین آیات مبارکہ

(1)......﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا(۵۸) ﴾ (پ۵، النساء:۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک اللّٰہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللّٰہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللّٰہ سنتا دیکھتا ہے۔''

صدرالافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''حاکم کو چاہیے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے: (۱) اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے دوسرے کو بھی دے۔ (۲) نشست دونوں کو ایک سی دے۔ (۳) دونوں کی طرف برابر متوجہ رہے۔ (۴) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ (۵) فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دلائے۔''

(2)......﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۸) ﴾ (پ۶، المائدہ:۸) ترجمۂ کنزالایمان: ''اے ایمان والو اللّٰہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللّٰہ سے

ڈرو بے شک اللّٰہ کوتمہارے کاموں کی خبر ہے۔''

(3)......﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾(پ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: ''بیشک اللّٰہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔''

عدل وانصاف نہ کرنے پر تین آیات مبارکہ

تین آیات کے بعد فریقین میں فیصلہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''مَا رَاَیْتُ مَنْ قَضٰی بَیْنَ اِثْنَیْنِ بَعْدَ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ یعنی ان (درج ذیل) تین آیات مبارکہ کے نزول کے بعد میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کیا ہو۔

(1)......﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾(پ۶، المائدۃ: ۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جو اللّٰہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔''

(2)......﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾(پ۶، المائدۃ: ۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جو اللّٰہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

(3)......﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾(پ۶، المائدۃ: ۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جو اللّٰہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔''[1]

عدل وانصاف پر تین احادیث مبارکہ

(1)......''روزانہ سورج نکلتے ہی انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور لوگوں کے مابین انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔''[2]

---

1 ......سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ المائدۃ، ج۴، ص۱۴۸۸، حدیث: ۷۵۲۔

2 ......بخاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح۔۔۔الخ، ج۲، ص۲۱۵، حدیث: ۲۷۰۷ مختصرا۔

(2)......''جس دن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن چار اشخاص **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے سائے میں ہوں گے: (۱) وہ جوان جس نے اپنی جوانی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے وقف کر دی۔ (۲) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (۳) وہ تاجر جو خرید وفروخت میں حق کا معاملہ کرتا ہو اور (۴) وہ شخص جو لوگوں پر حاکم ہو اور مرتے دم تک عدل وانصاف سے کام لے۔''[1]

(3)......''انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔''[2]

عدل وانصاف کے وجوب پر اِجماع ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک ''عدل'' سے مراد اسلام کا وہ عادلانہ نظام تھا جو کسی اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کے قائم کرنے میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہو۔ ایسا معاشرہ جس کی قیادت ظالم ہاتھوں میں ہو اور وہ عدل سے ناآشنا ہو اسے اسلامی معاشرہ قطعاً نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ رعایا کے درمیان انفرادی یا اجتماعی اور ملکی سطح پر عادلانہ نظام قائم کرنا کوئی نفلی کام نہیں ہے جسے حاکم وقت یا امیر وقت کے مزاج اور خواہش پر چھوڑ دیا جائے بلکہ لوگوں میں اس کا قیام اِسلامی نقطۂ نظر سے اسلام کے مقدس اور اہم ترین فرائض میں سے ہے، اور اُمت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''**عدل وانصاف**'' واجب ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ مَنْ کَانَ حَاکِمًا وَجَبَ عَلَیْہِ اَنْ یَحْکُمَ بِالْعَدْلِ قَالَ تَعَالٰی وَاِذَا حَکَمْتُم بَیْنَ النَّاسِ اَن تَحْکُمُوا بِالْعَدْلِ** یعنی حاکم وقت پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''[3]

---

1 ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۸، ص۴۰۸، حدیث: ۲۰۲۴۔

2 ......مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل۔۔۔الخ، ص۱۰۱۵، حدیث: ۱۸۔

3 ......تفسیر کبیر، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۵۸، ج۴، ص۱۱۰۔

فاروقِ اعظم کا عدل و انصاف

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع میں قرآن وسنت کے اسی نظام عدل وانصاف کو پوری سلطنت میں اس طرح رائج فرمایا کہ ہر چھوٹا بڑا، امیر وغریب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی جان، مال، آل اولاد سب کا محافظ سمجھنے پر مجبور ہوگیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نظام عدل وانصاف کی پختگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ منصب خلافت پر مُتَمَکِّن ہونے کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ اِرشاد فرمایا وہ بھی آپ کے عدل وانصاف کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ چنانچہ،

فاروقِ اعظم کا پہلا خطبہ اُصول عدل پر مشتمل تھا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:

❀......''**اِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ مَنْزِلَةَ ذِيْ حَقٍّ اَنْ يُطَاعَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ** کوئی بھی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرکے حقدار کے حق تک نہیں پہنچ سکتا۔''

❀......''**اَلَا وَاِنِّیْ اَنْزَلْتُ نَفْسِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ بِمَنْزِلَةِ وَلِيِّ الْيَتِيْمِ** اورغور سے سن لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مال میں میری حیثیت یتیم کے سرپرست کی طرح ہے۔''

❀......''**اِنِ اسْتَغْنَيْتُ عَفَفْتُ وَاِنِ افْتَقَرْتُ اَكَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ** اگر میں مالدار ہوا تو اپنے دامن کو بیت المال سے بچائے رکھوں گا اور اگر مجھے حاجت ہوئی تو جائز طریقے سے کھاؤں گا۔''[1]

''عدل'' کے تین حروف کی نسبت سے
عدل پر فاروقِ اعظم کے تین فرامین مبارکہ

عدل وانصاف نہ کروں تو مرجانا بہتر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

---

[1] ......کنز العمال، کتاب المواعظ۔۔۔الخ، خطب عمر ومواعظہ، الجزء: ۱۶، ج۸، ص ۶۴، حدیث: ۴۴۲۰۷ مختصرا۔

''اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ اُبَالِيْ اِذَا قَعَدَ الْخَصْمَانِ بَیْنَ یَدَيَّ عَلَیَّ مِنْ حَالِ الْحَقِّ مِنْ قَرِیْبٍ اَوْ بَعِیْدٍ فَلَا تَمْهِلْنِيْ طَرْفَةَ عَیْنٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب دو شخص اپنا جھگڑا لے کر عدل وانصاف کے لیے میرے سامنے حاضر ہوں، اگر میں اس وقت حق سے عدول کرنے والے کی کچھ پرواہ کروں خواہ وہ میرا کوئی اپنا قریبی عزیز رشتہ دار ہو یا کوئی غیر ہو تو پھر مجھے اس دنیا میں اتنی دیر بھی نہ رکھنا جتنی دیر آنکھ جھپکنے میں لگتی ہے۔''(1)

میں کتنا برا حاکم ہوں اگر۔۔۔!

حضرت سیِّدُنا اسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''بِئْسَ الْوَالِيْ اَنَا اِنْ اَکَلْتُ طَیِّبَھَا وَاَطْعَمْتُ النَّاسَ کَرَادِیْسَھَا یعنی میں کتنا برا حاکم ہوں اگر میں خود تو اچھا کھاؤں اور اپنی رعایا کو روکھا سوکھا کھلاؤں۔''(2)

بکری کا بچہ بھوک سے مر جائے تو مجھ سے سوال ہوگا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''لَوْ مَاتَ جِدْیٌ بِطَفِّ الْفُرَاتِ لَخَشِیْتُ اَنْ یُّطَالِبَ بِهِ اللہُ عُمَرَ یعنی اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا ایک چھوٹا بچہ بھی (بھوک سے) مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اس کے متعلق بھی باز پرس فرمائے گا۔''(3)

عہدِ فاروقی کے ''نظامِ عدلیہ'' کی تفصیل

فاروقِ اعظم نے ''عدلیہ'' کو ''انتظامیہ'' سے الگ کیا:

سماجی اور معاشرتی زندگی کے لیے بے حد ضروری ہے کہ عدلیہ کے نظام کو دیگر انتظامی امور سے جدا رکھا جائے۔ سابقہ قوموں اور عہدِ فاروقی کے بعد کے عدالتی نظاموں میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ وہ دیگر انتظامی امور سے جدا نہ تھے،

---

1 ......شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی نصیحۃ الولاۃ ووعظھم، ج ۶، ص ۳۴، حدیث: ۷۴۲۱۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۷ ملتقطا۔

3 ......صفۃ الصفوۃ، ذکر خوفہ وبکائہ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۴۸۔

ایک عرصے تک یہی معاملہ چلتا رہا اور سالوں بعد انہیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ ان دونوں کو علیحدہ کیا جائے تو ہی عدل وانصاف کا قیام ممکن ہے ورنہ نہیں۔ عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے ابتدائی دور میں بھی یہ دونوں جدا نہ تھے اس کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ اس وقت معاشرتی وحکومتی شعبہ جات نہایت ہی سادہ حالت میں تھے اور مختلف فتوحات کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے ملکی تقسیم اور محکموں کا قیام باقاعدگی سے عمل میں نہیں آیا تھا۔ لیکن جب عہدِ فاروقی میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور سلطنت اسلامیہ دُور دراز علاقوں تک پھیل گئی تو اسے مختلف صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کردیا گیا، گورنروں کے اختیارات کو وسعت دے دی گئی، انتظامیہ کی ساخت مضبوط ہوگئی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فراست سے یہ بات جان لی کہ اب عدلیہ اور انتظامیہ دونوں کو علیحدہ کرنا نہایت ضروری ہے لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کچھ عرصے بعد ہی ان دونوں کو جدا کردیا۔

فاروقِ اعظم نے نظامِ عدلیہ کو بالکل واضح کردیا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منصب خلافت پر مُتَمَکِّن ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے نظام عدلیہ کو اس انداز میں نافذ فرمایا جس سے لوگوں کے دلوں میں اپنی جان، مال آل اولاد وغیرہ کا تَحَفُّظ یقینی ہوگیا۔ وصال سے قبل بھی اسی کا درس ارشاد فرمایا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا مِسْوَر بن مَخْرَمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اِثْنَيْنِ لَنْ تَبْرَحُوْا بِخَيْرٍ مَّا لَزِمْتُمُوْهَا الْعَدْلُ فِي الْحُكْمِ وَالْعَدْلُ فِي الْقِسْمِ وَاِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ مَخْرَفَةِ النَّعَمِ اِلَّا اَنْ يَتَعَوَّجَ قَوْمٌ فَيُعَوَّجُ بِهِمْ** یعنی میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان کو خود پر لازم نہ کرلو ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے: (١) فیصلہ کرنے میں عدل وانصاف سے کام لینا (٢) اور تقسیم کرنے میں عدل وانصاف سے کام لینا اور بے شک میں تمہیں ایک واضح اور سیدھے راستے پر چھوڑ کر جارہا ہوں، مگر یہ کہ قوم ٹیڑھی ہوئی تو وہ راستہ بھی ان کے سبب ٹیڑھا ہوجائے گا۔''[1]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، ما جاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب، ج٨، ص ٥٧٩، حدیث: ١١۔
سنن کبری، کتاب آداب القضاء، باب انصاف القاضی فی الحکم۔۔۔الخ، ج١٠، ص ٢٢٧، حدیث: ٢٠٤٥٣۔

نظامِ عدلیہ کے اُصول و ضوابط

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ایک بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے کوئی نیا قانون نہیں بنایا تھا بلکہ قرآن وسنت کے بیان کردہ پہلے سے موجود قانون کو مُسْتَحْکَم فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے عدالتی ججوں کو اسی بات کی سختی سے ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اوّلاً قرآن وسنت سے ہی فیصلہ کریں، بصورت دیگر اِجماع اور قیاس سے فیصلہ کریں۔ چنانچہ،

نظامِ عدلیہ کے بنیادی اُصول وضوابط

عہدِ فاروقی کے ایک مشہور عدالتی جج حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

❀......''**اِذَا جَاءَکَ شَیْءٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَاقْضِ بِهٖ وَلَا يَلْفِتَنَّکَ عَنْهُ الرِّجَالُ** یعنی جب تمہارے پاس کوئی ایسا معاملہ آئے جس کا فیصلہ تمہیں قرآن میں مل جائے تو پھر قرآن ہی سے فیصلہ کرو اور احتیاط سے کام لو کہ لوگ کہیں تمہیں اس سے ہٹا نہ دیں۔''

❀......''**فَاِنْ جَاءَکَ اَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰه فَانْظُرْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِ بِهَا** اور اگر تمہیں قرآن میں اس کا فیصلہ نہ ملے تو **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت یعنی احادیث مبارکہ کے ذریعے اس کا فیصلہ کرو۔''

❀......''**فَاِنْ جَاءَکَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسَ فِيهِ سُنَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَخُذْ بِهٖ** اور اگر ایسا معاملہ ہو جس کا فیصلہ نہ تو قرآن میں ملے اور نہ ہی احادیث میں تو پھر لوگوں کے اجماع پر نظر کرو اور اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔''

❀......''**فَاِنْ جَاءَکَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰه وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ**

وَ سَلَّمَ وَ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیهِ اَحَدٌ قَبْلَکَ فَاخْتَرْ اَیَّ الْاَمْرَیْنِ شِئْتَ اور اگر ایسا معاملہ ہو کہ جس کا فیصلہ نہ تو قرآن میں ملے، نہ ہی احادیث میں ملے، نہ ہی تم سے پہلے کسی نے کلام کیا ہو تو پھر دو معاملوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلو۔"

......"اِنْ شِئْتَ اَنْ تَجْتَهِدَ بِرَاْیِکَ وَتُقَدِّمَ فَتَقَدَّمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَتَاَخَّرَ فَتَاَخَّرْ وَلَا اَرَی التَّاَخُّرَ اِلَّا خَیْرًا لَّکَ اگر اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کرنا چاہو اور اسے مُقَدَّم کرنا چاہو تو مُقَدَّم کردو اور اگر اسے مُؤَخَّر کرنا چاہو تو مُؤَخَّر کردو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مُؤَخَّر کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔"(1)

نظامِ عدلیہ کے عمومی اُصول وضوابط

سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری کو اُصولِ عدل سے متعلق مکتوب:

عدلیہ کے نظام کو جدا کرنے کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدل وانصاف کے عمومی اصول وضوابط بھی مقرر فرمائے۔ آپ نے حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں عدل وانصاف کے قیام کے عمومی اُصولوں کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان فرمایا، جس کا مضمون کچھ یوں ہے:

......"اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْقَضَاءَ فَرِیضَةٌ مُحْکَمَةٌ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ یعنی حمد وصلاۃ کے بعد (میں یہ کہتا ہوں کہ) لوگوں کے درمیان کسی معاملے میں فیصلہ کرنا ایک اہم و پُختہ فرض اور قابلِ عمل طریقہ ہے۔"

......"فَافْهَمْ اِذَا اُدْلِیَ اِلَیْکَ بِحُجَّةٍ وَانْفُذِ الْحَقَّ اِذَا وَضَحَ فَاِنَّهُ لَا یَنْفَعُ تَکَلُّمٌ بِحَقٍّ لَا نَفَاذَ لَهُ پس اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسی واضح دلیل آجائے جس کے ذریعے فیصلہ کرنا ممکن ہو تو فی الفور اسے نافذ کردو کہ عملی نفاذ کے بغیر فقط حق بات کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

......"وَاٰسِ بَیْنَ النَّاسِ فِی وَجْهِکَ وَمَجْلِسِکَ وَعَدْلِکَ حَتّٰی لَا یَاْیَسَ الضَّعِیفُ مِنْ عَدْلِکَ وَلَا یَطْمَعُ الشَّرِیفُ فِی حَیْفِکَ اپنے چہرے، بیٹھنے کی جگہ اور اپنے فیصلے سے لوگوں (یعنی فریقین) کے مابین مساوات قائم رکھو تا کہ کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مایوس نہ ہو اور کوئی معزز شخصیت تمہارے ظلم کی طمع نہ کرے۔"

......"اَلْبَیِّنَةُ عَلَی مَنِ ادَّعٰی وَ الْیَمِینُ عَلَی مَنْ اَنْکَرَ گواہ لانا مُدَّعِی یعنی دعویٰ کرنے والے کی ذمہ

(1)......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضیه، باب فی القاضی۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۵۸، حدیث: ۳۔

داری ہے اور قسم اٹھانا **مُنْکِر** یعنی انکار کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔''

❀......''**وَالصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا اَحَلَّ حَرَامًا اَوْ حَرَّمَ حَلَالًا** اور مسلمانوں کے مابین وہ صلح کرانا جائز ہے جو شرعی ہو یعنی جس کے ذریعے نہ تو حرام کو حلال کرنا پایا جائے اور نہ ہی حلال کو حرام کرنا پایا جائے۔''

❀......''**لَا يَمْنَعُكَ قَضَاءٌ قَضَيْتَهُ بِالْاَمْسِ رَاجَعْتَ فِيْهِ نَفْسَكَ وَهُدِيْتَ فِيْهِ لِرُشْدِكَ اَنْ تُرَاجِعَ الْحَقَّ** حق بات کو قبول کرنے میں تیرا کل وہ فیصلہ آڑے نہ آئے جس میں تیرا نفس رجوع کر چکا ہو اور تجھے درست رہنمائی مل چکی ہو۔''

❀......''**فَاِنَّ الْحَقَّ قَدِيْمٌ وَمُرَاجَعَةُ الْحَقِّ خَيْرٌ مِنَ التَّمَادِي فِي الْبَاطِلِ** کیونکہ حق قدیم ہے اور حق بات کی طرف رجوع کرنا باطل میں سرکشی دکھانے سے بہتر ہے۔''

❀......''**اَلْفَهْمَ اَلْفَهْمَ فِيْمَا يَخْتَلِجُ فِيْ صَدْرِكَ مِمَّا لَمْ يَبْلُغْكَ فِي الْكِتَابِ اَوِ السُّنَّةِ اِعْرِفِ الْاَمْثَالَ وَ الْاَشْبَاهَ ثُمَّ قِسِ الْاُمُوْرَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاعْمَدْ اِلٰى اَحَبِّهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَشْبَهِهَا بِالْحَقِّ فِيْمَا تَرٰى** اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ایسی بات جو تمہارے دل میں کھٹکے اور اس کے متعلق قرآن یا سنت سے کوئی راہنمائی نہ مل سکے تو اس وقت اس معاملے کی مختلف مثالوں اور نظیروں کی پہچان کرو پھر اس معاملے کو مختلف امور پر قیاس کرو، پس تمہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ معلوم ہو اور حق کے ساتھ زیادہ مشابہ لگے اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔''

❀......''**وَاجْعَلْ لِمَنِ ادَّعٰى بَيِّنَةً اَمَدًا يَنْتَهِي اِلَيْهِ فَاِنْ اَحْضَرَ بَيِّنَةً اَخَذَ بِحَقِّهِ وَاِلَّا وَجَّهْتَ الْقَضَاءَ عَلَيْهِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَجْلٰى لِلْعَمٰى وَ اَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ** یعنی گواہ کا دعوی کرنے والے کو گواہ پیش کرنے کی مہلت دو، پس اگر وہ گواہ پیش کر دے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ دے دو کیونکہ یہی طریقہ اندھے کے لیے معاملے کو زیادہ روشن اور عذر بیان کرنے کے لیے زیادہ واضح ہے۔''

❀......''**اَلْمُسْلِمُوْنَ عُدُوْلٌ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا مَجْلُوْدٌ فِيْ حَدٍّ اَوْ مُجَرَّبٌ فِيْ شَهَادَةِ زُوْرٍ اَوْ ظَنِيْنٌ فِيْ وَلَاءٍ اَوْ قَرَابَةٍ** یعنی تمام مسلمان ایک دوسرے کے حق میں گواہی دینے کے لیے عادل ہیں سوائے اس شخص کے جس پر حد جاری ہوئی، یا کوئی ایسا شخص ہو جس کے بارے میں تجربہ ہو کہ یہ جھوٹی گواہی دیتا ہے، یا ایسا شخص جو اپنے مولا کی

ولاء یا قرابت داروں کے معاملے میں نا قابلِ اِعتِبار اور مُتَّہَم و مَشکوک ہو۔"

❀......"اِنَّ اللّٰهَ تَوَلّٰی مِنْكُمُ السَّرَائِرَ وَدَرَأَ عَنْكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ یعنی بے شک تمہارے پوشیدہ اُمور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد ہیں اور وہ گواہوں کے سبب تم سے درگزر فرماتا ہے۔"

❀......"وَاِيَّاكَ وَالْقَلَقَ وَالضَّجَرَ وَالتَّاَذِّيَ بِالنَّاسِ وَالتَّنَكُّرَ لِلْخُصُومِ فِيْ مَوَاطِنِ الْحَقِّ الَّتِي يُوجِبُ اللّٰهُ بِهَا الاَجْرَ وَيُحْسِنُ بِهَا الذُّخْرَ یعنی فیصلہ کرنے میں پریشانی، تنگ دلی، لوگوں کو اذیت دینے اور حق کے ان مواقع پر فریقین سے اپنائیت برتنے سے بچو جن کے سبب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اجر کو واجب کردیتا ہے اور اسے اُخروی ذخیرہ بنا دیتا ہے۔"

❀......"فَاِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ نِيَّتَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ وَلَوْ عَلَى نَفْسِهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ کیونکہ جو شخص اپنے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں اپنی نیت کو درست رکھتا ہے اگرچہ وہ اس کی اپنی ذات ہی کے خلاف ہو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اور لوگوں کے معاملے میں اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔"

❀......"وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِمَا يَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ يَشِنْهُ اللّٰهُ اور جو شخص لوگوں کے لیے ایسی چیز مزین اور ظاہر کرتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کو عیب دار فرما دیتا ہے۔"(1)

اِس مکتوب سے حاصل ہونے والے اُصُولِ عدل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بظاہر حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں پند و نصائح تھے لیکن درحقیقت یہ مکتوب عدلیہ کے اصول و ضوابط پر مشتمل ایک نایاب دستاویز ہے، جو پوری دنیا کے ایک عام جج سے لے کر ہائی کورٹ کے سب سے بڑے جج (Chief justice) کے لیے بہترین مشعلِ راہ ہے، سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک مُحَقِّقِین و شارِحِین علمائے کرام ان عدالتی اصول و ضوابط کی تشریح و تعلیق میں مصروف ہیں، اگر اس خط کے علاوہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عاجزی و انکساری اور فکرِ آخرت پر مشتمل دیگر حکیمانہ اقوال نہ بھی ہوتے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار دنیا کے عظیم ترین

1......دار قطنی، کتاب فی الاقضیة والاحکام، کتاب عمر رضی اللہ عنہ...الخ، ج ۴، ص ۲۴۳، حدیث: ۴۴۲۵۔

مُفَکِّرِین اور قانون دانوں میں ہوتا۔ اِس مکتوب سے درج ذیل اُصولِ عدل حاصل ہوئے:

(1)......''منصبِ قضاء کوئی عام عہدہ نہیں بلکہ تمام اداروں کی درستی اسی پر موقوف ہے، چونکہ قاضی کا فیصلہ پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے اس عہدے کی نوعیت مزید حساس ہوجاتی ہے۔''

(2)......''قاضی کے لیے ضروری ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد فیصلے میں تاخیر نہ کرے۔''

(3)......''محض فیصلہ سنا دینا ہی قاضی کا کام نہیں بلکہ اس کے نفاذ کو یقینی بنانا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔''

(4)......''قاضی کو چاہیے کہ تمام لوگوں کے ساتھ بلا تفریق یکساں برتاؤ کرے۔''

(5)......''قاضی کو چاہیے کہ اپنے چہرے کے تاثرات، اپنے بیٹھنے کی نشست اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مساوات کا ایسا انداز اختیار کرے کہ لوگ ہمیشہ اس سے انصاف کی امید رکھیں۔''

(6)......''مدعی یعنی دعویٰ کرنے والا اپنے معاملے میں ثبوت یا گواہ لائے گا۔''

(7)......''مدعیٰ علیہ یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے اس سے قسم لی جائے گی۔''

(8)......''فریقین ہر معاملے میں صلح کر سکتے ہیں لیکن غیر شرعی معاملے میں صلح نہیں کر سکتے۔''

(9)......''قاضی کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کے بعد اس میں نظر ثانی کر سکتا ہے۔''

(10)......''قاضی ہمیشہ قرآن وسنت کے مطابق ہی فیصلہ کرے اور علماء سے مشاورت کرے۔''

(11)......''مدعی کو گواہ یا ثبوت پیش کرنے کی مہلت دی جائے گی۔''

(12)......''تمام مسلمان ایک دوسرے کے گواہ بن سکتے ہیں البتہ محدود فی القذف یا جس کا جھوٹی گواہی دینا مشہور ہو یا جو کسی شخص کے بارے میں فقط بدگمانی کا شکار رہو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔''

(13)......''قاضی کو چاہیے کہ ایسے تمام اوصاف سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے جو درست فیصلہ کرنے میں رکاوٹ بن سکتے ہوں۔''

(14)......''قاضی کو چاہیے کہ خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کرے اگرچہ اسے اپنی ذات کے خلاف ہی فیصلہ دینا پڑے۔''

(15)...... ”درست فیصلہ کرنے کے بعد ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ہی اُس کے اجر وثواب کی امید رکھے، **غیر اللہ** سے اُس کی قطعاً کوئی امید نہ رکھے۔“

اَبُوعُبَیدَہ بِن جَرَاح کو اُصولِ عَدل سے مُتَعَلِّق مکتوب:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکتوب کا مضمون کچھ یوں تھا:

”حمد وصلاۃ کے بعد میں تمہیں یہ مکتوب لکھ رہا ہوں، اس میں اپنی اور تمہاری بھلائی کی میں نے حَتَّی الاِمکان کوشش کی ہے۔ پانچ اصولوں پر سختی سے عمل کرو تمہارا دین سلامت رہے گا اور خوش بختی تمہارے قدم چومے گی: (۱) جب دو آدمی اپنا معاملہ لے کر تمہارے پاس آئیں تو مُدَّعِی سے عادل گواہ طلب کرو۔ (۲) مُدَّعیٰ علیہ سے قطعی حلف لو۔ (۳) غریبوں کے ساتھ نہایت ہی ہمدردی سے پیش آؤ تا کہ وہ باآسانی اپنا معاملہ پیش کرسکیں اور ان کی ہمت بڑھے۔ (۴) باہر سے آئے ہوئے شخص کا خاص خیال رکھو کیونکہ اگر بہت دن تک اسے رکنا پڑا تو وہ اپنا حق چھوڑ کر اپنے گھر لوٹ جائے گا اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔ (۵) جب تک تمہیں صحیح فیصلہ سمجھ نہ آئے فریقین میں سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔“[1]

اَمیرِ مُعاوِیہ کو اُصُولِ عدل سے متعلق مکتوب:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو مکتوب سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو روانہ کیا اس کا مضمون بھی بِعَیْنِہٖ تقریباً وہی تھا جو سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو روانہ کیے گئے مکتوب کا تھا:

”حمد وصلاۃ کے بعد فریقین میں فیصلہ کرنے سے متعلق میں تمہیں یہ مکتوب بھیج رہا ہوں، اس میں اپنی اور تمہاری بھلائی کی میں نے پوری کوشش کی ہے، پانچ اصولوں پر کار بند رہو تمہارا دین سلامت رہے گا اور اس میں تمہیں خوش نصیبی حاصل ہوگی۔ (۱) جب تمہارے پاس فریقین اپنا معاملہ لے کر آئیں تو مدعی سے سچے گواہ اور مدعیٰ علیہ سے مضبوط حلف لو۔ (۲) کمزوروں کے ساتھ بہت ہمدردی سے پیش آؤ تا کہ ان کی ہمت بندھے اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے بیان کرنے میں زبان کھلے۔ (۳) جو شخص باہر سے آیا ہو اس کے ساتھ خصوصی تعاون کرو کیونکہ زیادہ دن انتظار کر کے اگر وہ

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۷۹۔

بغیر حق حاصل کیے چلا گیا تو اس کا وبال حق مارنے والے پر ہوگا۔ (۴) مُدَّعِی ومُدَّعٰی عَلَیہ کے ساتھ یکساں سلوک کرو۔ (۵) فریقین میں جب تک تمہیں صحیح فیصلہ سمجھ میں نہ آئے اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرو، بصورت دیگر فریقین میں صلح کرانے کی حتی المقدور کوشش کرو۔''(1)

کامل عدل واِنصاف کااِنحصار چار باتوں پر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ عدل وانصاف کا قیام درج ذیل چار باتوں پر ہے:

- ......عدل وانصاف کا قانون اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ مکمل ہو۔
- ......عدل وانصاف قائم کرنے والے قابل اور ذہین اَفراد کو قاضی وجج مقرر کیا جائے۔
- ......عدل وانصاف کے حصول کے لیے قضاۃ اور ججز کی تعداد میں کفایت شعاری سے کام لیا جائے۔
- ......ایسے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں جن سے رشوت اور دیگر ناجائز ذرائع کا مکمل سَدِّباب ہوسکے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن چاروں باتوں پر کَمَا حَقُّہٗ عمل کیا جس کے سبب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد میں ہر طرف عدل واِنصاف کا دَور دَورہ ہوگیا، ان چاروں اُمور کی تفصیل درج ذیل ہے:

عہدِ فاروقی میں مکمل قانون کا نفاذ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہد میں مکمل قانون کا نفاذ فرمایا، نیز اپنے مقررہ قاضیوں اور ججوں کو بھی خصوصی تاکید فرمائی کہ جب بھی کسی معاملے میں فیصلہ کرنا ہو تو اولاً قرآن مجید، پھر سنت نبوی، پھر اِجماعِ امت اور پھر قیاس واجتہاد سے فیصلہ کیا جائے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں عہدِ فاروقی کے قاضی حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحِمَہُ اللّٰہ کی روایت گزری جس میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک مکتوب میں اس بات کی تاکید فرمائی۔ نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس ضروری امر کے باوجود اپنے مقررہ قاضیوں کی وقتاً فوقتاً مشکل مسائل میں فتاویٰ کے ذریعے بھی معاونت فرماتے رہتے تھے، جس کی تفصیل کتب سیر وتاریخ میں موجود ہے۔ یوں عدلیہ کا نظام آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ کامل واکمل قانون کی حیثیت سے رائج ہوگیا۔

---

1 ......البیان والتبیین، باب من اللغز فی الجواب، ج ۲، ص ۱۵۰۔

عہدِ فاروقی میں مختلف قاضیوں کا تقرر:

واضح رہے کہ قاضی کی تقرری کا اختیار بنیادی طور پر خلیفۂ وقت کو ہوتا ہے کہ اوّلاً وہی قاضی کا تقرر کرے گا یا ریاست کا گورنر بھی قاضی مقرر کرسکتا ہے جب کہ اُسے خلیفۂ وقت نے اِختیار دیا ہو۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف شہروں میں مختلف قاضیوں کا تقرر فرمایا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاضیوں کے تقرر میں اِس بات کا خیال رکھا کہ جو لوگ عدل وانصاف کے معاملے میں بہتر خدمات سرانجام دے سکتے ہیں صرف اُنہی لوگوں کو صوبائی عدالتوں کی ذمہ داری سونپی جائے۔ نیز اپنے گورنروں کو بھی اِس بات کی خصوصی ہدایت دی کہ منصب قضا کے لیے صالح افراد کا انتخاب کریں اور اُن کی ضرورت کے مطابق تنخواہیں دیں۔ [1]

قاضیوں کی تقرری میں فاروقِ اعظم کی دو خصوصیات:

قاضیوں کی تقرری کے معاملے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دو ۲ خصوصیات حاصل تھیں: (۱) پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ آپ عہدِ رسالت میں بھی مختلف امور کے فیصلے فرمایا کرتے تھے اور عہدِ صدیقی میں تو **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قاضی مقرر فرمایا تھا اور ظاہر ہے جو شخص ایک کام پہلے ہی کر چکا ہو اور پھر دوبارہ اسے وہی کام کرنا ہو تو یقیناً وہ بہتر طریقے سے کر پائے گا کیونکہ وہ اس کام کی اونچ نیچ، تمام باریکیوں سے پہلے ہی اچھی طرح واقف ہے۔ (۲) دوسری خصوصیت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی باکمال فراست تھی جس نے کبھی دھوکا نہ کھایا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منصب قضا کے لیے ذہین، تجربہ کار اور صالح افراد کا انتخاب فرمایا۔

عہدِ فاروقی کے عدالتی قاضی و جج

کتب تاریخ وسیر کے مطالعے سے عہدِ فاروقی کے قاضیوں کی جو تفصیل سامنے آتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ فاروقی کے قاضی دو ۲ طرح کے تھے، بعض وہ جو صرف قاضی تھے، بعض وہ جو ریاست کے گورنر اور قاضی دونوں تھے۔

اُن افراد کے اسماء جو فقط قاضی تھے:

۞......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دار الخلافہ یعنی مدینہ منورہ کا قاضی حضرت

---

[1]......سیر اعلام النبلاء، شهداء اجنادین والیرموک، ج ۳، ص ۲۸۵، الرقم: ۹۱۔

سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کئی صفات کے حامل تھے: ایک تو یہ صحابی رسول تھے، دوسرا کاتِبِ وحی بھی رہ چکے تھے، تیسرا سریانی وعبرانی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ علم الفرائض میں پورے عرب میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔

﴿……سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا کَعب بِن سَوَّار الاَزدِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بصرہ کا قاضی منتخب فرمایا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بہت معاملہ فہم اورنُکتہ شَنَاس تھے، کسی مسئلے کی باریکیوں پر آپ بڑی مضبوطی سے گرفت فرمالیا کرتے تھے، آپ کے فیصلے بڑے مشہور ہیں، مشہور تابعی حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرِین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ کے بہت سے فیصلے اوراحکام نقل فرمائے ہیں۔

﴿……سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فلسطین میں حضرت سیِّدُنا عُبَادَہ بِن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مَنصَبِ قضا پر فائز فرمایا، صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی جلالت شان اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے عہدِ رسالت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکمل قرآن پاک حفظ تھا، یہی وجہ تھی کہ خود حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اَصحابِ صُفَّہ کا قاری یعنی قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

﴿……کوفہ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سب سے پہلے صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر فرمایا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن وسنت کے بہترین عالم تھے نیز آپ مجتہد بھی تھے اورخود قرآن وسنت سے مسائل اخذ فرمایا کرتے تھے۔(1)

﴿…… بعد ازاں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی جگہ حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قاضی مقرر فرمایا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ذہانت اور معاملہ فہمی بھی بڑی ہی مشہور تھی، مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ''اَقْضَی الْعَرَب'' یعنی عرب کا سب سے بڑا قاضی فرمایا کرتے تھے۔(2)

﴿……حضرت سیِّدُنا سَلمان بِن رَبِیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پہلے بصرہ اور پھر قادسیہ کا قاضی مقرر فرمایا۔

---

(1)……اخبار القضاۃ، عبد اللہ بن مسعود، ج ۲، ص ۱۸۸ ماخوذا۔

(2)……تاریخ ابن عساکر، ج ۲۳، ص ۲۱۔

......حضرت سیّدُنا قَیس بن ابُو العاص قَرَشِی کو مصر کے مَنصبِ قَضا پر فائز فرمایا۔

......اِن قاضیوں کے علاوہ جن کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاضی مقرر فرمایا اُن میں سے حضرت سیِّدُنا ابُو مَرْیَم حَنَفِی، حضرت سیّدُنا عبدالرحمٰن بِن رَبیعہ، حضرت سیّدُنا ابُو قُرَّہ کِندِی، حضرت سیّدُنا عمران بِن حُصَین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے اسماءِ مبارکہ کتب میں موجود ہیں۔

ان افراد کے اسماء جو قاضی وگورنر دونوں عہدوں پر فائز تھے:

چند اَفراد ایسے بھی تھے جنہیں ریاست کی گورنری کے ساتھ منصب قضاء بھی سپرد کیا گیا تھا، ان کے نام یہ ہیں:

......حضرت سیّدُنا نافِع خُزَاعِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ۔ حافظ ابنِ عَبدُ البرّ نے لکھا ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا، اس وقت مکہ مکرمہ میں قریش کے اکابرین موجود تھے، پھر ان کو معزول کر کے حضرت سیّدُنا خالِد بن عاص بن ہِشام بِن مُغِیرہ مَخْزُومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وہاں کا امیر مقرر فرما دیا۔

......حضرت سیّدُنا یَعلٰی بِن اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صنعاء کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا سُفیان بن عبد اللّٰہ ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ طائف کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا مُغِیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفہ کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا مُعاوِیہ بن ابُو سُفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ملک شام کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا عُثمان بن ابُو العاص ثَقَفِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بحرین وعمان کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا ابو مُوسٰی اشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بصرہ کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا عُمَیر بن سَعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حمص کے گورنر تھے۔

......حضرت سیّدُنا ابو عُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مختلف جنگوں کے دوران پیش آنے والے مختلف معاملات کے فیصلہ کرنے پر مامور کیا گیا تھا نیز آپ ایک عرصہ تک جنگی کمانڈر بھی مقرر رہے۔[1]

ان افراد میں سے بعض کو سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ریاست کی گورنری کے ساتھ منصب قضا پر بھی فائز

[1] ......الاستیعاب، ج۲، ص۱۹۰، ج۳، ص۱۵۳، ۲۹۰، ۴۷۰، ج۴، ص٦، ۵۴، ۲۷۲، ۳۲۷۔

رکھا جیسا کہ سیِّدُ نا اَمیرِ مُعَاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور بعض کو صرف گورنری کے عہدے پر رکھا عہدۂ قضا اُن سے لے لیا جیسے سیِّدُ نا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ ان تمام کے فضائل ومناقب ''کتب اسماء الرجال'' میں ملاحظہ فرمائیے۔

قاضیوں کا تقرر عملی امتحان کے بعد ہوتا تھا:

عہدِ فاروقی میں قاضی صوبہ یا ضلع کے حاکم کے ماتحت ہوتا تھا اور اس کو قاضی مقرر کرنے کے مکمل اختیارات تھے لیکن احتیاطاً اکثر وبیشتر قاضیوں کی تقرری سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ جن کو قاضی مقرر کرنا ہوتا اولاً ان کے ذاتی کردار (Self Character) اور شہرت (Celebrity) دیکھتے، پھر اسی پر اکتفاء کرنے کے بجائے ان کا عملی امتحان لیتے کہ آیا یہ اس منصب کو بَطَرِیقِ اَحسَن چلا سکیں گے یا نہیں؟ پھر ان کا تقرر کیا جاتا۔ کوفہ کے قاضی حضرت سیِّدُ نا شُرَیح رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کا خود عملی امتحان لینے کے بعد ہی ان کو منصب قضا پر مقرر فرمایا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص سے گھوڑا خریدنے کا ارادہ فرمایا اور شرط یہ رکھی کہ پسند آئے گا تو خریدیں گے ورنہ نہیں۔ اس گھوڑے کی صلاحیت کو پرکھنے کے لیے ایک گھڑ سوار کو دیا گیا، اتفاق سے سواری کے دوران گھوڑے کو چوٹ لگ گئی جس سے وہ داغی ہوگیا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے گھوڑا اس کے مالک کو واپس کرنا چاہا تو اس نے انکار کردیا۔ معاملہ حضرت سیِّدُ نا قاضی شریح رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے رکھا گیا کہ وہ فیصلہ کریں۔ آپ نے یوں فیصلہ فرمایا کہ ''اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تب تو گھوڑا واپس کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو آپ کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر فرما دیا۔ (1)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ذاتی قابلیت، ذہانت اور معاملہ فہمی کے علاوہ قاضی کے لیے رعب ودبدبہ کو بھی ضروری سمجھتے تھے، قاضیوں کی تقرری کے وقت بھی اس بات کا خیال رکھتے اور والیوں وضلع کے حاکموں کو بھی اس کی ہدایت دیتے رہتے۔ نیز آپ نے حضرت سیِّدُ نا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بھی لکھا کہ جو

---

(1)......الاوائل للعسکری، الباب السابع، ذکر القضاۃ، ص ۳۶۰۔

شخص بااثر اور صاحبِ عظمت نہ ہو اس کو قاضی نہ بنایا جائے۔[1]

عدالتی ججوں کی فاروقی تربیت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدالتوں کے قیام کے بعد فقط بنیادی اصول وضوابط بیان کرنے پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اپنے مختلف فتاویٰ اور منصب قضا سے متعلق مختلف احتیاطی تدابیر، اپنے تجربات کی روشنی میں ججوں کی مختلف حوالے سے ایسی تربیت فرماتے رہتے جس سے انہیں مختلف امور کے مابین فیصلہ کرنے میں آسانی ہو اور لوگوں کے دلوں میں بھی عدالت کی قدر ومنزلت باقی رہے۔ نیز اس سے عہدِ فاروقی کے قاضیوں کے اوصاف اور ان کے فرائض کی تفصیلات بھی کافی حد تک واضح ہوجاتی ہیں۔

فاروقی قاضیوں کے مختلف اوصاف

(1) قاضی اَحکامِ شَرعِیَّہ کا عالم ہو:

احکامِ شرعیہ کا عالم ہونا قاضی کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ جب تک اسے شریعت کا علم نہ ہوگا تو کسی معاملے میں صحیح فیصلہ نہ کرسکے گا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی قاضیوں کے تقرر میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا۔

(2) قاضی مُتَّقِی و پرہیزگار ہو:

قاضی کا متقی و پرہیزگار رہنا بھی لازمی شرط ہے، کیونکہ جب تک قاضی خوفِ خدا رکھنے والا نہ ہوگا تو وہ رضائے الٰہی کے ساتھ فریقین کے مابین قطعاً فیصلہ نہ کرسکے گا۔ اسی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وسیِّدُنا ابوعُبیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ: ''**اُنْظُرُوْا رِجَالًا صَالِحِیْنَ فَاسْتَعْمِلُوْهُمْ عَلَى الْقَضَاءِ** یعنی اپنے یہاں کے نیک لوگوں کو نظر میں رکھو اور انہیں منصب قضا پر مقرر کرو۔''[2]

---

[1] ......اخبار القضاۃ، کتاب عمر الی۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۷ ملخصاً۔

[2] ......سیر اعلام النبلاء، شہداء اجنادین والیرموک، معاذ بن جبل۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۲۸۵، الرقم: ۱۹۔

(3) لالچی اور حریص نہ ہو:

قاضی کو چاہیے کہ لوگوں کے اموال سے بے پرواہ ہو جائے کیونکہ ایسا شخص ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے امر کو درست طریقے سے نافذ کرسکتا ہے۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**لَا یُقِیْمُ اَمْرَ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ لَا یُصَانِعُ وَ لَا یُضَارِعُ وَ لَا یَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حکم وہی نافذ کرسکتا ہے جو نہ تو دھوکے باز ہو نہ ہی بلا وجہ خوف زدہ ہو اور نہ ہی خواہش نفس کا پیروکار ہو۔''(1)

(4) قاضی ذہین وفطین اور دُوراندیش ہو:

قاضی کا ذہین وفطین اور دور اندیش ہونا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ بعض اوقات ایسے معاملات ہوتے ہیں جو انہی اوصاف پر منحصر ہوتے ہیں، اگر قاضی میں یہ اوصاف نہیں ہوں گے تو ہوسکتا ہے وہ درست طریقے سے فیصلہ نہ کرسکے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ایسے ہی لوگوں کو منصب قضا پر فائز فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا کعب بن سَوَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں موجود تھے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: ''اے امیر المؤمنین! میں نے اپنے شوہر سے بہتر کوئی آدمی نہ پایا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ پوری رات نمازیں پڑھتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے، سخت گرمی میں بھی وہ روزہ نہیں توڑتا۔'' آپ نے اس عورت کے لیے دعائے مغفرت فرمائی تو وہ عورت شرماتے ہوئے چلی گئی۔ مگر سیِّدُنا کعب بن سَوَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! دراصل اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف میں شکایت کی ہے کہ وہ اس کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے۔'' جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا تو معاملہ ایسا ہی نکلا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا کعب بن سَوَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا کہ تم نے اس کے معاملے کو پہچانا اب تم ہی اس کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا: ''حضور! اسلام میں مَردوں کو بیک وقت چار نکاح کی اجازت ہے اگر بالفرض اس کے شوہر کی تین ازواج اور ہوتیں تو یقیناً اس عورت کا حق چوتھے دن لوٹتا لہٰذا اس کے شوہر کو چاہیے کہ تین دن رات خوب عبادت کرے اور چوتھے دن اس کے حقوق پورے کرے۔'' سیِّدُنا فاروقِ

(1) ......مصنف عبد الرزاق، باب عدل القاضی فی مجلسه، ج۸، ص۲۳۲، حدیث: ۱۵۳٦۸۔

اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن کی دُور اندیشی اور ذہانت دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''مَا الْحَقُّ اِلَّا ھٰذَا اِذْھَبْ فَاَنْتَ قَاضٍ عَلَی الْبَصْرَةِ یعنی یہ تو تم نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے۔ جاؤ آج سے تم بصرہ کے قاضی ہو۔''[1]

(5) قاضی اعتدال پسند ہو:

قاضی کا اعتدال پسند ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اگر وہ فقط سخت طبیعت کا مالک ہو تو ظلم وتشدد کا سخت اندیشہ ہے اور اگر فقط نرم طبیعت کا مالک ہو تو حدود وقصاص وغیرہ کے معاملات درستی سے ادا نہ ہوں گے۔ چنانچہ،

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَلِیَ ھٰذَا الْاَمْرَ یَعْنِي اَمْرَ النَّاسِ اِلَّا رَجُلٌ فِیْہِ اَرْبَعُ خِصَالٍ اَللِّیْنُ فِيْ غَیْرِ ضُعْفٍ وَ الشِّدَّةُ فِيْ غَیْرِ عُنْفٍ وَ الْاِمْسَاکُ فِيْ غَیْرِ بُخْلٍ وَ السَّمَاحَةُ فِيْ غَیْرِ سَرْفٍ فَاِنْ سَقَطَتْ وَاحِدَةٌ مِّنْھُنَّ فَسَدَتِ الثَّلَاثُ یعنی یہ منصب قضا صرف ایسے لوگوں کے لیے ہے جن میں چار خوبیاں ہوں: (۱) نرمی ہو مگر ایسی نرمی نہیں جو کمزوری پر مشتمل ہو۔ (۲) سختی ہو مگر ایسی نہیں کہ جس میں شدت ہو۔ (۳) کفایت شعار ہو لیکن ایسا نہیں کہ اس میں بخل ہو۔ (۴) لحاظ کرنے والا ہو لیکن ایسا نہیں کہ حد سے تجاوز کر جائے۔ کیونکہ اِن میں سے ایک بھی صفت ختم ہو گی تو بقیہ تینوں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔''[2]

(6) قاضی شخصیت ورعب ودبدبے والا ہو:

فَرِیقَین کے مابین فیصلہ کرنے اور حدود وقصاص نافذ کرنے میں اِس صفت کا بہت دخل ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس صفت کو بھی مدنظر رکھا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''لَاَسْتَعْمِلَنَّ عَلَی الْقَضَاءِ رَجُلاً اِذَا رَآہُ الْفَاجِرُ فَرِقَهُ یعنی میں ایسے شخص کو قاضی بناؤں گا جسے مجرم دیکھتے ہی ڈر جائے گا۔''

پھر آپ نے حضرت سیِّدُنا ابومَرْیَم حَنَفِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو معزول کر کے حضرت سیِّدُنا کَعب بن سَوَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔[3]

---

1 ...... کنزالعمال، کتاب النکاح، حقوق متفرقة، الجزء: ۱٦، ج۸، ص ۲۴۲، حدیث: ۴۵۹۱۵۔

2 ...... مصنف عبدالرزاق، کتاب البیوع، باب کیف ینبغی للقاضی ان یکون، ج۸، ص ۲۳۲، حدیث: ۱۵۳٦۷۔

3 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب القاضی اذا بان له، ج۱۰، ص ۱۸٦، حدیث: ۲۰۲۹۹ مختصرا۔

ایک اہم وضاحت:

یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا نہایت ضروری ہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مذکورہ بالا فرمان اس وجہ سے تھا کہ اس وقت بصرہ کے قاضی حضرت سیّدُنا ابومَریَم حَنَفِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تھے جو بہت بڑے شاعر بھی تھے، عموماً شعراء کا مزاج بہت لطیف ہوتا ہے ان کی طبیعت میں وہ سختی نہیں ہوتی جو دیگر لوگوں کی طبیعت میں ہوتی ہے، غالباً اسی وجہ سے ان کے فیصلوں کے متعلق سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس شُکُوک شُبہات وشکایات جیسے معاملات پہنچے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو انہیں معزول کر کے سیّدُنا کعب بِن سَوَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قاضی مقرر کرنا پڑا۔[1]

(7) قاضی صاحِبِ ثَروَت اوراعلیٰ نَسَب والا ہو:

قاضی کا صاحب ثروت یعنی مالی طور پر خود کفیل اور اچھے نسب والا ہونا بہت ضروری ہے کہ یہ دونوں صفات اسے رشوت وغیرہ کے لین دین سے بچنے اور فیصلہ کرنے میں اعتماد اور لوگوں کی ملامت سے بچنے جیسے امور حاصل کرنے میں معاون ہوں گی۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''**لَا تَسْتَقْضِيَنَّ اِلَّا ذَا مَالٍ وَ ذَا حَسَبٍ فَاِنَّ ذَا الْمَالِ لَا يَرْغَبُ فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ وَاِنَّ ذَا الْحَسَبِ لَا يَخْشٰى الْعَوَاقِبَ بَيْنَ النَّاسِ** یعنی صاحب ثروت اور اچھے خاندان والے کو قاضی بناؤ کیونکہ جو خود مالدار ہوگا اسے لوگوں کے مال میں رغبت نہ ہوگی اور اچھے خاندان والے کو لوگوں میں (فیصلہ کرتے ہوئے) انجام کا خوف نہ ہوگا۔''[2]

فاروقِ اعظم نے غَنی کو امیر مقرر فرمایا:

یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا عَلاء بِن حَضْرَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب حضرت سیّدُنا عُتْبَہ بن غَزْوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جگہ امیر مقرر فرمایا تو اس کی سب سے بنیادی وجہ یہی لکھی کہ وہ ان سے دنیاوی اعتبار سے زیادہ مالدار تھے، حالانکہ مقام ومرتبہ میں وہ ان سے زیادہ تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے الفاظ یہ ہیں:

''**فَقَدْ وَلَّيْتُكَ عَمَلَهُ وَاعْلَمْ اَنَّكَ تَقَدَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَ**

---

1 ......اخبار القضاۃ، خبر ابی مریم الحنفی، ج ۱، ص ۲۷۰ ملخصاً۔

2 ......اخبار القضاۃ، کتاب عمر الی معاویۃ...الخ، ج ۱، ص ۶۷۔

اللّٰہِ الْحُسْنٰی لَمْ اَعْزِلْہُ اَلَّا یَکُوْنَ عَفِیْفاً صَلِیْباً شَدِیْدَ الْبَاْسِ وَلٰکِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّکَ اَغْنٰی عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ تِلْکَ النَّاحِیَۃِ مِنْہُ فَاعْرِفْ لَہُ حَقَّہُ یعنی اے علاء بن حضرمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں نے تمہیں عُتبہ بن غزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جگہ امیر مقرر کیا ہے لیکن یاد رکھنا کہ وہ مقام ومرتبہ میں تم سے زیادہ ہیں کہ وہ مہاجرین اَوّلین میں سے ہیں جن کے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا، میں نے انہیں اس لیے معزول نہیں کیا ہے کہ وہ عفیف یعنی پاک دامن نہیں، یا دینی معاملے میں سخت نہیں، یا جنگجو نہیں ہیں بلکہ انہیں معزول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے نزدیک مسلمانوں میں مالی اعتبار سے تم ان سے زیادہ غنی ہو لہٰذا ان کے حقوق کا اچھی طرح خیال رکھنا۔''[1]

(8) قاضی اِخلاص و لِلّٰہیّت کے ساتھ فیصلہ کرے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں اُن اوصاف کو بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا۔ اِس مکتوب کا مضمون کچھ یوں تھا: ''عدل وانصاف کے ساتھ درست فیصلہ کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک باعث اجر ہے اور نیک نامی کا ذریعہ بھی ہے، جس حاکم کی نیت خالص حق کی ہو اگر چہ فیصلہ اس کے نفس کے خلاف ہو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ رعایا کے ساتھ اس کے معاملات کو خود ہی سلجھا دیتا ہے، جو لوگوں کی خاطر خود کو ان چیزوں سے آراستہ کرتا ہے جس کی تائید اسے قلب سے حاصل نہیں ہوتی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے بدنُما بنا دیتا ہے۔''[2]

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک اِن اوصاف کے مراتب میں بھی کچھ فرق تھا، بعض افراد ایسے ہوتے تھے جن میں چند ایک اوصاف جمع ہو جاتے تھے، ان افراد کو دیگر ایسے افراد پر ترجیح دی جاتی تھی جن میں ان کے مقابلے میں اوصاف کی کمی ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَلاء بن حَضْرمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضرت سیِّدُنا عُتْبہ بن غَزْوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ...... طبقات کبری، ومن الحضارمۃ وھم من الیمن، ج ۴، ص ۲۶۸۔

2 ...... سنن کبری، کتاب الشھادات، باب لا یحیل حکم القاضی، ج ۱۰، ص ۲۵۳، حدیث: ۲۰۵۳۷ مختصرا۔

عَنْہ کی جگہ امیر مقرر فرمایا کیونکہ وہ ان سے دنیاوی اعتبار سے زیادہ مالدار تھے۔[1]

قاضیوں کے فرائض منصبی

(1) پیچیدہ و مشکل معاملات میں مشاورت کا حکم:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے قاضیوں کو خاص طور پر یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ کسی بھی پیچیدہ معاملے میں فیصلہ کرنے سے قبل مشاورت ضرور کریں کہ اس طرح عدل وانصاف کے حصول اور درست فیصلہ کرنے میں معاونت ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ایک قاضی کو مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''**وَاسْتَشِرْ فِي اَمْرِکَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰہَ** یعنی اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرلیا کرو جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں۔''[2]

سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نام مکتوب روانہ کیا کہ: ''**اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَامِرَنِي وَلَا اَرَی مُؤَامَرَتَکَ اِيَّایَ اِلَّا اَسْلَمَ لَکَ** یعنی اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے مشورہ بھی کرلیا کرو کیونکہ میرے خیال میں تمہارا مجھ سے مشورہ کرنا تمہارے لیے بہت مفید ہے۔''[3]

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود بھی مختلف فیصلوں کے بارے میں مشاورت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے: ''**مَنْ سَرَّہُ اَنْ یَاْخُذَ بِالْوَثِیْقَۃِ مِنَ الْقَضَاءِ فَلْیَاْخُذْ بِقَضَاءِ عُمَرَ فَاِنَّہُ کَانَ یَسْتَشِیْرُ** یعنی جو شخص درست فیصلے کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلوں کو دیکھا کرے کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے فیصلوں میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔''[4]

(2) بغیر جُرم کے کاروائی کی ممانعت:

قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی کو بغیر ثُبُوت کے مُتَّہَم نہ کرے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی کاروائی کرے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ چنانچہ،

---

1. ......طبقات کبری، وسن الحضاربۃ وھم سن الیمن، ج ۴، ص ۸۶۸۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ج ۸، ص ۱۴۷، حدیث: ۹ مختصرا۔
3. ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب موضع المشاورۃ، ج ۱۰، ص ۱۸۹، حدیث: ۲۰۳۱۳۔
4. ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب مشاورۃ الوالی۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۱۸۷، حدیث: ۲۰۳۰۵۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں ایک قافلے کے ساتھ سفر پر نکلا، جب ہم وادی ذِی المَرْوَہ پہنچے تو میرے کپڑوں کا صندوق غائب ہوگیا۔ ہمارے ساتھ ایک مشکوک آدمی بھی تھا۔ اس سے میرے ساتھیوں نے کہا: ''اے فلاں! ان کا صندوق انہیں واپس کردے۔'' اس نے کہا کہ میں نے نہیں لیا۔ میں لوٹ کر جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گیا اور واقعے کی اطلاع دی۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون لوگ تھے؟ میں نے سب کا بتایا تو آپ نے بھی اسی فردِ مُتَّہَم کے بارے میں خدشہ ظاہر کیا۔ میں نے عرض کیا: ''لَقَدْ اَرَدْتُّ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ آتِیَ بِہٖ مَصْفُوْدًا یعنی اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو میں اس کو باندھ کر لے آؤں؟'' فرمایا: ''اَتَاتِیْ بِہٖ مَصْفُوْدًا بِغَیْرِ بَیِّنَۃٍ کیا بغیر ثبوت کے تم اسے باندھ کر لاؤ گے؟''[1]

(3) قاضیوں کو تحائف لینے کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عدالتی ججوں کو تحائف لینے سے منع فرمادیا تھا بلکہ آپ اسے رشوت قرار دیا کرتے تھے کیونکہ بعض اوقات تحائف دینے والا شخص اس کے عوض اپنے مقدمے میں تخفیف بھی طلب کرسکتا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ چونکہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے تحائف لینے پر پابندی لگادی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اِبنِ جَرِیر اَزْدِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ہر سال امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اونٹ کی ران بطورِ تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ پھر ایک دفعہ وہ اپنا کوئی مقدمہ لے کر بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِقْضِ بَیْنَنَا قَضَاءً فَصْلًا کَمَا یُفْصَلُ الْفَخِذُ مِنَ الْجَزُوْرِ یعنی اے امیر المؤمنین! ہمارے درمیان ایسے فیصلہ فرمایئے جیسے ران اونٹ کے جسم سے جدا ہوجاتی ہے۔'' یہ سن کر آپ نے اپنے گورنروں وقاضیوں کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''لَا تَقْبَلُوا الْھَدِیَۃَ فَاِنَّھَا رِشْوَۃٌ یعنی تحفہ قبول نہ کرو کیونکہ یہ رشوت ہے۔''[2]

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب العقول، باب التھمۃ، ج ۹، ص ۵۰۷، حدیث: ۱۹۱۶۵۔

2 ......کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الرشوۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۲۷، حدیث: ۱۴۴۸۴۔

(4) فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کو سخت ناجائز وحرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کیا: ''**اَرَاَیْتَ الرِّشْوَۃَ فِي الْحُکْمِ مِنَ السُّحْتِ هِيَ؟**'' یعنی اے امیر المؤمنین! کیا آپ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کو حرام سمجھتے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ حرام سے بھی زیادہ برا سمجھتا ہوں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''کیونکہ حرام تو اس شخص کے لیے ہے جس کا بادشاہ کے ہاں کوئی مقام ومرتبہ ہو اور دوسرے شخص کو اس بادشاہ سے کوئی حاجت پیش آئے تو وہ اس سے ہدیہ لیے بغیر اس کی حاجت پوری نہ کرے۔''[1]

حرام خوری کے دو۲ دروازے:

حضرت سیِّدُنا خَیْثَمَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**بَابَانِ مِنَ السُّحْتِ یَاْکُلُھُمَا النَّاسُ اَلرِّشَاءُ وَمَھْرُ الزَّانِیَۃِ** یعنی حرام خوری کے دو۲ ہی دروازے ہیں جن سے لوگ حرام کھاتے ہیں: رشوت اور زانیہ کی کمائی۔''[2]

(5) مقدمے کی اجرت لینے کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قاضی کے لیے کسی مقدمے کی اجرت لینا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا قاسم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَا یَنْبَغِي لِقَاضِي الْمُسْلِمِینَ اَنْ یَاْخُذَ اَجْرًا وَلَا صَاحِبِ مَغْنَمِھِمْ** یعنی مسلمانوں کے قاضی اور مالِ غنیمت تقسیم کرنے والے کو اس کی اجرت نہیں لینی چاہیے۔''[3]

(6) معاملے کی مکمل تحقیق کرنے کا حکم:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے قاضیوں کو حکم فرما دیا تھا کہ جب تک معاملے کی مکمل تحقیق نہ کرلیں اس

---

1 ......کنزالعمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الرشوۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۲۷، حدیث: ۱۴۴۸۶۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیۃ، فی الوالی والقاضی یھدی الیہ، ج ۵، ص ۲۲۸، حدیث: ۵۔

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیہ، فی القاضی یاخذ الرزق، ج ۵، ص ۲۱۱، حدیث: ۴۔

وقت تک فریقین میں فیصلہ نہ کریں۔ کیونکہ معاملے کی تحقیق کے بغیر کسی کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ دینا قطعاً جائز نہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار فرمایا: ''**لَا یَنْبَغِي لِقَاضٍ اَنْ یَّقْضِيَ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُ الْحَقُّ كَمَا یَتَبَیَّنُ اللَّیْلُ عَنِ النَّهَارِ** یعنی قاضی کو چاہیے کہ اس وقت تک فیصلہ نہ کرے جب تک حق اس طرح واضح نہ ہوجائے جس طرح رات دن سے جدا ہوکر بالکل واضح ہوجاتی ہے۔'' جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**صَدَقَ اَبُوْ مُوْسٰی** یعنی ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سچ کہا۔''[1]

(7) فریقین کو صلح کے لیے چھوڑ دینے کا حکم:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ججوں کو یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جو فریقین آپس میں صلح صفائی کر کے حل کر سکتے ہوں تو انہیں ان کے حال ہی پر چھوڑ دیا جائے، کوئی عدالتی فیصلہ نہ کیا جائے کیونکہ جب وہ آپس میں اس مسئلے کو خود ہی حل کریں گے تو ان کے دل ایک دوسرے کے لیے صاف ہوجائیں گے نیز یہ عمل باہمی الفت و محبت کا بھی سبب ہوگا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا مُحارِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**رُدُّوا الْخُصُوْمَ حَتّٰی یَصْطَلِحُوْا فَاِنَّ فَصْلَ الْقَضَاءِ یُحْدِثُ بَیْنَ الْقَوْمِ الضَّغَائِنَ** یعنی مقدمے کے فریقین کو واپس لوٹا دیا کرو تاکہ وہ آپس میں صلح کرلیں کیونکہ (جلدی میں کیے گئے) عدالتی فیصلے بعض اوقات لوگوں کے درمیان بغض و کینہ اور دشمنی کو پیدا کرتے ہیں۔''[2]

ایک اور روایت میں ہے ارشاد فرمایا: ''**رُدُّوا الْخُصُوْمَ لَعَلَّهُمْ یَصْطَلِحُوْا فَاِنَّهُ اَبَرُّ لِلصَّدْرِ وَاَقَلُّ لِلْحِنَاتِ** یعنی مقدمات کے فریقین کو واپس لوٹا دیا کرو تاکہ وہ آپس میں صلح کرلیں کیونکہ یہ عمل سینوں کو بغض و حسد سے پاک کرنے والا اور کینہ و دشمنی کو ختم کرنے والا ہے۔''[3]

کون سی صلح کرائی جائے۔۔۔؟

ایک بار سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فریقین میں کی جانے والی صلح کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیہ، فی الحکم یکون ھواہ لاحد الخصمین، ج ۵، ص ۵۵۳، حدیث: ٦۔

2 ......سنن کبری، کتاب الصلح، باب ماجاء فی التحلل، ج ٦، ص ١٠٩، حدیث: ١١٣٦٠۔

3 ......سنن کبری، کتاب الصلح، باب ماجاء فی التحلل، ج ٦، ص ١٠٩، حدیث: ١١٣٦١۔

فرمایا: ''**اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ اِلَّا صُلْحًا اَحَلَّ حَرَامًا اَوْ حَرَّمَ حَلَالًا** یعنی مسلمانوں کے درمیان صرف وہی صلح کرانا جائز ہے جو شریعت کے مطابق ہو یعنی نہ حرام کو حلال کرے اور نہ حلال کو حرام کرے۔''(1)

(8) خرید و فروخت کی ممانعت:

(1)......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت سیِّدُنا شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قاضی مقرر فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''**لَا تُشَارَّ وَلَا تُضَارَّ وَلَا تَشْتَرِ وَلَا تَبِعْ وَلَا تَرْتَشِ** یعنی تم نہ تو کسی کے ساتھ برائی سے پیش آنا، نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانا، نہ ہی خرید و فروخت کرنا اور نہ ہی رشوت لینا۔''(2)

(2)......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اَبُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب لکھا جس میں ارشاد فرمایا: ''**لَا تَبِيْعَنَّ وَلَا تَبْتَاعَنَّ وَلَا تُسَارَنَّ وَلَا تُضَارَنَّ وَلَا تَرْتَشِیَ فِی الْحُكْمِ وَلَا تَحْكُمْ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَ اَنْتَ غَضْبَانُ** یعنی نہ تو خود بیع کرو، نہ ہی کوئی دوسرا تم سے بیع کرے اور فیصلہ کرنے میں کسی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آؤ، نہ ہی کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی رشوت لو، دو ۲ آدمیوں کے مابین غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرو۔''(3)

(9) مجرم کو سزا دینے سے قبل صفائی کا موقع:

اگر کسی مجرم کے خلاف جرم ثابت ہوجاتا اور اس پر حد جاری کرنے کا وقت آتا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ اسے صفائی کا موقع ضرور دیا کرتے تاکہ مجرم کے خلاف اِتمامِ حجت ہوجائے اور کسی کو بات کرنے کا موقع نہ ملے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بات کی تاکید اپنے امراء کو بھی فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا حَکِیم بِن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لشکروں کے امیروں کو سزا کے نفاذ سے متعلق ایک مکتوب روانہ کیا جس میں ارشاد فرمایا: ''**اَلَا لَا يَجْلِدَنَّ اَمِيرُ جَيْشٍ وَلَا سَرِيَّةٍ اَحَدًا الْحَدَّ حَتّٰى يَطْلُعَ الدَّرْبُ لِئَلَّا تَحْمِلَهُ حَمِيَّةُ الشَّيْطَانِ اَنْ يَلْحَقَ**

1......دارقطنی، کتاب الاقضیۃ والاحکام۔۔۔الخ، کتاب عمر الی ابی موسی الاشعری، ج ۴، ص ۲۴۴، حدیث: ۴۴۲۶ ملتقطا۔

2......تاریخ ابن عساکر، ج ۲۳، ص ۲۱۔

3......مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب کیف ینبغی للقاضی ان یکون، ج ۸، ص ۲۳۲، حدیث: ۱۵۳۶۹۔

بِالْکُفَّارِ یعنی خبردار! کسی بھی لشکر یا سریہ کا امیر اس وقت تک کسی پر حد جاری نہ کرے جب تک معاملہ بالکل واضح نہ ہوجائے (یعنی فریقین کو صفائی کا موقع دینے کے بعد حد جاری کی جائے) اس لیے کہ کہیں شیطانی غیرت اسے کفار سے جاملنے پر نہ اُبھارے۔‘‘[1]

(10) فریقین کے ساتھ یکساں برتاؤ کا حکم:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابُوموسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ’’**وَآسِ بَیْنَ النَّاسِ فِی وَجْھِکَ وَمَجْلِسِکَ وَعَدْلِکَ حَتّٰی لَایَیْاَسَ الضَّعِیفُ مِنْ عَدْلِکَ وَلَا یَطْمَعَ الشَّرِیفُ فِی حَیْفِکَ** اپنے چہرے، بیٹھنے کی جگہ اور اپنے فیصلے سے لوگوں (یعنی فریقین) کے درمیان مساوات کا سلوک رکھو تاکہ کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مایوس نہ ہو اور کوئی معزز شخصیت تمہارے ظلم کی طمع نہ کرے۔‘‘[2]

(11) قاضی کمزوروں کی ہمت افزائی کرے:

قاضی کو چاہیے کہ اگر اس کے پاس کوئی ایسا شخص آئے جو کسی بھی وجہ سے فریق ثانی سے کمزور ہو تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس سے اس کی ہمت و حوصلے میں اضافہ ہو اور وہ اپنا مؤقف کھل کر پیش کر سکے تاکہ عدل وانصاف کے حصول میں آسانی ہو۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو مکتوب روانہ کیا اس میں ارشاد فرمایا: ’’کمزوروں کے ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آؤ تاکہ اُن کی ہمت بندھے اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے کھل کر بیان کر سکے۔‘‘[3]

(12) غیر شہری یا غیر ملکی کے ساتھ بہتر سلوک کرے:

قاضی کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اگر اس کے پاس دوسرے شہر یا کسی اور ملک کا شخص انصاف کے لیے آئے تو دیگر لوگوں کے مقابلے میں اس کا خیال زیادہ رکھے اور ہو سکے تو اس کے معاملے کو جلدی نمٹا کر اسے فارغ کرے کیونکہ

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحدود، باب فی اقامة الحد، ج ٦، ص ٥٦٥، حدیث: ١۔

2 ......دارقطنی، کتاب الاقضیة والاحکام، کتاب عمر الی ابی موسی الاشعری، ج ٤، ص ٢٤٣، حدیث: ٤٤٢٥ مختصرا۔

3 ......البیان والتبیین، باب من اللغز فی الجواب، ج ٢، ص ١٥٠۔

وہ اپنے گھر سے دُور ہے، ہوسکتا ہے وہ اُن کی فکر میں حق حاصل کیے بغیر ہی چلا جائے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو مکتوب روانہ فرمایا اس میں اس بات کو واضح فرمایا۔

(13) قاضی وُسعتِ قلبی اور تحمّل مزاجی سے کام لے:

قاضی وُسعتِ قلبی اور تحمّل مزاجی سے کام لے، فیصلہ کرنے میں اُن تمام کیفیات سے اپنے آپ کو بچائے جن سے کسی نفسیاتی اثر کی بنا پر غلط فیصلہ ہونے کا خدشہ ہو۔ چنانچہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''**اِیَّاکَ وَ الضَّجَرَ وَ الْقَلَقَ وَ التَّاَذِّیَ بِالنَّاسِ وَ التَّنَکُّرَ بِالْخُصُوْمِ فِیْ مَوَاطِنِ الْحَقِّ** یعنی اپنے آپ کو کوڈانٹنے، جھڑکنے، غصہ ہونے، چڑچڑا پَن اور تکلیف دینے سے بچاؤ، حق بیان کرنے کی جگہ پر جھگڑا کرنے والوں کے سامنے بھیس بدلنے سے بچو۔''(1)

(14) قاضی غصے میں فیصلہ نہ کرے:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُ نا ابومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ فرمایا کہ: ''**وَلَا تَحْکُمْ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَ اَنْتَ غَضْبَانُ** یعنی دو شخصوں کے مابین غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرو۔''(2)

حضرت سیِّدُ نا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ: ''**شَرَطَ عَلَيَّ عُمَرُ حِينَ وَلَّانِي الْقَضَاءَ اَنْ لَا اَبِيعَ وَلَا اَبْتَاعَ وَلَا اَرْتَشِيَ وَلَا اَقْضِيَ وَاَنَا غَضْبَانُ** یعنی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے منصبِ قضاء ان شرائط کے ساتھ عطا فرمایا کہ نہ تو میں خود خرید و فروخت کروں گا، نہ ہی کوئی مجھ سے خرید و فروخت کرے گا، نہ ہی رشوت لوں گا اور نہ ہی کبھی غصے کی حالت میں فیصلہ کروں گا۔''(3)

(15) قاضی بھوک پیاس میں فیصلہ نہ کرے:

چونکہ بھوک پیاس کا بھی طبیعت میں تَغَیُّر و تَبَدُّل سے گہرا تعلق ہے اسی لیے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

1 ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب لا یقضی القاضی۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۱۸۱، حدیث: ۲۰۲۸۳۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب کیف ینبغی للقاضی ان یکون۔۔۔الخ، ج ۸، ص ۲۳۲، حدیث: ۱۵۳۶۹ مختصرا۔

3 ......المجموع شرح المہذب، کتاب الاقضیۃ، باب ولایۃ القضاء وادب القاضی، ج ۲۰، ص ۱۳۱۔

بھوک میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: ''لَا يَقْضِي الْقَاضِي اِلَّا وَهُوَ شَبْعَانُ یعنی کوئی قاضی اس وقت تک فیصلہ نہ کرے جب تک وہ سیر نہ ہو۔''[1]

(16) فیصلہ کرنے میں ظاہری دلائل کا اعتبار:

قاضی کو چاہیے کہ ظاہری دلائل کا اعتبار کرتے ہوئے فیصلہ کرے کیونکہ نیتوں کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! ہم تمہیں اس وقت سے پہچانتے ہیں جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان موجود تھے اور تمہاری باتیں ہمیں معلوم ہو جاتی تھیں لیکن آج ہم تمہیں صرف تمہاری باتوں سے پہچان سکتے ہیں لہٰذا جس نے ہمارے سامنے بھلائی کی ہم اسے اچھا سمجھیں گے اور جس نے برائی کی اسے برا جانیں گے اور اس سے نفرت کریں گے کیونکہ تمہاری نیتوں کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔''[2]

(17) توبہ کے بعد حسنِ سلوک کی تاکید:

مجرم اگر اپنے گناہ سے توبہ کرلے تو اب اس کے ساتھ مسلمانوں کو میل جول رکھنے کی اجازت ہے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے بھی قاضیوں کو یہی ہدایت تھی کہ اگر کسی مجرم کے ساتھ اس کے گناہ کے سبب مسلمانوں کو میل جول سے منع کردیا ہو تو اس مجرم کی توبہ کے بعد لوگوں کو اس سے میل جول کی اجازت دے دی جائے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس حکم میں بے شمار حکمتیں آپ کے پیشِ نظر تھیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار ہم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر میں تھے کہ ایک سوار کو دیکھا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں اس سوار کو دیکھ رہا ہوں اسے ہم سے ہی کوئی کام ہے۔'' پھر واقعی وہ سوار سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا اور رونے لگا۔ آپ نے اس سے ہمدردی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: ''کیا بات ہے؟ تم کیوں رو رہے ہو؟ اگر تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے تو ہم

---

1 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب لا یقضی القاضی۔۔۔الخ، ج۱۰، ص۱۸۱، حدیث: ۲۰۲۸۲۔

2 ...... مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، خطبۃ عمر رضی اللہ عنہ فی الفتنۃ، ج۵، ص۶۲۲، حدیث: ۸۴۰۵ ملتقطا۔

ضرور تمہاری مدد کریں گے، تمہیں کسی کا خوف ہے تو اس سے امن دلائیں گے، ہاں اگر تم نے کسی کو قتل کیا ہے تو بطور قصاص تمہیں قتل کیا جائے گا، اگر تم اپنے پڑوسیوں سے تنگ ہو تو تمہیں کسی اور جگہ منتقل کر دیں گے۔''

اس نے عرض کی: ''حضور! میں بنی تیم سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے شراب پی لی تھی، حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حد جاری کرتے ہوئے مجھے کوڑے لگائے، پھر مجھے گنجا کیا، میرا منہ کالا کیا اور مجھے لوگوں کے درمیان گھما پھرا کر ذلیل ورسوا کیا اور لوگوں کو مجھ سے ملنے، کھانے پینے سے بھی منع کر دیا۔ حضور! اُس وقت میرے ذہن میں تین باتیں آئیں: (١) یا تو میں تلوار لے کر اُن کا سر قلم کردوں۔ (٢) یا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں اور آپ مجھے شام بھیج دیں کیونکہ وہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔ (٣) یا یہ کہ میں دشمنوں کے ساتھ مل جاؤں اور ان کے ساتھ ہی کھاؤں پیوں۔''

یہ سن کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رونے لگے اور ارشاد فرمایا: ''**مَا یَسُرُّنِی اَنَّکَ فَعَلْتَ** یعنی مجھے کوئی خوشی نہیں ہے کہ تم یہ کام کرو۔'' پھر آپ نے چند باتیں اس کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمانے کے بعد حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''اے ابوموسیٰ اشعری! تم پر سلام ہو، حمد وصلاۃ کے بعد! مجھے فلاں بن فلاں تیمی نے اِس اِس طرح کا معاملہ بیان کیا ہے۔ اگر تم نے میری حکم عدولی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہارا چہرہ کالا کر کے لوگوں میں گھماؤں گا، جو میں حق بات تم سے کہہ رہا ہوں اگر وہ تم جان چکے ہو تو فوراً لوگوں کو حکم دو کہ اِس شخص کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں اور کھائیں پیئیں اور اگر یہ توبہ کر چکا ہے تو اس کی شہادت بھی قبول کرو اور اسے دوسو درہم دو۔''(1)

فاروقِ اعظم نے رشوت کا دروازہ بند کر دیا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قاضی وجج نیز ہر وہ شخص جسے کسی نہ کسی معاملے میں فیصل (یعنی فیصلہ کرنے والا) بننا پڑے اس کے لیے شیطان کی طرف سے سب سے بڑی آزمائش ''رشوت'' جیسا مُہلِک ناسور ہے، آج کل معاشرے میں یہ کتنا پھیلا ہوا ہے ہر شخص اس سے آگاہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس ناسور پر بہت کڑی نظر رکھی اور دیگر ناجائز طریقوں کا سدِّباب کرنے کے ساتھ ساتھ رشوت کے دروازوں کو بھی بالکل بند کر دیا، اس کے لیے آپ دو ٢ طریقے اختیار فرمائے:

(1) ......سنن کبری، کتاب الشھادات، باب شھادۃ اھل الاشربۃ، ج١٠، ص٣٦١، حدیث: ٢٠٩٤٨۔

(1)......عدالتوں کے قاضیوں وججوں کی ایسی معقول تنخواہیں مقرر کیں جس سے انہیں کسی بیرونی آمدنی کی حاجت نہ رہے اور رشوت کے تمام چور دروازے بند ہو جائیں۔ مثلاً حضرت سیِّدُ نا سلمان بِن رَبِیعہ اور حضرت سیِّدُ نا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی ماہانہ تنخواہ پانچ پانچ سو درہم تھی اور یقیناً یہ تنخواہ اس زمانے کے لحاظ سے ایک معقول تنخواہ تھی۔[1]

(2)......جو شخص مالدار یا معزز نہ ہوتا اسے قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا نیز کسی قاضی کو تجارت اور اپنا ذاتی کاروبار وغیرہ کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ حضرت سیِّدُ نا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو آپ نے مکتوب روانہ کیا اُس میں اِس بات کی وجہ بھی تحریر فرمائی۔ اِرشاد فرمایا: ''**لَا تَسْتَقْضِیَنَّ اِلَّا ذَا مَالٍ وَذَا حَسَبٍ فَاِنَّ ذَا الْمَالِ لَا یَرْغَبُ فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ وَاِنَّ ذَا الْحَسَبِ لَا یَخْشَی الْعَوَاقِبَ بَیْنَ النَّاسِ** یعنی صاحب ثروت اور اچھے خاندان والے کو قاضی بناؤ کیونکہ جو مالدار ہوگا وہ لوگوں کے مال ودولت سے بے پرواہ ہوگا اور اچھے خاندان والے کو لوگوں میں (فیصلہ کرتے ہوئے) انجام کا خوف نہ ہوگا۔''[2]

فاروقِ اعظم کا ایک عظیم الشان اجتہادی امر

عدل کے قیام میں ماہرینِ فن کی شہادت:

عدل وانصاف کے قیام میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اجتہادات میں سے ایک عظیم الشان اجتہادی امر یہ بھی ہے کہ آپ نے قانون بنایا کہ ایسا مقدمہ جو کسی مخصوص فن سے تعلق رکھتا ہو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس مقدمے میں اس فن کے ماہرین کی شہادت اور رائے لیتے پھر اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔

چنانچہ آپ نے اپنے زمانے میں اشعار میں ہجو کرنے سے منع فرما دیا تھا، لیکن اس وقت کے ایک شاعر حُطَیّہ نے حضرت سیِّدُ نا زِبرِقان بِن بدر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ہجو میں ایک ایسا شعر کہا جس سے واضح طور پر ہجو معلوم نہیں ہوتی تھی۔ البتہ سیِّدُ نا زِبرِقان بِن بدر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم تھا کہ حُطَیّہ نے یہ شعر میری ہجو میں ہی لکھا ہے، لہٰذا انہوں نے فوراً امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حُطَیّہ کے خلاف مقدمہ کر دیا۔ چونکہ یہ مقدمہ فن

---

1 ......فتح القدیر، کتاب ادب القاضی، ج۶، ص۳۶۱۔

2 ......اخبار القضاۃ، کتاب عمر الی معاویۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۶۷۔

شاعری سے تعلق رکھتا تھا اسی لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فنِ شاعری میں مہارت رکھنے والے ثناخوانِ رسول صحابی حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا اور اس مقدمے میں اُن کی مشاورت کے بعد اُن کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ (1)

عدالتی ججوں کا احتساب اور ان کی معزولی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نظامِ عدلیہ کے قیام سے متعلق اقدامات میں سے ایک نہایت اہم قدم یہ بھی ہے کہ آپ نے مختلف عدالتوں میں قاضیوں وججوں کے تقرر اور ان کی تعلیم وتربیت کے بعد ان کے احتسابی عمل کو بھی جاری وساری رکھا۔ وقتاً فوقتاً آپ ان سے امتحان لیتے رہتے اور اگر کسی قاضی وجج سے کوئی بڑی غلطی صادر ہوجاتی تو اسے فی الفور معزول بھی فرمادیتے تھے۔ چنانچہ،

دمشق کے قاضی کی معزولی:

حضرت سیِّدُنا مُحارِب بِن دِثار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص سے پوچھا: ''**مَنْ اَنْتَ؟** یعنی تم کون ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''**اَنَا قَاضِيْ دِمِشْق** یعنی میں دمشق کا قاضی ہوں۔'' فرمایا: ''**کَیْفَ تَقْضِيْ** یعنی تم فیصلہ کس طرح کرتے ہو؟'' اس نے کہا: ''میں **کتاب اللہ** سے فیصلہ کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''**فَاِذَا جَاءَ مَا لَیْسَ فِيْ کِتَابِ اللّٰہِ** یعنی اگر تمہیں **کتاب اللہ** میں نہ ملے تو؟'' عرض کیا: ''**سُنَّتِ رسول اللہ** سے فیصلہ کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''اگر تمہیں **سُنَّتِ رسول اللہ** میں بھی اس کا حل نہ ملے تو کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''**اَجْتَھِدُ بِرَاْیِيْ وَ اُؤَامِرُ جُلَسَائِيْ** یعنی میں اس معاملے میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اور اپنے ہم نشینوں سے مشاورت کرتا ہوں۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت خوش ہوئے اور اسے شاباش دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم یوں دعا مانگا کرو: ''**اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُکَ اَنْ اَقْضِيَ بِعِلْمٍ وَّ اَنْ اُفْتِيَ بِحُکْمٍ وَ اَسْاَلُکَ الْعَدْلَ فِي الْغَضَبِ وَ الرِّضٰی** یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں علم کے ساتھ فیصلہ کروں، حکمت ودانائی کے ساتھ فتویٰ دوں اور غصے ونرمی دونوں حالتوں میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ

(1)...... کنزالعمال، کتاب الاخلاق، الشعر المذموم، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۹ ۳ ۳، حدیث: ۵ ۱ ۹ ۸ ملخصاً۔

کروں۔'' یہ سن کر وہ قاضی بھی بہت خوش ہوا اور چلا گیا۔لیکن تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا: ''حضور! اس خواب کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دیکھا کہ سورج اور چاند دونوں آپس میں اس طرح جنگ کر رہے ہیں کہ دونوں کے ساتھ ستاروں کی ایک ایک فوج ہے۔''

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس سے استفسار فرمایا: ''تم اِن دونوں میں سے کس کے ساتھ ہو؟'' اُس نے عرض کی: ''چاند کے ساتھ۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! تم یہ کہتے ہو حالانکہ قرآن پاک میں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً**﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۲) (**ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی۔'') پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے معزول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**وَاللّٰهِ لَا تَلِيْ عَمَلًا اَبَدًا** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب تُو آئندہ کبھی بھی فیصلہ نہیں کرے گا۔''[1]

سیِّدُنا زید بن ثابت کی معزولی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ کا قاضی حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر فرمایا تھا۔ایک دفعہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے درمیان کسی معاملے میں تنازع ہو گیا اور فیصلے کے لیے حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس تشریف لے گئے، وہاں سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فیصلہ کرنے میں دو خطائیں سرزد ہو گئیں۔ایک تو آپ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کی اور دوسرا ان سے قسم لینے کے معاملے میں نرمی سے کام لیا۔لہٰذا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو معزول کر دیا۔[2]

قاضیوں کے فیصلوں پر کڑی نظر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے عدالتی ججوں کے فیصلوں پر کڑی نظر رکھتے تھے،

---

1. ......کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، ادب القضاء، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۲۲، حدیث: ۱۴۴۴۴۔
2. ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب انصاف الخصمین۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۲۲۹، حدیث: ۲۰۴۶۳۔

اگر کسی کے فیصلے میں ذرا سا بھی کوئی شبہ ہوتا یا کوئی کمزوری دکھائی دیتی تو فوراً اس کی پکڑ فرماتے۔ یا اگر کسی قاضی کے فیصلوں کے متعلق شکایات موصول ہوتیں تو بھی آپ اس کے خلاف تفتیش فرماتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ ایک تجربہ کار قاضی (Senior Judge) کو کسی دوسرے عام قاضی (Junior Judge) کے فیصلوں پر نظر رکھنے کا حکم بھی دیتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضرت سیِّدُنا ابُومَریَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے فیصلوں پر نظر رکھنے کا حکم اِرشاد فرمایا، لیکن ان کے متعلق سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بہت زیادہ شکایات موصول ہوئیں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں معزول فرمادیا۔ [1]

نظام عدلیہ کا اصل مقصد

فاروقِ اعظم نے اِنصاف کا حصول آسان بنا دیا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو عدلیہ کا نظام قائم فرمایا، قاضیوں کا تقرر فرمایا، فیصلہ کرنے کے اصول وضوابط بیان فرمائے ان تمام کا مقصد دراصل عدل وانصاف کے حصول کو آسان بنانا تھا تاکہ ہر خاص وعام تک عدل وانصاف کی رسائی ہو، کوئی شخص ظلم وستم کا شکار نہ ہو۔ عہدِ فاروقی کا یہ نظامِ عدلیہ آج دنیا کے ان تمام ممالک کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے جن میں عدلیہ کے نام پر ایسا ظالمانہ نظام رائج ہے جس تک پہنچنے کے لیے عوام الناس کوشش کرنے کے بجائے اس کو دیکھ کر ہی خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔ اکثر اوقات وہ اپنے نجی معاملات کو تو ویسے ہی دبا لیتے ہیں جبکہ مالی لین دین کے معاملے میں صلح صفائی کر لیتے ہیں لیکن کورٹ کے چکر نہیں لگاتے کیونکہ انہیں وہاں سے انصاف ملنے کی امید نہیں ہوتی۔ آج بھی اگر ''انصاف کے حصول میں آسانی'' جیسے عظیم نکتے کو سامنے رکھتے ہوئے عدلیہ کا نظام قائم کیا جائے تو معاشرے سے کئی برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

عہدِ فاروقی کی عدالت گاہیں:

اسی عظیم مقصد کے پیش نظر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدالت کے قیام کے لیے مخصوص عمارتیں تعمیر نہیں فرمائی تھیں، بلکہ آپ کے عہد میں عدالتیں مسجدوں میں ہی قائم کی جاتی تھیں تاکہ امیر وغریب ہر خاص وعام وہاں پہنچ کر

---

1 ...... کنزالعمال، کتاب الخلافۃ، ادب القضاء، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۲۳، حدیث: ۱۴۴۵۰، اخبار القضاۃ، خبر ابی---الخ، ج ۱، ص ۲۷۲۔

اپنا مدعا پیش کر سکے اور بغیر رقم خرچ کیے انصاف حاصل کر سکے۔ نیز عدالتی قاضیوں اور ججوں کو سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے یہ بھی ہدایت تھی کہ کوئی کتنا ہی غریب اور مفلس شخص مقدمے کا فریق بن کر آئے اس سے نرمی اور کشادگی سے پیش آئیں تاکہ اسے اپنا مدعیٰ بیان کرنے میں کسی قسم کی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہو۔ نیز سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عدالت لوگوں کے لیے سپریم کورٹ (Supreme Court) کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اگر لوگوں کو آپ کے مقرر کردہ قاضیوں و ججوں کے فیصلوں سے اتفاق نہ ہوتا تو وہ اپنے معاملات میں عدل وانصاف کے حصول کے لیے براہ راست آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتے۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بعض قاضی جیسے حضرت سیّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ دونوں اپنے گھر میں لوگوں کے فیصلے کرتے نیز حدود بھی جاری فرماتے تھے۔

کوئی ضلع قاضی سے خالی نہ تھا:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں کوئی ضلع قاضی سے خالی نہ تھا، اسلامی عدالتوں میں اکثر وبیشتر مسلمانوں ہی کے مقدمات آتے تھے جنہیں سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدالتی قاضی وجج حضرات کے ذریعے بَطَرِیْقِ اَحْسَن نمٹانے کا انتظام فرما دیا تھا۔

عہدِ فاروقی میں عوام کی قانون سے واقفیت

مجرم کے حق میں لاعلمی حجت نہیں:

جب کسی مجرم کا مقدمہ عدالت میں پیش ہو اور اس کے خلاف فیصلہ ہو تو اس کی اپنے جرم سے لاعلمی اس کے حق میں حجت نہیں بن سکتی۔ آج بھی دنیا کے تقریباً سب ہی ممالک میں یہی اصول رائج ہے لیکن اس عذر کو دور کرنے کی کوئی عملی صورت نہیں ہے، بعض ممالک میں قانون کی تعلیم تو دی جاتی ہے لیکن وہ اتنے محدود پیمانے پر ہوتی ہے یا اس کے اخراجات اتنے ہوتے ہیں کہ ہر خاص وعام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس عذر کو دور کرنے کے لیے اس کا عملی تدارُک بھی فرمایا۔ چنانچہ،

عہدِ فاروقی کے ماہر قانون دان:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف علوم کے ماہر فقہاءِ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان و دیگر اشخاص کو لوگوں کی مختلف معاملات میں قانونی وشرعی رہنمائی کرنے کی ذمہ داری سونپی تاکہ جب کوئی شخص ان سے مسئلہ دریافت کرے تو وہ اسے مکمل مسئلہ بتائیں۔ اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانونی اور شرعی مسائل سے واقفیت حاصل کرسکتا تھا لہٰذا کوئی شخص لاعلمی کا بھی عذر نہیں کرسکتا تھا۔ اس معاملے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو طریقے سے پیش رفت فرمائی:

(1)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شرعی وقانونی رہنمائی کی ذمہ داری صرف مخصوص افراد کو عطا فرمائی، ہر خاص وعام کو اِس کی اجازت نہ دی تاکہ غلط مسائل کی ترویج سے بچا جاسکے۔ آپ نے جن لوگوں کو یہ اجازت عطا فرمائی اُن میں بڑے بڑے نامور مُحدِّثین وفُقَہاء اور مُفتیانِ کرام بھی شامل تھے۔ سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُنہیں علم کی نشر واشاعت کے لیے مختلف بڑے بڑے شہروں میں مقرر فرمایا۔ اِن میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا زَید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا اَبُودَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء سرفہرست ہیں۔[1]

(2)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام نامور شخصیات کے اسماءِ مبارکہ عوام الناس کے سامنے ذکر کردیے جن سے قانونی وشرعی رہنمائی کی اجازت تھی، ایک بار نہیں بلکہ بارہا مقامات پر آپ نے اس بات کا ذکر کیا ملک شام کے سفر میں جابیہ کے مقام پر جو آپ نے خطبہ دیا اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

❀......''**مَنْ اَرَادَ الْقُرْآنَ فَلْیَاْتِ اُبَیًّا** یعنی جو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہو وہ حضرت اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جائے۔''

❀......''**وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَسْاَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْیَاْتِ زَیْدًا** اور جسے ''**عِلْمُ الْفَرَائِض**'' یعنی میراث سے متعلق کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو وہ حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جائے۔''

---

1 ......عہدِ فاروقی کے مختلف مفتیانِ کرام کی علمی خدمات کی تفصیل کے لیے اِسی کتاب کا صفحہ ۴۸۳ ملاحظہ کیجئے۔

……''**وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَاْتِ مُعَاذًا** اور جسے کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا ہوتو وہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جائے۔''

……''**وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَاْتِنِيْ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ لَهُ خَازِنًا وَ قَاسِمًا** اور جسے کوئی مالی مسئلہ معلوم کرنا ہوتو وہ میرے پاس ہی آئے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس کا ''**خَازِنْ**'' یعنی جمع کرنے والا اور ''**قَاسِمْ**'' یعنی تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔''(1)

قانون دانوں سے پوچھ گچھ:

واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مذکورہ بالا علماء وفقہاءِ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو قانونی وشرعی رہنمائی کے لیے نہ صرف مقرر فرمایا تھا بلکہ وقتاً فوقتاً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے مسائل کے متعلق پوچھ گچھ بھی فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عِکْرِمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دوران گفتگو ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اگر تم قاضی یا کسی شہر کے والی ہوتے، پھر تم کسی شخص کو اس حالت میں دیکھتے کہ اس پر حد جاری کی جائے تو کیا تم اس پر حد جاری کر دیتے؟'' حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''میں اس وقت تک حد جاری نہ کرتا جب تک میرے علاوہ بھی کوئی اس کے خلاف گواہی نہ دے دیتا۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا: ''**اَصَبْتَ وَلَوْ قُلْتَ غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ تَجِدْ** تم نے صحیح کہا اگر اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیتے تو غلطی پر ہوتے۔''(2)

فاروقِ اعظم کے فیصلے

عہدِ رسالت میں فاروقِ اعظم کے فیصلے:

حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ

1 ……مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، ما قالوا فیمن یبدا فی الاعطیة، ج ۷، ص ۶۲۰، حدیث: ۲۔

2 ……مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود، باب فی الوالی یری الرجل، ج ۶، ص ۵۶۸، حدیث: ۱۔

تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**مَا يَمْنَعُكَ مِنَ الْقَضَاءِ وَقَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** یعنی اے **عبد اللّٰہ** بن عمر! تمہیں لوگوں کے فیصلے کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ تمہارے والد امیرالمؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں فیصلے کیا کرتے تھے۔'' میں نے عرض کیا: ''حضور! نہ میں اپنے والدگرامی کی طرح ہوں اور نہ ہی آپ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرح ہیں۔ میرے والدگرامی پر جب کسی بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا تو وہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھ لیتے تھے اور حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی اشکال ہوتا تو وہ سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے پوچھ لیتے تھے۔ اور مجھے عہدۂ قضاء کی بالکل تمنا نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''**مَنْ كَانَ قَاضِياً فَقَضٰى بِالْجَهْلِ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَمَنْ كَانَ قَاضِياً فَقَضٰى بِالْجَوْرِ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَمَنْ كَانَ قَاضِياً عَالِماً يَقْضِيْ بِحَقٍّ اَوْ بِعَدْلٍ سَاَلَ التَّفَلُّتَ كَفَافاً** یعنی جہالت کے ساتھ فیصلہ کرنے والا قاضی جہنمی ہے اور ظلم کے ساتھ فیصلہ کرنے والا قاضی بھی جہنمی ہے اور جو صاحبِ علم قاضی حق یا عدل کے ساتھ فیصلہ کرے تو اس نے برابری کی بنیاد پر جاں بخشی کا سوال کیا۔'' یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمانے لگے: ''**مَا اُحِبُّ اَنْ تُحَدِّثَ قُضَاتَنَا فَتُفْسِدُهُمْ عَلَيْنَا** یعنی اے **عبد اللّٰہ**! یہ حدیث ہمارے قاضیوں کو نہ سنانا، نہیں تو وہ منصب قضاء چھوڑ دیں گے اور ہمارے کام کے نہ رہیں گے۔''(1)

عہدِ رسالت میں فاروقِ اعظم کا تاریخی فیصلہ:

عہدِ رسالت میں ایک یہودی اور منافق نے بارگاہِ رسالت سے اپنا فیصلہ کروایا جسے منافق نے تسلیم نہ کیا اور دونوں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں آئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ منافق نے بارگاہِ رسالت کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا تو تلوار سے اس منافق کا سر تن سے جدا کردیا پھر ارشاد فرمایا: ''**هٰكَذَا اَقْضِيْ بَيْنَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ** یعنی جو رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

(1) صحیح ابن حبان، کتاب القضاء، ذکر الزجر۔۔۔الخ، الجزء: ۷، ج۵، ص۲۵۷، حدیث: ۵۰۳۴، ریاض النضرۃ، ج۱، ص۳۳۵۔

فیصلے سے راضی نہیں میں اس کا فیصلہ یوں کروں گا۔''[1]

عہدِ صدیقی میں فاروقِ اعظم کے فیصلے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **خلیفۂ رسول اللہ** امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود قاضی مقرر فرمایا تھا اور آپ کو اسلام کے سب سے پہلے قاضی ہونے کا شرف حاصل ہوا لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس عہدِ صدیقی میں کوئی بھی مقدمہ نہیں آیا جس کا آپ نے فیصلہ فرمایا ہو، کتب سیر وتاریخ کے مطالعے سے اس کی درج ذیل وجوہات سامنے آتی ہیں:

(1)...... **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے بعد جیسے ہی **خلیفۂ رسول اللہ** امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو مختلف فتنوں نے سر اٹھایا، خلیفۂ وقت سمیت تمام مسلمان انہی فتنوں کی سرکوبی میں مصروف ہوگئے۔ یہ ایک نفسیاتی امر ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی ذات کی طرف متوجہ ہو تو عموماً اس کی توجہ اپنی ذات کی طرف بہت کم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مختلف فتنوں کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ایسے معاملات ہی بہت کم پیش آئے جن کے فیصلے کے لیے کسی قاضی کے پاس جانا پڑتا۔

(2)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی شفیق اور نرم دل تھے، جبکہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جلالی اور رعب ودبدبے والے تھے، لوگ آپ سے بہت ڈرتے تھے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ جب دو ایسے شخصوں میں سے کسی کے پاس جانا پڑے جن میں سے ایک جلالی طبیعت کا ہو اور دوسرا جمالی طبیعت کا تو جمالی طبیعت والے کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے درمیان کبھی کوئی ایسا معاملہ ہو بھی جاتا تو وہ سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں چلے جاتے اور وہیں سے فیصلہ کروالیتے۔

(3)......عہدِ صدیقی میں جب سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قاضی مقرر ہوئے تو آپ کا کوئی علیحدہ سے مکتب (Office) وغیرہ نہ تھا جہاں لوگ اپنے معاملات کے حل کے لیے آتے۔ آپ سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ساتھ ہوتے، اسی وجہ سے بالفرض کوئی اپنے معاملے کا فیصلہ کروانے آتا بھی تو سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ

---

[1]......درمنثور، پ ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۶۰، ج ۲، ص ۵۸۲۔

تَعَالٰی عَنْہ کی موجودگی میں انہی سے فیصلہ کروالیتا، یا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فیصلہ کرتے بھی تو سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نفاذ کے سبب وہ فیصلہ انہی کی طرف منسوب ہوجاتا۔

فاروقِ اعظم کے فیصلے دوسروں کے لیے نظیر ہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدلیہ کے نظام کو ایسا مضبوط فرمایا، ایسے ایسے اصول وضوابط مقرر فرمائے، قاضیوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ آپ کے تمام فیصلے اس وقت کی تمام حکومتوں اور اس کے بعد کی تمام حکومتوں کے لیے نظائر کی حیثیت اختیار کر گئے۔ یقیناً جو فیصلہ باقاعدہ اصول وضوابط اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا ہو اس کی اہمیت کا اندازہ دیگر فیصلوں کے مقابلے میں بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: ''**مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّاْخُذَ بِالْوَثِيقَةِ مِنَ الْقَضَاءِ فَلْيَاْخُذْ بِقَضَاءِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَسْتَشِيرُ** یعنی جو شخص درست فیصلے کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلوں کو دیکھا کرے کیونکہ آپ اپنے فیصلوں میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔''[1]

بعد کے خلفاء نے بھی فاروقی فیصلوں کو برقرار رکھا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلے قرآن وسنت کے بالکل عین مطابق ہوتے تھے، اس کی پختگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو فیصلے اپنے عہد میں کیے بعد والے خلفاء نے بھی ان کو برقرار رکھا۔ چنانچہ،

سیِّدُنا عثمانِ غنی کی اِتّباعِ فاروقی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا، تدفین کے موقع پر وہاں خیمہ نصب کیا گیا۔ لوگوں نے اس خیمے پر اعتراض کرنا شروع کردیا، جب باتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی اس بات کو جانتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی حضرت سیِّدَتُنا زینب بِنتِ جَحْش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی تدفین کے موقع پر اسی

---

1 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب مشاورۃ الوالی والقاضی فی الامر، ج ۱۰، ص ۱۸۷، حدیث: ۲۰۳۰۵۔

طرح خیمہ نصب فرمایا تھا؟'' لوگوں نے عرض کی: ''جی ہاں، ہم جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''کیا اس وقت کسی نے فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں کلام کیا تھا؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' (1) (یعنی جب فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خیمے لگانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو مجھ پر کیوں اعتراض کرتے ہو میں نے بھی انہیں کی اتباع میں خیمہ لگایا ہے۔)

مولا علی شیر خدا کی اتباع فاروقی:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں نَجران کے نصاریٰ کی آبادی بڑھ گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان لوگوں کے بارے میں خطرہ محسوس کیا اور ان میں باہم اختلاف بھی پیدا ہوگیا۔ چنانچہ ان کا ایک وفد سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا اور آپ سے کیے گئے معاہدے میں تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے ان کی بات مان لی اور معاہدے میں تبدیلی کردی۔ بعد ازاں وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور انہوں نے کچھ اور سوچا، پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے اور تبدیلی کا مطالبہ کیا کہ اسی پہلے والے حکم کو بحال کردیں، مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اس بات کی سفارش بھی کی لیکن آپ نے انکار فرمادیا بہر حال وہ مایوس ہوگئے۔ بعد ازاں سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں بھی آپ کا کیا ہوا معاہدہ برقرار رہا۔ جب سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کا عہدِ خلافت آیا تو انہوں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ ہی اس معاہدے کو بحال کردیں کیونکہ عہدِ فاروقی میں آپ نے ہی اس کی سفارش کی تھی اور اس معاہدے کو تحریر کیا تھا۔ لیکن مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نافذ کیا ہوا فیصلہ تبدیل نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''**وَیْحَکُمْ اَنَّ عُمَرَ کَانَ رَشِیْدَ الْاَمْرِ** یعنی تمہاری بربادی ہو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بالکل صحیح فیصلہ فرمایا تھا۔'' (2)

فاروقِ اعظم کے فیصلوں کی تعداد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ

---

1 ...... طبقات کبری، زینب بنت جحش، ج ۸، ص ۸۹۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر، ج ۷، ص ۴۸۳، حدیث: ۷۳۔ مختصرا۔

سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب من اجتھد۔۔۔ الخ، ج ۱۰، ص ۲۰۵، حدیث: ۲۰۳۷۶ مختصرا۔

مبارکہ میں فتوحات کی بہت کثرت ہوئی، جس کی وجہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، جوں جوں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ان کے مختلف معاملات میں لین دین اور معاشرتی میل جول کی وجہ سے بے شمار مسائل بھی سامنے آئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام مسائل کو اپنی فراست کاملہ سے بَطَرِیقِ اَحسَن حل فرمایا۔ کتبِ سیر و تاریخ میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف معاملات میں جن فیصلوں کا تذکرہ ملتا ہے درحقیقت وہ ان فیصلوں کا عُشرِ عَشیر بھی نہیں ہے جو آپ نے اپنی مکمل حَیاتِ طَیِّبہ میں فرمائے۔ بلکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہزاروں فیصلے ایسے بھی ہیں جنہیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہ کیا جاسکا لہٰذا آپ کے تمام فیصلوں کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

فاروقِ اعظم کا فیصلہ کرنے کا انداز

فیصلہ کرنے سے قبل دعا مانگتے:

حضرت سیِّدُنا عُروہ بن زُبیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جب دو فریق فیصلے کے لیے آتے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور یوں دعا فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْھِمَا فَاِنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا یُرِیْدُنِیْ عَنْ دِیْنِیْ یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو ان دونوں کے معاملے میں میری مدد فرما کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک مجھے میرے دین کے معاملے میں آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔''(1)

فقط حق بات کا ہی فیصلہ فرماتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط حق بات کا ہی فیصلہ فرمایا کرتے تھے اگرچہ وہ کسی بھی جانب ہوتا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن سعید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''مَا اُبَالِیْ اِذَا اخْتَصَمَ اِلَیَّ الرَّجُلَانِ لِاَیِّھِمَا کَانَ الْحَقُّ یعنی جب میرے پاس کوئی دو شخص اپنا مقدمہ لے کر آتے ہیں تو مجھے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ حق کس کی طرف ہوگا۔''(2)

---

1 ...... طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۹۔

2 ...... طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۰۔

فیصلہ درست! تو اللہ کی طرف سے، غلط! تو عمر کی طرف سے:

حضرت سیِّدُ نا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کاتب نے کسی فیصلے یا مکتوب کے آخر میں یہ لکھ دیا: ''**هٰذَا مَا اَرَى اللّٰهُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ** یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ظاہر فرمایا۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ڈانٹ کر ارشاد فرمایا بلکہ یوں لکھو: ''**مَا رَاٰى عُمَرُ فَاِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ خَطَاءً فَمِنْ عُمَرَ** یعنی عمر نے جو فیصلہ کیا اگر وہ درست ہے تو یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ عمر کی طرف سے ہے۔''(1)

دل میں نرم گوشہ ہوتا تو فیصلہ نہ فرماتے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فیصلہ کرنے میں حد درجہ احتیاطیں فرماتے تھے تاکہ کوئی شخص بھی عدل وانصاف سے محروم نہ رہے، ان احتیاطوں میں سے ایک احتیاط یہ بھی تھی کہ اگر فریقین میں سے کسی کے بارے میں آپ کے دل میں کوئی نرم گوشہ ہوتا تو اس مقدمے کا قطعاً فیصلہ نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا لَیْث رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں دو شخص اپنا مقدمہ لے کر آئے تو آپ نے ان کے معاملے کا فیصلہ نہ فرمایا۔ وہ دوسری مرتبہ حاضر ہوئے تو بھی آپ نے ایسا ہی کیا کہ فیصلہ نہ فرمایا۔ البتہ جب تیسری بار حاضر ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے مابین فیصلہ فرما دیا۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: ''جب یہ دونوں پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے تو اس وقت ان دونوں میں سے ایک کے بارے میں میرے دل میں نرم گوشہ تھا، اس لیے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے مابین کوئی فیصلہ کروں، اسی طرح دوسری مرتبہ میں میرے دل کی وہی کیفیت تھی، البتہ جب تیسری مرتبہ یہ دونوں آئے تو میری وہ کیفیت نہ تھی اس لیے فیصلہ کر دیا۔''(2)

---

1. ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب مایقضی بہ۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۱۹۷، حدیث: ۲۰۳۴۸۔
2. ......کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الاقضیۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۳۳، حدیث: ۱۴۵۲۰۔

یہودی نے درست فیصلے کی گواہی دی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اتنا مشہور تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس کی گواہی دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک کافر اور مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یہودی نے عرض کیا: ''**وَ اللّٰہِ لَقَدْ قَضَیْتَ بِالْحَقِّ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ نے میرے لیے بالکل انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُسے ایک درہ مارا اور فرمایا: ''**وَمَا یُدْرِیکَ**؟ یعنی تم یہ کیسے جانتے ہو کہ میں نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! ہم نے یہ بات توریت شریف میں پڑھی ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے قاضی کے ساتھ دائیں بائیں دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی رہنمائی کرتے اور حق بات کرنے میں اس کی موافقت کرتے رہتے ہیں، لیکن جیسے ہی وہ حق گوئی کو ترک کرتا ہے تو فرشتے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور واپس لوٹ جاتے ہیں۔''(1)

فاروقِ اعظم اِعتِدال کے ساتھ فیصلہ فرماتے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کے مابین عدل وانصاف کرتے ہوئے نہایت ہی اِعتدال سے کام لیتے تھے، نہ تو بہت زیادہ سختی فرماتے تھے اور نہ ہی نرمی سے کام لیتے تھے، بلکہ میانہ روی سے کام لیتے تھے۔ یقیناً ایک قاضی کے لیے یہ امر نہایت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا محمد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ ایک بار چند اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اکٹھے ہوئے جن میں حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا زُبیر بن عَوَّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عُبَید **اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

---

(1) ......مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیہ، الترغیب فی القضاء بالحق، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۴۶۳۔

اِن تمام میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بات کرنے کی زیادہ جراٴت رکھتے تھے، لہٰذا سب نے ان سے درخواست کی کہ حضور آپ امیر المؤمنین کی بارگاہ میں عرض کیجئے کہ جب کوئی ضرورت مند آپ کی بارگاہ میں آتا ہے تو آپ کے رعب و دبدبے اور ہیبت وجلال کی وجہ سے اپنی ضرورت بیان نہیں کر پاتا اور اپنی حاجت لے کر واپس چلا جاتا ہے۔

چنانچہ سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ فاروقی میں جا کر بِعَیْنِہٖ یہی عرض کیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فراست سے جان لیا کہ یہ کن حضرات کی طرف سے آئے ہیں، فرمایا: ''**يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اَعَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ اَمَرُوْكَ بِهٰذَا** یعنی اے عبد الرحمٰن! میں تمہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں میرے پاس علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد نے یہ کہہ کر بھیجا ہے؟''

سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا کہ جی حضور انہیں حضرات نے مجھے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''**يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَاللّٰهِ لَقَدْ لِنْتُ لِلنَّاسِ حَتّٰى خَشِيْتُ اللّٰهَ فِي اللِّيْنِ ثُمَّ اشْتَدَدْتُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اللّٰهَ فِي الشِّدَّةِ فَاَيْنَ الْمَخْرَجُ** یعنی اے عبد الرحمٰن! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے لوگوں کے لیے اس قدر نرمی کی کہ میں اس نرمی میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر گیا۔ (کہ کہیں وہ میری پکڑ نہ فرمالے) پھر میں نے ان پر سختی کی اور اتنی سختی کی کہ اس سختی میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر گیا۔ (کہ کہیں وہ میری پکڑ نہ فرمالے) تو اے عبد الرحمٰن! اب تم ہی بتاؤ میں کہاں جاؤں؟'' (یعنی نہ میں بالکل سخت ہوں اور نہ ہی بالکل نرم ہوں) یہ سن کر سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح کہ آپ اپنی چادر کو کھینچ رہے تھے اور ساتھ ہی فرمارہے تھے: ''**اُفٍّ لَهُمْ بَعْدَكَ اُفٍّ لَهُمْ بَعْدَكَ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ کے بعد لوگوں کے لیے افسوس کے سوا کچھ نہیں، افسوس کے سوا کچھ نہیں۔''[1]

فاروقِ اعظم کے چند تاریخی فیصلے

(1) اللّٰہ کا خلیفہ تم سے ہرگز نہیں ڈرتا:

حضرت سیِّدُنا راشِد بن سَعد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۸۔

اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس کچھ مال آیا، آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم فرمانا شروع کیا، لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم لگ گیا۔ اتنے میں حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبی وَقَّاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کے ہجوم میں داخل ہوئے اور آگے بڑھتے ہوئے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تک پہنچ گئے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک درہ لگایا اور فرمایا: ''**اِنَّکَ اَقْبَلْتَ لَا تَھَابُ سُلْطَانَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعَلِّمَکَ اَنَّ سُلْطَانَ اللّٰہِ لَنْ یَّھَابَکَ** یعنی تم یہاں تک پہنچ گئے ہو، تم زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خلیفہ سے نہیں ڈرتے ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ بات اچھی طرح سمجھا دوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خلیفہ تم سے ہرگز نہیں ڈرتا۔''(1)

(2) امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک اونٹ خرید کر چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ جب وہ موٹا تازہ ہو گیا تو اسے بیچنے کے لیے بازار لے گیا۔ بازار میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نظر میرے اونٹ پر پڑ گئی۔ آپ نے پوچھا: ''**لِمَنْ ھٰذِہِ الْاِبِلُ** یعنی یہ اونٹ کس کا ہے؟'' تو بتایا گیا کہ یہ **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہے۔ تو آپ نے اِرشاد فرمایا: ''اے **عبد اللہ** بن عمر! ہاں ہاں! امیر المؤمنین کا بیٹا!'' میں جلدی جلدی امیر المؤمنین کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: ''جی امیر المؤمنین۔'' فرمایا: ''یہ اونٹ کیسا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''حضور! میں نے اسے خریدا اور چراگاہ میں چھوڑ دیا، میں نے ویسا ہی کیا جیسے مسلمان کرتے ہیں۔''

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے طنزیہ انداز میں ارشاد فرمایا: ''**اِرْعَوْا اِبِلَ ابْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِسْقُوْا اِبِلَ ابْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ** یعنی امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹ کو چَراؤ، امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹ کو پانی پلاؤ۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ اُغْدُ عَلٰی رَاْسِ مَالِکَ وَاجْعَلْ بَاقِیَہُ فِیْ بَیْتِ مَالِ الْمُسْلِمِیْنَ** یعنی اے **عبد اللہ** بن عمر! اسے بیچ کر جس قیمت میں تم نے خریدا تھا وہ اپنے پاس رکھ لو اور منافع بیت المال میں جمع کروا دو۔''(2)

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۷۔

2 ......سنن کبری، کتاب احیاء الموات، باب ماجاء فی الحمی، ج ۶، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۸۱۱۔

(3)امیر المؤمنین کی زوجہ کا تحفہ:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں شاہِ روم کا قاصد آیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے بیت المال سے ایک درہم قرض لے کر اس کی خوشبو خریدی اور اسے بوتل میں ڈال کر قاصد کے ہاتھ شاہِ روم کی زوجہ کے لیے تحفہ بھیج دیا۔ بادشاہ کی بیوی نے اسی بوتل کو عطر سے خالی کر کے اس میں جواہرت ڈال کر واپس سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ کے لیے تحفہ بھیج دیا۔

جب وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان تمام جواہرات کو بوتل سے نکال کر ابھی فرش پر بچھایا ہی تھا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے سارا ماجرہ بیان کیا تو آپ نے ان تمام جواہرات کو بازار میں فروخت کر دیا اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار زوجہ کو دے کر باقی ساری رقم بیت المال میں جمع کروادی۔''(1)

فاروقِ اعظم کی جرائم کے خلاف قانونی سزائیں

جعلی مُہر بنوانے والے کو سزا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں ایک ایسا خطرناک واقعہ پیش آیا جو اس سے پہلے نہ آیا تھا وہ یہ تھا کہ ایک شخص نے حکومتی مُہر کی طرح جعلی مُہر بنوالی اور اس کی تصدیق سے اسلامی بیت المال سے مال نکلوالیا۔ بہرحال معاملہ مُنکَشِف ہو کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے ۱۰۰ کوڑے لگوائے اور قید کر دیا۔ اس نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا تو آپ نے پھر سو کوڑے لگوائے، پھر کچھ کہنا چاہا تو تیسری مرتبہ پھر سو کوڑے لگوائے اور پھر جِلا وطن فرما دیا۔(2)

زنا پر مجبور کرنے والوں کو سزا:

عہدِ فاروقی میں چند باندیاں لائی گئیں، انہیں کچھ غلاموں نے زنا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا

---

(1) ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۳۲۶، تاریخ طبری، ج ۲، ص ۶۰۱۔

(2) ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب المحدود، باب التعزیر، الفصل الاول، ج ۷، ص ۲۲۳، تحت الحدیث: ۳۶۳۱۔

عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن غلاموں کو کوڑے لگوائے اور لونڈیوں کو چھوڑ دیا۔[1]

شراب نوشی کی حد 80 کوڑے مقرر کرنا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب منصب خلافت سنبھالا اور اسلامی فتوحات کی کثرت ہوئی، آبادیاں دور دور تک پھیل گئیں، لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی اور ایسے نومسلموں کی کثرت ہوگئی جو مکمل طریقے سے اسلامی تربیت اور دینی معلومات سے نا آشنا تھے تو ان میں بہت زیادہ شراب نوشی ہونے لگی۔ یہ ایک بہت بڑی آفت تھی اگر اس کو نہ روکا جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہو جاتی چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جمع کر کے مشاورت کی۔ سب نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ شراب نوشی کی سزا اسی ۸۰ کوڑے مقرر ہونی چاہیے، لہٰذا تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اجماع سے یہی سزا نافذ ہوگئی۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا خالِد بِن وَلید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاصد کو ملک شام سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا، آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور حضرت سیِّدُنا طَلحہ بِن عُبَیدُ اللہ، حضرت سیِّدُنا زُبیر بِن عَوَّام، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ قاصد نے آکر سیِّدُنا خالِد بِن وَلید کا سلام پیش کیا اور یہ پیغام بھی دیا کہ ''لوگ کثرت سے شراب نوشی کرنے لگے ہیں اور سزا کا بھی مذاق اڑاتے ہیں لہٰذا آپ اس کے بارے میں کوئی حکم ارشاد فرمایئے؟'' سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''شراب پینے والا جب شراب پیے گا تو نشے میں بدمست ہو جائے گا، پھر بکواس و بے ہودہ باتیں کرے گا، جب بے ہودگی بکے گا تو دوسروں پر تہمت بھی لگائے گا اور کسی پر تہمت لگانے کی سزا اسلام میں اسی ۸۰ کوڑے ہے لہٰذا شرابی کو اسی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ وہاں موجود تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس پر اتفاق کرلیا۔ یہ حکم تمام قاضیوں اور گورنروں تک پہنچا دیا گیا بعد ازاں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا خالِد بِن وَلید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ۸۰ کوڑے ہی لگواتے تھے۔[2]

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود، باب فی المستکرھۃ، ج ۶، ص ۵۰۵، حدیث: ۲۔

2 ......سنن کبری، کتاب السرقۃ، باب ماجاء فی عدد۔۔۔الخ، ج ۸، ص ۵۵۵، حدیث: ۱۷۵۳۹۔

شراب والا گھر نذرِ آتش کردیا:

حضرت سیِّدُنا نافع بِن عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قبیلۂ ثقیف کے ایک آدمی کے گھر میں کافی مقدار میں شراب ملی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مالک مکان کو کوڑے لگانے اور اس گھر کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اس گھر کو جلا دیا گیا۔ مالک مکان کا نام ''رُوَیْشِد'' تھا۔ (یہ ''رَاشِد'' کی تصغیر ہے جس کا مطلب ہے ہدایت دینے والا) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''تم ''فُوَیْسِق'' ہو۔''[1] (''فُوَیْسِق'' یہ ''فَاسِق'' کی تصغیر ہے جس کا مطلب ہے برائی کرنے والا)

فاروقِ اعظم سے منسوب غلط فیصلے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہد میں اَحکامِ شَرعِیَّہ پر اس سختی سے عمل کیا اور دیگر لوگوں پر بھی سختی فرمائی کہ آپ کے بعض فیصلوں کو لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں ایسا نہیں تھا آپ نے اپنے اجتہاد سے ان کو نافذ فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ بات **اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْس** یعنی سورج سے بھی زیادہ روشن ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں بھی قرآن وسنت سے ماخوذ اَحکامِ شَرعِیَّہ کا سختی کے ساتھ نفاذ فرمایا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف منسوب دو ۲ مسئلوں کے غلط فیصلوں کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

(1) فاروقِ اعظم اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے مَثَلاً کوئی اپنی زوجہ سے یوں کہے: تجھے تین طلاق، یا یوں کہے: تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ ان صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، عہدِ رِسالت وعہدِ صدیقی میں بھی تین ہی طلاقیں واقع ہوتی تھیں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں بھی تین ہی طلاقیں واقع ہوتی تھیں۔ تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہونے پر چند اَحادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

---

1 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب اهل الکتاب، بیع الخمر، ج ۶، ص ۶۲، حدیث: ۱۰۰۸۵۔

رسول اللہ نے اکٹھی تین طلاق کو نافذ فرمایا:

(1)......حضرت سیِّدُنا محمود بن لَبِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایک شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی زوجہ کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جلال میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے مذاق کیا جارہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔'' ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: ''**یَا رَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟''(1)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاق دے دی جائیں تو واقع ہوجاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں تو پھر **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جلال میں کیوں آئے اور کیوں فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے **کتاب اللہ** کے حکم یعنی ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے کے خلاف کیوں غلط طریقہ اختیار کیا گیا؟ بلکہ فرماتے کوئی بات نہیں ایک ساتھ تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے، جاؤ رجوع کرلو۔ چنانچہ اس حدیث پاک کی شرح میں علامہ سندھی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**وَالْجَمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّهُ اِذَا جَمَعَ بَيْنَ الثَّلَاثِ يَقَعُ الثَّلَاثُ** یعنی جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔''(2)

(2)......حضرت سیِّدُنا ابُوسَلَمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابُوعَمرو بن حَفْص بن مُغِیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنا فاطِمہ بِنتِ قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں ایک جملے میں تین طلاقیں دیں تو **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدَتُنا فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ان کے شوہر سے جدا کردیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان پر کوئی عیب لگایا ہو۔''(3)

سیِّدُنا فاروقِ اعظم نے یک مُشت تین طلاق کو نافذ فرمایا:

حضرت سیِّدُنا زَید بِن وَہب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک شخص نے اپنی زوجہ کو ایک ہزار

1......نسائی، کتاب الطلاق، الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ، ص ۵۵۴، حدیث: ۳۳۹۸۔

2......حاشیۃ الامام سندھی علی النسائی، کتاب الطلاق، الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ، ج ۳، ص ۱۴۳۔

3......دارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ، ج ۴، ص ۱۴، حدیث: ۳۸۷۷۔

طلاقیں دے دیں، جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس کی ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا: ''تو نے اپنی زوجہ کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں؟'' اس نے کہا: ''میں نے تو مذاق کیا تھا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کو ایک درہ مارا اور فرمایا: ''ان میں سے تجھے تین ہی کافی ہیں۔''(1)

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس حدیث پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے کہ مذاق میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے واقع ہوجاتی ہیں۔

سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر نے اکٹھی تین طلاق کو نافذ فرمایا:

حضرت سیِّدُنا نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں: ''اگر تو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں یکمشت دی ہیں تو بے شک رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے رَجعت کا حکم فرمایا اور اگر تو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بے شک تیری عورت تجھ پر حرام ہوگئی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے لیکن بلاشبہ تو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے رب کے اس حکم میں نافرمانی کی جو اس نے طلاق کے بارے میں تجھے دیا تھا۔''(2)

سیِّدُنا مولا علی نے اکٹھی تین طلاق کو نافذ فرمایا:

حضرت سیِّدُنا حَبِیب بِن اَبِی ثَابِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''میں نے اپنی زوجہ کو یکمشت ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''تین طلاق نے اسے تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تو اپنی اور بیویوں کے درمیان تقسیم کر دے۔''(3) (یعنی وہ لغو ہیں۔)

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب المطلق ثلاثا، ج ۶، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۱۳۸۴۔
سنن کبری، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی امضاء الطلاق الثلاث۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۵۴۷، حدیث: ۱۴۹۵۷ ملخصا۔

2 ......دار قطنی، کتاب الطلاق والخلاء والایلاء وغیرہ، ج ۴، ص ۳۳، حدیث: ۳۹۲۴۔

3 ......سنن کبری، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی امضاء الطلاق۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۵۴۷، حدیث: ۱۴۹۶۱۔

(2) فاروقِ اعظم اور نکاحِ مُتْعَہ کی حُرمت:

واضح رہے کہ مُعَیَّنہ مُدَّت کے لیے کیے گئے نکاح کو "نکاح متعہ" کہتے ہیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَوّلاً اس کی اجازت دی تھی لیکن پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر اس سے منع فرمادیا۔ پھر فتح مکہ سے قبل چند دنوں کے لیے اس کی اجازت دی اور فتح مکہ کے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قیامت تک کے لیے اسے حرام فرمادیا چند احادیث پیش خدمت ہیں:

(1)......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "بے شک **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیبر کے زمانے میں متعہ سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔"[1]

(2)......حضرت سیِّدُنا اِیاس بِن سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں اَوطاس کے سال تین دن نکاح متعہ کی رخصت عطا فرمائی اور پھر منع فرمادیا۔"[2]

(3)......حضرت سیِّدُنا رَبیع بن سَبْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، لیکن اب بے شک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام فرمادیا ہے، پس جس کے پاس کوئی عورت ہو اسے چھوڑ دے اور اسے جو دے دیا ہے واپس نہ لے۔"[3]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حرام کردہ نکاح متعہ کی ممانعت پر اس شدت کے ساتھ عمل کروایا کہ کئی لوگوں کو یہ مُغَالَطہ ہو گیا کہ شاید **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں یہ حرام نہ تھا بلکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے حرام فرمایا۔ حالانکہ سیِّدُنا

---

1 ......بخاری، کتاب النکاح، باب نہی رسول اللہ۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۴۳۷، حدیث: ۵۱۱۵۔

2 ......مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ۔۔۔الخ، ص ۷۲۸، حدیث: ۱۸۔

3 ......مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ۔۔۔الخ، ص ۷۲۹، حدیث: ۲۱۔

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے زنا قرار دیتے تھے اور یقیناً یہ اسی بنا پر تھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمادیا تھا تو اب اس پر عمل کرنا زنا ہی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابُونَضرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حَجِّ تَمَتُّع کا حکم دیتے تھے، جبکہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس سے منع فرماتے تھے۔ میں نے اس بات کو حضرت سیِّدُنا جابِر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے سامنے یہ بات ہوئی تھی کہ ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ حجِ تَمَتُّع کیا تھا، پھر جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مَنصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا، جس طرح چاہتا تھا حلال فرماتا تھا، لیکن اب قرآنِ پاک کا نزول مکمل ہو چکا ہے، لٰہذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس طرح حج وعمرہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے اسے پورا کرو اور عورتوں سے نکاحِ مُتعہ کرنے سے دور رہتے ہوئے ہمیشگی کی شادی کرو۔ اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے مُعیَّنہ مُدّت کے لیے نکاحِ مُتعہ کیا اور پکڑا گیا تو میں اسے ضرور بالضرور سنگسار کروں گا۔''(1)

فاروقِ اعظم عدل وانصاف کا نمونہ تھے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عدل وانصاف کا بہترین نمونہ تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عدل وانصاف کی ایسی مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے مَشعَلِ راہ ہیں، آپ نے عدل وانصاف کے ذریعے لوگوں کے قلوب واذہان کو اپنی الفت ومحبت میں ایسا وارفتہ کیا کہ عقلیں حیرت زدہ رہ گئیں، آپ نے عدل وانصاف کی اس عملی دعوت کے ذریعے غیر مُسلِموں کے قلوب کو ایمان ویقین کے لیے وسیع فرمادیا، آپ کے عدل وانصاف کا دائرہ ایسا وسیع تھا کہ جس سے نہ صرف انسان بلکہ جاندار بھی مُستفید ہو رہے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عدل وانصاف کے قیام کو اتنی گہرائی اور سنجیدگی سے اپنی حیاتِ طیبہ، وعہدِ خلافت میں نافذ کیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذاتِ مبارکہ اور ''عدل وانصاف اور مساوات'' دونوں لازم وملزوم

(1)......مسلم، کتاب المتعۃ، باب فی المتعۃ بالحج والعمرۃ، ص ۶۳۴، حدیث: ۱۴۵۔

بن گئے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج کسی معمولی شخص کے سامنے بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی زبان سے اولاً آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عدل وانصاف کا ذکر آتا ہے۔ زمین بھی آپ کے عدل کی گواہی دیتی ہے، آپ کے عدل کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ،

عدلِ فاروقی پر زمین کی گواہی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عدل وانصاف کو خود زمین بھی تسلیم کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت علامہ تقیُّ الدِّین سُبکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اپنی کتاب ''**طَبَقَاتُ الشَّافِعِیَّۃ**'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مدینہ شریف میں شدید زلزلہ آیا اور زمین ہلنے لگی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کچھ دیر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کرتے رہے مگر زلزلہ ختم نہ ہوا۔ فوراً جلال میں آگئے اور اپنا دُرّہ زمین پر مار کر فرمایا: ''**اَقِرِّیْ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْکَ** یعنی اے زمین! ساکن ہوجا کیا میں نے تیرے اُوپر انصاف نہیں کیا ہے؟'' یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہوگیا اور زمین ٹھہر گئی۔[1]

فاروقِ اعظم کے عدل کا وسیلہ:

حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشکل وقت میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عدل وانصاف کا وسیلہ پیش کیا تو دریائے دجلہ نے بھی آپ کو جگہ دے دی۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسریٰ کے دارالحکومت ''مدائن'' کو فتح کرنے کے لیے حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سرپرستی میں ایک لشکر بھیجا اور قیادت حضرت سیِّدُنا خالِد بِن وَلید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سپرد کی۔ مَدائِن پہنچنے کے لئے ''دریائے دجلہ'' عبور کرنا پڑتا تھا جب یہ لشکر دریا کے کنارے پہنچا تو وہاں کسی کشتی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ اِدھر لشکر اِسلام مدائن پر پرچم اِسلام لہرانے کے لئے بے تاب تھا اور دجلہ کو اپنے مقصود کے حُصُول میں رکاوٹ سمجھ رہا تھا۔ حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا خالِد بِن وَلید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لشکر اسلام کی بے تابی سے آگاہ تھے لہٰذا انہوں نے دریا کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**یَا بَحْرُ اِنَّکَ تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰہِ فَبِحُرْمَۃِ مُحَمَّدٍ**

[1] الطبقات الشافعیۃ الکبری، وسنھا علی ید۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۳۲۴۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِعَدْلِ عُمَرَ خَلِیْفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَّا خَلَّیْتَنَا وَالْعُبُوْرَ یعنی اے دجلہ! تو یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر چلتا ہے۔ تجھے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حُرمت اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عدل کا واسطہ! ہمارے مقصد کے حُصُول میں رُکاوٹ نہ بن۔'' یہ ارشاد فرما کر لشکر کو دریا میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا، لشکر نے حکم کی تعمیل کی اور اس شان سے دریائے دجلہ عبور کیا کہ کسی کا پاؤں تک نہ بھیگا۔ [1]

عدلِ فاروقی پر اہلِ بیت کی گواہی:

حضرت سیِّدُنا ابوجعفر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ملاقات ہوگئی، ان کے ساتھ حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے۔ مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سلام کیا اور آپ کا ہاتھ تھام لیا، حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دونوں اپنے والد ماجد مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رونے لگے حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بوقت ملاقات روتے نہیں تھے۔ مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''**مَا یُبْکِیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کون سی بات رلا رہی ہے؟'' فرمایا: ''**مَنْ اَحَقُّ مِنِّيْ بِالْبُکَاءِ یَا عَلِيُّ وَقَدْ وُلِّیْتُ اَمْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَحْکُمُ فِیْھَا وَلَا اَدْرِيْ اَمُسِيْءٌ اَنَا اَمْ مُحْسِنٌ** یعنی اے علی! مجھ سے زیادہ کون اس بات کا حق دار ہے کہ وہ روئے کیونکہ مجھے اس امت کے معاملات کا حاکم بنایا گیا ہے، میں ان کے درمیان مختلف معاملات کے فیصلے کرتا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میں برا کرتا ہوں یا اچھا۔'' یہ سن کر مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''**وَاللّٰہِ اِنَّکَ لَتَعْدِلُ فِيْ کَذَا وَتَعْدِلُ فِيْ کَذَا** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بے شک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِس معاملے میں، اُس معاملے میں ضرور عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔'' یہ سن کر بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تسلّی نہ ہوئی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلسل روتے رہے، پھر سیِّدُنا امامِ حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مَشِیَّتِ الٰہی کے ساتھ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی

---

[1] ......ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۳۳، ازالۃ الخفاء، ج۴، ص۹۴۔

ولایت اور عدل وانصاف کو بیان کیا، یہ سن کر بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تسلی نہ ہوئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلسل روتے رہے، پھر سیِّدُنا امامِ حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مَشِیَّتِ الٰہی کے ساتھ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولایت اور عدل وانصاف کو بیان کیا۔ پس جیسے ہی امام حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات مکمل ہوئی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چپ ہوگئے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حَسَنَینِ کَرِیْمَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''**اَتَشْھَدُ اَنَّ بِذٰلِکَ یَا اِبْنَيْ اَخِيْ** یعنی اے میرے بھتیجو! کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو؟'' یہ سن کر دونوں شہزادوں نے خاموشی سے اپنے والد ماجد مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی طرف دیکھا، تو مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے دونوں شہزادوں سے فرمایا: ''**اِشْھَدَا وَ اَنَا مَعَکُمَا شَھِیْدٌ** یعنی اے میرے دونوں بیٹو! تم دونوں اس بات کے گواہ بن جاؤ اور ساتھ ہی میں بھی تمہارے ساتھ اس کا گواہ ہوں۔''(1)

عشق ومحبت کے مدنی پھول:

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** ذرا تصور تو کیجئے! وہ کیسا روح پرور منظر ہوگا جب مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہیں، ان دونوں کے دائیں بائیں حَسَنَینِ کَرِیْمَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اس پیارے انداز میں کھڑے ہیں کہ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہیں۔ یقیناً یہ مبارک انداز عشق ومحبت کا ہے، نہ کہ بُغض وعَداوت کا، مذکورہ بالا روایت خاندانِ فاروقِ اعظم اور خاندانِ اہل بیت کے مابین عشق ومحبت کی بہترین عَکاسی کرتی ہے۔ **بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی** خاندانِ اہل بیت وخاندانِ فاروقِ اعظم کے عُشَّاق آج بھی ان دونوں مبارک گھرانوں کے عشق ومحبت ہی کو بیان کرتے آئے ہیں اور قیامت تک کرتے رہے گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اہل بیت سے عشق ومحبت کو دیکھیے کہ اگرچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارگاہِ رسالت سے ''اِصَابَتْ'' یعنی درستگی کی سند مل چکی ہے لیکن پھر بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چاہتے ہیں کہ اہل بیت کے اِن شہزادوں سے بھی عدلِ فاروقی کی سند مل جائے، یہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا والہانہ عشق تھا کہ جب

(1)......ریاض النضرۃ، ج۲، ص۳۴۷۔

تک مولاعلی شیرِ خدا، وحَسنَینِ کریمَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم تینوں نے گواہی نہ دے دی تب تک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی آنکھیں اشک باری کرتی رہیں، جیسے ہی تینوں کی بات مکمل ہوئی فوراً آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

مولاعلی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم کی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے الفت ومحبت کے کیا کہنے، کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کے اطمینانِ قلب کے لیے اپنے دونوں شہزادوں کے ساتھ عدل فاروقی پر شہادت کی مہر ثبت فرمادی۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مولاعلی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم، حَسنَینِ کریمَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ پر رحمت ہو اور ان تمام کے صدقے ہم سب کی مغفرت ہو۔ **آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فاروقی تمغہ امتیاز حاصل کرنے والے قاضی

عورتیں مُعاذ جیسا بیٹا پیدا کرنے سے عاجز ہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے بے شمار قاضیوں کو منصب قضا پر فائز فرمایا، بعض کو ان کی کارکردگی میں کمزوری پر معزول بھی فرمایا مگر حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ وہ قاضی و گورنر تھے جن کے فیصلوں پر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کو کافی حد تک اطمینان تھا۔ نیز آپ کو بارگاہِ فاروقی سے تمغہ امتیاز بھی ملا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو سُفیان رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! میں اپنی زوجہ سے دو سال تک دور رہا، پھر جب اس کے پاس آیا تو وہ حاملہ تھی۔'' (یعنی اس شخص نے اپنی زوجہ کے زانیہ ہونے کی شکایت کی۔) سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے لوگوں سے اس کے رجم کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے عرض کیا: ''**یَا اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِنۡ کَانَ لَکَ عَلَیۡھَا سَبِیۡلٌ فَلَیۡسَ لَکَ عَلٰی مَا فِیۡ بَطۡنِھَا سَبِیۡلٌ فَاتۡرُکۡھَا حَتّٰی تَضَعَ** یعنی اے امیر المؤمنین! اس عورت کو رجم کرنے کا تو حق بنتا ہے لیکن جو اس کے پیٹ میں بچہ ہے اس کا کیا قصور ہے؟ آپ اس عورت کو وضع حمل تک چھوڑ دیں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں اس عورت نے ایک بچا جنا جس کے اگلے دو دانت بھی نکلے ہوئے

تھے، وہ بچہ اپنے باپ کے بالکل مشابہ تھا، اس کے باپ نے اسے فوراً پہچان لیا اور کہنے لگا: ''اِبْنِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ یعنی رب کعبہ کی قسم! یہ تو میرا ہی بیٹا ہے۔'' (لہٰذا اس عورت کو چھوڑ دیا گیا۔)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تمغہ امتیاز دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ یَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْ لَا مُعَاذٌ لَھَلَکَ عُمَرُ یعنی واقعی عورتیں مُعاذ جیسا بیٹا پیدا کرنے سے عاجز ہیں، آج اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''[1]

شاندار کارکردگی کی تین لطیف وجوہات:

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس شاندار کارکردگی کی تین لطیف وجوہات ہیں:

(1)......پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابیِ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قاضی تھے جنہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فیصلہ کرنے کی خود تربیت دی تھی مشہور حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو جب یَمَن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ سے فیصلہ کرنے کا طریقہ پوچھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی کہ اولاً کتاب اللہ سے، پھر سُنَّتِ رَسُوْلُ اللہ سے اور بصورت دیگر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔[2]

(2)......دوسری وجہ یہ ہے کہ بارگاہِ رسالت سے آپ کو زیادہ علم والا ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا چنانچہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا: ''حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں۔''[3]

(3)......تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام قاضیوں میں زیادہ عرصے تک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زیر تربیت رہنے والے بھی آپ ہی ہیں، کتب سیر وتاریخ میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بے شمار تربیتی خطوط ہیں جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف لکھے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

1......سنن کبری، کتاب العدد، باب ماجاء فی اکثر الحمل، ج ۷، ص ۷۲۹، حدیث: ۱۵۵۵۸۔

2......ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب اجتہاد الرای فی القضاء، ج ۳، ص ۴۲۴، حدیث: ۳۵۹۲۔
ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۶۲، حدیث: ۱۳۳۲ مفہوما۔

3......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۴۳۵، حدیث: ۳۸۱۵ مختصرا۔

عہدِ فاروقی کے خصوصی جج

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے مختلف شہروں میں تربیت یافتہ قاضیوں وججوں کو لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر فرمایا، نیز آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه وقتاً فوقتاً ان کی مختلف مسائل میں تربیت کے ساتھ ساتھ بسا اوقات بعض مقدمات کے فیصلے بھی لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ ان قاضیوں کے پاس آنے والے مقدمات کی درج ذیل مختلف نوعیتیں تھیں:

✿...... ایسے عمومی مقدمات جن کے حل میں کسی قسم کی کوئی دشواری پیش نہ آتی، یہ قاضی صاحبان بذاتِ خود حل کرلیا کرتے تھے۔

✿...... ایسے مقدمات جن میں مشاورت کی حاجت ہوتی تو قاضی حضرات ایسے مسائل کو بارگاہِ فاروقی میں مشاورت کے لیے بھیج دیتے، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ان کے متعلق احکام اور مشورے لکھ کر بھیج دیتے۔

✿...... بعض اوقات ایسے پیچیدہ اور مخصوص مقدمات بھی پیش آتے تھے جو مخصوص مشاورت کے بعد بھی ان منتخب قاضیوں سے حل نہ ہوتے، ایسے مقدمات قاضی صاحبان بذاتِ خود بارگاہِ فاروقی میں لے کر حاضر ہوجاتے۔

✿...... ایسے مسائل کی بھی دو صورتیں تھیں، بعض اوقات تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مشاورت سے ایسے پیچیدہ مسائل کو خود ہی حل فرمالیتے۔ لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہر طرح کی کوشش کے باوجود بھی کوئی مسئلہ حل نہ ہو پاتا۔ ایسی مشکل صورتِ حال کے لیے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے دربار کا ایک خصوصی جج (Special Judge) بھی مقرر فرمایا ہوا تھا جنہیں آج ہم امیر المؤمنین، مولائے کائنات حضرت سیِّدُ نا **مولا علی شیرِ خدا** کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے مبارک نام سے یاد کرتے ہیں، جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه آپ کو بلاتے اور مسئلہ آپ کے سامنے رکھتے پھر حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اسے حل فرماتے۔ کتبِ سیر وتاریخ میں ایسے کئی مقدمات درج ہیں جنہیں عہدِ فاروقی میں امیر المؤمنین مولائے کائنات حضرت سیِّدُ نا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے حل فرمایا، حُصُولِ بَرَکت کے لیے صرف دو ایمان افروز مقدمات پیش خدمت ہیں:

(1) دو عورتوں کے درمیان فیصلہ:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ عہدِ فاروقی میں عدالتی جج حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ایک عجیب وغریب مقدمہ لایا گیا، جس کے حل کے لیے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس مسئلے کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی بارگاہ میں پیش کردیا جسے سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی بڑے حیران وپریشان ہوئے۔ آپ نے اس کے حل کے لیے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے اسے رکھا اور ارشاد فرمایا: ''**اَشِیْرُوْا عَلَیَّ** یعنی آپ لوگ مشورہ دیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا: ''**یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتَ الْمَفْزَعُ وَاَنْتَ الْمَنْزَعُ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ تو ہماری جائے پناہ ہیں، آپ ہی تو ہیں جن کی طرف مسائل کے حل کے لیے ہم رجوع کرتے ہیں۔'' بہرحال جب اس کا کوئی حل نہ نکلا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا:

''**اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَبَاً بَجْدَتِھَا وَابْنَ بَجْدَتِھَا وَاَیْنَ مَفْزَعُھَا وَاَیْنَ مَنْزَعُھَا** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ایک حقیقت شناس باپ اور بیٹے کو جانتا ہوں، کہاں ہے وہ جو ہماری جائے پناہ ہے، کہاں ہے وہ جس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کی: ''حضور شاید آپ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے متعلق اِستفسار فرمارہے ہیں؟''

فرمایا: ''**لِلّٰہِ ھُوَ وَھَلْ طَفَحَتْ حُرَّۃٌ بِمِثْلِہٖ وَاَبْرَعَتْہُ اِنْھَضُوْا بِنَا اِلَیْہِ** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہی ہیں جن کے بارے میں میں پوچھ رہا ہوں اور کسی آزاد عورت نے ان جیسا بیٹا پیدا نہیں کیا چلو ہم سب ان کے پاس چلیں۔'' یہ سن کر لوگوں نے عرض کیا کہ ''حضور آپ امیر المؤمنین ہیں حکم فرمائیں وہ خود آپ کے پاس آجائیں گے۔''

فرمایا: ''**ھَیْھَاتَ ھُنَاکَ شِجْنَۃٌ مِّنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَشِجْنَۃٌ مِّنَ الرَّسُوْلِ وَاِثْرَۃٌ مِّنْ عِلْمٍ یُؤْتٰی لَھَا وَلَا یَاْتِیْ فِیْ بَیْتِہٖ یُؤْتِی الْحَکَمُ فَاعْطَفُوْا نَحْوَہٗ** یعنی ہائے افسوس! تمہیں کیا معلوم کہ وہ کون سی ہستی ہے؟ وہ تو خاندانِ بنی ہاشم اور خاندانِ رسول **اللّٰہ** کا چشم وچراغ ہے وہ تو علم کا ایسا نشان ہے جسے بلایا نہیں جاتا بلکہ اس کے پاس چل کر جایا جاتا ہے، ان کے گھر میں تو بڑے بڑے حُکّام حاضری دیتے ہیں، چلو ان کی طرف چلو۔''

بہر حال امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مقدمے کے فریقین سمیت مولا علی کی تلاش میں نکلے اور ایک باغ میں انہیں پالیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمار ہے تھے اور ساتھ ہی روتے جارہے تھے: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ ﴾ (پ ۲۹، القیامۃ: ۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: ''کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔''

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ارشاد فرمایا: ''اے شُرَیح! ان کے سامنے مکمل مقدمہ بیان کرو۔'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مقدمے کی تفصیلات بتاتے ہوئے عرض کی: ''حضور! میرے پاس یہ شخص آیا اور اس نے کہا کہ کسی شخص نے اسے دو عورتیں دیں کہ میرے واپس آنے تک ان کے رہائش و آرام وغیرہ کا خیال رکھنا۔ ان عورتوں میں سے ایک آزاد اور دوسری اُمِّ ولد یعنی باندی تھی۔ گذشتہ رات دونوں عورتوں نے ایک ایک بچے کو جنم دیا، ایک نے لڑکی اور ایک نے لڑکا جنا۔ لیکن دونوں دگنی وراثت حاصل کرنے کے لیے بیٹے ہی کا دعویٰ کر رہی ہیں، بیٹی کو کوئی بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔''

مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دریافت فرمایا کہ ''تم نے ان دونوں کے درمیان کیا فیصلہ کیا؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور اگر میرے پاس ایسا علم ہوتا جس کے ذریعے ان کے مابین فیصلہ کر پاتا تو انہیں آپ کے پاس ہرگز نہ لاتا۔''

یہ سن کر مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک تنکا اٹھایا اور ارشاد فرمایا: ''**اِنَّ الْقَضَاءَ فِیْ ھٰذَا اَیْسَرُ مِنْ ھٰذِہٖ** یعنی اس مقدمے کا فیصلہ کرنا تو اس تنکا اٹھانے سے بھی زیادہ آسان ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک برتن منگوایا، ایک عورت کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنا سارا دودھ اس برتن میں ڈال کر لاؤ۔ وہ دودھ ڈال کر لائی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کا وزن کر لیا۔ پھر دوسری کو بھی اسی طرح ارشاد فرمایا اور اس کے دودھ کا بھی وزن کر لیا۔ دوسری عورت کا دودھ پہلی عورت کے دودھ سے دگنا تھا۔ لہٰذا آپ نے پہلی عورت سے فرمایا: ''**خُذِیْ اَنْتِ اِبْنَتَکِ** یعنی بیٹی تمہاری ہے تم اپنی بیٹی لے لو۔'' اور دوسری عورت سے فرمایا: ''**خُذِیْ اَنْتِ اِبْنَکِ** یعنی بیٹا تمہارا ہے تم اپنا بیٹا لے لو۔'' یوں ان دونوں عورتوں کے درمیان فیصلہ ہو گیا۔

پھر مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے حضرت سیِّدُ نا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لڑکی کا دودھ لڑکے کے دودھ سے نصف ہوتا ہے، لڑکی کی میراث لڑکے کی میراث سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی عقل لڑکے کی عقل سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی شہادت لڑکے کی شہادت سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی دیت لڑکے کی دیت سے نصف ہوتی ہے، بلکہ لڑکی ہر معاملے میں لڑکے سے نصف ہوتی ہے۔''

راوی کہتے ہیں: ''**فَاَعْجَبَ بِهٖ عُمَرُ اِعْجَاباً شَدِيْداً** یعنی یہ فیصلہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت ہی زیادہ متعجب ہوئے۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**اَبَا حَسَنٍ لَا اَبْقَانِيَ اللّٰهُ لِشِدَّةٍ لَسْتَ لَهَا وَلَا فِيْ بَلَدٍ لَسْتَ فِيْهِ** یعنی اے ابوالحسن! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے کسی ایسی مشکل میں اور ایسے شہر میں تنہا نہ چھوڑے جس میں آپ میرے ساتھ نہ ہوں۔''(1)

(2) عَجِیْبُ الْخِلْقَت بچے کی وِراثت کا مسئلہ:

حضرت سیِّدُ نا سَعِید بن جُبَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک ایسی عورت پیش کی گئی جس کے یہاں ایک نہایت ہی عَجِیْبُ الْخِلْقَت بچے کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس بچے کے بالائی جسم میں دو بدن، دو پیٹ، چار ہاتھ، دو ۲ سر اور دو ہی شرمگاہیں تھیں۔ جبکہ نچلے حصے میں دو رانیں، دو ٹانگیں اور دو پاؤں عام انسانوں کی طرح تھے، گویا اوپری حصے کے اعتبار سے وہ دو جسم تھے اور نچلے حصے کے اعتبار سے ایک ہی جسم تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے میراث طلب کی جو اس عَجِیْبُ الْخِلْقَت بچے کا باپ تھا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مقدمے کے فیصلے کے لیے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جمع کر کے مشاورت کی لیکن اس کا کوئی حل نہ نکل سکا۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خصوصی جج یعنی امیر المؤمنین مولائے کائنات حضرت سیِّدُ نا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کو اس مسئلے کے حل کے لیے بلایا۔ جب ان کے سامنے اس مسئلے کو بیان کیا تو وہ بھی بڑے حیران ہوئے البتہ مختلف مراحل میں اس مسئلے کو حل فرما دیا۔ اس مسئلے کے حل کے لیے آپ نے جو مراحل اختیار کیے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)...... کنز العمال، کتاب الخلافة مع الامارة، الاقضية، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۳۰، حدیث: ۱۴۵۰۴۔

......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی کہ آپ اس عورت کو، اس کے بچے کو یہیں روک لیں اور جو اِن کی ضروریات کا سامان وغیرہ ہے اسے بھی منگوالیں، ایک خادم بھی ان کے لیے مقرر فرمادیں اوران کے اخراجات وغیرہ کی ترکیب بھی بنادیں۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسا ہی کیا۔

......بعدازاں اس عورت کا انتقال ہوگیا اوراس کا وہ عَجِیْبُ الْخِلْقَت بچہ جوان ہوگیا تواس نے بھی اپنی میراث طلب کی۔ سیِّدُنا مولاعلی شیرخدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے اس کے لیے ایک ایسا خادم مقرر کردیا جوان دونوں کے استنجاء وغیرہ کی ترکیب بنائے گا اوران کی ماں کی طرح خدمت کرتا رہے گا، کوئی اوراس کام کو نہ کرسکے گا۔

......پھر کچھ عرصے کے بعد اس لڑکے کے ان دونوں جسموں میں سے ایک میں نکاح کی خواہش پیدا ہوئی تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مولاعلی شیرخدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو پیغام بھیجا کہ اب کیا کریں، کیونکہ دونوں جسموں کی مختلف خواہشات ہیں۔ مولاعلی شیرخدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت حلیم اور نہایت ہی عزت والا ہے اس بات سے کہ وہ دو بھائیوں میں ایسا معاملہ پیدا کردے کہ ایک بھائی جماع کرے تو دوسرا اسے دیکھے۔ یقیناً نکاح کی خواہش کرنے والے جسم کے انتقال کا وقت قریب آچکا ہے، لہٰذا تین دن تک اسے کسی طرح بہلایا جائے۔ عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ ان دونوں کے مابین کوئی نہ کوئی فیصلہ فرمادے گا۔''

......اور واقعی ایسا ہوا کہ تین دن بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اب تو مزید پریشانی بڑھ گئی بعض لوگوں نے اس مُردہ جسم کو کاٹنے کا مشورہ دیا لیکن امیرالمؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے مُسترد کردیا۔ مولاعلی شیرخدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ''اب تو معاملہ بہت ہی آسان ہوگیا ہے، مُردہ جسم کو غسل وکفن دے دیا جائے، مُردہ جسم کو خادم اٹھاتا رہے اور دوسرا بھائی اس کی مدد کرتا رہے، جب تین دن بعد مُردہ جسم خُشک ہوجائے اس خُشک حصے کو کاٹ دیا جائے اس طرح زندہ جسم کو بھی کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی، ہوسکتا ہے مردہ لاش کی تکلیف زندہ کو تکلیف دے لیکن میں جانتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا۔'' لوگوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور واقعی پھر دوسرے لڑکے کا بھی تین دن کے بعد انتقال ہوگیا۔

اِس عجیب وغریب مسئلے کے انوکھے فیصلے کے بعد امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

حضرت سیِّدُ نا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''**یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَمَا زِلْتَ کَاشِفَ کُلِّ شُبْھَۃٍ وَ مُوْضِحَ کُلِّ حُکْمٍ** یعنی اے ابو طالب کے بیٹے! آپ کی کیا بات ہے! آپ تو ہر ابہام کو کھول کے رکھ دیتے ہو اور ہر حکم کو بالکل واضح کر دیتے ہو۔''(1)

فاروقِ اعظم کے مُعاوِنِ خصوصی فی القضا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قضا یعنی مختلف معاملات میں فیصلہ کرنے میں مُعاونِ خُصُوصی ہونے کی سعادت بھی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو حاصل تھی، کئی مقدمات میں آپ نے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی فیصلہ کرنے میں معاونت فرمائی۔ بعض معاملات تو ایسے بھی آئے جن میں سیِّدُ نا علی المرتضی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معاونت کے بعد سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کے سامنے انہیں اِن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا: ''**لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ** یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''(2)

عشق ومحبت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کیا کہنے! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفۂ ثانی، تمام اہلِ ایمان کے امیر، فاتحِ ایران وروم، جن کے نام کی ہَیبَت سے سارا کُفر لَرزَہ بَراَندام ہے، جن کے سائے سے بھی اِبلیسِ لَعِین بھاگتا ہے، جن کو بارگاہِ رسالت سے ''**مُحَدَّث**'' یعنی اِلہامی باتیں کرنے والے کا خطاب ملا، جن کو بارگاہِ رسالت سے ''**فاروق**'' کا لقب عطا ہوا، جن کی تائید میں قرآن پاک کی کئی آیات نازل ہوئیں، جن کو سب سے پہلے مسلمانوں نے ''**امیر المؤمنین**'' پکارا، ایسی جَلِیْلُ المَرتَبَت ہَستِی کے دل میں اپنے ہادیٔ برحق، حضورِ نبیٔ مکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہلِ بَیت کی عَظمت ومَحبت کا کیا عالم تھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فیصلوں کی تائید تو قرآن کرتا ہے لیکن آپ نے مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو اپنی عدالتوں کا خصوصی جج اور اپنا معاون خصوصی بنایا تھا، کیسا لطیف تعلق ہے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیفہ سیِّدُ نا صدیق اکبر

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الاقضیۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۱۳۳، حدیث: ۱۴۵۰۵۔

2 ...... الاستیعاب، علی بن ابی طالب، ج ۳، ص ۲۰۵۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قاضی مقرر فرمایا اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معاملات قضا میں مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنا معاون اور خصوصی جج مقرر فرمایا۔ یقیناً فاروقِ اعظم جانتے تھے، یہ وہ مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں جنہیں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم کا دروازہ فرمایا، یہ وہ مولائے کائنات ہیں جن کے نکاح میں **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی لختِ جگر اور نورِ نظر، خاتونِ جنّت سیِّدَتُنَا فاطِمَۃُ الزَّھْراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا ہیں، یہ وہ شیرِ خدا ہیں جنہوں نے قلعہ خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ یقیناً امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مولا علی کو خصوصی جج بنانا اور ان کو اپنا معاون خصوصی بنانا اہل بیت کی اس ہستی سے والہانہ الفت ومحبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اہل بیت کا کتنا ادب واحترام فرمایا کرتے تھے، یقیناً سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور اہل بیت کے مابین خصوصاً مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ساتھ آپ کی گہری الفت ومحبت تھی، **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** آج بھی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے عُشّاق ان کی آپس میں اُلفت ومحبت ہی کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، ہر جگہ ان کے فضائل ومناقب کی دھومیں مچاتے ہیں اور قیامت تک دھومیں مچاتے رہیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

یَا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی حقیقی محبت عطا فرما، سیِّدُ نا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بھی سچی محبت عطا فرما، ان دونوں ہستیوں کی سیرتِ طَیِّبَہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، ہماری زبانیں ہر وقت ان کے اَوصافِ حَمِیدہ سے تر بتر رہیں، ہمیں ان ہستیوں کے عیوب ونقائص تلاش کرنے والے لوگوں سے محفوظ ومامون فرما، جَنَّتُ الفِردَوس میں بھی ان ہستیوں کا پڑوس نصیب فرما، ان عظیم ہستیوں کا واسطہ ہمیں مدینہ منورہ میں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدمینِ مبارکہ میں شہادت کی موت عطا فرما۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مختلف صوبوں اور شہروں پر مقرر فاروقی قاضیوں کا چارٹ

نمبر شمار	قاضی کا نام	صوبہ یا شہر	دیگر تفصیل
1	سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	مدینہ منورہ	--------
2	سیِّدُنا نافع خُزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	مکہ مکرمہ	--------
3	سیِّدُنا خالِد بن عاص مَخزُومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	مکہ مکرمہ	سیِّدُنا نافع خزاعی کے بعد
4	سیِّدُنا سُفیان بِن عبد اللّٰہ ثَقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	طائف	قاضی و گورنر
5	سیِّدُنا عثمان بِن اَبُو العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بحرین	قاضی و گورنر
6	سیِّدُنا کعب بِن سَوار اَزدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	بصرہ	--------
7	سیِّدُنا اَبُو مُوسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	قاضی و گورنر
8	سیِّدُنا سلمان بِن رَبیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	--------
9	سیِّدُنا عمران بِن حُصَین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	بصرہ	--------
10	سیِّدُنا اَبُو مَریَم حَنَفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	بصرہ	سیِّدُنا عمران بن حصین کے بعد
11	سیِّدُنا اَبُو قُرّہ کِندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	کوفہ	--------

نمبر شمار	قاضی کا نام	صوبہ یا شہر	دیگر تفصیل
12	سیِّدُنا مُغیرہ بِن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کوفہ	قاضی و گورنر
13	سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن مَسعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کوفہ	--------
14	سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	کوفہ	سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود کے بعد
15	سیِّدُنا عُبادَہ بِن صَامِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	فلسطین	--------
16	سیِّدُنا قیس بِن ابُوالعَاص قُرَشی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	مصر	--------
17	سیِّدُنا سلمان بِن رَبیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	قادسیہ	بصرہ کے بعد مقرر ہوئے
18	سیِّدُنا عبدالرحمٰن بِن رَبیعہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	قادسیہ	مخصوص اُمور کے قاضی
19	سیِّدُنا یَعلٰی بِن اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	صنعاء	قاضی و گورنر
20	سیِّدُنا عُثمان بِن ابُوالعَاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ	عمان	قاضی و گورنر
21	سیِّدُنا عُمَیر بِن سَعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حمص	قاضی و گورنر
22	سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	شام	قاضی و کمانڈر
23	سیِّدُنا مُعَاوِیَہ بِن ابُوسُفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	شام	قاضی و گورنر

نظامِ عدلیہ میں مساوات کا قیام

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے--------

- ......مساوات کے قیام کے لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کوششیں
- ......نظام عدل حاکم ومحکوم سب کے لیے
- ......قاضیوں وگورنروں کو مساوات کی ہدایت
- ......ظلم کے خلاف سالانہ اجتماعی مشورہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنی ہی عدالتوں میں حاضری
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مساوات کی چند مثالیں
- ......فیصلہ کرنے کے مختلف مدنی پھول
- ......دارالافتاء سے رجوع کرنے کا مشورہ
- ......امیرِ اہلسنّت سیرت فاروقی کے مظہر ہیں۔

نظامِ عدلیہ میں مساوات کا قیام

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نظامِ عدلیہ کے قیام کے ساتھ ساتھ اس کے جزو لازمی "مساوات" یعنی برابری کا بھی بہت خیال رکھا تاکہ شاہ و گدا، امیر و غریب، سب کو ایک جیسا ہی عدل و انصاف ملے۔ مساوات کے قیام کے لیے آپ نے درج ذیل اقدامات فرمائے:

- ......قاضیوں اور ججوں کو اس بات کی تاکید تھی کہ عدالت میں چاہے کوئی بھی شخص آئے اسے بات کرنے اور اپنا مؤقف پیش کرنے کی مکمل آزادی دی جائے کسی پر زور زبردستی اور دھونس جمانے کی قطعاً کوشش نہ کی جائے۔
- ......فریقین میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے ان کے مراتب کو قطعاً خاطر میں نہ لایا جائے بلکہ جس طرف حق ہو اسی پر فیصلہ کیا جائے۔
- ......اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ اسے انصاف نہیں ملا تو وہ اس سے اوپر والی عدالت (High Court) سے رجوع کر سکتا ہے، خصوصاً خود جج سے متعلقہ کوئی مقدمہ ہو تو اسے بلا واسطہ بارگاہِ فاروقی میں پیش کیا جائے۔
- ......نظامِ عدلیہ میں مساوات اور مقرر کردہ ججوں کو جانچنے کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی ذات کو بھی عدالت میں پیش کیا اور بعض مقدمات خود دیکھے کہ آیا مقررہ قاضی یا جج درست فیصلہ کرتے ہیں یا نہیں۔

جرائم کے خاتمے میں مُعاوِن سُنہری اُصول:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ عہدِ فاروقی میں ایک لڑکا دھوکے سے قتل کر دیا گیا اور معلوم نہ تھا کہ اس کا قاتل کون ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اگر اس لڑکے کے قتل میں اہلِ صَنعاء کا ہاتھ ہوا تو میں ان سے بھی جنگ کروں گا۔" یونہی حضرت سیِّدُنا مُغیرہ بن حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ چار آدمیوں نے مل کر ایک بچے کو قتل کر دیا مگر معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہیں؟ اس وقت بھی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہی فرمایا تھا۔ (1)

---

(1)......بخاری، کتاب الدیات، اذا اصاب قوم من رجل۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۶۷، حدیث: ۶۸۹۶۔

نظامِ عدل حاکم ومحکوم سب کے لیے:

حضرت سیِّدُنا ابُوالنَّضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ منبر پر وعظ فرمارہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! آپ کے عامل نے مجھے مارا اور مجھ پر زیادتی کی ہے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اس سے بدلہ دلواؤں گا۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عرض کرنے لگے: ''کیا گورنر سے بھی بدلہ لیا جائے گا؟'' آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جی ہاں، ربّ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں گورنر سے بھی بدلہ لوں گا۔ کیونکہ حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اپنے آپ کو بدلہ لینے کے لیے پیش کیا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اپنے آپ کو بدلہ لینے کے لیے پیش کیا تھا، تو کیا میں گورنر سے بدلہ نہیں دلوا سکتا؟'' حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! بدلہ لینے کے علاوہ بھی تو ایک صورت ہے؟'' فرمایا: ''وہ کیا؟'' عرض کیا: ''گورنر اس شخص کو راضی کرلے۔'' فرمایا: ''ہاں! راضی کرلے تو ٹھیک ہے۔''(1)

گورنر کے بیٹے پر بھی کوڑے برسائے گئے:

حضرتِ سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اتنے میں ایک مصری شخص آیا اور عرض کرنے لگا: ''میں امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں پناہ دی کہو کیا بات ہے؟''

اس نے عرض کی: ''حضور! میں نے حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں ان سے سبقت لے گیا ان کے بیٹے نے مجھ پر کوڑے برسائے اور یہ بھی کہا ہے کہ تم میرا مقابلہ کرتے ہو؟ حالانکہ میں دو کریموں کا بیٹا ہوں۔''

امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فوراً حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں انہیں اپنے بیٹے سمیت مدینہ منورہ میں حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

---

1 ......سنن کبری، کتاب الجراح، جماع ابواب القصاص---الخ، ج۸، ص ۱۱۱، حدیث: ۱۶۰۹۳۔

حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے بیٹے کو لے کر بارگاہِ فاروقی میں جیسے ہی پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''وہ مصری شخص کہاں ہے؟'' وہ شخص حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**خُذِ السَّوْطَ فَاضْرِبْ** یعنی یہ کوڑا پکڑو اور اسے مارنا شروع کرو۔'' اس مصری نے کوڑے برسانا شروع کیے، وہ مارتا جاتا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے: ''**اِضْرِبْ اِبْنَ الْاَکْرَمِیْنِ** یعنی دو کریموں کے بیٹے کو اور مارو۔''

حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ''جب اس مصری نے کوڑے مارنا شروع کیے تھے تو ہم سب بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ کوڑے مارے لیکن اس نے اتنے کوڑے برسائے کہ بعد میں ہم یہ کہنے لگے کہ کاش اب یہ کوڑے برسانا چھوڑ دے۔'' پھر امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مصری سے فرمایا: ''یہ کوڑا عَمرو بن عاص کے سر پر لگاؤ۔'' اس نے عرض کیا کہ ''حضور! ان کے بیٹے نے مجھے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔'' پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''**مُذْ كَمْ تَعَبَّدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَاراً؟** یعنی تم نے کب سے انسانوں کو غلام بنانا شروع کر دیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا ہے۔'' عرض کیا: ''**يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَمْ اَعْلَمْ وَلَمْ يَاْتِنِيْ** یعنی اے امیر المؤمنین! مجھے اس واقعے کا علم نہیں تھا اور نہ ہی یہ شخص میرے پاس آیا۔''[1]

سیِّدُنا عثمان غنی کے خلاف فیصلہ:

حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا مِقْداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کچھ رقم قرض لی۔ بعد ازاں دونوں میں اس رقم پر اختلاف ہوگیا، سیِّدُنا مقداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ دعویٰ تھا کہ انہوں نے چار ہزار درہم لیے ہیں جبکہ سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے منکر تھے کہ چار ہزار نہیں بلکہ سات ہزار لیے ہیں۔ دونوں کا مقدمہ بارگاہِ فاروقی میں پہنچا۔

سیِّدُنا مِقْداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ مدعی تھے اس لیے گواہ پیش کرنا یا دلیل لانا ان کے ذمے تھا اور سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ منکر تھے اس لیے ان کے ذمے قسم تھی۔ سیِّدُنا مِقْداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

1 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، عدلہ، الجزء: ۱۲، ج ٦، ص ۲۹۴، حدیث: ۳۶۰۰۵۔

سے عرض کی کہ آپ سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قسم لے لیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''اَنْصِفُکَ یعنی اے عثمان! اگر آپ قسم اٹھالیں تو میں آپ کو پورا پورا حق دلاؤں گا۔'' لیکن سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''خُذْ مَا اَعْطَاکَ یعنی اگر آپ قسم نہیں اٹھاتے تو پھر فیصلہ آپ کے خلاف ہے اور جو مِقْدَاد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کو دے رہے ہیں وہی لے لیجئے۔''[1]

قاضِیوں وگورنروں کو مُساوات کی ہدایت:

حضرت سیِّدُنا اَبُو رَواحہ یَزید بِن اَیْہَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے قاضیوں، ججوں، گورنروں اور عمالوں کو مساوات کی ہدایات سے بھرپور ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

❀...... ''اِجْعَلُوا النَّاسَ عِنْدَکُمْ فِی الْحَقِّ سَوَاءً قَرِیْبُهُمْ کَبَعِیْدِهِمْ وَبَعِیْدُهُمْ کَقَرِیْبِهِمْ یعنی تمام لوگوں کو حق بات وعدل وانصاف کے حصول میں برابر کر دو کہ ان کے قریب والے ان کے دور والوں کی طرح اور ان کے دور والے ان کے قریب والوں کی طرح ہوں۔''

❀...... ''وَاِیَّاکُمْ وَالرِّشَا وَالْحُکْمَ بِالْهَوٰی وَاَنْ تَاْخُذُوا النَّاسَ عِنْدَ الْغَضَبِ اپنے آپ کو رشوت، خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے اور غصے کے وقت لوگوں کی پکڑ کرنے سے بچاؤ۔''

❀...... ''فَقُوْمُوْا بِالْحَقِّ وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ہمیشہ حق بات کو قائم ودائم رکھو اگرچہ دن کی ایک گھڑی ہی کیوں نہ ہو۔''[2]

اِنصاف دِلانا میری ذمہ داری ہے:

حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ

---

1 ...... سنن کبری، کتاب الشهادات، باب النکول ورد الیمین، ج ۱۰، ص ۳۱۰، حدیث: ۲۰۷۴۰۔

2 ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب انصاف الخصمین...الخ، ج ۱۰، ص ۲۲۹، حدیث: ۲۰۴۶۲۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اَیُّمَا عَامِلٍ لِیْ ظَلَمَ اَحَداً فَبَلَغَتْنِیْ مَظْلِمَتُہٗ فَلَمْ اُغَیِّرْھَا فَاَنَا ظَلَمْتُہٗ یعنی اگر میرے کسی عامل نے کسی شخص پر ظلم کیا تو اسے انصاف دلانا میری ذمہ داری ہے کیونکہ اگر مجھ تک اس کے ظلم کی اطلاع پہنچی اور میں نے اسے انصاف نہ دلایا تو یہ ایسے ہوگا جیسے میں نے خود اس پر ظلم کیا۔''(1)

سیِّدُنا عَمْرو بن عاص کو سخت سرزنش:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مساوات کا یہ عالم تھا کہ ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو بیٹے مصر گئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہاں کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ خصوصی رویے کی سختی سے ممانعت فرمادی۔ بعد ازاں سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اتفاقاً آپ کے بیٹوں سے ملاقات ہوگئی اور کسی معاملے میں ان کو سزا دینے کی ترکیب بنی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ خبر پہنچی کہ سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سزا کے معاملے میں ان کے بیٹے کے ساتھ نرمی کی ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں نہایت ہی سخت الفاظ میں ان کی سرزنش کی۔ اس مکتوب کا مضمون کچھ یوں تھا:

''اے عاصی ابن عاصی! مجھے تمہاری جراءت اور میرے عہد کی خلاف ورزی پر سخت تعجب ہوا ہے، میں نے گورنری کے لیے تمہارا انتخاب کیا حالانکہ اب مجھے شاید تمہیں معزول کرنا پڑے، کیونکہ تم نے میرے بیٹے کے ساتھ عدل وانصاف کے قیام میں نرم رویہ رکھا، حالانکہ اس وقت وہ امیر المؤمنین کا بیٹا نہیں بلکہ تمہاری رعایا کا ایک عام شخص تھا، جو سلوک تم دیگر لوگوں کے ساتھ کرتے تھے اس کے ساتھ بھی وہی کرنا چاہیے تھا، لیکن تم نے سوچا کہ یہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے نزدیک مجرموں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نرمی نہیں کی جاتی، جب میرا مکتوب تمہارے پاس پہنچے تو فوراً میرے بیٹے کو میرے پاس بھیج دو۔''

بعد ازاں سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارگاہِ فاروقی میں اپنے فیصلے پر وضاحتی معذرت نامہ بھی لکھنا پڑا۔ لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس واقعے کو یاد کیا کرتے تھے تو

(1)...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۲۔

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش فرماتے تھے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر رحم فرمائے، میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے زیادہ ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ صرف درست فیصلہ کرتے تھے اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کرتے تھے کہ یہ فیصلہ باپ کے خلاف ہے یا بیٹے کے خلاف۔''(1)

ظلم کے خلاف سالانہ اِجتماعی مشورہ:

حضرت سیِّدُ نا عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال حج کے مبارک موسم میں اپنے عُمَّال اور گورنروں کے ساتھ عام مدنی مشورہ کیا کرتے تھے، جب تمام لوگ جمع ہوجاتے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے: ''**یَا اَیُّھَا النَّاسُ! اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْ عُمَّالِیْ عَلَیْکُمْ لِیُصِیْبُوْا مِنْ اَبْشَارِکُمْ وَلَا مِنْ اَمْوَالِکُمْ اِنَّمَا بَعَثْتُھُمْ لِیَحْجِزُوْا بَیْنَکُمْ وَلِیَقْسِمُوْا فَیْئَکُمْ بَیْنَکُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِہٖ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلْیَقُمْ** یعنی اے لوگو! میں نے اپنے عُمَّال اور گورنروں کو تم لوگوں پر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ یہ لوگ تم پر ظلم وستم کر کے تمہاری کھالیں ادھیڑیں، تمہارے مالوں پر قبضہ کرلیں، تم سے منہ پھیرلیں، بلکہ میں نے تو انہیں اس لیے بھیجا ہے کہ تمہارے اور ظلم وستم کے درمیان رکاوٹ بن جائیں، عدل وانصاف کے ساتھ تمہارے درمیان مال تقسیم کریں، اگر ان تمام معاملات کے علاوہ کسی کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا تو وہ میرے سامنے بیان کرسکتا ہے۔''

یہ سن کر لوگوں میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا سوائے ایک شخص کے جس نے عرض کی: ''**یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنَّ عَامِلَکَ فُلَانًا ضَرَبَنِیْ مِئَۃَ سَوْطٍ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ کے فلاں عامل نے مجھے بلا وجہ سو کوڑے مارے ہیں۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس عامل سے ارشاد فرمایا: ''**فِیْمَ ضَرَبْتَہٗ؟ قُمْ** یعنی تم نے اس کو کیوں مارا ہے؟ کھڑے ہوجاؤ۔'' پھر آپ نے اس شخص سے ارشاد فرمایا: ''**فَاقْتَصِّ مِنْہُ** یعنی اس سے اپنا بدلہ لے لو۔''

یہ سن کر ایک فاروقی گورنر حضرت سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ''**یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنَّکَ اِنْ فَعَلْتَ ھٰذَا یَکْثُرُ عَلَیْکَ وَیَکُوْنُ سُنَّۃً یَاْخُذُ بِھَا مَنْ بَعْدَکَ** یعنی اے امیر المؤمنین! ایسے سرعام گورنروں کا

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۳۲۷۔

احتساب نہ فرمائیے، ورنہ گورنروں کے خلاف شکایات کا اَنبار لگ جائے گا اور اگر آپ ایسا کریں گے تو بعد والے لوگ بھی اس طریقے کی اتباع کریں گے۔''

یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عادِلانہ ومُنصِفانہ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**اَنَا لَا اُقِيدُ مِنْهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَسَلَّم يُقِيدُ مِنْ نَفْسِهِ** اچھا میں بدلہ نہ دلاؤں حالانکہ میں نے خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ اپنی ذات سے بدلہ دلایا کرتے تھے۔''

سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**دَعْنَا فَلْنُرْضِهِ** یعنی اے امیر المؤمنین! اس کی دوسری صورت بھی تو ہوسکتی ہے کہ ہم اس شخص کو بدلہ دے کر راضی کرلیں۔'' پھر اس شخص کو دوسو ۲۰۰ دینار دے کر راضی کیا گیا یعنی ہر کوڑے کے بدلے دو دینار۔''[1]

فاروقِ اعظم کی اپنی ہی عدالتوں میں حاضری

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نظامِ عدلیہ میں مساوات کی ایک ایسی مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھی جاتی رہے گی اور وہ یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ذاتی مقدمات بھی اپنی ہی بنائی گئی عدالتوں اور قاضیوں کے سامنے پیش فرمائے۔ تاریخ میں نہ تو آپ کے عہد سے پہلے اور نہ ہی بعد والے اَدوار میں اس کی مثال ملتی ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر، پوری دنیا پر اس بات کو روشن فرمادیا کہ نظامِ عدلیہ میں ہر چھوٹا بڑا سب برابر ہیں اگرچہ وہ خلیفۂ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے مقدمے کا بھی فیصلہ ویسے ہی کیا جائے گا جیسے ایک عام آدمی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دو ۲ واقعات پیشِ خدمت ہیں:

فاروقی جج اور فاروقِ اعظم کا فیصلہ:

حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور آپ کے عہد کے قانون دان بزرگ صحابی، قرآن مجید فرقان حمید کے بہت بڑے قاری حضرت سیِّدُنا اُبَی

---

[1] ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ۳، ص ۲۲۳۔

بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے درمیان کسی چیز پر نزاع ہوگیا۔اس معاملے میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بِن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مُدَّعی اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مُدَّعیٰ عَلَیہ تھے۔ بہرحال دونوں میں یہ طے ہوا کہ مدینہ منورہ کے عدالتی جج حضرت زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس چلتے ہیں وہ جو فیصلہ کریں گے دونوں اسے تسلیم کرلیں گے۔دونوں حضرات ان کے گھر تشریف لے گئے کیونکہ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت تھی کہ وہ عمومی مقدمات کے فیصلے اپنے گھر میں ہی کردیا کرتے تھے۔جیسے ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو ارشاد فرمایا: ''اَتَیْنَاکَ لِتَحْکُمَ بَیْنَنَا یعنی اے زید بن ثابِت! ہم تمہارے پاس اپنے معاملے کا فیصلہ کروانے کے لیے آئے ہیں۔''

حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بچھونے کا ایک حصہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے پیش کرتے ہوئے عرض کیا: ''ھٰھُنَا یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ یعنی اے امیر المؤمنین! آپ یہاں تشریف رکھیے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''لَقَدْ جَرْتَ فِی الْفُتْیَا وَلٰکِنْ اَجْلِسُ مَعَ خَصْمِی یعنی اے زید بن ثابِت! یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے اپنے فیصلے میں کیا میں (تمہارے ساتھ کیوں بیٹھوں گا؟ میں تو اپنے معاملے کا فیصلہ کروانے آیا ہوں لہٰذا) اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔'' بہرحال دونوں حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے بیٹھ گئے، سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دعویٰ کیا اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار کردیا۔چونکہ دعویٰ کرنے والے پر دلیل اور انکار کرنے والے پر قسم ہوتی ہے لہٰذا سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اُبَی بِن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: ''اَعْفِ اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ مِنَ الْیَمِینِ وَمَا کُنْتُ لِاَسْاَلَھَا لِاَحَدٍ غَیْرِہٖ یعنی آپ امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے معاف رکھیے آج تک میں نے کسی کے لیے یہ درخواست نہیں کی۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قسم اٹھالی اور فیصلہ آپ کے حق میں ہوگیا۔لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی فیصلہ کرنے میں دو ۲ غلطیوں یعنی ''امیر المؤمنین کو بیٹھنے کے لیے جگہ دینا'' اور ''ان کو قسم اٹھانے کی زحمت نہ دینا'' کے سبب اس بات پر بھی قسم اٹھائی کہ عمر کے ہوتے ہوئے اب کبھی زید بن ثابت فیصلہ نہیں کرپائیں گے حتی کہ حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ایک عام مسلمان ان کے نزدیک برابر ہوجائیں۔(1)

---

(1) ...... سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب انصاف الخصمین۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۲۲۹، حدیث: ۲۰۴۶۳۔

سیِّدُنا اُبَی بن کعب نے فاروقِ اعظم کا فیصلہ کیا:

حضرت سیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن عَفراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے درمیان کسی بات پر تنازع ہوگیا تو ان دونوں نے حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ثالِث مقرر کیا۔ دونوں سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر پہنچے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''اِلٰی بَیْتِہٖ یُؤْتَی الْحَکَمُ یعنی یہ وہ ہیں کہ حاکم بھی ان کے گھر فیصلہ کروانے آتے ہیں۔'' بہرحال حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فریقین کا مقدمہ سننے کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حق میں قسم کے ساتھ فیصلہ دے دیا۔ [1]

فاروقِ اعظم کی مساوات کی چند مثالیں

رعایا کی مصیبت میں برابر کی شرکت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ اور اس کے قرب وجوار کے لوگ جب قحط سالی کا شکار ہوئے تو آپ نے قسم اٹھالی کہ پنیر، دودھ اور گوشت وغیرہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک لوگ پہلے جیسی زندگی نہ گزارنے لگ جائیں۔ آپ کے ایک غلام نے چالیس درہم میں گھی کا ڈبہ اور دودھ کی ایک مشک خرید کر آپ کی خدمت میں پیش کی تو فرمایا: ''تم نے یہ دونوں خرید کر حد سے تجاوز کیا ہے، ان دونوں کو صدقہ کردو، مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ کسی چیز کے کھانے میں اسراف کروں، مجھے رعایا پر آنے والی مصیبت کا کیسے احساس ہوگا جب تک میں بھی اس مصیبت سے نہ گزروں جس سے وہ گزر رہے ہیں۔'' [2]

خدام کو ساتھ کھانا نہ کھلانے پر جلالِ فاروقی:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حج کرنے گئے۔ حضرت سیِّدُنا صَفوان بن اُمَیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ اس کھانے

---

1 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب الایمان والنذور، باب الحلف بغیر اللہ۔۔۔ الخ، ج۸، ص ۴۱۰، حدیث: ۱۶۲۲۴۔

2 ...... تاریخ طبری، ج۲، ص ۵۰۸۔

کو ایک بڑے برتن میں چار لوگ اٹھا کر لائے، کھانا سب کے سامنے رکھا گیا، سب کھانے لگے اور خادم کھڑے رہے۔ یہ دیکھ کر سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَتَرْغَبُوْنَهُ عَنْهُمْ**؟ یعنی کیا تم انہیں اپنے سے دور رکھتے ہو؟'' حضرت سیّدُنا سُفیان بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''**لَا وَاللّٰهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلٰكِنَّا نَسْتَاْثِرُ عَلَيْهِمْ** نہیں حضور! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ایسا نہیں ہے، البتہ خود کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔'' (یعنی پہلے خود کھاتے ہیں پھر ان کو کھلاتے ہیں۔) یہ سن کر سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا: ''**مَا لِقَوْمٍ يَسْتَاْثِرُوْنَ عَلٰى خُدَّامِهِمْ فَعَلَ اللّٰهُ بِهِمْ** یعنی لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے خادموں پر خود کو ترجیح دیتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرے۔'' پھر آپ خادموں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''**اِجْلِسُوْا فَكُلُوْا** یعنی تم لوگ بھی ہمارے ساتھ بیٹھو اور کھاؤ۔'' چنانچہ خدام بھی بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے۔[1]

مخصوص کھانے پر گورنر کی سرزنش:

حضرت سیّدُنا عُتْبَہ بن فَرْقَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب آزربائیجان گئے تو انہیں ضیافت میں ''**حبیص**'' ایک قسم کی مٹھائی پیش کی گئی، آپ نے اُسے کھایا تو وہ بہت ہی میٹھی تھی، کہنے لگے: ''یہ مٹھائی امیر المؤمنین کے لیے بھی بنائی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔'' چنانچہ آپ نے سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے دو ۲ ٹوکرے اسی مٹھائی کے تیار کروائے، پھر اُسے دو آدمیوں کے ساتھ اونٹ پر لاد کر سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیج دیا گیا، جب وہ دونوں اسے لے کر آپ کے پاس پہنچے اور کھولا تو آپ نے پوچھا: ''یہ کیا چیز ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ مٹھائی ہے۔ آپ نے اسے چکھا تو واقعی وہ بہت میٹھی تھی۔ آپ نے پوچھا: ''کیا سارے مسلمان اِسی سے شکم سیر ہوتے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''ایسا تو نہیں ہے۔'' فرمایا: ''اگر ایسا ہے تو ان دونوں ٹوکروں کو واپس لے جاؤ۔'' پھر آپ نے سیّدُنا عُتْبَہ بن فَرْقَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''**اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ وَلَا مِنْ كَدِّ اَبِيْكَ وَلَا مِنْ كَدِّ اُمِّكَ اَشْبِعِ الْمُسْلِمِيْنَ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِيْ رَحْلِكَ** یعنی حمد و صلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ یہ مٹھائی نہ تیری کوشش سے ہے، نہ تیرے باپ کی کوشش سے ہے، نہ تیری ماں کی کوشش سے، تم اپنے گھر میں جس چیز

---

[1] ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثامن والثلاثون، ص ۹۵۔

سے شکم سیر ہوتے ہواسی سے تمام مسلمانوں کو شکم سیر کرو۔''[1]

غَسَّانی حاکم فاروقی عدالت میں:

جَبَلَہ بِن اَیْہَم غَسَّانی، ہرقل کی جانب سے بنوغَسَّان کا آخری حکمران تھا،غَسَّانی قوم رومی سلطنت کی ماتحتی میں شام میں رہتی تھی اور شاہ روم غَسَّانیوں کو ہمیشہ جزیرۂ عرب کے باشندوں خصوصاً مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اُبھارتا رہتا تھا۔لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے ہزیمتیں اٹھائیں اور فتوحات کے سبب اسلامی سرحدیں وسیع ہوگئیں تو شام میں بسنے والے عرب قبائل نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان شروع کردیا، جَبَلَہ بِن اَیْہَم نے بھی اسلام قبول کرلیا، نیز اس کے دوسرے ساتھی بھی اسلام لے آئے۔ پھر اس نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مدینہ منورہ آنے کی اجازت طلب کی۔ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کے قبولِ اسلام اور مدینہ منورہ آنے کی خبر ملی تو آپ بہت خوش ہوئے، وہ مدینہ منورہ آیا اور لمبی مدت تک وہاں مقیم رہا، فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی ہر طرح کی ضرورتوں کا خیال رکھتے رہے اور اس کے انقلاب پر اسے مبارک بادبھی دیتے رہے۔

ایک مرتبہ وہ حج کے لیے گیا، اتفاق سے طوافِ کعبہ کے دوران بنُوفَزارہ کے ایک شخص کا پاؤں غلطی سے اس جَبَلَہ بِن اَیْہَم غَسَّانی کے اِزار پر پڑ گیا جس سے وہ کھل کر نیچے گر گیا۔جَبَلَہ آگ بگولہ ہوگیا اور اس شخص کو اتنا زوردار تھپڑ رسید کیا کہ اس کی ناک ہی ٹوٹ گئی۔ وہ انصاف کے حصول کے لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں پہنچ گیا اور فریاد کی۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جَبَلَہ کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ کیا واقعی اس نے ایسا کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا:''**اَقَدْتُّهُ مِنْكَ** یعنی میں اس شخص کو تجھ سے بدلہ دلواؤں گا۔''

جَبَلَہ یہ دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوگیا اور حیرانگی سے کہنے لگا:''**كَيْفَ وَاَنَا مَلِكٌ وَهُوَ سُوْقَةٌ**؟یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں ایک بادشاہ ہوں اور وہ ایک عام آدمی۔''سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:''**اِنَّ الْاِسْلَامَ جَمَعَكَ وَاِيَّاهُ فَلَسْتَ تَفْضُلُهُ اِلَّا بِالتَّقْوٰى** یعنی اسلام نے تم دونوں کو مقام ومرتبے میں جمع کردیا ہے،تم صرف تقویٰ

---

[1] ……مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اوانی الذهب۔۔۔الخ، ص۱۱۴۸، حدیث: ۱۲ ملخصاً۔

مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجهاد، ماقالوافی عدل الوالی۔۔۔الخ، ج۷، ص ۶۲۴، حدیث: ۱۸۔

و پرہیزگاری کے سبب ہی اس پر فضیلت حاصل کر سکتے ہو۔‘‘

جَبَلَہ نے کہا: ’’**قَدْ كُنْتُ اَظُنُّ اَنْ اَكُوْنَ فِي الْاِسْلَامِ اَعَزَّ مِنِّي فِي الْجَاهِلِيَّةِ** یعنی اے امیر المؤمنین! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جاہلیت کے مقابل اسلام میں زیادہ معزز ہو کر رہوں گا۔‘‘

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’**دَعْ عَنْكَ هٰذَا فَاِنَّكَ اِنْ لَمْ تَرْضِ الرَّجُلَ اَقَدْتُهُ مِنْكَ** یعنی اس سوچ کو خود سے دور کر لو کیونکہ اگر تم اس آدمی کو راضی کر لیتے ہو تو ٹھیک ورنہ میں اس کو تم سے بدلہ دلواؤں گا۔‘‘

جَبَلَہ نے کہا: ’’تب تو میں نصرانی ہی ہو جاتا ہوں۔‘‘ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’**اِنْ تَنَصَّرْتَ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ** یعنی اگر تم نصرانی ہو گئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔‘‘

جَبَلَہ بڑا حیران و پریشان ہو گیا، اسے یقین ہو گیا کہ دلائل دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک رات کی مہلت مانگی تاکہ اس معاملے میں غور و غوض کے بعد کوئی فیصلہ کر سکے۔ بعد ازاں وہ غَسَّانی حاکم جَبَلَہ بِن اَیْہَم اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ چھوڑ کر قُسْطُنْطِیْنِیَّہ بھاگ گیا اور وہاں جا کر مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نصرانی ہو گیا۔ [1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فیصلہ کرنے کے مدنی پھول

شکر رنجیاں اور اُن کے نقصانات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض اوقات چند اسلامی بھائیوں کے مابین کچھ غلط فہمیوں وغیرہ کی بنا پر شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بات بڑھتے بڑھتے شدید عداوت تک پہنچ کر قطع تعلقی پر ختم ہوتی ہے۔ پھر عیب جوئی، غیبت، چغلی، غلط بیانی اور بہتان تراشی کی گرم بازاری کے سبب گناہوں کی سیاہی اور اَنانیت اور ضِد کی وجہ سے طرفین کی تباہی کا انتظام ہونے لگتا ہے۔ یقیناً یہ شیطان لعین کے کارنامے ہیں کہ یہ مسلمانوں بالخصوص نیکی کی دعوت دینے والوں کو آپس میں لڑوا کر ان کے مَقصدِ اصلی (مدنی کام) سے توجہ ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ شیطان کے ان فتنوں سے شاید ہی کوئی گھر، ادارہ یا تنظیم محفوظ ہو۔ چنانچہ،

---

1 ......البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۵۵۸۔

شیطان آپس میں لڑواتا ہے:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۴۰ صفحات پر مشتمل رسالے ''**ناچاقیوں کا علاج**'' صفحہ ۵ تا ۶ پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** یاد رکھئے! شیطان مردود مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتا، لڑواتا اور قتل و غارتگری کرواتا ہے، نیز انہیں صلح پر آمادہ ہونے ہی نہیں دیتا۔ بلکہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی نیک دل اسلامی بھائی بیچ میں پڑ کر ان میں صلح کروا بھی دے تب بھی طرح طرح کے وسوسے ڈال کر بھڑکاتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب اس طرح کی صورتحال پیدا ہوتی ہے تو اس وقت لوگ عموماً کسی اہم فرد (خواہ وہ کسی گھر یا قبیلے کا سربراہ ہو یا کسی ادارے یا تنظیم کا بڑا ذمہ دار) کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پھر اس فرد کو فیصلہ کرنے کی اہم ذمہ داری ادا کرنا پڑتی ہے۔ یہ ذمہ داری اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب ایسا معاملہ کسی دینی تنظیم کے ذمہ دار کے ہاں پیش ہوتا ہے کہ اس سے اگر کوئی غلط فیصلہ سرزد ہو گیا تو طرفین میں سے دونوں یا ایک بدظن ہو کر اس ذمہ دار......اور حماقت کی رفاقت ہوئی تو تنظیم...... بلکہ شقاوت کی نحوست بھی ساتھ ہوئی تو دین سے دور ہو کر پھر سے گناہوں بھرے گندے ماحول میں پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا حَکَم (یعنی فیصلہ کرنے والے) کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ فیصلہ کرنے کے لئے ضروری شرعی آداب جانتا ہو، جنہیں پیشِ نظر رکھ کر انتہائی حکمتِ عملی سے فیصلہ کرے۔ چنانچہ، ذیل میں دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۶۴ صفحات پر مشتمل رسالے ''**فیصلہ کرنے کے مدنی پھول**'' سے فیصلہ کرنے کے کچھ آداب بیان کئے جاتے ہیں:

(1) علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں:

دو اسلامی بھائیوں میں کسی قسم کا نزاع واقع ہو تو انہیں چاہئے کہ نزاع کا شرعی حل تلاش کرنے کے لئے علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (پ۵، النساء: ۸۳) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ قرآن وسنت سے مسائل کا حل تلاش کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو اس کے اہل ہیں۔ اور جب حل مل جائے تو "**قِیل و قَال**" نہ کیجئے بلکہ سرِ تسلیم خم کر دیجئے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱)**﴾ (پ۱۸، النور: ۵۱) **ترجمۂ کنزالایمان:** "مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب **اللہ** اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول اُن میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سُنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔" واضح رہے کہ جب قرآنِ عظیم اور سنتِ رسولِ کریم سے جھگڑے کا حل مل جائے تو اسے مان لینا حقیقی مسلمان ہونے کی علامت ہے اور جو لوگ قرآن وسنت کے فیصلوں سے اِنحراف کرتے ہیں ان کے دلوں میں نفاق پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کُفر ونفاق کی تاریک وادیوں میں بھٹکنے والے لوگ کبھی پسند نہیں کرتے کہ ان کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق کیا جائے۔ انہیں یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ اگر قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ ہوا تو یقیناً سچ پر مبنی ہوگا اور حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی اور اس طرح جھوٹ کا پردہ فاش ہونے سے ان کی جگ ہنسائی ہوگی۔

(2) جو اہل ہو وہی فیصلہ کرے:

اگر دو اسلامی بھائیوں کے درمیان کسی بات پر شدید اختلاف پیدا ہوجائے اور انہیں اس کا کوئی حل نظر نہ آتا ہو تو وہ کسی ایسے ذمہ دار اسلامی بھائی کی خدمت میں حاضر ہوں جو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ چنانچہ جس اسلامی بھائی کی خدمت میں فریقین حاضر ہوں، اگر صرف وہی اس جھگڑے کا فیصلہ کرسکتا ہو کسی دوسرے میں صلاحیت ہی نہ ہو کہ انصاف کرے تو اس صورت میں اُس اسلامی بھائی پر واجب ہے کہ وہ ان کے اختلاف کو ختم کرے۔ اور اگر کوئی دوسرا اسلامی بھائی بھی اس قابل ہو مگر یہ زیادہ صلاحیت رکھتا ہے تو اب اس کو قبول کر لینا مستحب ہے اور اگر دوسرے بھی اسی قابلیت کے ہیں تو اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے اور اگر یہ صلاحیت رکھتا ہے مگر دوسرا اس سے بہتر ہے تو اس کو قبول کرنا مکروہ ہے اور یہ شخص اگر خود جانتا ہے کہ یہ کام مجھ سے انجام نہ پاسکے گا تو قبول کرنا حرام ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص درست بات کا فیصلہ کرنے کی اہلیت نہ پاتا ہو تو وہ فریقین کو بتادے کہ وہ اس معاملہ کو کسی اہل (یعنی بڑے ذمہ دار) کے پاس لے جائیں اور اس صورت میں عزت ومرتبہ کے زعم میں خود کو بطورِ

حَکَم پیش کر کے ہرگز ہلاکت میں نہ پڑے اور نہ ہی دل میں ایسی طلب وتمنا رکھے کیونکہ یہ معاملہ ہمارے اندازے سے کہیں بڑھ کر نزاکت کا حامل اور احتیاط کا تقاضا کرنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**مَنْ وَلِیَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ** یعنی جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔''[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''چھری سے ذبح کر دینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے، بغیر چھری مارنے میں جیسے گلا گھونٹ کر، ڈبو کر، جلا کر، کھانا پانی بند کر کے، ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے۔ ایسا قاضی بدن میں موٹا ہو جاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کر لیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی بہت دراز، کیونکہ ایسا قاضی ظلم، رشوت، حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے، رسول ناراض ہیں، فرعون، حجاج، یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں، اس حدیث کی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیل میں جان دینا قبول فرمالیا مگر قضا قبول نہ فرمائی۔''[2]

(3) ''حَکَم'' بننے کی خواہش نہیں کرنی چاہئے:

اگر کوئی اسلامی بھائی خود اس خواہش کا اظہار کرے کہ اسے **حَکَم** (یعنی فیصلہ کرنے والا) بنا دیا جائے تو ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسٰی اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میں اور میری قوم کے دو شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے عرض کی: ''**یَارَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے امیر (لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا) بنا دیجئے۔'' اور دوسرے نے بھی یہی عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہم اُس کو والی نہیں بناتے جو اس کا سوال کرے اور نہ اُسے جو اس کی حرص کرے۔''[3]

ذمہ داری مانگ کر لینے کی صورت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کوشش کی جائے کہ ذمہ داری مانگ کر نہ لی جائے، اگرچہ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ

1 ......ابو داود، کتاب الاقضیة، باب فی طلب القضاء، ج ۳، ص ۴۱۷، حدیث: ۳۵۷۱۔

2 ......مراٰۃ المناجیح، ج ۵، ص ۳۷۷۔

3 ......بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ج ۴، ص ۴۵۶، حدیث: ۷۱۴۹۔

اہلیت ہو اور اس جیسا کوئی نہ ہو جیسا کہ حضرت سیِّدُنا یُوسُف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ذمہ داری مانگ کر لی تھی۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں ہے: ﴿قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآىٕنِ الْاَرْضِۚ-اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ(۵۵)﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۵۵) **ترجمۂ کنز الایمان:** ''یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔''

صدر الافاضل، حضرتِ علامہ مولانا سیِّد محمد نعیمُ الدِّین مُرادآبادِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْهَادِی ''**خزائن العرفان**'' میں اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''احادیث میں طلبِ اِمارت کی ممانعت آئی ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ جب مُلک میں اہل موجود ہوں اور اقامتِ اَحکامِ الٰہی کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو اس وقت اِمارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہل ہو تو اس کو احکامِ الٰہیہ کی اقامت کے لئے اِمارت طلب کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اسی حال میں تھے، آپ رسول تھے، امّت کے مصالح کے عالم تھے، یہ جانتے تھے کہ قحط شدید ہونے والا ہے جس میں خَلق کو راحت و آسائش پہنچانے کی یہی سبیل ہے کہ عنانِ حکومت کو آپ اپنے ہاتھ میں لیں اس لئے آپ نے اِمارت طلب فرمائی۔''

پس جو اسلامی بھائی اچھی طرح کسی معاملے کی نزاکت و حقیقت سے آگاہ ہو نہ اس نے پہلے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہو تو اس سے غلطی کا امکان ہوتا ہے اور اگر وہ اسلامی بھائی اس معاملے کو خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے ذمہ دار بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مسلمانوں کے باہمی امور کا فیصلہ کرنے کا عہدہ مانگا یہاں تک کہ اسے پا لیا پھر اس کا عدل اُس کے ظلم پر غالب رہا (یعنی عدل نے ظلم کرنے سے روکا) تو اُس کے لیے جنت ہے اور جس کا ظلم عدل پر غالب آیا اُس کے لیے جہنم ہے۔''(1)

(4) فریقین میں صلح کرادیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر کبھی دو اسلامی بھائیوں کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو کسی ذمہ

(1) ......ابوداود، کتاب الاقضية، باب في القاضي يخطئ، ج ۳، ص ۴۱۸، حدیث: ۳۵۷۵۔

دار اسلامی بھائی کو کوشش کرنی چاہیے کہ فریقین آپس میں باہمی بات چیت کے ذریعے کسی سود مند نتیجہ پر پہنچ کر صلح کر لیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰى تَفِیۡٓءَ اِلٰۤى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ (پ۲٦، الحجرات: ۹، ۱۰) **ترجمۂ کنز الایمان:** ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔''

صدر الافاضل، حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی ''**خزائن العرفان**'' میں ان آیاتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے، انصار کی مجلس پر گزر ہوا، وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو **عبد اللہ ابنِ اُبَی** منافق نے ناک بند کر لی۔ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن رَواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ حضور کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے، حضور تو تشریف لے گئے، ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی تو سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرا دی۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ **عبد اللہ** بن اُبَی منافق تھا اس کے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی ہوئی جن میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صلح کروادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دو اسلامی بھائیوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو ان میں صلح کرا دینا پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ ہے۔

میاں بیوی میں صُلح کرا دیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر ایسی ناچاقیاں زوجین میں پیدا ہوں کہ جن کا حل وہ آپس میں طے نہ کر سکیں تو

مردکو نہ تو طلاق میں جلد بازی سے کام لینا چاہئے اور نہ ہی عورت کو خلع میں اور انہیں کوشش کرنی چاہئے کہ جھگڑے کے حل کے لئے نہ تو کورٹ کچہری جانا پڑے نہ ہی کسی عام مجلس میں۔ بلکہ اپنے عزیز و اقارب میں سے ایسے دو افراد کا انتخاب کریں کہ جو شریعت کی سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہوں اور ان کے جھگڑے کو خوش اسلوبی سے حل کر کے ان کے درمیان صلح کرادیں۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا(۳۵)﴾ (پ۵، النساء: ۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔'' مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الحَنَّان ''نور العرفان'' میں اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ شوہر اور بیوی میں صلح کرادینا بہترین عبادت ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں میں صلح کرانا بہت اچھا ہے۔''

(5) فریقین سے برابری کا سلوک کیجئے:

جو اہلیت رکھتے ہوئے فیصلہ کرے، عدل و انصاف کے تقاضے ضرور پورے کرے جیسا کہ قرآن پاک کا حکم ہے: ﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ﴾ (پ۵، النساء: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔''

صدر الافاضل، حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الہَادِی تفسیر ''خزائن العرفان'' میں اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''حاکم (اور فیصلہ کرنے والے) کو چاہیے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر کا سلوک کرے: (۱) اپنے پاس آنے کے لیے جیسے ایک کو موقع دے ویسے دوسرے کو بھی دے۔ (۲) نشست (یعنی بیٹھنے کی جگہ) دونوں کو ایک جیسی دے۔ (۳) دونوں کی طرف برابر متوجہ رہے۔ (۴) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ (۵) فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے، جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دلائے۔''

(6) ہر فریق کی بات توجہ سے سنئے:

فیصلہ کرنے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ فریقین میں سے جس طرح ایک کی بات سنی جائے اسی طرح بڑی توجہ

سے دوسرے کی بات بھی سنی جائے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”مجھے حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کی کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ مجھے بھیج تو رہے ہیں مگر میں کم عمر ہوں اور مجھے فیصلہ کرنے کا علم بھی نہیں ہے۔ (لہٰذا اس امر میں میری اِعانت بھی فرمائیے!) تو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا۔ (دھیان رکھنا کہ) جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک دونوں کی بات مکمل نہ سن لو کہ یہ طریقہ کار تمہارے لئے فیصلہ کو واضح کردے گا۔“ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”**فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا اَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ** یعنی اس کے بعد کبھی مجھے کسی فیصلہ میں تردّد نہ ہوا۔“[1]

(7) فیصلہ کرنے میں جلد بازی نہ کیجئے:

فیصلہ کرنے کے آداب میں سے ایک اہم ترین ادب یہ بھی ہے کہ فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ چنانچہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”**اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ** یعنی کسی کام میں توقف کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔“[2]

صحابی رسول کی حکایت:

مروی ہے کہ دو شخص شہر ”کِنْدَہ“ کے ایک دروازے سے داخل ہوئے۔ اس وقت کچھ انصار دائرے کی صورت میں تشریف فرما تھے، جن میں حضرت سیِّدُنا ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک نے انصار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کیا کوئی شخص ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کردے گا؟ تو ایک شخص فوراً بولا ہاں ادھر میرے پاس آؤ۔ تو اس کی یہ بات سن کر سیِّدُنا ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کنکریوں کی

---

1 ......ابوداود، کتاب الاقضية، باب كيف القضاء، ج ۳، ص ۴۲۱، حديث: ۳۵۸۲۔

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في التاني والعجلة، ج ۳، ص ۴۰۷، حديث: ۲۰۱۹۔

مٹھی بھر کر اُسے ماری اور فرمایا: ''مَہْ اِنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ التَّسَرُّعَ اِلَی الْحُکْمِ یعنی ٹھہر جاؤ، فیصلہ میں جلدی نہ کرو کیونکہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فیصلہ میں جلد بازی کو ناپسند فرماتے تھے۔''(1)

(8) خوب تحقیق سے کام لیجئے:

فیصلہ کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے خوب تحقیق کرلے، پھر جو حق ظاہر ہو اسی پر فیصلہ کرے۔ چنانچہ رسولِ اَکرم، شاہ بَنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ ثُمَّ اَخْطَاَ فَلَہٗ اَجْرٌ یعنی جب حاکم اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کرے اور اس میں غلطی کر جائے تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔''(2)

دوست کے قاتل:

ایک شخص اپنے چند دوستوں کے ساتھ کسی سفر پر گیا، اس کے دوست تو واپس لوٹ آئے مگر وہ واپس نہ آیا تو اس کے گھر والوں نے اس کے دوستوں پر الزام لگایا کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ جب معاملہ حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا: ''کیا قتل کا کوئی گواہ ہے؟'' چونکہ قتل کا کوئی گواہ نہ تھا لہٰذا وہ اس معاملے کو امیر المومنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہ میں لے گئے اور ساری بات عرض کر دی کہ سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان سے یہ کہا ہے۔ ان کی ساری باتیں سن کر امیر المومنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے سیِّدُنا قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے طرزِ عمل پر پہلے بطورِ کہاوت یہ شعر پڑھا:

اَوْرَدَھَا سَعْدٌ وَسَعْدٌ مُشْتَمِلٌ

یَاسَعْدُ لَا تُرْوٰی بِھَا ذَاکَ الْاِبِلُ

ترجمہ: ''سعد چادر میں اونٹوں کو کنویں پر لایا اور خود چادر تان کر سو گیا (اے کاش! کوئی سعد کو بتائے کہ) اے سعد! اونٹوں کو اس طرح پانی نہیں پلایا جاتا۔'' اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اور عربی کہاوت کہی: ''اِنَّ اَھْوَنَ

---

(1) ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب کراھیۃ طلب الامارۃ والقضاء۔۔۔ الخ، ج ۱۰، ص ۱۷۳، حدیث: ۲۰۲۵۲۔

(2) ......مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب بیان اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا، ص ۹۴۴، حدیث: ۱۵۔

السَّقْيِ التَّشْرِيْعُ یعنی جانوروں کو پانی پلانا ہو تو سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ انہیں کسی گھاٹ وغیرہ سے پانی پلایا جائے۔'' پھر آپ نے اس شخص کے تمام دوستوں کو جدا جدا کر کے بلایا اور ان سے مختلف سوالات کئے تو ان کے جوابات میں پہلے تو اختلاف پایا گیا اور بالآخر انہوں نے تسلیم کرلیا کہ ہاں واقعی انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فیصلہ فرمایا کہ بطورِ قصاص ان سب کو بھی قتل کر دیا جائے۔[1]

(9) غصے میں فیصلہ نہ کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی سبب سے طبیعت بے چین اور مضطرب ہونے یا غصہ وغیرہ کی کسی بھی ایسی حالت میں فیصلے سے گریز کرنا چاہئے جو حق و ناحق کے درمیان رکاوٹ بن سکتی ہو۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا اَبُوبَکْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ارشاد فرمایا کہ سِجِسْتَان کے قاضی **عُبَیْدُ اللّٰہ** بن اَبِی بَکْرَہ کو مکتوب لکھو کہ کبھی بھی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے **صاحبِ حِلْم وحِکَم، رسول مُحْتَشَم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''**لَا یَحْکُمْ اَحَدٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانُ** کوئی شخص دو بندوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔''[2]

(10) کسی فریق کا حق ضائع نہ ہو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فیصلہ کرتے ہوئے ہمیشہ یاد رکھئے کہ کسی فریق کا حق ضائع نہ ہو۔ ہمیشہ عدل کا دامن تھامے رہیں کہ عدل سے کام لینا جنت میں لے جانے والا اور فیصلہ میں ناانصافی کرنا جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا بُرَیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قاضی (یعنی فیصلہ کرنے والے) تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنتی اور دو دوزخی۔ پس جنتی وہ ہے جو حق پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے اور جو قاضی حق جان لے مگر فیصلہ میں ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور جو جہالت پر (یعنی حق و ناحق کی تحقیق کے بغیر) لوگوں کے فیصلے کرے وہ بھی دوزخی ہے۔''[3]

---

1 ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، باب التثبت فی الحکم، ج ۱۰، ص ۱۷۹، حدیث: ۲۰۲۷۴۔

2 ......مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب کراھۃ قضاء القاضی وھو غضبان، ص ۹۴۵، حدیث: ۱۶۔

3 ......ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب فی القاضی یخطیٔ، ج ۳، ص ۴۱۸، حدیث: ۳۵۷۳۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ روزِ قیامت تمام حاکموں کو لایا جائے گا، ان میں عادل بھی ہوں گے اور ظالم بھی یہاں تک کہ جب وہ سب پل صراط پر کھڑے ہو جائیں گے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''تم میں سے بعض میرے محبوب ہیں۔'' (وہی بحفاظت پل صراط سے گزر پائیں گے) اور جو حاکم اپنے فیصلے میں ظلم کرنے والا، رشوت لینے والا یا مقدمے کے فریقین میں سے کسی ایک کی بات زیادہ توجہ اور دھیان سے سننے والا ہوگا وہ ستر سال تک دوزخ کی گہرائی میں گرتا چلا جائے گا۔ اس کے بعد ایسے حاکم کو لایا جائے گا جس نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مقرر کردہ سزاؤں سے زیادہ کسی کو سزا دی ہوگی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے دریافت فرمائے گا: ''**لِمَ ضَرَبْتَ فَوْقَ مَا اَمَرْتُکَ**؟ تو نے میرے حکم سے زائد کیوں سزا دی؟'' عرض کرے گا: ''**غَضِبْتُ لَکَ** اے باری تعالیٰ! مجھے تیری خاطر غصہ آ گیا تھا۔'' تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''کیا تیرا غصہ میرے غضب سے زیادہ سخت تھا؟'' اس کے بعد ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے حدود کے نفاذ میں کمی کی ہوگی اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے پوچھے گا: ''**لِمَ قَصَّرْتَ**؟ یعنی اے میرے بندے! تو نے سزا میں کمی کیوں کی؟'' عرض کرے گا: ''اے پروردگار! مجھے اس پر رحم آ گیا تھا۔'' تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''کیا تیری رحمت میری رحمت سے بڑھ کر تھی؟''[1]

دارالافتاء سے رجوع کرنے کا مشورہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کچھ معاملات نجی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں اگر آپ کے پاس ایسے پیچیدہ معاملات آئیں جن کا تعلق گھریلو امور، طلاق، جائداد یا کاروبار وغیرہ سے ہو تو ایسی صورت میں ان فریقین کی علمائے اہلسنّت کی طرف راہنمائی فرما دیں کہ یہ ان فیصلوں کی نزاکت اور انداز کو بہتر سمجھتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اِشاعَتِ عِلمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا **عزمِ مُصمّم** رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کے لئے مُتعَدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن کے تحت بہت سے شعبہ جات خدمت دین کے لئے کوشاں ہیں۔ ان میں سے ایک شعبہ ''**دارالافتاء اہلسنت**'' بھی ہے، یہ دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہ تعالٰی پر مشتمل ہے اور اس کا کام مسائل میں عوام الناس کی شرعی راہنمائی کرنا ہے۔

---

1 ......جامع الاحادیث، ج ۹، ص ۲۳۴، حدیث: ۲۸۲۱۷۔

ہاں! اگر آپ کے پاس اسلامی بھائیوں کے آپس کے تنازعات واختلافات کے معاملات آئیں جن کا تعلق تنظیمی امور سے ہو تو حتَّی المقدور طرفین کے موقف سن کر صلح کروادیں بشرطیکہ صلح میں کسی کی ایسی حق تلفی نہ ہو کہ جس کا ادا کرنا ضروری ہو ورنہ اہلیت ہو تو حق بات پر فیصلہ کی ترکیب بنا دیجئے۔

امیرِ اہلسنّت سیرتِ فاروقی کے مظہر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے شیخِ طریقت، امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ بھی عدل وانصاف قائم کرنے میں سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر ہیں، جس طرح سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کے مابین ہونے والے مختلف معاملات میں کئی فیصلے کروائے اسی طرح آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے بھی اسلامی بھائیوں کے درمیان پیدا ہونے والی شکر رنجیوں میں کئی بار فیصلے کرائے ہیں۔

امیر اہلسنت کا فیصلہ کرنے کا انداز:

اس سلسلے میں آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا مبارک انداز یوں دیکھا گیا ہے: ''صلح وفیصلہ سے پہلے آپ دعا کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے فریبِ نفس وشیطان کے خلاف استعانت کرتے ہیں۔ پھر کمالِ ضبط سے فریقین کا موقف سماعت کرتے ہیں۔ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی عادتِ مبارکہ ہے کہ ہرگز کسی ایک کی طرف جھکاؤ اختیار نہیں فرماتے، سامنے کیسا ہی ذمہ دار یا قریبی اسلامی بھائی ہو انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور جو حق ہو اسی پر فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ آپ کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ معاملہ صلح وصفائی سے طے پاجائے چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ دو ۲ فریق آپس میں غم وغصہ لیے بارگاہِ امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ میں حاضر ہوئے اور اپنے اپنے موقف ومدعا پر ضد اور سختی کا مظاہرہ کیا مگر جب امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اپنے دلکش انداز، حکمتِ عملی اور حسنِ تدبیر سے صلح کی برکتیں، غصے اور اس کے سبب پیدا ہونے والے بغض وکینہ وغیرہ کے نقصانات، قطع تعلقی کی نحوستیں، معاف کرنے اور مسلمانوں کے عیب چھپانے کے فضائل، غیبت وتہمت کی تباہ کاریاں اور ان سے بچنے کے طریقے، ظلم پر صبر کے فوائد، آپس کی محبت اور حقوق العباد کی بجا آوری کی ترغیبات ارشاد فرمائیں تو انہیں سن کر فریقین اپنے موقف سے دستبردار ہو کر صلح پر آمادہ ہو گئے اور جذبات وتاثر سے رو رو کر ایک دوسرے سے معافی مانگتے ہوئے گلے مل گئے۔ چنانچہ،

یورپین ممالک کے ایک شہر کے تنظیمی ذمہ دار اسلامی بھائیوں میں شکر رنجیاں چل رہی تھیں۔ صلح کی کوئی مضبوط صورت نہیں بن پاتی تھی اور دعوت اسلامی کا مدنی کام بہت متأثر تھا۔ امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی اس طرف توجہ دلائی گئی تو آپ نے ایک مکتوب دیا۔ چنانچہ مجلسِ بیرونِ ملک کے ایک ذمہ دار اسلامی بھائی وہ مکتوب لے کر باب المدینہ کراچی سے سفر کر کے رجب المرجب سن ۱۴۲۷ ہجری میں مطلوبہ شہر پہنچے۔ اسلامی بھائیوں کو جمع کر کے **"مکتوب عطار"** پڑھ کر سنایا گیا، سن کر سارے بیقرار و اشکبار ہو گئے، رو رو کر ایک دوسرے سے معافیاں مانگ لیں اور سب نے صلح نامہ پر دستخط کر دیئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہاں اب امن ہے، دعوت اسلامی کے مدنی کاموں اور مدنی قافلوں میں ترقی کی اطلاعات ہیں۔ یہ مکتوب آخرت کی یاد دلانے والا، خوف خدا میں تڑپانے والا اور صلح صفائی پر ابھارنے والا ہے۔ مدنی آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دکھیاری امت کے عظیم تر مفاد کی خاطر مجلسِ مکتوبات و تعویذات عطاریہ کی جانب سے اس انقلابی مکتوب عطار کو ضرورتاً ترمیم کے ساتھ **"ناچاقیوں کا علاج"** کے نام سے ایک رسالہ مکتبۃ المدینہ نے پیش کیا ہے۔ جہاں بھی ذاتی ناراضگیوں کے باعث مسلمانوں میں دو ۲ فریق بن گئے ہوں یہ رسالہ پڑھ کر سنا دیا جائے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ خائفین کے جگر پاش پاش ہو جائیں گے اور وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر کر صلح کر لیں گے۔

اس رسالے میں آیات و روایات اور حکایات کی روشنی میں چپقلش اور ذاتی رنجشوں کے نقصانات کا وہ عبرتناک بیان ہے جو کہ نرم دلوں کے لئے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مرہمِ جراحت اور سخت دلوں کے لئے تازیانۂ عبرت ثابت ہو گا۔ جو عبرت حاصل کرے کرے اور جو نہ کرے نہ کرے، نصیب اپنا اپنا۔۔۔! رسالہ "ناچاقیوں کا علاج"، ص ۳ تا ۵ کی چند ابتدائی سطور یہ ہیں:

سگِ مدینہ محمد الیاس عطّار قادِری رضوی عُفِیَ عَنْہ کی طرف سے تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی......(جگہ کا نام حذف کر دیا ہے)......کی مجلس مشاورت کے نگران، اراکین اور ذمہ دار اسلامی بھائیوں کی خدمات میں نفرتیں مٹانے والے اور مَحَبَّتیں پھیلانے والے پیارے پیارے آقا، مکّی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **کے عِمامۂ پُرانوار کے بوسے لیتا ہوا، گیسوئے خمدار کو چومتا ہوا، مدینے کی گلیوں میں گھومتا ہوا، جھومتا ہوا مشکبار سلام! (درودِ پاک کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:)**

''باہمی شکر رنجیوں، بار بار صلح کر لینے کے باوجود ایک دوسرے پر کی جانے والی نکتہ چینیوں کے باعث اٹھنے والے نت نئے فتنوں اور اس کے سبب دین کے عظیم مدنی کاموں کو نقصانوں سے بچانے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے اور ثوابِ آخرت کمانے کیلئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ آپ حضرات کی خدمات میں تحریری حاضری کی سعادت پا رہا ہوں۔ اگر میری مدنی اِلتجاؤں کو حرزِ جان بنالیں گے اور کم از کم ۱۲ ماہ تک ہر مہینے فرداً فرداً یا ذمہ داران کو اکٹھا کر کے اجتماعی طور پر اسی ''مکتوبِ عطّار'' کا مُطالعہ فرمالیں گے تو آپ سب گلزارِ عطّار کے گلہائے مشکبار بن کر اسلامی مُعاشرے کو سدا مہکاتے رہنے میں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کامیابی پاتے رہیں گے۔ اگر میری معروضات کو خاطِر میں نہیں لائیں گے اور غلطی کرنے والے کی تنظیمی ترکیب کے مطابق اِصلاح کرنے کے بجائے بلا مَصلحتِ شرعی ایک دوسرے کو بتاتے پھریں گے اور آپس میں لڑتے لڑاتے رہیں گے تو عداوتوں، کینوں، غیبتوں، چغلیوں، دل آزاریوں، عیب دریوں اور بدگمانیوں وغیرہ وغیرہ ہلاکت سامانیوں کے ذَریعے اپنے آپ کو مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ جہنّم کا حقدار بناتے رہیں گے۔ کاش! پیارے پیارے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے مقدّس قرآن اور سلطانِ دوجہان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاکیزہ فرمان کے فیضان سے کیا جانے والا مجھ سراپا گناہ وعصیان کا ملتجیانہ بیان آپ سب کے قلوب واذہان پر چوٹ لگنے کا باعث بن کر اِصلاح کا سامان ہوجائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میرا سمجھانا رائیگاں نہیں جائے گا۔ پارہ ۲۷، سورۃُ الذریات کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشادِ ربِّ ذُوالمِنَن ہے: ﴿وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۝۵۵﴾
(پ ۲۷، الذریات: ۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب آیئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے اس دلنشین اندازِ بیان کے اختتامی جملے پڑھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس پراثر تحریر کا اسلامی بھائیوں پر کیا اثر ہوا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! برائے کرم! مجھ سگِ مدینہ عُفِیَ عَنْہ کا مان رکھ لیجئے۔ میرا دل نہ توڑیئے، اب غصہ تھوک دیجئے اور سعادتمندی کا ثبوت دیتے ہوئے آپس کے اختلافات ختم کر دیجئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رو رو کر توبہ کیجئے اور ایک دوسرے کی سابقہ لغزشیں معاف کر دیجئے۔ ایک دوسرے سے معافی تلافی

کر لینے کے بعد مہربانی فرما کر نیچے دی ہوئی تحریر کو پڑھ/سن کر اور اچھی طرح سمجھ کر اپنی آخرت کی بہتری کیلئے نیچے دستخط کر کے اس کی copy مجھے ارسال فرما کر مجھ پاپی و بدکار گنہگاروں کے سردار کا دل خوش کر دیجئے۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب اسلامی بھائیوں کو جمع کر کے جب مکتوبِ عطار پڑھ کر سنایا گیا تو انہوں نے باچشم نم اختلافات ختم کر دیئے اور آپس میں صلح کر کے تحریر پر دستخط کر دیئے۔)

سنت کو پھیلایا ہے امیر اہلسنت نے ...... بدعت کو مٹایا ہے امیر اہلسنت نے

ہزاروں گم رہوں کو وعظ اور تحریر سے اپنی ...... رہ جنت دکھایا ہے امیر اہلسنت نے

کرا کر بہت سے کفار اور فجار سے توبہ ...... جہنم سے بچایا ہے امیر اہلسنت نے

ہزاروں عاشقان لندن وپیرس کو دیوانہ ...... مدینے کا بنایا ہے امیر اہلسنت نے

لاکھوں فیشنی چہروں کو داڑھی اور سروں کو بھی ...... عمامے سے سجایا ہے امیر اہلسنت نے

وہ فیضان مدینہ رات دن تقسیم کرتا ہے ...... جسے مرکز بنایا ہے امیر اہلسنت نے

بہت محنت لگن سے اپنے پیارے دین کا ڈنکا ...... دنیا میں بجایا ہے امیر اہلسنت نے

الٰہی پھولتا پھلتا رہے روز حشر تک یہ ...... گلستاں جو لگایا ہے امیر اہلسنت نے

اس ناکارہ عائذ کو خلوص اپنے کی شمع کا ...... پروانہ بنایا ہے امیر اہلسنت نے

یَااللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے پیارے مرشد کریم، شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اور تمام علمائے اہلسنت کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم فرما، مدینہ منورہ میں شہادت کی موت، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں سرکار نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس عطا فرما۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نواں باب

عہدِ فاروقی کا نظامِ احتساب

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے ـــــــــ

- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنے گھر والوں کا اِحتساب کرنا
- ......دعوتِ اسلامی اور فرض علوم کورس
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور بعض مختلف شخصیات کا احتساب
- ......نفس وشیطان کے خلاف جنگ
- ......وقف کے پیسوں میں احتیاط کیجئے۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور بعض بے جا تصرفاتی اُمور کا احتساب
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منسوب غلط استدلالات
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رعایا کی صحت وتندرستی پر خصوصی توجہ
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اپنے نفس کا محاسبہ
- ......روزانہ فکرِ مدینہ کرنے کا اِنعام

عہدِ فاروقی کا نظامِ احتساب
فاروقِ اعظم کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے پیارے نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مختلف صفات قرآن پاک میں بیان فرمائی، جن میں سے نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا سرفہرست ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝۴۱﴾ (پ ۱۷، الحج: ۴۱) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور **اللہ** ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔''

صدرُ الافاضل حضرتِ علامہ مولینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی تفسیر **''خزائن العرفان''** میں فرماتے ہیں: ''اس میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تصرف عطا فرمانے کے بعد ان کی سیرتیں ایسی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے اس میں خلفائے راشدین مہدیین کے عدل اور ان کے تقوٰی و پرہیز گاری کی دلیل ہے جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمکین وحکومت عطا فرمائی اور سیرتِ عادلہ عطا کی۔''

واقعی تاریخ گواہ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ اس آیت مبارکہ میں جن صفات کی پیشن گوئی فرمائی گئی تھی دیگر خلفاء کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اُنہیں بحسن وخوبی انجام دیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ پوری کوشش رہی کہ جن امور سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا ان سے لوگوں کو دور رکھیں، آپ نے برائی کے خلاف اعلان جنگ فرمایا اور اچھے امور پر عمل کرنے میں لوگوں کی ہمت افزائی فرمائی۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا احتسابی امر دوسرے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ آپ اپنے گھر والوں خصوصاً اپنے بیٹوں کا بھی احتساب فرمایا کرتے تھے، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن وسنت کے خلاف اُمور کی پکڑ کے ساتھ ساتھ اُن تمام اُمور کی بھی گرفت فرمائی جن کا تعلق عوامی یا معاشرتی مصلحتوں کے ساتھ تھا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نظامِ احتساب کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

دورِ جاہلیت کی رسم کو ختم فرما دیا:

قدیم دور میں مصر کی تمام تر پیداوار کا دارو مدار دریائے نیل پر تھا اسی لیے مصر اپنی خوشحالی اور زرخیزی کے لئے ہمیشہ ''دریائے نیل'' کا مرہون منت رہا ہے۔ جب دریائے نیل سوکھ جاتا تو دوبارہ اسے رواں دواں کرنے کے لئے کئی صدیوں سے ایک ''بیہودہ رسم'' پر عمل جاری تھا۔ رسم یہ تھی کہ ایک حسین وجمیل دوشیزہ کو خوب صورت لباس اور اعلیٰ زیورات سے آراستہ کر کے دریا کے سپرد کر دیا جاتا اس طرح دریائے نیل دوبارہ جاری ہو جاتا۔ اس رسم کا نام ''**عَرُوْسُ النِّیْل**'' تھا۔ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں جب مصر فتح ہوا تو حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا گیا تو اہل مصر نے حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی اور انہوں نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں اس مسئلے کو پیش کر دیا۔ آپ نے دریا کے نام ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کے سبب دریائے نیل ہمیشہ کے لیے جاری ہو گیا اور اس طرح زمانہ جاہلیت کی رسم کو آپ نے بالکل ختم فرما دیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی تمام غیر شرعی رسموں کی کوئی وقعت واہمیت نہیں ہے، بلکہ ایسی رسموں کو فوراً ختم کر دینا چاہیے، آج کل ہمارے یہاں بھی مختلف معاملات میں جاہلانہ رسموں کا رواج ہے، خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر بالکل فضول اور خلاف شرع رسموں کی ادائیگی کی جاتی ہے، جو یقیناً حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، خود بھی ان سے بچیے اور اپنے گھر والوں کو بھی ان بیہودہ رسموں سے بچایئے نیز سنت کے مطابق اس پیاری پیاری ''سنت نکاح'' کو اپنایئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت دونوں میں بے شمار بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔[2]

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۰، حجۃ اللّٰہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات۔۔۔الخ، المطلب الثالث، ص ۶۱۲۔ تفصیلی واقعے کے لیے ''فیضانِ فاروقِ اعظم'' (جلد اوّل) باب ''کراماتِ فاروقِ اعظم'' صفحہ ۶۳۲ کا مطالعہ کیجئے۔

2 ......شادی بیاہ کی جائز وناجائز رسموں کی تفصیل کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۵۸ صفحات پر مشتمل کتاب ''اسلامی زندگی'' صفحہ ۳۵ کا مطالعہ کیجئے۔

فاروقِ اعظم کا اپنے گھر والوں کا احتساب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب میں ارشاد فرمایا: ''یعنی حاکم جب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق ادا کرتا ہے رعایا اس کے حقوق ادا کرتی ہے اور جب حاکم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق پامال کرنا شروع کر دیتا ہے تو رعایا اُس کے حقوق پامال کرنے لگتی ہے۔''(1)

یہی وجہ ہے کہ آپ اپنا اور اپنے گھر والوں کا سختی سے محاسبہ فرمایا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جانتے تھے کہ پوری رعایا کی نگاہیں حاکم اور اس کے قریبی لوگوں کی طرف ہوتی ہیں، فقط اپنی ذات پر سختی کی جائے اور اپنے گھر والوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے یہ بھی رعایا کے لیے سخت نقصان دہ ہے، نیز قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کوئی ممانعت کا حکم جاری کرنا چاہتے تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے پاس آتے اور فرماتے: ''میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے روک دیا ہے لوگ تم پر اسی طرح نگاہ رکھتے ہیں جس طرح گوشت کھانے والے پرندے گوشت پر، پس اگر تم نے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ بھی کریں گے اور اگر تم دُور رہے تو وہ بھی دُور رہیں گے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی فرد لایا گیا جو میرا قریبی ہے اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو میں اس کو دُگنی (Double) سزا دوں گا۔''(2)

قُرب کے سبب اہلِ خانہ کی سزا بھی دگنی:

حضرت سیِّدُنا سالِم بن عبد **اللہ** بن عمر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب مدینۂ طیبہ کے لوگوں کو کسی امر سے روکنا چاہتے تو انہیں بلا کر ایک جگہ جمع فرما لیتے، پھر ارشاد فرماتے: ''میں نے اپنی ساری رعایا کو فلاں فلاں کام سے منع کر رکھا ہے (اور تم مدینہ منورہ کے لوگ دیگر لوگوں کے لیے معیار ہو جبھی تو) وہ لوگ تمہاری طرف یوں دیکھ رہے ہیں جیسے پرندہ گوشت پر نظریں جما لیتا ہے۔ یاد رکھو! اگر تم کسی بات

---

(1) ......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، انصاف الخصمین۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۲۲۹، حدیث: ۲۰۴۶۱۔

(2) ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۶۸۔

پر عمل کرو گے تو دیگر لوگ بھی تمہیں دیکھ کر اس پر عمل کرنے لگیں گے، اسی طرح تم کسی کام پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو روکو گے تو تمہیں دیکھ کر وہ لوگ بھی رک جائیں گے۔ اور ہاں یاد رکھو! رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس کام سے میں نے سب لوگوں کو روک رکھا ہے اگر تم اس میں مبتلا ہوئے تو تمہیں دوہری سزا ملے گی کیونکہ میرے قرب کی وجہ سے تمہارا مقام بھی اونچا ہے۔"[1]

(1) کنگھی کرنے اور اچھا لباس پہننے پر بیٹے کا احتساب:

حضرت سَیِّدُنا عِکْرِمہ بن خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیٹا آپ کے پاس اس حال میں آیا کہ اس نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور اچھا لباس بھی پہنا ہوا تھا آپ نے اسے ایک درہ مارا۔ آپ کی بیٹی اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مارنے کا سبب پوچھا تو فرمایا: "**رَاَیْتُہٗ قَدْ اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُصَغِّرَھَا اِلَیْہِ** یعنی میں نے دیکھا کہ اسے اس کے نفس نے خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے تو میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو چھوٹا کر دوں۔"[2]

واضح رہے کہ یہ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی باکمال فراست تھی کہ آپ نے اپنے بیٹے کے عمل کو پہچان کر ان کا احتساب فرمایا۔ ورنہ سر میں کنگھی کرنا یا نیا لباس پہننا یا اس جیسے دیگر امور ضروری نہیں کہ عجب پسندی کا سبب ہوں، نیز کسی کو ایسے امور پر عمل کرتا دیکھ کر بدگمانی کا بھی شکار نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ کرنے والا اپنی نیت پر غور کر لے اور اگر ریا کاری کی نیت سے ہے تو یقیناً یہ قابل مذمت ہے اور اگر اچھی نیتوں کے ساتھ ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب کا حق دار ہوگا۔

(2) ایک اونٹ کے سبب بیٹے کا احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آپ کے گھر والے رفاہِ عامہ یعنی عوام الناس اور رِعایا کی فلاح و بہبود و آسانی کے لیے جو تعمیرات کی گئی ہیں اُنہیں استعمال کریں تاکہ لوگوں کے دلوں سے خلیفۂ وقت کی گھر والوں کی طرف داری کا ذہن ختم ہو جائے۔ چنانچہ ایک بار آپ کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اونٹ خرید کر چراہ گاہ میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا جب وہ خوب موٹا تازہ

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب العلم، باب لزوم الجماعۃ، ج ١٠، ص ٢٩٨، حدیث: ٢٠٨٧٩۔

[2] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب الکبر، ج ١٠، ص ٣٢٣، حدیث: ١٩٧١٧۔

ہو گیا تو اسے بازار بھیج دیا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کو بیچ کر اصل قیمت انہیں لوٹا دی اور اضافی قیمت بیت المال میں جمع کروادی۔[1]

(3) تجارت میں بیٹے کی رعایت پر احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ مقامِ ''جلولاء'' میں ایک معرکہ پیش آیا میں بھی اس میں حاضر ہوا اور چالیس ہزار درہم میں مالِ غنیمت خریدا اور جب وہاں سے لوٹ کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر میں جہنم میں ڈالا جاؤں تو اس کے عذاب سے بچانے کے لیے تم کیا فدیہ دو گے؟'' میں نے عرض کی: ''کوئی بھی چیز جو آپ کے لیے باعث تکلیف ہو میں اس سے بچانے کے لیے سب کچھ فدیہ دینے کو تیار ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''گویا کہ میں مقام جلولاء میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا جب وہ تم سے خرید وفروخت کر رہے تھے تو کہہ رہے تھے: **عبد اللّٰہ** بن عمر صحابی رسول ہیں، امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں، ان کے چہیتے ہیں اور اے **عبد اللّٰہ**! تم واقعی میں ایسے ہی ہو۔ پس تمہیں مہنگا دینے کے بجائے انہیں یہ اچھا لگا کہ وہ تمہیں مال سستا دیں، میں تقسیم کرنے والا ذمہ دار ہوں۔ ایک قریشی تاجر جتنا نفع پاتا ہے میں تم کو اس سے زیادہ دیتا ہوں۔ تمہارے لیے ایک درہم پر ایک درہم (یعنی دوگنا) نفع ہے۔'' پھر آپ نے تاجروں کو بلایا اور انہوں نے اس کو چار لاکھ درہم میں خرید لیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس میں سے 80000 اَسّی ہزار درہم مجھے دے دیے اور بقیہ دراہم حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیج دیے تاکہ وہ اس رقم کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں۔[2]

(4) تجارت میں نفع پر دو بیٹوں کا احتساب:

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو ۲ بیٹے یعنی حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا **عُبَید اللّٰہ** بن عمر

---

1 ......سنن کبری، کتاب احیاء الموات، باب ماجاء فی الحمی، ج ٦، ص ۲۴۳، حدیث: ۱۱۸۱۱ ملخصاً۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب التاریخ، فی اسر القادسیۃ وجلولاء، ج ۸، ص ۱۸، حدیث: ۳۷۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک لشکر کے ساتھ عراق کی مہم پر نکلے، جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا اور بصرہ کے گورنر حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کا استقبال کرتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ پھر کہا: ''لَوْ اَقْدِرُ لَکُمَا عَلٰی اَمْرٍ اَنْفَعُکُمَا بِهِ لَفَعَلْتُ یعنی اگر میں کسی طرح آپ دونوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکا تو ضرور پہنچاؤں گا۔'' پھر کہنے لگے: ''یہاں میرے پاس صدقے کی کچھ رقم ہے اور میں اسے امیر المؤمنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، میں یہ آپ دونوں کو بطورِ قرض دے رہا ہوں تاکہ آپ دونوں عراق سے کچھ سامان وغیرہ خرید کر اسے مدینہ منورہ میں بیچ کر اصل رقم امیر المؤمنین کو دے دینا اور نفع آپ لوگ رکھ لینا۔'' چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اس معاملے کی تفصیل کا ایک مکتوب بھی روانہ کر دیا۔ جب یہ دونوں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''اَکُلَّ الْجَیْشِ اَسْلَفَهُ کَمَا اَسْلَفَکُمَا؟ یعنی کیا جس طرح تم دونوں کو ابوموسیٰ اشعری نے قرض دیا ہے اسی طرح لشکر کے دیگر مجاہدین کو بھی دیا تھا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''نہیں۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اَدِّیَا الْمَالَ وَ رِبْحَهُ یعنی رقم اور اس کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا نفع دونوں واپس کرو۔'' چنانچہ سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تو خاموش رہے، لیکن سیِّدُ نا **عبید اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! اگر رقم ضائع ہو جاتی یا اس میں کچھ کمی ہو جاتی تو ہم ہی اس کے ضامن ہوتے۔'' لیکن سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہی مطالبہ فرماتے رہے۔ بہرحال دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مداخلت کے سبب آپ نے اصل رقم اور آدھا نفع لے لیا اور آدھا نفع حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا **عُبید اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لیا۔[1]

(5) وظیفہ دینے میں بیٹے کو تنبیہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وظائف تقسیم کرنے میں سابق الاسلام صفت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے تھے، چنانچہ آپ نے حضرت سیِّدُ نا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وظیفہ چار ہزار مقرر کیا اور حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تین ہزار۔ انہوں نے عرض کیا: ''یَا اَبَةِ فَرَضْتَ

---

[1] ......سنن کبریٰ، کتاب القراض، ج۶، ص۱۸۳، حدیث: ۱۱۶۰۵ ملتقطاً۔

لِاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَرْبَعَةَ آلَافٍ وَفَرَضْتَ لِي ثَلَاثَةَ آلَافٍ؟ فَمَا كَانَ لِاَبِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَكُنْ لَكَ، وَمَا كَانَ لَهُ مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَكُنْ لِي یعنی اے ابا جان! آپ نے حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو چار ہزار اور مجھے تین ہزار درہم کیوں عطا فرمائے؟ ان کے والد صاحب میں وہ کون سی خوبی ہے جو آپ میں نہیں؟ اور حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ میں وہ کون سی خوبی ہے جو مجھ میں نہیں؟'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنَّ اَبَاهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيكَ وَهُوَ كَانَ اَحَبَّ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ مِنْكَ** سنو! ان کے والد تمہارے والد کے مقابلے میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ محبوب تھے اور خود اُسامہ بن زید بھی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔''[1]

واضح رہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فرمان **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُقرَّبین صحابہ کی عزت وعظمت اجاگر کرنے کے لیے تھا ورنہ اُمَّتِ مُسلِمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے افضل سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے بعد سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔

(6) بیٹے سے بیت المال کے مال کی واپسی کا مطالبہ:

حضرت سیِّدُنا عاصم بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے بلایا، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد میں تشریف فرما ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد مجھے ارشاد فرمایا: ''جب تک میں بیت المال کا نگران نہیں تھا تب تک مجھے اس میں سے صرف جائز طریقے سے کچھ مال لینا حلال تھا، لیکن جب سے میں اس کا نگران بنایا گیا ہوں اب مجھ پر اس سے مال لینا حرام ہوگیا ہے، لہٰذا پہلے جو مال بھی میں تمہیں دے چکا ہوں اسے تم واپس کردو، میں نے تم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ کیا ہے، اب میں مزید تم پر خرچ نہیں کرسکتا، جو میں نے تمہیں پھل دیے تھے انہیں بیچ کر قیمت لے لو اور تاجروں کے ساتھ مل کر اس سے تجارت کرو، جو نفع حاصل ہو اسے اپنے اوپر بھی خرچ کرو اور اپنے گھر والوں پر بھی خرچ

[1] ......مسند بزار، مسند عمر بن الخطاب، اسلم مولی عمر عن عمر، ج ۱، ص ۴۰۹، حدیث: ۲۸۶ ملتقطاً۔

کرو۔''پس میں چلا گیا اور میں نے ویسا ہی کیا۔[1]

(7) بغیر طلب کے مال لینے پر بیٹے کا محاسبہ:

حضرت سیِّدُنا مُعَیقِب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا، میں جیسے ہی پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا عاصم بِن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلا رہے تھے۔ سیِّدُنا عاصم بِن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے فرمایا: ''**اَتَدْرِيْ مَا صَنَعَ هٰذَا** یعنی کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کیا ہے؟'' پھر خود ہی ارشاد فرمانے لگے کہ: ''یہ عراق گیا تو وہاں کے لوگوں کو اِس نے یہ بتایا کہ میں امیر المؤمنین کا بیٹا ہوں۔ اُن سے خرچہ مانگا، انہوں نے محض امیر المؤمنین کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے برتن، چاندی، مختلف سامان اور زیور سے آراستہ تلوار بھی دی ہے۔'' سیِّدُنا عاصم بِن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی صفائی میں عرض کیا: ''**مَا فَعَلْتُ اِنَّمَا قَدِمْتُ عَلٰى اُنَاسٍ مِنْ قَوْمِيْ فَاَعْطَوْنِيْ هٰذَا** یعنی میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں تو ان کے پاس گیا اور انہوں نے بغیر طلب کے مجھے یہ مال دے دیا۔'' پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے حکم دیا: ''**خُذْهُ يَا مُعَيْقِبُ فَاجْعَلْهُ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ** یعنی اے مُعَیقِب! یہ سارا مال بیت المال میں جمع کرا دو۔'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔[2]

(8) فاروقِ اعظم کی زوجہ اور خوشبو کا وزن:

اک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر آیا، آپ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی بہترین وزن کرنے والی عورت مل جائے جو اس کا صحیح وزن کر دے اور میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنا عاتکہ بِنْتِ زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کیا: ''میں بھی بہت اچھا وزن کر لیتی ہوں، آپ مجھے دیجئے میں وزن کر دیتی ہوں۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع فرما دیا، جب اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: ''**اِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تَاْخُذِيْهِ فَتَجْعَلِيْنَهُ هٰكَذَا اَدْخَلَ**

---

1 ......الموسوعة لابن ابی الدنیا، الورع، باب فی الورعین، ج ۱، ص ۱۱۳، الرقم: ۱۸۸۔

2 ......تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۱، ص ۷۰۰ ملتقطا۔

اَصَابِعُهُ فِيْ صَدْغَيْهِ وَتَمْسَحِيْنَ بِهٖ عُنُقَکَ فَاُصِيْبُ فَضْلًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ یعنی مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب تم اس کا وزن کرو گی تو یہ کستوری و عنبر تمہارے ہاتھ پر بھی لگ جائے گا اور تم اسے اپنے سر اور گردن پر ملو گی تو اس طرح مجھے مسلمانوں کے حصے سے زیادہ مل جائے گا۔‘‘[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ہے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بے مثال تقویٰ اور دینی امور میں سخت احتیاط کی روشن مثال کہ اپنی زوجہ کو خوشبو تقسیم کرنے کی ذمہ داری محض اس ڈر سے نہ دی کہ کہیں ہاتھ میں لگی ہوئی خوشبو وہ اپنے سر یا گردن وغیرہ پر نہ مل لے اور مسلمانوں کا مال ہمارے تصرف میں نہ آجائے، فقط شبہے کی بنیاد پر ایسی احتیاط صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کو ہی حاصل ہوتی ہے جو بھلائیوں میں سبقت اور حلال وحرام میں تمیز کرنے والے ہوتے ہیں۔ مگر افسوس! ایک ہم لوگ ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز بالکل ختم ہوچکی ہے، اپنی روزی کو پاک صاف کرنے کی کوئی فکر نہیں، ہمیں اس بات کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کہ آج اگر ہم اپنی اولاد کو حلال روزی کھلائیں گے، حرام سے بچائیں گے تو ہی یہ اولاد نیک اور صالح بنے گی، ہماری آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بنے گی، بصورت دیگر ہوسکتا ہے ہماری آخرت کو برباد کرنے کا سبب بن جائے۔

دعوت اسلامی اور ’’فرض علوم کورس‘‘:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل معاشرے میں جو حلال وحرام کی تمیز اٹھتی جارہی ہے اس کا ایک بنیادی سبب علم دین سے دُوری بھی ہے، یاد رکھیے! جب مسلمان بالغ ہوجاتا ہے تو بہت سے اَحکامِ شَرعِیَّہ سے اس کا تعلق جُڑ جاتا ہے ان تمام کا سیکھنا اس کے لیے ضروری ہے، مثلاً بالغ ہوتے ہی پاکی ناپاکی اور طہارت کے مسائل اور نماز، روزے کے احکام سیکھنا فرض ہے، جس پر حج فرض ہوچکا اس کے لیے حج کے احکام سیکھنا، جس پر زکوٰۃ فرض ہوچکی ہے اس پر زکوۃ کے احکام سیکھنا فرض ہے۔ شادی شدہ شخص یا جس کا نکاح عنقریب ہونے والا ہے اسے نکاح، طلاق وغیرہ کے احکام سیکھنا ضروری ہے، الغرض جو شخص جس شعبے سے تعلق رکھتا ہے اس پر اس کے اَحکامِ شَرعِیَّہ سیکھنا بہت ضروری ہے۔ وہ تمام علوم جن کا سیکھنا ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے انہیں **’’فرض علوم‘‘** کہا جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغ

---

[1] ......الزھد للامام احمد، زھد عمر بن الخطاب، ص ۱۴۷، حدیث: ۶۲۳۔

قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے تحت ۶۳ روزہ **''تربیتی کورس''** کروایا جاتا ہے جس میں فرض علوم بھی سکھائے جاتے ہیں، نیز انہی فرض علوم کو دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ نے ۴۵ بیانات پر مشتمل 6 DVD'S (ویڈیو بیانات) اور 4GB میموری کارڈ (آڈیو بیانات) بنام **''فیضان فرض علوم کورس''** کی صورت میں بھی جاری کیا ہے۔تمام اسلامی بھائی مکتبۃ المدینہ سے اسے حاصل فرمائیں، خود بھی سنیں، اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور دوست احباب سب کو سنائیں اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کریں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت کی بے شمار بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔

علم کی روشنی، قبر چمکائے گی
سیکھنے فرض علوم قافلے میں چلو
سیکھنے سنّتیں قافلے میں چلو
لُوٹنے رَحمتیں قافلے میں چلو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(9) عوامی تحفے پر گھر والوں کا احتساب:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنَا عاتِکہ بِنتِ زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو تقریباً ڈیڑھ گز کا قالین بطور تحفہ بھیجا۔ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ دیکھی تو فرمایا: **''اَنّٰی لَکِ هٰذِهٖ''** یعنی یہ قالین تمہارے پاس کہاں سے آیا؟'' عرض کیا: **''نَعَمْ اَهْدَاهَا اِلَيَّ اَبُوْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِيُّ''** یعنی یہ مجھے ابوموسیٰ اشعری نے تحفہ دیا ہے۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ چٹائی لے کر ان کے سر پر اتنی زور سے ماری کہ ان کا سر ہل گیا۔ پھر آپ نے سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ انہیں پیدل لایا جائے۔ انہیں پیدل لایا گیا۔ آتے ہی انہوں نے عرض کیا کہ ''اے امیر المؤمنین! میرے معاملے میں جلدی نہ کیجئے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: **''مَا يَحْمِلُكَ عَلٰی اَنْ تَهْدِيَ لِنِسَائِيْ''** یعنی تمہیں کس چیز نے

ابھارا کہ تم ہماری زوجہ کو ہدیہ دو؟'' پھر آپ نے وہ قالین ان کے سر پر زور سے مارا اور ارشاد فرمایا: ''**خُذْهَا فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهَا** یعنی لے جاؤ اسے ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''(1)

(10) زوجہ کو دخل اندازی کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عورتوں کو ملکی معاملات میں دخل اندازی سے سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے اپنے ایک عامل کو معزول کر کے مختلف سزائیں دیں اور انہیں طویل عرصے تک معزول کیے رکھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! آپ اس عامل پر کیوں اتنا سخت ناراض ہیں؟'' فرمایا: ''**يَا عَدُوَّةَ اللّٰهِ وَفِيْمَ اَنْتِ وَهٰذَا وَمَتٰى كُنْتِ تَدْخُلِيْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ** یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دشمن! تجھے اس سے کیا مطلب؟ تم عورتیں کب سے میرے اور مسلمانوں کے مابین دخل اندازی کرنے لگیں؟'' (یعنی تم اپنے کام سے کام رکھو، دخل اندازی کی کوشش نہ کرو۔) ایک روایت میں ہے فرمایا: ''**لَا تَعْرِضِيْ فِيْمَا لَيْسَ مِنْ شَانِكَ** یعنی جس چیز کا تم سے تعلق نہیں اس میں دخل اندازی مت کرو۔''(2)

(11) زوجہ کا تحفہ بیت المال میں جمع کروادیا:

بادشاہِ روم نے جب جنگ بندی کا اعلان کیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے قاصدوں کے ذریعے ایک مکتوب بادشاہ کو بھیجا، ساتھ ہی آپ کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ملکۂ روم کی زوجہ کے لیے خوشبو، پینے کے برتن اور کچھ زیورات بطور ہدیہ بھیجے۔ چنانچہ بادشاہ نے وہ عطیات اپنی ملکہ کو دے دیے اور پھر اس نے بھی ایک مکتوب روانہ کیا اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ کے لیے ایک قیمتی ہار بطور تحفہ بھیجا۔ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس قاصد لے کر پہنچا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس ہار کے متعلق مشورہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ کا حق ہے، کیونکہ ان کے ہدیے کے بدلے میں یہ ہدیہ آیا ہے، ملکہ روم کوئی ذِمِّیہ عورت نہیں ہے کہ ہدیہ بھیج کر آپ سے کچھ اس کی ذاتی غرض ہو اور نہ وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مملوکہ ہے کہ اس نے

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۳۲۶، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۴۔

2 ......تاریخ مدینۂ منورہ، ج ۲، ص ۸۱۸، انساب الاشراف، عمر بن الخطاب، ج ۱۰، ص ۳۲۰۔

آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تحفہ بھیجا ہو، لہٰذا اس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔'' مگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لٰكِنِ الرَّسُوْلَ رَسُوْلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْبَرِيْدُ بَرِيْدُهُمْ، وَالْمُسْلِمُوْنَ عَظَمُوْهَا فِيْ صَدْرِهَا** یعنی آپ لوگوں کی بات اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن یہ قاصد تو تمام مسلمانوں کا قاصد تھا اور یہ انہی کا مکتوب لے کر گیا تھا اور مسلمان اس بات کو اپنے دلوں میں بہت بڑا سمجھیں گے۔'' (یعنی ناپسند کریں گے۔) پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دے دیا اور اپنی زوجہ کو ان کی خرچ کی ہوئی رقم کے عوض اتنی ہی رقم عطا فرمادی۔ [1]

(12) اچھی چادر اپنی زوجہ کو نہ دی:

حضرت سیِّدُنا ثَعْلَبَہ بِن اَبِی مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں، ایک بہت اچھی چادر بچ گئی تو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا: ''حضور! یہ چادر آپ اپنی زوجہ اُمِّ کلثوم بنتِ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دے دیں۔'' تو اِرشاد فرمایا: ''**اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ بِهٖ وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تُزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ** یعنی اُمِّ سَلِیط اس کی زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ وہ اُن انصاری خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کی تھی اور ان کو یہ مرتبہ بھی حاصل ہے کہ وہ غزوہ احد کے موقع پر ہمارے لیے پانی کے مشکیزے لایا کرتی تھیں۔'' [2]

(13) فاروقِ اعظم کا اپنی سگی بیٹی کا احتساب:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس کچھ مال آیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیٹی، اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ بنتِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''**يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقُّ اَقْرِبَائِكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ قَدْ اَوْصَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالْاَقْرَبِيْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ** یعنی اے امیر المؤمنین! اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس مال میں سے رشتہ داروں کو بھی دینے کا حکم ارشاد فرمایا

---

1 ......الکامل فی التاریخ، ذکر فتح قبرس، ج ۲، ص ۴۸۸۔

2 ......بخاری، کتاب المغازی، ذکر ام سلیط، ج ۳، ص ۱۴، حدیث: ۴۰۷۱۔

ہے۔'' یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''یَا بِنْتَہُ حَقُّ اَقْرِبَائِیْ فِیْ مَالِیْ وَاَمَّا ھٰذَا فَفِیْ سَدَدِ الْمُسْلِمِیْنَ غَشَشْتِ اَبَاکَ وَنَصَحْتِ اَقْرِبَاءَکَ قُوْمِیْ یعنی اے بیٹی! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ میرا مال نہیں بلکہ مسلمانوں کا مال ہے، تم اپنے باپ کو غلط فہمی میں ڈال رہی ہو اور اپنے رشتہ داروں کی خیر خواہ بن رہی ہو۔ اٹھو اور یہاں سے چلی جاؤ۔''[1]

(14) فاروقِ اعظم کا اپنے داماد کا احتساب:

حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں آپ کے داماد آئے اور بیت المال سے کچھ مال کا مطالبہ کیا، آپ نے ارشاد فرمایا: ''اَرَدْتَّ اَنْ اَلْقَی اللہَ مَلِکاً خَائِناً؟ یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ میں رب عَزَّوَجَلَّ سے خائن بادشاہ کی حیثیت سے ملاقات کروں۔'' بعد ازاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ذاتی مال میں سے انہیں دس ہزار درہم عطا فرمائے۔[2]

ذمہ داران کے لیے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی ذات کے احتساب کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کا بھی سختی کے ساتھ احتساب فرمایا کرتے تھے، آپ کا یہ فعل احتیاط پر مبنی تھا کہ بعض اوقات جائز کاموں سے بھی اپنی اولاد کو روکتے تھے تاکہ دیگر لوگوں کے لیے اعتراض کا دروازہ بند ہو جائے۔ واقعی حکمرانوں بلکہ ہر صاحب منصب یا وہ ذمہ دار شخص جس کے تحت چند اسلامی بھائی ہوں اس معاملے میں اسے احتیاط کرنی چاہیے کہ ماتحت لوگوں کی اس کی ذات پر کڑی نظر ہوتی ہے، اگر اس کی ذات میں کوئی چھوٹی سے بھی خامی ہوگی تو اس کے ماتحت لوگوں کے لیے تنفُّر کا باعث ہوگی۔ اگر وہ اپنی ذات، گھر والوں کے ساتھ بھی دیگر معاملات میں وہی رویہ رکھے گا جو دیگر لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے تو اس کی رعایا یا اس کے ماتحت لوگ اس کے کردار میں شک نہ کریں گے بلکہ قلبی طور پر مُطْمَئِن رہیں گے۔ اگر وہ اپنی ذات، اپنے گھر والوں، اپنے مُتَعَلِّقِیْن اور مُحِبِّیْن کی ذات کو عملی طور پر نکھار کر دیگر لوگوں

1 ......الزھد للامام احمد، زھد عمر بن الخطاب، ص ۱۴۴، الرقم: ۶۰۴۔

2 ......تھذیب الآثار، ج ۱، ص ۱۶۹، تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۳۳۱۔

کے سامنے پیش کرے گا تو ان کے قلبی وساوس دور ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں بھی عمل کا جذبہ بیدار ہوگا، اور یہ بات **اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْس** (سورج سے زیادہ روشن) ہے کہ جب کوئی شخص خود عمل کرکے کسی کو کوئی بات کہتا ہے تو اس کے قول میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ پیارے اسلامی بھائیو! عمل کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجائیے، دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماعات میں شرکت فرمائیے، روزانہ فکر مدینہ کیجئے اور ہر ماہ جدول کے مطابق مدنی قافلے میں سفر کیجئے اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے بچنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔ ہر اسلامی بھائی اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ **''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔''** اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ

الله کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوت اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بعض مختلف شخصیات کا احتساب

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا احتسابی عمل ہر خاص وعام کے ساتھ تھا، آپ کسی کی بھی رعایت نہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے کی سب سے بہترین مثال آپ کا اپنی خلافت کے عہدے داران کو معزول کرنا ہے کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کا بھی احتساب فرمایا، انہیں معزول کیا تاکہ لوگوں پر یہ بات واضح ہوجائے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا احتسابی عمل سب کے ساتھ یکساں ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسفیان کا اِحتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے آپ کو حضرت سیِّدُنا ابُوسُفیان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارے گھروں سے نکلنے والے پانی کی نالیوں کو بند کردیا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه وہاں آئے تو فرمایا: ''اس پتھر کو اکھاڑو۔'' انہوں نے اکھاڑ دیا۔ پھر فرمایا: ''اسے بھی اکھاڑو۔'' انہوں نے اکھاڑ دیا۔ آپ فرماتے رہے وہ اکھاڑتے رہے یہاں تک کہ کئی پتھر اکھاڑ

ڈالے۔سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ دیکھ کر فرمانے لگے:''شکر ہے اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جس نے عمر کو ایسا بنایا کہ ابو سفیان کو مکہ میں حکم دے اور وہ عمر کی اطاعت کرے۔''(1)

مسلمانوں کو تکالیف سے بچائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً سیِّدُ نا اَبُوسُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پتھر اپنے کسی ذاتی مفاد کے لیے رکھے ہوں گے لیکن وہ دیگر لوگوں کی اَذِیَّت کا باعِث بن رہے تھے اس لیے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ پتھر ہٹوا دیے۔معلوم ہوا کہ کوئی بھی ایسا کام کرنا جو عوام الناس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہو اس سے بچنا چاہیے، آج کل لوگ عوامی راستوں کو بند کر دیتے ہیں اور ان پر اپنا کوئی نہ کوئی کام شروع کر دیتے ہیں یقیناً یہ عمل مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلا کرنے والا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے لہٰذا ایسے ہر کام سے بچنا چاہیے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہو۔خصوصاً وہ لوگ جن کا معاشرے میں ایک خاص مقام ہے انہیں تو زیادہ احتیاط کی حاجت ہے کہ ایسے افراد کا عمل دیگر لوگوں کے لیے دلیل بنتا ہے۔نیز اگر وہ ایسے کام کریں گے تو ان کی شخصیت متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ دینی و نیوی نقصان بھی زیادہ ہوگا۔جیسا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کام سے منع فرمایا کہ وہ ایک مُقتَدَر شخصیت تھے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین

فاروقِ اعظم کا سیِّدُنا جارُود کا اِحتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مُعَزَّز لوگوں کے دلوں کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا کرتے تھے تا کہ ان کے دل غرور و تکبر سے پاک رہیں۔چنانچہ ایک مرتبہ آپ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ کے پاس آپ کا درہ بھی تھا۔اتنے میں حضرت سیِّدُ نا جارُود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک شخص نے کہا:''یہ قبیلہ رَبِیعہ کے سردار ہیں۔''اس بات کو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں اور خود سیِّدُ نا جارُود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی سنا۔جب وہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قریب پہنچے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک درہ لگایا۔انہوں نے عرض کیا:''مَالِيْ وَلَکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی

1 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، الجزء: ۱۲، ج۶، ص۲۹۶، حدیث: ۳۶۰۱۲۔

اے امیر المؤمنین! ایسی کیا بات ہوگئی ہے کہ آپ نے مجھے اس طرح ایک درہ لگایا؟'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جو بات ہے وہ تو تم نے یقیناً سن لی ہے۔'' عرض کیا: ''میں نے تو اس کے منہ سے فقط وہی بات سنی ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: **''خَشِيْتُ اَنْ يُخَالِطَ قَلْبَكَ مِنْهَا شَيْءٌ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُطَاطِئَ مِنْكَ** یعنی مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی (غرور یا تکبر جیسی) شے شامل نہ ہوجائے تو میں نے چاہا کہ اسے پہلے ہی دور کردوں۔''(1)

جہاں تعارف کی حاجت ہو وہیں کروائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت سے یہ درس ملتا ہے کہ کسی بھی صاحبِ منصب کے مَنصب کا صرف وہیں تعارف کروانا چاہیے جہاں اس کی حاجت ہو، یا وہاں کروایا جائے جہاں تعارف کے بغیر وہ فائدہ حاصل نہ ہو جو تعارف کے ذریعے ہوگا، بلا وجہ ہر جگہ کسی کے منصب کو بیان کرنا بعض اوقات دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ اس صاحبِ منصب کو بھی آزمائش میں ڈال سکتا ہے، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو فقط رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے عزت ومرتبے کا طلبگار رہو۔ اپنے مقام ومرتبے کو کیش کروانے کے بجائے خیر خواہی کے جذبے کے تحت اپنی ذمہ داری کو بطریقِ احسن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے پورا کیجئے اور آخرت کا سامان کیجئے۔

سیِّدُنا اُبَی بن کعب کا اِحتساب:

حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن مجید فرقان حمید کے بڑے قاری تھے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ جب مسجد سے نکلتے تو آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم لگ جاتا اور لوگ اکتسابِ فیض کرتے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے ارشاد فرمایا: **''اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعُ فِتْنَةٌ لِلْمَتْبُوْعِ مَذِلَّةٌ لِلتَّابِعِ؟** یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں یہ عمل (یعنی لوگوں کا تمہارے گرد اکٹھا ہوجانا) تمہارے لیے باعث فتنہ اور پیروی کرنے والوں کے لیے گمراہی کا سبب بن سکتا ہے؟''(2)

---

1 ......موسوعہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، ذم المداحین، ج ۷، ص ۳۲۸، الرقم: ۶۰۵، تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۱، ص ۶۹۰۔

2 ......تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۱، ص ۶۹۱ ملتقطاً۔

نفس و شیطان کے خلاف جنگ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اس طرح تنبیہ فرمانا بہت بڑی حکمت عملی پر مبنی تھا کہ جس شخص کے گرد مُریدین، مُعتَقِدِین، مُحِبِّین و مُتَعَلِّقِین کا حلقہ بن جائے تو عموماً شیطان بھی اس کو گمراہ کرنے میں زیادہ زور صرف کرتا ہے، کیونکہ اسے یہ بات معلوم ہے کہ اس کے مُتَّبِعِین بہت زیادہ ہیں اگر میں صرف اس ایک شخص کو گمراہی کے راستے پر دھکیل دوں تو بقیہ سب خود بخود گمراہی کے اندھے کنویں میں جا گریں گے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس مبارک تنبیہ میں ایسے تمام ذمہ داران کے لیے عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں جن کا کئی لوگوں سے بلاواسطہ تعلق ہے، جن کے گرد لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، لوگ جن کے ہاتھ چومتے ہیں ایسے تمام لوگ شیطان کے گمراہ کن ہتھکنڈوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطانی وار ہم پر کامیاب ہو جائیں اور دنیا و آخرت میں تباہی و بربادی ہمارا مقدر بن جائے۔ نفس و شیطان کے خلاف جنگ پر کمربستہ ہونے کے لیے دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماعات میں شرکت کیجئے، مدنی مذاکروں میں شرکت کیجئے، مدنی انعامات پر عمل کیجئے، ہر ماہ جدول کے مطابق مدنی قافلے میں سفر کو اپنا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور نفس و شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کا مدنی ذہن بنے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

شیطان　کے　خلاف،　جنگ　جاری　رہے　گی
نفس　کے　خلاف،　جنگ　جاری　رہے　گی
غیبت　کے　خلاف　جنگ،　جاری　رہے　گی
مجبتوں　کے　چور،　چغل　خور　چغل　خور

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشعَرِی کا اِحتِساب:

حضرت سیِّدُنا ہِشام بِن حَسَّان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال کو صاف کیا تو اس میں سے ایک درہم نکلا۔ اس وقت سامنے سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایک بیٹے کا گزر ہوا تو آپ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ ایک درہم دیکھا تو اس سے پوچھا کہ ''یہ کہاں سے آیا ہے؟'' اس نے بتایا کہ ''مجھے یہ حضرت سیِّدُنا اَبُو مُوسٰی اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیا ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا ابُومُوسٰی اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''**اَمَا کَانَ لَکَ فِی الْمَدِیْنَۃِ اَھْلُ بَیْتٍ اَھْوَنُ عَلَیْکَ مِنْ آلِ عُمَرَ اَرَدْتَّ اَنْ لَا تَبْقِیَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا طَالَبْنَا بِمَظْلِمَۃٍ فِیْ ھٰذَا الدِّرْھَمِ** یعنی کیا تمہیں مدینہ منورہ میں عمر کے بیٹے کے سوا کوئی نظر نہیں آیا، تم یہ چاہتے ہو کہ اُمت محمدیہ کا ہر شخص اُس درہم کے بدلے مجھ سے ظلم کا مطالبہ کرے۔'' پھر آپ نے وہ ایک درہم بیت المال میں ڈال دیا۔[1]

وقف کے پیسوں میں احتیاط کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تقویٰ و پرہیزگاری مرحبا! بیت المال کا ایک درہم بھی اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا گوارا نہ فرمایا۔ واضح رہے کہ سرکاری خزانے یعنی ''بیت المال'' کا پیسہ وقف کا پیسہ ہوتا ہے جسے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور قاضی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عرف کے مطابق جس ضرورت مند پر چاہے اسے خرچ کرے۔ وقف کے پیسوں میں نہایت ہی احتیاط کی حاجت ہے۔ مذہبی و فلاحی کام اکثر چندے ہی سے چلتے ہیں، جوں توں کر کے چندہ تو کر ہی لیا جاتا ہے مگر علمِ دین کی کمی کے باعِث ایک تعداد ہے جو اِس کے استعمال میں شَرعی غلطیاں کر کے گناہوں میں جا پڑتی ہے۔ اس نیک کام میں گناہوں سے بچنے اور چندہ وصول کرنے والوں کے لیے چندے کے ضَروری مسائل کا سیکھنا فرض ہے۔ لہٰذا چندے کے مختلف مسائل سیکھنے کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۰۹ صفحات پر مشتمل کتاب ''**چندے کے بارے میں سوال جواب**'' کا مطالعہ کیجئے۔

بعض بے جا تصرفاتی اُمور کا احتساب

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معاشرے کے ایسے بے جا تَصَرُّفات کا بھی

1 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، الجزء: ۱۲، ج۶، ص ۲۹۸، حدیث: ۳۶۰۱۹۔

احتساب فرمایا جس سے بُرائیاں پیدا ہوں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انہیں قطعاً برداشت نہ کرتے تھے، یقیناً معاشرتی بُرائیوں یا ایسے بے جا تَصَرُّفات کو ختم کرنا جن سے مسلمان محرومی کا شکار ہوتے ہوں خلیفہ وقت کی ایک اہم ترین ذمہ داری ہے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دیا۔ چنانچہ،

(1) مسلسل دو دن گوشت خریدنے پر احتساب:

عہدِ فاروقی میں مدینہ منورہ کے بازار بقیع میں صرف ایک ہی مذبح خانہ تھا جو حضرت سیِّدُنا زُبیر بن عَوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملکیت میں تھا جس سے لوگ گوشت خریدتے تھے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اکثر وہاں تشریف لاتے تھے، اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی شخص کو مسلسل دو دن تک گوشت خریدتے ہوئے دیکھتے تو اسے دُرّے لگاتے اور استفسار فرماتے: ''کیا تم اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائی کی خاطر بھوکے نہیں رہ سکتے؟''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ روزانہ گوشت کا استعمال ایک جائز امر ہے لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اس طرح تنبیہ کرنا بھی حکمت عملی پر مبنی تھا کہ گوشت کا مسلسل استعمال بھی نقصان دہ ہے، بلکہ کسی بھی چیز کا کثرت سے استعمال نقصان کا سبب ہوتا ہے، ہر چیز اگر اس کی مقررہ حد میں استعمال کی جائے تو اس کے فوائد زیادہ ہوتے ہیں اور بسا اوقات مفید چیز بھی حد سے زیادہ استعمال کرنے پر نقصان کا باعث بن جاتی ہے۔

(2) ایک مانگنے والے سائل کا اِحتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بھکاری کو مانگتے ہوئے دیکھا، حالانکہ اس کی پیٹھ پر کھانے سے بھرا ہوا تھیلا لدا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے تھیلا چھین کر صدقے کے اونٹوں کے آگے ڈال دیا اور فرمایا: ''**اَلْآنَ سَلْ مَا بَدَا لَکَ** یعنی اب تمہیں جو مانگنا ہو مانگو۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل یہ ایک عام وبا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اَوروں کو کھلائیں مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے۔ محنت مشقت سے جان چراتے ہیں اور ناجائز طور پر بھیک

---

(1)......الطبقات الکبری للشعرانی، ومنھم عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۲۹، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۹۷۔

(2)......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثامن والثلاثون، ص ۹۵۔

مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے تو سوال کرنا اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے۔ گھر میں ہزاروں روپے ہیں، دیگر وسائل بھی ہیں، مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے۔ ان سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں حالانکہ ایسے لوگوں کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا بالکل حرام ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے:

(۱) ''جو فقر کے بغیر سوال کرے گویا وہ انگارا کھا رہا ہے۔''[1]

(۲) ''جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔''[2]

تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۵۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب ''**نماز کے اَحکام**'' صفحہ ۳۵۳ پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ ارشاد فرماتے ہیں: ''**فقیر وہ ہے کہ (الف)** جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو مگر اتنا نہ ہو کہ نصاب کو پہنچ جائے (ب) یا نصاب کی قدر تو ہو مگر اس کی حاجتِ اَصلِیَّہ (یعنی ضروریاتِ زندگی) میں مُسْتَغْرَق (گھرا ہوا) ہو۔ مثلاً رہنے کا مکان، خانہ داری کا سامان، سواری کے جانور (یا اسکوٹر یا کار) کاریگروں کے اوزار، پہننے کے کپڑے، خدمت کے لیے لونڈی، غلام، علمی شُغل رکھنے والے کے لیے اسلامی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زائد نہ ہوں (ج) اسی طرح اگر مدیون (یعنی مقروض) ہے اور دین (یعنی قرضہ) نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو فقیر ہے اگرچہ اس کے پاس ایک تو کیا کئی نصابیں ہوں۔'' **مسکین وہ ہے** جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے۔[3]

فقیر کو (یعنی جس کے پاس کم از کم ایک دن کا کھانے کے لیے اور پہننے کے لیے موجود ہے) بغیر ضرورت ومجبوری

---

1 ......مسند امام احمد، حدیث حبشی بن جنادۃ السلولی، ج٦، ص١٦٢، حدیث: ١٧٥١٦۔

2 ......شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، ج٣، ص٢٧١، حدیث: ٣٥١٧۔

3 ......رد المحتار، ج٣، ص٣٣٣، فتاوی ھندیہ، ج١، ص١٨٧۔١٨٨۔

سوال حرام ہے اور ایسوں کے سوال پر دینا بھی نا جائز ہے، دینے والا گنہگار ہوگا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا جو بھکاری کمانے پر قادر ہونے کے باوجود بلاضرورت ومجبوری بطور پیشہ بھیک مانگتے ہیں گنہگار ہیں اور ایسوں کے حال سے باخبر ہونے کے باوجود ان کو دینے والے اپنی زکوٰۃ وخیرات برباد کرنے کے ساتھ ساتھ مزید گنہگار بھی ہوتے ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(3) سر جھکانے والے کا احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے (سستی وناتوانی سے) اپنے سر کو جھکایا ہوا تھا تو آپ نے اس سے اِرشاد فرمایا: ''**اِرْفَعْ رَاسَکَ فَاِنَّ الاِسلَامَ لَیسَ بِمَرِیضٍ** یعنی اپنے سر کو اوپر اٹھا کیونکہ اسلام بیمار نہیں ہے۔''[1] **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** واضح رہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ حکم سستی وکاہلی کے خلاف تھا ورنہ نگاہیں جھکانا یا نگاہیں جھکا کر چلنا بہت اچھی بات ہے کہ اس میں شرم وحیا کا پہلو واضح ہے نیز یہ بدنگاہی سے محفوظ رہنے میں بہترین معاون یعنی مددگار ہے۔لیکن سر جھکا کر نہیں چلنا چاہیے کہ سامنے سے آنے والے شخص یا کسی چیز کا پتا ہی نہ چلے کہ کون آرہا ہے؟ اور آپ اس سے ٹکرا جائیں، بعض لوگ بطور عاجزی بھی سر جھکا کر چلتے ہیں ایسوں کے لیے بھی یہ احتیاط ضروری ہے۔ نیز بطور عاجزی نظریں جھکا کر چلنے والے اپنے دل پر بھی غور فرمالیں کہ کیا ان کا یہ فعل واقعی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہے یا لوگوں کو دکھانا مقصود ہے؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ محمود یعنی قابل تعریف ہے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے اس پر اجر کی امید ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ شرعاً مذموم یعنی قابل مذمت ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ یہ دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سبب بن جائے۔

دل سے غرور نکلے، بہر حضور نکلے
یارب مجھے بنادے پیکر تو عاجزی کا

[1] ......النہایۃ فی غریب الاثر، باب المیم والواو، ج ۴، ص ۳۱۵، تاج العروس، الموت، ج ۱، ص ۱۱۸۲۔

آقا کی حیا سے جھکی رہتی تھیں نگاہیں
آنکھوں کا میرے بھائی لگا قفل مدینہ

(4) مُتکبِّرانہ چال والے شخص کا اِحتساب:

ایک دفعہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک شخص اس طرح حاضر ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ہلا رہا تھا اور پاؤں بھی پٹخ رہا تھا۔یعنی مُتکبِّرانہ چال کے ساتھ آیا۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''یہ چال چھوڑ دو۔'' اس نے کہا: ''ایسا نہیں ہوسکتا۔'' آپ نے اسے کوڑے لگائے۔اس نے پھر غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا تو آپ نے اُسے دوسری مرتبہ کوڑے لگائے۔اِس بار وہ اپنی حرکت سے باز آ گیا۔سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''اگر اس طرح کی حرکتوں پر میں کوڑے نہیں ماروں گا تو اور کس چیز پر ماروں گا؟'' کچھ دنوں کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کرنے لگا: ''**جَزَاکَ اللّٰہُ خَیراً یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ خَیراً اِنْ کَانَ اِلَّا شَیْطَاناً سَلَّطَ عَلَیَّ فَاَذْھَبَہُ اللّٰہُ بِکَ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اس وقت میرے ساتھ شیطان ہی تھا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ذریعے اسے مجھ سے بھگا دیا۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی متکبرانہ چال چلنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، اپنے آپ کو اس سے بچائیے کہ احادیث مبارکہ میں بھی اس کی مذمت آئی ہے، چنانچہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو اپنے آپ کو بڑا جانے یا متکبرانہ چال چلے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر ناراض ہوگا۔''(2)

(5) ایک مَرِیل شخص کا احتساب:

ایک مرتبہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ایسے شخص کو جو جان بوجھ کر اپنی کمزوری ظاہر کر رہا تھا اور مَرِیل انداز میں چل رہا تھا، اس کے سر پر درہ مار کر ارشاد فرمایا: ''**لا تُمِت عَلَیْنَا دِیْنَنَا اَمَاتَکَ اللّٰہُ** یعنی تم

---

(1) ......ربیع الابرار، ج ١، ص ٧٤٣، التذکرۃ الحمدونیۃ، ج ١، ص ٣١٤۔

(2) ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر بن خطاب، ج ٢، ص ٤٦١، حدیث: ٢٠٠٢۔

مرجاؤ لیکن ہمارے دین کا گلا نہ گھونٹو۔‘‘[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تندرستی ہزار نعمت ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس نعمت پر شکر ادا کرتے رہا کریں نہ کہ جان بوجھ کر بیمار بننے کی کوشش کریں کہ لوگوں کی ہمدردیاں حاصل ہوں، صحت وتندرستی کے باوجود اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرنا، ہروقت شکوہ شکایت کرتے رہنا یقیناً رب عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمت صحت وتندرستی کی ناشکری ہے۔

(6) نمازی کی طرف منہ کرنے والے کا احتساب:

حضرت سَیِّدُنا ہِلال بِن سَیَّاف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور ایک اور شخص اس کی طرف منہ کرکے کھڑا ہے، آپ نے نمازی کو ایک درہ لگایا اور فرمایا: ’’**تُصَلِّيْ وَهٰذَا مُسْتَقْبِلُكَ** یعنی تم نماز پڑھ رہے ہو حالانکہ یہ شخص تمہارے سامنے منہ کرکے کھڑا ہے۔‘‘ پھر آپ نے اس شخص کو درہ لگایا اور فرمایا: ’’**اَتَسْتَقْبِلُهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ** تم سامنے منہ کرکے کھڑے ہو حالانکہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے۔‘‘[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا اور دوسرے شخص کو نمازی کی طرف منہ کرنا دونوں عمل ناجائز وگناہ ہیں، چنانچہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی **محمد امجد علی اعظمی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بہارِ شریعت ج۱، ص۶۲۶ پر درمختار کے حوالے سے فرماتے ہیں: ’’کسی شخص کے مونھ کے سامنے نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی دوسرے شخص کو **مُصَلِّی** (نمازی) کی طرف مونھ کرنا بھی ناجائز وگناہ ہے، یعنی اگر **مُصَلِّی** (نمازی) کی جانب سے ہو تو کراہت **مُصَلِّی** (نمازی) پر ہے، ورنہ اس (یعنی نمازی کی طرف منہ کرنے والے) پر۔‘‘[3]

(7) ایک اُونٹ والے کا احتساب:

حضرت سَیِّدُنا مُسَیَّب بِن دارِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ

---

1. ......النہایۃ فی غریب الاثر، باب المیم والواو، ج۴، ص۳۱۵۔
2. ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یصلی۔۔۔الخ، ج۲، ص۲۳، حدیث: ۲۳۹۹۔
3. ......ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ۔۔۔إلخ، مطلب إذا تردد الحکم۔۔۔إلخ، ج۲، ص۴۹۶-۴۹۷۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک اونٹ والے کو مار رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''حَمَلْتَ جَمَلَکَ مَا لَا یُطِیْقُ یعنی تو اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔''(1)

اس روایت میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت کے مدنی پھول ہیں جو مال برداری کے جانور رکھتے ہیں، مگر ان پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ لاد دیتے ہیں، احتیاط کیجئے کہ جانور اگرچہ بے زبان ہیں اپنا دکھ بیان نہیں کر سکتے لیکن ان پر ظلم کے سبب ہو سکتا ہے بارگاہِ خداوندی میں پکڑ ہو جائے اور ہماری آخرت تباہ ہو جائے۔

(8) فاروقِ اعظم کا اپنی تعریف پر احتساب:

حضرت سیِّدُنا زِیاد بن عِلاقہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جو آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''اِنَّ ھٰذَا لَخَیْرُ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا یعنی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد امت میں سب سے بہتر ہیں۔'' یہ سن کر آپ نے اسے ایک درہ لگایا اور ارشاد فرمایا: ''کُذِّبَ الْاٰخَرُ لَاَبُوْبَکْرٍ خَیْرٌ مِنِّیْ وَ مِنْ اَبِیْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ اَبِیْکَ یعنی دوسری شخصیت کو جھٹلایا گیا ہے، یقیناً امیر المؤمنین، خلیفۂ رسول اللہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھ سے افضل ہیں، میرے باپ سے افضل ہیں، تجھ سے افضل ہیں تیرے باپ سے افضل ہیں۔''(2)

میری بھی ہلاکت تیری بھی ہلاکت:

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کسی نے تعریف کی تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''تُھْلِکُنِیْ وَ تُھْلِکُ نَفْسَکَ یعنی تو مجھے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''(3)

اپنی تعریف پر خوش ہونا کیسا۔۔۔؟

...... میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کیا کہنے!

---

1 ...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثامن والثلاثون، ص ۹۵۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، الجزء: ۱۲، ج ٦، ص ۲۲۳، حدیث: ۳۵٦۱۸۔

3 ...... موسوعہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، باب ذم المداحین، ج ۷، ص ۳۳۰، الرقم: ٦۱۰۔

اپنی تعریف سن کر کون خوش نہیں ہوتا؟ آج کل کئی لوگوں میں یہ مرض دیکھا گیا ہے کہ اپنی جھوٹی تعریف پر بھی خوش ہوجاتے ہیں اور سامنے والے کو منع بھی نہیں کرتے۔ اگر کسی کے نیک عمل پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کا خوش ہونا فطری بات ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اپنی سچی تعریف پر خوش ہونے کی بھی صورتیں ہیں: یہ خوشی کبھی محمود یعنی پسندیدہ ہوتی ہے اور کبھی مذموم یعنی ناپسندیدہ۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جب کوئی ہماری سچی تعریف کرے تو اسے نرمی سے منع کر دیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**اَلْمَدْحُ ذِبْحٌ** یعنی کسی کی تعریف کرنا گویا اسے ذبح کرنا ہے۔''[1]

......پھر بھی کوئی ہماری تعریف کرنے سے باز نہ آئے تو پھولنے کے بجائے دل میں داخل ہونے والی خوشی کے بارے میں اچھی اچھی نیّتیں کرلینی چاہیں۔ محمود خوشی کی ۴ صورتیں ہیں:

- ......اپنا یوں ذہن بنائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے محض اپنے کرم سے گناہوں پر پردہ ڈال کر اس کی عبادت کو ظاہر فرما دیا اور اس سے بڑا احسان کیا ہوگا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کے گناہوں کو چھپا دے اور عبادت کو ظاہر کر دے لہٰذا بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس پر نظرِ رحمت کی وجہ سے خوش ہو۔

- ......یا خوشی کا قابلِ تعریف ہونا اس وجہ سے ہے کہ بندہ یہ سوچ کر خوش ہوجاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب دنیا میں اس کے گناہوں کو چھپایا اور اس کی نیکیوں کو ظاہر فرمایا تو آخرت میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک فرمائے گا، چنانچہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کے گناہ کی دنیا میں پردہ پوشی فرماتا ہے آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''[2]

- یا پھر بندہ یہ خیال کرے کہ میرے نیک اعمال پر مطلع ہونے والوں کو میری اِقتداء میں رغبت ملے گی اور اس طرح مجھے دُگنا ثواب ملے گا ایک ثواب تو اس بات کا ہوگا کہ اس کا مقصود ابتداء میں عمل کو پوشیدہ رکھنا تھا اور دوسرا ثواب اس کے ظاہر ہونے اور لوگوں کی اقتداء کی وجہ سے ہوگا کیونکہ عبادت وطاعت میں جس کی پیروی کی جاتی ہے اسے ان پیروی کرنے والوں کا ثواب بھی ملتا ہے اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوتی لہٰذا اس خیال سے خوشی حاصل ہونا بالکل

---

1 ......موسوعہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، باب ذم المداحین، ج ۷، ص ۳۲۹، الرقم: ۶۰۶۔

2 ......مسلم، کتاب البر والصلة، بشارة من ستر اللہ۔۔۔الخ، ص ۱۳۹۷، حدیث: ۱۷۔

درست ہے کیونکہ نفع کے آثار کا ظہور لذت بخشتا ہے اور خوشی کا سبب بنتا ہے۔ صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی لکھتے ہیں: ''یہ اس صورت میں ہے کہ عبادت اس لیے نہیں کی کہ لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ عابد سمجھیں، عبادت خالصاً اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے ہے، عبادت کے بعد اگر لوگوں پر ظاہر ہوگئی اور طبعًا یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے نے اچھی حالت پر پایا، اس طبعی مَسَرَّت سے ریا نہیں۔''[1]

۞......اسی طرح کبھی بندہ اس وجہ سے خوش ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایسے عمل کی توفیق دی ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں اور ان فاسق لوگوں سے نہیں بنایا جو عبادت گزار لوگوں کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے اور انہیں ایذا دیتے ہیں، اس صورت میں اِخلاص کی علامت یہ ہے کہ جس طرح اسے اپنی تعریف پر خوشی حاصل ہوتی ہے اسی طرح دوسروں کی تعریف بھی اس کے لئے باعثِ مَسَرَّت ہو۔ ''قابلِ مذمت خوشی یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے نزدیک اپنے مقام ومرتبہ پر خوش ہو اور یہ خواہش کرے کہ وہ اس کی تعریف وتعظیم کریں، اس کی حاجتیں پوری کریں، آمد ورفت میں اسے اپنے آگے کریں۔''[2]

۞......اپنے عمل کی تعریف سن کر اس میں زیادتی کرنا اور مذمت پر کمی کرنا ریاکاری کی علامت ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین مولا مشکل کشا، علی المرتضی شیرِ خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''رِیاکار کی تین علامتیں ہیں: (۱) تنہائی میں ہو تو عمل میں سُستی کرے اور لوگوں کے سامنے ہو تو چُستی دکھائے۔ (۲) تعریف کی جائے تو عمل میں اضافہ کر دے اور (۳) مذمت کی جائے تو عمل میں کمی کر دے۔''[3]

میرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو ...... کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی
عطا کر دے اخلاص کی مجھ کو نعمت ...... نہ نزدیک آئے ریا یا الٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......بہار شریعت، ج۳، حصہ ۱۶، ص ۶۳۶۔

2 ......الزواجر، الکبیرۃ الثانیۃ، الشرک الاصغر۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۹۴۔

3 ......الزواجر، الکبیرۃ الثانیۃ، الشرک الاصغر۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۸۶۔

(9) مقامِ تُہمت پر کھڑے ہونے والے کا احتساب:

حضرت سیِّدُنا عُبَید بن عُمَیر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہیں سے گزر رہے تھے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو ایک عورت سے باتیں کر رہا تھا، آپ نے اسے ایک درہ لگایا تو اس شخص نے وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا: ''**یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا هِيَ اِمْرَاتِيْ** یعنی اے امیر المؤمنین! یہ میری زوجہ ہے۔'' بعدازاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملاقات حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوئی تو ان کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے عرض کیا: ''**یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا اَنْتَ مُؤَدِّبٌ وَلَیْسَ عَلَیْکَ شَيْءٌ** یعنی اے امیر المؤمنین! آپ نے تو اسے تادیباً یعنی ادب سکھانے کے لیے کوڑا مارا ہے لہٰذا آپ پر کوئی کلام نہیں۔'' پھر انہوں نے اس کی تائید میں حدیث مبارکہ سنائی کہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ''**اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَادٰی مُنَادٍ لَا یَرْفَعَنَّ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ کِتَابَهٗ قَبْلَ اَبِيْ بَکْرٍ وَعُمَرَ** یعنی قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ اس امت میں سے ابوبکر وعمر سے پہلے کوئی بھی اپنا نامہ اعمال نہیں اٹھائے گا۔''[1]

تُہمت کی جگہوں سے بچئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہاں اس روایت سے شیخین یعنی حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی بلند وبالا شان ظاہر ہوتی ہے وہیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خلق خدا کو زندگی کے آداب سکھاتے رہتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو تہمت کی جگہوں سے بچانا چاہیے تاکہ دیگر لوگ غیبت، چغلی، بدگمانی جیسے گناہوں میں مبتلا نہ ہوں۔ چنانچہ اعلی حضرت، عظیمُ البرَکت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن **فتاوی رضویہ** میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اِلزام، طعن اور تُہمت سے بچنا ضروری ہے بصورتِ دیگر یہ اِقدام اپنے دینی بھائیوں کو کبیرہ گناہوں غیبت، بُہتان، کینہ اور بُرے اَلقاب کے استعمال میں مُبتلا کردے گا۔ حدیثِ مبارک ہے: ''(لوگو!) جن

---

[1] ......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۱۵۹۔

کاموں کو کان ناپسند کرتے ہیں ان سے بچو۔'' اور دوسری حدیثِ پاک میں ہے: ''اور ایسے کاموں سے پرہیز کرو جن کے اِرتِکاب پر مَعذِرت کرنی پڑے۔'' اور بغیر شرعی مجبوری کے مسلمانوں کو مُتَنَفِّر کرنا (یعنی مسلمانوں کو نفرت دلانا) ممنوع ہے۔ چُنانچِہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا** یعنی مسلمانوں کو خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔'' شریعت کا مقصد جوڑنا، اِتّحاد پیدا کرنا ہے نہ کہ توڑنا۔ عَقلِ سَلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لوگوں کو بے قراری میں ڈال کر ناراض نہ کیا جائے اور کراہت والزام والی جگہ کھڑے ہونے سے پرہیز کیا جائے۔''[1]

بچوں غیبتوں سے بچوں چغلیوں سے ...... ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی
زباں پر لگام میری لگ جائے مولیٰ ...... سدا تہمتوں سے بچا یا الٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم سے منسوب غلط استدلالات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض نام نہاد مُوَرِّخین، مُتَرجِمین اور سیرت نِگاروں نے آپ کے چند واقعات بیان کرکے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف بعض غلط باتیں بھی منسوب کی ہیں، یقیناً ایسے لوگ سیرتِ فاروقی کی آڑ میں مسلمانوں کے مابین انتشار پھیلانے کا سبب بننا چاہتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے واقعات کو بیان کرکے ان کی درست وضاحت کی جائے۔ چند واقعات مع وضاحت پیش خدمت ہیں:

(1) فاروقِ اعظم اور بَیعتِ رِضوان والا درخت:

حضرت سیِّدُنا نافِع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے تھے جسے بیعت رضوان والا درخت کہا جاتا تھا، اور اس کے پاس نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کی خبر ملی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس درخت کے معاملے میں ڈرایا دھمکایا اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا لہٰذا وہ درخت کاٹ دیا گیا۔''[2]

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۶۱۳۔

2 ......طبقات کبریٰ، غزوۃ رسول اللہ الحدیبیۃ، ج ۲، ص ۷٦۔

چند اہم وضاحتی مدنی پھول:

بعض لوگوں نے مذکورہ روایت کو ذکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ ''سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بَیعتِ رِضوان والے اس درخت کو اس لیے کٹوا دیا تھا تاکہ لوگ اسے مبارک مقام نہ سمجھیں اور وہاں نماز کی ادائیگی کے ذریعے شرک وبِدعت میں مبتلا نہ ہوجائیں کہ پچھلی قومیں اسی وجہ سے برباد ہوئی تھیں۔'' یہ نتیجہ کئی وجوہات سے درست نہیں ہے، چند وجوہات درج ذیل ہیں:

(1)......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس درخت کو اس لیے کٹوایا تھا کہ وہ حقیقتاً بیعت رضوان والا درخت نہیں تھا بلکہ کوئی اور درخت تھا جو بَیعتِ رِضوان سے منسوب ہوگیا تھا، یہی وجہ ہے کہ ''طبقات کبریٰ'' کی مذکورہ روایت میں اس درخت کے لیے ''**یُقَالُ لَهَا شَجَرَةُ الرِّضْوَانِ**'' کے الفاظ آئے ہیں یعنی اسے بیعتِ رضوان والا درخت کہا جاتا تھا وہ حقیقتاً بیعتِ رضوان والا درخت نہیں تھا۔

(2)......بیعتِ رضوان والے حقیقی درخت کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کے حافظے سے بھلا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس درخت کو دیکھا تھا پھر بعد میں میں اس کے پاس آیا تو اس کو پہچان نہ سکا۔'' حضرت سیِّدُنا محمود رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''پھر بعد میں مجھے وہ درخت بھلا دیا گیا۔''(1)

حضرت سیِّدُنا طارِق بِن عبد الرحمٰن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے کے لیے گیا تو کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو ایک درخت کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیسی مسجد ہے؟'' انہوں نے بتایا کہ یہ وہ درخت ہے جہاں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیعت رضوان کی تھی۔'' یہ سن کر میں حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گیا اور انہیں یہ بات بتائی۔ سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ وہ اُن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے تھے جنہوں نے اُس درخت کے نیچے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کی تھی، پھر ہم اگلے سال گئے تو اُس درخت کو بھول گئے اور اس کی تعیین پر قادر

---

(1)......بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ حدیبیۃ، ج ۳، ص ۷۱، حدیث: ۴۱۶۲۔

نہ ہوئے۔'' یہ بیان کرنے کے بعد سیِّدُ نا سَعید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَعْلَمُوْھَا وَعَلِمْتُمُوْھَا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْلَمُ** یعنی رسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو اُس درخت کو نہیں پہچانتے تھے اور تم لوگوں نے پہچان لیا تو کیا تم اُن سے زیادہ جانتے ہو؟''[1]

(3)...... ہماری اِس توجیہ کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ''طبقات کبریٰ'' کی مذکورہ بالا روایت سے چند صفحات آگے اسی بیعتِ رضوان والے درخت سے متعلق ایک اور روایت موجود ہے اس کے راوی بھی حضرت سیِّدُ نا نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''**خَرَجَ قَوْمٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ بِاَعْوَامٍ فَمَا عَرَفَ اَحَدٌ مِّنْھُمُ الشَّجَرَۃَ وَاخْتَلَفُوْا فِیْھَا** یعنی بیعت رضوان کے چند سال کے بعد رسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس درخت کو دیکھنے کے لیے گئے لیکن کوئی بھی اس درخت کو پہچانتا نہ تھا بلکہ ان میں اختلاف تھا۔''[2] پتہ چلا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی اس درخت کو نہ پہچانتے تھے تو پھر دیگر لوگوں کو کیسے اس درخت کا علم ہوگیا تھا؟ لہٰذا سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جس درخت کو کٹوایا تھا وہ حقیقتاً بیعت رضوان والا درخت تھا ہی نہیں بلکہ وہ بیعت رضوان سے منسوب تھا۔

(4)......اسی روایت کے آخری حصے میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے اور جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُ نا عبد **اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''**کَانَتْ رَحْمَۃً مِّنَ اللّٰہِ** یعنی یہ بیعت رضوان والا درخت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایک رحمت تھا۔'' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عبد **اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت قرار دیں اور آپ کے والد ماجد یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے کٹوا دیں؟ یقیناً سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جس درخت کو کٹوایا تھا وہ بیعت رضوان والا درخت نہیں تھا بلکہ فقط منسوب تھا۔

(5)...... اگر وہ حقیقتاً بیعتِ رضوان والا درخت ہوتا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی بھی اس درخت کو نہ

---

1 ...... بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ حدیبیۃ، ج ۳، ص ۱۷، حدیث: ۴۱۶۳۔

2 ...... طبقات کبری، غزوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیبیۃ، ج ۲، ص ۸۱۔

کٹواتے کیونکہ آپ تو اِسلامی تبرکات کے محافظ تھے نہ کہ ان کو ختم کرنے والے۔اگر یہ بات درست ہوتی کہ آپ نے لوگوں کے وہاں نماز پڑھنے اوراس کو مبارک جگہ سمجھنے کی وجہ سے کٹوایا تو آپ کبھی بھی مقامِ ابراہیم کو **مُصَلّٰی** (جائے نماز) بنانے کی خواہش ظاہر نہ فرماتے جس کی آپ کو قرآن سے موافقت بھی حاصل ہوئی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے اس مبارک جگہ پر نماز پڑھنا باعث سعادت ہوگیا۔اسی طرح اگر لوگوں کو اس کا ادب واحترام سے روکنا مقصود ہوتا تو آپ سب سے پہلے حجرِ اَسود کو اپنی جگہ سے ہٹواتے کہ لوگ خاص اس کی تعظیم کرتے ہوئے اُسے چومتے ہیں۔

(6)......اگر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس درخت کو اس لیے کٹوایا ہوتا کہ لوگ اس کی تعظیم نہ کریں تو آپ سب سے پہلے اس کی تعلیم اپنی اولاد کو دیتے حالانکہ آپ کے بیٹے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عمر اور پوتے حضرت سیِّدُ نا سالم بن **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں آتا ہے کہ یہ دونوں اُن مبارک جگہوں پر نماز ادا کرتے جہاں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز ادا فرمائی۔[1]

(2) حضرت سیِّدُ نا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر مبارک:

جب ''تُسْتَر'' کے مقام پر مسلمان لشکر کو حضرت سیِّدُ نا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کا جسد اطہر ملا، ان کے جسد مبارک کے ساتھ بہت سا مال بھی رکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی یہ لکھا ہوا تھا کہ جو بھی اپنی حاجات کے لیے مخصوص وقت تک کے لیے اسے لینا چاہے لے لے مگر وقت پر واپس کر دے ورنہ اسے برص کی بیماری لگ جائے گی۔حضرت سیِّدُ نا ابُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے معانقہ کیا اور جسد اطہر کو بوسہ دیا۔پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان کے متعلق ایک مکتوب روانہ کیا۔سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا کہ ان کو غسل وکفن دے کر ان کی نماز جنازہ بھی ادا کرو اور انہیں ویسے دفناؤ جیسے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دفنایا جاتا ہے۔ان کے قریب سے جو مال ملا ہے اسے بیت المال میں جمع کرادو۔چنانچہ حضرت سیِّدُ نا ابُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ویسا ہی کیا۔[2]

بعض حضرات نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد التی علی طرق المدینۃ، ج ۱، ص ۱۸۲، حدیث: ۴۸۳ ملتقطاً۔

2 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الانبیاء، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۱۷، حدیث: ۳۵۵۷۸۔

عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کو دفن کرنے کا حکم اس لیے ارشاد فرمایا تاکہ شرک وبدعات کا قلع قمع فرمائیں۔ حالانکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فعل قطعاً اس لیے نہیں تھا بلکہ اس کی درج ذیل وجوہات تھیں:

سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک دعا قبول ہوئی:

چنانچہ حضرت سیِّدُنا قَتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا مانگی تھی کہ ان کے مال کے وارث مسلمان ہوں۔'' یہ دعا یوں قبول ہوئی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسد اطہر کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں حضرت سیِّدُنا ابُوموسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے ظاہر کردیا، جنھوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسد اطہر کو غسل وکفن دیا اور مسلمان آپ کے مال کے وارث بن گئے۔[1]

جسد مبارک کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا:

حضرت سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے تقریباً سات سوسال پہلے کے ہیں اور تقریباً چودہ ۱۴۰۰ سوسال بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں آپ کا جسمِ اَطہر ظاہر ہوا، یعنی اتنے عرصے تک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسدِ اَطہر بالکل صحیح سلامت رہا، یقیناً یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرتِ کاملہ اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کے جسدِ اَطہر کو غسل وکفن دے کر دفنانے کا حکم اس لیے ارشاد فرمایا تھا کہ پہلے کے لوگ سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے جسدِ اَطہر کو سامنے رکھ کر اُن کے وسیلے سے بارش کے لیے دعا مانگتے تھے، یقیناً سیِّدُنا دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے وسیلے سے دعا مانگنا سعادت مندی ہے لیکن آپ کے جسد مبارک کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ تھا، لہٰذا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسی اندیشے کے پیش نظر تدفین کا حکم دیا۔

فاروقِ اعظم نے حکمِ شرعی پر عمل کیا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم شرعی پر عمل کیا۔ اگر کسی مسلمان کی میت ملے تو حکم یہ ہے کہ اسے غسل وکفن دے کر تدفین کردیں گے۔[2]

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الانبیاء، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۱۶، حدیث: ۳۵۵۷۶۔

2 ...... بہارِ شریعت، ج ۱، حصہ ۴، ص ۸۱۵ ماخوذاً۔

(3) لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمادیا:

حضرت سیِّدُنا مَعْرُور بن سُوَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ سفر میں تھا، ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان میں تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہم سب نے نمازِ فجر ادا کی، آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ الفیل اور دوسری رکعت میں سورۂ قریش پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ اترے اور اس جگہ نماز ادا کرنے لگے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ اس لیے لوگ بھی نماز ادا کررہے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**ھٰکَذَا ھَلَکَ اَھْلُ الْکِتَابِ اتَّخَذُوا آثَارَ اَنْبِیَائِھِمْ بِیَعًا مَنْ عَرَضَتْ لَہُ مِنْکُمْ فِیْہِ الصَّلَاۃُ فَلْیُصَلِّ وَمَنْ لَمْ تَعْرِضْ لَہُ مِنْکُمْ فِیْہِ الصَّلَاۃُ فَلَا یُصَلِّ** یعنی تم سے پہلے کی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت خانہ بنادیا۔ پس جو کوئی یہاں سے گزرے اور نماز کا وقت ہوجائے تو نماز ادا کرلے ورنہ نماز نہ پڑھے۔''[1]

چند اہم وضاحتی مدنی پھول:

❀......بعض لوگ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ''دیکھیں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس جگہ پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جہاں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز ادا فرمائی تھی، معلوم ہوا کہ کسی جگہ نماز پڑھنے سے وہ مبارک نہیں ہوجاتی، نہ ہی اس کو عزت وشرف ملتا ہے۔'' یہ توجیہ غلط ہے اور اسے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔

❀......واضح رہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا تاکہ دیگر لوگ یہاں نماز پڑھنا کوئی فرض وواجب نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ آپ کے عہدِ مبارکہ میں بے شمار فتوحات ہوئیں اور لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے جن کی کثیر تعداد احکامِ شرعیہ کی تفصیل نہیں جانتی تھی، ایسے لوگ دیگر مسلمانوں کے عمل کو دیکھ کر ان کی اتباع کرتے تھے، اگر وہ دیگر لوگوں کو مسلسل اس مقام پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو ہوسکتا تھا کہ وہ اس جگہ نماز پڑھنا

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، فی الصلاۃ عند قبر النبی، ج ۲، ص ۰ ۷ ۲، حدیث: ۹۔

فرض وواجب سمجھ لیتے حالانکہ اس جگہ نماز پڑھنا کوئی فرض وواجب نہیں تھا۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت علامہ بَدْرُالدِّین عینی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**قُلْتُ اِنَّ عُمَرَ اِنَّمَا خَشِيَ اَنْ يَلْتَزِمَ النَّاسُ الصَّلَاةَ فِيْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ حَتّٰى يَشْكِلَ عَلٰى مَنْ يَّاْتِيْ بَعْدَهُمْ فَيَرٰى ذٰلِكَ وَاجِباً وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ كَانَ مَاْمُوْناً مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ يَتَبَرَّكُ بِتِلْكَ الْاَمَاكِنِ وَتَشَدُّدُهُ فِي الْاِتِّبَاعِ مَشْهُوْرٌ وَغَيْرُهُ لَيْسَ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ** یعنی میں یہ کہتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو اس جگہ پر نماز پڑھنے سے اس لیے روکا تھا کہ کہیں لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو اس طرح لازم نہ کرلیں کہ بعد والے وہاں نماز پڑھنے کو واجب سمجھنے لگیں۔ جبکہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس خدشے سے محفوظ تھے لہٰذا آپ ان جگہوں سے تبرک حاصل کرنے کے لیے نماز ادا کرتے تھے اور **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع میں ان کی سختی بڑی مشہور ہے جبکہ دیگر لوگوں میں ایسا نہیں۔''(1)

......اگر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک ایسی مبارک جگہوں پر نماز پڑھنا بالکل منع ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی وضاحت ضرور فرماتے حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بات کی تصریح فرمادی کہ اگر اس مقام پر نماز کا وقت ہوجائے تو نماز پڑھ لی جائے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے مقدس مقامات پر مطلقاً نماز پڑھنے کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ناجائز نہیں فرمایا بلکہ اس جگہ کو مستقل مصلےٰ یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالینے کے خدشے کی وجہ سے منع فرمایا۔

......اگر ایسی مبارک جگہوں پر نماز ادا کرنا مطلقاً منع ہوتا تو سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے منع فرماتے حالانکہ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ تو ایسی جگہوں کے بارے میں جانتے اور پھر ان جگہوں پر برکت حاصل کرنے لیے نماز ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام بَغَوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اسی حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ جہاں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

(1)......عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد علی طرق المدینۃ، ج ۳، ص ۵۲۰، حدیث: ۴۸۳۔

وَسَلَّم نے نماز ادا فرمائی ہے ان مقامات پر نماز ادا کرنا مستحب ہے۔“[1]

(4) اے حجرِ اسود! تو نفع و نقصان نہیں دے سکتا:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن سَرجِس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حج کرتے ہوئے حجرِ اَسود کو چوما اور ارشاد فرمایا: ”**وَ اللّٰہِ اِنِّي لَاُقَبِّلُکَ وَاِنِّي اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ وَاَنَّکَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا اَنِّي رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَّلَکَ مَا قَبَّلْتُکَ** یعنی خدا کی قسم! میں تجھے چوم رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ اگر میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے کبھی نہ چومتا۔“[2]

چند اہم وضاحتی مدنی پھول:

❀......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ ”اے حجرِ اَسود! نہ تو کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔“ اس سے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اس عقیدے کی کاٹ کرنا مقصود تھی جو انہوں نے بتوں کے بارے میں بنا رکھا تھا کہ وہ بت نفع و نقصان دیتے ہیں۔ چونکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک دور میں فتوحات کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کی بھی کثرت ہوئی اور ان کی اکثریت ایسی تھی جو اَحکامِ شَرعِیَّہ کی تفصیلات سے آگاہ نہ تھی اور صرف قدیم مسلمانوں کو جو کرتا دیکھتی ویسا ہی کرتی، اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بات کو واضح فرما دیا کہ کفار کا بتوں کو چومنا اور ان کی عبادت کرنا اس باطل عقیدے کی بنیاد پر تھا کہ وہ بت نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، جبکہ مسلمانوں کا حجر اسود کو چومنا اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ ایک تو یہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے اور دوسرا یہ کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کے بغیر کوئی پتھر چاہے وہ حجر اسود ہی کیوں نہ ہو کسی بھی طرح کا نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ علامہ قَسطَلَانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حجرِ اَسود کو چومنے کے بعد یہ اس لیے فرمایا تا کہ لوگوں کے دلوں سے زمانہ جاہلیت میں بتوں

---

1 ......شرح السنة للبغوی، کتاب الصلاة، المساجد فی البیوت وتنظیفها، ج ۲، ص ۱۳۹، حدیث: ۴۹۹۔

2 ......مسلم، کتاب الحج، استحباب تقبیل الحجر الاسود، ص ۶۶۲، حدیث: ۲۵۰۔

کے بارے میں پایا جانے والا یہ وہم دور ہوجائے کہ جیسے وہ نفع نقصان دیتے تھے بِعَینِہٖ یہ پتھر بھی بذاتِ خود ویسا ہی نفع نقصان دے سکتا ہے۔“(1)

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو یہ فرمایا کہ ”اے حجرِ اَسود تو نفع ونقصان نہیں دے سکتا“ اس سے مراد یہ ہے کہ تو ذاتی طور پر نفع ونقصان نہیں دے سکتا اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا اور اُس کے اذن سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ قَسْطَلَانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”(اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَ لَا تَنْفَعُ) اَیْ بِذَاتِکَ یعنی بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے یعنی ذاتی طور پر۔“(2)

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حجرِ اسود کے نفع ونقصان کی جو نفی کی ہے وہ ذاتی نفع ونقصان کی ہے، یعنی حجرِ اسود بالذات بغیر ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طاقت واِذن کے نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا، اس بات کی نفی نہ فرمائی کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے بھی وہ نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ کلام حجرِ اسود کو مخاطب کر کے ہی فرمایا ہے۔ گویا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حجرِ اسود کو مخاطب کرکے یہ واضح کیا کہ اے حجرِ اسود! جس طرح تو میرا کلام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ طاقت وقوت سے سن رہا ہے اپنی مرضی سے نہیں سن سکتا اسی طرح تو کسی کو نفع ونقصان بھی اپنی مرضی سے نہیں دے سکتا البتہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ طاقت سے دے سکتا ہے۔

......حجرِ اَسود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے نفع ونقصان دے سکتا ہے۔ چنانچہ شعب الایمان میں اس حدیث مبارکہ کا بقیہ حصہ کچھ یوں ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حجرِ اسود کو چومنے کے بعد مذکورہ بالا کلام فرمایا تو یہ سن کر مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے آپ سے عرض کیا: ”بَلٰی یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّہٗ یَضُرُّ وَ یَنْفَعُ یعنی اے امیر المؤمنین! کیوں نہیں، یہ حجرِ اَسود نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”وہ کیسے؟“ عرض کیا: ”کتاب اللّٰہ میں ہے۔“ فرمایا: ”کتاب اللّٰہ میں کہاں ہے؟“ عرض کیا: ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ

---

1 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، ماذکر فی حجر الاسود، ج ۴، ص ۱۳۶، تحت الحدیث: ۱۵۹۷۔

2 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، ماذکر فی حجر الاسود، ج ۴، ص ۱۳۶، تحت الحدیث: ۱۵۹۷۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۚۛ (پ۹، الاعراف: ۱۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: ''اوراے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں۔'' فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا فرمایا پھر آپ کی پیٹھ پر اپنے دست قدرت سے مسح فرمایا اور تمام اولادِ آدم سے اپنی ربوبیت کا یہ اِقرار لیا کہ ''میں تمہارا رب ہوں'' اور عبودیت کا بھی اِقرار لیا کہ ''تم سب میرے بندے ہو۔'' اور پھر اُن سے عہد و میثاق لیا اور اُن کا یہ میثاق وعہد ایک ورق میں لکھ دیا۔ اُس وقت حجرِ اَسود کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی رب عَزَّوَجَلَّ نے اس سے فرمایا: ''اپنا منہ کھول۔'' اس نے اپنا منہ کھولا تو وہ ورق اس کے منہ میں ڈال دیا۔'' پھر فرمایا: ''اے حجر اسود! قیامت تک جو اپنے عہد کی پاسداری کرے تو اس کی گواہی دینا۔'' مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے دو عالم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ایک تیز اور فصیح زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کی گواہی دے گا جس نے ایمان کی حالت میں اس کا استیلام کیا ہوگا۔ اے امیر المؤمنین! یہی تو حجر اسود کا نفع ونقصان دینا ہے۔''

سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا یہ کلام سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَعِیْشَ فِیْ قَوْمٍ لَّسْتَ فِیْہِمْ یَا اَبَا الْحَسَن یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں زندگی گزاروں جہاں اے ابوالحسن تم نہ ہو۔''(1)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رعایا کی صحت وتندرستی پر توجہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی رعایا کی صحت وتندرستی پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے، آپ موٹاپے کے نقصانات اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے عوام الناس کو آگاہ فرماتے، انہیں خفیف جسم رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ کیونکہ بدن ہلکا ہونے کی صورت میں فرائض وواجبات کی ادائیگی پر قدرت اور دیگر دینی ودنیوی

1 ......شعب الایمان، باب المناسک، فضیلۃ الحجر الاسود، ج ۳، ص ۴۵۱، حدیث: ۴۰۴۰۔

کاموں میں قوت ونشاط پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ،

''توند'' والے شخص کا احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک توند والے شخص کو دیکھا تو پوچھا: ''**مَا ھٰذَا** یعنی یہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''**بَرَکَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ** یعنی یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے برکت ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''**بَلْ عَذَابٌ مِّنَ اللّٰہِ** یعنی یہ برکت نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عذاب ہے۔''(1)

اپنے آپ کو توند والا ہونے سے بچاؤ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِیَّاکُمْ وَالْبِطْنَۃَ فِي الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ فَاِنَّھَا مُفْسِدَۃٌ لِلْجَسَدِ مُوْرِثَۃٌ لِلْفَشَلِ مُکْسِلَۃٌ عَنِ الصَّلَاۃِ وَعَلَیْکُمْ بِالْقَصْدِ فِیْھِمَا، فَاِنَّہُ اَصْلَحُ لِلْجَسَدِ وَاَبْعَدُ مِنَ السَّرْفِ** یعنی اے لوگو! اپنے آپ کو توند والا ہونے سے بچاؤ یعنی کھانے پینے کے سبب اپنا پیٹ بڑا ہونے سے بچاؤ کیونکہ موٹاپا تمہارے وجود کو خراب کرنے والا، بزدلی کو پیدا کرنے والا، نماز میں سستی دلانے والا ہے اور تم پر ضروری ہے کہ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لو کیونکہ کھانے پینے میں میانہ روی جسم کو درست رکھتی ہے، اِسراف سے بچاتی ہے۔''(2)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀...... **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** ٹھونس ٹھونس کر کھانا، بدن موٹا ہونا اور ابھری ہوئی توند لیے لیے پھرنا دیکھنے والے پر بہت بُرا تاثر چھوڑتا ہے، اپنے وزن کا خیال رکھیے کہ عبادت پر مدد حاصل کرنے کی نیت سے صحت اچھی اور وزن مُعْتَدِل (Normal) رکھنا کارِ ثواب اور خوفِ خدا کے باعث دبلا پتلا ہونا باعثِ سعادت ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو تم میں سب سے زیادہ وہ پسند ہے جو کم کھانے والا اور ہلکے بدن والا ہے۔''(3)

---

(1)...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الستون، ص ۱۹۴۔

(2)...... المقاصد الحسنۃ، حرف الھمزۃ، ص ۱۳۲۔

(3)...... جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۲۰، حدیث: ۲۲۱۔

......موٹاپا بذاتِ خود ایک مرض بلکہ بے شمار امراض کا مجموعہ ہے، موٹاپا نیک کاموں میں رکاوٹ بنتا ہے، موٹاپے کی سب سے بڑی اور تشویشناک آفت بیان کرتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان فرماتے ہیں: ''**اِنَّ اللّٰہَ یَبۡغُضُ الۡحِبۡرَ السَّمِیۡنَ** یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ موٹے ذی علم شخص کو ناپسند فرماتا ہے۔''[1] کیونکہ موٹاپا غفلت اور زیادہ کھانے پر دلالت کرتا ہے اور یہ بری بات ہے خاص طور پر ذی علم کے لیے۔[2] یاد رہے! علماء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ وہ فربہ (یعنی موٹاپا) مذموم ہے جو (بہت کھانے پینے اور عیش وعشرت کے ذریعے) قصداً پیدا کیا جائے، قدرتی موٹاپا یہاں مراد نہیں ہے۔[3]

......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے موٹے پیٹ والے شخص کو تنبیہ کی اور اس کی اصلاح کا سامان کیا، لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ اگر کوئی زیادہ کھاتا ہو، بے شک خوب موٹا تازہ ہو مگر اس کا مذاق اڑانا بلکہ اس کی طرف دیکھ کر ایذا دینے والے انداز میں مسکرانا یا اشارے کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، نیز یہ بھی یاد رکھیے کہ ہر ایک کے موٹاپے کا سبب زیادہ کھانا ہی ہو یہ بھی ضروری نہیں، مشاہدہ یہ ہے کہ بعض اِسلامی بھائی کم کھانے کے باوجود وزن کم کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کا معنی صاف ظاہر ہے کہ کسی بیماری یا دواؤں کے منفی اثرات کی وجہ سے بے چاروں کا بدن پھول جاتا ہوگا۔ بہرحال موٹاپے کا کوئی بھی سبب ہو دل آزاری کی اجازت نہیں۔ خود بعض اکابر رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن ایسے گزرے ہیں جو بھاری جسامت والے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی کے امام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن اِدرِیس شافعی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فقہ حنفی کے عظیم امام اور سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے شاگردِ رشید حضرت سیِّدُنا امام محمد رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**مَا اَفۡلَحَ سَمِیۡنٌ قَطُّ اِلَّا اَنۡ یَکُوۡنَ مُحَمَّدُ بۡنُ الۡحَسَنِ** یعنی کبھی کسی موٹے شخص نے فلاح یعنی کامیابی نہیں حاصل کی سوائے حضرت سیِّدُنا محمد بن حسن رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے۔''[4]

---

1 ......موسوعہ ابن ابی الدنیا، الجوع، ج۴، ص۹۳، الرقم: ۱۸ ملتقطا۔

2 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب کسرۃ الشھوتین، فضیلۃ الجوع۔۔۔الخ، ج۹، ص۱۲۔

3 ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب الصحابۃ، ج۱۰، ص۳۶۲، تحت الحدیث: ۶۰۱۰۔

4 ......فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ج۱، ص۲۲۷، تحت الحدیث: ۲۲۱، المقاصد الحسنۃ، حرف الھمزۃ، ص۱۳۲۔

......یاد رہے! موٹا ہونا لذت کے لیے کوئی غذا استعمال کرنا یا پیٹ بھر کر کھانا گناہ نہیں، البتہ ان چیزوں سے بچنا مناسب ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''بھوک سے کم کھانا چاہیے اور پوری بھوک بھر کر کھالینا مباح ہے یعنی نہ ثواب ہے نہ گناہ، کیونکہ اس کا بھی صحیح مقصد ہوسکتا ہے کہ طاقت زیادہ ہوگی اور بھوک سے زیادہ کھالینا حرام ہے، زیادہ کا یہ مطلب ہے کہ اتنا کھالیا جس سے پیٹ خراب ہونے کا گمان ہے، مثلاً دست آئیں گے اور طبیعت بدمزہ ہوجائے گی۔''(1)

......حجۃ الاسلام حضرت سیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی ارشاد فرماتے ہیں: ''زیادہ کھانے سے اعضا میں فتنہ پیدا ہوتا اور فساد برپا کرنے اور بیہودہ کام کر گزرنے کی رغبت جنم لیتی ہے، کیونکہ جب انسان خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے تو اس کے جسم میں تکبر اور آنکھوں میں بدنگاہی کی ہوس چٹکیاں لیتی ہے، کان بری باتیں سننے کے مشتاق رہتے ہیں، زبان فحش گوئی (بے حیائی کی باتوں) پر آمادہ ہوتی ہے، شرمگاہ شہوت رانی کا تقاضا کرتی ہے، پاؤں ناجائز مقامات کی طرف چلنے کے لیے بے قرار ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان بھوکا ہو تو تمام اعضائے بدن پرسکون رہیں گے، نہ تو کسی برائی کا لالچ کریں گے اور نہ ہی برائی دیکھ کر خوش ہوں گے۔ حضرت استاذ ابو جعفر عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْبَر کا ارشاد گرامی ہے: ''پیٹ اگر بھوکا ہو تو اس کے باقی اعضاء سیر یعنی پرسکون ہوتے ہیں، کسی شے کا مطالبہ نہیں کرتے اور اگر پیٹ بھرا ہوا ہو تو دوسرے اعضا بھوکے رہ جانے کے باعث مختلف برائیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''(2)

......موٹا ہو یا دبلا پتلا جو کوئی بھی خوب ڈٹ کر کھانے کا عادی ہو اسے کسی بھی مہلک (مُہ۔ لِک یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی) بیماری کے استقبال کے لیے ذہن بنالینا چاہیے کیوں کہ زیادہ کھانے سے پیٹ خراب ہوتا ہے اور بقول اطباء ۸۰ فیصد امراض پیٹ کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں، جن میں ۱۲ قسمیں یہ ہیں: (۱) دماغی امراض (۲) آنکھوں کی بیماریاں (۳) زبان اور گلے کی بیماریاں (۴) سینے اور پھیپھڑے کے امراض (۵) فالج اور لقوہ (۶) جسم کے نچلے حصے کا سن ہو جانا (۷) شوگر (۸) ہائی بلڈ پریشر (۹) دماغی شریان (یعنی مغز کی نس) پھٹ جانا (۱۰) نفسیاتی

---

1 ......بہارِ شریعت، ج۳، حصہ ۱۶، ص ۳۷۴۔

2 ......منهاج العابدين، ص ۸۲۔ ۸۳۔

امراض (یعنی پاگل ہوجانا وغیرہ) (۱۱) جگر اور پتے کے امراض اور (۱۲) ڈپریشن۔وغیرہ وغیرہ

امیرِ اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظہر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مَظہر ہیں، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ بھی موٹاپے کو پسند نہیں فرماتے، بلکہ موٹاپے کے شکار بہت سے اسلامی بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے آپ نے موٹاپے اور وزن کو کم کرنے کے مختلف مدنی پھولوں پر مشتمل ایک ایسا بہترین رسالہ مرتب فرمایا جسے پڑھ کر کئی لوگ اپنے موٹاپے پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کا مطبوعہ ۱۶ صفحات پر مشتمل رسالہ بنام ''**وزن کم کرنے کا طریقہ**'' کا خود بھی مطالعہ کیجیے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی ترغیب دلائیے ہوسکتا ہے آپ کی تھوڑی سی کوشش سے کسی اسلامی بھائی کا بھلا ہوجائے اور وہ مختلف بیماریوں سے محفوظ ہوکر عبادت الٰہی اور مدنی کاموں کے لیے مُتَحَرِّک وچاک وچوبند ہوجائے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور جُذامی بڑھیا کی اِصلاح:

جہاں تک عام شہریوں کی صحت پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خصوصی توجہ کی بات ہے تو اس سلسلے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر کسی شخص کو ایسی بیماری ہوتی جس سے عموماً لوگ گھن کھاتے ہیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسے شخص کو درست ہونے سے پہلے اپنے گھر سے نکلنے سے منع فرماتے۔منقول ہے کہ آپ کا دوران طواف ایک ایسی بڑھیا کے پاس سے گزر ہوا جو جذام یعنی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھی وہ بھی خانۂ کعبہ کا طواف کررہی تھی، آپ نے اس سے فرمایا: ''**یَا اَمَةَ اللّٰهِ لَا تُؤْذِي النَّاسَ لَوْ جَلَسْتِ فِيْ بَيْتِكِ** یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باندی! کتنا بہتر ہوتا کہ تم اپنے گھر میں ہی رہتیں اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاتیں۔'' چنانچہ وہ بڑھیا اپنے گھر میں چلی گئی اور دوبارہ کبھی خانہ کعبہ کے طواف کے لیے نہ آئی۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے بعد اسے کسی نے کہا: ''**اِنَّ الَّذِيْ كَانَ نَهَاكَ قَدْ مَاتَ فَاخْرُجِيْ** جنہوں نے تمہیں منع کیا تھا وہ تو اب دنیا سے چلے گئے ہیں اب تم آجایا کرو۔'' اس بڑھیا

نے کہا: ''مَا کُنْتُ لِاَنْ اُطِیْعَهُ حَیًّا وَ اَعْصِیَهُ مَیِّتًا یعنی میں ایسی نہیں ہوں کہ جب وہ حیات تھے تو ان کی فرمانبرداری کروں اور جب وہ وصال فرما جائیں تو ان کی نافرمانی کروں۔''[1]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** دیکھا آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اصلاح کرنے کا انداز کتنا پیارا تھا، عموماً بزرگ حضرات نازک مزاج ہوتے ہیں اور بات کو جلدی محسوس (Mind) کر لیتے ہیں، لہٰذا سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس بڑھیا کو حکم نہیں ارشاد فرمایا بلکہ مشورہ ارشاد فرمایا۔ جس کا فائدہ ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوا کہ وہ بڑھیا اپنے گھر چلی گئی اور دوبارہ واپس نہ آئی یہاں تک کہ آپ کے وصال کے بعد بھی نہ آئی۔ ہمیں بھی چاہیے کہ سامنے والے کو دیکھتے ہوئے اس کی اصلاح کی ترکیب بنائیں، اپنے سے چھوٹوں کی اِصلاح سمجھانے والے انداز میں کی جاسکتی ہے، لیکن اپنے سے بڑوں کو مشورہ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آپ کو کوئی ایسا مرض لاحق ہوگیا ہے یا آپ کا لباس وجسم ایسا گندا ہے جو عوام الناس کے نزدیک ناپسندیدہ ہے تو کوشش کیجئے کہ لوگوں کے سامنے نہ آئیں کہ ہوسکتا ہے اس کے سبب ان کے دل تَنَفُّر کا شکار ہوجائیں۔ یا شیطان ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرے۔

......یاد رکھیے! کسی بھی مسلمان کی دل آزاری حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، لہٰذا کسی بھی ایسے شخص کے منہ پر اس کے مرض کے متعلق کوئی ایسا کلام نہ کریں جس سے دل آزاری کا خدشہ ہو، نیز اس کی پیٹھ پیچھے بھی کوئی ایسی بات نہ کریں جو غیبت میں شمار ہو بلکہ ایسے اسلامی بھائیوں کے لیے دعائے خیر کیجئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں جلد از جلد صحت یابی عطا فرمائے، ان کی تمام بیماریوں کو دور فرمائے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے حق میں کی گئی دعا کی برکت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو بھی اس بیماری سے محفوظ فرمائے گا۔

......مذکورہ بالا روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عزت وعظمت عوام الناس کے دلوں میں کَمَا حَقُّہٗ (یعنی جیسی ہونی چاہیے تھی ویسی) اجاگر تھی، جو یقیناً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، الطواف افضل ام الصلاۃ، ج۵، ص۵۳، حدیث: ۹۰۹۴۔

پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے، اس بڑھیا نے آپ کی حَیاتِ طَیِّبَہ میں بھی آپ کی اطاعت کی اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی اطاعت کی، واقعی جو اپنے آپ کو رب عَزَّوَجَلَّ کا مُطیع یعنی حقیقی فرمانبردار بنالیتا ہے رب عَزَّوَجَلَّ دنیا کو اس کے تابع کردیتا ہے، مخلوق کے دل میں اس کی عزت ڈال دیتا ہے۔ پھر مخلوق یہ نہیں دیکھتی وہ زندہ ہے یا اس کا وِصال ہوچکا ہے، بہرصورت اس کی اطاعت کی جاتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ایک شرابی کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی نصیحت:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مرتبہ ملک شام کے ایک بہادر شخص کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ شخص شراب کا عادی ہوگیا ہے۔ آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا لکھو: ''**مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی فُلَانٍ سَلَامٌ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ غَافِرَ الذَّنْبِ وَ قَابِلَ التَّوْبِ شَدِیْدَ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ** یعنی عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں کے نام! تم پر سلامتی نازل ہو، میں تمہارے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، بڑے انعام والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے حق میں دعا کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بیماری سے شفا عطا فرمادے، اس کے دل کو پھیر دے، اس کو توبہ کی توفیق دے دے۔ جب قاصد وہ مکتوب لے کر اس کے پاس پہنچا، اس شخص نے مکتوب پڑھا تو کہنے لگا: ''**غَافِرُ الذَّنْبِ قَدْ وَعَدَنِیَ اللّٰہُ اَنْ یَغْفِرَ لِیْ وَ قَابِلُ التَّوْبِ شَدِیْدُ الْعِقَابِ قَدْ حَذَّرَنِیَ اللّٰہُ عِقَابَہُ ذِی الطَّوْلِ وَ الطَّوْلُ الْخَیْرُ الْکَثِیْرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ** یعنی میرا رب عَزَّوَجَلَّ گناہوں کو بخشنے والا ہے، یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مغفرت کا مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے اور وہی توبہ کو قبول کرنے والا ہے، اس کی پکڑ بڑی سخت ہے، یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے، وہ بڑے انعام والا ہے اور اس کا اِنعام خیر کثیر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' وہ بار بار یہی کہتا رہا یہاں تک کہ زاروقطار رونے لگا۔ پھر اس نے شراب نوشی سے سچی پکی توبہ کی اور اسے بالکل ترک کردیا۔

جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ''هٰكَذَا فَاصْنَعُوْا اِذَا رَاَيْتُمْ اَخًا لَكُمْ زَلَّ زِلَّةً فَسَدِّدُوْهُ وَوَفِّقُوْهُ وَادْعُوا اللّٰهَ اَنْ يَتُوْبَ عَلَيْهِ وَلَا تَكُوْنُوْا اَعْوَانًا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ یعنی تم لوگ بھی اسی طرح کیا کرو، جب تم دیکھو کہ تمہارا کوئی بھائی پھسل گیا ہے تو اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرو اور اس کی طرف خصوصی توجہ کرو، اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جایا کرو۔''(1)

مسلمانوں کی خیر خواہی کیجئے:

......میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس روایت سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف لوگوں کی دینی تربیت، لوگوں کی طبیعت شناسی، اور ان کے درستی کے وسائل وطریقوں کے بارے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اعلیٰ ظرفی بالکل واضح نظر آرہی ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ مدنی تربیت سب کے لیے ایک مَشْعَلِ راہ ہے، آپ خلیفۂ وقت ہونے اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنی مجلس میں آنے والے ایک فرد کی غیر حاضری کو فوراً محسوس کرلیتے ہیں، پھر اسے نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اس کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں تاکہ اگر اس کے ساتھ کوئی مسئلہ پیش آگیا ہو تو اسے حل کیا جاسکے۔ بالفرض اگر وہ بیمار ہوگیا ہے تو اس کا علاج کرایا جائے تاکہ وہ تندرست ہوجائے۔ مگر آہ! آج ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر اپنا سگا بھائی بھی نہ ملے تو اس کی کوئی خیر خبر نہیں لیتے۔ ہمارے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، مکاتب میں کام کرنے والے، ہمارے مَکاتِب کے خُدّام وغیرہ اسلامی بھائیوں میں سے کوئی ایک دن غیر حاضر ہوجائے تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور نہ ہی ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس کی کوئی خیر خبر ہی معلوم کرلیں کہ کہیں اس بے چارے کے ساتھ کوئی آزمائشی معاملہ تو درپیش نہیں آگیا؟ کہیں وہ بیمار تو نہیں ہوگیا؟ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں، تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے والے بن جائیں۔ اگر ہمارے ساتھ رہنے والا، کام کرنے والا، نیکی کی دعوت دینے والا کوئی اسلامی بھائی کسی دن نہ آسکے تو اس کے گھر جاکر یا کم ازکم فون کرکے ہی اس کی خیریت دریافت کرلیا کریں۔

---

(1)......حلیۃ الاولیاء، یزید بن الاصم، ج۴، ص ۱۰۲۔

......اگر کسی اسلامی بھائی میں کوئی غلط عادت پیدا ہوجائے تو اس اسلامی بھائی سے نفرت نہ کیجئے بلکہ اس کے برے عمل سے نفرت کرتے ہوئے اس کے حق میں دعا کرتے رہیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے توبہ کی توفیق دے۔ جیسا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کے بارے میں جاننے کے بعد اس کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔

......اگر ہوسکے تو خود اسلامی بھائی سے ملاقات کریں اور اس پر انفرادی کوشش کرتے ہوئے اپنے دکھ کا اظہار کریں نیز اسے احسن انداز میں نیکی کی دعوت پیش کریں، بصورت دیگر کسی ایسی شخصیت سے مکتوب لکھوا کر بھیجیں جس کی اس کے دل میں عزت وعظمت اجاگر ہو کہ اس طرح مکتوب زیادہ اثر کرے گا، نیز اس کی دلجوئی کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا تحفہ پیش کیجئے جس میں اس کی اصلاح کا سامان ہو مثلاً اَمیرِ اَہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا کوئی رسالہ یا کوئی کیسٹ یا کسی بیان کی سی ڈی پیش کردیجئے اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کرم فرمایا تو اُس کی اِصلاح کا بھی سامان ہوجائے گا اور آپ کو بھی دنیا وآخرت کی ڈھیروں بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک اِصلاحی انداز سے یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ اصلاح کرنے کے مختلف انداز ہیں، کوئی شخص گناہ میں مبتلا ہوجائے تو اس کے منصب اور موقع محل کو دیکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے، اگر اصلاح کا یقین یا ظَنِّ غَالِب ہے کہ تو اصلاح کرنا واجب ہے ورنہ موقع محل دیکھ کر اس انداز میں اصلاح کی جائے کہ نہ تو اس کی ذات مجروح ہو اور نہ ہی کوئی اور منفی تاثر سامنے آئے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا سے اِصلاح ہوجائے تو اس کی اصلاح کا طریقہ کار یعنی اس کی اصلاح کیسے ہوئی وغیرہ دیگر امور ضرورتاً اسلامی بھائیوں کو ترغیب کے طور پر بتانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہوسکتا ہے کوئی دوسرا شخص بھی اسے سن کر راہ راست پر آجائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی ۸۷ سے زائد شعبہ جات میں مدنی کاموں کو پھیلانے میں مصروف عمل ہے، جن کی مختلف مجالس قائم ہیں، ان مجالس میں ایک مجلس **"مدنی بہاریں"** بھی ہے، ملک بھر میں اس کے ذمہ داران کا تقرر ہے۔ یہ مجلس مختلف مواقع پر مدنی بہاریں لکھواتی اور **المدینۃ العلمیۃ** کے شعبے **"شعبہ مدنی بہاریں"** کو روانہ کرتی ہے، علمیہ کا یہ شعبہ اسے مرتب کرتا ہے۔ اس شعبے میں دعوت اسلامی میں آنے والے ایسے

لوگ جو پہلے گناہوں بھری زندگی گزارتے تھے، غفلت میں پڑے تھے، لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے ان کی کایا پلٹ گئی، کوئی سنتوں بھرا بیان سن کر مدنی ماحول میں آیا، کوئی ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کی برکت سے نجات پا گیا، کسی نے تیس روزہ اجتماعی اعتکاف کی برکت سے نیکیوں پر استقامت حاصل کی وغیرہ وغیرہ ایسے تمام اسلامی بھائیوں کے مختلف اصلاحی واقعات کو مرتب کر کے شائع کیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے ان کو پڑھ کر کسی اور کی آخرت سنور جائے، کوئی شرابی نمازی بن جائے، کوئی بے نمازی مؤذن بن جائے، امام بن جائے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس شعبے سے کئی رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ خود بھی ان کا مطالعہ کیجئے، دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دلائیے، دنیا وآخرت کی بے شمار بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مخصوص اَفراد پر مُشتمل مجالس کے اِنعقاد کا احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مخصوص افراد پر مشتمل مجالس منعقد کرنے سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان کی رائے عام لوگوں سے مختلف ہو جاتی جس سے آپس میں بغض وعداوت اور نفرت جیسے امور پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قریش کے کچھ لوگوں سے فرمایا: ''میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ مخصوص افراد کو لے کر مجلس منعقد کرتے ہیں، مجلس صرف دو آدمیوں کی نہ ہو کہ لوگ اس طرح کی باتیں کریں کہ یہ فلاں کے خاص لوگوں اور خاص دوستوں میں سے ہیں اور پھر مجلس کا دائرہ تنگ کر دیا جائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تمہارا یہ عمل تمہارے دین، تمہاری شرافت اور تمہارے آپس کے تعلقات کو بہت تیزی سے ختم کر دینے والا ہے اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے بعد آئندہ آنے والے لوگ یہ نہ کہیں کہ فلاں کی رائے یہ تھی اور فلاں کا خیال یہ تھا۔ انہوں نے اسلام کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا اپنی مجلسوں کو وسعت دو اور سب کے ساتھ اٹھو بیٹھو۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی اور

دشمن پر رعب غالب رہے گا۔''[1]

سب کے ساتھ یکساں سلوک رکھیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی چند مخصوص لوگوں سے دوستی کر کے صرف انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہنا دیگر لوگوں کے ذہنوں میں کئی ایک وسوسوں کو پیدا کرتا ہے نیز یہ عمل تنظیمی کاموں میں بھی بہت بڑی رکاوٹ ہے، نیز اس سے بعض اوقات غیبت، تہمت اور بدگمانیوں جیسے باطنی گناہوں کے امراض بھی پیدا ہوجاتے ہیں جو آخرت کو داؤ پر لگا دیتے ہیں یقیناً سمجھدار وہی ہے جو چند لوگوں کے ساتھ گروپ بندی کے بجائے سب کے ساتھ یکساں سلوک رکھے۔ امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه نے دنیا و آخرت سنوارنے کے لیے مدنی انعامات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ۵۰ یومیہ مدنی انعامات میں سے ۴۳ نمبر مدنی انعام یہی ہے کہ ''**آپ نے بلا مصلحت شرعی کسی ایک یا چند سے ذاتی دوستی گانٹھ رکھی ہے یا سب کے ساتھ یکساں تعلقات رکھے ہیں؟**'' خود بھی مدنی اِنعامات پر عمل کیجئے دوسروں کو بھی ترغیب دلائیے، اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیاں نصیب ہوں گی۔

فاروقِ اعظم کا اپنے نفس کا محاسبہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه دیگر مختلف اُمور کے اِحتساب کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے محاسبے کی بھی ترغیب دلاتے رہتے تھے، نیز آپ خود اپنے نفس کا بھی مختلف مواقع پر اِحتساب فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ،

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کتاب لیا جائے، بڑے دن کی حاضری کے لیے تیاری کرو اور قیامت کے روز اس شخص کا حساب بھی کم ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا۔''[2]

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۷۲۔

2 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ماجاء فی صفة اوانی، ج ۴، ص ۲۰۸، حدیث: ۲۴۶۷۔

فاروقِ اعظم اور مُحاسبۂ نفس:

حضرت سیِّدُنا ابنِ مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہیں باہر نکلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار تھی، میں نے سنا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے بطور عاجزی ارشاد فرما رہے تھے: ''اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! وَاللّٰہِ لَتَتَّقِیْنَ اللّٰہَ اَوْ لَیُعَذِّبَنَّکَ یعنی مسلمانوں کا امیر واہ رے واہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ تمہیں ضرور عذاب دے گا۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی یہ عمل آخرت کی یاد دلانے کے لیے نہایت ہی مفید ہے، بعض اوقات انسان کو چاہیے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو مخاطب کرے اور روزہ مرہ کے مختلف کاموں کے متعلق اس کا محاسبہ کرے۔

نفس کو ذلیل کرنے کی ٹھان لی:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عُمر بن حَفْص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے کندھے پر مشکیزہ اٹھالیا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضور آپ مت اٹھائیں، ارشاد فرمایا: ''اِنَّ نَفْسِیْ اَعْجَبَتْنِیْ فَاَرَدْتُّ اَنْ اُذِلَّھَا یعنی میرے نفس نے مجھے خود پسندی میں مبتلا کر دیا تو میں نے اسے ذلیل کرنے کے لیے ایسا کیا۔''(2)

سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کیسی مدنی سوچ تھی، کیا ہی پیارا انداز تھا، قطعی جنتی ہونے کے باوجود اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے اپنے کندھے پر مشکیزہ اٹھالیا، ایک ہم ہیں کہ نفس کی شرارتوں سے واقف نہیں، اس نے ہمیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے لیکن پھر بھی ہمارا دل مطمئن ہے۔ کاش! ہم بھی فکر مدینہ کرتے ہوئے اپنے نفس کو خود پسندی کی آفت سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں۔

امیر اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مظہر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد

---

1 ……موطا امام مالک، کتاب الکلام، باب ما جاء فی التقی، ج ۲، ص ۴۶۹، حدیث: ۱۹۱۸۔

2 ……تاریخ الاسلام، ج ۳، ص ۲۷۰، البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۵۔

الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر ہیں، آپ نے ہمیں یہ مدنی مقصد عطا فرمایا کہ ''**مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔**'' آپ نے اِسلامی بھائیوں، اسلامی بہنوں اور طلبہ کو فرائض و واجبات، سُنَن وَ مُستحبّات اور اَخلاقیات کا پابند بنانے اور مُہلِکَات (یعنی گناہوں) سے بچانے کے لیے''**مَدَنی اِنعامات**'' کی صورت میں خود احتسابی کا ایک نظامِ عمل عطا فرمایا ہے، کثیر اسلامی بھائی، اسلامی بہنیں اور طلبہ مَدَنی اِنعامات کے مطابق عمل کر کے روزانہ سونے سے قبل''**فکرِ مدینہ**'' یعنی اپنے اعمال کا جائزہ لے کر مدنی انعامات کا رسالہ پُر کرتے ہیں۔ اسلامی بھائیوں کے لئے بہتر ۷۲، اسلامی بہنوں کے لئے تریسٹھ ۶۳، اسکولز، کالجز اور جامعات کے طلبہ کے لئے بانوے ۹۲، طالبات کے لئے تراسی ۸۳ اور مدرسۃ المدینہ کے مدنی منّوں کے لئے چالیس ۴۰ مدنی انعامات ہیں۔ ان مدنی انعامات پر عمل کرنے کی برکت سے نیک بننے کی راہ میں حائل رکاوٹیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے بتدریج دور ہو جاتی ہیں اور اس کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنتا ہے۔ آیئے! مدنی انعامات کی بہار مُلاحظہ فرمایئے اور روز فکرِ مدینہ کی نیّت کیجئے۔ چنانچہ،

روزانہ فکرِ مدینہ کرنے کا انعام:

ایک اسلامی بھائی کا بیان ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھے مَدَنی اِنعامات سے پیار ہے اور روزانہ فکرِ مدینہ کرنے کا میرا معمول ہے۔ ایک بار میں تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے سنّتوں کی تربیت کے مدنی قافِلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ صوبہ بلوچستان (پاکستان) کے سفر پر تھا۔ اِسی دوران مجھ گنہگار پر بابِ کرم کُھل گیا۔ ہوا یوں کہ رات کو جب سویا تو قسمت انگڑائی لے کر جاگ اُٹھی، جنابِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خواب میں تشریف لے آئے، ابھی جلووں میں گُم تھا کہ لب ہائے مبارَکہ کو جُنبش ہوئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے، الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: ''**جو مدنی قافلے میں روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہیں میں اُنہیں اپنے ساتھ جنّت میں لے جاؤں گا۔**''[1]

شکریہ کیوں کر ادا ہو آپ کا یا مصطفےٰ ...... کہ پڑوسی خُلد میں اپنا بنایا شکریہ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......فیضانِ سنت، ج۱، ص۱۴۳۔

دسواں باب

عہدِ فاروقی میں محکمۂ پولیس وفوج

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔

- ......عہد فاروقی میں محکمۂ پولیس
- ......محکمۂ پولیس کے فوجی افسران
- ......عہد فاروقی میں جیل خانوں کا قیام
- ......عہدِ فاروقی میں محکمۂ فوج
- ......عہدِ فاروقی میں فوج کی تقسیم
- ......مفتوحہ علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں
- ......مختلف فوجی چھاؤنیاں اوران کے ذمہ دار
- ......فوجیوں کی تنخواہیں، سالانہ اضافے اور خصوصی وظائف کا بیان
- ......موسم کے لحاظ سے فوج کی تقسیم
- ......جنگ میں اسلامی فوج کے ایمان افروزنعروں کا بیان
- ......جنگ میں فوجیوں کے ساتھ رہنے والی ضروری اشیاء

عہدِ فاروقی میں محکمۂ پولیس

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں محکمہ پولیس بھی مکمل طور پر قائم ہو چکا تھا، جس کے سب سے بڑے افسر آپ خود تھے، مختلف ابتدائی مقدمات جیسے چوری، ڈکیتی، زنا وغیرہ کے تمام معاملات اسی محکمے ہی کے سپرد تھے جس کی نگرانی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں کے معاملات پر نظر رکھنے کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف فوجی افسروں کو مقرر کر رکھا تھا۔

محکمۂ پولیس کے فوجی افسران:

عہدِ فاروقی میں تمام مسلمانوں کے لیے ایک بڑا بازار قائم تھا جس میں تجارتی وکاروباری معاملات طے کیے جاتے تھے، ان بازاروں کے مختلف معاملات کے حوالے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بِن عُتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر فرمایا تھا۔ اس بازار میں ہونے والے تمام معاملات ان ہی کے سپرد تھے۔ چنانچہ امام زُہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''**اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اِسْتَعْمَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُتْبَۃَ عَلَی السُّوْقِ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللّٰہ** بن عُتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بازار کا (تفتیشی افسر) مقرر فرمایا تھا۔''[1] اسی طرح حضرت سیِّدُ نا قُدامہ بِن مَظعُون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بحرین کے معاملات پر مقرر فرمایا تھا، بحرین کے دیگر معاملات آپ کے ذمہ تھے۔[2]

جیل خانے قائم فرمائے:

محکمہ پولیس سے متعلق ایک امر یہ بھی ہے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیل خانے بنائے، جن میں مختلف جرائم پیشہ لوگوں کو قید کیا جاتا تھا، یہ جیل خانے کسی بھی تادیبی کاروائی کے لیے استعمال ہوتے تھے، کیونکہ قید کرنا کوئی شرعی حد نہیں ہے بلکہ یہ حاکم وقت پر موقوف ہے کہ وہ جس مجرم کو چاہے اس قید خانے میں تادیباً قید کردے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ فاروقی میں مختلف جرائم والے افراد کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کو بھی ان قید خانوں میں قید کیا

---

1 ......تھذیب التھذیب، ج۴، ص۳۹۰۔

2 ......بخاری، کتاب المغازی، باب ۱۲، ج۳، ص۲۱، حدیث: ۴۰۱۱۔

گیا جو بظاہر کسی جرم کے مرتکب نہیں تھے لیکن حاکم وقت یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فقط تادیباً یا ترغیباً انہیں قید فرمایا، مثلاً جب آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے حفاظت حدیث سے متعلق اقدام شروع کیے تو بغیر گواہ کے کسی حدیث کو قبول نہ کرتے تھے جو بھی بغیر گواہ کے حدیث بیان کرتا اسے یا تو سزا دیتے یا اسے قید کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا سعد بن ابراہیم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے تین اصحاب کو قید فرمایا۔ (۱) حضرت سیِّدُ نا **عبد الله** بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (۲) حضرت سیِّدُ نا ابُودَرداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (۳) حضرت سیِّدُ نا ابومسعود انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه۔ ان تینوں سے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''**قَدْ اَکْثَرْتُمُ الْحَدِیْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ** یعنی میں نے تمہیں اس لیے قید کیا ہے کہ تم لوگ **رسول الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہو۔''[1]

عہدِ فاروقی میں محکمۂ فوج

واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہد خلافت سے پہلے جو بڑی بڑی عظیم سلطنتیں گزر چکی تھیں ان میں بھی فوج کا محکمہ موجود تھا لیکن وہ ایک غیر مُنَظَّم اور فوجی اصولوں کے خلاف تھا۔ جبکہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے جو محکمہ فوج قائم فرمایا تھا وہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ اَخلاقی وشرعی تقاضوں کے بھی مطابق تھا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے بذات خود اس کے ہر ہر معاملے میں شامل ہو کر اس کو مُنَظَّم فرمایا، اس محکمے کے لیے آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے کئی اقدامات فرمائے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عہدِ فاروقی میں فوج کی تقسیم

جنگی فوج دو طرح کی تھی:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہد میں فوج کی دو طرح کی تقسیم تھی، ایک تو وہ جو ہر وقت دشمنوں کے مقابل محاذ پر رہتی تھی، جبکہ دوسرے فوجی وہ تھے جنہیں مختلف علاقوں میں بھیجنے کے بجائے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے مدینہ منورہ میں ہی ٹھہرایا ہوا تھا ان کو صرف اسی وقت طلب کیا جاتا تھا جب ان کی ضرورت ہوتی تھی۔ ان تمام فوجیوں کی

[1]......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۱۲۔

بھی دو قسمیں تھیں، ایک تو عام فوجی اور دوسرے اہم ترین کمانڈر حضرات، بڑے بڑے اکابرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے اکثر مدینہ منورہ میں ہی رہا کرتے تھے، ان کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صرف مختلف منصبوں پر فائز فرمایا کرتے تھے، کیونکہ یہ وہ عظیم تجربہ کار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تھے جو خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَعِیَّت میں جہاد کی سعادت حاصل کر چکے تھے، انہوں نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ سے بلا واسطہ فیض حاصل کیا تھا، یہ وہ حضرات تھے جو نظام کو قائم فرمانے والے تھے جبکہ دیگر فوجی نظام کو قائم کرنے کے لیے راہیں ہموار کرنے والے تھے۔

تمام فوجیوں کا اِبتدائی ریکارڈ:

حضرت سیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بحرین سے کثیر مالِ غنیمت لے کر حاضر ہوئے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس وقت مشاورت کے بعد دیوان (رجسٹر) مرتب کرنے کا حکم دیا، جس میں تمام حضرات کا ریکارڈ رکھا گیا، یہ کام حضرت سیِّدُنا عَقِیل بِن اَبِی طالِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مَخْرَمَہ بِن نَوفَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا جُبَیر بِن مُطْعِم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرانجام دیا کیونکہ یہ تینوں حضرات ماہر نسب تھے۔ انہوں نے رجسٹر میں تمام فوجیوں اور دیگر لوگوں کا ریکارڈ بالکل تفصیل کے ساتھ لکھ دیا۔ (1)

واضح رہے کہ فوجیوں کا یہ وہ ابتدائی ریکارڈ تھا جو سب سے پہلے مُرتَّب کیا گیا تھا بعد ازاں مختلف جگہوں کی فوجوں کا ریکارڈ ان کی چھاؤنیوں میں ان کے سپہ سالاروں کے پاس ہی موجود ہوتا تھا۔

مختلف جگہوں پر فوج کی تقرری:

مفتوحہ علاقوں میں فوج کا ایک ایک مخصوص حصہ تعینات کر دیا جاتا تھا جو وہاں کے انتظامات سنبھالتا، اس کے علاوہ بھی جہاں کہیں اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی اس کا انتظام کر دیا جاتا جیسا کہ ہرقل بادشاہ نے جب بحری راستے سے مصر پر حملے شروع کیے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام ساحلی علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم فرما دیں۔ (2)

---

(1) ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، ماقالوافی الفروض، ج ۷، ص ۶۱۳، حدیث: ۱، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۴۔

(2) ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۱۶۔

مفتوحہ علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مفتوحہ ممالک کے شہروں میں چھاؤنیاں قائم فرمائیں جنہیں ''اَجْنَادْ'' کہا جاتا تھا۔ جن علاقوں میں آپ نے فوجی چھاؤنیاں قائم فرمائیں ان میں فوجیوں کے لیے رہائش کا بھی انتظام فرمایا، جنہیں آج کل کے دور میں ''بیرک'' کہا جاتا ہے۔ فوجیوں کے گھوڑوں کے لیے ایسے اصطبل بنائے جن میں بَیک وقت کم از کم چار ہزار گھوڑے مع ساز وسامان اور پوری جنگی تیاری کے ساتھ ہر وقت تیار رہتے تھے۔[1]

ایسی تیاری کا مقصد دراصل یہ تھا کہ اگر اچانک جنگ کی ضرورت پیش آجائے تو معمولی وقت میں بھی تیار شدہ ہزاروں شہسوار مجاہدین کا یہ دستہ میدان جنگ میں جانے کے لیے فوراً نکل پڑے، ہر فوجی چھاؤنی میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے گھوڑوں کے لیے وسیع وعریض چراگاہ بھی تیار کروائی تھی، دراصل اس پوری جنگی تیاری میں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر عمل کرنا تھا، جس میں دشمن کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہونے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (پ۱۰، الانفال: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اُن کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ اِن سے اُن کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہو گے۔''

مختلف فوجی چھاؤنیاں اور ان کے ذمہ دار

مصر کی فوجی چھاؤنیاں:

(1)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ذوالقعدہ کے مہینے میں سن ۱۶ ہجری میں مصر کے تمام ساحلی مقامات پر چھاؤنیاں اور فوجی مراکز قائم فرمائے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ''ہرقل'' بادشاہ ملک شام اور مصر

---

[1] ......تاریخ طبری، ج۲، ص ۴۸۳۔

پر بحری حملے کیا کرتا تھا اور اہل حمص کی امداد کے لیے بذات خود روانہ ہوگیا تھا۔[1]

(2)......مَرْجُ الْقَلْعَہ سے نہاوند تک جو بھی مقامات آئے ان تمام جگہوں پر اسلامی فوج نے اپنے مراکز قائم کیے اوران کے پرانے ناموں کو ختم کر کے نئے نام رکھے، مَثَلاً ماہ کے قریب ایک گھاٹی میں سواریوں کا اژدھام ہوگیا تو وہ گھاٹی ''ثَنِیَّۃُ الرِّکَاب'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ ایک اور گھاٹی جس کا راستہ ایک چٹان کے اوپر سے جاتا تھا اس کا نام ''مَلْوِیَّہ'' رکھا گیا، اسلامی لشکر ایک لمبے اور اونچے پہاڑ کے پاس سے گزرا جو سب پہاڑوں سے ابھرا ہوا تھا اس کو دیکھ کر کسی نے کہا: ''گویا کہ یہ سُمَیرَہ کا دانت ''سِنّ سُمَیرَہ'' ہے، سُمَیرَہ قبیلہ ضبی کی ایک شاخ بنو مُعاوِیہ کی مُہاجرہ خاتون تھیں ان کا ایک دانت باقی دانتوں سے لمبا تھا اس لیے یہ پہاڑ بھی ''سِنّ سُمَیرَہ'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔[2]

(3)......دمشق کی فوجی چھاؤنی کے سب سے پہلے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

(4)......حمص کی چھاؤنی کے سب سے پہلے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

(5)......قنسرین کی فوجی چھاؤنی کے سب سے پہلے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

(6)......فلسطین کی فوجی چھاؤنی کے سب سے پہلے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا عَلقَمہ بن مُجَزِّز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

(7)......اُردن کی فوجی چھاؤنی کے سب سے پہلے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

(8)......بصرہ میں مَنَاذِر کے مقام پر ایک فوجی چھاؤنی بنائی گئی جس کے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا غالِب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تھے، اسی طرح نَہرِ تیری پر بھی ایک فوجی چھاؤنی بنائی گئی جس کا انتظام حضرت سیِّدُنا کُلَیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس تھا۔[3]

فوجی چھاؤنیوں کی اَز سرِ نَو تعمیر:

بصرہ کوفہ اوران جیسے دیگر علاقوں میں جہاں پہلے سے عجمیوں کی فوجی چھاؤنیاں موجود تھیں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ

1......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۱۶۔

2......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۳۵۔

3......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۹۱-۴۹۵۔

تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں اَز سَرِ نَو تعمیر کروایا خُرَیبَہ اور زَابُوقَہ میں سات چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں بنی ہوئی تھیں وہ سب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے پانی اور چراگاہ کے قریب نئے سرے سے تعمیر کی گئیں۔صُوبہ خُوزِستَان میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں، چنانچہ نَہرِ تِیرِی، مَنَاذِر، سُوقُ الْاَہْوَاز، سُرَّق، ہُرمُزَان، سُوس، بُنْیَان، جُنْدَی سَابُور، مَہرِجَانْقَذَف اِن تمام شہروں میں فوجی چھاؤنیاں قائم تھیں۔ (1)

ہر سال اِسلامی فوج میں اِضافہ:

عہدِ فاروقی میں فتوحات کی وُسعت کا ایک راز یہ بھی تھا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی فوج میں کبھی کمی نہ آنے دی، کیونکہ مختلف جنگوں میں اسلامی لشکر کے مجاہدین کی شہادتیں بھی ہوتی تھیں،لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان شہادتوں کے مقابلے میں زیادہ فوجیوں کو بَھرتی کرلیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کفار پر اسلامی لشکر کا ایسا رُعب و دَبدَبہ بیٹھا کہ وہ اِسلامی لشکر کے سامنے بھیگی بلی بن کر رہ گئے۔

اِسلامی فوج کی وُسعَت:

❀......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فوج میں اتنی وسعت فرمائی کہ عربوں کے علاوہ دیگر قوموں کے اَفراد کو بھی فوج میں داخل کرلیا۔ یزدگرد بادشاہ کا ایک مخصوص فوجی دستہ تھا جو جنگِ قادِسیہ کے بعد اِیرانیوں سے علیحدہ ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام لوگوں کو فوج میں داخل کرلیا اور کوفہ میں انہیں آباد کرکے ان کی تنخواہیں بھی مقرر فرمادیں۔ (2)

❀......باذان نَوشیرواں بادشاہ کی طرف سے یَمَن کا گورنر تھا،اس کی فوج کے اکثر ایرانی مسلمان ہوگئے تھے، سندھ کے جاٹ جن کو اہلِ عرب زط کہتے تھے، یزدگرد کے لشکر میں شامل تھے،سُوس کے معرکے کے بعد وہ اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے اور انہیں بھی فوج میں داخل کرکے بصرہ میں بسایا گیا۔ (3)

---

1 ......فتوح البلدان، القسم الرابع، فتوح كور دجلة، ص ٤٧٦۔

2 ......فتوح البلدان، القسم الرابع، ذكر تمصير الكوفة، ص ٣٩٣۔

3 ......فتوح البلدان، القسم الرابع، امر الاساورة والزط، ص ٥٢٠۔

جنگی تدابیر کے ماہر فوجی کمانڈر:

واضح رہے کہ جنگ فقط ہتھیاروں کی زیادتی سے نہیں لڑی جاتی بلکہ فتح کے لیے مخصوص جنگی تدابیر کو بھی اختیار کرنا پڑتا ہے، ان کا دارومدار زیادہ تر فوج کے کمانڈر پر ہوتا ہے اگر فوج کا کمانڈر جنگی چالوں کا ماہر ہوگا تو وہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھی ایک بڑی فوج سے بہتر طریقے سے مقابلہ کرسکتا ہے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ باکمال فراست تھی کہ آپ فقط انہی اصحاب کو سپہ سالار بنایا کرتے تھے جو جنگی تدابیر میں مہارت رکھتے تھے، اسلامی لشکر اور اس کے سپہ سالاروں کی جنگی تدابیر سے تاریخ بھری پڑی ہے، اگر اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو علیحدہ سے ایک جلد تیار ہوسکتی ہے۔ فقط دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

❀...... جنگ نہاوند میں کفار کے مقابلے میں جو اسلامی لشکر آیا اس کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا نُعمان بِن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب یہ اپنے لشکر کو لے کر دشمن کے سامنے پہنچے تو دشمن نے لوہے کی تاروں سے بنے کانٹے راستے میں بچھا دیے، اسلامی لشکر کو ان کی اس چال کا علم نہ تھا، اسلامی لشکر کے گھوڑے جب اس راستے پر پہنچے تو وہ کانٹے ان کے پاؤں میں چبھ گئے اور ان گھوڑوں نے پیش قدمی سے انکار کردیا۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا نُعمان بِن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہاں ایک جنگی چال چلی وہ یہ کہ آپ اپنے لشکر سمیت اس جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل ہوگئے۔ کفار نے یہ سمجھا کہ شاید دشمن بھاگ گیا ہے انہوں نے وہ کانٹے فوراً صاف کیے اور اسلامی لشکر کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، حضرت سیِّدُنا نُعمان بِن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوسرے راستے سے اسلامی لشکر کو ان کفار پر چڑھائی کا حکم دے دیا اور یوں مسلمانوں کو فتح ونصرت حاصل ہوگئی۔ (1)

❀...... ملک شام کی جنگوں میں ایک اہم ترین جنگ ''جنگ یرموک'' بھی ہے۔ جَبلَہ بِن اَیْہَم غَسَّانِی لشکر کفار کا سپہ سالار تھا، وہ ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر میدان جنگ میں آیا۔ حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کو جنگ کا حکم دیا، لیکن حضرت سیِّدُنا خالِد بِن وَلِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بہترین جنگی چال بیان کرتے ہوئے عرض کیا: ''حضور! رومی لشکر کے سپہ سالار نے ہماری تعداد سے دوگنی تعداد میں نصرانی عربوں کو اس گمان سے

---

(1)...... تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۱۸۔ ۵۱۹۔

لڑنے بھیجا ہے کہ وہ ہمارے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ہم پر غالب آجائیں گے۔ اگر ہم نے پورے لشکر کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا تو ان کی اہمیت برقرار رہے گی، میں ایک ایسی جنگی چال چلنا چاہتا ہوں کہ ان کے دماغ بھی ہل کر رہ جائیں گے۔'' لہٰذا سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کفار کے ساٹھ ہزار کے لشکر کے مقابلے میں فقط ۳۰ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا انتخاب فرمایا یعنی ایک صحابی ۲ ہزار کے مقابلے پر ہوگا، لیکن بعد ازاں حضرت سیّدُنا ابو عُبَیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مداخلت سے آپ نے ان کی تعداد میں ۳۰ اَصحاب کا اضافہ فرمادیا، یوں ایک صحابی ایک ہزار کے مقابلے پر ہوگیا۔ جب سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان ساٹھ صحابہ کے ساتھ لشکر کفار کے سامنے گئے تو اورانہیں جنگ کی دعوت دی تو کفار کے سپہ سالار نے کہا: ''اپنے لشکر کو جنگ کے لیے لاؤ'' سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں جنگی لشکر کے ساتھ تمہارے سامنے کھڑا ہوں، اور ہاں یہ لشکر بھی زیادہ ہے ورنہ میں تو فقط ۳۰ اصحاب کے ساتھ تمہارے مقابلے پر آنا چاہتا تھا۔'' یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر لشکر کفار کا سپہ سالار اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ مسلمانوں نے مجھے عجیب کشمکش میں ڈال دیا ہے، اگر ہمارے ساٹھ ہزار کے لشکر نے ان ساٹھ مسلمانوں کو مار ڈالا تو دنیا کہے گی کہ یہ تم نے کون سا بہادری کا کام کیا ہے؟ اور اگر انہوں نے ہمیں شکست دے دی تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے، ہماری حالت ایسی ہے جیسے سانپ کے منہ میں چھچھوندر، نگلے تو اندھا، اگلے تو کوڑھی۔ بہرحال حضرت سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس عظیم جنگی چال کے سبب وہ ذہنی طور پر پہلے ہی کمزور ہوگئے اور بعد ازاں انہیں سخت ہزیمت کا سامان کرنا پڑا اور وہ شکست سے دوچار ہوئے۔[1]

فوجیوں کی تنخواہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ جب ایک شخص ہر وقت دشمنوں کے خلاف جنگ میں مصروف رہے گا حالانکہ اس کے ذاتی اخراجات کے ساتھ گھریلو اخراجات بھی ہیں تو وہ اپنی ضرورتوں کو کیسے پورا کرے گا؟ یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے فوجیوں کو کاروبار وغیرہ کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی، ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام فوجیوں کے وظائف مقرر فرمائے

1 ......فتوح الشام، جبلة بن الایھم، ص ۱۵۹ - ۱۶۰ -

تھے، نیز ان کے گھریلو اخراجات کی علیحدہ سے ترکیب بنائی تھی، یہ تمام تنخواہیں منصب ومقام اور مرتبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے جاری کی جاتی تھیں، اس کی تفصیل وظائف کے باب میں ملاحظہ کیجئے۔

اسلامی لشکروں کے لیے رسد یعنی غلہ وغیرہ کا انتظام:

یقیناً ایک لشکر اپنے ساتھ فقط ضروری سامان ہی رکھتا تھا، اس کے علاوہ مختلف مقامات پر اسے جس سامان کی ضرورت ہوتی تھی اس کا پہنچانا حاکم وقت کی ذمہ داری تھی، اولا اس کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، بلکہ لشکر جس بھی قوم کے خلاف فتح حاصل کرتا اس کے علاقے سے جو بھی میسر آتا حاصل کر لیتا، گوشت وغیرہ کا انتظام مدینہ منورہ سے ہوتا تھا، بعد میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مفتوحہ علاقوں کے ذمیوں سے جزیہ کی مد میں رسد وصول کیا جس سے فوجوں کی مدد کی جاتی تھی۔ ان سے زیتون، شہد اور سرکہ وغیرہ بھی لیا جاتا تھا لیکن بعد میں فقط نقدی پر اکتفا کیا گیا۔[1]

رسد یعنی غلہ وغیرہ کا مستقل شعبہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آہستہ آہستہ رسد یعنی فوجوں کے لیے غلہ فراہم کرنے والا علیحدہ سے شعبہ قائم فرما دیا جسے ''اَہرا'' کہا جاتا تھا۔ ''اَہرا'' جمع ہے ''ہُرِیٌ'' کی جس کا معنی گودام کے ہیں۔ اس شعبے کے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عَبَسَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔[2]

فوجیوں کی ذاتی ضروریات کا سامان:

اسلامی لشکر کے فوجیوں کے لیے تنخواہ کے علاوہ دیگر ضروریات کا سامان بھی فراہم کیا جاتا تھا، اگر کوئی فوجی ایسا ہوتا جس کی تنخواہ کم ہوتی یا اس کا مرتبہ کم ہوتا اس کو حکومت فاروقی کی طرف سے ایک گھوڑا اعطا کیا جاتا تھا، خاص اس غرض سے دار الخلافہ میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے امام ابُو یُوسُف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**کَانَ لِعُمَرَ اَرْبَعَۃُ آلَافِ فَرَسٍ عَلٰی اَرِیٍّ بِالْکُوْفَۃِ مَوْسُوْمَۃً عَلٰی اَفْخَاذِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَاِنْ کَانَ فِیْ عَطَاءِ الرَّجُلِ حَقَّہُ اَوْ مُحْتَاجًا اَعْطَاہُ الْفَرَسَ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ہر وقت چار

1 ......فتوح البلدان، خلافة عمر بن الخطاب، يوم القادسية، ص ٣٥٧۔

2 ......تاریخ ابن عساکر، ج ١٦، ص ٢٦٥۔

ہزار گھوڑے تیار رہتے تھے جن کی رانوں پر ''**فِي سَبِيلِ اللّٰهِ** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ کے لیے وقف'' کھدا ہوا تھا، اگر کسی فوجی کا تنخواہ وغیرہ میں کوئی حق ہوتا یا وہ ضرورت مند ہوتا تو اسے ایک گھوڑا عطا فرما دیتے۔''(1)

تنخواہوں کی تقسیم کا طریقہ کار:

فوجیوں میں تنخواہیں موسم بہار اور محرم الحرام کے شروع میں تقسیم کی جاتی تھیں، اور فصلوں کے کٹتے وقت دیگر اموال بھی تقسیم کیے جاتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے: ''**اَمَرَ لَهُمْ بِمَعَاوِنِهِمْ فِي الرَّبِيْعِ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ وَبِاَعْطَائِهِمْ فِي الْمُحَرَّمِ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ وَبِفَيْئِهِمْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّعْرِيْ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فصل بہار میں فوجیوں کی مالی اعانت کرنے، ہر سال کے شروع یعنی محرام الحرام کے مہینے میں تنخواہیں دینے اور فصلوں کی کٹوتی کے وقت مال فے کی تقسیم کا حکم دیا۔''(2)

تنخواہوں میں سالانہ اِضافہ (Increment):

اِسلامی لشکر کی عمومی تنخواہوں کے علاوہ بھی ان کی تنخواہوں میں وَقْتًا فَوَقْتًا اضافہ ہوتا رہتا تھا، دراصل فوجیوں کی تنخواہوں کی بنیاد جنگ کے بعد حاصل ہونے والا مالِ غنیمت تھا، جب مالِ غنیمت میں اضافہ ہوتا فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ جَلُولاء کی فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس میں ہر ہر سوار کو نو نو ہزار درہم ملے اور نو نو جانور بھی ملے۔ حضرت سیِّدُنا عامر شَعْبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی روایت کرتے ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو اہل عجم کا تمام مال اور تمام جانور بطور غنیمت عطا فرما دیے۔ اس مال کے ذمہ دار حضرت سیِّدُنا سَلمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، مال جمع کرنا اور اسے تقسیم کرنا سب ان کے ذمے تھا۔ اس جنگ میں جو مال تقسیم کیا گیا تھا وہ تین کروڑ درہم تھا، اس کا خمس ساٹھ لاکھ تھا۔(3)

اِضافی صلاحیت پر خُصُوصی وظائف:

تنخواہوں کے علاوہ اگر کسی فوجی میں کوئی اضافی صلاحیت ہوتی تو اسے خصوصی اِنعام واِکرام سے بھی نوازا جاتا تھا،

---

(1) ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجهاد، ماقالوفی سمنته۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۶۴۴، حدیث: ۱۔

(2) ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۸۔

(3) ......البدایة والنهایة، ج ۵، ص ۱۴۲۔

جَلولاء کی جنگ میں امیرِ لشکر حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خُمس سے اُن لوگوں کو خصوصی اِنعام واِکرام سے نوازا جنہوں نے اس جنگ میں سب سے زیادہ اور بڑھ چڑھ کر کارنامے انجام دیے تھے۔[1]

کثرتِ مال کے نُقصانات:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے فوجیوں کی تنخواہیں جاری فرمائیں اوران کی تنخواہوں میں اِضافہ بھی فرمایا، بعض فوجیوں کو خصوصی انعام واکرام سے بھی نوازا جاتا تھا، لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نظر اس بات پر بھی تھی کہ کہیں مال کی زیادتی ان فوجیوں کو غافل نہ کردے لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کثرت مال کے فتنے سے حفاظت کے لیے ان فوجیوں کی تربیت بھی فرماتے رہتے تھے، نیز اپنے عمل سے ان کی اُخروی تربیت فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جنگ جَلُولاء کے بعد مال غنیمت سے جب اس کا خُمس آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا گیا تو اسے دیکھ کر رونے لگے، جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''خدا کی قسم! مجھے اس بات پر رونا آیا ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جس کو یہ مال عطا فرماتا ہے تو ان میں باہمی بُغض وحَسَد پیدا ہوجاتا ہے اور جب ان میں یہ بُرائیاں پیدا ہوجائیں ان میں خانہ جنگی شروع ہوجاتی ہے۔'' بعدازاں آپ نے سارا مال تقسیم فرمادیا۔[2]

موسم کے لحاظ سے فوج کی تقسیم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فوجیوں کی صحت وتندرستی کے حوالے سے بھی مدنی سوچ رکھتے تھے، سردی گرمی کے لحاظ سے جنگ کی جِہَتیں مُتَعَیَّن کردی گئی تھیں، جو ٹھنڈے علاقے ہوتے تھے ان میں گرمیوں میں اور گرم علاقوں میں سرد موسم میں فوجیں بھیجی جاتی تھیں تاکہ فوجیوں کی صحت برقرار رہے۔ اسے ''شاتیہ'' اور ''صافیہ'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔[3]

فوج کو خوشگوار مقام کی سیر کا حکم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سَعد بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور

---

1 ...... تاریخ طبری، ج ٢، ص ٤٦٦۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ج ٨، ص ١٤٧، حدیث: ٥ مختصرا۔

3 ...... تاریخ طبری، ج ٢، ص ٤٩٠۔

حضرت سیِّدُنا عُتْبَہ بِن غَزْوان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه دونوں کو حکم دیا کہ ''ہر موسم بہار میں فوجیوں کو خوش گوار مقام پر لے جایا کریں اور ہر سال موسم بہار میں ان کی مدد بھی کیا کریں، نیز ہر سال محرم الحرام کے مہینے میں انہیں عطیات بھی دیا کریں، ہر سال غلے کی فصل آنے پر انہیں مالِ غنیمت کا حصہ بھی دیا کریں۔''(1)

فوجیوں کو جنگ سے رخصت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی طرف سے عموماً چھ ماہ بعد اور بعض فوجیوں کو ایک سال کے بعد رخصت ملا کرتی تھی، ایک دفعہ ایک فوجی کی زوجہ اپنے شوہر کے غم میں رات کے وقت اشعار پڑھ رہی تھی جسے سیِّدُنا فاروقِ اعظم نے سنا اور سبب یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے شوہر سے دور ہے۔ بعد ازاں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ عمومی فرمان جاری کر دیا کہ کوئی بھی فوجی چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ میں نہ رہے بلکہ چار ماہ بعد رخصت لے کر گھر لوٹ آئے۔(2)

فوجیوں کے نعرے: نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت:

جنگ میں ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ ایمانی جذبے کو بیدار بھی کیا جاتا ہے جس سے جنگ کی صورت حال میں کافی تبدیلی پیدا ہوتی ہے، اسلامی لشکر کے سپہ سالار و دیگر فوجیوں کا یہ معمول تھا کہ وہ جنگ شروع کرنے کے لیے، دورانِ جنگ یا کسی بھی مشکل وقت پر نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگایا کرتے تھے، جس سے ان میں ایک نیا جوش وولولہ پیدا ہوجاتا اور ان کی مشکل بھی دور ہوجاتی تھی۔ مثلاً:

❀......ایرانی کفار کے خلاف جنگ میں ایک بار حضرت سیِّدُنا سَعْد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اسلامی لشکر کے مجاہدین کو قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا، جب تمام لوگ تلاوت سے فارغ ہوئے تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے نعرہ تکبیر بلند کیا، اس طرح تمام مسلمان جمع ہونا شروع ہوگئے یہاں تک کہ جب انہوں نے تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا تو اسلامی لشکر کے فوجی میدان جنگ میں اتر کر لڑنے لگے۔(3)

1......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۸۔

2......تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰۔

3......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۲۲۔

……جب اسلامی لشکر اہل ابلہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے دریا پار کرکے آیا تو اسلامی لشکر نے بلند آواز سے دو مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے دشمن کی سواریاں ڈر کر کھڑی ہوگئیں، جب مسلمانوں نے تیسرہ دفعہ نعرۂ تکبیر بلند کیا تو ان کی سواریوں نے ان کے سواروں کو گرادیا اور دم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ (1)

……جنگ یرموک کے گیارہویں دن رومی کفار نے اسلامی لشکر پر حملہ کردیا، حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان پر جوابی حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور تیروں کی برسات شروع کردی، اسلامی لشکر پر یہ ایک مشکل وقت تھا، اس وقت تمام مسلمانوں کی زبان پر نعرۂ رسالت یوں گونج رہا تھا: ''**یَا مُحَمَّدُ، یَا مَنْصُوْرَ اُمَّتِکَ اُمَّتِکَ یعنی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اے اپنی امت کے مدد فرمانے والے۔''(2)

……جنگ حلب میں جب لشکر کفار کے سردار یوقنا نے اسلامی لشکر پر حملہ کیا تو اس وقت اسلامی لشکر پوری طرح سے تیار نہ تھا، اس لیے تمام مسلمان آزمائش میں آگئے، حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدد کے لیے جو لشکر بھیجا تھا وہ بھی ابھی تک نہ پہنچا تھا بظاہر بچنے کی کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی تب صحابی رسول حضرت سیِّدُنا کَعْب بِن ضَمْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس طرح نعرۂ رسالت لگایا: ''**یَا مَحَمَّدُ، یَا مُحَمَّدُ نَصْرُ اللّٰہِ اِنْزِلْ یعنی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد و نصرت کے ساتھ ہماری مدد کے لیے تشریف لائیے۔''(3)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا تمام واقعات سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

……نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگانا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طریقہ ہے۔

……صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مشکل وقت میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مدد کے لیے پکارتے تھے کیونکہ یہ نعرے دورانِ جنگ مشکل وقت میں وہ لگایا کرتے تھے۔

……یقیناً حقیقی مددگار فقط **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی ذات ہے لیکن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب بندوں کو یہ طاقت عطا فرمائی

1……تاریخ طبری، ج ٢، ص ٢٤٢۔

2……فتوح الشام، الشعار، ج ١، ص ١٩٧۔

3……فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب، ج ١، ص ٢٤٠۔

ہے کہ وہ مشکل وقت میں مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جس طرح مشکل وقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے مدد طلب کرتے تھے اسی طرح **رَسُوْلُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ سے بھی مدد طلب کرتے تھے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کی طاقت عطا فرمائی ہے کہ آپ مشکل وقت میں اپنے اُمَّتِیُوں کی مشکلات کو حل فرمائیں۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں ...... ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

۞...... یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد بھی ہماری مدد کر سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مشکل وقت میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مدد کے لیے پکارتے تھے۔

۞......شیطان جو یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ صرف ''**یا اللہ مدد**'' ہی کہنا چاہیے ''**یارسول اللہ مدد**'' نہیں کہنا چاہیے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان واقعات نے شیطان کے اِس انتہائی خطرناک وسوسے کو بھی جڑ سے اُکھاڑ دیا کیونکہ اگر **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مدد کے لیے پکارنا جائز نہ ہوتا تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کبھی مدد طلب نہ فرماتے۔

یارسول اللہ کے نعرے سے ہم کو پیار ہے ...... جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑا پار ہے

خلد میں ہوگا ہمارا داخلہ اس شان سے ...... **یارسول اللہ** کا نعرہ لگاتے جائیں گے

فوجیوں کے ساتھ رہنے والی ضروری اشیاء:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد میں اسلامی فوج کے سپاہیوں کو اپنے جنگی آلات جیسے تلوار، نیزہ وغیرہ کے علاوہ بھی چند ضروری اشیاء اپنے ساتھ رکھنی ہوتی تھیں تاکہ جنگ کے ساتھ ساتھ دیگر معاملات میں ان سے اِستِعانت لی جاسکے۔ حضرت سیِّدُنا کَثیر بِن شِہاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لشکر کے ہر سپاہی کے پاس ڈھال، کُرتہ، سُوئیاں، دھاگہ اور دیگر ضرورت کی اشیاء موجود تھیں۔ [1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......فتوح البلدان، القسم الرابع، فتح الری والقومس، ص ۴۴۵۔

گیارہواں باب

عہدِ فاروقی میں علمی سرگرمیاں

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے--------

عہدِ فاروقی میں علمی سرگرمیاں

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! علم کی اہمیت سے کون واقف نہیں؟ اُمَّتِ مُسْلِمَہ کے غَلَبَہ وقُوّت کا ایک اہم سبب علم بھی ہے، علم ہی وہ روشنی ہے جس کے ذریعے پوری دنیا میں اُجالا کیا جاسکتا ہے، خود قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ میں علم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، یقیناً علم والے اور جاہل دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ**﴾ (پ ٢٣، الزمر: ٩) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔'' قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کی صفت علم ہی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا**﴾ (پ ٢٢، فاطر: ٢٨) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''**اللہ** سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اس بات کو جانتے تھے کہ علمِ دین سے تائید ونصرت الٰہی حاصل ہوتی ہے اس لیے وہ **رسول اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے علمِ دین کے حصول کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه خود بارگاہِ نبوی کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے قرآنِ پاک کی تفسیر **رسول اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے سیکھی، پوری اُمَّتِ مُسْلِمَہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے علوم کی گواہ ہے، سلف صالحین علماء کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے علم، سمجھ اور شرعی احکام میں اِسْتِنْبَاط، نیز آپ کی معرفت کی خوب پذیرائی کی ہے، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی عادت مبارکہ تھی کہ **رسول اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے بھی علم کے حصول میں پیش پیش رہتے تھے، بیسیوں ایسے واقعات ہیں کہ جن میں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے **رسول اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے کوئی سوال کیا، آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس کا جواب دیا اور یوں اُمَّتِ مُسْلِمَہ کو بارگاہِ نبوت کے علمی خزانے کا فیض حاصل ہوا۔ نیز آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے کئی اقوال ہیں جو علم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

علم کی اہمیت پر فرامینِ فاروقِ اعظم

(1)...... ''اے لوگو! تم پر علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ علم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک چادر ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے، پس

جو علم کے ابواب میں سے کسی باب کو طلب کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ چادر اوڑھا دیتا ہے۔ پس اگر وہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو (اس علم کے سبب توبہ واستغفار ورجوع کے ذریعے) اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو مناتا ہے تاکہ وہ اس سے اس چادرِ علم کو سلب نہ فرمالے۔ پھر اگر وہ گناہ کرتا ہے تو پہلے کی طرح اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو مناتا ہے، پھر اگر وہ گناہ کرتا ہے تو پہلے کی طرح اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو مناتا ہے۔ (یوں وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو مناتا رہتا ہے) اگرچہ اس کے گناہوں کا سلسلہ طویل ہوجائے حتی کہ یوں ہی اس کا انتقال ہوجائے۔''(1)

(2)......''رات بھر عبادت کرنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے ہزار ہا عبادت گزاروں کی موت زیادہ آسان ہے اس عالم کی موت سے جو حلال وحرام کی معرفت رکھنے والا ہو۔''(2)

(3)......''بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص جب اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے سر پر تہامہ پہاڑ کے برابر گناہوں کا بوجھ ہوتا ہے، پھر وہ کسی عالم کا بیان سن لیتا ہے تو اس پر خوفِ خدا طاری ہوجاتا ہے جس کے سبب وہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے۔ اب جب وہ اپنے گھر لوٹتا ہے تو اس پر ایک گناہ بھی نہیں ہوتا۔ پس اے لوگو! تم لوگ علماء کی مجالس سے جدائی اختیار نہ کرو کیونکہ روئے زمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علماء کی مجالس سے زیادہ معزز کوئی شے پیدا نہ فرمائی۔''(3)

(4)......''قرآن کے حافظ اور علم کا سرچشمہ بن جاؤ۔''(4)

(5)......''علم سیکھو اور سکھاؤ، علم کے لیے وقار اور سنجیدگی سیکھو، اپنے اساتذہ اور طلبہ کے لیے عاجزی اختیار کرو۔''(5)

حفاظتِ علم کے لیے فاروقی خدمات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً علم ہی وہ روشنی ہے جس سے پوری دنیا میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے، علم کا

---

(1)......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، ص ۸۳، الرقم: ۲۵۱۔

احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب فی فضل العلم۔۔۔الخ، فضیلۃ التعلیم، ج ۱، ص ۲۴۔

(2)......جامع بیان العلم وفضلہ، باب تفضیل العلم والعبادۃ، ص ۴۲، الرقم: ۱۱۵۔

(3)......احیاء العلوم، کتاب ترتیب الاوراد۔۔۔الخ، بیان اختلاف الاوراد۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۴۶۰۔

(4)......الزھد لامام احمد، زھد عمر بن الخطاب، ص ۱۴۸، الرقم: ۲۶۳ ملتقطا۔

(5)......جامع بیان العلم وفضلہ، فصل، ص ۱۸۷، الرقم: ۵۹۹۔

اُٹھ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس قوم سے علم اٹھ جائے ہزاروں سعادتیں اُس سے روٹھ جاتی ہیں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود بھی علم کی قدر و منزلت سے واقف تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو بھی علم کی عظمت سے روشناس کروایا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جانتے تھے کہ ایک تربیت یافتہ مُسلِم مُعاشرے کے قیام میں علم کا بہت بڑا دخل ہے، اگر جہالت سو ١٠٠ برائیوں کو پیدا کرتی ہے تو علم ایک سو ایک ١٠١ برائیوں کو ختم کرتا ہے، جہالت سے جرائم کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ علم کی روشنی سے جرائم کے حقیقی خاتمے میں مُعاوَنت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی پوری زندگی میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ خاص طور پر قرآن وسنت کی حفاظت کا اہم فریضہ سرانجام دیا کہ یہی دونوں تمام علوم کی اصل ہیں۔ جب اصل برقرار رہے گی تو اس کی فروعات بھی برقرار رہیں گی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اسی حفاظتِ علم کی کوششوں سے پوری دنیا میں علمی ورثہ تقسیم ہوا اور آج تک اپنے اور بیگانے، مسلم، غیر مسلم، تمام لوگ کسی نہ کسی صورت میں **''فیضانِ فاروقِ اعظم''** سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور حفاظتِ قرآن

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ قرآنِ پاک کا حقیقی محافظ خود ربّ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹﴾ (پ ١٤، الحجر: ٩) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مفسرِ قرآن، صدرالافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی اِس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''تمام جن وانس اور ساری خَلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے یا تغییر و تبدیل کر سکے اور چونکہ **اللّٰہ تعالیٰ** نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسّر نہیں۔ یہ حفاظت کئی طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے، ایک یہ کہ اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو، ایک یہ کہ ساری خَلق کو اس کے نیست و نابود اور معدوم

کرنے سے عاجز کردیا کہ کُفّار باوجود کمالِ عداوت کے اِس کتابِ مقدس کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔‘‘

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک کا حقیقی محافظ ہونے کے باوجود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دنیاوی اِعتبار سے حفاظت قرآن کی سعادت عطا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور اپنے عہد یعنی عہدِ فاروقی میں قرآنِ پاک کی حفاظت کے سلسلے میں اَہم کردار ادا فرمایا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

عہدِ رسالت کے مُحافظِ قرآن:

عہدِ رسالت میں بتدریج (وقفے وقفے سے) قرآن پاک کا نزول ہوتا رہا اور جب بھی کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی خود سُلْطَانُ الْمُتَوَكِّلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ترتیب سے لکھوادیتے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی کاتب وحی تھے اور قرآن پاک لکھتے رہتے تھے، یوں عہدِ رسالت میں بھی قرآن پاک کی حفاظت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بہت بڑا حصہ شامل حال رہا، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار اُن مخصوص صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے جنہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خود قرآن پاک کی تفسیر پڑھی۔[1] یقیناً یہ امر بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قرآن پاک کی حفاظت کے ضمن میں شامل اور قابلِ تحسین ہے۔

عہدِ صدیقی کے محافظِ قرآن:

عہدِ رسالت کے بعد جیسے ہی عہدِ صدیقی شروع ہوا، فتنۂ زکوٰۃ، فتنۂ ارتداد اور اِس جیسے دیگر کئی فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے، خلیفۂ رسول اللہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن تمام فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم ور سول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاص عنایت سے اُن کا قلع قمع کردیا۔ اِن تمام فتنوں کو ختم کرنے کے لیے عہدِ صدیقی میں کئی جنگیں لڑی گئیں جن میں سے ایک بہت ہی مشہور جنگ، جنگِ یَمامَہ بھی ہے جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے ایک جھوٹے شخص ’’مُسَیْلَمَہ کَذّاب‘‘ کے خلاف لڑی گئی۔ اِس جنگ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ایک کثیر تعداد میں قرآن پاک کے حُفَّاظ نے شہادت پائی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فراست سے یہ بات جان لی کہ اگر

---

[1] ......سیر اعلام النبلاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۵۲۰، الرقم: ۳۔

یونہی ایک دو جنگوں میں حُفّاظ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شہادت ہوئی تو اُمَّتِ مُسْلِمَہ فیضانِ قرآن سے محروم ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ مشورہ دیا کہ قرآنِ پاک کے مختلف صحائف واَوراق کو ایک جگہ جمع کردیا جائے، اَوّلاً سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اِشکال رہا مگر بعدازاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے کو قبول فرمالیا اور کاتبِ وحی، حافظِ قرآن صحابی حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ذریعے اُن تمام قرآنی صحائف کو ایک جگہ جمع فرمادیا۔ یوں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے سے حفاظت قرآن کا ایک اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔[1]

فاروقِ اعظم کی حفاظتِ قرآن کی تدابیر

عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی کے بعد جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس وقت بھی قرآنِ عظیم کی حفاظت اور اس کی صحت پر خاص توجہ دی۔ اِس معاملے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اقدامات کی تفصیل درج ذیل ہے:

علاقائی درس وتدریس کی ترکیب:

حفاظت وصحت قرآن کے حوالے سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مفتوحہ علاقوں میں قرآن پاک کی درس وتدریس کا معاملہ شروع کروایا، اس کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن سکھانے والے مُعَلِّمِیْن کو مقرر فرمایا نیز ان کے معقول وظائف بھی جاری فرمائے تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ خَطِیْبِ بَغْدَادِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اور علامہ ابن جوزی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی دونوں نے اِس بات کو ذکر فرمایا ہے کہ: **''اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ الْعَفَّانِ كَانَا يَرْزُقَانِ الْمُؤَذِّنِيْنَ وَ الْاَئِمَّةَ وَ الْمُعَلِّمِيْنَ وَ الْقُضَاةَ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وسیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مؤذنوں، اماموں اور مُعَلِّموں یعنی قرآن وسنّت کی تعلیم دینے والوں اور قاضیوں کو وظائف دیا کرتے تھے۔''[2]

---

[1] ......اس کی مکمل تفصیل کے لیے ''دعوت اسلامی'' کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۷۲۳ صفحات پر مشتمل کتاب ''فیضانِ صدیق اکبر''، باب ''صدیق اکبر اور جمع قرآن''، صفحہ ۴۱۵ کا مطالعہ کیجئے۔

[2] ......تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ محمد۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۷۹، الرقم: ۴۶۰، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب التاسع والثلاثون، ص ۱۰۲۔

عہدِ فاروقی کے مُعَلِّمِیْنِ قُرآن:

حضرت سیِّدُنا محمد بن کَعْب قُرظی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ عہدِ رسالت میں پانچ انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل، حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت، حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب، حضرت سیِّدُنا ابواَیُّوب اَنصاری اور حضرت سیِّدُنا اَبُودَرْدَاء رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ جب عہدِ فاروقی آیا تو سیِّدُنا یزید بن ابُوسُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا: ''شامیوں کی کثرت کے باعث کئی شہر آباد ہوگئے ہیں، یہاں ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے جو انہیں قرآن پاک کی تعلیم دیں اور انہیں فقیہ بنائیں۔لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان تدریسی صلاحیت رکھنے والے افراد کے ذریعے میری مدد فرمائیں۔''

چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن ہی پانچ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بلایا اور فرمایا: ''تمہارے شامی مسلمان بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں اُن کو قرآن پاک سکھانے کے لیے کچھ اَفراد مُہَیَّا کروں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ سب پر رحم فرمائے، آپ میں سے تین اَفراد میری مدد کریں، اگر آپ لوگ چاہیں تو قرعہ اندازی کرلیں ورنہ خوشی سے تین اَفراد منتخب کرلیں۔'' انہوں نے عرض کیا: ''ہم میں قرعہ اندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ سیِّدُنا ابُو اَیُّوب اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ضعیف ہوگئے ہیں، سیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی طبیعت ناساز ہے۔''

لہٰذا بقیہ تین اَفراد حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا ابُو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تیار ہوگئے۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن تینوں سے اِرشاد فرمایا: ''حِمْص شہر سے ابتدا کرو، وہاں تم لوگوں کی طبیعتیں مختلف پاؤ گے، کچھ لوگ بہت جلد قرآن کی تعلیم حاصل کرلیں گے، جب تم لوگ دیکھو کہ لوگ اب آسانی سے تعلیم حاصل کررہے ہیں تو ایک فرد اُن کے پاس ٹھہر جائے اور ایک فرد آگے دمشق نکل جائے جبکہ تیسرا فرد فلسطین چلا جائے۔'' چنانچہ یہ تینوں حضرات حِمْص تشریف لائے اور اتنا عرصہ وہاں رہے کہ ان لوگوں کی تعلیم پر اطمینان ہوگیا، پھر سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو وہیں ٹھہر گئے اور سیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دمشق کی طرف چلے گئے اور سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فلسطین تشریف لے گئے۔ (1)

---

(1)......طبقات کبری، ذکر من جمع القرآن، ج ٢، ص ٢٧٢۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اپنے شہر سے نکل کر دوسرے شہروں میں جا کر قرآن وسنت کی تعلیم عام کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے، جیسا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ سے قرآن وسنت کے علماء کو دیگر شہروں میں روانہ کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مظہر ہیں، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے بھی دعوتِ اسلامی کے تمام ذمہ داران ومبلغین اسلامی بھائیوں کو یہ مدنی مقصد عطا فرمایا ہے کہ ''**مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔** اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ'' اپنی اصلاح کے لیے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کے لیے مدنی مرکز کے جدول کے مطابق مدنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے دیے ہوئے مدنی ذہن کے مطابق روزانہ سینکڑوں قافلے شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں نیکی کی دعوت کی دھومیں مچاتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تادمِ تحریر پوری دنیا کے ۱۷۵ سے زائد ممالک میں دعوتِ اسلامی کا مدنی پیغام پہنچ چکا ہے، اور مزید کام جاری وساری ہے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

منسوخ آیات کی علیحدگی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حفاظتِ قرآن سے متعلق ایک اہم کام یہ بھی کیا کہ مختلف منسوخ آیات کو **مَتْلُو** یعنی تلاوت کی جانے والی آیات سے علیحدہ فرما دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جس آیت مبارکہ کے منسوخ ہونے کا معلوم ہوتا تو بعض اوقات کسی اور صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس کی تصدیق بھی کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرَات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو یوں حکم دیا تھا: **وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجٰہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی** یعنی بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ تو کیا جاہلیت کی بھی کئی قسمیں

ہیں؟'' سیِّدُ نا **عبد اللّٰه** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا کہ ''حضور میں نے کوئی چیز ایسی نہیں سنی کہ جو پہلی ہو مگر اس کی دوسری نہ ہو۔'' فرمایا: ''کیا تم **کتاب اللّٰه** سے اس پر تصدیق کے لیے کوئی آیت پیش کر سکتے ہو؟'' عرض کیا: ''جی ہاں! **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں حکم ارشاد فرمایا ہے: **وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ كَمَا جَاهَدْتُّمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ** یعنی **اللّٰه** کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے اسی طرح جیسا تم نے پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا۔'' فرمایا: ''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے پہلے ہمیں کس سے جہاد کا حکم دیا تھا؟'' عرض کیا: ''قبیلہ مخزوم اور عبد شمس سے۔''[1]

اس روایت میں سیِّدُ نا **عبد اللّٰه** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آیت مبارکہ کے ساتھ یہ الفاظ بھی تلاوت کیے: ''**كَمَا جَاهَدْتُّمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ**'' یہ الفاظ منسوخ ہیں۔ بعد اَزاں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس کی مَنْسُوخِیَّت کو واضح کرنے کے لیے حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: ''**اَسْقَطَ فِيْمَا اَسْقَطَ مِنَ الْقُرْاٰنِ** یعنی یہ آیت تو دیگر ساقط ہونے والی آیات کے ساتھ ساقط ہوگئی۔''[2]

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ منسوخ آیات کی دو قسمیں ہیں: (۱) **مَتْلُو** یعنی وہ منسوخ آیات جن کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ قرآن پاک میں اب بھی موجود ہیں البتہ ان کا حکم باقی نہیں ہے۔ (۲) **غیر مَتْلُو** یعنی وہ منسوخ آیات جن کی نہ تو تلاوت کی جاتی ہے اور نہ ہی قرآن پاک میں موجود ہیں اور نہ ہی ان کا حکم باقی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس دوسری قسم کی آیات کو قرآن پاک سے علیحدہ کروا دیا تھا۔ اِن دونوں طرح کی آیات کی تفصیل تفسیر واُصول تفسیر کی کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

تفسیری عبارات کی علیحدگی:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا **حفاظت قرآن** کے سلسلے میں ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک کی متلو یعنی تلاوت کی جانے والی آیات سے تفسیری عبارات کو علیحدہ فرما دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب

---

1 ......درمنثور، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۳، ج ۶، ص ۶۰۱۔

2 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، باب فی لواحق التفسیر، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۲۴۰، حدیث: ۴۷۳۸۔

رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے اس کی تفسیر بیان فرماتے، پھر وہ اس تفسیر کو آگے بیان فرماتے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ سننے والا تفسیری عبارت کو آیت سمجھ کر یاد کر لیتا، اسی وجہ سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اگر کسی عبارت کے تفسیر ہونے میں شک ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی حافظ صحابی جیسے حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وغیرہ کو بلاتے اور ان سے اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ خصوصاً حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کہ قرآن پاک کے حافظ تھے ان کو بعض اوقات کئی آیات یا تفسیری عبارات میں اِشتباہ ہوجاتا تھا، جنہیں یہ تلاوت کرتے حالانکہ وہ منسوخ ہوتیں۔ کتب احادیث میں اس کی کئی اَمثلہ موجود ہیں۔ مثلاً حضرت سیِّدُنا ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ٢٦ کو کچھ ایسے الفاظ کی زیادتی کے ساتھ تلاوت کرتے جو تفسیری عبارت تھی، جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور انہیں اپنی بارگاہ میں بلایا۔ بعد ازاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیگر حُفَّاظ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھی بلایا جن میں حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن سے سورۃ الفتح سنی تو اس میں بھی اُن الفاظ کو نہ پا کر جلال کا اِظہار فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا کہ: ''**فَاِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ اُقْرِیءَ النَّاسَ عَلٰی مَا اَقْرَاَنِیْ اَقْرَاْتُ وَاِلَّا لَمْ اُقْرِیءْ حَرْفًا مَا حَیِیْتُ** یعنی اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اسی طرح لوگوں کو قرآن پاک پڑھایا کروں گا جس طرح **رسول اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے پڑھایا تھا ورنہ زندگی بھر ایک لفظ بھی نہیں پڑھاؤں گا۔''(1)

آیتوں کے ساتھ تفسیر نہ لکھنے کی حکمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک کی آیات کے ساتھ تفسیری عبارات لکھنے کی جو ممانعت فرمائی تھی غالباً اس کی سب سے اہم وجہ یہی تھی کہ اگرچہ اس زمانے میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ان آیات و تفسیری عبارات میں امتیاز کر لیتے تھے، لیکن یقیناً بعد کے لوگ علم قرآن و تفسیر میں مہارت نہ ہونے کے ساتھ ان تفسیری عبارات کو بھی آیات ہی سمجھنے لگتے اسی خدشے کی بنا پر آپ نے تفسیری عبارات

(1) ......مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، باب ان رسول اللّٰہ یامر کم۔۔۔الخ، ج ٢، ص ٥٩٨، حدیث: ٢٩٤٦۔

کو آیات سے جُدا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم آج بھی اسی حکمت کے پیشِ نظر باقی ہے۔ چنانچہ امامِ اہلسنت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مُجدّدِ دین وملّت، پروانۂ شمعِ رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن سے فتاویٰ رضویہ شریف میں جب ترجمہ میں محذوفات اور مَطالِب وغیرہ ہلالین بنا کر لکھنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نفسِ قرآن میں اگرچہ یہ اَمرِ مُحال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قُدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اِن عوام کو مَعانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فَہمِ عربی (یعنی عربی سمجھنے) سے عاجز ہیں، خُطُوطِ ہِلالی (یعنی گول بریکٹ۔ ()۔) نُقُول وَدرنُقُول (ایک کے بعد دوسرے کے نقل کرنے) خُصُوصاً مَطابِع (یعنی چھپے ہوئے نُسخے) میں ضرور مَخْلُوط و نامَضبُوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والی عوام اصل ارشادِ قرآن کو اس مُترجِم کی زِیادَت (اِضافہ) سمجھیں گے اور مُترجِم کی زِیادات (اِضافے) کو ربُّ العِزَّۃ کا اِرشاد یہ باعثِ ضلال (گمراہی) ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو (یعنی گمراہی کی طرف لے جانے والا ہو) اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماءِ مُترجِمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور (لائنوں کے درمیان) میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب (مطلب واضح کرنے) کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انہیں کی چال چلنی چاہئے۔''(1)

سورتوں کی آیات کی چھان بین:

حفاظتِ قرآن سے متعلق ایک امر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف سورتوں کی مجموعی آیات کی بھی ضمناً چھان بین کی تاکہ سورتوں کی آیات متعین ہوجائیں، بعض اوقات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اس معاملے میں بھی بات چیت کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے استفسار فرمایا: ''**کَمْ تَعُدُّوْنَ سُوْرَۃَ الْاَحْزَابِ**؟ یعنی تم سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں شمار کرتے ہو؟'' سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً عرض کیا: ''**ثِنْتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَسَبْعِیْنَ** یعنی بہتر ۷۲ یا تہتر ۷۳۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اِنْ کَانَتْ لَتُقَارِبُ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَاِنْ کَانَ فِیْھَا لَاٰیَۃُ الرَّجْمِ** یعنی اگرچہ یہ سورت پہلے سورۂ بقرہ کے برابر تھی،

(1)..... فتاویٰ رضویہ، ج۲۳، ص۶۷۹۔

اور اس میں پہلے آیت رجم بھی تھی۔''[1]

دو گواہوں کے بغیر عدمِ قبولیت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا زَید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جمعِ قرآن کے سلسلے میں مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھنے اور دو گواہوں کے ساتھ آیات کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح عہدِ فاروقی میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب قرآن پاک کو جمع کرنے کا اِرادہ فرمایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی دو گواہوں کے بغیر کوئی آیت مبارکہ یا سورت نہ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا یَحْیٰی بِن عبد الرحمٰن بِن حاطِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک جمع کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں کے درمیان تشریف لائے اور ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قرآن پاک کا کچھ حصہ سنا ہو وہ ہمارے پاس لے کر آجائے۔'' لوگوں نے قرآن پاک مختلف تختیوں، ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا جس کے پاس جو بھی تھا وہ لے کر حاضر ہوا۔ لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی سے کوئی آیت یا سورت وغیرہ اس وقت تک قبول نہ فرماتے تھے جب تک وہ اس پر دو گواہ نہ پیش کردے، ابھی یہ کام تکمیل تک نہ پہنچا تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات ہوگئی، بعد ازاں سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی دو گواہوں کے ساتھ کوئی آیت یا کسی سورت کو قبول فرماتے تھے۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی اور عہدِ عثمانی تینوں اَدوار میں جمعِ قرآن کے معاملے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا، یوں **بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی** قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے وہی قرآن پاک نسل در نسل منتقل ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا جو پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوا تھا۔

آیاتِ قرآن میں لغت کا اعتبار:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب قرآن پاک لکھنے کا ارادہ فرمایا تو چند کاتبین اصحاب کو اس پر مامور فرمایا

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب الرجم والاحصان، ج ۷، ص ۲۶۳، حدیث: ۱۳۴۳۳ ملتقطا۔

2 ......تاریخ مدینة لابن شبه، ماروی عنه...الخ، ج ۲، ص ۴۰۵، تاریخ ابن عساکر، ج ۱۶، ص ۳۶۵۔

اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ: ''اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِی اللُّغَةِ فَاكْتُبُوْهَا بِلُغَةِ مُضَرٍ یعنی جب تمہارا لغت میں اختلاف ہوجائے تو لُغَتِ مُضر میں لکھنا۔''(1)

اخذ قرآن میں فاروقی احتیاط:

حضرت سیِّدُنا عُمر بن محمد بن زَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ چند انصاری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مَعِیَّت میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمع قرآن کی اجازت طلب کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّكُمْ اَقْوَامٌ فِی اَلْسِنَتِكُمْ لَحْنٌ وَاَنَا اَكْرَهُ اَنْ تُحَدِّثُوْا فِی الْقُرْآنِ لَحْناً یعنی تمہاری قوم کی زبان میں غلطی ہے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم لوگ قرآن پاک میں کوئی غلطی کر بیٹھو۔''(2)

قرآن پاک کا اِملاء قرشی جوانوں سے:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک کی کتابت کے بعد اس کا املاء قرشی نوجوانوں سے کروایا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میں نے امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ فرماتے سنا: ''لَا یُمْلِیَنَّ فِیْ مَصَاحِفِنَا هٰذِهِ اِلَّا غِلْمَانُ قُرَیْشٍ وَثَقِیْفٍ یعنی ہمارے اِن مصاحف (قرآنِ پاک) کا اِملاء قُریش اور ثَقیف کے نوجوان کریں۔''(3)

قرآن پاک کی باریک کتابت کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن پاک کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کے ادب واحترام کو بھی ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے، قرآن پاک کے ادب واحترام کی خاطر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ باریک کتابت کو ناپسند فرماتے، جبکہ موٹی اور واضح کتابت کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُو الْاَسْوَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے

---

1 ......فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب نزل القرآن بلسان قریش والعرب۔۔۔الخ، ج ١٠، ص ٨، تحت الحدیث: ٤٩٨٥۔

2 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، جمع القرآن، الجزء: ٢، ج ١، ص ٢٤٥، حدیث: ٤٧٦٥۔

3 ......فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ج ١٠، ص ١٧، تحت الحدیث: ٤٩٨٨۔

روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس قرآن پاک کا ایک نسخہ لایا گیا جو باریک قلم کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ''**مَا هٰذَا** یعنی یہ کیا ہے؟'' بتایا گیا کہ یہ مکمل قرآن پاک ہے۔ یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ناپسند فرمایا حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن پاک کو دیکھ کر خوش ہو جایا کرتے تھے۔ بہر حال جس نے اسے لکھا تھا اسے مارا اور ارشاد فرمایا: ''**عَظِّمُوْا كِتَابَ اللّٰهِ** یعنی کتاب اللہ کی تعظیم کرو۔''(1)

ناشرین قرآن احتیاط سے کام لیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایت میں قرآن پاک کے ایسے ناشرین کے لیے نصیحت کے بے شمار مدنی پھول ہیں جو قرآن پاک کی نشر و اشاعت جیسی عظیم سعادت سے مستفید ہوتے ہیں، قرآن پاک کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اتنے چھوٹے سائز میں قرآن پاک کی طباعت سے پرہیز کیجئے جس کے پڑھنے میں دشواری ہو، بعض ناشرین جیبی سائز یا تعویذ کے طور پر استعمال کرنے کے لیے بہت باریک کتابت والے قرآن پاک طبع کرتے ہیں جنہیں پڑھنے کے لیے عدسہ (یعنی حروف کو موٹا دکھانے والا شیشہ) استعمال کرنے کی حاجت ہوتی ہے، یقیناً ایسی باریک کتابت والے قرآن پاک کی طباعت عظمت قرآن کے خلاف ہے اور اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

''نحو'' (عربی گرائمر) وضع کرنے کا حکم دے دیا:

حضرت سیِّدُنا اَبِی مُلَیْکَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں ایک اَعرابی مدینہ منورہ میں آیا اور کہنے لگا: ''کون ہے جو مجھے قرآن پاک سکھائے گا؟'' ایک شخص نے اس اَعرابی کو سورت براءت سکھائی اور اس کی ایک آیت مبارکہ کا اِعراب اِس طرح پڑھا کہ اس اعرابی کو اس میں شبہ ہو گیا، اس نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے درست پڑھایا۔ اس واقعے کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ حکم جاری فرما دیا کہ ''جو شخص لغت کا عالم ہو صرف وہی قرآن پاک پڑھائے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اَبُوالْاَسْوَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **نحو** (یعنی

---

(1) ...... کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۴، حدیث: ۴۱۶۲۔

عربی گرائمر) وضع کرنے کا حکم دے دیا۔[1]

اِعرابی غلطی کرنے والے کو کوڑا لگاتے:

حضرت سیِّدُنا ابُوعِکْرِمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی شخص کو غلطی کرتے دیکھتے تو اسے لقمہ دیتے لیکن جب کسی کو اِعرابی غلطی کرتے دیکھتے تو اسے کوڑا لگاتے۔[2]

قرآن پاک سے متعلق دیگر فاروقی اقدامات

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مذکورہ بالا تمام اقدامات کے ساتھ کئی دیگر اقدامات بھی فرمائے جو بالواسطہ یا بلا واسطہ حفاظت قرآن سے ہی تعلق رکھتے ہیں، دراصل اُن اقدامات کے پس پردہ بھی تربیت نبوی کام کررہی تھی، جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارگاہِ رسالت سے عطا ہوئی تھی۔

قرآن پاک کے ساتھ سفر کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دشمنوں کی زمین کی طرف قرآن پاک کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں وہ لوگ قرآن پاک کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی تمام شہروں کے گورنروں کی طرف یہی حکم جاری فرما دیا تھا۔''[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی قرآن پاک کو سفر میں ساتھ رکھنے کے لیے بہت احتیاط کی حاجت ہے، آج کل کے سفر عموماً تکلیف دہ ہوتے ہیں، اگر وضو وغیرہ قائم نہ رہے تو بسا اوقات دوبارہ وضو کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور یقیناً بغیر وضو قرآن پاک کو چھونا بھی حرام ہے۔ بعض اوقات سامان رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں ہوتی جہاں قرآن پاک کو ادب کے ساتھ رکھا جائے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ قرآن پاک کو سفر میں ساتھ نہ لے کر جائیں۔

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۳، حدیث: ۴۱۵۴۔

2 ...... کنز العمال، کتاب العلم، آداب العلم متفرقۃ، الجزء: ۱۰، ج ۵، ص ۱۳۳، حدیث: ۲۹۴۹۷۔

3 ...... المصاحف لابن ابی داود، ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث: ۶۹۵۔

قرآن کے وسیلے سے مانگو:

حضرت سیِّدُ نا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَاسْأَلُوا اللّٰہَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَقْرَاَہٗ قَوْمٌ یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ یعنی قرآن پڑھو اور اس کے وسیلے سے اللہ سے سوال کرو قبل اس کے کہ کوئی قوم اس کو پڑھ کر اس کے وسیلے سے لوگوں سے سوال کرے۔''(1)

دِل جَمعی کے ساتھ تلاوت کرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَیْہِ قُلُوْبُکُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ فَقُوْمُوْا عَنْہُ یعنی جب تک تمہارے دل قرآن پاک کی تلاوت پر جمے رہیں تب تک پڑھتے رہو ورنہ چھوڑ کر کھڑے ہوجاؤ۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اگر ذہنی یکسوئی نہ ہو تو قرآن پاک کی تلاوت نہ کی جائے، ایک تو اس سے غلط پڑھے جانے کا بھی اندیشہ ہے دوسرا یہ امر قرآن پاک کی عظمت کے خلاف ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت نہایت ہی اہتمام کے ساتھ کیجئے اور فیضان قرآن سے اپنے قلب کو منور کیجئے۔

بغیر وضو قرآن پڑھنا جائز ہے:

حضرت سیِّدُ نا محمد بن سِیرِین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے جو قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قضائے حاجت کے لیے کھڑے ہوئے، جب واپس لوٹے تو قرآن پاک پڑھتے ہوئے لوٹے، ایک شخص نے عرض کیا: ''لَمْ تَوَضَّأْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْتَ تَقْرَاُ یعنی اے امیر المؤمنین! آپ بغیر وضو قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں؟'' یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''مَنْ اَفْتَاکَ بِھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ؟ یعنی تجھے یہ فتویٰ کس نے دیا ہے؟''(3)

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، من کرہ ان یتاکل بالقرآن، ج ۷، ص ۱۶۳، حدیث: ۴۔

2 ......سنن کبری للنسائی، کتاب فضائل القرآن، ذکر الاختلاف، ج ۵، ص ۳۴، حدیث: ۸۰۹۹۔

شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ترک المماراۃ فی القرآن، ج ۲، ص ۴۱۸، حدیث: ۲۲۶۰۔

3 ......سنن کبری، کتاب الطھارۃ، باب قراءۃ القرآن بعد الحدث، ج ۱، ص ۱۴۵، حدیث: ۴۲۱۔

جُنُبِی اور حائِضَہ کو قرآن پڑھنا منع ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**اَلْجُنُبُ وَ الْحَائِضُ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ** یعنی جُنُبِی اور حائِضَہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرسکتے۔''(1)

قرآن پاک کو چھونے اور پڑھنے کے مدنی پھول:

(1) جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چَولی چُھوئے یا بے چُھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے **مُقَطَّعات** کی انگوٹھی حرام ہے۔ **(2)** اگر قرانِ عظیم جُزدان میں ہو تو جُزدان پر ہاتھ لگانے میں حَرَج نہیں، یوہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے، کُرتے کی آستین، دُوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے مونڈھے پر ہے دوسرے کونے سے چھُونا حرام ہے کہ یہ سب اس کے تابع ہیں جیسے چَولی قرآن مجید کے تابع تھی۔ **(3)** اگر قرآن کی آیت دُعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن** یا خبرِ پریشان پر **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن** کہا یا بہ نیتِ ثنا پوری سورۂ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورۂ حشر کی پچھلی تین آیتیں **ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ** سے آخر سورت تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ ہو تو کچھ حَرَج نہیں۔ یوہیں تینوں **قُلْ** بلا لفظ ''**قُلْ**'' بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ ''**قُلْ**'' کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا مُتَعَیَّن ہے نیت کو کچھ دخل نہیں۔ **(4)** بے وُضو کو قرآنِ مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حَرَج نہیں۔ **(5)** قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔ **(6)** قرآنِ مجید دیکھنے میں ان سب پر کچھ حَرَج نہیں اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور خیال میں پڑھتے جائیں۔ **(7)** ان سب کو فقہ و تفسیر و حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے اور

---

(1)......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، من کره ان یقرء الجنب القرآن، ج ۱، ص ۱۲۵، حدیث: ۷۔

دارمی، کتاب الطہارۃ، باب الحائض تذکر اللہ---الخ، ج ۱، ص ۲۵۲، حدیث: ۹۹۱۔

اگران کوکسی کپڑے سے چُھوا اگرچہ اس کو پہنے یا اوڑھے ہوئے ہو تو حرج نہیں مگر مَوضَعِ آیت (یعنی آیت کی جگہ) پر ان کتابوں میں بھی ہاتھ رکھنا حرام ہے۔ (1)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تفسیر بالرائے کی ممانعت:

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن شِہاب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَضَعُوْهُ عَلٰى مَوَاضِعِهٖ وَلَا تَتَّبِعُوْا فِيْهِ اَهْوَاءَ كُمْ** یعنی بے شک یہ قرآن اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے، لہٰذا اسے اس کی مقرر کردہ جگہوں پر ہی رکھو اس کے معاملے میں اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔'' (2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تفسیر بالرّائے حرام ہے اور اپنی اٹکل کے مطابق آیت سے استدلال کرنا اور حدیث مبارکہ کی شرح کرنا اگرچہ دُرُست ہو تب بھی شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ''جس نے بِغیر عِلم قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنّم میں بنالے۔'' (3)

قرآن کے بدلے عُہدہ دینے کی ممانعت:

حضرت سَیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یوں کہا ہے: ''**مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ اَلْحَقْتُهٗ فِي الْعَيْنِ** یعنی جو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرے گا میں اسے عہدہ دوں گا۔'' سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اُفٍّ اُفٍّ! اَيُعْطٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ** یعنی افسوس ہائے افسوس! کیا قرآن پاک کے بدلے عہدے دیے جائیں گے؟'' (4)

---

1 ......بہارشریعت، ج۱، حصہ ۲، ص۳۲۶تا۳۲۷۔

2 ......الزھد لامام احمد، زھد یونس علیہ السلام، ص۲۷، الرقم: ۱۹۱۔

3 ......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ، ج۴، ص۴۳۹، حدیث: ۲۹۵۹۔

4 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج۱، ص۱۴۴، حدیث: ۴۱۶۰۔

بغیر تفسیر کے قرآن پاک پڑھنا:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیمِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تنہا تھے اور کسی مسئلے میں غور وفکر فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا اور فرمایا: ''**کَیْفَ تَخْتَلِفُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ وَ کِتَابُھَا وَاحِدٌ وَنَبِیُّھَا وَاحِدٌ وَ قِبْلَتُھَا وَاحِدَۃٌ** یعنی اس اُمت میں کیسے اختلاف پیدا ہوسکتا ہے حالانکہ ان کی کتاب، نبی اور قبلہ ایک ہی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! ہم پر قرآن نازل ہوا ہے، اب ہم اس کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں اس کا شانِ نزول بھی معلوم ہے۔ لیکن ہمارے بعد ایک ایسی قوم بھی آئے گی جو قرآن پاک تو پڑھے گی لیکن وہ یہ نہیں جانتی ہوگی کہ فلاں آیت کا شانِ نزول کیا ہے، پھر وہ اپنی طرف سے اسے بیان کریں گے، اس طرح ان کی آراء مختلف ہوجائیں گی اور ان میں اختلاف پیدا ہوگا، جب اختلاف پیدا ہوگا تو وہ آپس میں قتال شروع کردیں گے۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ شَفیقِ اُمت تھے اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور آپ نے سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ڈانٹا۔ ان کے جانے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غور کیا تو ان کی بات درست لگی، انہیں بلا کر ارشاد فرمایا: ''اپنی بات دوبارہ بیان کرو۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ بغیر ترجمے کے فقط قرآن پاک کے متن کی تلاوت کرنا یقیناً باعث اجر وثواب ہے لیکن اس سے نہ تو شانِ نزول معلوم ہوگا اور نہ ہی اَحکامِ شَرعِیَّہ سے مکمل آگاہی حاصل ہوگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ نے اُمَّتِ مُسلِمہ کی خیر خواہی کے لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کا ترجمۂ قرآن **''کنز الایمان''** صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی کے تفسیری حاشیہ **''خزائن العرفان''** کے ساتھ نہایت ہی خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے، آپ بھی مکتبۃ المدینہ سے حاصل کیجئے اور تلاوت قرآن مع ترجمۂ کنز الایمان وتفسیر خزائن العرفان کی سعادت حاصل کیجئے۔

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ترک التفسیر بالظن، ج ۲، ص ۴۲۵، حدیث: ۲۲۸۳۔

مدرسۃ المدینہ برائے بالغان

قرآن میں ایک دوسرے سے مُراجعت:

حضرت سیِّدُنا سَلمان بن یَسار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے مروی ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسے لوگوں کے پاس گئے جو قرآن پاک کی اس طرح تلاوت کررہے تھے کہ اس میں وہ ایک دوسرے کی طرف مراجعت بھی کررہے تھے۔ (یعنی ایک دوسرے سے پوچھ پوچھ کے پڑھ رہے تھے۔) سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''**نَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَ نَتَرَاجَعُ** یعنی ہم قرآن پاک پڑھ رہے ہیں اور جہاں مسئلہ پیش آتا وہاں ایک دوسرے سے پوچھ لیتے ہیں۔'' فرمایا: ''**تَرَاجَعُوْا وَ لَا تَلْحَنُوْا** یعنی ٹھیک ہے ایک دوسرے سے پوچھ کے صحیح پڑھتے رہو غلطی نہ کرو۔''(1)

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ چند لوگوں کا اکٹھے اس طرح قرآن پاک پڑھنا کہ جسے نہ آتا ہو وہ دوسرے جاننے والے سے پوچھ لے، یہ عہدِ فاروقی میں بھی لوگوں کا معمول تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی نے بھی عہدِ فاروقی کی یاد تازہ کرتے ہوئے مختلف علاقوں کی مساجد میں مدنی منوں کے مدارس کے علاوہ بالغ افراد کے لیے مدرسۃ المدینہ برائے بالغان قائم کیے ہیں، جن میں ہزاروں مسلمان قرآن پاک درست مخارج کے ساتھ پڑھنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں، اگر آپ بھی درست قرآن مجید پڑھنا چاہتے ہیں تو مدرسۃ المدینہ برائے بالغان میں ضرور شرکت کیجئے اور فیضانِ قرآن سے اپنے قلوب کو مُنَوَّر کرتے ہوئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کیجئے۔

معانی کو سمجھ کر قرآن پاک پڑھنا:

حضرت سیِّدُنا عامر شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**مَنْ قَرَاَ الْقُرْآنَ فَاَعْرَبَ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ اَجْرُ شَہِیْدٍ** یعنی جس نے قرآن پڑھا اور اس کے معانی کو سمجھ کے پڑھا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے۔''(2)

---

1 ......شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی قراءۃ القرآن بالتفخیم، ج ۲، ص ۴۲۹، حدیث: ۲۲۹۸۔

2 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۶، حدیث: ۴۱۷۴۔

قرآن پر اُجرت لینے کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا مُجاہد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**یَا اَھْلَ الْعِلْمِ وَ الْقُرْآنِ لَا تَاْخُذُوْا لِلْعِلْمِ وَ الْقُرْآنِ ثَمَناً فَیَسْبِقُکُمَ الدَّنَاۃُ اِلَی الْجَنَّۃِ** یعنی اے علم اور قرآن والو! علم اور قرآن پر اجرت نہ لو ورنہ کم ترین لوگ تم سے پہلے جنت میں جائیں گے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ''طاعت وعبادت کے کاموں پر اِجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے، امامت کے لیے، قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے، حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے۔ مُتقدِّمین فُقَہا کا یہی مسلک تھا مگر متاخرین نے دیکھا کہ دِین کے کاموں میں سُستی پیدا ہوگئی ہے اگر اِس اِجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دِین کے بہت سے کاموں میں خَلَل واقع ہوگا اُنھوں نے اس کلیہ سے بعض اُمور کا استثنا فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن وفقہ اور اِذان وامامت پر اِجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلبِ معیشت میں مشغول ہوکر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دِین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے۔ اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اَذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اِس شعارِ اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح بعض علمانے وعظ پر اِجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانہ میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں، اِدھر اُدھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ وتقریر کے ذریعہ اُنھیں دِین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کردیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں اس کا انسداد ہوجائے گا۔ یہاں یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصاً **لوجہ اللہ** انجام دے اور اجرِ اُخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے! پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصوّر کرتے ہوئے کہ دِین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اور اُس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اُجرت نہیں ہے

---

(1)......الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع، باب ذكر ما ينبغي للمحدث...الخ، ج ١، ص ٣٥٦، الرقم: ٨٢٨۔

بلکہ اعانت وامداد ہے۔فقہائے کرام نے اُس کلیہ سے جن چیزوں کا استثنا فرمایا وہ مذکور ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پر اجارہ جس طرح قُدَما کے نزدیک ناجائز ہے متاخرین کے نزدیک بھی ناجائز ہےلہٰذا سوئم وغیرہ کے موقع پر اُجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار،اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں اگر اُجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں جب اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی اُمید بیکار ہے۔مقصد یہ ہے کہ ایصالِ ثواب جائز بلکہ مُسْتَحْسَن ہے مگر اُجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمۂ طیبہ پڑھوا کر ایصالِ ثواب نہیں ہوسکتا بلکہ پڑھنے والے اللہ تعَالٰی کے لیے پڑھیں اور ایصال ثواب کریں یہ جائز ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

مختلف فتنوں کا سدباب

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد میں ایک دو ایسے فرقے بھی تھے جنہیں قرآنی احکامات کے بارے میں شکوک وشبہات تھے، نیز یہ لوگ دیگر فاسد عقائد بھی رکھتے تھے، ان میں سے ایک فرقہ ''حَرُورِیَّہ'' بھی تھا، جبکہ دوسرا فرقہ ''خلقِ قرآن'' یعنی قرآن کو مخلوق کہنے جیسا فاسد عقیدہ رکھتا تھا۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان دونوں فتنوں کا بھی سَدِّباب فرمایا۔

فِرقہ حَرُورِیَّہ کا سدباب:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے فرقہ ''حَرورِیَّہ'' کے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، اس فرقے کی ایک خاص نشانی یہ تھی کہ یہ لوگ ''مَحْلُوْق'' یعنی گنجے ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ شبہ بھی ہوتا کہ اس کا تعلق اس گمراہ فرقے کے ساتھ ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے خلاف کاروائی فرماتے۔ چنانچہ،

(1) حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام حضرت سیِّدُنا نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے

1 ......بہارشریعت، ج۳، حصہ ۱۴، ص ۱۴۵، ۱۴۶۔

کہ ''**صَبِیْغ**'' نامی شخص جو عراق کا رہنے والا تھا مسلمانوں کے لشکر میں قرآن پاک سے متعلق مختلف قسم کے عجیب وغریب سوالات کیا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ مصر کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچ گیا۔ جب انہیں پتا چلا تو انہوں نے ایک قاصد کے ہاتھ مکتوب کے ساتھ اسے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیج دیا۔ جیسے ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاصد کا مکتوب پڑھا تو پوچھا: ''وہ شخص کہاں ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''حضور! وہ تو باہر اپنی سواری پر موجود ہے۔'' فرمایا: ''دیکھو، کہیں وہ چلا تو نہیں گیا، اگر وہ چلا گیا تو تمہاری خیر نہیں ہے۔'' وہ قاصد اسے لے کر آیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: ''**تَسْاَلُ مُحْدَثَۃً** یعنی کیا تم ہی ہو جو الٹے سیدھے سوالات کرتے ہو؟'' پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھجور کی شاخیں منگوائیں اور اسے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی پیٹھ سے خون بہنے لگا۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے چھوڑ دیا، جب وہ ٹھیک ہوگیا تو دوبارہ بلایا اور پھر مارا، جب تیسری بار مارنے کے لیے بلایا تو اس نے عرض کی: ''**اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ قَتْلِي فَاقْتُلْنِي قَتْلًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تُدَاوِيَنِي فَقَدْ وَاللّٰهِ بَرَأْتُ** یعنی اگر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو پھر قتل کردیجئے یوں تڑپا تڑپا کر تو نہ ماریے اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے اس فاسد عمل سے رک جاؤں تو میں اس سے باز آچکا ہوں۔''

یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے اس کے شہر بھیج دیا اور حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ مسلمانوں کو کہہ دو اس کا بائیکاٹ کریں یعنی کوئی اس کے ساتھ نہ بیٹھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عمل اس پر نہایت ہی گراں گزرا اور اس نے سچی توبہ کرلی، سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب لکھا کہ ''حضور اب اس کی حالت بہت اچھی ہوگئی ہے۔'' تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو اس کے ساتھ میل جول کی اجازت عطا فرمادی۔ (1)

(2) ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے ہی وہ شخص آیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: ''**اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ صَبِيْغٌ** یعنی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندہ صبیغ ہوں۔'' آپ نے اس سے چند سوالات

---

1 ......دارمی، باب من هاب الفتیا۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۶۷، حدیث: ۱۴۸۔

کیے اور پھر اسے مارنا شروع کر دیا۔[1]

(3) ایک روایت میں یوں ہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**وَجَدْتُکَ مَحْلُوْقًا لَضَرَبْتُ الَّذِيْ فِيْهِ عَيْنَاکَ** یعنی اگر تو گنجا ہوتا تو میں تیرا سَرتَن سے جُدا کر دیتا۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بائیکاٹ کے حکم کے بعد حضرت سیِّدُ نا ابو عثمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**فَلَوْ جَاءَ وَنَحْنُ مِائَةٌ لَتَفَرَّقْنَا عَنْهُ** اس شخص کا حال یہ تھا کہ اگر ہم سو آدمی بھی جمع ہوتے اور صبیغ آجاتا تو ہم سب وہاں سے منتشر ہو جاتے۔''[2]

(4) ایک روایت میں ہے کہ جب سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے مارا اور اس کا عمامہ گر گیا تو فرمایا: ''**اَحَرُوْرِيٌّ وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِيَدِهٖ لَوْ وَجَدْتُّکَ مَحْلُوْقًا لَاَنْحَيْتُ الْقَمَلَ عَنْ رَّاْسِکَ** یعنی کیا تو حروری ہے؟ اس رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تو گنجا ہوتا تو میں تیرا دماغ درست کر دیتا۔''[3]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص فاسد عقیدے کا حامل ہو تو حاکم وقت کو چاہیے کہ اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرے اور اسے راہِ راست پر لائے۔

❀......قاضی جب تک یہ اطمینان نہ کرلے کہ اب اس شخص سے فاسد عقائد دور ہو چکے ہیں تب تک اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرتا رہے جیسا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مُتَعَلِّقہ شخص کو تین بار سزا دی۔

❀......یہ بھی معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے کسی بھی قسم کا تَعَلُّق نہ رکھا جائے، بلکہ اس وقت تک ان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے جب تک وہ راہِ راست پر نہ آجائیں۔ قرآنِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ**۝۶۸﴾ (پ۷، الانعام: ۶۸) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور جو

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب سن حالت شفاعتہ، ج ۱۰، ص ۳۵۳، حدیث: ۲۱۰۷۰۔

2 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۶، حدیث: ۴۱۷۰۔

3 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۵، حدیث: ۴۱۶۸۔

کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، اس سے ثابت ہو گیا کہ کُفّار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں ان میں جانا، سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں۔''

...... اگر کوئی شخص بدعقیدہ ہو، پھر وہ اپنے برے عقائد سے توبہ کرلے اور اس کی توبہ پر اطمینان ہو جائے تو اب اس کے ساتھ مسلمانوں کو میل جول کی اجازت ہے۔ جیسا کہ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صبیغ کی توبہ کے بعد مسلمانوں کو ان سے میل جول کی اجازت عطا فرما دی۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

خوبصورت آواز میں تلاوتِ قرآن

خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن:

حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''حَسِّنُوا اَصْوَاتَکُمْ بِالْقُرْآنِ یعنی خوبصورت آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرو۔''(1)

میرے پاس تمہارے جیسی آواز نہیں:

حضرت سَیِّدُنا محمد بن مُنْتَشِر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص سے فرمایا: ''اِقْرَاْ یَا فُلَانُ الْحِجْرَ یعنی اے فلاں سُوْرَۂ حِجْر پڑھ کے سناؤ۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور! یہ سورت تو آپ کو بھی آتی ہے۔'' فرمایا: ''اَمَّا بِمِثْلِ صَوْتِکَ فَلَا یعنی میرے پاس تمہارے جیسی خوبصورت آواز نہیں ہے۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً قرآن پاک کو خوبصورت آواز میں پڑھنا باعث ثواب ہے، لیکن بہترین آواز

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، فی حسن الصوت بالقرآن، ج ۷، ص ۱۵۴، حدیث: ۶۔

2 ...... شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی رفع الصوت بالقرآن، ج ۲، ص ۵۲۷، حدیث: ۲۶۰۹۔

والے قاری صاحبان اپنی نیت پر بھی غور فرمالیں کہ کیا واقعی ہماری نیت خوبصورت آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرکے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنا ہے یا یہ نیت ہے کہ میں خوبصورت آواز میں پڑھوں گا تو لوگ میری واہ واہ کریں گے، میری آواز کی تعریفیں کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ یقیناً پہلی صورت قابل تعریف ہے کہ رضائے الٰہی کے لیے خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن پاک کی جائے جبکہ دوسری صورت قابل مذمت ہے نیز اگر اس میں ریاکاری مقصود ہے تو یہ سخت حرام، گناہ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

اگر ریاکاری سے بچتے ہوئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ خوبصورت آواز میں تلاوت کی جائے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب کا عظیم خزانہ بھی ہاتھ آئے گا۔ چند نیتیں پیش خدمت ہیں: (۱) رضائے الٰہی کے لیے خوبصورت آواز میں تلاوت کروں گا۔ (۲) احادیث مبارکہ پر عمل کروں گا۔ (۳) خوبصورت آواز سے تلاوت کرکے لوگوں میں ذوق قرآن پیدا کروں گا۔ (۴) مسلمانوں کی دلجوئی کروں گا۔ (۵) اچھی آواز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک نعمت ہے تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اس نعمت کا اظہار کرنے کے لیے اچھی آواز میں تلاوت کرتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ

فاروقِ اعظم کا اندازِ تلاوت:

حضرت سیِّدُنا ابوقَتادہ وسیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک رات حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ تہجُّد میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پست آواز میں پڑھتے دیکھا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلند آواز سے اور سیِّدُنا بلالِ حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے لیا کچھ دوسری سورت سے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ** یعنی یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**اُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّیْطَانَ** یعنی یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ سونے والا جاگ جائے اور شیطان بھاگ جائے۔'' سیِّدُنا بلالِ حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**کَلَامٌ طَیِّبٌ یَجْمَعُ اللہُ تَعَالٰی بَعْضَہٗ اِلٰی بَعْضٍ** یعنی یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!

قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے، کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں۔'' یہ سن کر حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**کُلٌّ قَدْ اَصَابَ** یعنی تم تینوں نے ٹھیک بات کی، درست کام کیا۔''(1)

فاروقِ اعظم اور خدمتِ قرآن کا صلہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تو وہ ذات گرامی ہے جس کی خود قرآن پاک بھی تائید فرماتا ہے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین سے تائید ملتی ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تائید تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے کی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تائید آج چودہ سو سال بعد تمام مسلمان کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے، یقیناً سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے قرآن کریم کی خدمت کا صلہ ملا کہ قیامت تک کے تمام لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے رہیں گے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن کریم کو لوگوں کے دِلوں میں اُتارا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو قرآن پاک سیکھنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حصولِ علم کے لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازے پر اکثر آیا کرتا تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک سیکھنے کی ترغیب دلاتے ہوئے اس سے ارشاد فرمایا: ''**اِذْهَبْ فَتَعَلَّمْ كِتَابَ اللّٰهِ** یعنی جاؤ اور قرآن پاک سیکھو۔'' وہ شخص چلا گیا اور ایک لمبے عرصے تک سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کو نہ دیکھا۔ پھر ایک دفعہ اس شخص کی سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملاقات ہوگئی تو آپ نے اتنا لمبا عرصہ غائب رہنے پر اس سے پوچھ گچھ کی اور وجہ پوچھی تو وہ عرض کرنے لگا: ''**وَجَدْتُّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا اَغْنَانِي عَنْ بَابِ عُمَرَ** یعنی میں نے **کتاب اللّٰہ** میں ایسے فرامینِ الٰہیہ پائے ہیں جنھوں نے مجھے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دَر سے مُستغنی کر دیا ہے۔''(2)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ......ابو داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت۔۔۔الخ، ج ٢، ص ٥٥، حدیث: ١٣٢٩۔ ١٣٣٠، فتاویٰ رضویہ، ج ٧، ص ٤٦٩۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، ج ٨، ص ٣١٢، حدیث: ١١٨۔

فاروقِ اعظم اور حفاظتِ حدیث

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جس طرح حفاظت قرآن کے سلسلے میں بہترین خدمات انجام دیں اسی طرح حفاظت حدیث کے معاملے میں بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جانتے تھے کہ آج تو ہمارے پاس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک تعداد موجود ہے جنہوں نے بذاتِ خود **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے اَحادیث سنی ہیں، یقیناً کچھ عرصے بعد یہ حضرات دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو اُمَّتِ مُسلِمہ قرآن وسنت کے معاملے میں کسی انتشار کا شکار نہ ہو، لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسے اقدامات فرمائے کہ قرآن وحدیث کے حوالے سے کوئی بات بیان کرنے میں مزید احتیاط برتی جانے لگی۔ آپ نے جب احادیث جمع کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس معاملے میں بھی آپ کو کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ چنانچہ علامہ ابنِ جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ: ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ احادیث مبارکہ کو جمع کرنے کا ارادہ بھی فرمایا اور آپ پر یہ معاملہ ظاہر بھی ہو گیا۔''(1)

واقعی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اُمَّتِ مُسلِمہ پر یہ اِحسانِ عظیم ہے کہ اَحکامِ شَرعِیَّہ کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت کی حفاظت کے معاملے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا، **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب سے محبت کرنے والے آج بھی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس عظیم کارنامے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بغض ہے وہ آج بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مبارک ہستیوں میں خامیاں تلاش کرتے نظر آتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسے تمام لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حفاظتِ حدیث کے اُمور کی تفصیل

کتب احادیث اور سیر وتاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم

---

(1)...... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والاربعون، ص ۱۲۳۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حفاظت حدیث سے متعلق کئی ایسے امور اختیار فرمائے جن سے حدیث کی حفاظت ممکن ہو سکے، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ان امور پر بعض حضرات کو غلط فہمی بھی ہوگئی اور انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف بعض غلط باتیں بھی منسوب کردیں، لہٰذا اِن تمام اُمور کو چار اِعتبار سے بیان کیا گیا ہے:

- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بذات خود احادیث بیان کرنے میں احتیاط کرنا۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بغیر گواہوں کے حدیث بیان کرنے کی ممانعت۔
- ......بغیر گواہوں کے کثرت سے احادیث بیان کرنے والوں کی سرزنش کرنا۔
- ......حفاظت حدیث سے متعلق فاروقِ اعظم کے معاملات کی حکمت عملی۔

(1)......فاروقِ اعظم کا خود احادیث بیان نہ کرنا

فاروقِ اعظم کا ماہرانہ نَفْسِیَاتی عَمَل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **''حفاظت حدیث''** کا بیڑا اٹھایا تھا یقیناً وہ نہایت ہی حساس نوعیت کا معاملہ تھا، عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں کسی کام کو روکنے کی صورت ہو تو لوگ سب سے پہلے اس کام سے روکنے والے کی ذات پر نظر ڈالتے ہیں کہ کیا یہ شخص جس کام سے ہمیں منع کررہا ہے، خود بھی اس سے بچتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ شخص اپنی ذات کو بچاتا ہے تو لوگ اس کی بات کو قبول کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ بصورت دیگر لوگ اس پر ہی اعتراض کرنے لگتے ہیں جس سے اُس کام کے وہ نتائج سامنے نہیں آتے جس کی توقع ہوتی ہے۔ یقیناً سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سب سے پہلے اپنی ذات کو لوگوں پر اس معاملے میں پیش کیا، جس سے تمام لوگوں کے ذہنوں میں یہ تاثر بیٹھ گیا کہ: ''سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ صحابی رسول ہیں، جو اکثر اوقات **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں بیٹھتے تھے، سفر وحضر کے ساتھی تھے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام اقوال افعال پر نظر رکھنے والے تھے، کاتب وحی تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے علمی سوالات کیا کرتے تھے، ذہانت کے اعتبار سے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ زمانۂ جاہلیت ہی میں مشہور

تھے، اِن تمام اَعلیٰ صفات کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اَحادیث کے بیان کرنے میں احتیاط کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں احتیاط نہ کریں؟''سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ **فعل** دراصل ایک **''ماہرانہ نفسیاتی عمل''** تھا، جس کے ذریعے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حفاظت حدیث پر معاونت حاصل کی۔ نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بذات خود احادیث بیان نہ کرنے کی وجوہات بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

روایتِ حدیث میں فاروقِ اعظم کی احتیاط:

حضرت سیِّدُنا مُوسیٰ بن طَلْحَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے خرگوش کے متعلق پوچھا۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: **''لَوْ لَا اَنِّي اَكْرَهُ اَنْ اَزِيدَ فِي الْحَدِيثِ اَوْ اَنْقُصَ مِنْهُ وَسَاُرْسِلُ لَكَ اِلَى رَجُلٍ** یعنی مجھے حدیث میں کمی بیشی ناپسند ہے اس لیے میں تمہیں ایک ایسے شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو اِس معاملے میں تمہاری رہنمائی کرے گا۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس شخص کو حضرت سیِّدُنا عَمّار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا۔ جب اُس شخص نے اُن سے اس معاملے میں بات کی تو انہوں نے فرمایا: **''كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا فِي مَوْضَعٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَاَهْدَى اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْاَعْرَابِ اَرْنَبًا فَاَكَلْنَاهَا** یعنی ہم نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ فلاں فلاں جگہ پر تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک خرگوش بطورِ تحفہ بھیجا گیا تو ہم نے بھی اس کا گوشت تناول کیا۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سُبْحَانَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا حدیث مبارکہ بیان کرنے میں خوفِ خدا مرحبا! حالانکہ آپ چاہتے تو وہ حدیث مبارکہ خود بھی بیان فرما سکتے تھے لیکن اپنے اصحاب کی تربیت کی خاطر انہیں دوسرے صاحبِ علم صحابی کے پاس بھیج دیا۔ مذکورہ بالا روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ خرگوش کا گوشت کھانا **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آپ کو کسی بات کا صحیح طرح سے علم نہ ہو یا علم تو ہو مگر اس میں شک ہو یا آپ اس کیفیت میں نہ ہوں کہ اس سوال کا صحیح جواب دے سکیں تو سائل یعنی سوال کرنے والے کو کسی صاحبِ علم کی طرف بھیج دیں تا کہ وہ اُن کی صحیح رہنمائی کریں خصوصاً قرآن

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاطعمۃ، فی اکل الارنب، ج ۵، ص ۵۴۵، حدیث: ۳۔

وسنت اور اَحکامِ شرعیہ کے معاملے میں اِحتیاط بہت ضروری ہے، خود کوئی جواب دینے کے بجائے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین یا مفتی صاحب کے پاس بھیج دیں اِسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، اپنے قیاس اور اٹکل سے کسی کو بغیر تصدیق کے کوئی شرعی مسئلہ بتانے سے سخت اجتناب کریں۔ خدانخواستہ آپ نے کسی کو غلط مسئلہ بتادیا اور اس نے اس پر عمل کرلیا نیز اس نے آگے بھی پھیلا دیا تو ہوسکتا ہے ان تمام کا وبال بھی آپ کے گلے میں آجائے۔

فاروقِ اعظم اور حدیث میں کمی بیشی کا خوف:

حضرت سیِّدُنا اِبنِ حَوتَکِیَّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حدیث کے معاملے میں بات کی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَوْ لَا اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَزِیْدَ فِی الْحَدِیْثِ اَوِ انْتَقِصَ مِنْہُ لَحَدَّثْتُکُمْ بِہٖ** یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ کہیں حدیث میں مجھ سے کمی بیشی نہ ہو جائے تو میں تمہیں ضرور احادیث مبارکہ بیان کرتا۔''[1]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہترین فراست رکھنے والے ماہر نفسیات تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عمل کے ذریعے اس اعتراض کا دروازہ پہلے ہی بند کردیا جس کے عوامی ردِّعمل کے نتیجے میں کھلنے کا اِمکان تھا۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل میں پوری دنیا کے حکمرانوں، ذمہ داران اور ہر وہ شخص جس کے ماتحت چند افراد ہوں سب کے لیے اصلاح کے بہترین مدنی پھول ہیں، اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو کسی عمل سے روکیں تو سب سے پہلے اسے اپنی ذات پر نافذ کریں کہ اس کے بغیر اچھے نتائج کی امید رکھنا حماقت ہے۔
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک عمل سے یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ اپنی ذات کو عملی نمونہ بنا کر پیش کرنے سے اسلامی بھائیوں کا مدنی ذہن بنانا بہت آسان ہے، نیز بار بار کہنے کے بجائے اپنی ذات کے ذریعے عملی طور

1......طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۲۔

پر اس کے نفاذ کی ترکیب بنانا زیادہ مفید ہے۔

......قطعی جنتی صحابی ہونے کے باوجود سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حدیث بیان کرنے کے معاملے میں حد درجہ احتیاط فرمایا کرتے تھے، حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سفر وحضر دونوں میں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طویل رفاقت کی سعادت حاصل کی۔ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں، بغیر تصدیق اور بغیر مُستَنَد حوالے کے کوئی بھی حدیث مبارکہ بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیں، خصوصاً ایس ایم ایس SMS کے ذریعے بغیر حوالے کے کوئی بھی حدیث والا ایس ایم ایس SMS آگے نہ بھیجیں جب تک کسی سنی صحیح العقیدہ مفتی صاحب یا کسی عالم دین سے تصدیق نہ کروالیں۔تشویش سخت تشویش! کہیں اس طرح کا ایس ایم ایس SMS بغیر تصدیق کے آگے بھیجنا ہماری آخرت کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔ بہت احتیاط کی حاجت ہے۔

(2)......گواہ کے بغیر احادیث بیان کرنے کی ممانعت

حدیث کے معاملے میں احتیاط کے سبب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بسا اوقات حدیث بیان کرنے والے سے گواہ بھی طلب فرماتے تھے۔ چنانچہ،

حدیث پر گواہ لاؤ ورنہ دردناک سزا دوں گا:

حضرت سیِّدُنا ابُوسَعِید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں انصار کی مجلس میں مدینہ منورہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے پاس حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے اور وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے، ہم نے اُن سے پوچھا: ''**مَا شَانُکَ** یعنی اے ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کیا ہوا؟'' فرمانے لگے: ''مجھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے پاس بلایا، جب میں اُن کی بارگاہ میں گیا تو دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے انہیں تین بار سلام کیا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ لہٰذا میں واپس آگیا۔ بعد میں جب میں دوبارہ اُن کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''**مَا مَنَعَکَ اَنْ تَاْتِیَنَا** یعنی اے ابُومُوسیٰ اَشعَرِی! تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟'' میں نے عرض کیا: ''حضور! میں آپ کے پاس آیا تھا اور دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا اس لیے واپس چلا گیا کیونکہ میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ

فرماتے سنا ہے: اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُکُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَهٗ فَلْیَرْجِعْ یعنی جب تم میں سے کوئی داخل ہونے کی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ واپس لوٹ جائے۔''

میری بات سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اَقِمْ عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ وَاِلَّا اَوْجَعْتُکَ یعنی اگر واقعی تم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے تو اس پر گواہ لاؤ ورنہ میں تمہیں دردناک سزا دوں گا۔'' حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''لَا یَقُوْمُ مَعَکَ اِلَّا اَصْغَرُ الْقَوْمِ یعنی تمہارے ساتھ ہم قوم کے سب سے کم عمر کو گواہی دینے کے لیے بھیجیں گے۔'' حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں قوم میں سب سے کم عمر تھا لہٰذا سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے حکم دیا کہ میں سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ جاؤں اور اُن کی گواہی دوں۔ [1]

اگر تم سچے ہو تو گواہ لے کر آؤ:

حضرت سیِّدُنا مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے عورت کے بچہ ساقِط کرنے کے جرم کی سزا کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت سیِّدُنا مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''قَضٰی فِیْهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس معاملے میں ایک غلام یا لونڈی کی سزا کا فیصلہ فرمایا۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ''اِئْتِنِیْ بِمَنْ یَشْهَدُ مَعَکَ یعنی میرے پاس گواہ لے کر آؤ۔'' بعد ازاں حضرت سیِّدُنا محمد بن مَسْلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی گواہی دی کہ واقعی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ [2]

حدیث کے معاملے میں اِحتیاط سے کام لینا چاہتا ہوں:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن اَبی بَکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ

---

1 ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ج ۴، ص ۱۷۰، حدیث: ۶۲۴۵۔
مسلم، کتاب الآداب، باب الاستئذان، ص ۱۱۸۷، حدیث: ۳۵۔

2 ......مسند احمد، مسند الکوفیین، حدیث المغیرة بن شعبة، ج ۶، ص ۳۴۳، حدیث: ۱۸۲۳۹۔

تَعَالٰی عَنْہ کا گھر مسجد نبوی کی ایک جانب تھا، جب مسجد نبوی نمازیوں کے لیے تنگ ہوگئی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس کی توسیع کا اِرادہ فرمایا لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا تاکہ وہ اپنا یہ گھر بیچ دیں، لیکن انہوں نے اِنکار کردیا اور اپنے اِنکار پر انہوں نے ایک حدیث پاک بھی بیان کی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن سے فرمایا: ''**لَتَاْتِيَنِّي عَلٰى مَا تَقُوْلُ بِبَيِّنَةٍ** یعنی آپ نے جو مجھے حدیث بیان کی ہے اس پر ایک گواہ لائیے۔'' سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انصار کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے سارا معاملہ پیش کردیا۔ ان میں سے کئی افراد نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے یہ بات **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''**اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَتَّهِمْكَ وَلٰكِنِّيْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَتَثَبَّتَ** یعنی بے شک میں نے آپ پر تہمت نہیں لگائی بلکہ مجھے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث مبارکہ کے معاملے میں احتیاط پسند ہے۔''[1]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀...... **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** دیکھا آپ نے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حفاظتِ حدیث سے متعلق کتنی سختی فرمایا کرتے تھے، ایسے جیِّد اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جن کے بارے میں یہ تصوُّر ہی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرسکتے ہیں، ان پر بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سختی فرمائی تاکہ یہ لوگ دیگر لوگوں کے لئے مَشْعَلِ راہ بن جائیں اور سب پر واضح ہوجائے کہ جب ایسی عظیم ہستیوں کا بھی احتساب کیا جارہا ہے تو ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔

❀......معلوم ہوا کہ کسی بات کے نفاذ میں چھوٹے بڑے کی کوئی تخصیص نہیں، سب کے لیے یکساں حکم ہونا چاہیے، اگر بعض لوگوں کی تخصیص کردی جائے تو یقیناً عمل کی شرح میں بہت کمی واقع ہوگی، نیز اس عمل سے لوگوں کے ذہنوں میں طرح طرح کے وسوسے بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو نقصان کا سبب ہیں۔

❀......یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی اہم معاملے میں بغیر ثبوت یا گواہ کے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، جو بات جتنی اہم

---

1 ......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۱۲۔

ہوگی اس کے ثبوت کے لیے اتنے ہی اہم گواہوں کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے، مشہور مقولہ ہے کہ **"غیر معمولی دعوے کے لیے غیر معمولی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔"**

......سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل میں ان لوگوں کے لیے عبرت کے کئی مدنی پھول ہیں جو بغیر کسی ثبوت یا گواہ کے مختلف باتوں کی تشہیر کرتے رہتے ہیں جس سے مسلمانوں میں انتشار وافتراق کی فضا ہموار ہوتی ہے، خصوصاً ایسے لوگ جو میڈیا (خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا) سے تعلق رکھتے ہیں غور فرمالیں کہ وہ کس حد تک اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ ان کا کام ہی مختلف باتوں کی اشاعت اور تشہیر ہے۔ اس شعبے سے تعلق رکھنے والے اسلامی بھائیوں کے لیے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ **"اخبار کے بارے میں سوال جواب"** کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

......واضح رہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عمل احتیاط پر مبنی تھا ورنہ بغیر گواہوں کے حدیث بیان کرنا ممنوع نہیں تھا، اسی لیے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان احادیث مبارکہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

(3)......بغیر گواہ حدیث بیان کرنے پر سرزنش

حفاظت حدیث کے معاملے میں سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عمل بھی روایات میں ملتا ہے کہ آپ نے چند صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حدیثیں کثرت سے بیان کرنے کے سبب قید فرمادیا۔ چنانچہ،

فاروقِ اعظم نے تین اَصحاب کو قید فرمادیا:

حضرت سیّدُنا سَعد بن اِبراہیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تین اصحاب کو قید فرمایا: (۱) حضرت سیّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (۲) حضرت سیّدُنا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (۳) حضرت سیّدُنا ابو مَسعود اَنصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ ان تینوں سے سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: **"قَدْ اَکْثَرْتُمُ الْحَدِیْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** یعنی میں نے تمہیں اس لیے قید کیا ہے کہ تم لوگ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہو۔"[1]

1......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۱۲۔

سیِّدُنا اُبَی بن کعب کو دُرّہ لگایا:

حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عُیَینہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اُبَی بِن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ لوگوں کا ایک گروہ دیکھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک دُرّہ لگایا۔ انہوں نے عرض کیا: ''اَعْلَمُ مَاتَصْنَعُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ حضور! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر رحم فرمائے کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهَا فِتْنَةٌ لِلْمَتْبُوْعِ مُذِلَّةٌ لِلتَّابِعِ یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عمل (یعنی لوگوں کا تمہارے گرد اکٹھا ہوجانا) تمہارے لیے باعث فتنہ اور پیروی کرنے والوں کے لیے گمراہی کا سبب بن سکتا ہے؟''(1)

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

واضح رہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو قید فرمانا فقط ترغیب کے لیے تھا تاکہ دیگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس معاملے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو اپنے قریبی ساتھیوں اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے بھی درگزر نہیں فرماتے تو ہمارا تو وہ مقام ومرتبہ بھی نہیں ہے جو ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس عمل کے بعد تمام لوگ حدیث بیان کرنے کے معاملے میں بہت ہی زیادہ محتاط ہوگئے۔ نیز سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اِس فعل سے کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ پر بھی حرف نہیں آتا کیونکہ یہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا حفاظت حدیث سے متعلق ایک اجتہادی فیصلہ تھا کہ بغیر گواہ کے حدیث بیان کرنا منع ہے، یقیناً اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کوئی بات منسوب کرتے ہوئے غفلت سے کام نہ لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بات کا ذکر کیا کہ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان معلوم ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو احادیث بیان کرنے کی اِجازت دے دی۔ چنانچہ،

---

(1)......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۱۲۔

سیِّدُنا ابُوہُریرہ کو بیانِ احادیث کی اجازت:

حضرت سیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار کثرت سے احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بکثرت احادیث بیان کرنا شروع کیں تو حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''كُنْتَ مَعَنَا يَوْمَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ فُلَانٍ کیا تم اس دن ہمارے ساتھ تھے جس دن ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ فلاں جگہ تھے؟'' یہ سن کر سیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''نَعَمْ وَقَدْ عَلِمْتُ لِمَ سَاَلْتَنِيْ عَنْ ذَاكَ جی ہاں! اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ نے مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھا ہے؟'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''لِمَ سَاَلْتُكَ یعنی بتاؤ کہ میں تم سے کس لیے پوچھ رہا ہوں؟'' عرض کیا: ''اس لیے کہ اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تمہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان مبارک یاد ہے تو جاؤ حدیثیں بیان کرو۔''[1]

(4)...... اُمورِ حفاظتِ حدیث کی حکمتیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو بغیر گواہ کے اَحادیث بیان کرنے پر پابندی لگائی تھی اُس کی اصل وجہ تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ مبارک تھا کہ ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''[2] کیونکہ احادیث مبارکہ کو کثرت سے بیان کرنے میں یہ خدشہ لاحق تھا کہ ہوسکتا ہے جو بات رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان نہ ہو لوگ اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان میں شامل نہ کردیں اور کہیں اس وعید کے حق دار نہ بن جائیں۔ نیز اس کے علاوہ دیگر بھی بے شمار حکمتیں تھیں جن کے سبب آپ نے یہ قدم اٹھایا۔ چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ٦٧، ص ٣٤٥، البدایہ والنہایہ، ج ٥، ص ٧٠٢۔

2 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، ج ١، ص ٥٧، حدیث: ١٠٨ ملخصا۔

تلاوتِ قرآن کی رَغبَت باقی رہے:

امیر المؤمنین سیّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ چونکہ مسلمانوں کی کثرت تھی اور نومسلم قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، اگر انہیں احادیث مبارکہ میں مشغول کیا جاتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت چھوڑ کر احادیث میں مشغول ہوجاتے اس لیے آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے احادیث بیان کرنے سے منع فرمادیا تاکہ لوگوں کی قرآن پاک کی طرف بھی رغبت باقی رہے۔ چنانچہ حضرت سیّدُ نا قَرَظَہ بِن کَعب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے جب امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے ہمیں عراق روانہ کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمیں خود آگے کرنے کے لیے آئے اور ارشاد فرمایا: ''اَتَدْرُوْنَ لِمَ شَيَّعْتُكُمْ یعنی کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں یوں آگے کرنے کیوں آیا ہوں؟'' ہم نے عرض کیا: ''حضور! ہماری عزت افزائی کے لیے۔'' فرمایا: ''اِنَّكُمْ تَاْتُوْنَ قَوْمًا تَهْتَزُّ اَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ اِهْتِزَازَ النَّحْلِ فَلَا تَصُدُّوْهُمْ بِالْحَدِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا شَرِيْكُكُمْ یعنی تم لوگ ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں لہٰذا تم انہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث مبارکہ کے ذریعے تلاوت سے نہ روک لینا۔ (یعنی ان سے احادیث بیان نہ کرنا) اور میں بھی تمہارا شریک ہوں۔ حضرت سیّدُ نا قَرَظَہ بِن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''فَمَا حَدَّثْتُ بِشَيْءٍ یعنی اِس کے بعد میں نے کوئی حدیث بیان نہ کی۔''[1]

عَلَّامَہ ذَہَبِی کی دو نَفِیس وجوہات:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو روایت حدیث کی کثرت سے منع فرمایا کرتے تھے، علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِس کی دو وجہیں لکھی ہیں: ''ایک تو یہ کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ سے غلط بات منسوب ہوجانے کا خوف تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگ حفظ قرآن کو چھوڑ کر محض حدیث میں مشغول نہ ہوجائیں۔''[2]

---

1 ...... دارمی، باب من هاب الفتيا، ج ۱، ص ۹۷، حدیث: ۲۷۹ مختصراً۔

2 ...... تذكرة الحفاظ، الطبقة الاولى، ج ۱، ص ۱۲۔

اَحادیث بیان کرنے میں لوگ محتاط ہوجائیں:

ایک حکمت عملی یہ بھی تھی کہ لوگ اَحادیث بیان کرنے میں محتاط ہوجائیں جب تک اُنہیں اِس بات کا یقین نہ ہوجائے کہ یہ واقعی حدیث مبارکہ ہے اِسے بطورِ حدیث ہرگز بیان نہ کریں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ حکمت عملی لوگوں میں ظاہر بھی ہوئی کہ عموماً لوگوں نے احادیث کو بیان کرنے میں احتیاط کا دامن تھام لیا۔ یہی وجہ تھی کہ عہدِ فاروقی کے بعد بھی لوگ اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَبُوسَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: ''**اَكُنْتَ تُحَدِّثُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ هٰكَذَا؟** یعنی اے ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! کیا آپ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں بھی اِسی طرح حدیث مبارکہ بیان فرماتے تھے؟'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَوْ كُنْتُ اُحَدِّثُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ مِثْلَ مَا اُحَدِّثُكُمْ لَضَرَبَنِيْ بِمِخْفَقَتِهٖ** یعنی اگر میں اسی طرح امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں بھی حدیثیں بیان کرتا جس طرح آج کرتا ہوں تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھے اپنے درے سے مارتے۔''(1)

سیِّدُنا فاروقِ اعظم ضرور مار سے ڈراتے:

حضرت علامہ مولانا حافظ اِبنِ عبد البرّ نے مشہور مُحَدِّث حضرت سیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے لوگ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حلقہ حدیث میں آتے تو ان سے مخاطب ہو کے فرماتے: ''**لَوْ اَدْرَكْنَا وَاِيَّاكُمْ عُمَرَ لَاَوْجَعْنَا ضَرْبًا** یعنی اگر ہم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا زمانہ پالیتے تو وہ ضرور ہمیں سزا دیتے۔''(2)

عہدِ فاروقی کی احادیث بیان کرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس عمل کی ایک برکت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ لوگوں کے

---

1 ......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ١، ص ١٢۔

2 ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذکر من ذم آکثار من حدیث۔۔۔الخ، ص ٤٠٩، الرقم: ١٠٩٩۔

دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جو احادیث سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں بیان کی گئیں وہ بالکل درست تھیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن کے بیان کرنے میں سخت شرائط کا التزام فرمایا تھا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا رَجاء بِن اَبِی سَلَمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے پتا چلا ہے کہ حضرت سیِّدُ نا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''**عَلَيْكُمْ مِّنَ الْحَدِيْثِ بِمَا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ كَانَ قَدْ اَخَافَ النَّاسَ فِي الْحَدِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** یعنی تم لوگوں پر لازم ہے کہ ان احادیث کو بیان کرو جو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں بیان کی جاتی تھیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حدیث کے معاملے میں لوگوں کو ڈرایا کرتے تھے۔''(1)

فاروقِ اعظم کی روایت سے روکنے کی مَصلحت:

حضرت علامہ مولانا حافظ ابنِ عبد البرّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کثرت روایات سے مصلحتًا روکتے تھے تا کہ احادیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو جائے نیز قرآن وحدیث کی تمیز برقرار رہے، چنانچہ علامہ ابنِ عبد البرّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے الفاظ یہ ہیں: ''**هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ نَهْيَهٗ عَنِ الْاِكْثَارِ وَاَمْرَهٗ بِالْاِقْلَالِ مِنَ الرِّوَايَةِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ خَوْفَ الْكِذْبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَوْفًا اَنْ يَكُوْنُوْا مَعَ الْاِكْثَارِ**'' معلوم ہوا کہ آپ کا کثرت روایت سے منع کرنا و بیانِ حدیث میں کمی کا حکم دینا اِن خطرات کے پیش نظر تھا کہ کہیں لوگ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جھوٹ نہ باندھیں اور کثرت روایت کی خاطر اچھی طرح یاد اور پختہ کیے بغیر آگے بیان نہ کریں۔(2)

غلط بات منسوب نہ ہو جائے:

حضرت علامہ ابنِ عبد البرّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لطیف بحث میں یہ بات بھی بیان فرمائی ہے کہ کثرت روایت کی مخالفت اور قلت روایت کا حکم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس لیے دیا تھا کہ

---

1 ......العلل ومعرفة الرجال، ج ٣، ص ١٨٣، تذكرة الحفاظ، الطبقة الاولى، ج ١، ص ١٢۔

2 ......جامع بيان العلم وفضله، باب ذكر من ذم الاكثار۔۔۔الخ، ص ٣٩٨، الرقم: ١٠٦١۔

کثرت کی صورت میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف غلط بات منسوب ہوجانے کا اندیشہ تھا اور یہ خوف بھی تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کے پاس اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور حافظے پر بھی بھروسہ نہ ہو تو لوگ محض قول بیان کرنے میں جَرِی ہوجائیں گے، انہوں نے اِستِدلال میں یہ بات فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''**لِاَنَّ ضَبْطَ مَنْ قَلَّتْ رِوَايَتُهُ اَكْثَرُ مِنْ ضَبْطِ الْمَسْتَكْثِرِ وَهُوَ اَبْعَدُ مِنَ السَّهْوِ وَالْغَلَطِ الَّذِيْ لَا يُؤْمِنُ مَعَ الْاِكْثَارِ** یعنی قلیل احادیث روایت کرنے والے کا ضبط، کثیر احادیث روایت کرنے والے کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ قلیل احادیث روایت کرنے والا کثیر روایت کرنے والے کے مقابلے میں سہو اور غلطی سے کافی حد تک محفوظ ہوتا ہے۔''(1)

فاروقِ اعظم نے کثرت روایت سے منع فرمایا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مطلقاً احادیث بیان کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ کثرتِ اَحادیث سے منع فرمایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**وَلَوْ كَرِهَ الرِّوَايَةَ وَذَمَّهَا لَنَهٰى عَنِ الْاِقْلَالِ مِنْهَا وَالْاِكْثَارِ** یعنی اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مطلقاً حدیث کی روایت پسند نہ ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کی قلت وکثرت دونوں کے متعلق نہی وارد فرماتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔''(2)

صحابۂ کرام کا کثرت روایت سے رُکنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عِبرت نِشان کے سبب حفاظتِ حدیث کی وجہ سے عدمِ روایت کا یہ مدنی ذہن دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں بھی تھا، یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی موافقت بھی حاصل تھی۔ چنانچہ،

سیِّدُنا اَنس بن مالِک کی مُوافقت:

حضرت سیِّدُنا عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:

---

1. جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذکر من ذم الاکثار، ص ۳۹۸، الرقم: ۱۰۶۱۔
2. جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذکر من ذم الاکثار، ص ۳۹۸، الرقم: ۱۰۶۱۔

''اِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ یعنی مجھے حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان کثیر احادیث روایت کرنے سے روکتا ہے کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''[1]

سیِّدُنا زُبیر بن عوّام کی مُوافقت:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد حضرت سیِّدُنا زُبیر بن عوّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: ''اِنِّي لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ یعنی میں نے فلاں فلاں کی طرح آپ کو کبھی **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احادیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، اس کی کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اس کی وجہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان مبارکہ ہے کہ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ یعنی جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''[2]

شیطان جھوٹی بات بیان کرواتا ہے:

حضرت سیِّدُنا عامر بن عَبَدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَاْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا اَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ یعنی شیطان مرد کی صورت اختیار کر کے ایک قوم کے پاس آتا ہے اور ان سے جھوٹی بات بیان کرتا ہے، پھر لوگ منتشر ہوجاتے ہیں، ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ روایت ایسے شخص سے سنی ہے کہ جس کو میں چہرے سے تو جانتا ہوں لیکن مجھے اس کا نام یاد نہیں ہے۔''[3]

---

1 ......بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، ج ١، ص ٥٧، حدیث: ١٠٨۔

2 ......بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، ج ١، ص ٥٧، حدیث: ١٠٧۔

3 ......مسلم، المقدمة، باب النهی عن الروایة، ص ٩، حدیث: ٧۔

سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس کی مُوافقت:

حضرت سیِّدُنا مجاہِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا اور یوں حدیث بیان کرنے لگا: ''**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم** یعنی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا۔ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا۔'' حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نہ تو اسے حدیث بیان کرنے کی اجازت دی اور نہ ہی اس شخص کی طرف نظر کی۔ اس شخص نے تعجب سے عرض کیا: ''**یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِی لَا اَرَاکَ تَسْمَعُ لِحَدِیْثِی اُحَدِّثُکَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ** یعنی اے ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! کیا بات ہے کہ میں آپ کو حدیث پاک سناتا ہوں اور وہ بھی **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرکے سنا رہا ہوں لیکن آپ سن ہی نہیں رہے؟'' سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اِنَّا کُنَّا مَرَّۃً اِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْہُ اَبْصَارُنَا وَاَصْغَیْنَا اِلَیْہِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَکِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَاْخُذْ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَا نَعْرِفُ** یعنی ایک وقت وہ تھا جب ہم کسی سے یہ سنتے تھے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تو ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے اور اپنے کانوں کو اسی طرف لگا لیتے تھے، لیکن اب لوگ سختی اور آسانی دونوں پر سوار ہوگئے ہیں۔ (یعنی ضعیف اور غیر معتبر روایات کو بیان کرنا شروع کردیا ہے۔) لہٰذا اب ہم صرف انہی حدیثوں کو لیتے ہیں جن کے بارے میں ہم جانتے ہیں۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ودیگر تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اَحادیث بیان کرنے میں کتنا خوفِ خدا رکھتے تھے، کاش ہم بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طَیِّبہ پر عمل کرنے والے بن جائیں، اَحادیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کریں، جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ یہ واقعی حدیث مبارکہ ہے، اُس وقت تک بیان نہ کریں، اِس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کے پاس کوئی بھی حدیث مبارکہ آئے تو اسے کسی مفتی صاحب یا سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے تصدیق کروالیں کہ یہ واقعی

---

1 ......مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الروایۃ، ص ۱۰، حدیث: ۷۔

حدیث مبارکہ ہے، اگر وہ تصدیق کردیں تو ہی اسے آگے بڑھائیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم کا شوقِ علمِ حدیث

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی معاملے میں کوئی حدیث مُستَحضَر نہ ہوتی تو اپنے اصحاب سے اس کے متعلق دریافت فرماتے۔ یہ عمل آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی علم سے عظیم نسبت پر دلالت کرتی ہے۔ کتب احادیث وسیرو تاریخ میں کئی ایسے واقعات ہیں۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں:

بچہ ساقط کرنے کے جُرم کے بارے میں استفسار:

حضرت سیِّدُنا ہشام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں سے مشورہ کرتے ہوئے استفسار فرمایا کہ ”ہے کوئی جس نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بچہ ساقط کرنے کے جرم کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہو؟“ حضرت سیِّدُنا مُغِیرہ بن شُعْبَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ”جی! میں نے سنی ہے وہ یہ کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس معاملے میں ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا فیصلہ کیا۔“ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”کیا اس پر تم کوئی گواہ لاسکتے ہو؟“ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن مَسْلَمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ”جی! میں گواہی دیتا ہوں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس معاملے میں یہی فیصلہ فرمایا۔“(1)

جسم کو گُدوانے کے متعلق استفسار:

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جسم کو گودنے والی ایک عورت لائی گئی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جسم گودنے کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو۔“ سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ

---

(1) بخاری، کتاب الدیات، جنین المراۃ، ج ۴، ص ۳۷۲، حدیث: ۶۹۰۷۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: ''جی ہاں! میں نے سنی ہے۔'' فرمایا: ''تم نے کیا سنا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ نہ ہی جسم کو گودوا اور نہ ہی گدواؤ۔''[1]

علم کو پھیلانے کی ترغیب

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ علم پھیلانے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عَطَاء بِن عَجْلَان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَوْشَکَ اَنْ یُّقْبَضَ ھٰذَا الْعِلْمُ قَبْضًا سَرِیْعًا، فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ عِنْدَہٗ شَیْءٌ فَلْیَنْشُرْہُ غَیْرَ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ** یعنی عنقریب یہ علم بہت تیزی سے اٹھالیا جائے گا پس تم میں سے جس کے پاس بھی کوئی علمی بات ہو اس پر عمل پیرا ہو کر غلو سے بچتے ہوئے اسے پھیلاؤ۔''[2]

مختلف سوالات کرنے کی ممانعت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود بھی علمی سوالات کرتے رہتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے تھے، البتہ بعض باتوں کے متعلق آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سوال کرنا سخت ناپسند تھا۔ چنانچہ،

معدوم اشیاء کے متعلق سوال کی ممانعت:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: ''ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا وجود ہی نہیں ہے کیونکہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سنا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسے شخص پر لعنت کرتے تھے جو معدوم چیزوں کے بارے میں سوال کرتا تھا۔''[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خواہ مخواہ کے فضول سوالات اپنی طرف سے بنا

---

1. ......بخاری، کتاب اللباس، باب المستوشمۃ، ج ۴، ص ۸۶، حدیث: ۵۹۴۶۔
2. ......کنز العمال، کتاب العلم، آداب العلم متفرقۃ، الجزء: ۱۰، ج ۵، ص ۱۳۳، حدیث: ۲۹۴۹۰۔
3. ......دارمی، باب کراھیۃ الفتیا، ج ۱، ص ۶۲، حدیث: ۱۲۱۔

کر مختلف لوگوں سے پوچھتے رہتے ہیں نیز اپنے گمان میں وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ شاید ہم کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں حالانکہ یہ سراسر جہالت اور بے وقوفی والا کام ہے۔ یقیناً سوال علم کی چابی ہے کہ سوال کرنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اہل علم سے فضول سوالات کرکے ان کے قیمتی وقت کو برباد کرنے سے نہ صرف دنیا کا نقصان ہے بلکہ اس عالم دین کا وقت برباد کرنے اور اُس کی دل آزاری کی صورت میں اُخروی ذلت ورسوائی کا سامنا بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا تمام اسلامی بھائی اِس معاملے میں بہت احتیاط فرمائیں۔

ستاروں کے متعلق سوال کی ممانعت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ''ستاروں کے بارے میں سوال نہ کرو، اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر نہ کرو، میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ بے شک یہی خالص ایمان ہے۔''(1)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پہلے کے لوگ رات کے وقت ستاروں کی مدد سے راستوں کو پہچانتے تھے، آج کل کے جدید دور میں اِس بات کی کوئی خاص حاجت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کفار ومشرکین کا ایک فاسد عقیدہ یہ بھی تھا کہ وہ اِن ستاروں کو مُؤَثِّر بِالذَّات (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کے بغیر بذاتِ خود نفع ونقصان دینے والا) سمجھتے تھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی کو مُؤَثِّر بِالذَّات سمجھنا کُفر ہے۔ مذکورہ بالا روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سَبّ وشَتم نہ کرنا خالص ایمان ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے عُشّاق آج چودہ سو سال کے بعد بھی ان کی تعریف اور شان ہی بیان کرتے ہیں، جبکہ بعض لوگ آج بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو **مَعَاذَ اللہ** عَزَّوَجَلَّ بُرا بھلا کہتے نظر آتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان تمام شریروں کے شر اور فاسدوں کے فساد سے محفوظ فرمائے، ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے عاشقوں کی صُحبت عطا فرمائے نیز صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے گستاخوں کی صُحبت سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الایمان والاسلام، الباب الثانی فی الاعتصام۔۔۔الخ، الجزء: ١، ج ١، ص ١٩٩، حدیث: ١٦٦٩ مختصرا۔

رِعایا کی تعلیم وتربیت کی کوششیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روز مَرَّہ کی عمومی ملاقات اور معمولات میں اپنی رِعایا کی تعلیم وتربیت کا بھی خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ رِعایا کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو طرح کے اقوال اِنتہائی اَہمیت کے حامل ہیں:

(۱)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جمعۃ المبارک کے بیانات اور احادیث واَقوال پر مشتمل وہ بیانات جو آپ مختلف مواقع پر دیا کرتے تھے۔

(۲)......وہ اِصلاحی اَقوال جو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یا تو کسی مخصوص موقع پر اِرشاد فرماتے یا کسی مخصوص فرد یا چند اَفراد کے سامنے بیان فرماتے تھے۔

فاروقِ اَعظم کے مختلف اِصلاحی ملفوظات

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف خطبات واقوال کے گلدستے **''فیضان فاروق اعظم''** جلد اَوّل، باب ''ملفوظات فاروقِ اعظم'' ص ۲۴۵ پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، البتہ یہاں ہم سیِّدُنا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے رِعایا کے لیے چند اِصلاحی ملفوظات مع ترغیب ذکر کرتے ہیں:

(1)......عَمَل میں اِخلاص کی تربیّت:

سیِّدُنا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِخلاص کے باب میں یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ ''**رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اُس نے نیت کی، پس جس شخص نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی تو اُس کی ہجرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کی طرف ہے اور جس نے دنیا کے لیے ہجرت کی کہ وہ اسے مل جائے یا کسی عورت کی طرف کہ اس سے نکاح کرلے تو اُس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔''[1]

---

[1]......بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ج ۱، ص ۵، حدیث: ۱۔

ہر عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیِّدُنا امام غَزَالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی اِخلاص کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''سُن لو! **اِخلاص** اِسے کہتے ہیں کہ تیرا ہر عمل صرف اور صرف **اللہ تعالٰی** کی رضا کے لئے ہو، نہ لوگوں کی تعریف وتوصیف کی تجھے خواہش ہو اور نہ ہی مذمّت و برائی کی پرواہ ہو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو! کہ ریاکاری لوگوں کی (طرف سے اپنی) تعظیم وتوقیر (کی خواہش رکھنے کی وجہ) سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تُو تمام لوگوں کو **اللہ تعالٰی** کی طاقت وقدرت کے سامنے مُسَخَّر خیال کرے اور یہ گمان کرلے کہ انھیں جمادات کی طرح نفع، نقصان پہنچانے میں کوئی اختیار نہیں۔ اور جب تک تُو ایسا نہیں کریگا، تجھے ریاکاری جیسی خطرناک اور بُری بیماری سے نجات نہیں مل سکتی۔[1]

عَلَّامَہ قُشَیْرِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''**اِخلاص** یہ ہے کہ ارادے کے ساتھ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عبادت کی جائے یعنی وہ عبادت کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرے کوئی اور مقصد نہ ہو، نہ تو مخلوق کے لیے بناوٹ ہو نہ لوگوں سے تعریف کی خواہش ہو اور نہ ہی لوگوں سے تعریف کروانے کی محبت ہو بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب کے علاوہ کوئی دوسری بات پیش نظر نہ ہو۔ یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ مخلوق کی نگاہوں سے اپنے فعل کو پاک رکھنے کا نام **اِخلاص** ہے۔ یہ کہنا بھی درست ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کا نام **اِخلاص** ہے۔ حدیث قدسی ہے: ''**اِخلاص** میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں جس بندے سے محبت کرتا ہوں اسے اس کے دل میں رکھ دیتا ہوں۔''[2]

(2)...... ہر نیکی کی اصل یعنی ''مُراقبہ'' کی تربیت:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کی وہ حدیث مبارکہ بیان کی جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور مختلف سوالات کیے، ایک سوال یوں کیا: ''**یَارَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! احسان کیا ہے؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح

---

1 ......مجموعہ رسائل امام غزالی، ایھا الولد، ص ٢٦٣۔

2 ......رسالۃ قشیریہ، باب الاخلاص، ص ٢٤٢۔ ٢٤٣۔

عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو کیا ہوا وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔''[1]

صاحبِ رِسالۂ قُشَیْرِیَہ حضرت علامہ ابوالقاسم عبدالکریم ہوازِن قُشَیْرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان عالیشان کہ **اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو کیا ہوا وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے** یہ حالت **مراقبہ** کی طرف اشارہ ہے کیونکہ **مراقبہ** بندے کے اس بات کو جاننے کا نام ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا ہے اس علم کی ہمیشگی اپنے رب کے لیے مراقبہ ہے اور یہ ہر نیکی کی اصل ہے اور اس مرتبے تک اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب محاسبہ سے فارغ ہو جائے۔ جب محاسبہ کر لے تو موجودہ وقت میں اپنی اصلاح کرے، حق کے راستے کو لازم پکڑ لے، اپنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان دل کے معاملے کو اچھا کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام کے ساتھ اپنی سانسوں کو محفوظ رکھے اور اپنے عام حالات میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتا رہے اور یہ بات جان لے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ اس کے دل کے قریب ہے، اس کے احوال کو جانتا، اس کے افعال کو دیکھتا اور اس کے اقوال کو سنتا ہے۔ جو شخص ان باتوں سے غافل ہوا وہ وصلِ الٰہی کی ابتداء سے ہی کنارہ کش ہے، وہ قربت کے حقائق کو کیسے پا سکتا ہے؟''[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی جس عمل میں **مراقبہ** ہو یعنی عمل کرتے ہوئے آدمی یہ تصور کرے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے تو یقیناً وہ عمل اِخلاص سے بھرپور ہوگا، اس میں غلطی کا اندیشہ نہ ہونے کے برابر ہوگا، ہر عمل کی اصل ہی یہی ہے کہ بندہ یہ تصور کرے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے۔ **مراقبہ** نیک اعمال کے کرنے اور برے اعمال سے بچنے میں معاونت کرتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے پوچھا: ''آپ اپنی اولاد کی تربیت کیسے فرماتے ہیں؟ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں وہ بہت ہی نیک اور پرہیزگار ہے۔'' فرمایا: ''میں اپنی اولاد کو صرف ایک ہی بات سکھاتا ہوں کہ بیٹا جب بھی کوئی کام کرو تو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھو کہ **''اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے۔''** بس اس کی برکت سے انہیں نیک اعمال پر ہمیشگی حاصل ہوتی ہے اور برے اعمال سے دوری۔''[3]

---

1 ...... بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۳۱، حدیث: ۵۰ مختصرا۔

2 ...... رسالۃ قشیریہ، باب المراقبۃ، ص ۲۲۵۔

3 ...... رسالۃ قشیریہ، باب المراقبۃ، ص ۲۲۶-۲۲۷۔

(3)......اَعمال میں استقامت کی تربیت:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب یہ آیت مبارکہ تلاوت کرتے تو اِرشاد فرمایا کرتے: ''بے شک لوگوں نے کہا اور پھر اس سے پھر گئے، تو جو شخص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر جمارہا پوشیدہ، اعلانیہ، تنگی میں، خوشحالی میں تو یقیناً ایسا شخص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرا۔'' اور ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے **استقامت** اختیار کی اور لومڑی کے مکر کی طرح مکر نہ کیا۔''(1)

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! استقامت ایک ایسا درجہ ہے جس کے ذریعے مختلف امور کی تکمیل ہوتی ہے، جس کام میں استقامت نہیں ہوتی وہ کام کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا، **استقامت** نیکیوں کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جو شخص اپنی کام میں **استقامت** اختیار نہیں کرتا اس کی کوشش ضائع ہوجاتی ہے اور اس کی محنت کا اسے وہ ثمرہ نہیں ملتا جس کی اسے توقع ہوتی ہے۔ نیز جو شخص **استقامت** سے محروم ہوتا ہے وہ کبھی بھی اپنے موجودہ مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ مشہور مقولہ ہے: ''اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ یعنی **استقامت** کرامت سے بڑھ کر ہے۔'' چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُو علی جَوْزَجانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**استقامت** اختیار کرو، کرامت کے طلب گار نہ بنو کیونکہ تمہارا نفس کرامت کی طلب میں مُتَحَرِّک ہے حالانکہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تم سے **استقامت** کا مطالبہ فرماتا ہے۔''(2)

استقامت حاصل کرنے کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کئی اسلامی بھائیوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم عمل شروع تو کر لیتے ہیں لیکن اس میں استقامت حاصل نہیں کر پاتے، مَثَلاً کوئی شخص مطالعے پر استقامت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ چند دن پابندی سے

---

(1)......رسالۃ قشیریہ، باب الاستقامۃ، ص ۲۴۰۔

(2)......رسالۃ قشیریہ، باب الاستقامۃ، ص ۲۴۰۔

مطالعہ کرے گا، بعد میں اس کا معمول ختم ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ **اوّلاً** فرائض وواجبات کے علاوہ کسی بھی نیک عمل پر استقامت پانے کے لیے سب سے پہلے استقامت کی نیت یعنی دل میں استقامت حاصل کرنے کا پختہ ارادہ ہونا بہت ضروری ہے جب تک پختہ ارادہ نہیں ہوگا اس وقت تک استقامت کا حصول بہت مشکل ہے۔ **ثانیاً** کسی بھی نیک عمل کو شروع کرنے سے پہلے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس پر استقامت کی دعا مانگئے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، یقیناً کسی بھی نیک عمل پر استقامت اختیار کرنا شیطان کے خلاف ایک عظیم جنگ ہے اور جنگ بغیر ہتھیار کے لڑنا سمجھداری کا کام نہیں اور جنگ بھی وہ جو شیطان جیسے خطرناک دشمن کے خلاف ہو۔ **ثالثاً** جس عمل کو شروع کریں اس میں ابتداءً جلدی کی کوشش نہ کریں بلکہ آہستہ آہستہ شروع کریں، پھر اس میں اضافہ کرتے جائیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ استقامت پانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ مَثَلاً کوئی اسلامی بھائی مطالعہ کرنے میں استقامت چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ابتداء مطالعے کے صفحات مقرر کرلے کہ روزانہ کم ازکم دو صفحات مطالعہ کروں گا۔ پھر اسی پر عمل کرتا رہے، جب دیکھے کہ اب یہ میرا معمول بن چکا ہے تو ایک صفحے کا اضافے کردے اور روزانہ تین صفحات کا مطالعہ کرے اس طرح صفحات بڑھاتا جائے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ استقامت پانے میں کامیابی حاصل ہوجائے گی۔ نیک اعمال پر استقامت پانے کا ایک مدنی نسخہ یہ بھی ہے کہ آپ دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجایئے، اپنے علاقے میں ہونے والے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کیجئے، امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے عطا کردہ عظیم مدنی مقصد **''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔''** کے تحت خود بھی مدنی انعامات پر عمل کیجئے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دلایئے، مدنی مرکز کے دیے ہوئے جدول کے مطابق ہر ماہ تین دن مدنی قافلے میں سفر کو اپنا معمول بنالیجئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے بچنے، نیک اَعمال کرنے، اُن پر استقامت حاصل کرنے اور آخرت کے لیے کڑھنے کا مدنی ذہن بنے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ایماں پہ ربِّ رحمت دے دے تو استقامت
دیتا ہوں واسطہ میں تجھ کو ترے نبی کا

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4)......مصیبتوں پر صبر کی تربیت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصر کے گورنر حضرت سیِّدُ نا ابُومُوسٰی اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں **صبر** کے متعلق ارشاد فرمایا: ''جان لو کہ **صبر** دو طرح کا ہوتا ہے، ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے، مصیبتوں میں صبر کرنا اچھا ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ چیزوں میں صبر کرنا یعنی ان سے رک جانا اس سے بھی افضل ہے، یہ بھی جان لو کہ **صبر** ایمان کا حصہ ہے کیونکہ ایمان والوں کی ایک عظیم صفت تقویٰ سب سے افضل نیکی ہے اور یہ **صبر** ہی کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔''(1)

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار ارشاد فرمایا: ''**نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِينَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ** یعنی کیا ہی بہتر ہیں دونوں بوریاں اور ان کے درمیان اضافی سامان ان کے لیے جنہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ان لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے درود اور رحمت ہو اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔'' ''**عِدْلَيْنْ**'' یعنی دونوں بوریوں سے مراد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صلوات یعنی درود اور رحمت جبکہ ''علاوہ'' سے مراد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہدایت لی۔''(2)

آزمائشوں پر صبر باعث اجر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر طرح کی آزمائشوں پر صبر کرنا باعث اجر ہے۔ خصوصاً کسی آزمائش کی ابتداء میں صبر کرنا کہ بعد میں تو سب کو صبر آ ہی جاتا ہے۔ مصیبت پر صبر کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا اور بہترین بھلائی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے **صبر** جیسی عظیم بھلائی عطا فرماتا ہے، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی بندے کو صبر سے بہتر اور وسعت والی کوئی بھلائی عطا نہیں فرمائی۔''(3)

---

(1)......احیاء علوم الدین، کتاب الصبر والشکر، بیان فضیلة الصبر، ج ٤، ص ٧٧۔

(2)......بخاری، کتاب الجنائز، الصبر عند الصدمة الاولی، ج ١، ص ٤٤١، تحت الباب: ٤٢۔

(3)......بخاری، کتاب الزکاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، ج ١، ص ٤٩٦، حدیث: ١٤٦٩ مختصرا۔

کسی مصیبت پر صبر کرنے ہی میں عافیت ہے، مصیبت پر واویلا مچانا، شور شرابا کرنا، نیز صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا بعض اوقات دین وایمان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے، کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مَعَاذَ الله عَزَّوَجَلَّ ان پر کوئی بڑی مصیبت آجائے تو کفریات تک بک دیتے ہیں، حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ تکلیف بھی اسی رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آئی ہے جس نے کروڑوں نعمتیں عطا فرمائی ہیں، کیا ہم نے رب عَزَّوَجَلَّ کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کر دیا جو اب تکالیف پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ یاد رکھئے! **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اپنے پیارے اور محبوب بندوں کو آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے کہ میرے بندے اس آزمائش پر صبر کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے مصیبت میں مبتلا فرما دیتا ہے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً آزمائشوں پر صبر کرنا **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کا ہی حصہ ہے۔ کاش! ہم بھی آزمائشوں پر صبر کرنے والے اور شکر کرکے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے والے بن جائیں۔ آزمائشوں پر صبر کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے جب کوئی مصیبت یا آزمائش آئے تو **رسول اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آنے والی آزمائشیں یاد کریں، سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر تمام بزرگانِ دین پر آنے والی آزمائشوں کو یاد کیجئے اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ دل کو تسلی ہو ہی جائے گی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(5)......نعمتوں پر شکر کی تربیت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب آخری حج کرکے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے متعلقین کی **شکر** پر تربیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا **شکر** ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جسے چاہتا ہے جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک وقت وہ تھا جب میں وادی ضجنان میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا، کام کے دوران اس کی بے جا سختیاں مجھے تھکا دیتی، وہ میری معمولی غَلَطِیوں پر تَشَدُّد کا نشانا بناتا تھا، لیکن اب مجھے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے

---

1 ...... بخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء کفارۃ المرض، ج ٤، ص ٤، حدیث: ٥٦٤٥۔

سوا کسی کا خوف نہیں۔‘‘[1]

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصیبتوں اور بلاؤں پر شکر کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’جب میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہوں اس وقت بھی مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان چار نعمتوں کا نُزُول ہوتا ہے: ❁ ’’عین اس مصیبت کے وقت میں گناہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔‘‘ ❁ ’’اس مصیبت کے وقت مجھ پر اس سے بڑی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی۔‘‘ ❁ ’’اس مصیبت کے وقت میں اس پر راضی ہوتا ہوں۔‘‘ ❁ ’’اس مصیبت کے وقت مجھے اس پر ثواب کی امید ہوتی ہے۔‘‘[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مذکورہ بالا دونوں فرامین ہمارے لیے مَشْعَلِ راہ ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قطعی جنتی صحابی ہونے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کتنا خوف رکھتے تھے، آج ہماری حالت یہ ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں میں دن رات مشغول ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری ذات میں ذرہ برابر خوف نہیں، نیز آخرت میں بخشش کے بھی طلبگار ہیں، یاد رکھیے! قیامت میں بخشش دنیا سے ایمان پر خاتمے پر موقوف ہے اور ایمان پر خاتمے کے اسباب میں سے ایک سبب نیک اعمال بھی ہیں، لہٰذا اپنی اصلاح کی کوشش کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش بھی کرتے رہیے اور ڈھیروں بھلائیاں حاصل کیجئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(6)......دنیوی پکڑ سے خوف دلانا:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد نبوی سے باہر نکلے تو دیکھا کہ غلہ بکھرا پڑا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے تقسیم کرنے کی بات کی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک غلام کا ہے، جو اس نے ذخیرہ کیا ہوا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس غلام کو بلا کر دنیوی پکڑ کا خوف دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا کہ جو مسلمانوں پر اُن کے اَناج کو روک لے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر غربت و اَفلاس کی مصیبت ڈال

---

[1]......الاستیعاب، عمر بن الخطاب، ج ٣، ص ٢٤٣۔

[2]......فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ج ٢، ص ١٦٩، تحت الحدیث: ١٥٠٦۔

دے گا یا جذام یعنی کوڑھ کے مرض میں مبتلا فرما دے گا۔'' یہ سن کر اس غلام نے دوبارہ یہ کام نہ کرنے کا عہد کیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ کل بروزِ قیامت ہر ہر عمل کا حساب اور اس کے مطابق سزا و جزا کا معاملہ ہوگا، لیکن بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کی پکڑ رب عَزَّوَجَلَّ دنیا میں ہی فرماتا ہے جیسے کہ ذخیرہ اندوزی کا دنیوی وبال بیان کیا گیا۔ بہارِ شریعت، ج ۳، حصہ ١٦، ص ٧٨٢ پر ہے: ''**اِحْتِکَار** (یعنی ذخیرہ اندوزی) **ممنوع** ہے۔ **اِحْتِکَار** کے یہ معنی ہیں کہ کھانے کی چیز کو اس لیے روکنا کہ گراں (مہنگی) ہونے پر فروخت کریگا۔'' یقیناً سمجھدار وہی ہے جو اپنے آپ کو دنیا و آخرت دونوں کی پکڑ سے بچانے کی کوشش کرے، ایسے اعمال کرے کہ نہ تو دنیوی نقصان ہو نہ ہی اخروی نقصان۔ اپنے آپ کو دُنیوی واُخروی نقصانات سے بچانے کا ایک مدنی نسخہ یہ بھی ہے آپ دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اجتماعات میں شرکت کیجئے، مدنی انعامات پر عمل کیجئے، شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے ساتھ ہونے والے مدنی مذاکروں میں شرکت کیجئے کہ ان تمام معمولات سے علمِ دین واَحکامِ شَرعِیَّہ کا ایسا خزانہ حاصل ہوگا جس سے دنیا و آخرت دونوں کی بے شمار بھلائیاں حاصل ہوں گی۔ اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(7)......امید و خوف دونوں کو جمع کرنے کی ترغیب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ ندا کی جائے کہ تمام لوگ جہنم میں جائیں گے سوائے ایک شخص کے تو مجھے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں، اگر یہ ندا کی جائے کہ تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ایک شخص کے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے سبب میں یہ سمجھوں گا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔''[2]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حقیقی ایمان وہی ہے جو امید و خوف دونوں کے درمیان ہو کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر

---

1 ......مسند احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۵۵، حدیث: ۱۳۵ ملخصا۔

2 ......حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۸۹۔

سے کوئی واقف نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر بھروسہ بھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوکر بندہ گناہوں میں بھی مستغرق ہو تو یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾﴾ (پ ۹، الاعراف: ۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: ''تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ ''کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔''(1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ہمیشہ ڈرتے رہیے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص پوری زندگی بُرے اعمال کرتا رہتا ہے اور مرنے سے پہلے توبہ کرلیتا ہے اور اس کا خاتمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایمان پر ہوتا ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص پوری زندگی اچھے اعمال کرتا رہتا ہے مگر تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور وہ مرنے سے پہلے کلمۂ کُفر بک دیتا ہے جس کے سبب مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ایمان سلب ہوجاتا ہے، اور تباہی و بربادی اس کا مُقدَّر بن جاتی ہے۔ چنانچہ سیِّدِ عالم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''تم میں سے کوئی جنتیوں والے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے تو وہ جہنمیوں کے کام کرتے ہوئے جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔''(2)

شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن، سِرَاجُ السَّالِکِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور کوئی شخص جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہی ہوتا ہے۔''(3)

---

1. ......معجم کبیر، عبد اللہ بن مسعود الهذلی، ج ۹، ص ۱۵۶، حدیث: ۸۷۸۴۔
2. ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی ۔۔۔ الخ، ص ۱۴۲۱، حدیث: ۱۔
3. ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الاعمال ۔۔۔ الخ، ج ۴، ص ۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۳ مختصراً۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ مروی ہے کہ جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے **اِبلیسِ لَعین** کے ساتھ خفیہ تدبیر فرمائی تو حضرت سیِّدُنا جبرائیل امین اور حضرت سیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رونے لگے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان سے استفسار فرمایا (حالانکہ وہ بخوبی جانتا ہے): ''تم دونوں کو کس چیز نے رلایا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارب عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بےخوف نہیں۔'' تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''ایسے ہی رہو میری خفیہ تدبیر سے بےخوف مت ہونا۔''[1]

کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کرلیں؟

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کرلینا درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جب مذکورہ بات سنی تو عرض کی: ''**یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پھر عمل کس لئے کریں؟ کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں؟'' تو **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کردیا جاتا ہے۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿**فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۙ(۵) وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ(۶) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰى ؕ(۷) وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ(۸) وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ(۹) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ(۱۰)**﴾ (پ۳۰، اللیل: ۵تا۱۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے۔''

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل کے عالم **بَلْعَمْ بِنْ بَاعُوْرَاء** کا جو واقعہ بیان فرمایا ہے، اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بےخوف ہوا اور جنت کی اَبدی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کے فانی مال پر قناعت کر کے اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ گیا۔ منقول ہے کہ ''جب اس نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خلاف دعا کا پختہ ارادہ کرلیا تو اس کی زبان سینے تک لٹک گئی، وہ کتے کی طرح ہانپنے لگا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس سے ایمان، علم اور معرفت سلب کرلی۔''[2]

---

1. ......احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ج۴، ص۲۲۳۔
2. ......الزواجر، الکبیرۃ التاسعۃ والثلاثون۔۔۔الخ، ج۱، ص۱۸۷۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر کا معاملہ پڑھ کر ہرگز رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت بڑی ہے۔ چنانچہ رحمت خداوندی پر تین احادیث پیش خدمت ہیں:

(۱)......''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ہر رحمت زمین وآسمان کے درمیان کی ہر چیز کو ڈھانپ سکتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان میں سے ایک رحمت نازل فرما کر جن وانس اور جانوروں میں تقسیم فرما دیا، اسی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں، اسی وجہ سے پرندے اور وحشی جانور اپنی اولاد پر مہربانی کرتے ہیں اور باقی ۹۹ رحمتوں کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔''[1]

(۲)......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے فرزندِ آدم! تو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھ سے سرزد ہونے والے گناہوں کو مٹاتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں، اے ابنِ آدم! اگر تو میرے پاس زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں تجھے زمین کے برابر مغفرت عطا فرماؤں گا۔''[2]

(۳)......مَحْبُوبِ رَبُّ الْعِزَّت، مُحْسِنِ اِنسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر نزع کا عالَم طاری تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیسا محسوس کر رہے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں پر خوفزدہ ہوں۔'' تو صاحبِ مُعَطَّر پسینہ، باعِثِ نُزُولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایسے وقت میں جب بندے کے دل میں یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی اُمید پوری فرما دیتا ہے اور اس کے خوف سے اسے امن عطا فرماتا ہے۔''[3]

---

1 ......مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ وانها سبقت غضبه، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۱۹ ملخصاً۔

2 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۱۷، حدیث: ۳۵۵۱۔

3 ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی تشدید عند الموت، ج ۲، ص ۲۹۶، حدیث: ۹۸۵۔

کر لے توبہ رب کی رَحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(8)......خوفِ خُدا کی پہچان کا طریقہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ اپنے غصے پر عمل نہیں کرتا، جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اپنی من مانی نہیں کرتا کہ جو چاہے کر ڈالے اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو حال تم اب دیکھتے ہو اس سے بدلا ہوا حال ہوتا۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ مختصر سی زندگی کے ایام گزارنے کے بعد ہر ایک کو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ جس کے بعد رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ ہماری طرف متوجہ ہونے کی صورت میں جنت کی اعلیٰ نعمتیں ہمارا مقدر بنیں گی یا پھر گناہوں کی شامت کے سبب مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ جہنم کی ہولناک سزائیں ہمارا نصیب ہوں گی۔ لہٰذا اس دنیاوی زندگی کی رونقوں، مسرتوں، اور رعنائیوں میں کھو کر حسابِ آخرت کے بارے میں غفلت کا شکار ہو جانا یقیناً نادانی ہے۔ یاد رکھئے! ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم ربِ کائنات عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کریں اور گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔ اس مَقصَدِ عظیم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دل میں خوفِ خدا کا ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک یہ نعمت حاصل نہ ہو گناہوں سے فرار اور نیکیوں سے پیار تقریباً ناممکن ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خوف خدا پر مشتمل یہ فرمان ہمارے لیے بہترین مشعل راہ ہے۔ خوفِ الٰہی کی بھی چند علامات ہیں، جن کے سبب ہمیں اپنی قلبی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دِقَّت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ حضرت سیِّدُ نا فَقِیہ ابُو اللَّیث سَمَرقَندِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں کہ **اللہ تَعَالٰی** کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے:

---

1 ......کتاب الزھد لابی داود، من زھد عمر۔۔۔الخ، ص ۱۰۹، الرقم: ۵ ۱۰۔

(۱)......"انسان کی زبان میں، وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کا خوف اس کی زبان کو جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اُسے **ذکر اللہ** عَزَّوَجَلَّ، تلاوتِ قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔" (۲)......"اس کے شکم میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کریگا اور حلال چیز بھی بقدرِ ضرورت کھائے گا۔" (۳)......"اس کی آنکھ میں، وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصولِ عبرت کے لئے دیکھے گا۔" (۴)......"اس کے ہاتھ میں، وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اطاعتِ الٰہی میں استعمال کریگا۔" (۵)......"اس کے قدموں میں، وہ اس طرح کہ وہ انہیں **اللہ تعالیٰ** کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔" (۶)......"اس کے دل میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ اور مسلمان بھائیوں سے حَسَد کرنے کو دور کردے اور اس میں خیر خواہی اور مسلمانوں سے نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ بیدار کرے۔" (۷)......"اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں، اس طرح کہ وہ فقط **اللہ تعالیٰ** کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریاء ونفاق سے خائف رہے۔" (۸)......"اس کی سماعت میں، اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔"[1]

اس تفصیل سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ قبر وحشر اور حساب ومیزان وغیرہ کے حالات سن کر یا پڑھ کر محض چند آہیں بھر لینا...... یا...... اپنے سر کو چند مرتبہ اِدھر اُدھر پھرا لینا...... یا...... کفِ افسوس مل لینا...... یا پھر...... چند آنسو بہا لینا ہی کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خوفِ خدا کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے گناہوں کا ترک کردینا اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول ہوجانا بھی اُخروی نجات کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس کا ایک بہترین ذریعہ شیخ طریقت امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کے عطا کردہ مدنی انعامات بھی ہیں، ان پر عمل کرنے سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دل میں خوف خدا پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے کا مدنی ذہن بنے گا۔ روزانہ فکر مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات کا رسالہ ہر ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے دین ودنیا کی بے شمار بھلائیاں ہاتھ آئیں گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......درة الناصحين، المجلس الثلاثون۔۔۔الخ، ص ۱۰۹۔

(9)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر توکُّل کی تربیت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسے توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ویسے ہی رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور واپس سیر ہو کر آتے ہیں۔''(1)

قرآن کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ ﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۲ تا ۳) ترجمۂ کنزالایمان: ''جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔''

اسباب پر نظر توکُّل کے منافی نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسباب پر نظر رکھنا توکل کے منافی نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کروں یا کھول کر؟'' فرمایا: ''اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔''(2)

حقیقی مُتوکِّل کون ہے؟

یقیناً حقیقی متوکل وہی ہے جو اسباب کے بجائے خالق اسباب پر نظر رکھے۔ حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ ''توکل کیا ہے؟'' فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں سے قطع تعلُّق کرنا اور اسباب سے بھی تعلق ختم کر دینا۔'' حضرت سیِّدُنا ابُوعُثمان حِیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اعتماد کرتے ہوئے

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد عن رسول اللہ، باب فی التوکل علی اللہ، ج۴، ص۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۱۔

2 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ج۴، ص۲۳۲، حدیث: ۲۵۲۵۔

(بغیر اسباب کے فقط) اسی پر اکتفا کرنا **توکل** ہے۔''(1)

واقعی جو اس دنیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دیے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوگا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کل بروز قیامت اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوجائے گا۔ امیر المؤمنین حضرت مولا علی شیر خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔''(2)

مُتَوَکِّل کی تین علامتیں:

حضرت سیِّدُنا سَہل بِن **عبد اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''**متوکل یعنی اللہ** عَزَّوَجَلَّ **پر توکل** کرنے والے کی تین علامتیں ہیں: (۱) وہ کسی سے سوال نہیں کرتا۔ (۲) اگر کوئی دے دے تو اسے رد بھی نہیں کرتا۔ (۳) اور جو لے لے اسے اپنے پاس جمع نہیں کرتا۔''(3)

منقول ہے کہ سیدی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی انہی تین علامتوں کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا کرتے تھے: ''**طمع نہیں، منع نہیں، جمع نہیں۔**''(4)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(10)......سخاوت و بُردباری کی تربیت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَحْلَمَ النَّاسِ** یعنی میں جانتا ہوں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ حلیم یعنی بُردبار کون ہے۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''**اَجْوَدُ النَّاسِ مَنْ اَعْطٰی مَنْ حَرَمَهٗ وَاَحْلَمُ النَّاسِ مَنْ عَفٰی عَمَّنْ ظَلَمَهٗ** یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو محروم کرنے والے کو عطا کرے اور سب سے زیادہ بُردبار وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرنے

---

1 ......رسالۂ قشیریہ، باب التوکل، ص ۲۰۲۔ ۲۰۳۔

2 ......شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۳۹، حدیث: ۴۵۸۵۔

3 ......رسالۂ قشیریہ، باب التوکل، ص ۲۰۰۔

4 ......سیدی قطب مدینہ، ص ۱۲۔

والے کو معاف کرے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی حقیقی سخاوت اور صلہ رحمی تو یہی ہے کہ جو ہمیں محروم کرے ہم اسے عطا کریں، جو ہم پر ظلم کرے ہم اسے معاف کر دیں کیونکہ جو ہمیں عطا کرے اور پھر ہمیں اسے عطا کریں تو یہ حقیقی صلۂ رحمی نہیں بلکہ یہ تو اس کی عطا کا بدلہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ بدلہ دیا جائے یعنی اس نے اس کے ساتھ احسان کیا اس نے اس کے ساتھ کر دیا، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ اُدھر سے کاٹا جاتا ہے اور یہ جوڑتا ہے۔"[2]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "صلۂ رحمی اسی کا نام نہیں کہ وہ سلوک کرے تو تم بھی کرو، یہ چیز تو حقیقت میں **مُکَافَاۃ** یعنی اَدلا بدلا کرنا ہے کہ اس نے تمہارے پاس چیز بھیج دی تم نے اس کے پاس بھیج دی، وہ تمہارے یہاں آیا تم اس کے پاس چلے گئے۔ حقیقتاً صلۂ رحم یہ ہے کہ وہ کاٹے اور تم جوڑو، وہ تم سے جدا ہونا چاہتا ہے، بے اعتنائی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ رشتہ کے حقوق کی مراعات کرو۔"[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(11)......نصیحت کرنے والے کی بات ماننے کی تربیت:

مصر کے گورنر حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس کچھ مال بھیجا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ مال بچ گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے متعلق مشاورت کرنے کے لیے لوگوں کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا تو ایک نوجوان لڑکا کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: "مشاورت تو اس معاملے میں کی جاتی ہے جس کے بارے میں قرآن کا کوئی حکم موجود نہ ہو، اس مال کے بارے میں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حکم موجود ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس مال کو انہی مصارف میں خرچ کر دیں جن میں

---

1 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والخمسون، ص ١٧٣۔

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافیئ، ج ٤، ص ٩٨، حدیث: ٥٩٩١۔

3 ......بہارِ شریعت، ج ٣، حصہ ١٦، ص ٥٦٠۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔''(1)

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** **سیِّدُ نا فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس امت کے **مُحَدَّث** یعنی الہامی کلام کرنے والے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کو قرآن وسنت کی تائید حاصل تھی، خود **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کو درست قرار دیا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سفر وحضر دونوں میں اکثر اوقات **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رہنے والے تھے، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ حق میرے بعد عمر کے ساتھ ہوگا چاہے وہ جہاں بھی ہو، قطعی جنتی صحابی ہونے کے باوجود آپ کا یہ عظیم ظرف تھا کہ آپ نے دورانِ مشورہ ایک نوجوان کی رائے فراخ دلی سے سنی۔

......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل میں ہمارے لیے نصیحت کے بے شمار مدنی پھول ہیں، واقعی نصیحت کی بات کوئی بھی کرے، چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا اسے سننے اور قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خصوصاً اس وقت جب اس کے ظاہری فوائد وثمرات بھی بالکل واضح نظر آرہے ہوں۔ اپنے سے چھوٹوں کی بات کو قبول کرلینا نہایت ہی اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے۔ مگر افسوس! اگر آج ہماری غلطیوں پر کوئی ہمیں وعظ ونصیحت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم اَوّلاً اس کی نصیحت کو سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ بسا اوقات اس کے متعلق اپنے دل میں طرح طرح کے شیطانی وسوسوں کو جگہ دیتے ہیں، نیز اسے اپنا خیر خواہ سمجھنے کے بجائے اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمارا حقیقی رہنما، دوست اور خیر خواہ وہی شخص ہے جو ہماری غلطیوں پر ہمیں خبردار کرے، نیکیوں کی ترغیب دلائے، گناہوں سے بچنے کی نصیحت کرے، ہمارے عیوب ونقائص کو بیان کرے، ہماری دنیا وآخرت کو سنوارنے کی کوشش کرے۔ مگر افسوس! بے عمل ہونے کے باوجود ہمارا سراپا گویا یہ اعلان کرتا ہے:

ناصحا مت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے
اس کو دشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے ہے

پیارے اسلامی بھائیو! نصیحت کی بات کوئی بھی کرے اسے قبول کرلیجئے، اپنے دل میں جگہ دیجئے، اس پر عمل

1......الاستیعاب، صعصعۃ بن صوحان العبدی، ج ۲، ص ۲۷۳۔

کیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیاں حاصل ہوں گی۔ ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے:

علاقے کا بدمعاش مبلغ بن گیا:

ایک مبلغِ دعوتِ اسلامی کا بیان ہے کہ جُمادی الاُخریٰ ۱۴۲۹ ہجری، جون 2008 عیسوی میں ہمارا مَدَنی قافِلہ اوکاڑہ (پنجاب۔ پاکستان) پہنچا۔ وہاں پر ایک بارِیش (یعنی داڑھی والے) عمر رسیدہ اسلامی بھائی سے میری مُلاقات ہوئی۔ ان کے سر پر سبز سبز عمامہ شریف اپنے جلوے لٹا رہا تھا۔ دورانِ گفتگو انہوں نے انکشاف کیا کہ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول میں آنے سے پہلے میں اپنے علاقے کا نامی گرامی بدمَعاش تھا۔ میں شراب کا ایسا رَسیا تھا کہ جب کہیں جاتا تو شراب کے کَنَستر میری گاڑی میں دھرے ہوتے۔ میں اپنے ساتھ محافظ رکھتا اور خود بھی مسلح رہتا تھا۔ میرے کالے کرتُوتوں کی وجہ سے لوگ مجھ سے اس قدر نفرت کرتے کہ میرے قریب سے گزرنا پسند نہ کرتے تھے۔

میرے راہِ راست پر آنے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہمارے علاقے میں نیکی کی دعوت کی دُھوم مچانے والے دعوتِ اسلامی کے **مُبَلِّغین** مجھے بھی نیکی کی دعوت دینے کے لئے آیا کرتے، مگر میں غفلت کی گہری وادیوں میں گم تھا اس لئے ان کی دعوت توجُّہ سے سننے کے بجائے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولتا: ''میرے ساتھ بیٹھ کر شراب پیو۔'' اُن کو کبھی ڈانٹتا تو کبھی جھاڑتا مگر وہ موقع پا کر پھر اِنفرادی کوشش کے لئے آجایا کرتے۔ یوں ایک طویل عرصہ وہ مجھ پر اِنفرادی کوشش کرتے رہے اور میں سُنی ان سُنی کرتا رہا۔ ایک روز میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بے چارے اتنے عرصے سے مجھ پر کوششیں کررہے ہیں کیوں نہ آج ان کی بات توجّہ سے سن لی جائے دیکھوں تو سہی آخر یہ کہتے کیا ہیں! اب کی بار اسلامی بھائی ''نیکی کی دعوت'' دینے آئے تو میں نے بڑی توجُّہ سے اُن کی دعوت سُنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی شان کہ ان کی دعوت میرے دل میں اُتر گئی اور **لَبَّیْک** (یعنی میں حاضر ہوں) کہتے ہوئے اُن کے ساتھ مسجد کی طرف چل دیا، غالباً ہوش سنبھالنے کے بعد زندگی میں پہلی بار میں مسجد کے اندر داخِل ہوا۔ عاشقانِ رسول کی صُحبت اور مسجِد میں ہونے والے سنّتوں بھرے بیان نے میرے دل کی کیفیت کو بدل کر رکھ دیا۔ میں نے اسلامی بھائیوں کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور پھر سرکارِ غوثِ اعظم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے سلسلے میں مرید بن گیا۔ مرید تو کیا ہوا میرے انداز بدلتے چلے گئے۔ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی، شراب پینا چھوڑ دی، نَمازی بن گیا اور چہرہ سنّت کے مطابق داڑھی اور سر عمامہ شریف سے

''سرسبز'' ہوگیا۔لوگ اس تبدیلی پر حیران تھے۔بعضوں کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس قدر بگڑا ہوا انسان بھلا کیسے سدھر سکتا ہے!ایک روز عجیب چُٹکلہ ہوا کہ دو ۲ اَخباری نمائندے میرے قریب سے گزرے تو ایک نے میری طرف اشارہ کرکے دوسرے کو بتایا یہ وُہی شخص ہے،میرا تبدیل شدہ حُلیہ دیکھ کر دوسرے کو یقین نہ آیا اور اُس نے مجھ سے باقاعِدہ تصدیق کی کہ کیا آپ واقِعی ''وہی'' ہیں؟ میرے ''ہاں'' کرنے پر وہ دم بخود رہ گیا اور کہنے لگا کہ اپنی تبدیلی کا راز بتایئے ہم اخبار میں آپ کی خبر چھاپیں گے۔مگر میں نے منع کر دیا۔یہ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول کی بَرکتیں ہیں کہ مجھ جیسا رُسوائے زمانہ انسان بھی صلوۃ و سنّت کی راہ پر چلنے لگا اور مُعاشرے کا ایک باعزت فرد بن گیا۔

اللّٰہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دُھوم مچی ہو

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ محلے کے ایک نامی گرامی بدمعاش شخص نے جب وعظ و نصیحت کو قبول کیا تو سنتوں کا مبلغ بن گیا، جو شراب و کباب کا دلدادہ تھا وہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کا دلدادہ ہوگیا۔اگر ہم بھی وعظ و نصیحت کو قبول کرنے والے بن جائیں تو کثیر بھلائیاں ہمارا مقدر بن جائیں گی۔اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم کے ضرب المثل حکیمانہ اقوال

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے رعایا و عوام الناس کی تعلیم و تربیت سے متعلقہ کئی ایسے حکیمانہ اقوال ہیں جو ضرب المثل بن گئے یعنی انہیں بطور مثال کے بیان کیا جاتا ہے،مختلف علوم وفنون ولغات کے ماہرین آج تک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ان اقوال کو حیرت و استعجاب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان اقوال کے ذریعے ایک کامل حیات کا بہترین نمونہ وخلاصہ پیش کردیا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے یہ اقوال آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حیاتِ طَیِّبہ کی عملی تصویر ہیں، جبکہ دیگر لوگوں کے ایسے اقوال ان کے تجربات و مشاہدات کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایسے اقوال تنزُّلی کی طرف گامزن قوموں کے لیے بہترین مَشعلِ راہ ہیں جو ترقی کی راہوں کی طرف سعی

کرنے میں مگن ہیں۔ دیگر لوگوں کے حکیمانہ اقوال فقط صفحات پر لکھے ہوئے ہیں جبکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اقوال تاریخ کے اوراق کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں پر بھی نقش ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **12** ضَرْبُ الْمَثَل وحکیمانہ اقوال پیش خدمت ہیں:

(1)...... ''**مَنْ اَکْثَرَ مِنْ شَيْءٍ عُرِفَ بِهٖ** یعنی جو کسی کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اس کی پہچان بن جاتی ہے۔''[1]

(2)...... ''اس (یعنی قضا کے) معاملے میں نرمی ہی مناسب ہے مگر وہ جس میں کسی قسم کی کمزوری نہ ہو، اور سختی مناسب ہے مگر وہ جس میں ظلم و جبر نہیں۔''[2]

(3)...... ''**مَنْ كَثُرَ مَزَاحُهٗ اُسْتُخِفَّ بِهٖ** یعنی جو زیادہ مزاح کرتا ہے اس کی عزت کم ہوجاتی ہے۔''[3]

(4)...... ''تم نے کب سے ان کو غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کے ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا؟''[4]

(5)...... ''**حَاسِبُوا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا** یعنی اپنا محاسبہ خود ہی کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔''[5]

(6)...... ''جو زیادہ بولتا ہے اس کا وقار ختم ہوجاتا ہے، جس کا وقار ختم ہوجاتا ہے اس کی حیا کم ہوجاتی ہے، جس کی حیا کم ہوجاتی ہے اس کا تقویٰ و پرہیزگاری کم ہوجاتی ہے جس کا تقویٰ کم ہوجائے اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے۔''[6]

(7)...... ''**اِنَّ كُلَّ صَانِعٍ اَعْلَمُ بِصَنَاعَتِهٖ** یعنی ہر کاریگر اپنی کاریگری کو بہتر جانتا ہے۔''[7]

(8)...... ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی چیز کو کرنے کا حکم دیا تو اس پر مدد بھی فرمائی اور اگر کسی چیز سے منع کیا تو اس سے دور رہنے کی طاقت بھی عطا فرمائی۔''[8]

---

1 ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۵۷، حدیث: ۴۹۹۴ مختصراً۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ۔۔۔الخ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۲۹۱، حدیث: ۱۴۲۵۱ مختصراً۔

3 ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۵۷، حدیث: ۴۹۹۴ مختصراً۔

4 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، عدلہ۔۔۔الخ، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۹۴، حدیث: ۳۶۰۰۶۔

5 ...... ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ج ۴، ص ۲۰۸، حدیث: ۲۴۶۷۔

6 ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۵۷، حدیث: ۴۹۹۴ مختصراً۔

7 ...... الاستیعاب، باب طلیحۃ، ج ۲، ص ۳۲۴۔

8 ...... ادب الدنیا والدین للماوردی، الفصل السابع فی المروءۃ، ص ۴۰۸۔

(9)...... ”جس نے اپنے آپ کو مقام تہمت پر کھڑا کیا اسے اگر لوگ برا بھلا کہیں تو انہیں ملامت نہ کرے۔“[1]

(10)...... ”مَنْ کَتَمَ سِرَّهُ کَانَتِ الْخِیَرَةُ فِيْ یَدَیْهِ یعنی جس نے اپنا راز چھپایا تو عزت و بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے۔“[2]

(11)...... ”مَنْ کَثُرَ ضِحْکُهُ قَلَّتْ هَیْبَتُهُ یعنی جو زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہوجاتی ہے۔“[3]

(12)...... ”احمقوں کے پیچھے جوتے چٹخانا بہت کم اس کے دین کو باقی رکھتا ہے۔“[4]

یعنی کسی احمق شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم لگانا، اس کے پیچھے پیچھے چلنا اور اسے خواہ مخواہ کی عزت دینا عموماً اسے حُبِّ جاہ ”شہرت کی خواہش“ میں مبتلا کر دیتا ہے جو بسا اوقات اس کے دین وایمان کے ضائع ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عہدِ فاروقی کا حقیقی مدنی مرکز

مسلمانوں کا حقیقی مدنی مرکز:

حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے جب وصال ظاہری فرمایا، اُس وقت مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا دار الخلافہ اور خلافت اِسلامیہ کا عالمی اور حقیقی ”مدنی مرکز“ تھا۔ عہدِ صدیقی میں تمام صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اَحکامِ شرعیہ کے اِستخراج واِستنباط کے لیے یہیں جمع ہوتے اور کوششیں فرماتے۔ عہدِ فاروقی میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہوا، نیز نئے نئے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے نت نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے اس وقت کی ضرورت کے پیش نظر اسی مدنی مرکز کو پیش نظر رکھا اور آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بھی یہیں اپنے مدنی مشورے فرماتے رہے نیز اَحکامِ شَرعِیَّہ کے اِستخراج کے لیے کوششیں بھی جاری رہیں۔ عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی کی وجہ سے دیگر شہروں کے مقابلے میں مدینہ منورہ کو ایک امتیازی حیثیت حاصل

---

1 ......موسوعه ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، ج٧، ص ٣٨١، الرقم: ٧٥٢۔

2 ......موسوعه ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، ج٧، ص ٣٨١، الرقم: ٧٥٢۔

3 ......شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت۔۔۔الخ، ج ٤، ص ٢٥٧، حدیث: ٤٩٩٤ مختصراً۔

4 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والخمسون، ص ١٧٨۔

تھی۔ کیونکہ خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں دس سال قیام فرمایا۔ یہاں کے دَرودِیوار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک اَداؤں سے مُنَوَّر تھے، یہاں کے لوگوں نے نبوی تربیت حاصل کی تھی، اُمَّتِ مُسْلِمَہ کے سب سے بہترین لوگ یہیں کے مقیم تھے، اِن تمام خصوصیات کی بنا پر کوئی بھی دوسرا معاشرہ اس نبوی و مدنی معاشرے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا تھا۔ عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ اوران کی مدت خلافت کے ابتدائی دس سالوں تک انفرادی وذاتی خصوصیات کی بنا پر سب سے بڑا اثر یہ ظاہر ہوا کہ ابتدائی دوسو 200 سالوں میں مدینہ منورہ ''قرآن وسنت واحکام شرعیہ کی تعلیم وتربیت'' کا سب سے پہلا مدرسہ اور مسلمانوں کا حقیقی ''مدنی مرکز'' بنا رہا۔ اس کی چند ظاہری وجوہات بھی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

❀...... **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اعلان نبوت کے بعد کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے پھر کفار کے ظلم وستم کے سبب مدینہ منورہ ہجرت کرکے تشریف لے آئے، قرآن پاک کا زیادہ تر نزول یہیں ہوا نیز تسلسل کے ساتھ آخری وحی کے نزول کی سعادت بھی اسی خطے کو حاصل ہوئی، خلفائے راشدین کے مبارک دور تک کوئی شہر اس کا مدمقابل نہ تھا، ان کے دور میں مدینہ منورہ ہی فقہاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مدنی مرکز تھا اور ان میں سب سے بڑے فقیہ خود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

❀...... سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ خِلافت پر مُتَمَکِّن ہوئے، اس وقت بھی مدینہ منورہ کو وہی مقام حاصل رہا جو عہدِ فاروقی میں تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کوفہ منتقل ہوگئے لیکن علماء ومفتی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مدنی مرکز مدینہ منورہ ہی رہا، وہاں مقیم فقیہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کافی عرصے تک اپنا فیضان لُٹاتے رہے ان میں اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، حضرت سیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا جابِر بن **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء گرامی بالکل نمایاں ہیں۔

❀...... مدینہ منورہ میں ہی کبار تابعین کرام کی تربیت گاہ بھی وجود میں آئی، تابعین میں سے سات ایسے جلیل

القدر فقہاء تھے جن کی نظیر نہ تھی، کسی شاعر نے ان کا ذکر یوں کیا ہے:

اَلَا كُلُّ مَنْ لَا يَقْتَدِیْ بِاَئِمَّةٍ
فَقِسْمَتُهٗ ضِيْزٰی عَنِ الْحَقِّ خَارِجَةٌ

ترجمہ: ”یعنی سن لو! جو شخص اپنے ائمہ کی پیروی نہیں کرتا، اس کی تقسیم بڑی ناانصافی پر مبنی اور حق سے خارج ہے۔“

فَخُذْهُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عُرْوَةُ قَاسِمٌ
سَعِيْدٌ اَبُوْبَكْرٍ سُلَيْمَانُ خَارِجَةٌ

ترجمہ: ”پس ان ائمہ کرام سیِّدُنا عُبَیْدُ اللّٰہ، سیِّدُنا عُروہ، سیِّدُنا قاسم، سیِّدُنا سعید، سیِّدُنا ابوبکر، سیِّدُنا سُلَیمان اور سیِّدُنا خارِجہ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کا دامن تھام لو۔“(1)

……اِن تابعین کے بعد تبع تابعین میں سے بھی بڑے بڑے علماء وفقہاء کرام مدینہ منورہ میں مقیم رہے، ان میں حضرت سیِّدُنا اِبنِ شِہاب زُہری، حضرت سیِّدُنا نافِع بِن اَسلَم، حضرت سیِّدُنا یَحْیٰی بِن سَعِید اَنصاری رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ پھر امام مالک رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کا مبارک دَور آیا، آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه مفتیٔ مدینہ تھے، آپ کے فیضان سے بھی لوگ ایک عرصہ تک فیضیاب ہوتے رہے۔

……اہل مدینہ کے علم کی فوقیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر شہروں کے لوگ علمی حوالے سے مدینہ منورہ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، اس وقت مدینہ منورہ کے علاوہ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس کی طرف عمومی طور پر علمی حوالے سے رجوع کرتے۔ دیگر اسلامی شہروں کے علماء نے حصول علم کے لیے اسی مدینہ منورہ ہی کا رخ کیا اور اپنی علمی صلاحیتوں کو اپنے اساتذہ وعلماء کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے سامنے پیش کیا یوں ان شہروں میں بھی مدینہ منورہ کے تربیت یافتہ علماء ہی علمی فیضان تقسیم کرتے رہے۔

……مدینہ منورہ کے علماء کرام ہی دیگر شہروں میں قاضی، گورنر اور مُعَلِّم بنا کر بھیجے گئے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ملک شام اور عراق کی فتح کے بعد چند علماء کو وہاں قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ

---

(1) ……تغلیق التعلیق للعسقلانی، من کتاب الطھارۃ، باب الماء۔۔۔الخ، ج ٢، ص ١١٩۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عَمّار بن یاسِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عمران بِن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سَلمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عراق تشریف لے گئے۔ حضرت سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عُبادَہ بِن صامِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا اَبُو دَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا بِلال بِن رِباح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شام تشریف لے گئے جبکہ حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا اُبَی بِن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا محمد بِن مَسْلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا زَید بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ تمام حضرات امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ہی رہے۔

......اہل مدینہ کے علاوہ جس نے جتنا مدینہ منورہ والوں سے علم حاصل کیا اسی تناسب سے وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے، یہ لوگ اہل مدینہ ہی کو برتری کا معیار سمجھتے تھے چنانچہ اہل مکہ میں سے حضرت سیِّدُنا مُجاہِد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عَمْرو بِن دِینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ”ہمارا علمی وفقہی مقام تقریباً برابر تھا۔ لیکن جب حضرت عطاء بن رباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مدینہ منورہ گئے، پھر وہاں سے لوٹے تو ان کی فضیلت ہم پر واضح ہوئی۔“[1]

عہدِ فاروقی کے مفتیان کرام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اکثر اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مختلف فتنوں سے حفاظت اور اہم معاملات میں مشاورت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں ہی مقیم رکھا۔ یہی وجہ ہے ان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا فیضان ”مدینہ منورہ“ ہی میں رہا اور مختلف مسائل بتانے والے فقیہ اور مفتی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعداد تقریباً ۱۳۰ تک پہنچ گئی، ان میں کثرت سے فتاویٰ دینے والے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں خود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ

[1]......تاریخ ابن عساکر، ج ۴۰، ص ۳۸۴۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ان تمام ہستیوں کے مبارک فتاویٰ کے اگر مجموعے تیار کیے جائیں تو شاید کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔[1]

وہ صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان جن کے فتاویٰ ومسائل متوسط تعداد میں تھے ان میں سرفہرست امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، چونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عہدِ خلافت شروع ہوتے ہی مختلف فتنوں کی سرکوبی میں سرگرم ہوگئے، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد بہت ہی قلیل عرصے تک حیات رہے اس لیے آپ کے فتاویٰ کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ان کے علاوہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ، حضرت سیِّدُ نا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا ابُوسَعید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا عُثمان بِن عَفَّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا عبد **اللہ** بِن زُبَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا جابِر بن عبد **اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا طَلحَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا زُبیر بِن عَوَّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا عمران بِن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا عُبَادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔اگر ان تمام ہستیوں کے مختلف مسائل وفتاویٰ کو بھی جمع کیا جائے تو متوسط درجے کی کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔اِن مذکورہ افراد میں سے اکثر لوگ عہدِ فاروقی میں مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے، البتہ جنہیں خود امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوئی عہدہ دے کر یا قرآن وسنت کی تعلیم کی خاطر کسی دوسرے علاقے میں بھیجا ہو تو وہ وہاں تشریف لے گئے۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی عظیم کوششیں:

واضح رہے کہ مدینہ منورہ کو ''قرآن وسنت واحکام شرعیہ کی تعلیم وتربیت'' کا سب سے پہلا مدرسہ اور مسلمانوں کا ''مدنی مرکز'' بنانے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کوششوں ہی کو دخل ہے۔اس پر حضرت سیِّدُ نا عبد **اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ واقعہ شاہد ہے۔چنانچہ حضرت سیِّدُ نا عبد **اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ

---

[1] ......الاستیعاب، المکثرین من الصحابة روایة۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۰۱۔

تَعَالٰی عَنْه کا بیان ہے کہ میں چند مہاجرین صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کو قرآن پڑھایا کرتا تھا جن میں حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بھی تھے[1] ایک مرتبہ جب میں مِنیٰ میں ان کی قیام گاہ پر تھا اور اس وقت وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے ساتھ ان کے آخری حج میں شریک تھے۔ جب وہ وہاں سے تشریف لائے تو کہنے لگے: ''اگر آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه اس آدمی کو دیکھتے جو آج امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ فلاں آدمی کی خبر لیں گے؟ وہ کہتا ہے کہ اگر عمر فوت ہو جاتے تو میں فلاں سے بیعت کر لیتا، اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی قسم! سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور پوری ہوئی۔'' جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ سنا تو آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه جلال میں آ گئے اور فرمایا: ''میں اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ آج شام کو لوگوں کے درمیان ایک تقریر کروں گا اور سب کو ان لوگوں سے خبردار کروں گا جو مسلمانوں کی حکومت کو ان سے غصب کرنا چاہتے ہیں۔'' سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ میں نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے عرض کیا: ''نہیں امیر المؤمنین آپ ایسا نہ کیجئے کیونکہ یہ حج کا موسم ہے اس میں ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، جب آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه لوگوں کے سامنے بیان کریں گے تو یہی لوگ آپ کے سامنے ہوں گے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کوئی بات کریں اس کا ایک خاص مقصد ہو اور وہ اس بات کو لے کر کسی اور معنی میں لے لیں، لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فی الحال ٹھہر جایئے، جب آپ مدینہ منورہ پہنچیں تو وہاں یہ بات کیجئے، کیونکہ وہ دارُ الہجرت اور دارُ السُّنَّۃ ہے، وہاں آپ شُرَفَاء اور سمجھ بوجھ والے لوگوں کو بلائیں جو کہنا ہو پورے اعتماد کے ساتھ کہیں،

---

1 ......حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰه بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه حضور نبی کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے سگے چچا کے بیٹے تھے، اگرچہ آپ کو رسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بہت ہی قلیل صُحبت ملی لیکن رسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک بار ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، سینے سے لگایا اور یوں دعا دی: ''یا اللّٰه عَزَّوَجَلَّ! اسے قرآن کا علم عطا فرما۔'' رسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی انہی شفقتوں وخصوصی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ ''حِبْرُ الْاُمَّت'' و ''سیِّدُ الْمُسلِمِین'' کہلائے اور سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه جیسے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان آپ سے قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم اگرچہ چھوٹی عمر والے کے پاس سے ملے لے لینا چاہیے۔ (فتح الباری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی من۔۔۔الخ، ج ۱۳، ص ۱۲۳، تحت الحدیث: ۶۸۳۰، نزہۃ القاری، ج ۵، ص ۷۶۷)

تا کہ اہل علم آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو صحیح معنی ومراد پر محمول کریں۔''

یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اِرشاد فرمایا: ''**اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَقُومَنَّ بِذٰلِکَ اَوَّلَ مَقَامٍ اَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ** یعنی قسم بخدا! رب نے چاہا تو مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے اسی بارے میں خطبہ دوں گا۔''(1)

امام اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث مبارکہ سے یہ اِستدلال کیا گیا ہے کہ اہلِ مدینہ ہی علم وفہم اور دانائی کے مالک ہیں، کیونکہ اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اور حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه مدینہ منورہ والوں کی اس خصوصیت پر متفق تھے۔''

مزید فرماتے ہیں: ''یہ استدلال صرف ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہدِ خلافت میں موجود تھے، البتہ جو صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اہل مدینہ کے ہم پلہ تھے ان کا بھی یہی حکم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر دور میں مدینہ منورہ کے ہر فرد کی یہی خصوصیت باقی رہے۔''(2)

بہرحال معاشرتی ترقی اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ ساتھ جن علمی مراکز ومدارس کا قیام عمل میں آیا اُن کی تعمیر وترقی میں عہدِ فاروقی کا زبردست اثر رہا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے تربیت یافتہ شاگرد مدینہ منورہ میں رہے اور مدینہ میں اپنے علم کی نشر واشاعت کی، پھر ان شاگردوں کے شاگرد تیار ہوئے جو سرچشمہ علم نبوت سے قریب ہونے اور مدنی ماحول میں زندگی گزارنے کی وجہ سے عظیم ترین شخصیتوں کے مالک ہوئے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے بعض شاگردوں کو نومسلموں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے دور دراز کے مفتوحہ علاقوں میں بھیج دیا گیا اس طرح مدینۃ الرسول نے علم وفقہ میں ایک اونچا مقام پایا اور اس کے مدرسین نے مفتوحہ علاقوں اور نئے تعمیر شدہ مدرسوں، دارُ الافتاء مثلاً بصرہ اور کوفہ کے مدارس ودار الافتاء کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

بہرحال امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی علمی حوالے سے عظیم کوششوں اور آپ رَضِیَ اللهُ

---

1 ......بخاری، کتاب المحاربین۔۔۔الخ، باب رجم الحبلی۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۴۳، حدیث: ۶۸۳۰۔

2 ......فتح الباری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی۔۔۔الخ، ج ۱۳، ص ۱۳۱، تحت الحدیث: ۶۸۳۰ ملخصاً۔

تَعَالٰی عَنْہ کے کثیر تعداد میں فُقَہاء و مُفتیانِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام شاگردوں کی بدولت یہ کہنا بجا ہے کہ اس وقت پورے جزیرۂ عرب میں ''**فاروقِ اعظم کے علمی فیضان**'' ہی کا چرچا تھا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَحکامِ شرعیہ کے مَراکز و دارُالاِفتاء

مدینہ منورہ کے علاوہ مختلف علاقوں میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بھیجے ہوئے مُفتیانِ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعلیم وتربیت وفتوؤں کو دیکھا جائے تو ہمارے سامنے احکامِ شرعیہ کے چند مَراکز اور تربیتی دارالافتاء سامنے آتے ہیں، چونکہ اِن تمام مراکز میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نامزد مُفتیانِ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھیجا تھا، نیز وہ مُفتیانِ کرام وہاں اپنے شاگردوں اور دیگر لوگوں کی علمی حوالے سے تربیت بھی فرماتے تھے، چونکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے یہ تمام مفتیانِ کرام بہت پائے کے مُفتی تھے، اسی وجہ سے ہم نے تعلیم وتربیت کے ان مراکز کو ''تربیتی دارالافتاء'' کا نام دیا ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(1)......عہدِ فاروقی کا مکی تربیتی دارالافتاء

تمام مسلمان مکہ مکرمہ کے اس دارالافتاء کا بہت ہی ادب واحترام کیا کرتے تھے خواہ وہ مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے ہوں یا دیگر شہروں کے مقیم وہ لوگ ہوں جو **بیت اللہ** شریف کی زیارت کے لیے آتے ہوں یا حج **بیت اللہ** کی سعادت حاصل کرنے آتے ہوں۔ عہدِ فاروقی کے اس مکی دارالافتاء کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے سب سے بڑے مُفتی و مُصَدِّق صحابیِ رسول، تَرجُمانُ القرآن، حِبرُالاُمَّت، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جَیِّد شاگرد حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ واضح رہے کہ کسی بھی مدرسے، جامعہ، دارالافتاء، علمی ادارے یا انسٹیٹیوٹ کی ترقی کا دارومدار نیز اس کی کارکردگی کی بہتری اس بات پر مُنْحَصِر ہے کہ اس کی باگ دوڑ کس کے ہاتھ میں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اربابِ علم ودانش، اصحابِ سیر وتاریخ، مُفَسِّرین و مُحَدِّثین تمام حضرات نے اس مکی تربیتی دارالافتاء اور اس کے مفتی حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اَحسَن انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ،

(1)......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اگر

اتنا عرصہ زندگی گزارتے جتنی ہم نے گزاری تو ہم میں سے کوئی بھی شخص ان کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچتا۔'' ایک بار ارشاد فرمایا: ''**عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کیا ہی بہترین ترجمان القرآن ہیں۔''[1]

(2)......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُمتِ محمدیہ کے سب سے بڑے عالمِ قرآن ہیں۔''[2]

(3)......حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے زیادہ حاضر جواب، دانا وبینا، صاحبِ علم اور بُردبار کسی کو نہیں دیکھا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مشکل اوقات میں ان کو بلاتے اور فرماتے کہ ایک پیچیدہ مسئلہ آگیا ہے، پھر وہ جو رائے دیتے اسی پر عمل فرماتے حالانکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گرد بدری انصار ومہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی موجود ہوتے تھے۔''[3]

(4)......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہم میں قرآن کریم کے سب سے بڑے فقیہ تھے، بلکہ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو ان سے قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب دلاتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جسے قرآن کریم کے متعلق کوئی سوال کرنا ہو وہ **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھے۔''[4]

مکی دارالافتاء کے مُفتی پر شفقت فاروقی:

......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مکہ مکرمہ کے دارالافتاء کے اس مُفْتِی ومُصَدِّق یعنی سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے اندر شَرافَت، ذَہانَت وفَطانَت کی علامات دیکھیں تو ان پر خصوصی توجہ دینا شروع کردی، آپ انہیں اپنے علمی حلقوں میں بٹھاتے، اُن سے مشورے بھی کرتے، قرآنی آیات میں اِشکال ہوتا تو اُن سے استفسار فرماتے۔ سیِّدُنا **عبد اللّٰہ**

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماذکر فی ابن عباس، ج ۷، ص ۵۱۹، حدیث: ۵۔

[2] ......الاصابۃ، عبد اللّٰہ بن العباس، ج ۴، ص ۱۲۷، الرقم: ۴۷۹۹۔

[3] ......طبقات کبری، ابن عباس، ج ۲، ص ۲۸۱۔

[4] ......طبقات کبری، ابن عباس، ج ۲، ص ۲۸۴۔

بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ ابھی نوجوان تھے اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شفقتوں سے آپ کو آگے بڑھنے اور علم حاصل کرنے کا حوصلہ اور جذبہ ملتا۔

......انہی حوصلہ افزا اقدام کو دیکھتے ہوئے ایک بار آپ کے والد گرامی حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمہیں بلا لیتے ہیں، تمہیں تنہائی میں بھی اپنا قرب دیتے ہیں، دیگر اصحاب کی موجودگی میں تم سے مشورہ لیتے ہیں، لہٰذا میری تین باتیں ہمیشہ یاد رکھنا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہنا، امیر المؤمنین کا کوئی راز فاش نہ کرنا، وہ کبھی تم کو جھوٹا نہ پائیں، ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔''(1)

......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی علمی مجالس میں بھی لے جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی ذات مبارکہ میں موجود ''فہم'' یعنی بات کو جلدی سمجھنے کی صلاحیت، اسے یاد رکھنے کی قوت، استنباط کی باریکیوں کو پہچاننے کی قابلیت جیسے اَوصاف کو جانچ لیا تھا۔ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود فرماتے ہیں کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دیگر اَصحاب پر میری رائے کو مقدم رکھتے تھے اور مجھ سے فرمایا کرتے تھے: ''**لَا تَكَلَّمْ حَتّٰى يَتَكَلَّمُوْا** تم اُس وقت تک کوئی رائے نہ دیا کرو جب تک یہ لوگ اپنی کوئی رائے نہ دے دیں۔'' میں اس پر عمل کرتا اور جب اپنی رائے دیتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: ''**اَعَجَزْتُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِيْ لَمْ تَجْتَمِعْ شُؤُوْنُ رَاسِهٖ** یعنی تم سب مل کر بھی وہ رائے نہ دے سکے جو اس کم عمر لڑکے نے دی ہے۔''(2)

......سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ کم عمر تھے اس لیے اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مجالس میں شرکت کے وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ خاموشی اختیار فرمایا کرتے تھے، اُن کی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی نہ بولتے، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ

---

1 ......معجم کبیر، من مناقب عبد اللہ بن عباس۔۔۔الخ، ج ١٠، ص ٢٦٥، حدیث: ١٠٦١٩۔

2 ......صحیح ابن خزیمۃ، جماع ابواب ذکر الایام۔۔۔الخ، باب الامر بالتماس لیلۃ القدر۔۔۔الخ، ج ٣، ص ٣٢٢، حدیث: ٢١٧٢۔

الرِّضْوَان سے سورۃ النصر کی تفسیر کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب نے اپنا موقف بیان کر دیا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے آپ سے استفسار فرمانے پر ہی جواب دیا۔[1]

......سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک علمی مجلس تھی جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نوجوانوں کی علمی باتیں سنتے اور اُن کی اصلاح فرماتے تھے، سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُس میں پیش پیش رہتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نمازِ اِشراق سے فارغ ہو کر کھجوریں خشک کرنے کے لیے اپنے باغ میں جاتے اور قرآن پاک پڑھنے والے نوجوانوں کو بلواتے، ان میں سیِّدُ نا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ہوتے تھے، ایک مرتبہ دورانِ تلاوت سیِّدُ نا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن پاک کی تفسیر بیان کی تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**لِلّٰہِ بِلَادُکَ یَا اِبْنَ عَبَّاسٍ** یعنی اے ابن عباس! تمہارے علم کی کیا بات ہے۔''[2]

......حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے تفسیر قرآن کے متعلق کچھ پوچھتے تو ارشاد فرماتے: ''**غُصْ غَوَّاصِ** یعنی اے گہرائی میں غوطہ لگانے والے! غوطہ لگاؤ۔''[3]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خصوصی شفقتوں، محبتوں اور عنایتوں ہی کا نتیجہ تھا کہ مکہ مکرمہ کے مفتی ومُصدِّق سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کئی خصوصیتیں وسعادتیں نصیب ہوئیں، نیز علمی میدان خصوصاً تفسیر قرآن میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حوصلہ اَفزائی سے وہ ترقیاں ملیں کہ آج سب لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ''**مُفَسِّرِ قرآن**''، ''**تَرجُمانُ القُرآن**''، ''**حِبرُالاُمَّت**'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ فسبح۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۳۹۱، حدیث: ۴۹۷۰۔

2 ......تفسیر طبری، البقرۃ، ج ۲، ص ۳۳۲، حدیث: ۴۰۰۲ مختصرا۔

3 ......فضائل الصحابہ للامام احمد، ج ۲، ص ۲۴۵، الرقم: ۱۹۴۰۔

(2) عہدِ فاروقی کا مدنی دارُالافتاء

مدینہ منورہ کو خصوصی حیثیت دینے، اسے فقہ وفتاویٰ اور علومِ شرعیہ کا مرکز بنانے میں سب سے بڑا دخل امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ کا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جانتے تھے کہ کائنات کی سب سے عظیم ہستی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہاں آرام فرما ہیں، نیز ان کے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی آرام فرما ہیں، اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی اصل اقامت گاہ مدینہ منورہ ہی کو بنائے رکھا۔ مدنی دارالافتاء کو کئی اعتبار سے انفرادی اہمیت بھی حاصل تھی، ایک تو یہ کہ **مفتیٔ اعظم** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہیں تشریف فرما تھے، دوسرا یہ کہ دیگر دارالافتاء کے مفتیوں کو بھی درپیش مسائل کا حل یہیں سے بھیجا جاتا تھا، گویا اِس مدنی دارالافتاء کو مرکز اور اس کے علاوہ دیگر دارالافتاء کو شاخوں کی حیثیت حاصل تھی۔

مدنی دارالافتاء کے مفتی ومُصدِّق:

✿......اس مدنی دارالافتاء کے مفتی حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، یہ ذمہ داری آپ کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود ہی عطا فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شاگردوں کی تعداد بھی دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے زیادہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**فَرَّقَ عُمَرُ الصَّحَابَةَ فِي الْبُلْدَانِ، وَحَبَسَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ بِالْمَدِيْنَةِ يُفْتِيْ اَهْلَهَا** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مختلف شہروں میں پھیلا دیا اور حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مدینہ منورہ میں ہی روک لیا، وہ اہل مدینہ کو فتوے دیا کرتے تھے۔''(1)

✿......مدنی دارُالافتاء کے مفتی حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علم الفرائض اور علم القرآن میں ایک خاص مقام حاصل تھا، کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہترین حافظ قرآن بھی تھے۔ آپ کو علم الفرائض میں مہارت کی سند تو خود بارگاہِ رسالت سے عطا ہوئی تھی۔ چنانچہ حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

(1) ......تاریخ الاسلام، ج ۴، ص ۵٦۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ یعنی زید بن ثابت علم الفرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔''(1)

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ان کی عزت افزائی فرماتے بلکہ لوگوں کو ان کا مقام و مرتبہ ذہن نشین کراتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بذاتِ خود حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سواری کی رکاب تھام کر انہیں اس پر سوار کرایا اور وہاں موجود لوگوں سے ارشاد فرمایا: ''ھٰکَذَا فَافْعَلُوْا بِزَیْدٍ یعنی (حضرت) زید بن ثابت (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے اسی طرح پیش آیا کرو۔''(2)

حضرت سیِّدُنا عامِر شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیگر لوگوں پر دو ۲ علوم میں برتری اور فوقیت حاصل تھی: ایک علم الفرائض اور دوسرا علم القرآن۔''(3)

......حضرت سیِّدُنا زید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کئی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان و تابعینِ عُظّام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے استفادہ کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شاگردوں میں حضرت سیِّدُنا قُبَیْصَہ بِن ذُوَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا خارِجہ بِن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا اَبان بِن عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سلمان بِن یَسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء نمایاں ہیں۔(4)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(3)......عہدِ فاروقی کا بصری دارُ الافتاء

علوم و فنون میں بصرہ شہر کی حیثیت کوفہ شہر سے کچھ کم نہ تھی، یہاں بہت سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تشریف لائے اور علم کی اِشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بصری دارالافتاء کے نگران و مفتی حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، اسی بصری دارالافتاء کے ایک مفتی حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے جو تمام اصحاب میں سب

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ۔۔۔الخ، ج۵، ص۴۳۵، حدیث: ۳۸۱۵ مختصرا۔

2 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الالفۃ۔۔۔الخ، الباب الثالث فی حق المسلم۔۔۔الخ، ج۷، ص۲۲۶۔

3 ......تھذیب التھذیب، حرف الزای، من اسمہ زید، ج۳، ص۲۱۶، الرقم: ۲۱۹۱۔

4 ......العلل للمدینی، من روی عن زید بن ثابت، ج۱، ص۴۷۔

سے آخر میں یہاں تشریف لائے اور بصرہ میں انتقال فرمانے والے آخری صحابی آپ ہی ہیں۔ (1)

بَصری دارُالافتاء کے مُفتی و مُصَدِّق:

……بصرہ کے دو ہی مفتی صاحبان زیادہ مشہور و معروف ہیں، ایک تو سیِّدُ نا ابُوموسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جو ابتداء ہی سے بصرہ تشریف لائے تھے، جبکہ دوسرے حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جو سب سے آخر میں تشریف لائے تھے۔ حضرت سیِّدُنا ابُوموسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہاں کے مُفتی و مُصَدِّق کی حیثیت حاصل تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مکہ مکرمہ میں ہی قبولِ اسلام کیا تھا، ذُوالہِجرَتَین ہیں یعنی ہجرتِ حبشہ بھی کی اور ہجرت مدینہ بھی۔

……صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی علمی حیثیت سب پر ظاہر تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عظیم شاگردوں میں ہوتا ہے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بہت کثرت سے مکتوب روانہ فرمایا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ علم، عبادت، تقویٰ و پرہیزگاری، حیا، عزت نفس و خودداری، دنیا سے بے رغبتی اور اسلام پر ثابت قدمی جیسے عظیم اوصاف سے مُتَّصِف تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار بزرگ علماء، فقہاء اور مفتیانِ کرام میں ہوتا ہے۔ (2)

……علامہ ذَہَبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے طبقۂ اُولیٰ کے حُفّاظ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عالِمِ باعَمل، مُتَّقِی و پرہیزگار اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے۔ خوبصورت آواز میں تلاوت کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علم و فنون کے جواہر بکھیرے، بصرہ والوں میں سب سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے اور سمجھنے والے تھے۔“ (3)

……آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کثرت سے صُحبت حاصل کی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اَکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُ نا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی

---

(1) ……طبقات کبری، تسمیۃ من نزل البصرۃ۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۱۹۔

(2) ……سیر اعلام النبلاء، ابوموسی الاشعری، ج ۴، ص ۵۴، الرقم: ۱۷۸۔

(3) ……تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۲۲۔

شاگردی کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے زیادہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے متاثر تھے، اکثر مسائل میں ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار بڑے قاضیوں میں ہوتا ہے۔ علامہ شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امت کے چار مشہور قاضیوں میں سے ایک قاضی شمار کیا ہے۔ چار قاضی یہ ہیں: حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ (1)

❁......سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بھی مدینہ منورہ تشریف لاتے تو آپ کی یہ پوری کوشش ہوتی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر رہیں کسی علمی حلقے سے محروم نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر بن اَبِی مُوسیٰ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نمازِ عشاء کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: ''**مَاجَاءَ بِکَ** یعنی کیسے آنا ہوا؟'' عرض کیا: ''اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ کچھ علمی گفتگو ہوجائے۔'' فرمایا: ''اس وقت؟'' عرض کیا: ''حضور! یہ تو سمجھنے سمجھانے والی بات ہے اس میں وقت کی قید کوئی نہیں۔'' پھر رات گئے تک دونوں گفتگو کرتے رہے۔ (2)

❁......حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے خود تعلیم وتَعَلُّم کے دلدادہ تھے اسی طرح علم کی نشر و اشاعت اور لوگوں کو تعلیم وتبلیغ کے بھی بہت حریص تھے، اپنے مختلف خطبات میں لوگوں کو حصولِ علمِ دین کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو صاحبِ علم ہے اسے چاہیے کہ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرے کیونکہ اس سے وہ تکلف کرنے والوں اور دین سے نکل جانے والوں میں سے ہوجائے گا۔'' (3)

---

1 ......سیر اعلام النبلاء، فصل فی بقیۃ کبراء الصحابۃ، ابوموسی الاشعری، ج۴، ص۹۴، الرقم: ۱۷۸۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، من رخص فی ذلک۔۔۔الخ، ج۲، ص۱۸۲، حدیث: ۵ ملخصا۔

3 ......طبقات کبری، ابوموسی الاشعری، ج۴، ص۸۲۔

......حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بصرہ کی مسجد کو اپنے علمی نشاط کا مرکز بنایا تھا اور اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ علمی مَجالِس کے لیے خاص کر دیا تھا۔ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاتے اور انہیں مسائل سکھاتے اور قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ بتاتے۔ سیِّدُنا ابنِ شَوذَب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب صبح کی نماز سے فارِغ ہوتے تو صفوں میں موجود ایک ایک آدمی کو قرآن پڑھاتے۔''(1)

......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مابین نہایت ہی خوش اِلحان قاری مشہور تھے، جب لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتے تو آپ کے پاس جمع ہوجاتے۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آتے تو وہ بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرماتے کہ: ''ہمیں بھی قرآن پاک کا کوئی حصہ پڑھ کر سناؤ۔''(2)

مُفتیِ بَصرہ کی علمی خدمات:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس سعادت سے نوازا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمانوں کو قرآنی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی بھی شہر جاتے تو قرآن پاک کی تعلیم دینے اور اسے عام کرنے میں کسی قسم کی کوئی کَسَر نہ اٹھاتے۔ حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے کسی کام سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں بھیجا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا کہ: ''جب تم اَبُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس سے آئے تو وہ کیا کر رہے تھے؟'' میں نے عرض کیا: ''وہ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے۔'' فرمایا: ''**اِنَّہُ کَیِّسٌ وَلَا تُسْمِعْھَا اِیَّاہُ** یعنی یہ بہت ہی عقل منداور سمجھدار ہیں لیکن یہ بات تم انہیں نہ بتانا۔''(3)

حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَحادیثِ مبارکہ کی تعلیم عام کرنے میں بھی بہترین کردار ادا کیا،

---

1 ......سیر اعلام النبلاء، ابوموسی الاشعری، ج۴، ص۵۰، الرقم: ۱۷۸۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب حسن الصوت، ج۲، ص۳۲۱، حدیث: ۴۱۹۲۔

3 ......طبقات کبری، ابوموسی الاشعری، ج۲، ص۲۶۳۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کئی احادیث روایت کی ہیں، نیز دیگر اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے بھی احادیث روایت کی ہیں، علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا ابُومُوسٰی اشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حضرت سیِّدُنا بُرَیدہ بِن حُصَیب، حضرت سیِّدُنا ابُواُمامہ باہِلی، حضرت سیِّدُنا ابوسَعِید خُدرِی، حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک، حضرت سیِّدُنا طارِق بِن شِہاب، حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیَّب، حضرت سیِّدُنا اَسْوَد بِن یزید، حضرت سیِّدُنا ابُووائل بِن شَقِیق بِن سَلَمہ اور حضرت سیِّدُنا ابُوعُثمان نَہدِی رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے احادیث روایت کی ہیں۔''(1)

مُفتیٔ بَصرہ سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک:

……حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خادم تھے، سب لوگ انہیں **خادمِ رَسُوْلُ اللّٰہ** ہی کہتے ہیں اور انہیں اپنے اس منصب پر فخر بھی تھا۔ سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دس سال تک خدمت کی۔'' نیز فرماتے ہیں کہ ''**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں اس وقت دس سال کا لڑکا تھا اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ظاہری ہوا، اس وقت میں بیس سال کا نوجوان تھا۔''(2)

……سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود آپ کو دعا دی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ''**یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَنَس آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا کر دیجئے۔'' **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے حق میں یوں دعا فرمائی: ''**اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اَنَس بِن مالِک کے مال، اولاد اور جو کچھ تو اسے عطا کرے اس میں برکت عطا فرما۔(3)

---

1 ……سیر اعلام النبلاء، ابوموسی الاشعری، ج۴، ص۴۴، الرقم: ۱۷۸۔

2 ……بخاری، کتاب النکاح، الولیمۃ حق، ج۳، ص۴۵۲، حدیث: ۵۱۶۶ ملتقطا۔

3 ……بخاری، کتاب الدعوات، باب قول اللہ تعالی۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۹۹، حدیث: ۶۳۳۴۔

......علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً دوسو ۲۰۰ بتائی جاتی ہے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بذاتِ خود دو ہزار دو سو چھیاسی ۲۲۸۶ اَحادیث روایت کی ہیں، ایک سو اسی ۱۸۰ اَحادیث مُتَّفَق عَلَیہ یعنی امام بخاری وامام مسلم دونوں نے روایت کی ہیں، جبکہ اسی ۸۰ اَحادیث فقط امام بخاری نے اور نوے ۹۰ اَحادیث امام مسلم نے روایت فرمائی ہیں۔[1]

نیز علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ذکر امام، **مُفْتِیْ** (فتویٰ دینے والے)، **مُقْرِئ** (قرآن پاک پڑھانے والے)، **مُحَدِّث** (حدیث کے بہت بڑے امام)، **رَاوِیَۃُ الْاِسْلَام** (اسلام کے راوی)، اَبُوحَمزہ اَنْصَارِی، خَزْرَجِی، نَجَّارِی، مَدَنی، **خَادِمِ رَسُوْلُ اللہ، تِلْمِیْذُہٗ** (**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شاگرد)، **تَبْعُہٗ** (**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع کرنے والے)، **وَآخِرُ اَصْحَابِہٖ مَوْتاً** (صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں آخر میں انتقال فرمانے والے) جیسے القابات سے کیا ہے۔[2]

......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کئی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے ''حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق، سیِّدُنا عمر فاروق، سیِّدُنا عثمان غنی، سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل، سیِّدُنا اُسید بن حُضَیر، سیِّدُنا ابوطلحہ، سیِّدَتُنا اُمّ سلیم بنتِ مِلْحَان، سیِّدَتُنا اُمّ حرام، سیِّدُنا عُبَادَہ بن صامِت، سیِّدُنا ابوذر، سیِّدُنا مالِک بن صَعْصَعَہ، سیِّدُنا ابوہُرَیرہ اور شہزادیٔ کونین سیِّدَتُنا فاطِمَۃُ الزَّہراء رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن'' کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرنے والوں میں: ''سیِّدُنا امام حَسَن، سیِّدُنا اِبنِ سیرِین، سیِّدُنا امام شَعْبِی، سیِّدُنا ابُوقِلَابہ، سیِّدُنا مَکْحُول، سیِّدُنا عمر بن عبد العَزِیز، سیِّدُنا ثابِت بُنَانِی، سیِّدُنا بَکر بن **عبد اللہ** مُزَنِی، سیِّدُنا امام زُہری، سیِّدُنا قَتَادہ، سیِّدُنا اِبنِ مُنکَدِر، سیِّدُنا اِسحاق بن **عبد اللہ** بن اَبِی طَلْحہ، سیِّدُنا عبد العَزِیز بن صُہَیب، سیِّدُنا شُعَیب بن **حَبْحَاب**، سیِّدُنا عَمرو بن عامِر کُوفی، سیِّدُنا سُلَیمَان تَیمِی، سیِّدُنا حُمَید طَوِیل، سیِّدُنا یَحْیٰی بن سَعِید اَنصارِی، سیِّدُنا کَثِیر بن سُلَیم، سیِّدُنا عیسٰی بن طَہمَان، سیِّدُنا عُمَر بن شاکر رَحِمَہُمُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے اَسماء گرامی سرفہرست ہیں۔''[3]

---

1 ......سیر اعلام النبلاء، انس بن مالک۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۴۰۹، الرقم: ۲۸۴۔

2 ......سیر اعلام النبلاء، انس بن مالک۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۴۸۲، الرقم: ۲۸۴۔

3 ......سیر اعلام النبلاء، انس بن مالک۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۴۸۳، الرقم: ۲۸۴۔

مُفتیِ بَصرہ سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک کے جَلِیْلُ القَدْر شاگرد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بصری دارالافتاء کے مفتی حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایک جلیل القدر شاگرد، پوری دنیا کے حنفیوں کے امام، سب سے بڑے فَقِیْہ، حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم نُعمان بِن ثابِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابُونُعَیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابُوحَنِیفَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سن ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور سن ۱۵۰ ہجری میں وِصال فرمایا، آپ نے حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سن ۹۳ ہجری میں زیارت کی اور ان سے احادیثِ مبارکہ سُنیں۔'' مشہور ومعروف حدیثِ مبارکہ: ''**طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ** یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' سیِّدُنا امامِ اعظم ابُوحَنِیفَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہی روایت کی ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابُوحَنِیفَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفہ میں پیدا ہوئے جو عراق کا شہر ہے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ''**کَنْزُ الْاِیْمَانْ** (اِیمان کا خزانہ)، **جُمْجُمَۃُ الْعَرَبْ** (عرب کا دماغ)، **رُمْحُ اللّٰہِ** (اللہ کا نیزہ)'' فرمایا۔[2]

سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے میں بہت حَرِیص تھے، ان سے بہت محبت فرماتے، انہیں اپنے قریب رکھتے اور بہت عِزّت سے نوازتے، ان سے فرماتے: ''تم لوگ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کے کتنے مُشابہ ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم لوگ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہو مگر یہ کہ وہ فضل وتقویٰ میں تمہاری طرح ہو جائیں، میں تمہارے لیے رات کے آخری پہر میں دعائیں مانگتا ہوں۔''[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ......مسند الامام ابی حنیفۃ، ذکر من رای من الصحابۃ، ص ۲۴۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماجاء فی فضل الکوفۃ، ج ۷، ص ۵۵۴، حدیث: ۱۰۔
طبقات کبری، طبقات الکوفیین---الخ، ج ۶، ص ۸۶۔

3 ......تاریخ ابن عساکر، ج ۵۶، ص ۳۹۸۔

(4)......عہدِ فاروقی کا کوفی دارُالافتاء

شہر کوفہ بھی علم وفضل والے شہروں میں سے ایک ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صُلحِ حُدَیْبِیَّہ کے موقع پر جو بیعتِ رِضوان فرمائی تھی اس کے تقریباً تین سو ۳۰۰ شرکاء اور بدری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے تقریباً ۷۰ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اِسی شہر میں اِقامت اختیار کی۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے مکتوبات میں کوفہ کے لیے یہ الفاظ استعمال فرماتے تھے: ''اِلٰی رَأسِ الْعَرَبِ یعنی مرکزِ عرب کی طرف، اِلٰی رَأسِ الْاِسْلَامِ یعنی مرکزِ اسلام کی طرف۔''[2]

ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ کے متعلق ارشاد فرمایا: ''بِالْکُوْفَةِ وُجُوْهُ النَّاسِ یعنی کوفہ میں ہمہ جہت صلاحیتوں والی شخصیات جمع ہیں۔''[3]

کوفی دارالافتاء کے مفتی ومُصَدِّق:

......اِس کوفی دارالافتاء کے مفتی ومُصَدِّق، صحابیٔ رسول، علم وفضل کے شاہکار، قرآن وسنت کے ماہر، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ خود ہی بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ والوں کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا: ''اے کوفہ کے رہنے والو! تم لوگ عرب کی جان ہو، اس کا دماغ ہو، میرا تیر ہو جس کے ذریعے میں اپنے اوپر اِدھر اُدھر سے ہونے والے حملوں کا دفاع کرتا ہوں، میں تمہارے پاس عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیج رہا ہوں، میں نے خود ان کو تمہارے لیے پسند کیا ہے اور ایسے عظیم شخص کو بھیج کر میں نے تم لوگوں کو خود پر ترجیح دی ہے۔''[4]

......حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ جا کر تعلیم وتربیت کے ذریعے ایک ایسی نسل تیار کرنے کی کوشش کی جو قرآن وسنت کی روشنی میں خود بھی اور دیگر لوگوں کو بھی اَحکامِ شَرعِیَّہ پر عمل کرنے کا جذبہ دے۔

---

1 ......طبقات کبری، طبقات الکوفیین، ج ٦، ص ٨٩۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل الکوفة، ج ٧، ص ٥٥٤، حدیث: ٨۔

3 ......طبقات کبری، طبقات الکوفیین۔۔۔الخ، ج ٦، ص ٨٦۔

4 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل الکوفة، ج ٧، ص ٥٥٣، حدیث: ٥۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تمام شاگردوں کے قلوب میں آپ کا بہت ہی اعلیٰ مقام تھا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علم وفضل کی شہادت دی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا زَید بن وَہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک دُبلا پتلا شخص نظر آیا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی طرف دیکھنے لگے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے چہرے پر نہایت ہی خوشی کے آثار نمودار ہوگئے، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یوں گویا ہوئے: ''**کَنِیْفٌ مُلِیْءَ فِقْھاً** یعنی یہ شخص فقاہت سے بھرا ہوا ایک وسیع برتن ہے۔''[1]

اَساتِذہ کی اِقتداء اور پیروی میں اِنفِرادیّت:

......کوفی دارالافتاء کے تربیّت یافتگان اپنے اَساتذہ کی اِقتداء وپیروی کرنے میں دیگر تمام علمی مراکز کے مقابلے میں مُنفَرِد تھے، یہاں تک کہ سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کے بعد بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شاگرد آپ کی اِقتداء پر جمے رہے اور ایک لمبے عرصے تک کوفہ پر آپ کا علمی وعَمَلی تاثر قائم رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے مفتی حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود اپنے اساتذہ کے ادب واحترام اور ان کی علمی فوقیت کا پاس رکھا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے اگر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان آجاتا تو اپنی رائے کو چھوڑ دیتے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے: ''اگر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا علم ایک پلڑے میں اور پوری دنیا والوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا علم بھاری ہوجائے گا۔''[2]

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مابین ایک نمایاں مقام تھا، علم قراءت میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فوقیت حاصل تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زُبانِ حق ترجُمان سے ستر ۷۰ سورتیں یاد کیں، چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں: ''میں نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ

1 ......معجم کبیر، عبداللہ بن مسعود، ج ۹، ص ۸۵، حدیث: ۸۴۷۷۔

2 ......مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، رویا النبی فی فضیلۃ علم عمر، ج ۴، ص ۳۹، حدیث: ۴۵۵۳۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان مبارک سے ۷۰ سے زیادہ سورتیں یاد کیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ میں ان میں سب سے زیادہ قرآن کا عالم تھا، حالانکہ میں ان میں سب سے بہتر نہیں۔''[1]

......حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن عَمْرو بِن عَاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے جب حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ذکر آیا تو فرمایا: ''وہ تو ایسے شخص ہیں کہ جب سے ان کے بارے میں میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا تب سے محبت کرتا ہوں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: چار آدمیوں سے قرآن پڑھنا سیکھو: **عبد اللہ** بن مسعود سے، اَبُوحُذَیْفَہ کے غلام سالم، اُبَی بِن کَعب اور مُعاذ بِن جَبَل سے۔''[2] (رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن)

مُفتیٔ کُوفہ کی بارگاہِ فاروقی میں عظمت:

......مفتیٔ کوفہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علمی مقام ومرتبے سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بخوبی آگاہ تھے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! میں کوفہ سے آرہا ہوں، میں نے وہاں ایک ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو اپنے حافظے سے قرآن پاک لکھوا رہا تھا۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت جلال میں آگئے۔ فرمایا: ''تیرا برا ہو وہ کون ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''وہ **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔'' یہ سنتے ہی آہستہ آہستہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جلال دور ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''میرے نزدیک مسلمانوں میں اب کوئی ایسا نہیں ہے جو اُن سے زیادہ اِس بات کا حق دار ہو۔''[3]

......سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کئی شاگرد ہیں جنہوں نے علمِ فِقْہ اور زُہد وتقویٰ میں شہرت پائی، اِن میں حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بِن قَیس، حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق، حضرت سیِّدُنا عُبَیْدَہ، حضرت سیِّدُنا قَیس بِن حازِم،

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل القرآن، القراء من اصحاب النبی، ج ۳، ص ۴۰۳، حدیث: ۵۰۰۰۔

2 ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب سالم۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۵۴۸، حدیث: ۳۷۵۸۔

3 ......مسند احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۶۴، حدیث: ۱۷۵۔

حضرت سیِّدُ نا رَبیع بِن خُثَیم، حضرت سیِّدُ نا طارِق بِن شِہاب، حضرت سیِّدُ نا زَید بِن وَہب رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کے اَسماءگرامی سرفہرست ہیں۔[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(5)...... عہدِ فاروقی کا شامی دارُالافتاء

شامی دارالافتاء کے تین مفتیان کرام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ملک شام میں تین مفتیان کرام بھیجے جو بہترین قاری بھی تھے، چنانچہ ملک شام فتح ہونے کے بعد حضرت سیِّدُ نا یزید بِن ابُوسُفیان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو ایک مکتوب روانہ کیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

''حضور! اہل شام بہت زیادہ ہوگئے ہیں ان کی اولاد بھی بہت کثیر ہوگئی ہے اوران کے تمام شہر لوگوں سے بھر گئے ہیں، یہاں ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے جو اِن لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں اور شرعی مسائل سکھائیں۔ لہٰذا آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ان لوگوں کی مدد فرمائیں اور ایسے لوگوں کو یہاں بھیجیں جو انہیں قرآن پاک کی تعلیم دیں۔'' چنانچہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے پانچ صحابہ کرام حضرت سیِّدُ نا مُعاذ بِن جَبَل، حضرت سیِّدُ نا عُبَادَہ بِن صامِت، حضرت سیِّدُ نا اُبی بن کعب، حضرت سیِّدُ نا اَبُواَیُّوب اَنصاری، حضرت سیِّدُ نا ابو ذرغفاری رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کو بلایا اور فرمایا: ''تمہارے شامی مسلمان بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں اُن کو قرآنِ پاک اور شرعی مسائل سکھانے کے لیے کچھ اَفراد مہیا کروں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ سب پر رحم فرمائے، آپ میں سے تین ۳ اَفراد میری مدد کریں، اگر آپ لوگ چاہو تو قرعہ اندازی کرلو ورنہ خوشی سے تین ۳ اَفراد منتخب کرلو۔'' انہوں نے عرض کیا: ''ہم میں قرعہ اندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ سیِّدُ نا ایوب انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ضعیف ہوگئے ہیں، سیِّدُ نا اُبَی بِن کَعب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی بھی طبیعت ناساز ہے۔'' لہٰذا بقیہ تین اَفراد یعنی حضرت سیِّدُ نا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه، سیِّدُ نا عُبَادَہ بِن صامِت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اور سیِّدُ نا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه تیار ہوگئے۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اِن تینوں سے ارشاد

---

1 ...... سیر اعلام النبلاء، شھداء اجنادین والیرموک، عبد الله بن مسعود۔۔۔الخ، ج۳، ص۲۹۰، الرقم: ۹۲۔

فرمایا: ''حِمْص شہر سے ابتدا کرو، وہاں تمہیں مختلف صلاحیتوں والے لوگ ملیں گے، کچھ لوگ بہت جلد قرآن کی تعلیم حاصل کرلیں گے، جب تم لوگ دیکھو کہ لوگ اب آسانی سے تعلیم حاصل کررہے ہیں تو ایک فرد اُن کے پاس ٹھہر جائے اور ایک فرد دمشق جائے جبکہ تیسرا فرد فلسطین چلا جائے۔''

چنانچہ یہ تینوں حضرات حِمْص تشریف لائے اور اتنا عرصہ وہاں رہے کہ ان لوگوں کی تعلیم پر اطمینان ہوگیا، پھر سیّدُنا عُبَادَہ بِن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو وہیں ٹھہر گئے اور سیّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دمشق چلے گئے اور سیّدُنا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فلسطین تشریف لے گئے۔(1)

مفتیٔ دمشق کے علمی حلقے کی وسعت:

دمشق میں حضرت سیّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مقرر تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہاں کے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم وتربیت دینے میں بہت ہی اَہم کردار ادا کیا، دمشق کی جامع مسجد میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک بہت ہی وسیع علمی حلقہ لگتا تھا جس میں کم وبیش سولہ سو ۱۶۰۰ لوگ حاضر ہوتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُنہیں دس دس آیتیں پڑھاتے تھے، اور وہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششیں کرتے تھے، سیّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے درمیان کھڑے ہوکر انہیں قراءت اور مختلف قرآنی لہجوں کے بارے میں فتاویٰ دیتے تھے۔''(2)

شامی دارالافتاء کے مُصَدِّق:

شامی دارلافتاء میں اَوَّلاً تین مُفتِیانِ کرام موجود تھے، البتہ ان میں سے حضرت سیّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مُصَدِّق کی حیثیت حاصل تھی، کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں موجود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سب سے زیادہ علم الحدیث کے جاننے والے تھے۔ علامہ ذَہبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سیّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شام کے سب سے بڑے عالم اور دمشق کے سب سے بڑے مُدَرِّس، فَقِیہ اور قاضی مانے جاتے تھے۔''(3)

---

1. ......طبقات کبری، ذکر من جمع القرآن۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۷۲۔
2. ......غایۃ النہایۃ، باب العین، ج ۱، ص ۶۰۷ ماخوذا۔
3. ......تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الاولی، ج ۱، ص ۲۳۔

شامی دارالافتاء کے مفتی کی علمی کوششیں:

سیِّدُنا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کو حُصُولِ عِلْم کی ترغیب بھی دلاتے رہتے تھے اس سلسلے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کئی اقوال کتب میں ملتے ہیں۔ پانچ اقوال پیشِ خدمت ہیں:

......"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے عُلَمَاء فوت ہو رہے ہیں اور تمہارے جُہَّال علم حاصل نہیں کرتے علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ اٹھا لیا جائے کیونکہ علماء کا اٹھایا جانا علم کا اٹھایا جانا ہے۔"(1)

......"عالِم یا طالبِ علم یا علم کی باتیں سننے والا بن کر زندگی گزارو ان کے سوا چوتھا نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔"(2)

......"عِلم حاصِل کرو اگر تم اس سے عاجِز ہو تو علم والوں سے محبت کرو، اگر ان سے محبت نہیں کر سکتے تو ان سے بُغض ونفرت بھی نہ کرو۔"(3)

......"عِلم سیکھو اس لیے کہ عالِم اور طالبِ علم ثواب میں برابر ہیں۔"(4)

......"تم اس وقت تک عالِم نہیں بن سکتے جب تک طالبِ علم نہ بنو اور اس وقت تک طالبِ علم نہیں بن سکتے جب تک اپنے علم کے مطابِق عمل نہ کرو۔"(5)

مفتی کو کیسا ہونا چاہیے...؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت پروانۂ شَمْعِ رِسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے فتاویٰ میں سائل کی عقیدہ ومَسائِلِ شَرعِیَّہ بیان کرنے کے تناظُر میں ایسی نَفِیس تربیّت فرماتے تھے کہ سائل آپ ہی کا ہو کے رہ جاتا۔

حضرت سیِّدُنا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی گئی کہ: "حضور آپ شعر وشاعری نہیں کرتے؟ حالانکہ انصار

---

1 ......شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۷۳، حدیث: ۱۱۹۶۔

2 ......احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۵۔

3 ......طبقات کبریٰ، ذکر من جمع القرآن۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۷۳۔

4 ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، ماجاء فی طلب العلم وتعلیمہ، ج ۶، ص ۱۸۸، حدیث: ۱۰۔

5 ......دارمی، باب من قال العلم۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۰۰، حدیث: ۲۹۳۔

میں سے شاید ہی کسی کا گھر ایسا ہو جس نے کوئی شعر نہ کہا ہو۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ: ''جی ہاں میں نے کچھ شعر کہے ہیں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دو اصلاحی شعر کہے:

یُرِیدُ الْمَرْءُ اَنْ یُعْطَی مُنَاہ، وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا مَا اَرَادَا

ترجمہ: ''انسان تو یہی چاہتا ہے کہ اس کی تمام خواہشیں پوری ہو جائیں لیکن رب عَزَّوَجَلَّ نے جتنا اسے دینے کا ارادہ فرمایا ہے اتنا ہی دے گا۔''

یَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدَتِيْ وَمَالِيْ، وَتَقْوَی اللّٰہِ اَفْضَلُ مَا اسْتَفَادَا

ترجمہ: ''آدمی یہ کہتا ہے کہ میرا فائدہ میرے مال کے ساتھ ہے حالانکہ سب سے زیادہ فائدہ مند چیز تقویٰ و پرہیزگاری یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف اختیار کرنا ہے۔''[1]

نصیحت آموز بیان:

حضرت سیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی علم سے خُصُوصی دوستی اور شَغَف کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گِرد طلبہ کا ہُجُوم لگا رہتا، کوئی فرائض وواجبات سے متعلقہ مسائل پوچھتا، کوئی حدیث کے بارے میں، کوئی کسی پیچیدہ و مشکل مسئلے کا حل دریافت کرتا، کوئی اَشعار کے متعلق استفسار کرتا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وعظ و تقریر کے میدان میں کافی مَہارت رکھتے تھے، ایک دن ملک شام میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، جو تم ضرورت سے زائد خوراک جمع کرتے ہو، جو گھر بناتے ہو ان میں رہتے نہیں، ایسی خواہشات کرتے ہو جو پوری نہیں ہوتیں۔ سنو! قومِ عاد اور قومِ ثَمُود نے دُنیوی مال و دولت، آل اولاد جیسی بے شمار نعمتیں تیار کی تھیں، ہے کوئی جو اُن کی چھوڑی ہوئی جائیداد کو مجھ سے صرف دو درہم میں خرید لے۔''[2]

نصیحتوں کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی مال و دولت کی حرص اور لمبی لمبی امیدوں نے آج ہر شخص کو بے قرار کر دیا ہے،

---

1 ......الاستیعاب، ابوالدرداء، ج ۴، ص ۲۱۲۔

2 ......عیون الاخبار، کتاب الزھد، ج ۲، ص ۳۵۷۔

لوگوں کا سکون تباہ و برباد ہو چکا ہے، اسی بے قراری میں کئی لوگوں نے اتنا مال و دولت جمع کر لیا کہ اسے استعمال کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا اور کئی لوگ مال کی طلب میں ایسے اندھے ہو گئے کہ دین و دنیا کی تمیز ہی بھلا کر رکھ دی۔ یقیناً مال و دولت کی حرص دین کی تباہی کا بہت بڑا سبب ہے۔ چنانچہ صادِق و مصدُوق رسولِ مقبول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ صداقت نشان ہے: ''دو ۲ بھوکے بھیڑیے بکریوں کے کسی ریوڑ میں اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی آدمی کی مرتبے اور مال و دولت کی حرص (یعنی لالچ) اس کا دین تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔''[1]

کاش! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رضا و خوشنودی کا حریص، اخلاص، عاجزی اور استقامت کا پیکر بنا کر منصب اور مال و دولت کی حرص و محبت، دنیا کی جھوٹی عزت کی وقعت اور اپنی تعریف کروانے کی خواہش ہمارے دلوں سے نکال دے کہ ان بری صفتوں میں ہمارے قلوب کی خرابی اور آخرت کی بربادی ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس فرمانِ عبرت نشان میں کتنے عبرت کے مدنی پھول ہیں کہ قوم عاد و ثمود جیسی مالدار قومیں اپنے مال سمیت تباہ ہو گئیں، دنیا سے ختم ہو گئیں، ان کا اتنا مال بھی باقی نہ بچا کہ کوئی اسے دو درہم میں ہی خرید لے تو ایسی قوموں کے عبرت ناک انجام کو دیکھنے کے باوجود بھی اگر کوئی مال و دولت کی حرص رکھے یقیناً وہ شخص کم عقل ہے۔ ذرا غور تو کیجئے! زندگی کی مدت کم سے کم ہوتی جا رہی ہے، زندگی کے اس حسین قلعے کو وقت کی ضربیں لمحہ بہ لمحہ کمزور کر رہی ہیں، جانے والے جا رہے ہیں، نئے لوگ آ رہے ہیں۔ بے شک دن اور رات بڑی تیزی سے گزر رہے ہیں۔ یقیناً سمجھ دار انسان اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا، اپنے آپ کو نصیحت کرتا اور اپنی توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے۔ اپنی خواہشات کے دھارے میں نہیں بہتا بلکہ ان پر غالب رہتا ہے۔ بے شک انسان کی موت اس سے پوشیدہ ہے، لمبی لمبی امیدیں اسے دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ شیطان ہر دم انسان کے ساتھ رہتا ہے، اسے توبہ کی اُمید دِلا کر معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اسے توبہ بھی نہیں کرنے دیتا اور اس طرح ٹال مٹول کرواتا رہتا ہے کہ کل توبہ کر لینا، فلاں وقت کر لینا اس طرح کی کھوکھلی امیدوں میں اسے جکڑے رکھتا ہے۔ گناہ کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے تاکہ انسان گناہوں پر دلیر ہو جائے حالانکہ موت اسے اچانک آ گھیرے گی۔ پھر سوائے حسرت کے کچھ نہ ہو گا۔ انسان کو موت کی طرف سے بے خبری نے غافل کر رکھا ہے۔

---

1 ......جامع صغیر، ص ۴۸۳، حدیث: ۷۹۰۸۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو مال ودولت کی حرص میں مخمور رہتے ہیں، جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بس مال ودولت ہے، ایسے لوگ دنیوی نعمتوں کے بل بوتے پر اکڑ جاتے اور مغرور سرکش ہوجاتے ہیں، بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اُخروی نعمتوں کے طالب، رضائے الٰہی کے لیے نیک اعمال کرنے والے، رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر شکرادا کرنے والے ہیں کہ ایسے لوگ نعمتوں پر مغرور نہیں ہوتے، اپنے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتے، انہیں موت کے بعد افسوس نہیں ہوتا۔ اے ہمارے خالق عَزَّوَجَلَّ! ہمیں مال ودولت کی حرص کے بجائے نیکیوں اور اجروثواب کی حرص عطا فرما، ہماری دعاؤں کو قبول فرما، بے شک تو دعاؤں کو قبول فرمانے والا، بہت مہربان ہے، ہماری خالی جھولیاں گوہرِ مراد سے بھر دے۔ آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دِلا غافل نہ ہو یکدم یہ دُنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
تو اپنی موت کو مت بھول کر سامان چلنے کا
زمیں کی خاک پر سونا ہے اینٹوں کا سرہانا ہے
جہاں کے شُغل میں شاغل خدا کے ذکر سے غافل
کرے دعویٰ کہ یہ دنیا مرا دائم ٹھکانا ہے
غلام اک دَم نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غُرّہ
خدا کی یاد کر ہر دم کہ جس نے کام آنا ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

شامی دارالافتاء کے دوسرے مُفتی:

شامی دارالافتاء کے دوسرے مفتی حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ خصوصیت اور کارنامہ تھا کہ پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا علمی فیضان یمن والوں میں اور پھر شام والوں میں تقسیم فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علم وفضل کا اِثبات کرتے ہوئے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے:

''عورتیں مُعاذ جیسا شخص جَننے سے عاجز آ گئیں ہیں۔''[1]

دو عقل مندوں کی باتیں سناؤ:

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی باتیں سننا بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے دو عقل مندوں کی باتیں سناؤ۔'' پوچھا جاتا کہ وہ کون ہیں؟ تو فرماتے: ''مُعَاذ اور اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یہ دونوں اَنصار میں سے ہیں۔''[2]

سیِّدُنا مُعَاذ بِن جَبَل پر شفقتِ فاروقی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علمی فضل وکمال سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت کے ابتدائی دور میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ رائے تھی کہ مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دارُ الخِلافہ یعنی مدینہ منورہ میں ہی رکھا جائے، جب سیِّدُ نا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے چلے جانے کی وجہ سے اہلِ مدینہ کا فِقہ وفتاویٰ میں کافی نقصان ہوا، میں نے سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کیا تھا کہ ضرورت کے پیشِ نظر انہیں مدینہ منورہ ہی میں روک لیں لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ: ''وہ ایسے شخص ہیں جن کا مقصد شہادت ہے میں انہیں نہیں روک سکتا۔'' تو میں نے عرض کیا کہ ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! شہادت کا طلب گار اپنے بستر پر اور اپنے گھر میں بھی شہادت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔''[3]

عہدِ صدیقی میں تو سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے مدینہ منورہ سے باہر جانے کے مخالف تھے لیکن بعد اَزاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہد میں خود ہی انہیں ملک شام روانہ کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ملک شام جانے

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود، من قال اذا فجرت۔۔۔الخ، ج ٦، ص ٥٥٨، حدیث: ٥ مختصرا۔

2 ...... طبقات کبری، معاذ بن جبل، ج ٢، ص ٢٦٦۔

3 ...... طبقات کبری، معاذ بن جبل، ج ٢، ص ٢٦٥، سیر اعلام النبلاء، معاذ بن جبل، ج ٣، ص ٢٨٤، الرقم: ١٩۔

سے وہاں کے علمی ماحول پر بہت اچھا اثر پڑا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات علمِ دین کے لیے مُسْتَنَد حوالہ بن گئی، لوگ جوق در جوق آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ حضرت سَیِّدُنا ابُومُسْلِم خَولانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''میں حِمْص کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں تیس ۳۰ جَلِیْلُ الْقَدر بزرگ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تشریف فرما ہیں، ان میں ایک ایسا بھی نوجوان تھا جس کی دونوں آنکھیں سُرمَئی اور دانت بہت زیادہ چمک دار تھے، اُس کے چہرے پر ایک باوقار سنجیدگی تھی، اَصحابِ رسول میں جب کسی مسئلے پر تکرار ہوتی تو اُس نوجوان کی طرف مُتَوَجِّہ ہوکر پوچھتے۔ میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور اپنے ایک ساتھی سے پوچھا: ''یہ ذِی عِزَّت شخص کون ہے؟'' اس نے بتایا کہ: ''یہ سیِّدُنا مُعَاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، بس اس دن سے آپ کی مَحَبت میرے دل میں گھر کر گئی۔''(1)

سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل کی علمی کوششیں:

ملک شام اور یمن میں فیضانِ علم پھیلانے کے لیے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بہت کوششیں فرمائیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبات میں لوگوں کو علمِ دین حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کئی ایسے اقوال بھی ہیں جو حصولِ علم کی ترغیبات پر مُشتمل ہیں۔ علم کی قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''علم سیکھو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے علم سیکھنا خَشِیَّت، اس کی جُستجُو عبادت، اس کی تکرار تسبیح، اس کے متعلق بحث کرنا جہاد، جو نہیں جانتا اسے علم سکھانا صدقہ اور اسے اس کے اہل پر خرچ کرنا نیکی ہے۔ علم تنہائی میں مُونِس، خَلوَت میں رفیق، دین پر راہنما، خوشی و تنگی میں صبر دینے والا، دوستوں کے ہاں نائِب، اَجنَبِیوں کے پاس رشتہ دار اور راہنما بنا دیتا ہے۔ ان کی پیروی کی جاتی ہے انہیں نیکی کی راہ دکھانے والا بنا دیا جاتا ہے ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے ان کے افعال کو بغور دیکھا جاتا ہے فرشتے ان کی دوستی میں رغبت رکھتے اور اپنے پروں سے انہیں چُھوتے ہیں، ہر خشک و تَرحتی کہ سمندر کی مچھلیاں، کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے، جانور، آسمان اور اس کے ستارے علم سیکھنے والے کے لیے مغفرت کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ علم دلوں کو اندھے پن سے جِلا بخشتا ہے، آنکھوں سے اندھیرے کو دور کرکے انہیں روشنی دیتا ہے، بدنوں کی کمزوری دور کرکے انہیں طاقتور بناتا ہے۔ اس کے ذریعے بندہ نیک لوگوں کی منازل اور بلند درجات تک پہنچ

(1)......مسند امام احمد، حدیث معاذ بن جبل، ج۸، ص ۲۵۱، حدیث: ۲۲۱۴۱ مختصراً۔

جاتا ہے، اس میں غور وفکر کرنا روزوں کے برابر اور اس کی تکرار رات کی عبادت کے برابر ہے، اسی کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے، اسی سے خوفِ خدا ملتا ہے، اسی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بزرگی اور وحدانیت کا شعور حاصل ہوتا ہے، اسی سے پرہیزگاری ملتی ہے، اسی سے صلہ رحمی کا جذبہ ملتا ہے، یہی حلال وحرام کی پہچان کا ذریعہ ہے، علم امام ہے اور عمل اس کے تابع۔ علم خوش نصیبوں کو عطا ہوتا ہے جبکہ بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔[1]

وصال کے وقت بھی علم کی ترغیب:

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پوری زندگی یوں ہی علم دین کی خدمت کرتے رہے، ملک شام میں جب طاعون کی وبا پھیلی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اُس سے متاثر ہوئے اور اُسی کے سبب شہادت پائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے وقت آپ کے شاگرد رونے لگے، پوچھا: ''کیوں روتے ہو؟'' عرض کیا: ''اس علم پر روتے ہیں جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جانے کے بعد ہم سے جدا ہوجائے گا۔'' فرمایا: ''بے شک علم اور ایمان کی دولت قیامت تک باقی رہے گی، ان دونوں کی پیروی کرنے والا دونوں نعمتیں پالے گا۔''[2]

شامی دارالافتاء کے تیسرے مفتی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عُبَادَہ بِن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ملک شام کا قاضی اور مُعَلِّم بنا کر بھیجا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کچھ عرصہ **حِمْص** میں مُقیم رہے اور پھر دمشق چلے گئے، وہاں منصبِ قضا سنبھالا اور وہیں رہائش اختیار فرمالی۔ یوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فلسطین کے سب سے پہلے قاضی ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں کے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیتے اور ان کی تربیت بھی فرماتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ زُہد وتقویٰ اور نہایت ہی سادہ زندگی گزارنے والے تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علم وفضل کی قدر فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی وجہ سے مدینہ

---

1 ...... قوت القلوب، الفصل الحادی، کتاب العلم وتفضیلہ، ذکر فضل علم المعرفۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص ۲۳۳۔

جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، ص ۷۷، الرقم: ۲۴۰۔

2 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۴۶۳۔

منورہ واپس تشریف لائے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''آپ اپنی جگہ واپس جائیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسی زمین کا بھلا نہ کرے جہاں آپ جیسے لوگ نہ ہوں، آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔''(1)

بہرحال سیِّدُنا عُبَادَہ بِن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فرمان کے مطابق قرآن وسنت کے مُعَلِّم ومُدَرِّس اور مُفتی کی حیثیت سے دوبارہ ملکِ شام تشریف لے گئے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبدُ الرحمٰن بِن غَنْم اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی دینی تعلیم دینے کے لیے ملک شام بھیجا تھا، بہرحال ملک شام کے اس تربیتی دارالافتاء کے تمام مُفتیانِ کرام سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قلبی طور پر بہت مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ اِس دارُالافتاء سے بھی کئی ایسے اَفراد تیار ہوئے جنھوں نے دیگر شہروں میں قرآن وسُنَّت کا فیضان عام فرمایا، اُن میں حضرت سیِّدُنا عائذ بن عبد اللہ، حضرت سیِّدُنا ابو اِدرِیس خَولَانِی، حضرت سیِّدُنا مَکْحُول اور حضرت سیِّدُنا ابوعبد اللہ دِمَشْقِی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن کے اَسماء گرامی نمایاں ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(6)......عہدِ فارُوقی کا مِصری دارُالافتاء

فاتحِ مصر حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور اُن کے لشکر کے بہت سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے مصر میں سَکُونَت بھی اختیار فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقام ومرتبے سے کون واقف نہیں؟ بارگاہِ رسالت سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بے شمار فضائل وبرکات حاصل ہوئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مصر کے قاضی اور گورنر بھی تھے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کی طرف وقتاً فوقتاً مکتوب بھیجا کرتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علمی حلقوں میں حضرت سیِّدُنا عُقْبَہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مقام ومرتبہ بہت زیادہ تھا، مصر کے مفتی کی حیثیت اِنہیں حاصل تھی، قرآن وسنت کو بیان کرنے میں کوئی اِن کا ثانی نہ تھا، مصر والوں نے اِن کی صحبت اختیار کی اور اِن سے کثیر احادیث روایت کیں، مصر والوں کو حضرت سیِّدُنا عُقْبَہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے احادیث روایت کرنا اتنا ہی محبوب تھا جتنا کہ کوفہ والوں کو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایات ذکر کرنا۔

---

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج۲۶، ص۱۹۶۔

مفتیٔ مصر کا علمی مقام ومرتبہ:

حضرت سیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن وسنت کے عالم اور بہترین قاری قرآن تھے، اتنی خوبصورت آواز اور لہجے میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے کہ جو بھی سنتا دیوانہ ہوجاتا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بعض اوقات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قرآن پاک سنانے کا فرماتے، جب تلاوت کرتے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تلاوت سن کر بہت روتے۔ مصر میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علم کا فیضان عام کیا اور کئی لوگوں کو شرفِ تلمُّذ سے نوازا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرنے والوں میں حضرت سیِّدُنا اَبُوالخَیر مَرثَد یَزَنِی، حضرت سیِّدُنا جُبَیر بن نُفَیر، حضرت سیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب، حضرت سیِّدُنا ابُواِدریس خَولَانی، حضرت سیِّدُنا عَلِی بِن رَبَاح، حضرت سیِّدُنا اَبُوعمران اَسلَم تُجِیبِی، حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن شَماسَہ، حضرت سیِّدُنا مِشرَح بن ہَاعَان، حضرت سیِّدُنا اَبُوعُشَّانہ حَیّ اِبنِ یُؤمِن اور حضرت سیِّدُنا اَبُوقَبِیل مُعَافِری رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے اسماءِ گرامی سرفہرست ہیں۔ (1)

فاروقِ اعظم کی علمی معاونت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مَفتوحہ وغیر مَفتوحہ تمام علاقوں میں اس بات کی شدّت سے کمی محسوس کی کہ ان نئے نئے مسلمانوں کو اَحکامِ شَرعِیّہ سکھانے کے لیے ایسے اصحاب کو بھیجا جائے جو ان کو قرآن وسنت کے احکام تفصیل کے ساتھ سمجھائیں، ان کی تربیّت کریں اور ان کے مختلف مسائل کو حل کرتے ہوئے شرعی فتوے بھی جاری کریں، اسی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف شہروں میں مختلف صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا جس کے نتیجے میں کئی اسلامی درس گاہیں، جامِعات، مَدارِس وتربیتی دارُالافتاء کا قیام عمل میں آیا، اگرچہ ان علمی مراکز کی بظاہر وہ شکل نہ تھی جو آج کل کے اسکول، مَدارِس، جامِعات، دارُالافتاء یا درس گاہوں کی ہوتی ہے، لیکن علمی وعملی نتائج کے اعتبار سے وہ تمام مراکز قلیل وسائل کے باوجود آج کے تمام علمی مَراکز سے کہیں زیادہ سودمند تھے۔ اگر حقیقت کے آئینے میں جھانک کر دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ آج کل کے اسکول، مدارس،

---

1 ...... سیر اعلام النبلاء، فصل فی بقیۃ کبراء الصحابۃ، عقبۃ بن عامر۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۰۰، الرقم: ۱۸۶۔

جامِعات، تربیتی دارالافتاء کے بنیادی ڈھانچے عہدِ فاروقی کے یہ علمی مراکز ہی ہیں۔ اگر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ علم کی نشر و اشاعت سے متعلقہ یہ اقدامات نہ فرماتے تو ہوسکتا تھا کہ آج اِن تمام مدارس و جامعات اور دارالافتاء کا بھی وجود نہ ہوتا، یقیناً یہ ''**فیضان فاروقِ اعظم**'' ہی ہے۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کا اصل مقصد:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اَصل مقصد رِضائے الٰہی کے لیے علم دین کو پھیلانا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے تمام بھیجے ہوئے مُدَرِّسِین و مُفتِیانِ کرام پر اس بات کو بالکل واضح فرما دیا تھا۔ چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں مختلف شہروں کے اُمَراء پر تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو وہاں کی رعایا میں عدل و انصاف قائم کرنے اور لوگوں کو علمِ دین، قرآن و سُنَّت سکھانے کے لیے بھیجا ہے اور اس لیے بھیجا ہے کہ ان کے اموال ان میں عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کریں۔''(1)

عُلَماءِ کِرام و مُفتیانِ عظام کی تنخواہیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جانتے تھے کہ میں جن شہروں میں اپنے مختلف اَصحاب کو دینی تعلیم کے لیے بھیج رہا ہوں یقیناً وہ نئے آباد ہوئے ہیں، اُن کی آبادی بہت زیادہ ہے، اُن میں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، اُن لوگوں کے پاس اَحکامِ شَرعِیّہ سیکھنے والوں کا بڑا مَجْمَع لگ جائے گا، جس کے سبب اُن کا اپنا ذاتی کاروبار وغیرہ کرنا ممکن نہیں، نیز اُن کے بھی اہل وعیال ہیں جن کی کفالت اُن کے ذمہ ہے، اگر یہ لوگ معاشی حوالے سے مستحکم نہ ہوں گے تو اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے نہ نبھا سکیں گے، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علماء کرام و مُفتِیانِ عُظّام کی بَیتُ المال سے تنخواہیں مُقَرَّر فرمائیں تاکہ قرآن وسنت کی تعلیم اور دارالافتاء کی ذمہ داریوں کو یہ تمام حضرات بَطَرِیقِ اَحْسَن اَنجام دے سکیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قاضی مقرر فرمایا تو ان

---

(1) ......مسلم، کتاب المساجد، باب نھی من آکل ثوما...الخ، ص ۲۸۴، حدیث: ۷۸ ملتقطا۔

کی تنخواہ بھی مقرر فرمائی۔[1]

مدینہ منورہ کے تین مُدرِّسین کی تنخواہیں:

نہ صرف آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاضی ومفتیان کرام کی تنخواہیں مقرر فرمائیں بلکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چھوٹے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے والے مُدرِّسین کی تنخواہیں بھی مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا وَضِین بن عَطَاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''مدینہ منورہ میں تین مُدرِّسین جو بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے پر مامور تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ ۱۵ پندرہ درہم تنخواہ دیا کرتے تھے۔''[2]

مُدرِّسین کی تنخواہوں میں اِضافہ:

حضرت سیِّدُنا کِنانہ عَدَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَجناد کے اُمَراء کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں اِرشاد فرمایا کہ: ''حامِلینِ قرآن یعنی قرآن پاک کے قاریوں کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں اُن کی عزت ومقام ومرتبے میں اِضافہ کروں، نیز اُن کی تنخواہوں میں بھی اِضافہ کروں اور اُنہیں دیگر مختلف شہروں میں قرآن پاک کی تعلیم عام کرنے کے لیے بھیجوں۔''[3]

تعلیم قرآن کی رغبت پر وظائف کا حکم:

حضرت سیِّدُنا سَعد بن اِبراہیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بعض گورنروں کو یہ لکھا کہ لوگوں کو عطیات اُن کی قرآن پاک سیکھنے کی جُستجُو پر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ اب قرآن سیکھنے میں ایسے لوگوں کی رغبت بھی بڑھ گئی ہے جنہیں پہلے کبھی ایسی جُستجُو نہ تھی۔ پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے محبت اور صحابیّت پر وظائف دینے کا حکم دیا۔[4]

---

1. طبقات کبری، ذکر من جمع القرآن۔۔۔الخ، زید بن ثابت، ج ۲، ص ۲۷۴۔
2. مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیۃ، فی اجر المعلم، ج ۵، ص ۷۹، حدیث: ۵۔
3. کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فضائل القرآن مطلقا، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۲۴، حدیث: ۴۰۱۶ مختصرا۔
4. کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۶، حدیث: ۴۱۷۵ مختصرا۔

مدرسین کا مدنی لباس

قاری کو سفید لباس میں دیکھنا پسند ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مُدَرِّسِین کے لیے سفید لباس کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امامِ مالِک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنِّی لَاُحِبُّ اَنْ اَنْظُرَ اِلَی الْقَارِیِٔ اَبْیَضَ الثِّیَابِ یعنی مجھے یہ پسند ہے کہ میں قاری (عالم، عابد، زاہد، طالبِ علم) کو سفید لباس میں دیکھوں۔''(1)

حضرت سیِّدُنا سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔''(2)

ظاہری حُلیہ درست رکھنے کی اہمیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اُستاد اور طالب علم کا بہت گہرا تعلق ہے، اُستاد کا وجود طالب علم کے لیے مشعل راہ ہے، اُستاد کی ذات سے طالب عالم بہت کچھ سیکھتا ہے، وہ یہ دیکھتا ہے کہ اُستاد کس لہجے میں بات کرتا ہے پھر وہ بھی اسی لہجے میں بات کرنا سیکھ جاتا ہے، اُستاد کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے کی پیروی کرتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ استاد کا رویہ طالب علم کے ساتھ ایسا ہو کہ وہ مسلم معاشرے کا ایک مہذب انسان بن سکے، اسی طرح اگر استاد اپنے ظاہری حلیے کو صاف ستھرا رکھے گا تو طالب علم بھی اُس کے نقش قدم پر چلے گا، دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جو اُستاد صاف ستھرا رہتا ہے، اپنے لباس وغیرہ کا خیال رکھتا ہے اُس کے طلبہ بھی صاف ستھرے ہوتے ہیں، بہرحال اُستاد کو اپنے ہر ہر معاملے میں بہت احتیاط کی حاجت ہے کہ اُس کے سب طلبہ کی اخلاقی تربیت کا مدار اُس کی ذات پر ہے۔

عہدِ فاروقی کا شاندار مدرس کورس

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف علاقوں میں

---

1 ......مؤطا امام مالک، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۴۰۸، حدیث: ۱۷۳۵۔

2 ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، ج ۴، ص ۳۷۰، حدیث: ۲۸۱۹۔

اپنے تربیت یافتہ قرآن پاک کے ماہر قُرّاء حضرات بھیجے تھے تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں، انہیں قرآن پاک پڑھنا سکھائیں، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جب میرے بھیجے ہوئے ماہرین لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں گے، تو اُن میں سے بھی ایسے قاری حضرات تیار ہوں گے جنہیں دیگر شہروں میں قرآن پاک سکھانے کے لیے بھیجا جاسکے گا۔ گویا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف شہروں میں اپنے تربیت یافتہ قاری صاحبان کو بھیج کر نہ صرف ان علاقوں میں مدرسے قائم فرمائے بلکہ ایک طرح سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان علاقوں میں ''**مدرس کورس**'' شروع کروادیے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد میں سب سے بڑا ''**مدرس کورس**'' جس سے کثیر قاریوں کی ایک کھیپ تیار ہوئی وہ حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہے جس سے تین سو ۳۰۰ سے زیادہ قاریٔ قرآن تیار ہوئے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا کِنَانَہ عَدَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَجناد کے اُمَرَاء (جنگی لشکروں کے امیروں) کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا جس میں ارشاد فرمایا کہ حاملین قرآن یعنی قرآن پاک کے قاریوں کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں ان کی عزت اور مقام و مرتبے میں اضافہ کروں، نیز ان کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کروں اور انہیں دیگر مختلف شہروں میں قرآن پاک کی تعلیم عام کرنے کے لیے بھیجوں۔'' حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جواباً ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں عرض کیا: ''**اِنَّہُ بَلَغَ مِنْ قِبَلِیْ مِمَّنْ حَمَلَ الْقُرْآنَ ثَلٰثُمِائَۃٍ وَبِضْعُ رِجَالٍ** یعنی اے امیر المؤمنین! میرے پاس قرآن پاک کے قاریوں کی تعداد تین سو ۳۰۰ سے زیادہ ہوچکی ہے۔''[1]

تعلیمِ قرآن کی اہمیت پر مکتوب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اَبُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عظمت قرآن پر مشتمل ایک طویل مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون یہ ہے: ''یہ مکتوب ہے خدا کے بندے عمر کی طرف سے ابوموسیٰ **عبد اللہ** بن قیس اَشْعَرِی اور ان کے ساتھ موجود قرآن کے قاریوں کی طرف۔ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ**! یہ قرآن تمہارے لیے باعث اَجر ہے، تمہارے مراتب بلند کرنے والا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بہت بڑے اَجر کا ذخیرہ ہے، تم اُس کی

[1] ...... کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی فضائل القرآن مطلقا، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۲۴، حدیث: ۴۰۱۶۔

اتباع کرو، نہ کہ یہ تمہاری اتباع کرے، بے شک قرآن نے جس کی اتباع کی یہ قرآن اسے پکڑ کر جہنم میں دھکیل دے گا اور جس نے قرآن کی اتباع کی اس کے لیے قرآن جنت میں داخلے کا سبب بنے گا۔ پس یہ قرآن تمہاری سفارش کرے نہ کہ مخالفت، کیونکہ بلاشبہ قرآن نے جس کی سفارش کردی وہ جنت میں داخل ہوجائے گا اور قرآن نے جس کی مخالفت کی اور اُس سے جھگڑا کیا اُس کو جہنم میں ڈال دے گا، جان لو! یہ قرآن ہدایت کا سرچشمہ اور علم کی روشنی ہے، یہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی کتاب ہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اِس کے سبب سے اندھوں کی آنکھیں کھول دیتا ہے، بہرے کانوں اور تالا پڑے ہوئے دلوں کو مُسَخَّر فرما دیتا ہے، جان لو! جب بندہ رات کو اٹھتا ہے، مسواک کرتا ہے اور وضو کرتا ہے، پھر **اللّٰہ اکبر** کہہ کر تلاوت قرآن شروع کردیتا ہے تو فرشتہ اُس کے منہ پر منہ رکھ کر کہتا ہے: تلاوت کر، تلاوت کر، تو نے بہت اچھا پڑھا اور تیرے لیے بہت اچھا ہوا اور اگر صرف وضو کرتا ہے اور مسواک نہیں کرتا تو فرشتہ صرف اُس کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ یاد رکھو! نماز کے ساتھ قرآن کی تلاوت چھپا ہوا خزانہ ہے اور بہترین موضوع ہے جس قدر ہوسکے خوب قرآن پڑھو۔ بے شک نماز نور ہے، زکوٰۃ برہان ہے، صبر روشنی ہے، روزہ ڈھال ہے اور قرآن تمہارے حق میں حُجت ہے، یا تمہارے خلاف حُجت ہے، پس قرآن کا اِکرام کرو اور اس کی اِہانت مت کرو، بے شک جس نے قرآن کا اِکرام کیا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا اِکرام کرے گا اور جس نے اُس کی اہانت کی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل ورسوا فرمائے گا۔ جان لو! تلاوت کرنے والے، قرآن حِفظ کرنے والے اور اس کے احکام پر عمل کرنے والے کی دعا مقبول ہے۔"[1]

تعلیم کی نشر و اِشاعت اَہم اَہداف میں شامل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قران وسنت کی تعلیم اور اُس کی نشر واِشاعت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اہم اَہداف میں شامل تھی، اِسی لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ مُختلف مُعَلِّمِین کو بھیجا اور اِس سلسلے میں فقط وہاں کے گورنروں یا قاضیوں پر اکتفاء نہ کیا بلکہ مدینہ منورہ میں مُقیم مُختلف عُلماء ومُفتیانِ کِرام کو بھیج کر اُنہیں تربیت کے مواقع فراہم کیے، مدینہ منورہ سے جانے والے تمام مُعَلِّمِین آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اَحکام کے پابند ہوتے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مدینہ منورہ سے مختلف شہروں میں بھیجا،

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی فضائل القرآن مطلقا، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۲۴، حدیث: ۴۰۱۶۔

انہی میں سے حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن مُغَفَّل مُزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے جنہیں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہل بصرہ کا مُعلِّم بنا کر بھیجا۔ اِسی طرح حضرت سیِّدُ نا عمران بن حُصَین خُزَاعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جو فُقَہاءِ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے تھے اُنہیں بھی بصرہ والوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا۔ (1)

مختلف شہروں میں جامع مسجد کے قیام کا حکم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب مختلف شہروں کو فتح کیا تو والیٔ بصرہ حضرت سیِّدُ نا ابُو موسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب لکھا جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا کہ ''مختلف قبائل کی مساجد کے ساتھ ایک جامع مسجد بھی قائم کی جائے، جب جمعہ کا دن آئے تو سب لوگ اُس میں جمع ہو جائیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا سَعد بِن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھی یہی حکم بھیج دیا اُس وقت وہ کوفہ کے امیر تھے، نیز حضرت سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھی بھیج دیا وہ مصر کے گورنر تھے، یہی حکم ملکِ شام کے فوجی کمانڈروں کے نام بھی لکھا کہ ''شہروں کو چھوڑ کر دیہاتوں کی طرف مت جاؤ، ہر شہر میں صرف ایک جامع مسجد بنالو، مصر، بصرہ اور کوفہ والوں کی طرح ہر قبیلے کی الگ الگ جامع مساجد نہ ہوں۔'' (2)

عہدِ فاروقی کی مساجد کی تعداد:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علماء کرام کی ایک جماعت تیار کی اور انہیں بڑے بڑے شہروں میں بھیجا، فتوحات میں جس قدر وسعت ہوتی گئی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حکام و گورنروں کو یہ حکم دیتے گئے کہ مفتوحہ ریاستوں میں مساجد کا قیام عمل میں لاتے رہیں تاکہ وہ مسجدیں وہاں دین اسلام، علم و معرفت اور اسلامی تہذیب وثقافت و قرآن وسنت کی نشر واشاعت کا مرکز بن جائیں۔ کیونکہ اس کے لیے کوئی علیحدہ سے تعمیرات نہیں کی گئی تھیں اس لیے اَوَّلاً یہی مساجد ہی مدرسہ، جامعہ و دارالافتاء کی حیثیت سے مُتعارف ہوئیں۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے

---

1 ......الاستیعاب، عبد اللہ بن مغفل، ج ۳، ص ۱۱۸۔

الاصابۃ، عمران بن حصین، ج ۴، ص ۵۸۵، الرقم: ۶۰۲۴۔

2 ......کنز العمال، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یتعلق بالمسجد، الجزء: ۸، ج ۴، ص ۱۴۸، حدیث: ۲۳۰۷۰ ملخصا۔

عہدِ مبارکہ میں مساجد کی تعداد تقریباً چار ہزار کے قریب تھی۔[1]

طلبہ کے لیے اعزازی اقدامات:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآن وسنت کے طلباء کی بہت حوصلہ افزائی کی اور اُن کے لیے حصول علم کے راستوں کو آسان بنایا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے وظائف بھی جاری فرمائے، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بعض عُمّالوں کو حکم دیا کہ ممتاز طلبہ کو اِعزازاً خصوصی انعامات سے بھی نوازیں۔ حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نام آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو حکم نامہ جاری فرمایا اس میں واضح طور پر فرمایا کہ ''جو مال تقسیم کے بعد بچ جائے اسے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو دیا جائے۔''[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ ہمت افزائی دراصل مدارس کے طلبہ کے لیے پیغامِ مُسَرَّت ہے کہ اگر انہوں نے اپنی ذات کو **کتاب اللہ** سیکھنے اور حفظ کرنے کے لیے پیش کیا ہے تو یقیناً وہی لوگ قومی اعزاز اور تعاوُن کے مُستحق ہوں گے، خُصوصاً ایسے مفتوحہ شہر جہاں لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے وہاں یہ اعزاز وانعام اُن طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارنے کا کام کرتا ہے، جن کے ذریعے سے وہاں کے لوگ قرآن مجید اور سُنَّتِ نَبَوِیّ کو بخوبی سمجھ اور یاد کرسکیں۔

عہدِ فاروقی کے مدارس کا تعلیمی واَخلاقی نصاب

قرآن وسنت کی تعلیم پھیلانے والے اُن تمام مدارس میں ایک بات بہت اہمیت کی حامل تھی کہ اُن مدارس کا نصاب کیا ہو؟ یعنی وہ کون سا ایسا مواد ہو جس کی طالب علموں کو تعلیم دی جائے؟ اُن کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے، جس سے سارے معاشرے میں علم کی روشنی عام ہو۔ عہدِ فاروقی میں آج کے دور کی طرح کوئی مخصوص تعلیمی نِصاب نہیں تھا، اور نہ ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے باقاعدہ ''نصاب'' کی صراحت فرمائی البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مختلف فرامین اور مکتوبات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مختلف علمی مَواد بَطورِ نصاب اپنے عَہد کے مُدَرِّسین کو عطا

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۵۶۰۔

2 ......الاصابة، بشر بن ربيعة، ج ۱، ص ۴۶۸، الرقم: ۷۷۰۔

فرمایا۔ یہ تمام نصابی مواد عہدِ فاروقی کی مناسبت سے بہت ہی زبردست تھا، جس تعلیمی مواد کی اس وقت ضرورت تھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسی کو سکھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ واضح رہے کہ نصاب میں اَوَّلین ترجیح قرآن وسنت کو تھی کہ مسلمانوں کے دِینی ودُنْیَوِی تعلیمی مواد کے حوالے سے قرآن وسنت کو بُنیَادِی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، اس کے بغیر نہ تو دینی علم فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی دنیوی علم۔ سیِّدُنا فارق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تعلیمی نصاب سے متعلقہ چند فرامین پیش خدمت ہیں:

تعلیمی نصاب

(1)......عربی زبان کی تعلیم نصاب میں شامل فرمائی۔ چنانچہ عربی زبان کے متعلق ارشاد فرمایا: ''**تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ فَاِنَّهَا تُثَبِّتُ الْعَقْلَ وَ تُزَيِّدُ فِي الْمُرُوْءَةِ** یعنی عربی سیکھو کیونکہ یہ عقل کو پُختہ بناتی اور مُرُوَّت میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔''[1]

(2)......علم نحو کی تعلیم کو بھی نصاب میں شامل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''**تَعَلَّمُوا النَّحْوَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَ الْفَرَائِضَ** یعنی علم نحو اس طرح سیکھو جس طرح سنن وفرائض کو سیکھتے ہو۔''[2]

(3)......اعرابِ قرآن کی تعلیم کو بھی نصاب میں شامل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''**تَعَلَّمُوْا اِعْرَابَ الْقُرْآنِ كَمَا تَعَلَّمُوْا حِفْظَهٗ** یعنی قرآن پاک کے اعراب کو اس طرح سیکھو جس طرح قرآن پاک کو حفظ کرتے ہو۔''[3]

(4)......علم الانساب کو بھی نصاب تعلیم میں شامل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''**تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَكُمْ لِتَصِلُوْا اَرْحَامَكُمْ** یعنی علم الانساب سیکھو تاکہ تم صلہ رحمی کرسکو۔''[4]

(5)......علم الشعر کی تعلیم کو بھی نصاب میں داخل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''**تَعَلَّمُوا الشِّعْرَ فَاِنَّ فِيْهِ مَحَاسِنَ تُبْتَغٰى وَ مُسَاوِیٔ تُتَّقٰى وَ حِكْمَةٌ لِلْحُكَمَاءِ وَ يَدُلُّ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ** یعنی شعر کہنا سیکھو کیونکہ

---

1 ......شعب الایمان، باب فی طلب العلم، ج ۲، ص ۲۵۷، حدیث: ۱۶۷۶۔

2 ......البیان والتبیین، باب من لحن البلغاء، ج ۱، ص ۳۲۳۔

3 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القرآن، الجزء: ۲، ج ۱، ص ۱۴۴، حدیث: ۴۱۶۱۔

4 ......الزھد للھناد، باب صلۃ الرحم، ج ۲، ص ۴۸۷، الرقم: ۹۹۶۔

اِس میں ایسی خوبیوں کا بیان ہوتا ہے جنہیں حاصل کیا جاتا ہے اور ایسی برائیوں کا بیان ہوتا ہے جن سے بچا جاتا ہے اور اَشعار میں حُکَماء کے لیے حکمت کے پھول ہوتے ہیں اور وہ اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔‘‘[1]

(6)......علم المیراث کو بھی نصاب میں شامل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’**تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُم** یعنی علم الفرائض (یعنی میراث کا علم) سیکھو کیونکہ اس کا تعلق بھی تمہارے دین سے ہے۔‘‘[2]

(7)......عِلْمُ اللَّحْن (لَب ولہجہ اور صحتِ تلفُّظ) کو بھی نصاب میں شامل فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’**تَعَلَّمُوا السُّنَّةَ وَ الْفَرَائِضَ وَ اللَّحْنَ كَمَا تَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ** یعنی سنت، علم الفرائض اور لحن کا علم بھی قرآن کی طرح حاصل کرو۔‘‘[3]

اخلاقی نصاب

(1)......تعلیمی نصاب کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَخلاقی نصاب بھی بیان فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں: ’’**تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا لَهُ الْوَقَارَ وَالسَّكِيْنَةَ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ يُعَلِّمُكُمْ عِنْدَ الْعِلْمِ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلِّمُوْهُ الْعِلْمَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ جَبَابِرَةِ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُم** یعنی علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لیے عزت و وقار سیکھو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں ان کے لیے اور جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے لیے عاجزی اِختیار کرو اور متکبر عالم نہ بنو کیونکہ تمہارا علم تمہاری جہالت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔‘‘[4]

(2)...... کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دلائی چنانچہ فرماتے ہیں: ’’**تَعَلَّمُوْا كِتَابَ اللّٰهِ تَعَرَّفُوْا بِهٖ وَاعْمَلُوْا بِهٖ تَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهٖ** یعنی کتاب اللہ کو اس طرح سیکھو کہ تمہیں اس کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس پر اس طرح عمل کرو کہ تم عاملِ قرآن ہو جاؤ۔‘‘[5]

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۴۴، حدیث: ۸۹۴۱۔

2 ...... دارمی، کتاب الفرائض، باب فی تعلیم الفرائض، ج ۲، ص ۴۴۱، حدیث: ۲۸۵۱۔

3 ...... شعب الایمان، باب فی طلب العلم، ج ۲، ص ۲۵۷، حدیث: ۱۶۷۴۔

4 ...... شعب الایمان، باب فی نشر العلم، ج ۲، ص ۲۸۷، حدیث: ۱۷۸۹۔

5 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، فی التمسک بالقرآن، ج ۷، ص ۱۶۵، حدیث: ۸۔

اسلامی بہنوں کا تعلیمی نصاب

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تعلیمی و اخلاقی نصاب میں اسلامی بھائیوں کے مقابلے میں اسلامی بہنوں کے نصاب میں ایک چیز کا اضافہ فرمایا کہ انہیں سورۂ نور کی خصوصی تعلیم بھی دی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''تَعَلَّمُوْا سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ وَعَلِّمُوْا نِسَاءَكُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ وَحَلُّوْهُنَّ الْفِضَّةَ یعنی سورۂ بَراءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو اور اُنہیں چاندی کے زیورات پہناؤ۔''[1]

فاروقِ اعظم اور کتابت (لکھائی)

بہترین لکھائی کی نشانی:

حضرت سیّدُنا ابنِ قُتَیْبَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''شَرُّ الْكِتَابَةِ الْمُشَقُّ وَشَرُّ الْقِرَاءَةِ الْهَذْرَمَةُ وَاَجْوَدُ الْخَطِّ اَبْيَنُهُ یعنی سب سے خراب تحریر وہ ہے جو لمبی ترچھی ہو اور سب سے خراب قراءت وہ ہے جو اتنی تیز تیز کی جائے کہ الفاظ ہی سمجھ میں نہ آئیں، اور سب سے بہترین لکھائی وہ ہے جو بالکل واضح ہو۔''[2]

خراب لکھائی پر کوڑے کی سزا:

حضرت سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کاتب نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب بھیجا، جس میں اس سے ''بِسْمِ اللّٰہ'' کا ''سین'' رہ گیا۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دوبارہ مکتوب روانہ کیا جس میں ارشاد فرمایا: ''اپنے کاتب کو کوڑے لگاؤ۔'' چنانچہ سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے کوڑے لگائے۔ کسی نے کاتب سے پوچھا: ''تمہیں کیوں کوڑے لگائے گئے؟'' اس نے کہا: ''حرفِ سین چھوڑنے کی وجہ سے۔''[3]

ایک روایت میں یوں ہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِذَا اَتَاكَ كِتَابِيْ هٰذَا

---

1 ......شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، ذکر سورۃ الاعراف والتوبۃ والنور، ج ۲، ص ۴۷۲، حدیث: ۲۴۳۷۔

2 ......الجامع لاخلاق الراوی، ج ۱، ص ۲۶۲۔

3 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الرابع والاربعون، ص ۱۲۵۔

فَاجْلِدْهُ سُوْطاً وَّاعْزِلْهُ مِنْ عَمَلِکَ یعنی جب تمہارے پاس میرا مکتوب پہنچے تو اپنے کاتب کو کوڑا لگانا اور اسے اس کی ذمہ داری سے بھی معزول کر دینا۔''(1)

علم کو لکھ کر قید کرلو:

حضرت سیِّدُنا عبدُ المَلِک بِن عبد اللّٰہ بِن سُفیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''قَیِّدُوْا الْعِلْمَ بِالْکِتَابِ یعنی علم کو لکھ کر قید کرلو۔''(2)

فاروقِ اعظم اور ہجری تاریخ

سب سے پہلے ہجری تاریخ وضع کرنے والے:

حضرت سیِّدُنا سَعید بِن مُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''اَوَّلُ مَنْ كَتَبَ التَّارِيْخَ عُمَرُ لِسِنَتَيْنِ وَنِصْفٍ مِنْ خِلَافَتِهٖ فَكَتَبَ لِسِتَّ عَشَرَ مِنَ الْهِجْرَةِ بِمَشْوَرَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے دورِ خلافت کے ڈھائی سال بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے مشورے سے ١٦ ہجری میں تاریخ لکھی۔''(3)

تاریخ وضع کرنے کی وجوہات

خُطُوط پر تاریخ نہیں ہوتی تھی:

حضرت سیِّدُنا عامِر شَعْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمارے پاس مکتوب آتے ہیں اُن پر تاریخ نہیں ہوتی، لہٰذا آپ تاریخ درج کیا کریں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ لیا تو کسی نے کہا: ''بِعثتِ نبوی سے تاریخ کی ابتدا کی جائے۔'' کسی نے کہا: ''وصالِ

---

1. ......کنز العمال، کتاب العلم، ادب الکتابۃ، الجزء: ١٠، ج٥، ص ١٣٧، حدیث: ٢٩٥٣٦۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، من رخص فی کتاب العلم، ج٦، ص ٢٢٩، حدیث: ٣۔
3. ......تاریخ الاسلام، ج٣، ص ١٦٣، تاریخ طبری، ج٢، ص ٢٧٤، تاریخ الخلفاء، ص ١٢٤۔

رسولُ اللّٰہ سے تاریخ کی ابتدا کی جائے۔'' امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اُؤَرِّخُ لِمُهَاجِرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ مُهَاجِرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَرْقٌ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ یعنی ہم ہجرت رسولُ اللّٰہ سے تاریخ کی بنیاد رکھیں گے کیونکہ رسولُ اللّٰہ کی ہجرت حق و باطل کے درمیان فرق ہے۔''[1]

ایک یمنی شخص کا مشورہ:

حضرت سیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: ''حضور! میں نے یمن میں دیکھا ہے کہ لوگ اپنے خطوط پر تاریخ لکھتے ہیں کہ فلاں سال اور فلاں مہینے سے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اِنَّ هٰذَا الْحَسَنٌ فَاَرِّخُوْا یعنی یہ تو بڑی اچھی چیز ہے لہٰذا تاریخ وضع کرو۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تاریخ مقرر کرنے کے لیے ایک مشورہ طلب کیا جس میں مختلف لوگوں نے مختلف آراء دیں، بالآخر متفقہ فیصلے سے ہجرت کا سال اور محرم الحرام کے مہینے سے ہجری تاریخ کی ابتدا کی گئی۔[2]

تاریخ کی جگہ فقط مہینہ لکھا تھا:

حضرت سیِّدُنا مَیْمُون بِن مِہْران رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ایک مکتوب آیا جس میں تاریخ کی جگہ ''شَعْبان'' لکھا تھا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اَیّ شَعْبَانٍ الَّذِیْ یَجِیْءُ اَوِ الَّذِیْ مَضٰی اَوِ الَّذِیْ هُوَ آتٍ یعنی اِس شعبان سے مراد کون سا شعبان ہے؟ جو آئندہ آئے گا، یا جو گزر چکا ہے یا جو ابھی موجود ہے۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو تاریخ وضع کرنے کا حکم دیا، بعض لوگوں نے تاریخ روم سے شروع کرنے کا مشورہ دیا، بعض نے تاریخ فارس سے، بہرحال رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہجرت سے تاریخ شروع کردی گئی۔[3]

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب التاریخ، باب الکنی، ج۸، ص ۶۴، حدیث: ۱۸۔

2 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۱، کنز العمال، کتاب العلم، ادب الکتابۃ، الجزء: ۱۰، ج ۵، ص ۱۳۸، حدیث: ۲۹۵۴۲۔

3 ...... الکامل فی التاریخ، ذکر الوقت الذی ابتدی۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۱۲۔

ایک اہم وضاحتی مدنی پھول:

اکثر مُوَرِّخِین وسِیرت نگاروں نے اسی بات کو بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہی سب سے پہلے ہجری تاریخ کی بنیاد ڈالی اور اسے مرتب کرنے کا حکم دیا، لیکن بعض مُعْتَبَر اصحاب سیر نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو مدینہ سے باہر مَقام قُباء پر قیام فرمایا اور نئی تقویم کی وضع کا حکم دیا، چنانچہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اسے ہجرت سے شروع کیا اور اس سن کی ابتداء محرم الحرام سے کی گئی کیونکہ حجاج اسی سال اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔[1]

ان دونوں میں تطبیق یعنی مطابقت کی صورت یہ ہے کہ نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس ہجری تاریخ کی ابتداء کردی ہو جبکہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے باقاعدہ کاغذی کاروائی کے طور پر بھی جاری کردیا ہو، اسی وجہ سے اکثر مُوَرِّخِین واَصحابِ سِیَر نے اسے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف منسوب کیا۔

عہدِ فاروقی کی علمی مشاورتیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کی تعداد میں بھی بہت اضافہ ہوگیا، جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو ان کے مابین کئی ایسے مسائل بھی پیدا ہونا شروع ہوگئے جن میں انہیں شرعی رہنمائی کی ضرورت ہوتی، وہ تمام لوگ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اپنے مسائل کو بھیجتے اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے علمی مشاورتیں کرتے، جب اس مسئلہ کا کوئی حل نکلتا تو اسے سائل تک پہنچا دیا جاتا۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ......سیرتِ سید الانبیاء، ص ۲۴۵۔
2. ......سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علمی حوالے سے مشاورتی نظام اور اُس کی مثالوں کے لیے اِسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی کا شورائی نظام''، صفحہ ۱۸۶ کا مطالعہ کیجئے۔

فاروقِ اعظم اور شعر و شعراء

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کا شاعِرانہ ذَوق:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اشعار سننے اور ان کی اصلاح کرنے کا بھی بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اشعار کے ذریعے مثال دینے میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، بعض لوگوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے شاید ہی کوئی ایسا معاملہ آتا کہ جس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوئی شعر نہ پڑھتے۔[1]

رَفیقِ سَفَر کی مَوت پر شِعر:

حضرت سیِّدُ نا اَبُوجَعْفَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار دورانِ سفر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کسی ساتھی کا انتقال ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہیں رک گئے اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد تدفین کر دی۔ اس واقعے کے بعد شاید ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہو کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بطورِ تَمْثِیل یہ شعر نہ پڑھتے ہوں:

وَ بَالِغُ اَمْرٍ كَانَ يَاْمُلُ دُوْنَهُ
وَ مُخْتَلِجٌ مِنْ دُوْنِ مَا كَانَ يَاْمُلُ

ترجمہ: ''یعنی وہ (موت کا) معاملہ تکمیل کو پہنچ گیا جس کی آدمی کو امید بھی نہ تھی اور جن چیزوں کی امید ہے ان کے پورے ہونے کا یقین نہیں۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ شعر آخرت کی ترغیب دلانے والے مدنی پھولوں سے سجا ہوا ایک بہترین گلدستہ ہے، یقیناً جب کوئی شخص دنیا سے چلا جاتا ہے وہ اپنے پیچھے رہنے والوں کو گویا یہ پیغام دے کر جاتا ہے کہ آج جس طرح میں اس دنیا سے خالی ہاتھ چلا گیا ہوں کل تمہیں بھی میرے پیچھے آنا ہے:

1. ......البیان والتبیین، ج ۱، ص ۲۴۱۔
2. ......موسوعہ ابن ابی الدنیا، قصر الامل، ج ۳، ص ۳۲۶، الرقم: ۹۶۔

جنازہ آگے بڑھ کر کہہ رہا ہے اے جہاں والو
میرے پیچھے چلے آؤ تمہارا راہنما میں ہوں

پیارے اسلامی بھائیو! واقعی یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آدمی کو موت کا گمان بھی نہیں ہوتا اور وہ اسے آکر اُچک لیتی ہے، اور جن چیزوں کی لمبی لمبی امیدیں لگا کے بیٹھا ہوتا ہے ان کے پورا ہونے کا کچھ پتا نہیں ہوتا، موت آتے ہی ساری اُمیدیں خاک میں مل جاتی ہیں، یقیناً سمجھدار وہی ہے جسے جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کے لیے اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنا آخرت کی تیاری میں مشغول ہوجائے، دنیا کو ایک مسافر خانہ سمجھے کہ کئی لوگ اس میں آئے اور پھر چلے گئے اسی طرح مجھے بھی ایک دن مرنا ہے اور اپنی کرنی کا پھل بھگتنا ہے:

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن...... قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دِکھانا ایک دن...... اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے...... کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے:

حضرت سیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اکثر بَطورِ تَمْثِیل یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

لَا يَغُرَّنَّكَ عِشَاءٌ سَاكِنٌ
قَدْ يُوَافِيْ بِالْمَنِيَّاتِ السَّحَرِ

ترجمہ: ”آرام دہ زندگی تجھے دھوکے میں نہ رکھے کہ بسا اوقات سحر کے پُرسکون وقت میں بھی موت آجاتی ہے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی دنیا تو نِری آزمائش ہے، دراصل دنیا ایک دھوکہ ہے جو اس دھوکے میں پڑ جاتا ہے وہ اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر بیٹھتا ہے اور جو اس دنیا کے دھوکے کو سمجھ لیتا ہے وہ اپنی آخرت کو بچا لیتا ہے، دنیا کی عیش

---

1 ...... شعب الایمان، باب الزھد وقصر الامل، ج ۷، ص ۳۶۷، حدیث: ۱۰۶۰۳۔

کوٹھیوں میں رہنے والا بسا اوقات یہ سمجھتا رہتا ہے کہ ابھی تو میری بہت طویل عمر باقی ہے، کچھ عیاشی کرلوں بعد میں آخرت کے لیے کچھ نیکیاں بھی کرلوں گا، حالانکہ موت تو اچانک آجائے گی۔کاش! ہم دنیا کے بجائے آخرت پر نظر رکھیں، خود بھی نیکیاں کریں اور دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دلائیں، خود بھی دعوت اسلامی کے اجتماعات میں شرکت کریں، دوسروں کو بھی ترغیب دلائیں، خود بھی شیخ طریقت، امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے عطا کردہ مدنی انعامات پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائیں۔

دل مرا دنیا پہ شیدا ہو گیا
اے مرے اللہ یہ کیا ہو گیا
کچھ مرے بچنے کی صورت کیجئے
اب تو جو ہونا تھا مولا ہو گیا
عیب پوش خلق دامن سے ترے
سب گنہگاروں کا پردہ ہو گیا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رات کاٹنے کے لیے شعر پڑھنے کی اجازت:

حضرت سیِّدُنا سائب بِن یَزِید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت سیِّدُنا عبدُالرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ رات کے وقت سفر کر رہے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا رَباح بِن مُغْتَرِف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کچھ اشعار سنانے کے لیے کہا کیونکہ وہ بہت خوبصورت آواز میں اشعار پڑھتے تھے، وہ شعر پڑھ رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لے آئے۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کیا گیا: ''حضور ہم تو ویسے ہی خوش طبعی کے لیے اشعار پڑھ رہے تھے تاکہ رات کٹ جائے۔'' فرمایا: ''اگر تم لوگ ایسا ہی کرنا چاہتے ہو تو ضرار بن خَطَّاب کے اشعار پڑھو۔''(1)

---

(1)...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ٣، ج ٢، ص ١٤٣، حدیث: ٨٩٢٩۔

کیا یہ قصیدہ تم نے لکھا ہے؟

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا نابِغَہ بَنُوجَعْدِی سے فرمایا: ''ہمیں کچھ اشعار سناؤ۔'' انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک قصیدہ سنایا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خوش ہو کر فرمایا: ''کیا یہ قصیدہ واقعی تمہارا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''جی! میں نے لکھا ہے۔''(1)

جاہِلیت کے اَشعار چھوڑنے پر وظیفے میں اضافہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ کے گورنر حضرت سیِّدُنا مُغِیرہ بِن شُعبَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ ''اپنے پاس شُعَراء کو بلا کر زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے اشعار سنو اور ان کے بارے میں مجھے تفصیلات لکھ کر بھیجو۔'' سیِّدُنا مُغِیرَہ بِن شُعْبَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو شاعروں کو بلایا، چنانچہ حضرت سیِّدُنا لَبِید بن رَبِیْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جب اَشعار سُنانے کا کہا تو انہوں نے عرض کی: ''حضور میں نے اشعار کے بدلے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اختیار کر لی ہے۔'' ایک اور شاعر اَغْلَب عِجْلِی سے جب اشعار سنانے کا کہا تو انہوں نے یہ شعر سنایا:

اَ رِجْزًا تُرِیْدُ اَمْ قَصِیْدًا

لَقَدْ سَاَلْتَ هَيِّناً مَوْجُوْدًا

ترجمہ: ''یعنی کیا آپ رَجَز کے اشعار سننا پسند کریں گے یا کسی قصیدہ کے؟ یقیناً آپ نے موجودہ بہترین چیز کا مطالبہ کیا ہے۔'' سیِّدُنا مُغِیرَہ بِن شُعْبَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں کی کیفیت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھ کر بھیج دی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا: ''لَبِید بن رَبِیعَہ کے وظیفے میں پانچ سو ۵۰۰ درہم کا اضافہ کر دو اور اَغلب کے وظیفے سے پانچ سو ۵۰۰ درہم کم کر دو۔'' جب اَغلب کو معلوم ہوا تو انہوں نے بارگاہِ فاروقی میں جا کر اپنی عرضی پیش کی تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پانچ سو ۵۰۰ درہم کی کٹوتی کا حکم واپس لے لیا۔(2)

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۴۱، حدیث: ۸۹۳۰۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۴۲، حدیث: ۸۹۳۱۔

اَشعار کے ذریعے شاعِر کی پہچان:

بَنُوغَطْفَان قبیلے کا ایک وفد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن سے پوچھا: ''اَيُّ شُعَرَائِكُمْ اَشْعَرُ یعنی تم میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اَنْتَ اَعْلَمُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اے امیر المؤمنین! آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو شعر پڑھے اور پوچھا یہ کس کے اشعار ہیں:

حَلَفْتُ فَلَمْ اَتْرُكْ لِنَفْسِكَ رِيْبَةً ... وَلَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ لِلْمَرْءِ مَذْهَبِ

ترجمہ: ''میں نے تیرا شک ختم کرنے کی قسم اٹھائی ہے اور کسی شخص کے لیے بارگاہِ رب العزت کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

وَلَسْتَ بِمُسْتَبِقٍ اَخاً لَا تَلُمُّهُ ... عَلٰى شَعْثٍ اَيُّ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبِ

ترجمہ: ''تم اپنے بھائی کی اصلاح کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے، لوگوں میں کون تہذیب یافتہ ہے؟'' قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں ''نابغہ'' شاعر کے اشعار ہیں۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اور شعر پڑھا اور پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے؟

اَلَا سُلَيْمَانُ اِذْ قَالَ الْمَلِيْكُ لَهُ ... قُمْ فِي الْبَرِيَّةِ فَازْجَرْهَا عَنِ الْفَنَدِ

ترجمہ: ''خبردار! سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ لوگوں کے مجمع میں انہیں بے وقوفی اور جہالت سے روکیے۔'' قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ''نابغہ'' شاعر کا شعر ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو ۲ اشعار پڑھے اور پوچھا کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟

اَتَيْتُكَ عَارِياً خَلَقاً ثِيَابِيْ ... عَلٰى وَجَلٍ تَظُنُّ بِيَ الظُّنُوْنِ

ترجمہ: ''میں تیرے پاس گویا بغیر کپڑوں کے آیا ہوں اور جو تھوڑے بہت کپڑے ہیں وہ اتنے خراب ہیں کہ لوگ مجھ پر طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔''

فَاَلْفَيْتُ الْاَمَانَةَ لَمْ تَخُنْهَا ... كَذٰلِكَ كَانَ نُوْحٌ لَا يَخُوْنِ

ترجمہ: ''میں نے دیکھا کہ امانت میں خیانت نہیں ہوتی جس طرح سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام خیانت نہیں کرتے تھے۔'' قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ''نابغہ'' شاعر کے اشعار ہیں۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اور شعر پڑھا اور پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے؟

وَلَسْتُ بِذَاخِرٍ لِغَدٍ طَعَاماً ... حِذَارَ غَدٍ لِكُلِّ غَدٍ طَعَامِ

ترجمہ: ''میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ خوف سے کل کے لیے کھانا ذخیرہ کرلوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کل بھی میرے نصیب میں کھانا ہے۔'' قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ''نابِغہ'' شاعر کا شِعر ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَلنَّابِغَۃُ اَشْعَرُ شُعَرَائِکُمْ وَ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالشِّعْرِ** یعنی نابِغہ تم میں سب سے بڑا شاعر اور سب سے زیادہ شعر کا علم رکھنے والا ہے۔''(1)

شریعت کے مطابق اشعار پڑھنے کی اجازت

اَشعار میں اچھائیوں اور برائیوں کا بیان:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُنہی اَشعار کو پسند کرتے تھے جو شریعت کے موافق ہوتے، اُن میں کوئی ایسی بات نہ ہوتی جو خلافِ شرع ہو، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمانوں کو بہترین اَشعار یاد کرنے پر اُبھارتے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ''**تَعَلَّمُوا الشِّعْرَ فَاِنَّ فِیْہِ مَحَاسِنَ تُبْتَغٰی وَمُسَاوَی تُتَّقٰی وَحِکْمَۃً لِلْحُکَمَاءِ وَیَدُلُّ عَلٰی مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ** یعنی شعر سیکھو کیونکہ اَشعار میں کئی ایسی اچھائیوں کا بیان ہوتا ہے جنہیں حاصل کیا جاسکتا ہے، اور کئی ایسی برائیوں کا بیان ہوتا ہے جن سے بچا جاسکتا ہے، اشعار میں دانش وروں کے لیے بڑی حکمت کی باتیں ہوتی ہیں اور اَشعار عمدہ اخلاق پر مشتمل ہوتے ہیں۔''(2)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی بعض اشعار ایسی کئی حکمت بھری باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں پڑھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی مدنی سوچ نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمْ

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۲۴۲، حدیث: ۸۹۳۲۔

2 ...... ادب الاملاء والاستملاء، ج ۱، ص ۷۱۔

اَلْعَالِیَہ کا نَعْتُوں، مُناجاتوں اور مَنْقَبَتُوں کا مجموعہ ''وسائلِ بخشش'' ہے کہ یہ مجموعہ بھی نصیحت آموز اشعار سے پُر ہے۔

پیٹ پیپ سے بھر جائے تو بہتر ہے:

حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن حُرَیث رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَاَنْ یَمْتَلِیَٔ جَوْفُ الرَّجُلِ قَیْحًا خَیْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ یَمْتَلِیَٔ شِعْرًا** یعنی کسی شخص کا پیٹ (غیر شرعی) اشعار سے بھر جائے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ پیپ سے بھر جائے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اَشعار کہنا کوئی آسان بات نہیں! ایسے حضرات جنہیں شعر و شاعری، حمد، نعت یا منقبتیں لکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے وہ اس پر غور فرمالیں کہ کیا واقعی انہوں نے عِلْمُ الشِّعْر سیکھ لیا ہے؟ اس وقت تک کوئی کلام آگے نہ بڑھائیں جب تک کسی شعر و شاعری جاننے والے سنی صحیح العقیدہ مفتی صاحب کو چیک نہ کروالیں کہ اس میں دنیا و آخرت دونوں جہاں کے فائدے ہی فائدے ہیں۔

فضول اَشعار پر گورنر کی مَعزُولی:

حضرت سیِّدُ نا سالم بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا نُعمان بِن عَدِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو مَیسان کا گورنر مقرر فرمایا، وہ اشعار بھی کہا کرتے تھے، انہوں نے بعض ایسے اشعار کہے جن کی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی یعنی فضول تھے۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جو شخص نُعمان بِن عَدِی سے ملے تو اسے بتادے کہ میں نے اسے معزول کر دیا ہے۔'' جب انہیں معلوم ہوا تو بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہو کر اپنی صفائی میں یوں عرض گزار ہوئے: ''حضور! میں تو ایک شاعر ہوں لہٰذا میں نے ایک بات کو شعر میں کہہ دیا۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا اب جب تک میں زندہ ہوں تم کسی مَنْصَب پر فائز نہیں ہو سکتے۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی ایسے اَشعار جن کا نہ تو کوئی دُنْیَوی فائدہ ہو نہ ہی کوئی اُخْرَوِی فائدہ، نہ ہی وہ کوئی

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، من کرہ الشعر، ج ۱۳، ص ۳۲۳، حدیث: ۲۶۶۱۳۔

2 ...... طبقات کبری، عدی بن نضلة، ج ۴، ص ۱۰۴۔

نصیحت آموز اشعار ہوں تو ایسے اشعار میں اپنے آپ کو مشغول کرنا گویا وقت کو ضائع کرنے کے مُتَرادِف ہے، فقط وہی اشعار پڑھیں جو حمد، نعت، منقبت یا نصیحتوں پر مشتمل ہوں۔

ہجو کرنے پر زبان کاٹنے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا قَتَادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے اَشعار میں کسی قوم کی ہجو یعنی مذمت کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں اس کی زبان کاٹنے کا حکم دے دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں بلا کر فرمایا: ''**اِیَّاکُمْ اَنْ تَعْرِضُوْا لَهُ بِالَّذِيْ قُلْتُ فَاِنِّيْ اِنَّمَا قُلْتُ لَکَ عِنْدَ النَّاسِ کَیْمَا لَا یَعُوْدُ** یعنی جو میں نے زبان کاٹنے کا حکم دیا ہے تم لوگ کہیں کاٹ نہ دینا میں نے تو صرف اس لیے کہا تھا تا کہ وہ دوبارہ ہجو نہ کرے۔''[1]

ہجو کرنے پر قید خانے میں ڈال دیا:

عہدِ فاروقی میں ایک مشہور شاعر حُطَیۂ نے حضرت سیِّدُنا زِبرِقان بِن بَدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلاف چند اَشعار کہے جس میں خُفیہ ہجو کی، انہوں نے بارگاہِ فاروقی میں شکایت کی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اَشعار سنے تو فرمایا کہ مجھے تو یہ ہجو نہیں لگتی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تحقیق کے لیے ثناخوانِ رسول حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا، جب انہوں نے ہجو کی تصدیق کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شاعر کو قید کر دیا۔ بعد ازاں اُنہیں چھوڑ دیا۔[2]

قیامِ اَمن کے لیے ایک اَہم فاروقی قدم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت سے قبل بلکہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں میں یہ رواج تھا کہ ایک قبیلہ اشعار کی صورت میں کسی دوسرے قبیلے کی مذمت بیان کیا کرتا تھا، مقابلے کے لیے پھر وہ بھی اس قبیلے کی مذمت بیان کرتے تھے، یوں بسا اوقات ان دونوں قبیلوں میں بہت گہری دشمنیاں پیدا ہو جاتیں اور بات قتل وغارت گری تک پہنچ جاتی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی

---

1 ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی حفظ اللسان۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۷۷، حدیث: ۵۰۹۳۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المذموم، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۳۹، حدیث: ۸۹۱۵ ملخصا۔

باکمال فِراسَت سے یہ بات جان لی کہ اب چونکہ مسلمانوں کی بھی کثرت ہوچکی ہے اور اَشعار کے ذریعے مذمت بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہا تو ہوسکتا ہے کہ مختلف مذاہب اور قوموں میں نہ ختم ہونے والا جنگی سلسلہ شروع ہوجائے لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **قیامِ امن کے لیے ایک اہم قدم** اٹھاتے ہوئے کسی بھی قبیلے یا فرد کی مذمت بیان کرنے پر سختی سے پابندی لگادی۔ جو اس حکم کے خلاف ورزی کرتا اسے کڑی سزا دی جاتی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک فعل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمان اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ امن پسند ہیں، اگر مسلمان امن کے خلاف ہوتے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی بھی اشعار میں مذمت سے منع نہ فرماتے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب !　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور اِصلاحی اشعار

فاروقِ اعظم اَشعار سن کر رو پڑے:

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصرِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس چند لوگ آئے اور انہوں نے اپنے امام کے بارے میں کہا کہ وہ نماز پڑھانے کے بعد اس وقت تک نہیں اٹھتا جب تک ایک قصیدہ نہ پڑھ لے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس چلے گئے اور فرمایا: ''مجھے تمہارے بارے میں ایک ناپسندیدہ خبر ملی ہے۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور! آپ حکم فرمائیں اگر وہ کوئی بری بات ہوئی تو میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔'' فرمایا: ''مجھے پتا چلا ہے کہ تم نماز کے بعد کوئی قصیدہ وغیرہ پڑھتے ہو۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور! وہ تو نصیحت آموز اشعار ہیں جن کے ذریعے میں اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''اچھا! ہمیں بھی سناؤ، اگر وہ واقعی اچھے اشعار ہوئے تو تمہیں ہماری حمایت حاصل ہوجائے گی نہیں تو ہم تمہیں اس سے منع کردیں گے۔'' اس امام نے درج ذیل نصیحت آموز اَشعار سنائے:

وَ فُؤَادِيْ كُلَّمَا عَاتَبْتُهُ ... عَادَ فِي اللَّذَّاتِ يَبْغِيْ نَصَبِي

ترجمہ: ''میں جب بھی اپنے دل کو عتاب کرتا ہوں تو وہ میری مشقت کو تلاش کرتے ہوئے لذات میں لوٹتا ہے۔''

لَا اَرَاهُ الدَّهْرَ اِلَّا لَاهِياً ... فِيْ تَمَادِيْهِ فَقَدْ بَرِحَ بِیْ

ترجمہ: ''میں اپنی عمر کولہو ولعب میں مشغول دیکھتا ہوں، اس نے مجھے تھکا دیا ہے۔''

يَا قَرِيْنَ السُّوْءِ مَا هٰذَا الصَّبَا ... فَنِيَ الْعُمْرُ كَذَا بِاللَّعَب

ترجمہ: ''ہائے برائی کے دوست! یہ کیا بے وقوفی ہے، فقط کھیل کود میں عمر ختم ہوگئی۔''

وَ شَبَابٌ بَانَ مِنِّيْ وَ مَضٰى ... قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ مِنْهُ اَرَبِيْ

ترجمہ: ''میری جوانی جو میرے لیے ظاہر ہوئی، اور چلی بھی گئی حالانکہ ابھی میں نے خواہشات بھی پوری نہ کی۔''

مَا اَرْجِيْ بَعْدَهُ اِلَّا الْفَنَا ... طَبَقُ الشَّيْبِ عَلٰى مَطْلَبِي

ترجمہ: ''اب تو اس کے بعد مجھے موت ہی کی تمنا ہے، بڑھاپے نے میری خواہش کو چھپا دیا ہے۔''

وَيْحُ نَفْسِيْ لَا اَرَاهَا اَبَداً ... فِيْ جَمِيْلٍ لَا وَلَا فِيْ اَدَبٖ

ترجمہ: ''میرا نفس ہلاک ہو میں نے اس کو کبھی اچھائی اور ادب میں نہیں دیکھا۔''

نَفْسُ لَا كُنْتِ وَ لَا كَانَ الْهَوٰى ... اِتَّقِى اللّٰهَ وَخَافِيْ وَارْهَبِي

ترجمہ: ''اے میرے نفس! نہ تو تو رہے گا اور نہ ہی تیری خواہشات رہیں گی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، خوف کھا اور دور اندیشی اختیار کر۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اشعار سن کر زار وقطار رونے لگے، پھر فرمایا: ''هٰكَذَا فَلْيَغْنِ كُلُّ مَنْ غَنٰى یعنی ہر شعر پڑھنے والے کو اسی طرح کے اصلاحی اشعار پڑھنے چاہیے، میں بھی یہی شعر پڑھتا ہوں:

نَفْسُ لَا كُنْتِ وَ لَا كَانَ الْهَوٰى ... اِتَّقِى اللّٰهَ وَخَافِيْ وَارْهَبِي

ترجمہ: ''اے میرے نفس! نہ تو تو رہے گا اور نہ ہی تیری خواہشات رہیں گی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، خوف کھا اور دور اندیشی اختیار کر۔''(1)

علم وحکمت کے مدنی پھول

اچھے اشعار سننا باعثِ ثواب ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جائز اشعار مثلاً حمد، نعت اور منقبت وغیرہ جائز طریقے پر اچھی اچھی نیتوں کے

(1)......کنز العمال، کتاب الاخلاق، الشعر المحمود، الجزء: ۳، ج ۲، ص ۳۴۴، حدیث: ۸۹۴۰۔

ساتھ سننا باعثِ ثواب اور بُرے اشعار جیسا کہ فلموں کے فُحش گانے وغیرہ سننا باعث عذاب ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے: ''جو شخص کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے قیامت کے دن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ اُنڈیلے گا۔''(1)

موسیقی کی آواز سے بچنا واجب ہے:

حضرتِ سیِّدُ نا علّامہ شامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''(گھنگھرو توڑے کے ساتھ) ناچنا، مذاق اُڑانا، تالی بجانا، سِتار کے تار بجانا، بَربَط، سارنگی، رباب، بانسری، قانون، جھانجھن، بِگل بجانا، مکروہِ تحریمی (یعنی قریب بہ حرام) ہے کیونکہ یہ سب کفّار کے شعار ہیں، نیز بانسری اور دیگر سازوں کا سننا بھی حرام ہے اگر اچانک سُن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجِب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشِش کرے۔''(2)

موسیقی کی آواز آتی ہو تو ہٹ جائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جوں ہی موسیقی کی آواز آئے تو ممکنہ صورت میں فوراً کانوں میں اُنگلیاں داخل کر کے وہاں سے دُور ہٹ جانا چاہئے۔ اگر اُنگلیاں تو کانوں میں ڈال دِیں مگر وَہیں کھڑے یا بیٹھے رہے یا معمولی سا پرے ہٹ گئے تو مُوسیقی کی آواز سے بچ نہیں سکیں گے۔ اُنگلیاں کانوں میں ڈال کر نہ سہی مگر کسی طرح بھی مُوسیقی کی آواز سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنا واجِب ہے۔ اگر کوشش نہیں کریں گے تو ترکِ واجِب کا گناہ ہوگا۔

آہ! آہ! آہ! اب تو سیاروں، طیّاروں، مکانوں، دُکانوں، ہوٹلوں، چوراہوں اور گلیوں بازاروں میں جس طرف بھی جائیے موسیقی کی دُھنیں سنائی دیتی ہیں۔ گانے جاری ہونے کی صورت میں ہوٹل میں کھانے پینے کی ہرگز ترکیب نہیں کرنی چاہئے۔ یاد رکھئے! فِلمیں ڈرامے دیکھنا اور گانے باجے سننا حرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے۔ افسوس! اب تو فلمی گیت لکھنے اور گانے والے اتنے بے لگام ہو گئے ہیں کہ انہوں نے ربِّ کائنات، خالقِ ارض وسمٰوٰت عَزَّوَجَلَّ پر بھی اِعتِراضات شُروع کر دیئے ہیں۔ اپنی دکانوں اور ہوٹلوں میں گانے بجانے والوں، اپنی بسوں اور کاروں میں فلمی گیت

---

1 ...... کنز العمال، کتاب اللھو واللعب۔۔۔الخ، اللھو المحظور، الجزء: ۱۵، ج ۸، ص ۹۶، حدیث: ۴۰۶۶۲۔

2 ...... رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۶۵۱۔

چلانے والوں، شادیوں میں ریکارڈنگ کرکے بستروں پر سسکتے پڑوسی مریضوں اور نیک ہمسایوں کی آہیں لینے والوں اور بے سوچے سمجھے گانے گنگنانے والوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ذرا سوچئے تو سہی فلمی گانوں میں شیطان نے کیا کیا زہر گھول ڈالا ہے! اور لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنّمی اور ناری بنانے کیلئے کس قَدَر عیّاری و مکّاری کے ساتھ ساز و آواز کے جادو کا جال بچھا ڈالا ہے۔ آہ! آج کل تو گانوں میں بکثرت کفریات بکے جاتے ہیں، یاد رکھیے! قطعی کفر پر مبنی ایک بھی شعر جس نے دلچسپی کے ساتھ پڑھا، سنا یا گایا وہ کفر میں جا پڑا اور اسلام سے خارج ہوکر کافر و مُرتد ہوگیا، اس کے تمام نیک اعمال اَکارت ہو گئے یعنی پچھلی ساری نَمازیں، روزے، حج وغیرہ تمام نیکیاں ضائع ہوگئیں۔ شادی شُدہ تھا تو نکاح بھی ٹوٹ گیا اگر کسی کا مُرید تھا تو بیعت (بَے۔عَت) بھی ختم ہوگئی۔ اس پر فرض ہے کہ اُس شِعر میں جو کفر ہے اُس سے فوراً توبہ کرے اور کلمہ پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان ہو۔ مُرید ہونا چاہے تو اب نئے سرے سے کسی بھی جامعِ شرائط پیر کا مُرید ہو، اگر سابِقہ بیوی کو رکھنا چاہے تو دوبارہ نئے مہر کے ساتھ اُس سے نکاح کرے۔ جس کو یہ شک ہو کہ آیا میں نے اس طرح کا شعر دلچسپی کے ساتھ گایا، سنا یا پڑھا ہے یا نہیں مجھے تو بس یوں ہی فلمی گانے سننے اور گنگنانے کی عادت ہے تو ایسا شخص بھی اِحتیاطاً توبہ کرکے نئے سرے سے مسلمان ہوجائے، نیز تجدیدِ بیعت اور تجدید نکاح کرلے کہ اِسی میں دونوں جہاں کی بھلائی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے قلوب میں عشقِ رسول کی شمع کو فروزاں کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت، عظیم البَرَکت، مُجدِّدِ دِین و مِلَّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، حضرت علامہ مولانا **امام احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کے نعتیہ کلام **''حدائقِ بخشش''**، نیز آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی حضرت علامہ **مولانا حسن رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کے نعتیہ کلام **''ذوقِ نعت''** اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شہزادے مفتیٔ اعظم ہند **مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کے نعتیہ کلام **''سامانِ بخشش''**، مولانا جمیل الرحمن رضوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی کے نعتیہ کلام **''قبالۂ بخشش''** کا مطالعہ کیجئے۔ نیز اپنے قلوب کو سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، باعث نزولِ سکینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عشق کا مدینہ بنانے کے لیے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کے لکھے ہوئے، حمد، نعت، منقبت اور اصلاحی کلام پر مشتمل مجموعہ **''وسائلِ بخشش''** کا بھی مطالعہ کیجئے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بارہواں باب

عہدِ فاروقی کی فتوحات

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔

عہدِ فاروقی کی فتوحات

عہدِ فاروقی کی فتوحات کا پس منظر:

دوعالم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ خلافت پر مُتَمَکِّن ہوئے۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کا خصوصاً ابتدائی حصہ مختلف فتنوں کی سرکوبی میں گزرا۔کم وبیش ایک سال تک فتنۂ زکوٰۃ وارتداد کے خلاف جنگیں جاری رہیں،اس دوران آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مکمل توجہ اسی جانب مبذول رہی، بعدازاں آپ نے عرب سے باہر اسلامی فتوحات کا آغاز فرمایا،جس سے درج ذیل مقاصد ظاہر ہوتے ہیں:

......رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے فوراً بعد مختلف منکرین زکوۃ وارتداد جیسے خطرناک فتنوں سے جو فاسداَفکار وخیالات لوگوں کے اَذہان میں پیدا ہوئے تھے اُنہیں مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

......رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے قائم کردہ نظامِ امن وامان کو مختلف فتنوں کے ذریعے نقصان پہنچانے اور سازشوں کے ذریعے فکری اِنتشار پھیلانے کی کوشش ناکام بنائی جائے۔

......جس طرح عرب شریف میں اسلامی تعلیمات عام ہوئیں اور ہر طرف امن وامان قائم ہوگیا ہے بِعَینِہٖ عرب سے مُلحِقَہ دیگر سَلطنتوں میں بھی اِن تعلیمات کو عام کرکے امن وامان کو قائم کیا جائے۔

......رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصالِ ظاہِری سے کئی گروہوں میں یہ فاسِد خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اب مسلمانوں کے زَوال کا وقت شروع ہوگیا ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعمیر شدہ اسلام کی مضبوط دیوار آپ کے وِصالِ ظاہِری سے کمزور ہوگئی ہے لہٰذا اِس کمزور دیوار کو ایک دھکا دے کر گرایا جاسکتا ہے۔لیکن سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف فتنوں کی سرکوبی اور دیگر فتوحات کے ذریعے تمام لوگوں پر یہ بات واضح کردی کہ جس طرح اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حَیاتِ طَیِّبَہ مسلمانوں کے لیے باعث رحمت وبرکت ہے بِعَینِہٖ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وَفَاتِ طَیِّبَہ بھی مسلمانوں کے لیے باعث رحمت وبرکت ہے کہ انبیائے کرام کو وعدہ الٰہیہ کے مطابق فقط ایک آن کے لیے موت آتی ہے، بعدازاں وہ زندہ ہوتے ہیں، اُنہیں رزق دیا

جاتا ہے۔جس طرح وہ اپنی ظاہری حیاتِ طیّبہ میں تمام مسلمانوں کے راہنما، مُعِین و مددگار ہوتے ہیں اپنی وفاتِ طیّبہ کے بعد بھی ویسے ہی مسلمانوں کی مدد و راہنمائی فرماتے ہیں۔جس مبارک ہستی نے اپنی ظاہری حیاتِ طیّبہ میں کلمۂ طیّبہ پڑھایا، مسلمان کیا، ایمان کی دولت عطا کی، قرآن جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا، کفر وظلمت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں میں داخل کیا، پیدائش سے لے کر وفات تک ہر ہر معاملے میں تفصیلی رہنمائی فرمائی، باپ سے زیادہ شفقت دی، ماں سے زیادہ پیار دیا، بہن بھائیوں سے زیادہ اُنسیت دی، اپنے اور پَرائے کی دُوریاں ختم کردیں، صدیوں کی دشمنی کو مضبوط دوستی میں تبدیل کردیا، وحشت و بربریت کو امن وآشتی میں تبدیل کردیا...... یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب اس کا وصال ہو تو مسلمان کمزور ہوجائیں، اُنہیں فوائد کے بجائے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے، اُن کی فتح شکست میں تبدیل ہوجائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جہاد کے ذریعے کفار کے تمام فاسد عقائد جڑ سے اُکھاڑ پھینکے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

فتنۂ زکوۃ و اِرتداد کی سرکوبی کے بعد عہدِ صدیقی میں عراق وشام کے چند علاقے فتح ہوئے، ملک روم میں جب معرکہ اَجْنَادَین وُقُوع پذیر ہورہا تھا اُس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اُس معرکہ کی فتح کی خوشخبری جب قاصد آپ کی بارگاہ میں لایا اُس وقت آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی، آخری وصایا اور خلیفہ نامزد کرنے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری بمطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ عیسوی کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔[1]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس دن امیر المؤمنین **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ

[1] ......فیضانِ صدیق اکبر، ص ۴۴۴۔

تَعَالٰی عَنْہ نے وفات پائی اُسی دن جمادی الاخریٰ ۲۲ ہجری منگل کے دن امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفہ مقرر ہوئے۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی بِعَیْنِہٖ اُن ہی تمام عظیم مقاصد کے تحت عراق وشام کی فتوحات کو جاری رکھا جو سیِّدُ نا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیش نظر تھے۔

اِسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔۔۔!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر دور میں اِسلام دشمن عناصر اسلام کی حقانیت کو مجروح کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے آئے ہیں، خصوصاً کفار ومشرکین اور یہود ونصاری اسلام کی عالمگیر مقبولیت سے قَطْعِ نَظَر بَنَظرِ تَعَصُّب عِنَاداً یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اِسلام تلوار کے بل بوتے پر پھیلا ہے اور مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ یہ کہتے ہوئے بھی شرم وحیاء محسوس نہیں کرتے کہ حضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھام کر اِسلام کی نشر واشاعت کی ہے۔ کِذب اور دُروغ گُوئی پر مُشْتَمِل اپنے اس دعوے کے ثبوت میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غزوات اور سرایا کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں لیکن یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حقانیت اور حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاق کریمہ، بقائے اِنسانیت پر مشتمل تعلیمات، قرآن وسنت کے اعلیٰ اُصول، اِسلامی تہذِیب وتمدُّن ودیگر بے شمار اِسلامی مَحاسِن کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوا ہے۔اس پر چند تاریخی قرائن ودَلائل پیش خدمت ہیں:

(1)......اَخلاقِ حَسَنہ کے سبب قبولِ اِیمان:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تریسٹھ سالہ حَیاتِ طَیِّبہ کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں سے پچپن سال کا عرصہ اس طرح گزرا کہ آپ پر ظلم وستم کیے گئے، اذیتیں، تکلیفیں، مصائب پہنچائے گئے لیکن آپ نے ''اُف'' تک نہ کیا۔صبر وتحمل سے دشمنوں کے آزار برداشت فرمائے، ظالموں کی بدگوئی کرنے کے بجائے انہیں دعائیں دیں، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہوئے ظلم وستم برداشت کرنے کی تعلیم وتربیت دی، اپنی سَماجی، خاندانی، اَزدواجی، تجارتی اور رَوابِطِی زندگی میں کسی سے جھگڑا فساد تو کیا اونچی آواز میں بات تک نہ کی، کسی کے ساتھ بدکلامی نہ فرمائی، گالی کا جواب دعا سے دیا، عاجزی واِنکساری کا پیکر بنے رہے، حسنِ اَخلاق

سے بھرپور اعلیٰ کردار پیش کیا یہاں تک کہ خود کفارِ قریش آپ کو صادق و امین پکارنے لگے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِنہی تمام صفات کے سبب کفارِ قریش میں اِسلام کی ایسی شمع فروزاں ہوئی جس کی روشنی چہار سو پھیل گئی۔

(2)......اِعلان نبوت سے قبل ہی قبولِ ایمان:

کفار و مشرکین کے خلاف آیاتِ جہاد نازل ہونے سے قبل ہی مختلف لوگوں کے قبولِ اسلام کے کئی ایسے واقعات پیش آئے جو اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اِسلام اپنی حقانیت اور صداقت کی بنا پر پھیلا۔ مثلاً:

۞......میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آیت جہاد کے نازل ہونے سے ۴۳ سال قبل بارہ ۱۲ سال کی عمر میں اپنے چچا کے ہمراہ ملک شام کا سفر فرمایا، وہاں آسمانی کتابوں کے ایک بہت بڑے عالم حضرت سیِّدُنا بحیریٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں اور شجر و حجر آپ کو سلام کر رہے ہیں، پھر چند سوالات کے تسلی بخش جوابات پاکر آپ کی پیٹھ پر مُہرِ نُبُوَّت کو دیکھا اسے بوسہ دے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لے آئے۔(1)

۞......اس واقعے کو ایک شخص حضرت سیِّدُنا باسیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی ملاحظہ کیا، انہیں یقین تھا کہ بُحیریٰ راہب حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتے، بعد ازاں آپ قیسارِیہ چلے گئے اور سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اعلان نبوت کے بعد آپ پر ایمان لائے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ملک شام کے شہر قلعہ صور کے حاکم اِرْمُویل بن قسطہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ۱۹ہجری میں ملک شام میں قلعہ صور کی جنگ میں اپنا ایمان ظاہر کیا اور عظیم خدمات انجام دیں۔(2)

۞......حضرت سیِّدُنا حَبِیب نَجّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور اصحاب قریہ بھی حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ جَمیلہ اگلی آسمانوں کتابوں میں پڑھ کر اِعلان نبوت سے قبل ہی آپ پر ایمان لے آئے تھے۔(3)

1......سیرۃ ابن ھشام، قصۃ بحیری، ج ۱، ص ۱۸۰، مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۲۶۔

2......فتوح الشام، ذکر فتح صور۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۹۔

3......روح البیان، پ ۲۳، یس، تحت الآیۃ: ۱۹، ج ۷، ص ۳۸۳۔

(3)......اِعلانِ نبوت کے بعد قبولِ اِیمان:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِعلان نبوت کے بعد بھی قبولِ اسلام کے کئی ایسے واقعات پیش آئے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام اپنی حقانیت اور صداقت کے سبب پھیلا۔ مثلاً:

۞......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِعلان نبوت سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حَمِیدہ سے بہت متاثر تھے، اِعلان نبوت کے فوراً بعد ہی بغیر کسی تَرَدُّد کے اِیمان لے آئے۔[1]

۞......سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِنفرادی کوشش سے عرب کے نہایت ہی ذہین وفَطِین، شُرَفاء، صاحب عزت وعظمت، بڑے بڑے تاجر حضرات نے بھی اسلام قبول کرلیا جن میں حضرت سیِّدُنا عثمانِ غَنِی، حضرت سیِّدُنا طَلْحہ بن عُبَیْدُ اللہ، حضرت سیِّدُنا زُبَیر بن عَوَّام، حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وَقاص، حضرت سیِّدُنا عُثمان بن مَظعُون، حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بن جَراح، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف، حضرت سیِّدُنا اَبُوسَلَمہ اور حضرت سیِّدُنا اَرقَم بن اَبُو اَرقَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے اَسماء گرامی سرفہرست ہیں۔[2]

۞......کفار ومشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس ہجرتِ اَوّل میں حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا جَعْفَر بن اَبِی طالِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان بھی ساتھ تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی اور حضرت سیِّدُنا جَعْفَر بن اَبِی طالِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِسلام کی دعوت سے نجاشی بادشاہ نے اِسلام قبول کرلیا۔[3]

(4)......حقانیت اِسلام کے سبب قبول اسلام:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِعلان نبوت کے بعد کئی لوگوں نے حقانیت اسلام کے سبب قبول اسلام کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام اپنی حقانیت اور صداقت کی بنا پر ہی پھیلا۔ مثلاً:

1......اسد الغابۃ، عبد اللہ بن عثمان، ج ۳، ص ۳۱۷۔

2......الاصابۃ، عثمان بن عفان، ج ۴، ص ۳۷۷، الرقم: ۵۴۶۴۔

3......سیرۃ ابن ھشام، حدیث آخر عن اسلام عمر، ج ۱، ص ۳۱۹۔

۞......اِعلان نبوت کے چھٹے سال مکہ مکرمہ کی قوم قریش کے سب سے زیادہ غیرت مند، شہہ زور اور بہادر شخص، **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُنا حمزہ بن عبدُ المُطَّلِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِیمان لائے۔ [1]

۞......اُن کے ایمان لانے کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اِیمان لے آئے، جب وہ اپنے بہنوئی اور بہن کے پاس پہنچے اُنہیں خوب مارا پیٹا، لہولہان کردیا بعد اَزاں قرانِ پاک کی تلاوت کرتے ہی اِسلام کے لیے آپ کا دل نرم ہوگیا، جس تلوار سے اپنے بہنوئی و بہن کو مارنے گئے تھے اسی تلوار سے اپنے کُفر کو کاٹ ڈالا اور بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر اِسلام قبول کرلیا۔ [2]

۞......اِعلان نبوت کے گیارہویں سال ایامِ حج میں مدینہ طَیِّبَہ کے قریبی علاقے خزرج کا ایک وفد مکہ مکرمہ آیا اور اِسلام سے مُشَرَّف ہوکر مدینہ منورہ لوٹ گیا، مدینہ منورہ میں ہر گھر اور ہر مجلس میں حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولَاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک ذکر ہونے لگا، آئندہ سال مدینہ منورہ میں ایک دوسرا وفد حاضر ہوکر اِیمان سے مُشَرَّف ہوا، اس وفد کی خواہش پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا مُصْعَب بِن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مُعَلِّم بنا کر بھیجا تاکہ وہ اہل مدینہ کو قرآن کی تعلیم دیں اور اَحکامِ شَرعِیَّہ سکھائیں۔ بعد ازاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ آئے جنہوں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یقیناً اِن تمام لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے پر کسی نے مجبور نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اسلام کی حَقَانِیَّت کی وجہ سے اِسلام قبول کیا۔

(5)......ہجرتِ مدینہ کے بعد قبولِ اِسلام:

شجر اسلام کو پروان چڑھتا دیکھ کر کفار و مشرکین بوکھلا گئے، لہٰذا انہوں نے آخری حربے کے طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ کے خلاف سازشیں شروع کردیں لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے، آپ کی آمد سے مدینہ منورہ میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، آپ کے

1......طبقات کبری، حمزہ بن عبد المطلب، ج ٣، ص ٦۔

2......سیرۃ ابن ھشام، اسلام عمر بن الخطاب، ج ١، ص ٣١٩ ملخصا۔

دست اَقدس پر اِسلام لانے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھ گیا، اَطراف کے علاقوں اور قرب وجوار کے دیہاتوں سے مختلف قافلے آکر مُشَرَّف بہ اِسلام ہوئے۔ یقیناً ان تمام لوگوں کو کسی نے بھی تلوار کے زور پر قبول اسلام کے لیے مجبور نہیں کیا بلکہ انہوں نے بذاتِ خود خوش دلی سے حقانیت اسلام کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔

(6)......یَہُود کے جید عُلَمَاء وفُضَلَاء کا قبولِ اِسلام:

واضح رہے کہ مدینہ منورہ میں **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے والے لوگوں میں مختلف قوموں کے اُدَبَاء، فُضَلَاء، اُمَرَاء، عُلَمَاء، صُلَحَاء، رُؤَسَاء اور حُکَمَاء بھی شامل تھے۔ اِن تمام لوگوں نے فقط دیکھا دیکھی میں اِسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ دو عالم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حمیدہ کو دیکھا اور اِسلام کی حَقَّانِیَّت کی بنا پر اِقرار توحید ورِسالت کیا۔ مثلاً:

✿......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن سَلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا یُوسُف عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے تھے، ان کا شُمار اَکابِر عُلَمَائے یَہُود میں ہوتا تھا، فرماتے ہیں: ''**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے، لوگ جوق در جوق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی ان کے ہمراہ حاضر ہوا، جیسے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رُخِ اَنور پر نظر پڑی فوراً یہ جان لیا کہ یہ کَذَّابُوں یعنی جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا۔ دوسری مرتبہ خلوت یعنی اکیلے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور چند ایسے سوالات کیے جن کا جواب نبی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ جب میں نے اپنے سوالوں کا شافی وکافی جواب سنا تو باآوازِ بلند کلمہ طیّبہ پڑھ کر اِسلام میں داخل ہوگیا۔''

سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن سَلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ''حضور! یہود ایسی قوم ہے جو کِذب وبُہتان میں اپنا جواب نہیں رکھتی، میرے علم، سِیَادَت اور سرداری کے باوجود مسلمان ہونے کے سبب یہ مجھ پر جھوٹ اور بُہتان باندھیں گے، میری غیر موجودگی میں آپ ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو یہود نے کہا: ''**عبد اللہ** بن سلام ہمارے سردار، ہمارے سردار کے فرزند، ہم میں سب سے زیادہ عالم، ہمارے پیشوا، ہم میں سب سے بہترین اور داناترین شخص ہیں۔'' **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بار بار پوچھا، ہر بار انہوں

نے یہی جواب دیا۔ بعدازاں آپ نے سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن سَلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا تو وہ کَلِمَۂ طَیِّبَہ پڑھتے ہوئے باہر آئے اور قوم یہود سے کہا: ''تم بھی ایمان لے آؤ۔'' اس پر انہوں نے کہنا شروع کر دیا: ''**عبد اللہ** بِن سَلام ہم میں بدترین وجاہل شخص ہے، یہ تو جاہل شخص کا بیٹا ہے۔''(1)

اس کو کہتے ہیں بُغض وعِناد، تھوڑی دیر پہلے اپنی زبانوں سے ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملا دیے تھے، اس کے مسلمان ہونے کا علم ہوتے ہی طَعْن وتَشْنِیع کے تیر برسانے لگے۔ سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن سَلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قوم یہود کی اس بہتان وافتراء بازی کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ ذرا غور تو کیجئے کہ سیِّدُنا **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی گردن پر تلوار رکھ کر ایمان لانے پر مجبور کیا گیا تھا؟ ہر گز نہیں بلکہ ان کو اسلام سے مُنْحَرِف کرنے کے لیے کفار نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر وہ اپنے مذموم اِرادوں میں کامیاب نہ ہوسکے۔ یقیناً اسلام تلوار سے نہیں پھیلا، اگر ایسا ہوتا تو اسلام قبول کرنے والے تلوار کے خوف سے اِسلام سے پھر جاتے لیکن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تمام باطِل قُوَّتیں بھی اُن کے اِعتِقاد ویقین کو مُتَزَلْزَل نہ کرسکیں اور **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** وہ دین اسلام پر ثابت قدم رہے۔

۞......اسی طرح حضرت سیِّدُنا سَلْمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِصفہان کے رہنے والے تھے، انہوں نے دین کی تلاش میں دور دراز مقامات کا سفر کیا، آسمانی کتاب انجیل کے بہت ہی زبردست نصرانی عالم تھے۔ جب انہوں نے مدینہ منورہ میں **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات میں وہی اوصافِ جمیلہ پائے جو پچھلی کتابوں میں پڑھے تھے لہٰذا ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ یقیناً ان بڑے بڑے علماء کو کسی نے بھی تلوار کے زور پر ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا جو اس بات کا بَیِّن ثبوت ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔

(7)......رسول اللہ نے دَفعِ ضَرر کے لیے تلوار اٹھائی:

۞......یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دست اَقدس میں تلوار تھامی اور جہاد وقتال فرمایا لیکن آپ نے صرف اور صرف دَفعِ ضَرر (فقط نقصان کو روکنے) کے لیے ایسا فرمایا۔ آپ نے شمشیر کا وار

(1)......مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۲۶۔

ظلم ڈھانے کے لیے نہیں بلکہ ظلم کو مٹانے کے لیے کیا، جس کا صحیح اندازہ آپ کی حیاتِ طَیِّبَہ کے غزوات وسرایا کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے جو مظلومین کے دفاع اور ظالموں کے اِستیصال کے لیے ہی تھے، تمام غزوات **تَوَکُّلٌ عَلَى اللّٰهِ وَ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ** یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ اور اُس کی مدد کی بنیاد ہی پر تھے، کیونکہ اِن تمام غزوات میں کہیں بھی مساوات اور برابری کا مقابلہ نہ تھا۔ مثلاً:

۞......جنگ بدر ۲ ہجری میں کفار کے لشکر کی تعداد کم وبیش ۹۵۰ نو سو پچاس تھی جس میں ۷۰۰ اونٹ، ۱۰۰ گھوڑے، ۹۵۰ تلواریں اور ۹۵۰ زرہیں تھیں۔ کھانے پینے کا سامان اتنا کثیر تھا کہ روزانہ گیارہ اونٹ ذبح کرکے کھاتے تھے، عیش وعشرت کا سامان کافی تعداد میں موجود تھا، پڑاؤ کرتے تو خیمے نصب کرتے۔ جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد کم وبیش تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی جن میں ۷۰ اونٹ، ۳ گھوڑے، ۸ تلواریں اور ۶ زرہیں تھیں۔ زادراہ کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس ایک صاع تو کسی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔ مسلمانوں کے پاس ایک خیمہ تک نہ تھا، صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے ایک عریش یعنی جھونپڑی تیار کرکے **سُلْطَانُ الْمُتَوَكِّلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو اس میں ٹھہرایا۔

۞......جنگ اُحد ۳ ہجری میں کفار کے لشکر کی تعداد کم وبیش تین ہزار تھی، جن میں سے سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے، نیز کافی تعداد میں تلواریں، نیزے، خنجر، برچھیاں، تیر کمان اور دیگر آلات جنگ بھی تھے۔ جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد کم وبیش ایک ہزار تھی جن میں سے ایک کے پاس بھی گھوڑا نہ تھا، فقط سو مجاہدین زرہ پوش تھے، چند حضرات کے پاس تیر کمان، کچھ لوگوں کے پاس تلواریں اور نیزے تھے۔

۞......جنگ اَحزاب ۵ ہجری میں کفار کے لشکر کی تعداد کم وبیش دس ہزار تھی، جن میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ سوار تھے، جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں صرف چھتیس ۳۶ ہی گھوڑے تھے۔

۞......جنگ موتہ ۸ ہجری میں کفار کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زائد تھی جن میں سے اکثر سپاہی جنگی آلات سے لیس اور گھوڑوں پر سوار تھے، جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد فقط تین ہزار تھی اور ان میں بھی قلیل تعداد کے پاس جنگی آلات تھے، گھوڑے اور اونٹ بھی نہایت ہی قلیل تعداد میں تھے۔ ان تمام جنگوں کے باوجود لوگوں کے بڑے بڑے قافلے

دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہی چلے گئے۔

جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا:

......خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقط دفعِ ضرر کے لیے ہی تلوار اٹھائی اس کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی بددعا نہ دی بلکہ انہیں معاف فرمادیا۔ مثلاً:

......جنگ اُحد میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رُخسار مبارک، نیچے کا ہونٹ مبارک زخمی ہوئے اور نچلے دندانِ مبارکہ کا کچھ حصہ شہید ہوگیا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے چاہا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کفار کے لیے بددعا فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا: ''مجھے لعنت اور بددعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ مخلوقِ خدا کو خدا سے ملانے اور ان پر رحمت وشفقت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔''(1)

......آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہید کرنے کی سازش سے خیبر کے مقام میں بکری کی زہر آلود ران دینے والی یہودیہ زَیْنَب بِنتِ حارِث اور آپ کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے آپ پر جادو کرنے والے یہودی لَبِید بِن اَعْصَم دونوں کو معاف فرمادیا۔(2)

......ایک مرتبہ آپ آرام فرمارہے تھے، ایک اعرابی برہنہ تلوار لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ'' بعد ازاں اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی، وہ شخص لرزنے اور کانپنے لگا لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے معاف فرمادیا۔

......جنگ اُحد میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت سیِّدُنا اَمیر حَمْزَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کرنے والے حضرت سیِّدُنا وَحْشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جو بعد میں اسلام لے آئے تھے آپ نے انہیں بھی معاف فرمادیا۔

......فتحِ مکہ کے موقع پر کفار کے بڑے بڑے سردار جیسے حضرت سیِّدُنا ابُوسُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وغیرہ جنہوں

---

1 ......شعب الایمان، باب فی حب النبی، فصل فی حدبہ علی امتہ۔۔۔الخ، ج ٢، ص ١٦٤، حدیث: ١٤٤٧۔

2 ......طبقات کبری، ذکر ما سم بہ رسول۔۔۔الخ، ج ٢، ص ١٥٥۔

نے قبولِ اسلام سے قبل مسلمانوں کو تکالیف دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی، اسی طرح دیگر تمام کفار قیدی یہی سوچ رہے تھے کہ اب ہمیں قتل کر دیا جائے گا لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمام لوگوں کو معاف فرما دیا۔

اگر اسلام کو تلوار سے پھیلانا مقصود ہوتا تو کبھی بھی ان تمام لوگوں کو معاف نہ کیا جاتا۔ ان تمام لوگوں کو معاف کر دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلَاقِ حَسَنہ اور حقَّانیّت کے سبب پھیلا ہے۔

(8)......کُفَّار و مُشرِکین کا مسلمانوں کے خلاف بُغض وعِناد:

اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت دیکھ کر کفار ومشرکین کے ساتھ ساتھ یہود ونصاریٰ بھی حسد وعناد کی آگ میں جَل اٹھے۔ اَدْیانِ باطِلَہ کے سرغنوں کے سروں پر خون سوار ہوگیا۔ مدینہ منورہ کے منافقین نے مکہ معظّمہ کے کفار ومشرکین سے رابطے بڑھائے اور اسلام دشمنی پر ہاتھ ملا کر اسے مٹانے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ مکہ مکرمہ، خیبر و دیگر مختلف علاقوں تک فوجیں ترتیب دی جانے لگیں جنگی ہتھیار بھاری تعداد میں جمع کیے جانے لگے۔ سماجی اور معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کو سخت اَذِیَّتیں دی جانے لگیں، ظلم وستم کا بازار ایک دفعہ پھر سے گرم ہوگیا، کفار نے بچوں، بوڑھوں، غلاموں اور عورتوں کو بھی اَذِیَّتیں دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حالات ایسے رونما ہوگئے تھے کہ کفار ومُشرکین کی جُراَتیں بدن بدن بڑھتی ہی جارہی تھیں، مگر نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاد کا حکم نازل ہونے تک اپنے اصحاب کو صبر ہی کی تلقین فرماتے رہے۔ سن ۲ ہجری میں جہاد کا حکم نازل ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوات وسرایا کا آغاز فرمایا۔ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاد نہ فرماتے تو ظلم کی روک تھام نہ ہوتی اور ظلم کو بڑھنے سے روکنا اِنسانِیَّت کا ایک اہم فریضہ ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوات وسرایا کے ذریعے پوری دنیا کے لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ جس طرح جزیرۂ عرب میں پائے جانے والے معاشرتی ناسور جیسے اپنی حقیقی بیٹی کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ درگور کرنا، شراب کے نشے میں دُھت ہوکر شریف عورت کی عِصمت کُشی کرنا، عورتوں کے ساتھ وَحْشِیَانہ سُلُوک کرنا، چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، امانت میں خیانت، دغا، فریب، دھوکہ دہی، جُوا، شراب، زنا، کسی کا مال ناجائز طور پر دبا لینا، بے حیائی، عُریانی، فحاشی،

فُحش کلامی، تُہمت وغیرہا اَفعالِ رذیلہ کو رخصت کر کے مسلمانوں نے دُختر پَروَری، پارسائی، دِیانت داری، پرہیزگاری، پاک دامنی، ہمدردی، راست کلامی، حیاداری، امانت داری، صدق گوئی وغیرہ اَخلاقی مَحاسِن کی بہترین فضا کو قائم کیا ہے اسی طرح پورے عالَم میں مدنی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ (1)

حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غزوات وسَرایا سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اَمن وامان قائم ہو گیا لیکن کُفّار ومُشرِکین نے دیگر سَلْطَنَتوں کے کفار سے روابط مضبوط کر لیے اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگے، وہ سازِشیں اندر ہی اندر اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے فوراً بعد مختلف فتنوں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ فرمایا اور بالآخر اپنی حَیاتِ طَیِّبَہ میں ہی ان فتنوں کو نیست ونابود کر دیا نیز **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حَیاتِ طَیِّبَہ میں عدل وانصاف، امن وسکون کا جو بہترین نظام قائم فرمایا تھا اسے برقرار رکھا۔ عرب سے باہر شام وعراق کے کفار نے جو مسلمانوں کے خلاف سازِشیں تیار کی تھیں ان کی سرکوبی کے لیے بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف لشکروں کو روانہ فرمایا لیکن ابھی چند علاقے ہی فتح ہوئے تھے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

فتوحاتِ فاروقی کی تفصیل

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملک شام وعراق کی ابتدائی فُتُوحات کو آگے بڑھاتے ہوئے پورے ملک شام وعراق پر فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑ دیے۔ عہدِ فاروقی کی اِن فُتُوحات کو تمام تر جُزئیات کے ساتھ بالتفصیل پڑھنے کے لیے کتب سیر وتاریخ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس باب میں فتوحات شام وعراق کی تمام جنگوں کے خاکے اور اہم واقعات یا وہ تمام پہلو جن کا تعلق شانِ فاروقِ اعظم یا عَقائِدِ اَہلسنّت سے ہوگا انہیں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ ملک شام کی فتوحات کا اکثر مواد سِیَر ومَغازی کے امام حضرت علامہ **محمد بن عُمَر واقِدی** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی کتاب **”فُتُوحُ الشَّام“** سے لیا گیا ہے۔

---

1 ......مردان عرب، ص۵۰ ماخوذاً۔

عہدِ فاروقی میں فتوحات کا اِجمالی خاکہ
جزیرۂ عرب اور اس کے مختلف شہر
عہدِ فاروقی کے مفتوحہ شہر و علاقے
امیر المؤمنین، خلیفہ رسول اللہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں تقریباً پورا عرب شریف فتح ہو چکا تھا، بلکہ فتوحات شام کا بھی آغاز ہو چکا تھا۔
سرزمینِ عراق
بصرہ اور کوفہ کی تمام اعلیٰ قیادتیں
شہرِ بصرہ، شہرِ کوفہ، سرزمینِ جزیرۂ فراتیہ
سرزمینِ فارس
خوزستان، فارس، الجبل، سجستان، مکران
کرمان، طبرستان، خراسان، آذربائیجان
سرزمینِ شام
ملکِ شام کی اعلیٰ قیادت، حمص
دمشق، اردن، طبریہ، قنسرین
سرزمینِ فلسطین
فلسطین کی اعلیٰ قیادت
بیت المقدس، ایلیا، رملہ
سرزمینِ مصر و لیبیا
مصر کی تمام اعلیٰ و اسفل قیادتیں
مغربی مصر، لیبیا کے صحراء
سرزمینِ عرب کے مختلف بڑے بڑے شہر اور جزیرے
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
یمن
عمان
بحرین
نجد
امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سلطنت مذکورہ بالا تمام علاقوں پر محیط تھی۔

اِسلامی لشکر کے اصول وضوابط:

اَوَّلاً اِسلامی لشکر کے کُلّی طور پر چند اُصولوں کو بیان کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1)...... اِسلامی لشکر کے سربراہ کا تَعَیُّن فقط امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی فرمایا کرتے تھے، جبکہ مختلف علاقائی محاذ یا چھوٹے چھوٹے دستوں کے سپہ سالار کا تَعَیُّن مرکزی کمانڈر کرتا تھا، البتہ اس میں صَحَابِیَّت، تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ ساتھ جنگی صَلاحِیَّتوں کو بھی پیش نظر رکھا جاتا تھا۔

(2)...... اِسلامی لشکر کی فتوحات کا دارومدار فقط اپنے امیر اور کمانڈر کی اطاعت پر تھا، جبکہ کمانڈر امیر المؤمنین کے حکم کا پابند اور امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن وسنت کے سختی سے پابند تھے۔

(3)...... صلح اور جنگ میں سے صلح کو ترجیح تھی کیونکہ مسلمانوں کا مقصد امن وامان کا قیام تھا نہ کہ ظلم وجبر اور قتل وقتال کا فروغ، یہی وجہ ہے کہ جہاں مُزاحَمت کا سامنا کرنا پڑتا وہیں جنگ کی نوبت آتی ورنہ صلح ہی کو ترجیح دی جاتی۔

(4)...... ہر وہ معاملہ جس کا تعلق امیر المؤمنین کی ذات سے ہوتا اس کو امیر المؤمنین کی بارگاہ میں پیش کردیا جاتا البتہ چھوٹے چھوٹے تمام معاملات کا اختیار اسلامی لشکر کے کمانڈر کے پاس ہوتا وہ اپنی ذاتی رائے اور مختلف ماہرین کے مشورے کے بعد متفقہ رائے پر عمل کرتا۔

(5)...... کسی بھی جنگ کے بڑے معاملے میں امیر المؤمنین کی طرف رجوع کیا جاتا، جبکہ چھوٹے چھوٹے معاملات کو موقع محل کے اعتبار سے خود ہی طے کرلیا جاتا۔

(6)...... ہر جنگ چاہے وہ چھوٹی ہوتی یا بڑی اس کی مکمل تفصیل سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچائی جاتی، اگر کسی تبدیلی کی حاجت ہوتی تو ٹھیک ورنہ آگے بڑھ جاتے۔

(7)...... فتح کے بعد اس کی تفصیلات اور مالِ غنیمت میں سے خُمُس کو جدا کرکے فی الفور مدینہ منورہ امیر المؤمنین کی بارگاہ میں بھیج دیا جاتا اور بعد میں دیگر مالِ غنیمت کو اسلامی لشکر میں تقسیم کردیا جاتا۔

(8)...... امیر المؤمنین اور اسلامی لشکر کے درمیان رابطہ بذریعہ قاصد اور مکتوب ہوا کرتا تھا، کوئی بھی اہم حکم بذریعہ مکتوب ہی اسلامی لشکر کو پہنچایا جاتا تھا، ایسے حکم پر ہر صورت میں عمل کرنا ضروری تھا۔

(9)......لشکر کے سپاہیوں کے معاملات کو کمانڈر خود ہی حل کرلیا کرتا تھا، البتہ اگر کسی سپہ سالار وغیرہ کا معاملہ ہوتا تو اسے امیر المؤمنین کی بارگاہ میں پیش کردیا جاتا اور جو حکم جاری ہوتا اسی پر عمل کیا جاتا۔

(10)......مختلف جنگوں میں اسلامی لشکر کے دو مختلف نعرے ہوا کرتے تھے۔نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت۔

(11)......اِسلامی لشکر میں اَحکَامِ شَرعِیّہ پر پابندی کی سختی سے ہدایت تھی، اسی وجہ سے نمازوں اور تلاوت قرآن وغیرہ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔

(12)......اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کو حقوق العباد کی خصوصی تاکید کی گئی تھی، نیز اس کی جنگی اُصُولوں پر ایسی تربیّت کی گئی کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی کا تصور نہیں تھا۔

(13)......''معاہدے کی پاسداری'' اسلامی لشکر کے اوّلین اُصولوں میں سے تھا۔بغیر جنگ کے یا جنگ کے بعد جب کسی علاقے والے صلح کرتے تو ان کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی ہر ہر شِق کی پاسداری کرنا اسلامی لشکر کے سپہ سالار سمیت ہر فوجی پر لازم تھا۔

(14)......جب بھی کسی شہر کو فتح کرلیا جاتا تو اسلامی لشکر کا سپہ سالار فوج میں سے مختلف صلاحیتوں کے ماہرین لوگوں پر مشتمل ایک جامع دَستہ ترتیب دیتا، پھر اسے اس شہر پر مقرر کردیتا۔وہ دستہ اس شہر کے تمام معاملات پر نظر رکھتا۔ شہر والوں کو اسلامی تعلیمات بھی دیتا، نیز دیگر معاملات کا بھی نظام سنبھالتا۔[1]

عہدِ فاروقی میں مُلکِ شام کی فتوحات

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نظام شریعت اور احکام دین کے معاملے میں کسی کی بھی رِعایت نہیں کرتے تھے۔آپ نے اپنی سلطنت میں عدل وانصاف کا ماحول قائم فرما دیا تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تَصَلُّب فِی الدِّین یعنی دینی معاملات میں سختی سے کفار و مشرکین، منافقین و یہود و نصاریٰ اور تمام اسلام دشمن عناصر بخوبی آگاہ تھے۔

---

1 ......اسلامی لشکر کے ان تمام اصول وضوابط کی کلی تفصیل کے لیے ''فتوح الشام، طبقات کبریٰ'' اور ''تاریخ طبری'' کا مطالعہ کیجئے۔البتہ ان تمام اصول وضوابط کی جزوی تفصیل اگلے صفحات پر آرہی ہے۔

عہدِ فاروقی میں اسلامی لشکر اور اُس کے قائدین کا اِجمالی نقشہ
امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
اِسلامی لشکر کے سب سے بڑے کمانڈر
عراقی جنگیں
شامی جنگیں
مصری جنگیں
اِیرانی جنگیں
سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
سیِّدُنا ابوعُبیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
سیِّدُنا نُعمان بن مُقرّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
دجلہ سے موصل تک
جانب فرات سے فرات تک
دیالی سے حلوان تک
جنوبی عراق سے بصرہ تک
سیِّدُنا عبد اللہ بن مُعتَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا عمرو بن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا ہاشم بن عُتبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا عُتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ
تکریت کی طرف پیش قدمی
موصل کی طرف پیش قدمی
سیِّدُنا ربعی بن افکل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

شاہِ روم ہرقل کا فاروقِ اعظم سے خوفزدہ ہونا:

اسلام کا پرامن پیغامِ توحید ورسالت تیزی سے پھیلنے اور کثیر تعداد میں لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے باطل طاقتوں کو اپنی فکر لاحق ہوچکی تھی اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کے دارالحکومت مدینہ منورہ اوراس کے اطراف کے علاقوں کی مکمل خبر رکھتے تھے، شاہ روم ہرقل بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفہ مقرر ہوئے ہیں تو بہت مُتفکِّر اور خوف زدہ ہوا، اس نے ارکانِ سلطنت، اَربابِ دولت اور تمام بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کو ''کَنِیْسَۃُ قِسِّیْسِیْن'' میں جمع کیا اور جذباتی تقریر کرتے ہوئے کہنے لگا: ''غور سے سنو! اب وہ شخص مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہوا ہے جو نہایت سخت ہے، غیر تو غیر اپنے بھی اس کے نام سے کانپتے ہیں، اس کے ہاتھ میں ہر وقت کوڑا رہتا ہے جس کا خوف تلوار سے بھی زیادہ ہے، یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں ملاحم میں لکھا ہے کہ وہ دراز قد، گندمی رنگت والا اور سیاہ آنکھوں والا ہوگا۔ اس کی ہیبت سے عظیم سلطنتوں کے شہنشاہ کانپ اٹھیں گے، وہ فاتحِ اعظم کی حیثیت سے دور دراز کے ممالک کو فتح کرے گا، سیاست کا ایسا ماہر ہوگا کہ اپنے دَارُالسَّلْطَنَت میں بیٹھ کر اپنے لشکر کی کمانڈ کرے گا، اس کے ایک اشارے پر اس کے فرمانبردار مجاہد سر دھڑ کی بازی لگادیں گے، یہ لوگ قیصر وکسریٰ کے ایوانوں کو اکھاڑ پھینکیں گے، وہ میرے بھی تخت کا مالک ہوجائے گا، مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے دین پر سختی سے پابند ہیں، اپنے خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اپنے رب اور اپنے نبی کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں، ظلم وستم اور گناہوں سے باز رہتے ہیں، عدل وانصاف کرتے ہیں، نیکیوں کی طرف راغب اور بُرائیوں سے مُنْحَرِف رہتے ہیں، اسی لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کی نصرت ومدد فرماتا ہے، انہیں ہر جگہ کامیابی وکامرانی ملتی ہے، جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ظلم وستم، ناانصافی، خلقِ خدا کی حق تلفی، حرام کاری، عیاشی، مکاری، بیہودگی، بے حیائی، گنہگاری، فسق وفجور اور دِینِ مسیح کی نافرمانی میں سر سے پاؤں تک غرق ہیں، اسی لیے ہم خدا کی مدد اور نصرت سے محروم ہیں، اگر ہم نے ان افعال کو ترک نہ کیا تو وہ دن دور نہیں جب ہم پر ایسی قوم مُسَلَّط کردی جائے گی جس کے دفاع کی ہم میں قوت واستطاعت نہیں، اس قوم کا دِین تمام اَدْیان پر غالب آجائے گا۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آکر عیش وعشرت کو نہیں چھوڑ سکتے تو تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ مسلمانوں کا دین اپنا لو یا انہیں جزیہ دے کر صلح کرلو۔''

ہرقل کے آخری الفاظ سن کر سب لوگ چونک گئے کہ بادشاہ کو کیا ہوگیا ہے جو خود کہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین اختیار کرلو، لگتا ہے بادشاہ کے دل میں مسلمانوں کا خوف بیٹھ گیا ہے لہٰذا تمام حضرات اشتعال میں آگئے۔ ہرقل نے جب دیکھا کہ لوہا گرم ہوگیا ہے تو اس نے ضرب لگاتے ہوئے کہا: ''اے میری قوم کے باغیرت لوگو! کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ میں سچ مچ تمہیں مسلمانوں کا دین اختیار کرنے کا کہتا ہوں، ہرگز نہیں، میں تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں غیرت نام کی بھی کوئی چیز ہے یا نہیں، لیکن تم نے غیرت کے معاملے میں میرا سر فخر سے بلند کردیا ہے، اب میں تمہاری مدد سے عربوں کو نیست و نابود کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔'' ہرقل کی اس دھوکے بازی سے تمام لوگ اس کے فریب میں آگئے، انہیں اس پر اعتماد ہوگیا۔ انہوں نے اسے اعتماد دلایا کہ وہ خون کے آخری قطرے تک اس کا ساتھ دیں گے۔ (1)

فاروقِ اعظم کا سیکورٹی گارڈ (Security Guard):

روم کے بادشاہ ہرقل نے اگرچہ جذباتی تقریر کرکے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا تھا لیکن اپنی سلطنت کے زوال کا خوف اس کے دل میں گھر کرگیا تھا، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی کوئی مجھے قتل کرنے آجائے گا، اس کیفیت سے اس کا جینا حرام ہوگیا، بالآخر اس نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش تیار کی۔ اس نے طَلَیْعَہ بن ماران نامی ایک نصرانی کو کثیر مال و دولت کا لالچ دے کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کرنے کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ طَلَیْعَہ مدینہ منورہ پہنچ کر موقع کی تلاش میں لگ گیا۔ ایک دن اس نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یتیموں، غریبوں کے حال احوال کی خبر گیری اور ان کے باغوں اور کھیتوں کی نگرانی فرماتے دیکھا تو ایک گھنے درخت پر چڑھ کر اس کے پتوں میں چھپ گیا، اتفاقاً سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی چلتے ہوئے اسی درخت کے نیچے آئے اور پتھر کا تکیہ لگا کر آرام فرمانے لگے۔ جیسے ہی آپ کو نیند آئی تو اُس نصرانی نے نیچے اتر کر آپ کو شہید کرنے کا قصد کیا۔ اُسی وقت ایک جنگلی درندہ آیا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اِردگرد گھومنے اور نگہبانی کرنے لگا۔ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس درندے کو آپ کا محافظ و نگہبان (Security Guard) بنا کر بھیجا تھا۔ پھر اس درندے نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دونوں قدموں کو چاٹا اور وہیں پہ موجود

(1) ......فتوح الشام، کتب خالد بالفتح، ج ۱، ص ۸۵۔

رہا۔تھوڑی دیر بعد اُس نصرانی نے ہاتفِ غیبی سے یہ آواز سنی: ''**یَا عُمَرُ عَدَلْتَ فَاَمِنْتَ** یعنی اے عمر! تم نے عدل وانصاف کیا تو بے خوف ہوگئے۔'' یہ منظر دیکھ کر وہ نصرانی سہم گیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ نیچے اتر کر حملہ کرنے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیدار ہونے کے بعد وہ درندہ چلا گیا۔ اس درندے کے جاتے ہی وہ نصرانی درخت سے نیچے اترا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر عرض کرنے لگا: ''**بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَفْدِيْ مِنَ الْكَائِنَاتِ مِنَ السَّبَاعِ تَحْرِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ تَصِفُهُ وَالْجِنُّ تَعْرِفُهُ** یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں خود اس شخص پر قربان جس کی حفاظت ونگہبانی جنگل کے درندے کرتے ہیں، جس کی تعریف وتوصیف فرشتے اور جنات کرتے ہیں۔'' پھر اس نے اپنے مدینہ منورہ آنے کا قصد اور ہرقل بادشاہ کی تمام سازشوں کو بیان کیا، نیز اپنی غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے معذرت چاہی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے معاف کردیا۔ پھر نصرانی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔[1]

وہ عمر جس کے اَعداء پہ شَیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

حکمرانوں وذمہ داروں کے لیے لمحۂ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کس طرح جنگلی درندے نے حفاظت کی اور جب تک آپ نیند سے بیدار نہ ہوئے وہ جنگلی درندہ وہیں آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ ہاتفِ غیبی سے آنے والی آواز سے درندے کی بطورِ حفاظت آمد کا سبب بھی معلوم ہوگیا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ اپنی رعایا میں ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لے کر ان کی ظلم وستم سے حفاظت فرمایا کرتے تھے اسی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کی ظلم وستم سے حفاظت فرماتا تھا۔ اس مبارک واقعے میں ان تمام حکمرانوں وذمہ داران کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو اپنی رعایا وماتحت لوگوں پر ظلم وستم کرکے اپنی حفاظت کے لیے محافظ ونگہبان رکھتے ہیں۔ یقیناً جو حاکم عدل وانصاف سے کام لیتا ہے خود رب عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور جس کی رب عَزَّوَجَلَّ حفاظت فرمائے اسے کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟ واضح

1 ......فتوح الشام، کتب خالد بالفتح، ج ۱، ص ۸۵۔

رہے کہ اپنی حفاظت کے لیے محافظ ونگہبان وغیرہ مقرر کرنا بلاشبہ جائز ہے، لیکن یہ تمام اقدامات اسی صورت میں مفید ہیں جبکہ اَحکامِ شَرعِیَّہ کی پاسداری کی جائے۔ اپنی رعایا یا ماتحت لوگوں کو عدل وانصاف فراہم کیا جائے، ان کی جائز ضروریات کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پورا کیا جائے، ان کے تمام حقوق کی پاسداری کی جائے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ حقوق العباد میں عدم ادائیگی کے سبب دُنیوی نقصان کے ساتھ ساتھ اُخروی نقصان کا بھی سامنا کرنا پڑے۔ کاش! ہم اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لینے والے اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والے بن جائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فاروقِ اعظم کا لاجواب حُسنِ اَخلاق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا واقعے میں آپ نے پڑھا کہ کس طرح روم کے بادشاہ ہرقل نے اسلام دشمنی کے سبب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شہید ہونے کی سازش لیکن **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے محفوظ رہے، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس کا مقصدِ حقیقی فقط دنیوی بادشاہت اور مال ودولت کا حصول تھا لیکن امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مقصد رضائے الٰہی تھا، آپ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہ لیا۔ ہرقل نے جو آپ کے خلاف سازش کی آپ اس سے بدلہ لے سکتے تھے لیکن آپ نے قطعاً ایسا نہ فرمایا بلکہ ایک موقع پر آپ نے اپنے قتل کی سازش کرنے والے اسی بادشاہ کے ساتھ حسن اخلاق کا ایسا بے مثال رویہ اختیار فرمایا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ،

دائمی دردِ سر دور کرنے کا فاروقی نسخہ:

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۵۴۸ صفحات پر مشتمل کتاب **''فیضان سنت''** باب **''فیضان بسم اللّٰہ''** صفحہ ۶۸ پر ہے۔ قیصرِ رُوم نے امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں لکھا کہ: ''مجھے دائمی دردِ سر کی شکایت ہے اگر آپ کے پاس اِس کی دوا ہو تو بھیج دیجئے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس کو ایک ٹوپی بھیج دی۔ قیصرِ رُوم اُس ٹوپی کو پہنتا تو اس کا دردِ سر کافُور (ختم) ہو جاتا اور جب سر سے اُتارتا تو دردِ سر پھر لَوٹ آتا، اسے بڑا تَعَجُّب ہوا۔ آخر کار اُس نے اس ٹوپی کو اُدھیڑا تو اس میں سے ایک کاغذ

برآمد ہوا جس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھا تھا۔[1]

بسم اللہ سے علاج کا طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حکایت سے جہاں امیر المؤمنین سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بے مثال حُسنِ اَخلاق کا پتا چلا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو دردِ سر ہو وہ ایک کاغذ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھ کر یا لکھوا کر اُس کا تعویذ سر پر باندھ لے۔ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اَنمِٹ سیاہی مثلاً بال پوائنٹ سے لکھئے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے ''ہ'' اور تینوں ''م'' کے دائرے کُھلے رکھئے۔ تعویذ لکھنے کا اُصول یہ ہے کہ آیت یا عبارت لکھنے میں ہر دائرے والے حَرْف کا دائرہ کُھلا ہو یعنی اِس طرح مَثَلاً ط، ظ، ہ، ھ، ص، ض، و، م، ف، ق وغیرہ۔ اِعراب لگانا ضَروری نہیں، لکھ کر موم جامہ (یعنی موم میں تر کئے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا لپیٹ لیں) یا پلاسٹک کوٹنگ کر لیں پھر کپڑے، ریگزین یا چمڑے میں تعویذ بنالیں اور سر پر باندھ لیں جن کو عمامہ شریف کا تاج سجانے کی سعادت حاصل ہے وہ چاہیں تو عمامہ شریف کی ٹوپی میں سی لیں۔ اِسی طرح اسلامی بہنیں دوپٹّے یا بُرقع کے اُس حصّے میں سی لیں جو سر پر رہتا ہے۔ اگر اِعتِقاد کامِل ہوگا تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دردِ سر جاتا رہے گا۔ سونے یا چاندی یا کسی بھی دھات کی ڈِبیہ میں تعویذ پہننا مرد کو جائز نہیں۔ اِسی طرح کسی بھی دھات کی زَنجیر خواہ اُس میں تعویذ ہو یا نہ ہو مرد کو پہننا ناجائز و گناہ ہے۔ اِسی طرح سونے، چاندی اور اسٹیل وغیرہ کسی بھی دھات کی تختی یا کڑا جس پر کچھ لکھا ہوا ہو یا نہ لکھا ہوا ہو اگرچہ اللہ کا مبارَک نام یا کلِمہ طَیِّبہ وغیرہ کُھدائی کیا ہوا ہو اُس کا پہننا مرد کیلئے ناجائز ہے۔ عورت سونے چاندی کی ڈِبیہ میں تعویذ پہن سکتی ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1)...... جنگِ حِصنِ اَبِی القُدس

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیّدُنا خالِد بن وَلید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معزول کر کے حضرت سیّدُنا اَبُو عُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار مقرر فرما دیا۔ قلعہ ''عرقا''

---

1 ...... تفسیر کبیر، النکتة المستخرجة من البسملة، ج ١، ص ١٥٥، اللباب فی علوم الکتاب، فصل فی فضل البسملة، ج ١، ص ١٥٨۔

2 ...... فیضانِ سنت، ج ١، ص ٦٨۔

اور ''مَرْجُ السِّلْسِلَہ'' نامی دو ۲ گاؤں کے درمیان ایک قلعہ تھا جس کا نام ''حِصْنِ اَبِی الْقُدُس'' تھا، اس قلعے کے سامنے ایک گرجا گھر تھا جہاں کا پادری ہر سال وہاں سالانہ تجارتی میلا مُنعَقِد کرواتا۔ حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پانچ سو سوار دے کر بھیجا تاکہ وہ قلعہ بھی فتح کریں اور میلے کا تجارتی سامان بھی بَطورِ غَنِیمت لے آئیں۔ انہوں نے اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود پچیس سو ۲۵۰۰ رومی سپاہیوں سے مقابلہ کیا، بعد ازاں حضرت سیِّدُنا خالِد بِن وَلید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدد کے ساتھ فتح و نصرت سے سرفراز ہوئے، قلعہ حِصنِ اَبِی الْقُدُس کو بھی فتح کرلیا اور کثیر مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ ملک شام میں حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سربراہی میں یہ پہلی فتح تھی۔ (1)

اس جنگ کے تین اہم واقعات

(1)......عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار کی اپنے والِد کی قبر پر حاضری:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے والد حضرت سیِّدُنا جَعْفَر طَیَّار بن ابُوطالِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حقیقی چچا زاد بھائی اور سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سگے بھائی تھے، یوں حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بھتیجے اور آپ ان کے چچا ہوئے۔ آپ کے والِد حضرت سیِّدُنا جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سن ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں رومیوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنا اَسماء بِنتِ عُمَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجیت میں آئیں اور انہوں نے ہی آپ کی پرورش کی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اجازت لے کر اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ ملک شام کے اسلامی لشکر میں پہنچ گئے۔ راستے میں مقام تبوک پر انہوں نے اپنے دوست حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن اُنَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے استفسار فرمایا: ''**یَا اِبْنَ اُنَیْسٍ اَتَدْرِيْ مَوْضِعَ قَبْرِ اَبِيْ** یعنی اے اِبنِ اُنَیس! کیا آپ جانتے ہیں کہ میرے والدِ محترم کی قبر کہاں ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''**اَشْتَهِيْ اَنْ اَرَى الْمَوْضِعَ** یعنی میں اس جگہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔'' حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ

---

(1)......فتوح الشام، ذکر وقعۃ ابی القدس، ج ۱، ص ۹۰۔

بِن اُنَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے انہیں بتایا کہ وہ تو موتہ کے مقام پر ہے۔'' پھر ہم اس جگہ پہنچے تو میں نے ان کے والد کی قبر اور جہاں وہ جنگ ہوئی تھی وہ جگہ، ان کے والد کی قبر پر جو پتھر وغیرہ رکھے ہوئے تھے تمام چیزیں دکھائیں۔ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب وہ جگہ دیکھی تو وہ اور ہم سب اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ اپنے والد کے لیے دعائے رحمت کی۔ نیز دوسرے دن صبح تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہونے لگے تو میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رو رہے ہیں اور آپ کا چہرہ زعفران کی مثل ہو چکا ہے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: ''**رَاَیْتُ اَبِي الْبَارِحَةَ فِي النَّوْمِ وَعَلَيْهِ حُلَّتَانِ خَضْرَاوَتَانِ وَتَاجٌ وَلَهُ جَنَاحَانِ وَبِيَدِهٖ سَيْفٌ مَسْلُوْلٌ اَخْضَرُ فَسَلَّمَهُ اِلَيَّ وَقَالَ يَابُنَيَّ قَاتِلْ بِهٖ اَعْدَاءَكَ فَمَا وَصَلْتُ اِلٰى مَاتَرٰى اِلَّا بِالْجِهَادِ وَكَاَنِّيْ اُقَاتِلُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى تَثَلَّمَ**'' یعنی میں نے اپنے والد محترم کو آج رات خواب میں دیکھا کہ انہوں نے دو سبز رنگ کے حلے اور ایک تاج بھی پہنا ہوا ہے، ان کے دو پر بھی ہیں، ان کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ننگی تلوار ہے، انہوں نے وہ تلوار مجھے دے دی اور ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے اس تلوار کے ساتھ اپنے دشمنوں کو قتل کرو کیونکہ یہ جو تم میرا مقام دیکھ رہے ہو اسی جہاد کی بدولت ہے اور گویا میں اب تک تلوار کے ساتھ جہاد کر رہا ہوں یہاں تک کہ میری تلوار کی دھار خراب ہو چکی ہے۔'' سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن انیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ پھر ہمارا قافلہ دمشق جا کر حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لشکر میں شامل ہو گیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا مبارک واقعے سے درج ذیل علم وحکمت کے مدنی پھول حاصل ہوئے:

❀......مدینہ منورہ سے ملک شام جاتے ہوئے مقام تبوک شاہراہ پر واقع ہے لیکن مقام موتہ شاہراہ سے ہٹ کر اندرونی علاقے میں واقع ہے۔ سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقام تبوک سے مقام موتہ فقط اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کی نیّت سے گئے تھے۔

❀......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ پتھر بھی دیکھا جو ان کی والد کی قبر پر لوگوں

---

[1]......فتوح الشام، ذکر حدیث وقعة ابی القدس، ج ۱، ص ۹۴۔

نے نشاندہی کے لیے رکھا ہوا تھا۔

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے والد کے مزار شریف پر رات بھر ٹھہرے رہے اور قبر کے پاس ہی قیام کیا۔

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خواب میں اپنے والد کی زیارت ہوئی اور انہوں نے خواب ہی میں تلوار عطا فرمائی۔

......معلوم ہوا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کی قبروں کی زیارت کو جانا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سُنَّتِ مبارکہ ہے۔ بلکہ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بھتیجے اور قریبی رشتہ داروں کی سنت ہے۔

......بزرگوں کے مزارات پر جانا اور وہاں دعا کرنا بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مزارات کے قریب قیام کرنا خود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(2)......سیِّدُنا عبد اللہ بِن جَعْفَر طَیَّار اور نورانیّتِ مُصْطَفٰے:

اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پانچ سو اصحاب پر مُشْتَمِل لشکر دے کر روانہ فرمایا جس میں اٹھارہ ۱۸ بدری صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی تھے۔ آپ ۱۵ شعبان المعظم کی رات یعنی شب براءت میں روانہ ہوئے، ماہِ کامل اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا، راستے میں آپ نے بدری صحابی حضرت سیِّدُنا واثِلَہ بِن اَسْقَع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''**یَا اِبْنَ الْاَسْقَعَ مَا اَحْسَنَ قَمَرُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَاَنْوَرَہٗ** یعنی اے اِبنِ اَسْقَع آج کی رات کا چاند کتنا حسین اور نورانی ہے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''اے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بھتیجے! یہ پندرہ شعبان کی رات ہے، بڑی ہی مبارک رات ہے، اس میں مختلف لوگوں کا رزق اور ان کی اموات لکھی جاتی ہیں، اس میں گناہ معاف کیے جاتے ہیں، میرا تو ارادہ یہ تھا کہ اس رات میں خوب نوافل پڑھوں گا، بہرحال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا نوافل پڑھنے سے کہیں افضل ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا۔'' پھر یہ مجاہدین ساری رات سفر کرتے رہے اور ایک گرجا کے قریب پہنچے۔

لشکر کا شور وغل سن کر اس گرجا کا پادری باہر نکل کر لشکر کے قریب آیا اور تمام مجاہدوں کو ایک ایک کر کے بغور دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے جب وہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن جعفر طیّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تک پہنچا تو رُک گیا چونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صورت اور سیرت دونوں کے اعتبار سے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بہت زیادہ مشابہ تھے اس لیے وہ راہب کہنے لگا: ''**اَھٰذَا الْفَتٰی اِبْنُ نَبِیِّکُمْ** یعنی کیا یہ نوجوان تمہارے نبی کا بیٹا ہے؟'' مجاہدین نے کہا: ''نہیں۔'' اس نے کہا: ''**اِنَّ نُوْرَ النُّبُوَّۃِ یَلُوْحُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فَھَلْ یَلْحَقُ بِہٖ** یعنی بیشک نورِ نبوت اس نوجوان کی دونوں آنکھوں کے درمیان جگمگا رہا ہے، کیا اس کی تمہارے نبی سے کوئی رشتہ داری ہے؟'' مجاہدین نے بتایا کہ یہ ان کے بھتیجے ہیں۔ وہ راہب کہنے لگا: ''**ھُوَ مِنَ الْوَرَقَۃِ وَالْوَرَقَۃُ مِنَ الشَّجَرَۃِ** یعنی یہ پتہ ہے اور پتے میں درخت کی تاثیر ہوتی ہے۔''

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن جعفر طیّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کیا تم **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جانتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''کیوں نہیں پہچانوں گا، ارے ان کے مبارک نام اور صفات کا ذکر تو توریت، انجیل اور زبور میں لکھا ہوا ہے۔'' سیِّدُنا **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے؟'' اس راہب نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: ''جب آسمان کا مالک چاہے گا ہم بھی اسلام قبول کرلیں گے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا مبارک واقعے سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

- ...... بڑی راتوں جیسے شب براءت (۱۵ شعبان المعظم کی رات)، شب معراج (۲۷ رجب المرجب کی رات) یا شب قدر (رمضان المبارک کی مخصوص رات) میں عبادت کرنا، نوافل ادا کرنا بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔
- ...... یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اِن بڑی راتوں میں عبادت کرنے کا معمول تھا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، جبھی تو حضرت سیِّدُنا واثِلہ بن اَسْقَع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن جعفر طیّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے جب اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کسی تعجب کا اظہار نہ کیا۔
- ...... بڑی راتوں میں عبادت کرنا، نوافل ادا کرنا نہ صرف صحابہ کرام سے ثابت تھا بلکہ وہ اسے باعث ثواب جانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا واثِلہ بن اَسْقَع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شب براءت میں عبادت کرنے اور جہاد میں

---

[1]...... فتوح الشام، ذکر حدیث وقعۃ القدس، ج ۱، ص ۹۰۔

شرکت کرنے کی فضیلت کا تقابل کیا تو سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار نہ کیا بلکہ تصدیق فرمائی۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دیگر آسمانی کتابوں میں ایسا ذکرِ خیر تھا کہ جو پڑھتا وہ بغیر دیکھے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہچان سکتا تھا، جیسے کہ اس راہب نے اسی بات کا اظہار کیا۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ نور ہی نور ہے، آپ کی نورانیت آپ کی آل اولاد اور دیگر رشتہ داروں میں بھی موجود ہے اور ایسی موجود ہے کہ دیگر لوگ اسے واضح طور پر دیکھتے اور اسے بیان بھی کرتے ہیں، جیسا کہ اس راہب نے سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھوں کے درمیان نُورانیَّتِ مُصْطَفٰے کو دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ اس نوجوان کا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

(3)......عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر کی رسول اللّٰہ کے وسیلے سے دعا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوکر قلعہ حِصْنِ اَبِی الْقُدُس کے قریب پہنچ گئے۔ سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں یہ جنگی حکمت عملی دی تھی کہ صبح جب بازار میں گہما گہمی ہو اس وقت قلعے پر حملہ کریں۔ جب انہوں نے صبح مخبر کو بازار کی طرف بھیجا تو وہ کافی دیر بعد آیا اور کہنے لگا کہ طرابلس کے حاکم نے کسی رومی بادشاہ کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے، مذہبی رسوم ادا کرنے کے لیے وہ دُلہن سمیت گرجا میں آیا ہے جہاں اس کی حفاظت کے لیے تقریباً پانچ ہزار ۵۰۰۰ فوجی موجود ہیں۔ سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن جَعْفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کریں، کیونکہ رومیوں کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی۔ اکثر نے یہی مشورہ دیا کہ ہماری نیت جہاد کی تھی لیکن اتنی بڑی فوج کے ساتھ لڑنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، بالفرض ہم جنگ شروع کر بھی دیں تو اسلامی لشکر کی مدد کا پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ ایک دن کی مسافت جتنا دور ہے، لہٰذا اسلامی لشکر کی طرف دمشق واپس چلنا چاہیے۔

یہ سن کر حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں جہاد کی نیت سے آیا ہوں اور بغیر جہاد کے یہاں سے واپس جانا میرے نزدیک پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہے، میں یہاں سے بغیر جہاد کے نہیں جاؤں گا، تم میں ہر سپاہی کو میری طرف سے اجازت ہے جو واپس جانا چاہے جاسکتا ہے۔'' جب اسلامی لشکر کے سپاہیوں نے اپنے سردار کی ہمت اور دلیری دیکھی تو ان کا جذبہ بھی جاگ اُٹھا اور سب نے بَیَک زبان ہو کر کہا کہ ''اے سردار اب ہم بھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ دشمن سے لڑیں گے اور شہادت پائیں گے۔''

تمام مجاہدین نے پانچ مختلف گروہوں کی شکل میں بازار پر حملہ کر دیا، رومی ابتداء میں بوکھلا گئے لیکن بعد میں سنبھل گئے، رومیوں کی تعداد چونکہ مجاہدین سے کہیں زیادہ تھی اس لیے وہ بھی تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے لیکن مجاہدین کے آگے بے بس تھے، دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں، سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شیر کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے تھے، مسلسل تیغ زنی اور نیزہ زنی کرتے ہوئے آپ کے بازو شَل ہو چکے تھے۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا، تمام مجاہدین کا یہی حال تھا، لڑتے لڑتے سب کے سب نڈھال ہو چکے تھے، البتہ اب بھی بڑی شجاعت سے لڑ رہے تھے، سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن جَعْفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیگر مجاہدین کی بڑی فکر تھی خصوصاً حضرت سیِّدُنا ابُوذَر غِفَارِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جو جلیل القدر صحابیِ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ضَعِیْفُ العُمَر بھی تھے، نیز لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے۔ تمام مجاہدین کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا۔ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن جَعْفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں حُضُور پُرنُور، شافِعِ یَوْمُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے یوں دعا مانگی: ''**یَا مَنْ خَلَقَ خَلْقَهٗ وَ اَبْلٰى بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ وَ جَعَلَ ذٰلِكَ مِحْنَةً لَهُمْ اَسْاَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا جَعَلْتَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا** یعنی اے وہ پاک ذات! جس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا، بعض لوگوں کو دیگر بعض کے سبب پریشانیوں میں مبتلا کیا اور انہیں آزمائش بنا دیا، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہمارے معاملے میں کشادگی فرما اور راہِ نجات عطا فرما۔'' یہ دعا مانگ کر آپ دوبارہ نئے جذبے کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی دعا کو شَرفِ قُبُولِیَّت بخشا اور شام کے وقت آپ نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا خالد بِن وَلید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے

ساتھیوں کے ساتھ اُن کی مدد کے لیے آپہنچے ہیں، انہوں نے قریب پہنچ کر نعرۂ تکبیر لگایا، جس سے سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین میں ایک بار پھر نیا جذبہ اور جوش پیدا ہوگیا جبکہ رومی لشکر کا حوصلہ ٹوٹ گیا، سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومیوں کو جب پتا چلا کہ سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجاہدین کی مدد کے لیے آگئے تو دہشت سے ان کا سانس سوکھ گیا اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے، جو بھی رومی مقابلے پر آتا لمحوں میں لاش بن کر گر جاتا۔ یوں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ [1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا واقعے سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

❀...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا کرنا بالکل جائز اور شریعت کے مطابق ہے۔

❀......کوئی بھی مشکل پیش آجائے تو **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سُنَّتِ مبارکہ ہے۔

❀......دو عالم کے مالِک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا کرنا دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، جیسا کہ سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دعا کی تو آپ کی دعا قبول ہوگئی۔

❀......**رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مبارک طریقہ ہے کیونکہ اگر یہ کوئی نیا کام ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی صحابی سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس طرح دعا کرنے سے منع کرتا لیکن کسی نے بھی منع نہ کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ وہ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے۔ [2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1......فتوح الشام، ذکر حدیث وقعۃ ابی القدس، ج ۱، ص ۹۰۔

2......معجم کبیر، ما اسند عثمان بن حنیف، ج ۹، ص ۳۰، حدیث: ۸۳۱۱۔

(2)......جنگ قنسرین

حِصنِ اَبِی القُدس کی فتح کے بعد حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلامی لشکر کو لے کر دمشق سے حِمص کی جانب روانہ ہوگئے، راستے میں کئی علاقوں نے اسلامی لشکر سے جزیے کا معاہدہ کرکے امان حاصل کی۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حِمص پہنچنے کے بعد اطراف کے چھوٹے چھوٹے علاقوں کو فتح کرتے تھے، کوئی بڑی خوشخبری سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں نہ پہنچی تھی۔ اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مکتوب روانہ کیا جس میں اس بات کا خدشہ ظاہر کیا کہ شاید تم لوگ جہاد سے جی چُرا رہے ہو۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پورے لشکر کو امیر المؤمنین کا مکتوب سنایا بعد ازاں آپ نے پورے لشکر کو حلب کی جانب روانہ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (1)

رُستَن، حَمّات اور اَہلِ شیزَر کے ساتھ صلح:

حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب حِمص سے روانہ ہوئے تو راستے میں رُستَن وحَمات اور اہلِ شیزَر نے اسلامی لشکر کا زبردست اِستقبال کیا اور ادائے جِزیہ کی شرط پر سب نے صلح کرلی۔ شیزَر کے لوگوں نے آپ کو بتایا کہ ہرقل نے عرب سردار جَبَلہ بن اَیہَم غَسَّانی کو عرب مُتَنَصِّرہ اور عَمُّورِیہ کے رومیوں کا دس ہزار کا لشکر دے کر قِنَّسرِین کے حاکم کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ جَبَلہ بن اَیہَم غَسَّانی اپنے لشکر کے ساتھ اِنطَاکِیَہ سے روانہ ہوکر قِنَّسرِین کے قریب لوہے کے پل پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ لہٰذا آپ تمام لوگ اس سے ہوشیار رہیں۔ یہ سن کر سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کو شیزَر میں ہی قیام کا حکم دیا اور اپنے چند مُخبِر قریب قریب کے علاقوں میں لگا دیے تاکہ جَبَلہ بِن اَیہَم کی نقل وحرکت پر نظر رکھ سکیں۔ (2)

ثناخوانِ رسول، حَسَّان بِن ثابِت کی بَرَکت:

اِسلامی لشکر کا کھانا وغیرہ پکانے کے لیے غلام قریبی علاقوں سے گیلی لکڑیاں لاتے تھے، سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تنبیہ کے بعد بہت دور سے خشک لکڑیاں لانے لگے۔ سیِّدُ نا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام اپنے

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح قنسرین، ج ۱، ص ۱۰٦۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح قنسرین، ج ۱، ص ۱۰۷۔

چند ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں لینے گئے جنہیں جبلہ کے فوجیوں نے پکڑ کر قید کرلیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کی تلاش میں گئے تو انہیں بھی جبلہ کے فوجیوں نے پکڑ لیا اور جبلہ کے دربار میں لے گئے جہاں اس نے آپ سے کافی طویل گفتگو کی اور حَسب نَسب وغیرہ پوچھا۔ دیگر اصحاب کے بارے میں پوچھا خُصُوصاً حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں بھی پوچھا۔ بعدازاں اس نے جنگ کا پیغام دے کر آپ کو چھوڑ دیا۔ جب آپ اسلامی لشکر میں پہنچے تو سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ سے فرمایا: ''جَبلَہ بِن اَیہَم نے آپ کو ثناخوانِ رسول حضرت سیِّدُنا حَسَّان بِن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ذکر کی بَرَکت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔''(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور فرمائیے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ثناخواں کی یہ برکت ہے کہ اس کا ذکر کرنے کے سبب ایک کافر بادشاہ نے سیِّدُنا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو چھوڑ دیا تو پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکرِ خیر کرنے کی کس قدر برکتیں ہوں گی، یقیناً وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جو اپنے گھروں کو حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذکرِ خیر سے ہر وقت مُعطَّر و مُنَوَّر رکھتے ہیں۔

ایک مجاہد کے مقابلے میں ایک ہزار کافر:

جَبلَہ بِن اَیہَم کی یہ حرکت سیِّدُنا خالِد بِن وَلِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سخت ناگوار گزری، آپ نے اسے سبق سکھانے کے لیے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اجازت سے بارہ ۱۲ بہترین شہ سواروں کو لیا اور اس راستے میں جا کر چھپ گئے جہاں سے جَبلَہ کے لشکر نے گزر کر قِنَّسرِین کے قلعے میں داخل ہونا تھا۔ جیسے ہی وہ لشکر گزرا یہ بارہ ۱۲ مجاہدین اس لشکر میں اس طرح شامل ہوگئے کہ کسی کو شک بھی نہ ہوا، پھر آگے بڑھتے بڑھتے سب نے خفیہ طریقے سے جبلہ کی سواری کو گھیر لیا۔ قِنَّسرِین کا حاکم ''لُوقا'' جَبلَہ کے استقبال کے لیے قلعے سے نکل کر اس کے استقبال کے لیے آگے آرہا تھا۔ جَبلَہ کا لشکر جب اس کے بالکل قریب پہنچا اتنا کہ دونوں میں فقط دس ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تو یہ بارہ مجاہدین تیزی کے ساتھ آگے نکلے جنہیں دیکھ کر لُوقا نے یہ سمجھا کہ شاید جَبلَہ بِن اَیہَم کا اَوَّلِین دَستہ ہے جو میری تعظیم کی خاطر آیا ہے، اس

---

(1)......فتوح الشام، ذکر فتح قنسرین، ج ۱، ص ۱۰۸۔

نے مرحبا کہتے ہوئے اپنے مذہبی کُفریات بَکنا شروع کیے۔ سیِّدُنا خالِدبِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے شیر کی طرح آگے بڑھے اور اسے اس کے گھوڑے پر سے دَبوچ کر اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھ دی، تمام مجاہدین بھی قریب آگئے اور سب نے تلواریں تان لیں۔ یہ سارا کام ایک مختصر سے وقفے میں ہوا۔ حاکِم لُوقا کے ساتھ آنے والے لوگ اور جَبلَہ بِن اَیہَم سمیت تمام رومی لشکر سکتے میں آ گیا۔ نیز ان پر یہ واضح ہوگیا کہ اگر ہم نے تھوڑی سی بھی کوتاہی کی تو حاکِم لُوقا کی گردن ماردی جائے گی۔ جَبلَہ بِن اَیہَم مجاہدین کے قریب آیا اور گُفت وشُنید کی لیکن وہ ان بارہ مجاہدین کی بے باکی پر حیران وپریشان تھا کہ کس طرح انہوں نے دس ہزار سے زائد لشکر کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ بہرحال فرداً فرداً مقابلہ ہوا۔ مجاہدین میں سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نکلے اور اپنے مقابلے پر آنے والے رومیوں کے پانچ شہسواروں کو جہنم رسید کر دیا۔ پھر جَبلَہ سے مقابلہ ہوا جس کے نتیجے میں آپ شدید زخمی ہوکر واپس مجاہدین کے پاس آگئے جہاں حاکم لوقا ان کی قید میں تھا۔

سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جلال آ گیا، آپ نے حاکِم لُوقا کی گردن اڑا دی، رومی لشکر میں تہلکہ مچ گیا، آپ نے ایک مجاہد کو سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اب فقط دس ۱۰ مجاہدین لڑنے کے لیے یوں تیار تھے کہ ان کے مقابلے میں رومیوں کا دس ہزار کا لشکر موجود تھا یعنی ایک مجاہد پورے ایک ہزار رومی کافروں کے مقابلے پر تھا۔ یقیناً یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے تاریخ کے اوراق پر ثبت کی جسے قیامت تک لوگ عشق ومحبت سے پڑھتے رہیں گے اور اس بات کا اقرار کرتے رہیں گے کہ واقعی مسلمانوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خُصوصی فضل وکرم، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نَظرِ عنایت اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنے اصحاب کی خُصوصی تربیّت کا نتیجہ ہے۔[1]

مجاہدین اور رومی لشکر میں شدید جنگ:

حاکِم لُوقا کی موت پر پورا رومی لشکر تلملا اٹھا اور اُنھوں نے یک لخت تمام مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شیر کی طرح رومیوں کی صفوں میں داخل ہوتے اور انہیں اُلٹ کر رکھ دیتے، جس طرف تلوار چلاتے

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح قنسرين، ج ۱، ص ۱۱۰ ۔

لاشوں کے اَنبار لگا دیتے۔ دیگر تمام مجاہدین کا بھی یہی حال تھا۔ تمام مجاہدین صبح سے دوپہر تک مسلسل رومی لشکر کے ساتھ لڑتے رہے، لڑتے لڑتے سارے نڈھال ہو چکے تھے۔ سب کو یقین ہو چکا تھا کہ شہادت کا وقت قریب آچکا ہے کہ اچانک اِسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اِسلامی لشکر کے ساتھ اُن کی مدد کے لیے آپہنچے۔

اِسلامی لشکر کی فتح اور رُومیوں کا فرار:

اِسلامی لشکر اور رومی لشکر میں گُھمسان کی جنگ ہوئی، ١٢ مجاہدین کی وجہ سے رومی لشکر پہلے ہی پریشان تھا، اب اچانک اُن کی مدد کے لیے آنے والے کثیر اِسلامی لشکر نے اُن کے قدم بالکل مُتزلزل کر دیے۔ رومی لشکر کے سپاہیوں نے بھاگنا شروع کر دیا، مجاہدین نے اُن کا تعاقب کیا اور خوب خبر لی۔ سارا میدان صاف ہو چکا تھا، ہر طرف فقط اِسلامی لشکر کے سپاہی تھے۔ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اِسلامی لشکر کو عظیم الشان فتح و نصرت عطا فرمائی۔ (1)

جنگِ قنسرین کے دو اہم و مبارک واقعات

(1)......سیِّدُنا خالِد بن ولید کی مبارک ٹوپی:

جب حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے حاکم ''لُوقا'' کی گردن اڑائی تو تمام رومی لشکر اُن بارہ ١٢ مجاہدین پر ٹوٹ پڑا، یہ تمام مجاہدین بھی کُفر کے آگے ڈٹے رہے لڑتے لڑتے دوپہر ہوگئی، تمام مجاہدین بھوک، پیاس سے نڈھال ہو چکے تھے، نیز تمام مجاہدین کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا۔ حضرت سیِّدُنا رافع بن عُمَیرہ طائِی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے عرض کیا: ''**يَا اَبَا سُلَيْمَانَ لَقَدْ نَزَلَ بِنَا الْقَضَاءُ** یعنی اے ابوسُلَیمان! یقیناً ہماری شہادت کا وقت قریب آچکا ہے۔'' سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اِرشاد فرمایا: ''**وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقْتَ يَا اَبَا عُمَيْرَةَ لِاَنِّيْ نَسِيْتُ الْقَلَنْسُوَةَ الْمُبَارَكَةَ وَلَمْ اَصْحَبْهَا مَعِيَ** یعنی اے ابوعُمَیرہ! **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ نے سچ فرمایا ہے کہ ہماری شہادت کا وقت آچکا ہے کیونکہ میں اپنی مبارک ٹوپی ساتھ لانا بھول گیا ہوں اور اُسے اپنے ساتھ نہیں لا سکا ہوں۔'' (2)

---

1 ......فتوح الشام، جبلة یحارب خالدا، ج ١، ص ١١٥۔

2 ......فتوح الشام، جبلة یحارب خالدا، ج ١، ص ١١٥۔

سیِّدُنا خالد بن ولید کی زوجہ اور مبارک ٹوپی:

جب اِسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا کہ وہ بارہ ۱۲ مجاہدین مشکل میں ہیں تو انہوں نے فوراً لشکر کو تیار کر کے ان مجاہدین کی طرف پیش قدمی کی، اسلامی لشکر کے تمام سپاہی اَندھا دُھند گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے مجاہدین کی مدد کے لیے جا رہے تھے۔ سب سے آگے آگے لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اچانک ایک سوار ان سے بھی آگے نکل کر تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بڑے حیران ہوئے اور گمان کیا کہ شاید یہ کوئی فرشتہ ہے جو مجاہدین کی مدد کے لیے آگے آگے جا رہا ہے، آپ نے اس سوار کا تعاقب کیا لیکن وہ سوار تو گویا ہوا میں اڑ رہا تھا۔ آپ نے اس کے قریب پہنچ کر اسے آہستہ ہونے کو کہا، جب آپ اس کے برابر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ وہ کوئی مَرد سوار نہیں بلکہ با پردہ عورت ہے۔ آپ نے اسے پہچان لیا وہ حضرت سیِّدُنا خالد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ حضرت سیِّدَتُنَا اُمِّ تَمِیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تھیں۔ آپ نے پوچھا: ''**مَاحَمَلَكِ عَلَى الْمَسِيْرِ اَمَامَنَا** یعنی اے اُمِّ تَمِیم! تمہیں کس بات نے ہم سے آگے بڑھنے پر مجبور کیا؟'' انہوں نے عرض کیا: ''**اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اِنِّيْ سَمِعْتُكَ وَاَنْتَ تَصِيْحُ وَتَضُجُّ بِالنِّدَاءِ وَتَقُوْلُ اِنَّ خَالِداً اَحَاطَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ فَقُلْتُ اِنَّ خَالِداً مَا يَخْذُلُ اَبَداً وَمَعَهُ ذُؤَابَةُ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ حَانَتْ مِنِّيْ التُّقَاتَةُ اِلَى الْقَلَنْسُوَةِ الْمُبَارَكَةِ وَقَدْ نَسِيَهَا فَاَخَذْتُهَا وَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ كَمَا تَرٰى** یعنی اے سپہ سالار! میں نے جب آپ کو یہ پکارتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو میں نے سوچا کہ وہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے پاس رسول **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے موئے مبارکہ ہیں، لیکن بعد میں میں نے دیکھا کہ موئے مبارکہ والی وہ مبارک ٹوپی تو یہیں بھول گئے ہیں تو میں نے فوراً وہ ٹوپی اٹھائی اور انہیں دینے کے لیے نکل کھڑی ہوئی۔''

حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ''**لِلّٰهِ دُرُّكِ يَا اُمَّ تَمِيْمٍ سِيْرِيْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ وَعَوْنِهٖ** یعنی اے اُمِّ تَمِیم! تمہارا یہ کام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے، تم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی برکت اور اس کی مدد پر ایسے ہی آگے بڑھ جاؤ۔'' چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا آگے بڑھ گئیں۔

جب اسلامی لشکر حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مَعِیَّت میں مجاہدین کے پاس پہنچا تو پورے لشکر نے ایک زوردار نعرۂ تکبیر لگایا تاکہ مجاہدین کو معلوم ہوجائے کہ اسلامی لشکر ان کی مدد کے لیے آچکا ہے۔ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی جواباً زوردار نعرۂ تکبیر لگایا تاکہ اسلامی لشکر کو بھی معلوم ہوجائے کہ مجاہدین کہاں ہیں۔ اِسلامی لشکر کی آمد سے رومیوں کے دل بیٹھ گئے اور وہاں موجود مجاہدین میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا۔

جنگ کے دوران سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کا ایک مجاہد دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کی طرف آرہا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بڑے حیران ہوئے۔ جب وہ شہسوار ان کے قریب آیا تو اس کے مُنہ پر نقاب ہونے کی وجہ سے آپ نہ پہچان سکے لہٰذا آپ نے اس سے پوچھا: ''**مَنْ اَنْتَ اَیُّھَا الْفَارِسُ الْھَمَّامُ** یعنی اے بہادر شہسوار! تم کون ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''**اَنَا زَوْجَتُکَ اُمُّ تَمِیْمٍ یَا اَبَا سُلَیْمَانَ وَقَدْ اَتَیْتُکَ بِالْقَلَنْسُوَۃِ الْمُبَارَکَۃِ الَّتِیْ تُنْصَرُ بِھَا عَلٰی اَعْدَائِکَ فَخُذْھَا اِلَیْکَ فَوَاللہِ مَا نَسِیْتَھَا اِلَّا لِھٰذَا الْاَمْرِ الْمُقَدَّرِ ثُمَّ سَلَّمَتْھَا اِلَیْہِ فَلَمَعَ مِنْ ذُؤَابَۃِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْرٌ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ** یعنی اے ابوسُلَیمان! میں آپ کی زوجہ اُمِّ تمیم ہوں اور آپ کے پاس آپ کی وہ مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کے وسیلے سے آپ اپنے دشمنوں پر مدد حاصل کرتے ہیں، آپ اسے لے کر پہن لیجئے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ اس جنگ سے قبل کبھی اس کو نہیں بھولے۔ پھر وہ ٹوپی انہیں دے دی، جیسے ہی وہ مبارک ٹوپی سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لی تو اس میں موجود **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے موئے مبارکہ سے چمکدار بجلی کی طرح ایک شاندار نور نکلا۔'' علامہ واقِدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طَیِّبہ کی قسم! حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ کر رومی لشکر پر حملہ کیا ہی تھا کہ ان کے لشکر کی اگلی پچھلی تمام صفیں اُلٹ کر رکھ دیں، اسلامی لشکر نے رومی لشکر پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ پورا لشکر شکست خوردہ ہوکر بھاگ کھڑا ہوا، جس کا جدھر منہ آیا وہیں کو چلتا بنا، پورے رومی لشکر کا حال یہ تھا کہ اکثر سپاہی قتل ہوگئے یا زخمی ہوگئے جو بچے وہ قیدی ہوگئے۔ بھاگنے والوں میں سب سے آگے رومی لشکر کا سالار جَبَلَہ بن اَیْہَم غَسَّانی تھا۔''(1)

---

(1) فتوح الشام، جبلة يحارب خالدا، ج ١، ص ١١٥۔

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا واقعے سے علم وحکمت کے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

......حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اپنی قضا کا یقین کرلیا تھا اور اُس کی وجہ یہ بتائی کہ میں اپنی ٹوپی بھول آیا ہوں، اِس سبب سے ہی موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹوپی نہ ہونے کی وجہ سے ہی وہ مصیبت میں گرفتار ہوئے تھے، اگر وہ مبارک ٹوپی اُن کے ساتھ ہوتی تو اُن پر بلا اور مصیبت نہ آتی۔

......معلوم ہوا سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ مبارک ٹوپی ہمارے لیے **''دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْاَلَمِ''** یعنی بلاؤں، وباؤں اور دُکھوں کو دور کرنے والی'' ہے۔

......سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ فقط آج ہی نہیں بلکہ اِس سے پہلے بھی اُس مبارک ٹوپی کی برکت سے راحت اور کشائش حاصل ہوتی چلی آئی ہے جبھی تو آپ نے اُس کا ذکر کیا۔

......حضرت سیِّدُنا رافع بِن عُمیرہ طائی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے شہادت کے ضمن میں موت کا تذکرہ کیا تو اس کے جواب میں سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ میں ٹوپی بھول گیا ہوں۔ گویا آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے موئے مبارکہ کی برکت سے میری ٹوپی کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہ زندگی دینے اور موت کو ٹالنے کی طاقت رکھتی ہے۔

......حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عقیدہ تھا کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مُقدَّس گیسوؤں کے صدقے اور طُفیل مجھے ہر لڑائی میں کامیابی وکامرانی حاصل ہوتی ہے اور میں محفوظ وسَلامت رہا ہوں، اِن مُقدَّس گیسوؤں کی برکت سے ہی مجھ پر ہمیشہ رحمتِ خُداوندی کی گھٹا چھایا کرتی ہے۔ بقول:

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

......معلوم ہوا کہ سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عقیدہ تھا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں کو بھی یہ عظمت عطا فرمائی ہے کہ اُن کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ سے جس چیز کو نسبت ہوجائے وہ بھی عظیم ہوجاتی ہے بلکہ لوگوں کو اُس سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں یہاں تک کہ نئی زندگی مل سکتی ہے۔

......حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے انبیائے کرام، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے کرام یا اپنے برگزیدہ بندوں بلکہ اپنی مخلوق میں سے کسی بھی چیز کو تَصَرُّف کرنے کی طاقت عطا فرما سکتا ہے۔

......واضح رہے کہ حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ تمام باتیں کسی گمان اور قیاس یا بغیر یقین کے نہیں تھیں بلکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یقینِ کامل کے ساتھ یہ باتیں کی تھیں اِسی لیے آپ نے اپنی گفتگو کو ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم'' کے ساتھ مُؤَکَّد کیا تھا۔

......نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے **غیرُ اللہ** کے تَصَرُّف کا عقیدہ رکھنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا عقیدہ ہے۔ اگر یہ عقیدہ غیر شرعی ہوتا تو کبھی بھی سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یوں نہ فرماتے اور نہ ہی حضرت سیِّدُنا رافع بِن عُمَیرَہ طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اُس کو سن کر قبول فرماتے۔

......مذکورہ بالا مبارک واقعے سے یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں کے متعلق پختہ عقیدہ تھا ویسے ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ مُحترمہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں کے ہوتے ہوئے سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کچھ نہیں ہوسکتا یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو بالکل فکر مند نہ ہوئیں بلکہ مُطْمَئِن رہیں اور کامِل یقین کے ساتھ کہا کہ خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کچھ نہ ہوگا۔

......سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گیسوئے مبارکہ والی مبارک ٹوپی سے تَوَسُّل کرنا کوئی ڈھکا چھپا نہیں تھا بلکہ آپ کی زوجہ پہلے ہی سے اس بات کو جانتی تھیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِس مبارک ٹوپی کے وسیلے سے اپنے دشمنوں پر فتح ونُصرت حاصل کرتے ہیں، جبھی تو اُنہوں نے آپ کے پاس پہنچ کر اِس بات کا ذکر کیا۔

......حضرت سیِّدَتُنَا اُمِّ تمیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

مبارک گیسو میرے شوہر سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو زندگی دے سکتے ہیں، اِن مقدس گیسوؤں کے صدقے میں میرے شوہر کی بقا ہے، اِن ہی مُقَدَّس گیسوؤں کے طُفَیل میرے شوہر اب تک زندہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُن کو پتہ چلا کہ مُقَدَّس گیسوؤں والی ٹوپی سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھول گئے ہیں تو بے چینی اور اِضطراب کے عالم میں ٹوپی لے کر تیز رفتار گھوڑے پر اُن کی طرف دوڑ پڑیں۔ بلکہ یوں کہنا بجا ہوگا کہ وہ حضرت سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو زندگی پہنچانے جارہی تھیں، گیسوئے اَقدس کے تَوَسُّل سے سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بقا اور حیات کے مِشَن پر جارہی تھیں۔

❀...... یہ بھی معلوم ہوا کہ دوعالَم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرُّکات سے تَوَسُّل کرنا یعنی اُنہیں وسیلہ بنانا بالکل جائز اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طریقہ ہے، بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا سبب ہے کیونکہ حضرت سیّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیّدَتُنا اُمّ تمیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مُقَدَّس گیسوؤں والی ٹوپی دینے جارہی ہیں تو اُنہوں نے فرمایا: ''تمہارا یہ کام **اللّٰہ** کے لیے ہے۔'' کون سا کام؟ مبارک ٹوپی پہنچانے کا کام، ٹوپی کیوں پہنچائی جارہی ہے؟ **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گیسوؤں سے تَوَسُّل کرنے کے لیے، سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر مجاہدین کی زندگی بچانے کے لیے۔ اگر حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آثار شریفہ وتبرکاتِ مبارکہ سے تَوَسُّل کرنا جائز نہ ہوتا تو سیّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ یہ کام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے۔ بلکہ سختی سے منع فرمادیتے اور انہیں اسلامی لشکر کے مکتب میں جانے کے لیے کہتے۔ کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قطعی جنتی صحابی ہیں، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو ''امین الامت'' فرمایا، یقیناً آپ نے امانت داری سے کام لیا بلکہ اُن کے اِس عظیم کام پر حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی برکت اور اُس کی مدد پر ایسے ہی آگے بڑھ جاؤ۔''

❀...... علامہ واقِدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی تصریح سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ سیّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ، اِسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ودیگر تمام

صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کا **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گیسوئے مبارکہ کے بارے میں یہ مبارک عقیدہ کوئی فرضی عقیدہ نہیں تھا بلکہ ایسا پختہ عَقِیدہ تھا جس کی برکت ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوئی کہ جیسے ہی سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کے پاس وہ مبارک ٹوپی پہنچی تو فوراً جنگ کی کایا پلٹ گئی اور مسلمانوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عظیم فتح عطا فرمائی۔

یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے آثار و تبرّکات کا ادب اور ان سے فُیُوض وبَرَکات حاصل کرنے کی سعادت نصیب فرما۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(2)......سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح کی غَیبی آمد و مَدد:

حضرت سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ گیارہ مجاہدین کے ساتھ دشمن کے لشکر میں گُھس گئے تھے اور بعد از اں قِنَّسۡرِین کے حاکم لُوقا کو قتل کرنے کے بعد رُومی لشکر کے ساتھ جنگ لڑ رہے تھے، ان گیارہ مجاہدین میں سے کوئی بھی نہ تھا جو اسلامی لشکر کو جا کر اس بات کی خبر دیتا کہ مجاہدین مشکل میں ہیں، اسی طرح اسلامی لشکر کو بھی ان کی صورت حال کا قطعاً علم نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مجاہدین دوپہر تک لڑتے لڑتے تھک گئے تو حضرت سیّدُنا رافع بن عُمَیرہ طائی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے اس بات کا ذکر کیا کہ یقیناً ہماری شہادت کا وقت قریب آچکا ہے، کیونکہ اسلامی لشکر کو بھی خبر دینے کی کوئی صورت اس وقت موجود نہ تھی۔ پھر اچانک حضرت سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ اُن کی مدد کے لیے کیسے آ گئے؟ اُنہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجاہدین سخت مشکل میں ہیں اُن کی مدد کی جائے؟ نیز اُن کی آمد نے وہاں مجاہدین کو بھی حیران و پریشان کر دیا تھا۔ اس کے پس پردہ کیا حقائق تھے۔ ملاحظہ کیجئے:

جب حضرت سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ مجاہدین کے ساتھ اسلامی لشکر کے مکتب سے روانہ ہوئے تو سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ انہیں روانہ کرنے کے بعد اپنے خیمے میں آکر سو گئے۔ رات کے آخری حصے میں اچانک آپ نیند سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ گھبراہٹ کے عالم میں اپنے خیمے سے باہر آئے اور اسلامی لشکر کو زور زور سے پکار کر فرمایا: ''**اَلنَّفِیۡرُ اَلنَّفِیۡرُ یَا مَعۡشَرَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ لَقَدۡ اُحِیۡطَ بِفُرۡسَانِ الۡمُوَحِّدِیۡنَ** یعنی چلو، چلو ہمارے

مجاہدین کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔'' پورا اِسلامی لشکر مُضطَرِب ہوگیا، ہر سپاہی حیران و پریشان تھا کہ یہ کیا ہوگیا؟ اتنی رات کو اچانک سپہ سالار نے یہ حکم کیوں جاری فرما دیا؟ لشکر کے سپاہی سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''**مَا نَزَلَ بِکَ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ** یعنی اے ہمارے سردار! کیا بات ہے، آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے جو آپ نے ابھی لشکر کی تیاری و روانگی کا حکم دیا ہے؟''

حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**کُنْتُ نَائِماً اِذْ طَرَقَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَرَّنِيْ وَقَالَ لِيْ مُعْنِفاً یَا ابْنَ الْجَرَاحِ اَتَنَامُ عَنْ نُصْرَۃِ الْقَوْمِ الْکِرَامِ فَقُمْ وَالْحِقْ بِخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَدْ اَحَاطَ بِہِ الْقَوْمُ اللِّئَامُ وَاِنَّکَ تُلْحِقُ بِہٖ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَبُّ الْعَالَمِیْنَ** یعنی جب میں رات کو سویا ہوا تھا تو اچانک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے جگا دیا اور مُتَنَبِّہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابنِ جَراح! تم عزت والی قوم (یعنی ان بارہ ۱۲ مجاہدین) کی مدد سے بے پرواہ ہو کر یہاں آرام کر رہے ہو، جلدی سے اٹھو اور خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدد کے لیے پہنچو کیونکہ انہیں کمینے لوگوں نے گھیر لیا ہے اور **اللّٰہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ** نے چاہا تو تم ضرور ان کی مدد کے لیے ان تک پہنچ جاؤ گے۔''

جیسے ہی اسلامی لشکر نے حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بات سُنی تو فوراً جنگی ہتھیار وغیرہ سنبھالے، اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجاہدین کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ (1)

علم و حکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک واقعے سے علم و حکمت کے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

❀......حضرت سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجاہدین کے ساتھ اسلامی لشکر سے رات کے وقت روانہ ہو کر راستے میں چھپ گئے اور صبح کے وقت جَبلَہ بِن اَیْہَم کے لشکر میں شامل ہو گئے، بعد از اں قِنَّسْرِین کے حاکم لوقا کو قتل کر کے رومی لشکر کے ساتھ جنگ کرنے لگے، صبح سے دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ یہ تمام واقعات دن کو وقوع پذیر ہوئے

1......فتوح الشام، جبلۃ یحارب خالدا، ج ۱، ص ۱۱۵۔

تھے، رات کے وقت نہ تو رومیوں سے لڑائی ہوئی نہ ہی رومیوں نے سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اوران کے ساتھیوں کونرغے میں لیا۔لیکن سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے وقت اس بات سے مُطَّلع فرمادیا کہ خالِد بِن ولید کودشمنوں نے گھیرلیاہے تم ان کی مدد کے لیے پہنچو۔معلوم ہوا:

۞......حُسنِ اَخلاق کے پیکر،مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے مدینہ منورہ میں گُنبدِ خضراء کی مُقدَّس آرام گاہ سے آئندہ کل پیش آنے والا واقعہ رات ہی کو ملاحظہ فرمالیا۔

جو ہو چکا ہے جو ہوگا حضور جانتے ہیں
تری عطا سے خدایا حضور جانتے ہیں

۞......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کواتنی طاقت وقوت عطا فرمائی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے وصال ظاہری کے بعد بھی میلوں دور پیش آنے والے واقعات کوملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۞......واقعہ ابھی پیش آیا نہیں پہلے ہی ملاحظہ کرلیا،معلوم ہوا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی عطا سے نہ صرف اُن کی حیات ظاہری میں غیبی مشاہدہ عطا فرمایا بلکہ آپ کے وصال ظاہری کے بعد بھی آپ کوغیبی مشاہدہ عطا فرمایا ہے۔

......حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اس بات کو بیان کیا تو فرمایا: ''**طَرَقَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے جگادیا۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی خواب کا ذکر نہ کیا، بلکہ بلاواسطہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جگانے کی بات کی۔معلوم ہوا:

۞......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی قبرانور میں زندہ ہیں۔

۞......نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دنیاوی زندگی کی طرح تصرُّفات بھی فرماتے ہیں،مختلف جگہوں پر آتے جاتے ہیں۔

تو زندہ ہے **واللّٰہ** تو زندہ ہے **واللّٰہ**
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

۞......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اپنے اُمتیوں کی راہنمائی اور مدد فرماتے ہیں۔

فریاد اُمتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

۞......سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے جگا دیا۔'' آپ نے اس بات کا ذکر نہ فرمایا کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیسے جگایا؟ اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنے مزارِ پُراَنوار میں تشریف فرما ہو کر بذریعہ آواز جگایا۔ اس سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے:

۞......**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے یہ جانتے تھے کہ حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فلاں مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہیں اور آرام کر رہے ہیں، نیز یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے لشکر کے گیارہ مجاہدین حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سربراہی میں دشمنوں کے پیچھے گئے ہوئے ہیں۔

۞......**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسی بصارت عطا فرمائی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے مزار پرانوار میں آرام فرما ہو کر ہزاروں میل دور اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نیند میں سوتا ہوا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

۞......**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسی قوت گویائی عطا فرمائی ہے کہ مدینہ منورہ میں اپنے مزار پرانوار میں آرام فرما ہو کر ہزاروں میل دور اسلامی لشکر کے سپہ سالار تک اپنی مبارک آواز کو پہنچا رہے ہیں۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُنْ کی کنجی کہیں

اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

......دوسری صورت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مزار پرانوار سے بذات خود سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اِس سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے:

......**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے مزار پرانوار میں زندہ ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اِس بات کا اختیار دیا ہے کہ جہاں چاہیں آجاسکتے ہیں۔

......جس وقت دوعالم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جگایا اس وقت **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے خیمے میں موجود تھے، جب ہی تو انہوں نے آپ کی زیارت کی اور دیگر اصحاب کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے جِسْمِ اَقْدَس کے ساتھ ان کے خیمے میں تشریف لانا ''تَصَرُّف'' اور ''اِختیار'' کی وجہ سے تھا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام اِختیارات وتَصَرُّفات عطا فرمائے اور کونَین کا مالک ومُختار بنایا۔ بقول:

وہی نُورِ حق وہی ظِلِّ رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب
نہیں اُن کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
مالِکِ کونَین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نِعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بے شُمار عُلُوم غَیْبِیَّہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے ایک تَعْیِیْنِ وقت کا بھی علم ہے یعنی کس وقت کیا معاملہ پیش آئے گا؟ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم تھا کہ دوپہر کے وقت حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین پر مصیبت آئے گی، رومی کفار ان کو گھیر لیں گے اور وہ لڑتے لڑتے ایسے بے حال ہوجائیں گے کہ ان کے لیے مدد کا پہنچنا ضروری ہوجائے گا، لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات ہی میں حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو روانہ ہونے کا حکم دے دیا۔ اگر عین لڑائی کے وقت حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حُکم دیتے تو شِیزَر سے قِنَّسرِین تک کی مسافت

طے کرنے میں وقت ضائع ہوتا اور وہ عین وقت پر مدد کے لیے نہ پہنچ پاتے بلکہ شام یا رات کے وقت پہنچتے۔

✿......مذکورہ بالا مبارک واقعے سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طَیِّبَہ کا عقیدہ رکھنا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تَصَرُّفات کا عقیدہ رکھنا، یہ عقیدہ رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہزاروں میل کی دور تک جانے کی طاقت وقدرت عطا فرمائی ہے، یہ عقیدہ رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنی آواز کو ہزاروں میل دور تک پہنچا سکتے ہیں، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مشکل کُشا، فریاد رس، اپنے اُمّتیوں کی مدد کا عقیدہ رکھنا، یہ تمام عقائد قرآن وسنت کے بالکل موافق ہیں۔

✿......اگر مذکورہ بالا تمام عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہوتے تو حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی اس پر فی الفور عمل نہ کرتے۔ کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قَطْعِی جَنَّتی صحابی ہیں، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اَمِینُ الاُمَّت کا خطاب دیا۔ اگر یہ تمام عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہوتے تو اسلامی لشکر کے تمام سپاہی فوراً ان کی اِتِّباع نہ کرتے جن میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جَیِّد اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی موجود تھے۔

✿......یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طَیِّبَہ، تَصَرُّفات واِختیارات اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اُمّت کی مدد وخیر خواہی کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے، کیونکہ اگر ان کا عقیدہ اس کے خلاف ہوتا تو کوئی ایک صحابی تو سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے اس کا انکار کرتا اور انہیں اس بات سے منع کرتا۔ لیکن کسی صحابی اور کسی مجاہد نے آپ کو منع نہ کیا بلکہ فی الفور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر مجاہدین کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ نیز کسی سبب سے اگر اس وقت نہ بھی انکار کر سکا تو بعد میں اس کا انکار کرتا لیکن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مذکورہ واقعے کا اسلامی لشکر کے کسی صحابی یا سپاہی نے انکار نہ کیا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(3)......جنگ بعلبک

جنگِ بَعْلَبَکّ کی اِجمالی صُورتِ حال:

فتحِ قِنَّسْرِین کے بعد سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حِمْص کا محاصرہ کرنے بھیجا اور خود بَعْلَبَکّ روانہ ہوگئے۔ جب وہ قلعے میں گئے تو وہاں کا حاکم پوری تیاری کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا۔ اسلامی لشکر کے ساتھ جیسے ہی جنگ ہوئی تھوڑی ہی دیر بعد رومی بھاگ کر قلعے میں گُھس گئے۔ دوسرے دن رومیوں نے قلعے کے اوپر سے اسلامی لشکر پر تیر اور پتھر برسا کر انہیں بہت پریشان کیا۔ تیسرے دن اسلامی لشکر کے کھانے کے وقت تمام رومیوں نے یکبارگی حملہ کردیا لیکن اسلامی لشکر کی آہنی دیوار کو نہ ہلا سکے، سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے قلعے کے ہر دروازے پر تعینات کردیا تاکہ رومی سپاہی جس دروازے سے بھی نکلیں وہیں پہ ان کو روکا جاسکے، چوتھے دن اچانک اس دروازے سے رومی لشکر نے یکبارگی حملہ کیا جہاں سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود موجود تھے، اسلامی لشکر کے منقسم ہونے کے سبب مجاہدین پر بہت بڑی آزمائش آپڑی، بعدازاں دوسرے دروازے پر مقرر مجاہدین بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے جس سے رومی دو اسلامی دستوں کے درمیان پھنس گئے، انہوں نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ حاکِم ہَربیس ہزاروں فوجیوں سمیت بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گیا، وہاں کسی گھاٹی میں محصور ہوگیا۔ کچھ جھڑپوں کے بعد اس نے صلح کرنے میں ہی عافیت جانی، بالآخر صلح کرلی گئی۔ اسلامی لشکر قلعے کے باہر ہی ٹھہر گیا، وہیں پہ ایک بازار قائم کیا گیا جس میں تجارتی معاملات ہوتے، بعدازاں حاکم ہربیس کو قلعے والوں نے ہی قتل کردیا اور ان ہی کی خواہش پر اسلامی لشکر نے قلعے میں داخل ہوکر وہاں کے تمام انتظامات سنبھال لیے، یوں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جنگِ بَعْلَبَکّ میں بھی مسلمانوں کو عظیم الشان فتح و نصرت عطا فرمائی۔ [1]

جنگ بعلبک کے چار اہم واقعات

(1)......زخمی مجاہد کی دانش مندی:

جنگ بعلبک کے تیسرے روز حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشاورت کے بعد یہ طے کیا کہ

---

[1] ......فتوح الشام، جبلة یحارب خالدا، ج ۱، ص ۱۲۲ ملخصا۔

اسلامی لشکر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قلعے کے ہر دروازے کے سامنے تعینات کر دیا جائے تا کہ رومی ایک تو اچانک حملہ نہ کر سکیں اور دوسرا یہ کہ ان کے حملے کو وہیں پہ روک دیا جائے۔ چوتھے دن رومیوں نے اچانک اس دروازے سے حملہ کر دیا جس کے آگے حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود موجود تھے، حاکم ہربیس نے قلعے کے اندر ہی فوجی صفوں کو ترتیب دے دیا تھا، اس لیے ان کا حملہ بڑا ہی مُنَظَّم تھا۔ اسلامی لشکر بڑی ہی آزمائش میں آ گیا۔ اس وقت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دل میں کہا: ''کاش باب حلبی اور باب شام پر حضرت سَعِید بِن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہو جائے کہ یہاں مجاہدین بڑی مصیبت میں ہیں اور وہ یہاں ان کی مدد کے لیے آجائیں لیکن ان تک یہ خبر پہنچانا کیسے ممکن ہو؟

چنانچہ اسلامی لشکر کے ایک شدید زخمی مجاہد حضرت سیِّدُنا سَہل بِن صَبَّاح عَبْسِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی دانش مندی سے دیگر دروازوں پر موجود اسلامی لشکر کو یہاں کے حالات کی خبر دے دی، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے دائیں بازو پر شدید زخم لگا تھا جس سے میرا ہاتھ بیکار ہو گیا، میں تلوار بھی نہ پکڑ سکتا تھا۔ رومیوں کے غلبے کو دیکھ کر مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے بھائی عنقریب شہادت پا جائیں گے۔ قریب ہی ایک ٹیلہ تھا میں لڑائی سے نکل کر اس ٹیلے کی طرف بھاگ کر چڑھ گیا۔ جب میں نے میدان جنگ میں دیکھا تو تمام مجاہدین رومیوں کے نرغے میں تھے، نیزے اور تلواریں ڈھالوں پر پڑنے سے چنگاریاں اٹھتی تھیں، چنگاری دیکھ کر اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا، میں نے قریب بکھری ہوئی درختوں کی سوکھی جڑیں اور شاخیں جمع کیں اور انہیں آگ لگا دی، جب اچھی طرح آگ لگ گئی تو ان پر گیلی لکڑیاں ڈال دیں جس سے آگ بجھ گئی اور دھواں ہی دھواں ہو گیا۔ چونکہ اسلامی لشکر کا یہ دستور تھا کہ جب وہ ایک جگہ اکھٹا ہونا چاہتے تو اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلانے کے لیے دن کے وقت دھواں بلند کرتے اور رات کے وقت آگ روشن کرتے۔ اس لیے دیگر دروازوں پر جب حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ضِرَار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دُھواں دیکھا تو فوراً سمجھ گئے کہ یہ دُھواں کسی بڑے امر پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ فی الفور روانہ ہوئے اور فوراً اس دروازے پر پہنچے جہاں مجاہدین رومیوں سے برسرِ پیکار تھے اور آزمائش میں مبتلا تھے، وہاں پہنچتے ہی اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے انہوں نے باآواز بلند نعرۂ تکبیر لگایا۔ اسلامی دستے

کی آمد نے وہاں مجاہدین میں ایک نئی روح پھونک دی۔حضرت سیِّدُ نا سَعِید بِن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آتے ہی رومیوں کی گردنوں پر تلواریں رکھنا شروع کردیں۔زخمی مجاہد حضرت سیِّدُ نا سَہْل بِن صَبَّاح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بہترین حکمتِ عَمَلی اور دانش مَندی کے سبب اب رومی اسلامی لشکر کے نرغے میں تھے، بعدازاں سب نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی اور حاکمِ ہِربیس اپنے ہزاروں سپاہیوں سمیت بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گیا۔[1]

(2)......حاکمِ ہِربیس کی عجیب وغریب بات:

جب حاکم ہربیس اپنے ہزاروں سپاہیوں کے ساتھ پہاڑوں میں جاکر چھپا تو حضرت سیِّدُ ناسَعِید بن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کا محاصرہ کرلیا۔ان کا جو بھی سپاہی پہاڑ سے مُنہ باہر نکالتا اسلامی لشکر کے تیروں سے اس کا سامنا ہوتا۔حاکم ہربیس نے سوچا کہ سخت سردی میں ہم یہاں بھوکے پیاسے مرجائیں گے، لہٰذا اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے صلح کا اِرادہ کیا۔اس نے باہر آکر اپنے ارادے سے سیِّدُ ناسَعِید بن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو آگاہ کیا۔آپ نے فرمایا کہ صلح کرنے کے لیے تمہیں ہمارے لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑے گا۔بہرحال اس نے اپنے ہتھیار وغیرہ اتار کر اُون کا عاجزانہ لباس پہنا اور سیِّدُ ناسَعِید بن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔صلح کی گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے حاکم ہربیس نے اسلامی لشکر کا بَغور مُعائنہ کرنے کے بعد سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک عجیب وغریب بات کہی۔ کہنے لگا: ''**لَقَدْ ظَنَنْتُ اَنَّکُمْ اَکْثَرُ عَدَداً مِنَ الْحِصٰی وَاَکْثَرُ مَدَداً وَلَقَدْ کَانَ یَخِیْلُ لَنَا عِنْدَ حَرْبِکُمْ وَشَدَّةٍ مَّا نُلْقِیْ مِنْکُمْ اَنَّکُمْ عَلٰی عَدَدِ الْحِصٰی وَالرَّمْلِ مِنْ کَثْرَتِکُمْ وَلَقَدْ کُنَّا نَرٰی خَیْلًا شَھْباً وَعَلَیْھَا رِجَالٌ وَبِاَیْدِیْھِمْ رَاْیَاتٌ صُفْرٌ وَعَلَیْھِمْ ثِیَابٌ خُضَرٌ فَلَمَّا صِرْتُ بَیْنَکُمْ لَمْ اَرَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئاً وَمَا اَرَاکُمْ اِلَّا فِیْ قِلَّةِ عَدَدٍ وَمَا اَدْرِیْ مَا فُعِلَ** یعنی اب سے پہلے مجھے اس بات کا یقین تھا کہ آپ لوگوں کی تعداد پتھروں سے بھی زیادہ ہے، طاقت کے اعتبار سے بھی آپ لوگ ہم سے زیادہ ہو، خُصُوصاً جب ہم تم سے جنگ کررہے ہوتے تھے، جنگ کی شدت کے وقت بھی ہمارا یہی خیال ہوتا تھا کہ تم لوگ سنگریزوں یعنی پتھروں کی

---

[1] ......فتوح الشام، جبلۃ یحارب خالدا، ج ۱، ص ۱۲۲۔

تعداد سے بھی زیادہ ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ تمہارے لشکر میں ایسے کثیر شہسوار ہیں جن کے ہاتھوں میں زرد رنگ کے جھنڈے ہیں اور انہوں نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ تمہارے لشکر میں اب ان لوگوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آرہا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تعداد بھی اس تعداد سے بہت کم ہے جو ہمیں جنگ کے وقت نظر آرہی تھی، مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا ماجرا ہے؟'' حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ سن کر اِرشاد فرمایا: ''**یَا وَیْلَکَ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْمُسْلِمِیْنَ یُکْثِرُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اَعْیُنِ الْمُشْرِکِیْنِ وَیَمُدُّنَا بِالْمَلَائِکَۃِ کَمَا فَعَلَ بِنَا یَوْمَ بَدْرٍ وَبِذٰلِکَ فَتَحَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِلَادَکُمْ وَحُصُوْنَکُمْ عَلَیْنَا وَاَذَلَّ مُلُوْکَکُمْ** یعنی تیری ہلاکت ہو ہم مسلمانوں کا گروہ ہیں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ مُشرکین کی نظر میں ہماری تعداد بہت زیادہ دکھاتا ہے اور فرشتوں کے ذریعے مدد فرماتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی تھی۔ اسی وجہ سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں تمہارے شہروں اور قلعوں پر فتح عطا فرماتا ہے اور تمہارے بادشاہوں کو ذلت دیتا ہے۔''(1)

(3)......بَعْلَبَکّ قلعے کی فتح کا سبب:

ملک شام میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر محاذ پر مسلمانوں کو عظیم فتح ونصرت عطا فرمائی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس کے فتح ہونے کی غیبی خبر دی تھی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَعید بن زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب رومی لشکر کے سپہ سالار حاکم ہربیس کو سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس صُلح کے لیے لائے تو حضرت سیِّدُنا مِرقال بن عُتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قلعے والوں کی طرف مُتَوَجِّہ ہوکر ارشاد فرمایا: ''**حَصِّنُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَوْلَادَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ بِالصُّلْحِ فَاِنْ اَبَیْتُمْ ذٰلِکَ فَقَدْ وَعَدَنَا اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَفْتَحَ لَنَا بِلَادَکُمْ وَاَمْصَارَکُمْ وَغَیْرَھَا وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُنْجِزٌ اَمْرَہٗ** یعنی تمہارا سردار ہمارے پاس صُلح کے لیے آیا ہے لہٰذا تم بھی اپنی جان، اولاد اور مال ومتاع کو ہم سے صُلح کر کے محفوظ کرلو کیونکہ اگر تم صُلح کرنے سے انکار بھی کردو گے تب بھی ہم تم پر فتح ضرور حاصل کرلیں گے کیونکہ دوعالَم کے مالِک ومُختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق تَرجمان کے مطابق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہم سے وعدہ فرمایا

---

(1)......فتوح الشام، جبلۃ یحارب خالدا، ج ۱، ص ۱۲۸۔

ہے کہ وہ ہمیں تمہارے شہروں اور علاقوں وغیرہ پر فتح عطا فرمائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔‘‘(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور اِسلامی لشکر کے تمام مجاہدین کا یہ عقیدہ تھا کہ دو عالم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو ہمیں اپنی حَیاتِ طَیِّبَہ میں ملک شام کی فتوحات کی غیبی خبر دی ہے وہ ضرور پوری ہو کے رہے گی، یہی وجہ ہے کہ سیِّدُ نا مرقال بِن عُتبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نہایت ہی اعتماد کے ساتھ اس بات کو بَعْلَبَکّ والوں کے سامنے بیان کیا۔

(4)......اِسلامی لشکر اور عہد کی پاسداری:

حاکم ہربیس نے جن شرائط پر صُلح کی تھی اس میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ صُلح کے بعد اسلامی لشکر قلعے میں داخل نہیں ہوگا بلکہ وہ قلعے سے باہر رہ کر جو بھی معاملات کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شرط کو منظور کرلیا اور حضرت سیِّدُ نا رافع بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نو سو مُجاہدین دے کر بَعْلَبَکّ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا نیز انہیں اس بات کی سختی سے تاکید فرمائی کہ قلعے میں داخل ہونے کی قطعاً کوشش نہ کریں۔ سیِّدُ نا رافع بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اس کی سختی سے پابندی کی۔ حاکم ہربیس نے مسلمانوں کو جو فِدیہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ قلعے والوں کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا، لیکن اس نے قلعے والوں کو اطمینان دلایا کہ اس کا ایک چوتھائی میں اپنے ذاتی مال سے اَدا کروں گا۔ قلعے والے خوش ہوگئے۔ کچھ عرصے تو اُس نے ادائیگی کی پھر اُس نے قلعے والوں سے کہا کہ اب میں اس کا مُتَحَمِّل نہیں ہوسکتا لہٰذا تم مجھے اپنے مالی معاملات میں شریک کرلو وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال تاجروں اور حاکم ہربیس کے درمیان اِنتشار پیدا ہوگیا اور بڑھتے بڑھتے لڑائی کی نوبت آگئی، اِسی دوران چند نوجوانوں نے غصے میں آکر حاکم ہربیس کو قتل کردیا۔ قلعے والے گھبرا کر حضرت سیِّدُ نا رافع بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے اور بتایا کہ حاکم ہربیس قتل ہو چکا ہے لہٰذا آپ لوگ قلعے کے اندر آکر اُس کا انتظام سنبھال لیں۔ وہ لوگ کافی دیر تک اس بات پر اصرار کرتے رہے لیکن حضرت سیِّدُ نا رافع بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قطعاً آمادہ نہ ہوئے اور اِرشاد فرمایا: ’’ہمارے سردار حضرت سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہمیں شہر میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے، اُن کی اجازت کے بغیر ہم یہ کام

1......فتوح الشام، جبلة يحارب خالدا، ج ۱، ص ۱۲۸۔

ہرگز نہیں کر سکتے اور ویسے بھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں اور اُن کی غیر موجودگی میں بھی ہم اُن کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔'' اہلِ بَعْلَبَکّ نے بہت مِنَّت سَماجَت کی لیکن سیِّدُنا رافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ٹَس سے مَس نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر اہلِ بَعْلَبَکّ آپ سے اور تمام اِسلامی لشکر سے بہت ہی مُتاثر ہوئے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بذریعہ قاصد خط لکھ کر صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِجازت دے دی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قلعے میں داخل ہو کر وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔[1]

عہد کی پاسداری، مسلمانوں کا شعار:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے مجاہدین اپنے نگران و ذمہ دار کے حکم کو کس طرح مانتے تھے، ان کی اجازت کے بغیر کسی کام کو کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ کاش ہمارے اندر بھی اپنے ذمہ داران کی اطاعت کا ایسا ہی جذبہ پیدا ہو جائے، یقیناً نگران و ذمہ دار کی اطاعت میں ہی بہتری ہے جبکہ وہ شریعت کے مطابق ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی سے کوئی عہد کیا جائے تو اسے ضرور پورا کرنا چاہیے کیونکہ عہد کی پاسداری کرنا مسلمانوں کا شعار ہے۔ ایک حقیقی مسلمان کبھی بدعہدی نہیں کرتا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مبارک عمل ہمارے لیے مَشْعَلِ راہ ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4) جنگِ حمص (بارِ اوّل)

جنگِ حمص کا اِجمالی حال:

قِنَّسرِین کی فتح کے بعد حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بَعْلَبَکّ کی طرف آ گئے تھے جبکہ حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حمص کی طرف چلے گئے۔ بَعْلَبَکّ کی فتح کے بعد سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اِسلامی لشکر کے ساتھ حمص پہنچ گئے۔ اَوّلاً آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حمص والوں کو قبولیتِ اِسلام یا صُلح اور اس کے بعد جنگ کا مکتوب روانہ کیا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مختلف دروازوں پر تعینات کر دیا اور حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن

[1] ......فتوح الشام، ذکر حدیث نزول المسلمین علی حمص، ج ۱، ص ۱۳۱۔

پورا دن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح حملے کیے جاتے رہے لیکن خاص پیش رفت نہ ہو سکی۔ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چونکہ کافی دنوں سے یہاں موجود تھے اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی طویل سفر کر کے یہاں پہنچے تھے جس کے نتیجے میں اسلامی لشکر میں غلہ اور راشَن کی شدید قلّت ہو چکی تھی، دوسری طرف حمص والوں کا بھی یہی حال تھا اسلامی لشکر کے محاصرے کے سبب ہرقل کی طرف سے بھی کوئی امداد اُن تک نہ پہنچ پائی تھی، اُن کے ہاں غلہ و راشن وغیرہ کی قلت تھی۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بذریعہ قاصد حاکِمِ حمص سے فرمایا کہ اگر تم اسلامی لشکر کے پانچ دن تک کا غلہ و راشَن وغیرہ کا انتظام کر دو تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور پھر کسی اور شہر کو فتح کرنے کے بعد ہی آئیں گے۔ حاکِم حمص اور اَہلِ حمص بہت خوش ہوئے اور انہوں نے راشَن کا انتظام کر دیا، لہٰذا اسلامی لشکر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اسلامی لشکر کی روانگی کے بعد اَہلِ حمص نے جشن منایا کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اسلامی لشکر کی واپسی تک ہم بھرپور جنگی تیاری کر لیں گے۔ (1)

جنگ حمص کا ایک اہم واقعہ

سیِّدُنا خالِد بِن ولید کی جنگی حکمتِ عملی:

اہلِ حمص نے اسلامی لشکر سے جو جنگ کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ ازراہِ تکبر تھا، اس لیے جنگ کے دوسرے دن حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے غرور اور تکبر کو توڑنے کے لیے ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی جس سے ان کا غرور خاک میں مل گیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے تمام غلاموں کو جمع کیا جن کی تعداد چار ہزار تھی۔ سب کو مُسَلَّح کر کے قلعے پر حملہ کرنے بھیجا۔ جب وہ قلعے کے قریب پہنچے تو حمص کے حاکم نے انہیں غور سے دیکھا اور اپنے قریبی لوگوں نے کہا کہ آج قلعے کا محاصرہ کرنے جو لوگ آئے ہیں یہ عرب معلوم نہیں ہوتے بلکہ یہ تو سب حبشی ہیں۔

کچھ ذی شعور لوگوں نے اسے کہا کہ دراصل مسلمانوں نے ہمیں ذلیل وخوار جان کر قصداً غلاموں کو لڑنے بھیجا ہے اور ہمیں انہوں نے طَعنَہ دیا ہے۔ سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس جنگی حکمت عملی کا اثر یہ ہوا کہ رات کے وقت حاکِم حمص نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب لکھا کہ آج دن کو تو ہم جنگ لڑنے نہیں آئے لیکن کل ہم

---

(1) ......فتوح الشام، ذکر نزول المسلمين على حمص، ج ١، ص ١٣٦۔

قلعے سے نکل کر تم سے جنگ لڑنے کے لیے آئیں گے۔ اسلامی لشکر بھی یہی چاہتا تھا کہ رومی قلعے سے باہر نکل کر لڑنے کے لیے آئیں اور ان کا یہ مقصد پورا ہونے والا تھا۔ لیکن اگلے دن غلے وراشن کی کمی کے سبب رومیوں سے معاہدہ کر کے اسلامی لشکر حمص سے روانہ ہو گیا۔

(5) فتح رستن

اَہلِ رُستن کا تجدیدِ مُعاہدہ سے اِنکار:

اسلامی لشکر حمص سے کوچ کر کے رستن آیا۔ رُستن والوں سے اسلامی لشکر کا پہلے ہی معاہدہ تھا البتہ اس معاہدے کی معیاد پوری ہونے کو تھی۔ لہٰذا تجدید معاہدہ کے لیے جب سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قاصد کو بھیجا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح کی جنگی تدبیر:

رُستن شہر کا قلعہ بہت ہی بلند اور نہایت مضبوط تھا، اسے فتح کرنے کے لیے ایک طویل لڑائی کی حاجت تھی لیکن فی الفور اسلامی لشکر اس کا مُتَحَمِّل نہیں تھا۔ اس لیے حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک جنگی تدبیر اپنانے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے اسلامی لشکر کے اہم لوگوں سے مُشاورت کے بعد رُستن کے حاکم نقیطاس کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا کہ ہمارے پاس نہایت ہی قیمتی ساز و سامان کی کثرت ہے اور ہم کہیں دور جانے کا اِرادہ رکھتے ہیں یقیناً اتنا قیمتی اور کثیر سامان ہر جگہ ساتھ رکھنا نہایت ہی دشوار ہے، لہٰذا ہم یہ سامان تمہارے پاس امانتاً رکھوانا چاہتے ہیں جو واپس آکر لے لیں گے۔'' حاکم رستن نے جیسے ہی مکتوب پڑھا اُس کی باچھیں کھل گئیں اور وہ بہت خوش ہوا کہ اسلامی لشکر نے ملک شام کے دیگر کئی علاقوں سے جو قیمتی ہیرے جواہرات، سونا چاندی، ریشمی قالین وغیرہ کروڑوں کی مالیت کا سامان بطور مال غنیمت لیا ہے میں اس پر با آسانی قبضہ کر لوں گا۔ اپنی بد دیانتی کو پوار کرنے کے لیے اس نے جواباً ایک مکتوب روانہ کیا اور کہا: ''یہ تو پرانے زمانے سے دستور چلا آرہا ہے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اعتماد کر کے اُس کے پاس سامان وغیرہ رکھواتا ہے اور بعد میں لے لیتا ہے۔ آپ بلا جھجک سامان میرے پاس بھیج دیں اور جب چاہیں گے میں واپس لوٹا دوں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے خدمت کا موقع دیا۔''

سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیس ۲۰ عدد بڑے بڑے صندوق منگوائے انہیں خالی کر کے اس طرح کاریگری کرنے کا حکم دیا کہ صندوق کی کُنڈی میں باہر سے تالا لگا دیا جائے لیکن صندوق کے فرش کو کاٹ کر تختہ میں ایسی ترکیب کی جائے کہ اس کے اندر جو شخص موجود ہو وہ باہر کا تالا کھول کر با آسانی باہر آجائے۔ جب صندوق تیار ہوگئے تو آپ نے بیس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا انتخاب فرمایا اور ان پر حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بِن جَعْفَر طَیَّار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر کیا۔ انہیں اس بات کی ہدایت کی تمام مجاہد ایک ساتھ صندوق سے نکلیں اور نعرۂ تکبیر لگا کر جَلد اَز جَلد قلعے کا دروازہ کھول دیں جہاں حضرت سیِّدُ نا خالد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔

تمام صندوقوں میں مجاہدین کو تلواروں سمیت بند کر کے حاکِم نَقِیطَاس کے پاس بھیج دیا گیا، جب صندوق اس کے پاس پہنچے تو وہ خوشی سے پُھولا نہیں سَما رہا تھا، اس نے وہ تمام صندوق اپنی بیوی ماریہ کے محل میں رکھوا دیے۔

اسلامی لشکر وہاں سے روانہ ہو کر سودیہ نامی مقام پر ٹھہر گیا۔ قلعے والوں نے جب اسلامی لشکر کو رخصت ہوتا دیکھا تو خوشی سے ناچنے لگے۔ رات کے وقت حضرت سیِّدُ نا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بڑے لشکر کے ساتھ رُستن کے قلعے کی طرف خاموشی سے روانہ ہوگئے۔ وہاں اہلِ رُستن اتنی بڑی کامیابی کی خوشی میں جشن منانے میں مصروف ہوگئے، اس جشن کا مہمان خصوصی حاکِم نَقِیطَاس تھا۔

جب ان کی محفل عروج پر تھی عین اُسی وقت سارے صندوقوں سے مجاہدین نکلے اور نَقِیطَاس کی بیوی سے قلعے کی چابیاں لے لیں۔ قلعے کا دروازہ کھول کر تمام مجاہدین نے نعرہ تکبیر اور صلاۃ وسلام کی صدائیں بلند کیں، سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے لشکر سمیت قلعے میں داخل ہوگئے اور اس جگہ کو گھیر لیا جہاں جشن ہو رہا تھا۔ پھر اسلامی لشکر نے ایک زوردار نعرۂ تکبیر لگایا جس سے تمام رومیوں کے دل دہل گئے، سب کے سانس خُشک ہوگئے، ان کا ایک شخص بھی مقابلے پر نہ آیا کیونکہ اس وقت وہ سب نہتے تھے۔ سب لوگوں نے اَمان اَمان پکارنا شروع کر دیا۔ کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، بقیہ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔

حاکِم نَقِیطَاس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہی صلح کی بلکہ سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کیا کہ مجھے اپنے گھر والوں سمیت یہاں سے جانے دے، جسے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قبول کر لیا۔ یوں وہ قلعہ چھوڑ کر چلا گیا۔ فتح

کی خوشخبری سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیج دی گئی اور آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔[1]

(6) جنگ شیزر

رُستن کی فتح کے بعد اسلامی لشکر حماۃ کی طرف روانہ ہوا، ان سے بھی پہلے ہی معاہدہ تھا، وہاں تھوڑا عرصہ رہ کر اسلامی لشکر شیزَر آیا۔ رُستن اور حَماۃ کی طرح یہ بھی صلح میں داخل تھا لیکن یہاں کے حاکم نے صُلح توڑ دی۔ اہلِ شیزَر کو زبردستی جنگ پر آمادہ کیا۔ جنگ کے لیے قلعے سے باہر آیا تو حضرت سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے لشکر پر ایسا سخت حملہ کیا کہ ایک ہی جھٹکے میں رُومی مغلوب ہوگئے اور حاکم سمیت تمام لوگ قلعے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، مجاہدین نے ان کا تعاقُب کیا اور قلعے میں داخل ہوگئے۔ اہلِ شیزَر نے ادائے جزیہ کی شرط پر امان حاصل کی اور ان کا حاکم خفیہ راستے سے بھاگ گیا۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شیزر کی فتح کے بعد اسلامی لشکر کو حمص کی جانب کوچ کا حکم دیا کیونکہ شیزَر کی فتح کے بعد حمص سے کیا گیا معاہدہ ختم ہوگیا تھا۔

جنگِ شیزر کا ایک اہم واقعہ:

جب اسلامی لشکر حمص کی جانب واپس آرہا تھا تو اِنطاکِیہ سے آنے والے راستے پر ایک بڑا غبار اُٹھتا ہوا نظر آیا، اس غبار کو تمام مجاہدین حیرت سے دیکھنے لگے، کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کیسا غبار ہے؟ سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہوگئے اور اسلامی لشکر بدستور حمص کی جانب چلتا رہا۔ جب سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس غُبار کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک رومی سردار اپنے گھوڑے پر بڑی شان وشوکت سے سُوار ہے اور اس کے گرد ایک سو ۱۰۰ سوار اس کے خادِم کی حیثیت سے چل رہے ہیں۔ حضرت سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس قافلے کو گرفتار کر کے سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس لے آئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے ہرقل بادشاہ اور اس کی جنگی تیاریوں کی تفصیلات معلوم کیں پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے اسلام کی دعوت پیش کیا تو اس نے اپنے خادِمین کے سامنے ایک عجیب وغریب اِنکشاف کیا، وہ کہنے لگا: ''**اِنِّي الْبَارِحَةَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ اَسْلَمْتُ عَلٰى يَدَيْهِ** یعنی آج رات میں نے خواب میں حضور نبی کریم،

---

[1] ......فتوح الشام، ذکر فتح الرستن، ج ۱، ص ۱۳۷۔

رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی ہے اور میں رات ہی کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دست اقدس پر اسلام قبول کر چکا ہوں۔'' بعدازاں اسلامی لشکر پھر حمص کی جانب چل پڑا۔ [1]

(7)......جنگِ حمص (بار دوم)

فتحِ حمص کا اِجمالی حال:

حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب اسلامی لشکر کو لے کر حمص پہنچے تو رومی بھاگ کر قلعے میں گُھس گئے اور اندر سے دروازے بند کر لیے۔ پھر انہوں نے سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ ''آپ نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے، آپ نے کہا تھا کہ ہم نہیں آئیں گے لیکن پھر بھی آ گئے۔'' آپ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی بھی بدعہدی نہیں کرتے، ہم نے بھی تم سے کوئی بَدعَہدی نہیں کی، عہد میں یہ تھا کہ جب تک کوئی اور علاقہ فتح نہ کر لیں گے تب تک حمص واپس نہیں آئیں گے، ہم رُستن اور شیزر فتح کر کے آ رہے ہیں۔'' جب رُومیوں نے مکتوب پڑھا تو وہ سوچنے لگے کہ واقعی مسلمان اپنے عہد میں پکے ہیں۔ بہر حال انہوں نے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حمص کے لوگ بڑے جنگجو، لمبے چوڑے اور بھاری جسامت والے تھے۔ جنگ کے پہلے دن انہوں نے قلعے کا دروازہ کھولا اور زوردار حملہ کیا، حملہ اتنا شدید تھا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، بعدازاں سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ترغیب سے مجاہدین نے ایک نئے جوش کے ساتھ رومیوں پر حملہ کیا۔ لیکن رومی اپنی جگہ مضبوطی سے جمے رہے۔ دوسرے دن سیِّد نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نمازِ فجر کے بعد مجاہدین کو نیا جوش اور جذبہ دلایا۔ سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جنگی حکمتِ عملی سے رومیوں کو گھیر لیا گیا، شدید لڑائی کے بعد رومیوں کا حاکم مارا گیا اور اہلِ حمص نے مسلمانوں سے معاہدہ کر کے امان حاصل کر لی۔ [2]

جنگِ حمص کے اہم واقعات

سیِّدُنا عِکرِمہ بِن ابُوجَہل کی شہادت:

پہلے دن کی جنگ میں حضرت سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دلیری نے جنگ کا رُخ پلٹ دیا، انہیں دیکھ کر

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح الرستن، ج ۱، ص ۱۴۱۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح الرستن، ج ۱، ص ۱۴۱۔

اسلامی لشکر کے دیگر شہسوار بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت سیّدُنا عِکْرِمَہ بن ابُوجَہْل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قَومِ مَخْزُوم کے ساتھ رومیوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ اہلِ حِمص نے ایسا حملہ نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی سوچا تھا۔ تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا محال تھا، لہٰذا رومیوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ سیّدُنا عِکْرِمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تیروں سے بے خوف ہوکر رومیوں کے خلاف قِتال کررہے تھے۔ ساتھیوں نے عرض کیا: ''اے عِکْرِمَہ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ پر نرمی کیجئے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ساتھیوں کو ایمان افروز جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے گروہِ مؤمنین! ایک وہ زمانہ تھا کہ میں جہالت کی تاریکی میں تھا اور بُتوں کی حِمایت میں مسلمانوں سے لڑتا تھا، لیکن آج (جب حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے مجھے ایمان کی روشنی نصیب ہوئی تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ورضامندی میں لڑ رہا ہوں۔''

پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**وَاِنِّیْ اَرَی الْحُوْرَ مُتَشَوِّقَاتٍ اِلَیَّ وَلَوْ بَدَتْ وَاحِدَۃٌ مِنْھُنَّ لِاَھْلِ الدُّنْیَا لَاَغْنَتْھُمْ عَنِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَلَقَدْ صَدَقَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا وَعَدَنَا** یعنی میں اس وقت بھی جنت کی حوروں کو دیکھ رہا ہوں جو میری طرف شوق اور دلچسپی سے دیکھ رہی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک حور بھی دنیا والوں پر ظاہر ہوجائے تو وہ انہیں سورج اور چاند سے غنی کردے اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا وہ بالکل برحق ہے۔'' یہ کہہ کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شیر کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے، تمام رومی محوِحیرت تھے، جو بھی ان کے قریب جاتا آن کی آن میں خاک میں ملا دیا جاتا۔ حاکم ہربیس دور بیٹھا آپ کی جُرأت وبہادری دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے قریب سے حربہ اٹھایا اور سیّدُنا عِکْرِمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دل کا نشانہ لے کر پھینکا، وہ سیدھا نشانے پر لگا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ زمین پر تشریف لے آئے، آپ کی روح قَفَسِ عُنْصُرِی سے پرواز کر گئی۔[1] **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ واقعے سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

......اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کا مقصد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا ہوتی تھی،

---

1 ......فتوح الشام، معرکۃ حمص، ج ۱، ص ۱۴۵۔

وہ کسی بھی دنیوی خواہش کے باعث جہاد نہیں کیا کرتے تھے۔

......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنت کو لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے، لیکن وہ اپنی رحمت کاملہ سے جسے دنیا میں دکھانا چاہے دکھا سکتا ہے۔

......حضرت سیِّدُنا عِکرِمَہ بن ابُوجہل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی مقام و مرتبے والے صحابی تھے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں شہادت سے پہلے ایسی قُوَّتِ بِینائی عطا فرمادی تھی کہ دنیا میں رہتے ہوئے جنت کی حُوروں کو دیکھ رہے تھے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں، خاص بندوں کی نظر اور عام لوگوں کی نظر میں بہت فرق ہوتا ہے، عام لوگ دنیا میں ہی بعض چیزیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتے لیکن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ بندے دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کی عطا اور فضل و کرم سے جنت کو بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

سیِّدُنا خالِد بن ولید کی جنگی حکمتِ عملی:

جنگ حمص میں حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پہلے دن ہی رومیوں کے جوش اور طاقت کو دیکھ لیا تھا، آپ جانتے تھے کہ یہ نہایت ہی بُزدِل قوم ہے اسے مارنے کے لیے کوئی جنگی حکمت عملی اختیار کرنی پڑے گی۔ چنانچہ آپ نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں ایک جنگی حکمت عملی پیش کی کہ رومی لشکر میں دو طرح کے فوجی ہوتے ہیں، گھڑسُوار اور پیدل۔ جب رومی لشکر حملہ آور ہو تو تھوڑی دیر تک مسلمان ان سے لڑیں اور بعد میں اپنی ہزیمت ظاہر کرکے پیچھے ہٹنا شروع کردیں۔ پھر آہستہ آہستہ بھاگ کھڑے ہوں۔ نیز اپنے کیمپ میں جانے کے بجائے جو سیدھے راستے پر نکل جائیں۔ یوں پیدل چلنے والے رومی کفار اسلامی لشکر کو بھاگتا دیکھ کر کیمپ میں لوٹ مار شروع کردیں گے اور دیگر لوگ مجاہدین کا تعاقب کریں گے جب وہ کافی دور نکل جائیں تو اچانک مجاہدین پلٹیں اور رومیوں پر زوردار حملہ کردیں۔ ان کے خاتمے کے بعد پیدل فوج کی طرف متوجہ ہوں اور پھر انہیں آڑے ہاتھوں لیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مسلمان جب ہزیمت دکھا کر بھاگے تو رومی سوار ان کے تعاقب میں دور تک نکل آئے، پیدل فوج اور قلعے کے اندر سے بھی مزید لوگ اسلامی لشکر کے کیمپ میں پہنچ کر لوٹ مار کرنے لگے۔ قلعے میں اب فقط بوڑھے، بچے اور عورتیں رہ گئیں تھیں، باقی تمام لوگ لوٹ مار میں مصروف ہوگئے۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْہ نے اچانک تمام مجاہدین کو پلٹنے کو کہا، تمام مجاہدین یکبارگی پلٹے اور تعاقب میں آنے والے رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اسلامی لشکر نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا، رومیوں نے جوابی حملہ کیا لیکن ٹھہر نہ سکے۔ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رومیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ ان کے حاکم ہربیس کو حضرت سیِّدُنا سَعِید بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تلوار کی دو ایسی شدید ضربیں لگائیں کہ اس کے دونوں بازو کٹ گئے اور وہ زمین پر گر گیا، آپ نے اس کے دل میں نیزہ پیوست کر کے مار ڈالا۔

لڑائی کے دوران سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعے کی طرف چلے گئے اور جا کر قلعے کے دروازے پر قبضہ کر لیا، نہ تو کسی کو باہر آنے دیتے تھے اور نہ ہی کسی کو اندر آنے دیتے تھے۔ پیدل رومی جو لوٹ مار میں مصروف تھے بیچ میں پھنس گئے۔ اتنے میں سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ وہاں آ گئے۔ جب رومیوں نے اپنے آپ کو مجاہدین کے درمیان گھرا ہوا دیکھا تو لُوٹا ہوا مال واسباب چھوڑ چھاڑ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر کے **لَفُوْن لَفُوْن** یعنی امان امان پکارنے لگے۔ اہلِ حمص کو امان دے دی گئی، یوں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔[1]

(8) جنگِ یرموک

جنگِ یَرمُوک کا پس منظر:

جب ہرقل بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے رَستَن، شیزَر اور حمص جیسے عظیم قلعے بھی فتح کر لیے ہیں تو وہ آگ بگولہ ہو گیا، اس نے دیگر کئی علاقوں سے ایک عظیم فوج کو اکٹھا کیا جس میں جبلہ بن اَیہَم اور ماہان ارْمَنی جیسے طاقتور ومشہور ومعروف سربراہ بھی موجود تھے، ہرقل نے ان کے سامنے ایک طویل تقریر کر کے ان میں نیا جذبہ اور جوش پیدا کیا۔ پھر اس نے لشکر کو ترتیب دے کر مختلف مقامات پر روانہ کر دیا۔ جبکہ حمص کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جابیہ کے مقام پر آ گئے۔ جاسوسوں نے آپ کو ہرقل کے جمع کیے ہوئے لشکر کے بارے میں بتایا تو آپ بہت مُتَفَکِّر ہوئے اور **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگی مقام کے لیے مشورہ کیا

[1] ......فتوح الشام، معرکۃ حمص، ج ۱، ص ۱۴۵، ۱۴۷۔

اور سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے سے ''یرمُوک'' کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ جب رومی لشکر کو اسلامی لشکر کی یرمُوک میں آمد کا معلوم ہوا تو ماہان ارمنی کی قیادت میں وہ بھی یرمُوک پہنچ گیا۔

دونوں لشکروں کی تعداد:

دونوں لشکروں کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے۔ رومی لشکر جب اِنطاکِیہ سے روانہ ہوا تھا تب اس کی تعداد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (560000) تھی، یہ لشکر اکیس فَرسَخ لمبا تھا اور ایک فَرسَخ کم وبیش تین میل کا ہوتا ہے۔ راستے میں آنے والے مختلف علاقوں سے بھی کئی لوگ اس لشکر میں شامل ہوتے گئے، اِنطاکِیہ کے ساحلی علاقوں اور بَیتُ المقدَّس کی فوجیں بھی یرموک آ پہنچی تھی، جبلہ بن ایہم اپنے ساٹھ ہزار عربی ساتھیوں سمیت اس لشکر کا حصہ تھا، اس حساب سے رومی لشکر کی کل تعداد دس لاکھ ساٹھ ہزار (1060000) ہوتی ہے۔ اسلامی لشکر کی تعداد بعض نے تیس ہزار بتائی ہے لیکن اصح اور راجح قول کے مطابق اسلامی لشکر کی تعداد چالیس سے پینتالیس ہزار تھی۔

جنگِ یرموک کا پہلا دن

ماہان اَرمَنی نے جَبلَہ بِن اَیہَم کو اسلامی لشکر سے لڑنے کی ترغیب دی، اسے کثیر مال و دولت، عزت وشہرت کی لالچ دی۔ چنانچہ جَبلَہ بِن اَیہَم قومِ بَنُوغَسّان کے ساٹھ ہزار مُسَلَّح عَرَب مُتَنَصِّرَہ کے ساتھ سوار ہوکر میدان جنگ میں آ گیا۔ [1]

اسلامی تاریخ کا سنہری باب

ساٹھ ہزار کے مقابلے میں فقط ساٹھ مجاہد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب اسلامی تاریخ کا ایک ایسا سُنہری باب پیش کیا جاتا ہے جس کے بغیر تاریخ ادھوری ہے، جسے پڑھ کر آج بھی کفار و مشرکین لرز اٹھتے ہیں۔ جَبلَہ بِن اَیہَم جب قومِ غَسّان کے ساٹھ ہزار فوجیوں کے ساتھ میدان میں آیا تو سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''حضور! رومی لشکر کے سپہ سالار نے ان عربوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجا ہے تاکہ وہ لوہے کو لوہے سے کاٹ سکے، اگر ہمارا پورا لشکر ان کے مقابلے پر گیا تو ان کی اَہَمِّیَّت برقرار رہے گی۔ میں ان کے ساتھ ایک ایسی جنگی چال چلنا

---

1 ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایہم، ج ۱، ص ۱۵۷۔

جنگِ یرموک کا نقشہ۔ دونوں لشکر آمنے سامنے
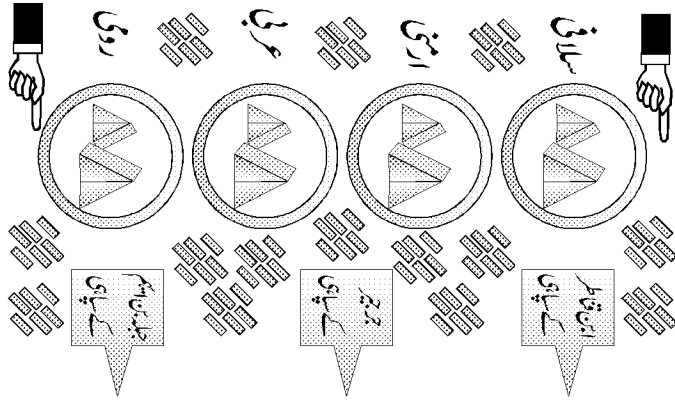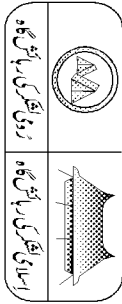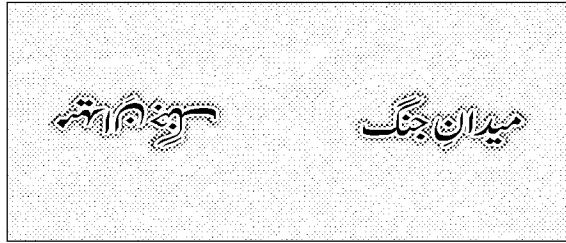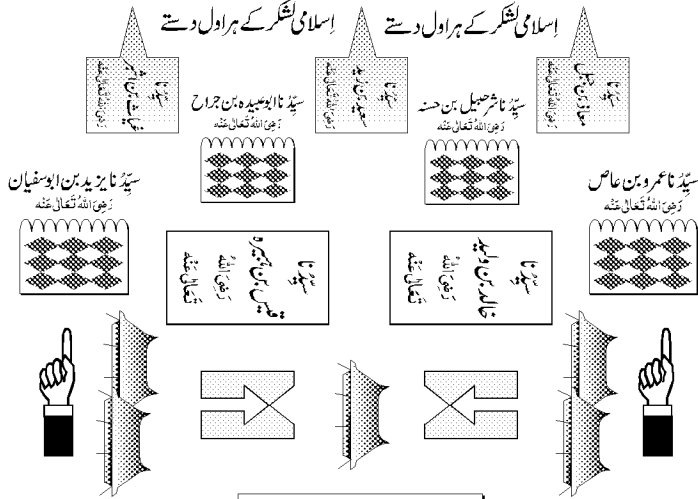
جنگِ یرموک میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح اِسلامی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جسے پڑھ کر آج بھی کفار پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

چاہتا ہوں جو ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ میں پورے لشکر نہیں بلکہ تھوڑے سے شہسواروں سے ان کا مقابلہ کرنے جاؤں گا۔'' سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو چونکہ سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر اعتماد تھا اس لیے انہوں نے اس بات کی اجازت عطا فرمادی کہ تم جتنے مجاہدین لے کر جانا چاہو لے جاؤ۔ سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''میں ان ساٹھ ہزار مشرکین کے مقابلے کے لیے فقط تیس مجاہدین لے کر جاؤں گا۔''(1)

سیِّدُنا خالِد بِن ولِید کا نَفسِیاتی حَربہ:

دراصل سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نصرانی عربوں کے ساتھ نفسیاتی حربہ استعمال کر رہے تھے، کیونکہ عرب لڑائی کے معاملے میں نہایت ہی غیرت مند ہوتے ہیں، نہ تو وہ اپنے سے کمزور سے لڑتے ہیں اور نہ ان پر کوئی برتری جَتاتے ہیں۔ بلکہ اپنے ہم پلہ لوگوں سے لڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب ساٹھ ہزار نصرانی عرب تیس مجاہدین کو دیکھیں گے تو پھنس جائیں گے کیونکہ بالفرض انہوں نے جنگ کے ذریعے مجاہدین کو شکست دے دی تو بھی لوگ انہیں لَعن طَعن کریں گے کہ ساٹھ ہزار نے تیس لوگوں کو شکست دے کر کون سا کمال کیا ہے۔ اور اگر وہ ہار گئے تو بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے کہ ساٹھ ہزار جنگجوؤں کو فقط تیس مجاہدین نے روند ڈالا۔

اسلامی لشکر کے سبھی لوگ حیران ہوگئے:

بہرحال سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات سن کر سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت سب لوگ حیران ہوگئے اور سب نے سمجھا کہ شاید یہ مزاح فرما رہے ہیں۔ سیِّدُنا ابُوسُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عرض کرنے لگے: ''اے خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! کیا آپ واقعی تیس آدمی لے جانا چاہتے ہیں یا مِزاح فرما رہے ہیں؟'' فرمایا: ''جی ہاں میرا یہی ارادہ ہے۔'' عرض کیا: ''حضور! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ کیا یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے؟ کہ ۳۰ آدمی ساٹھ ہزار لوگوں سے مقابلہ کریں گے۔'' فرمایا: ''میں اسلامی لشکر سے ایسے بہادر منتخب کروں گا جنہوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہے۔ وہ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضامندی کے لیے لڑتے ہیں۔'' عرض کیا: ''میں آپ کی اس

---

(1)......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ۱، ص ۱۵۹۔

بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں واقعی ہمارے لشکر میں ایسے مجاہدین موجود ہیں لیکن میں ان ہی مجاہدین کے ساتھ محبت اور شفقت کی وجہ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ساٹھ ہزار مشرکینِ عرب کے مقابلے میں تیس کے بجائے ساٹھ مجاہدین کو لے جائیں۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ابوسُفیان کی رائے مناسب ہے، میں بھی ان کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔''(1)

اسلامی لشکر کی روانگی:

یہ سن کر سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط ساٹھ ۶۰ مجاہدین کے ساتھ ساٹھ ہزار نصرانی عربوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ساتھ تلوار کے علاوہ کوئی بھی ہتھیار رکھنے سے منع کر دیا، نیز تمام مجاہدین کے سامنے ایسی تقریر کی کہ سبھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے، اور اسلام کی خاطر اپنی جان لٹانے کا عہد کیا۔ میدانِ جنگ میں جب یہ اسلامی دستہ پہنچا تو جَبلَہ بن اَیہَم نے سوچا شاید اسلامی لشکر کا کوئی دستہ صلح کی بات چیت کرنے کے لیے آرہا ہے۔ ان مجاہدین میں سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بڑے بیٹے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی شامل تھے۔ سیِّدُنا خالِد بن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیچ میں پہنچ کر صف بندی شروع کر دی۔ جَبلَہ بن اَیہَم بڑا حیران ہوا اور قریب جا کر بولا: ''اے عربی شہسوار! مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم جنگ کا ارادہ ترک کر کے صُلح کے لیے ضرور آؤ گے۔'' سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے گرجدار آواز میں فرمایا: ''کون سی صُلح؟ اور کیسی صُلح؟ ہم تم سے صلح کی گفتگو کرنے نہیں بلکہ جنگ کرنے آئے ہیں۔'' یہ سن کر جَبلَہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا: ''تم مجھ سے مقابلہ کرنے آئے ہو تو جاؤ اور اپنے لشکر کو کہو کہ میدان میں آئے کیونکہ میں تو پہلے سے ہی اپنے لشکر کے ساتھ میدان میں ہوں۔'' سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کیا ہم ساٹھ آدمی تجھے نظر نہیں آتے؟'' اس نے کہا: ''تم تو نظر آرہے ہو لیکن تمہارا لشکر نظر نہیں آرہا۔'' سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سینہ تان کر ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے مقابلے کے لیے یہ لشکر ہی لے کر آیا ہوں، اور ہاں غور سے سن! تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لیے ہم ساٹھ

---

(1) ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایہم، ج ۱، ص ۱۵۹ ملخصاً۔

مجاہد ہی کافی ہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ہیں، تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لیے تو ہم تیس ہی کافی تھے لیکن ہمارے لشکر کے رحم دل سپہ سالار سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اصرار پر میں نے ان میں اضافہ کیا ہے اور تیس کے بجائے ساٹھ مجاہد لے آیا ہوں۔'' سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی باتیں سن کر جَبلَہ کا خون خشک ہوگیا اور وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ''ان عربوں نے تو مجھے سخت آزمائش میں ڈال دیا ہے، اگر ہم ساٹھ ہزار لوگوں نے انہیں مار ڈالا تو کونسا بہادری کا کام کیا؟ اور اگر وہ غالب آ گئے تو ہماری نسلیں بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گی۔''

دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ:

بہرحال جَبلَہ نے اپنے ساٹھ ہزار کے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا، دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں۔ نصرانی ان ساٹھ مجاہدین پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن تمام مجاہدین ایک آہنی دیوار کی طرح رومی لشکر کے سامنے ڈٹے رہے، رومی لشکر نے یکبارگی حملہ کر کے تمام مجاہدین کو نرغے میں لے لیا، لیکن سیِّدُنا خالِد بِن ولِید، سیِّدُنا زُبَیر بِن عَوَّام، سیِّدُنا عبدالرحمٰن بِن ابوبکر، سیِّدُنا فَضل بِن عَبَّاس، سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عمر اور حضرت سیِّدُنا ضِرار بِن اَزوَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ان چھ صحابہ نے اپنے گھوڑے ایک ساتھ ملا کر حِصار بنا لیا اور جو بھی دشمن قریب آتا اسے زمین پر ڈال دیتے۔ بظاہر ساٹھ تلواریں تھیں لیکن ایسا لگتا تھا کہ ہزاروں تلواریں چل رہی ہوں، رُومی کَٹ کَٹ کر زمین پر گر رہے تھے۔

اسلامی لشکر دور سے ان مجاہدین کو دیکھ رہے تھے، سب سے زیادہ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مُتَفَکِّر تھے، لشکر کے سبھی لوگ ان ساٹھ مجاہدین کے لیے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ صبح سے شام تک جنگ جاری رہی، رومی تھک کر چور ہو گئے تھے جبکہ سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت تمام مجاہدین ایسے لڑ رہے تھے جیسے ابھی ابھی میدان میں آئے ہوں۔ شام کے وقت رومی لشکر کے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ (1)

جنگ کا اختتام:

جب حضرت سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلامی لشکر میں واپس آئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ فقط بیس مجاہد تھے اور اہم ترین چالیس مجاہد لاپتہ تھے۔ آپ زار و قطار رونے لگے اور خود کو یوں سرزنش کرنے لگے: ''اے

---

(1) ......فتوح الشام، جبلة بن الايهم، ج ۱، ص ۱۶۳۔

ابن ولید! تو نے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا، کل بارگاہِ الٰہی اور امیر المؤمنین کے دربار میں تو کیا عُذر پیش کرے گا؟''

سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے پاس آئے اور انہیں حوصلہ دیا۔ پھر مَشْعَلیں روشن کر کے میدان جنگ میں گئے تا کہ لاپتہ افراد کو تلاش کریں۔ پورا میدان لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ مجاہدین جس لاش کو اٹھاتے وہ رومی کی ہوتی۔ بڑی مشکل سے دس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے جَسَد ملے۔ اب بھی تیس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان لاپتہ تھے۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اندیشہ ظاہر کیا کہ ہوسکتا ہے بقیہ قید ہو گئے ہوں یا دشمنوں کے تعاقب میں گئے ہوں۔ لیکن آپ کو دو افراد کی بہت فکر تھی ایک تو سیِّدُ نا زُبَیر بِن عَوَّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہ یہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پھوپھی کے بیٹے تھے اور دوسرے سیِّدُ نا فضل بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہ یہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا کے بیٹے تھے۔[1]

گُمشُدہ اَصحاب کی تلاش:

سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کون خوش نصیب ہے جو اپنے بھائیوں کی تلاش میں جائے گا؟'' سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اصرار کیا کہ ان کی تلاش کے لیے میں ہی جاؤں گا۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اجازت دے دی۔ ابھی تو وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے، جیسے ہی وہ قریب آئے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت سیِّدُ نا خالِد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی نعرے سے جواب دیا۔ دیکھا تو وہ پچیس صحابہ کرام تھے ان کے آگے آگے حضرت سیِّدُ نا زُبَیر بِن عَوَّام اور سیِّدُ نا فَضل بِن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھے۔ ان کی واپسی سے تمام لوگ بہت خوش ہوئے۔ سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سجدۂ شُکر ادا کیا۔

ساٹھ مجاہدین میں سے دس مجاہدین شہید ہوئے، پہلے بیس مجاہدین سیِّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معیت میں واپس آئے اور پھر رات کے وقت پچیس ۲۵ مجاہدین واپس آئے، باقی فقط پانچ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان قید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی لشکر کے ساٹھ ہزار نصرانیوں میں سے پانچ ہزار نصرانی مقتول ہوئے تھے۔[2]

---

1 ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایہم، ج ۱، ص ۶۴ ۱۔

2 ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایہم، ج ۱، ص ۱۶۵۔

جنگ کی تفصیل فاروقِ اعظم کی بارگاہ میں:

حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا خالِد بِن وَلِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس تاریخی معرکے کی تفصیلات بذریعۂ مکتوب حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن قُرط اَزْدِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دے کر بارگاہِ فاروقِ اعظم میں بھیجا۔ سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں تیرہ ۱۳ ذی الحجہ جمعۃ المبارک کی شام عصر کے بعد مقامِ یرموک سے مدینۂ منورہ کے لیے روانہ ہوا اور اگلے جمعۃ المبارک مدینہ منورہ پہنچا۔ مسجد نبوی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے اپنی اونٹنی کو بابِ جبریل پر باندھا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ مبارکہ پر حاضری دی، بارگاہِ رسالت و بارگاہِ صدیقی دونوں میں سلام پیش کیا، دو ۲ رکعت نماز ادا کی اور پھر وہ مکتوب لے کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اَوّلاً میں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دونوں ہاتھوں کو چوما، پھر سلام کیا اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مکتوب پیش کیا۔''(1)

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** معلوم ہوا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری دیتے، صلاۃ وسلام پیش کرتے اور دو رکعت نماز بھی پڑھتے۔ لہٰذا سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار پر حاضری دینا، وہاں صلاۃ وسلام پڑھنا اور نوافل ادا کرنا نہ صرف جائز و مُستَحسَن یعنی اچھا ہے بلکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت مبارکہ ہے۔

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عمل سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے مزارات میں زندہ ہیں، ورنہ وہ کبھی بھی دونوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام پیش نہ کرتے۔

......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بِن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہو کر امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھوں کو چوما۔ معلوم ہوا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ بندوں، اَولیائے کرام، پیرانِ عُظّام، علمائے کرام وغیرہ کے ہاتھ چومنا جائز ہے، نہ صرف جائز ہے بلکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے۔

---

(1)......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ۱، ص ۱۶۲۔

……اگر بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز نہ ہوتا تو سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن قُرط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی بھی فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ نہ چومتے۔

……نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وتابعینِ عُظّام کا یہ معمول تھا کہ وہ امیر المؤمنین اور دیگر بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے، کیونکہ اگر یہ کوئی نیا عمل ہوتا تو وہاں موجود اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی آپ کو ضرور منع کرتا، لیکن وہاں کسی نے بھی منع نہ کیا بلکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی منع نہ کیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک بھی یہ جائز عمل تھا۔

فاروقِ اعظم کا اَکابِر صحابہ سے مدنی مشورہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی وہ مکتوب پڑھا، آپ کا رنگ تبدیل ہوگیا اور آپ بہت پریشان ہوگئے۔ آپ نے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھا۔ وہاں موجود اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی پریشان ہوگئے اور سبھی پوچھنے لگے کہ حضور کیا معاملہ ہے؟ اسلامی لشکر کی طرف سے کون سی ایسی بات آئی ہے کہ جس نے آپ کو پریشان کردیا ہے؟ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور وہ مکتوب پڑھ کر سنایا، تمام حاضرین بھی پریشان ہوگئے۔ سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین! اگرچہ آپ کا شام جانا مسلمانوں کے لیے تَقوِیّت کا باعث ہوگا لیکن آپ ہمیں بھیجیں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اپنی جان، مال سب کچھ مسلمانوں پر لٹانے میں کسی قسم کا بُخل نہیں کروں گا۔'' پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن قُرط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رومی لشکر کی تفصیلات معلوم کی۔

رسول اللّٰہ اور جنگِ یَرمُوک کا ذِکر:

تفصیلات سے آگاہی کے بعد آپ نے تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ فرمایا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''**اَبْشِرُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنَّ ھٰذِہِ الْوَقْعَۃَ یَکُوْنُ فِیْھَا آیَۃٌ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَخْتَبِرُ بِھَا عِبَادَہُ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَنْظُرَ اَفْعَالَھُمْ وَصَبْرَھُمْ فَمَنْ صَبَرَ وَاحْتَسَبَ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الصَّابِرِیْنَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ ھٰذِہِ الْوَقْعَۃَ ھِیَ الَّتِیْ ذَکَرَھَا لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ**

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ یَبْقٰی ذِکْرُھَا اِلَی الْاَبَدِ ھٰذِہِ الدَّائِرَۃَ الْمُھْلِکَۃَ یعنی آپ تمام لوگوں کو خوشخبری ہو کیونکہ جنگ یرموک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس جنگ کے ذریعے اپنے مؤمنین بندوں کو آزمائے گا تاکہ وہ اُن کے افعال اور صبر کو دیکھے، پس جو اُن میں سے صبر کرے گا اور اجر کی امید رکھے گا وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں صابرین میں سے ہوگا اور جان لو کہ یہ وہی جنگ ہے جس کا ذکر خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے کیا تھا اور اس ہلاکت خیز جنگ کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔''سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار کیا: ''اس جنگ میں کس کی ہلاکت ہوگی؟'' فرمایا: ''جس نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے لیے اولاد ثابت کی، لہٰذا مددِ الٰہی پر پختہ بھروسہ رکھیں۔''(1) (یعنی رومیوں کی شکست ہوگی اور مسلمانوں کی فتح)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی مبارک تصریح سے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

❀......جنگ یرموک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو آزمایا جائے گا۔ نیز اس مبارک جنگ کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔

❀......جنگ یرموک ۱۵ ہجری میں لڑی گئی لیکن **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حیاتِ طَیِّبَہ ہی میں اس کی غیبی خبر دے دی تھی، معلوم ہوا سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے علم غیب رکھتے ہیں۔

❀......یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس بات کو جانتے تھے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم غیب عطا فرمایا ہے، جبھی تو تمام اصحاب نے سنا اور کسی نے اعتراض نہ کیا۔

❀......یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام، اَولیائے عُظَّام کے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا علی المرتضی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی غیبی خبر دی تو کسی نے بھی انکار نہ کیا۔

---

(1)......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ۱، ص ۱۶۷۔

جوابی مکتوب اور سیِّدُنا عبد اللہ بن قُرط کی روانگی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف جوابی مکتوب روانہ کیا، وہ مکتوب حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عطا فرمایا اور پھر ان کے لیے دعا فرمائی۔ سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جوابی مکتوب لے کر میں بابِ حَبشہ سے نکلا، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: **لَقَدْ اَخْطَاْتُ فِي الرَّاْيِ اِذْلَمْ اَسْلِمْ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا اَدْرِيْ اَرَاهُ بَعْدَ الْيَوْمِ اَمْ لَا** یعنی یہ میری بہت بڑی غلطی ہوگی اگر میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار پر سلام پڑھے بغیر چلا گیا کیونکہ کیا معلوم بعد میں حاضری نصیب ہو یا نہ ہو۔''

مزید فرماتے ہیں: ''**فَقَصَدْتُّ حُجْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَالِسَةٌ عِنْدَ قَبْرِهٖ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ وَالْعَبَّاسُ جَالِسَانِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَالْحُسَيْنُ فِيْ حُجْرِ عَلِيٍّ وَالْحَسَنُ فِيْ حُجْرِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُمْ يَتْلُوْنَ سُوْرَةَ الْاَنْعَامِ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَتْلُوْ سُوْرَةَ هُوْدٍ فَسَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** یعنی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار کا قصد کر کے چلا، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا مَزارِ پُراَنوار کے قریب تشریف فرما ہیں، حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی مَزارِ پُراَنوار کے پاس بیٹھے ہیں، سیِّدُ نا امامِ حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی گود میں اور سیِّدُ نا امامِ حَسَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی گود میں بیٹھے ہیں، سب لوگ سورۂ اَنعام کی تلاوت کر رہے ہیں جبکہ سیِّدُ نا علی المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سورۂ ھُود کی تلاوت کر رہے ہیں۔ پھر میں نے دو عالم کے مالِک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقدس میں صلاۃ وسلام پیش کیا۔''[1]

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک عمل سے واضح ہوا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار کا قصد کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

---

1 ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ١، ص ١٦٨۔

......حُسنِ اَخلاق کے پَیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار پر حاضر ہوکر صلاۃ وسلام پیش کرنا بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

......دو جہاں کے تاجور، سُلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار پر حاضری دینا، وہاں تلاوتِ قُرآن کرنا اور صلاۃ وسلام پیش کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا معمول تھا۔

......سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار کے قَصد سے چلنا، مَزار پر حاضری دینا، وہاں تلاوتِ قرآن کرنا، صلاۃ وسلام پیش کرنا یہ تمام اُمور بالکل جائز اور اَجر وثواب کا ذخیرہ ہیں۔

مولا علی اور شانِ فاروقِ اعظم:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب میں قبرِ انور پر صلاۃ وسلام پیش کرکے روانہ ہونے لگا تو مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے فرمایا: ''اے **عبد اللّٰہ**! کیا تم ملک شام واپس جارہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں! جا تو رہا ہوں لیکن دل میں ایک خیال آتا ہے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا یقیناً دونوں طرف شدید جنگ جاری ہوگی، تلواریں آپس میں ٹکرارہی ہوں گی، اسلامی لشکر جب مجھے بغیر کسی مدد کے اکیلا دیکھے گا تو ہوسکتا ہے ان کے دل ٹوٹ جائیں اور وہ ہمت ہار بیٹھیں، مجھے اس بات کی فکر کھائے جارہی ہے۔''

یہ سن کر مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے **عبد اللّٰہ**! تمہیں کس نے منع کیا ہے کہ تم حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دعا نہ کرواؤ۔ (یعنی تمہیں اسلامی لشکر کی فتح ونصرت کے لیے امیر المؤمنین سے ضرور دعا کروانی چاہیے تھی) اے **عبد اللّٰہ**! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ❁ سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی دُعا رَد نہیں کی جاتی۔ ❁ ان کی دعا اور قبولیت کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ ❁ دو جہاں کے تاجور، سُلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ ❁ کیا یہ وہی شخصیت نہیں ہیں جن کی رائے کی قرآن نے موافقت کی ہے۔ ❁ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر آسمان سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نازل ہو تو عمر بن خطاب کے سوا کوئی نہ بچے گا۔ ❁ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے

ان کی شان میں واضح آیات نازل فرمائی ہیں۔ ❁ یہ نہایت ہی عابِد وزاہِد اور مُتّقی شخص ہیں۔ ❁ یہ حضرت سیِّدُنا نُوح علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مشابہ ہیں۔ ❁ اگر وہ تمہارے لیے دعا فرما دیں تو ہاتھوں ہاتھ قبول ہو جائے۔''

یہ سن کر سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن قُرط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! آپ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جو بھی فضائل بیان کیے ہیں میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں، میں نے ان سے تو دعا کروالی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اور سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی دعا فرمادیں خُصُوصاً **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مزار پُرانوار کے قریب دعا فرمائیں۔''

حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا اور حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دونوں نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور یوں دعا فرمائی: ''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِھٰذَا النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰی الَّذِیْ تَوَسَّلَ بِہٖ آدَمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَہٗ وَغَفَرْتَ خَطِیْئَتَہٗ اِلَّا سَھَّلْتَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ طَرِیْقَہٗ وَطَوَیْتَ لَہُ الْبَعِیْدَ وَاَیَّدْتَ اَصْحَابَ نَبِیِّکَ بِالنَّصْرِ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے اس نبیِ مصطفٰے، رسولِ مجتبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں جن کا سیِّدُنا آدم علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی وسیلہ پیش کیا تھا تو تو نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی لغزش کو معاف فرمایا، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو **عبد اللّٰہ** بن قُرط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے راستے کو ان کے لیے آسان فرمادے، ان کی منزل کی دوری کو سمیٹ کر قریب کردے اور تو اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کی مدد و نُصرت کے ذریعے تائید فرما۔ بے شک تو ہی دعاؤں کو سننے والا ہے۔'' پھر مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن قُرط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''**سِرْ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قُرْطٍ فَاللّٰہُ تَعَالٰی اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یَّرُدَّ دُعَاءَ عُمَرَ وَعَبَّاسٍ وَعَلِیٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَاَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَوَسَّلُوْا اِلَیْہِ بِاَکْرَمِ الْخَلْقِ عَلَیْہِ** یعنی اے **عبد اللّٰہ** بن قُرط! اب بے فکر ہو کر جاؤ کیونکہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور علی، حَسَن و حُسَین اور **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرات نے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مخلوق کی سب سے زیادہ عزت و مرتبے والی ہستی (یعنی حضور نبی رحمت، شَفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا وسیلہ پیش کیا ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات سے

کریم تر ہے کہ وہ اس وسیلے کے ہوتے ہوئے ان کی دعا کو رد فرمائے۔''

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**فَخَرَجْتُ مِنَ الْحُجْرَةِ وَاَنَا فَرِحٌ مُسْتَبْشِرٌ وَاسْتَوَيْتُ عَلٰى كَوْرِ الْمَطِيَّةِ وَرَكِبْتُ الْفُلَاةَ وَاَنَا فَرِحٌ بِدُعَاءِ عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْن** یعنی میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مزارِ پُرانوار سے نکلا تو بہت ہی خوش تھا، میں نے اونٹنی کا کجاوہ وغیرہ درست کیا اور اس پر سُوار ہوگیا، میں حضرت سیِّدُنا علی، سیِّدُنا عباس وسیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اَجْمَعِیْن کی دعا سے بہت ہی خوش ہو رہا تھا۔'' سیِّدُنا **عبد اللہ** بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ سے جمعۃ المبارک کے روز روانہ ہوئے اور تیسرے دن عصر کے وقت مقامِ یَرمُوک میں پہنچ گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اتنا جلدی پہنچنے پر سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت ہی مُتَعَجِّب ہوئے۔ سیِّدُنا **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا عمر، سیِّدُنا علی، سیِّدُنا عباس، سیِّدُنا امامِ حَسَن وامام حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اَجْمَعِیْن کی دعا کا ذکر کیا تو سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''**صَدَقْتَ يَا ابْنَ قُرْطٍ وَاِنَّهُمْ لَكِرَامٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّ دُعَاءَهُمْ لَا يَرُدُّ** یعنی اے ابن قُرط! تم نے بالکل سچ کہا، یہ ایسی عزت وعظمت والی ہستیاں ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی دعا کو کبھی بھی رد نہیں فرماتا۔''(1)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** معلوم ہوا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک بھی بڑے مقام ومرتبے والے تھے۔

❀......سیِّدُنا **عبد اللہ** بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے اپنی مشکل کا ذکر کیا، مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود مُشکل کُشا ہیں لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ تم سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دعا کرواؤ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا اور ان کی دعا کے ذریعے تمہاری مشکل دور ہوجائے گی۔

❀......سیِّدُنا **عبد اللہ** بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تربیت یافتہ تھے، انہیں معلوم تھا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دعا رد نہیں کی جاتی مگر ان کی یہ مدنی سوچ تھی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ

---

(1)......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ۱، ص ۱٦٨۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دعا کے ساتھ اگر اہل بیت کی دعا بھی ہو تو وہ سونے پہ سہاگے کا کام کرے گی، اسی لیے انہوں نے مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی دعا کی درخواست کی۔

......سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ مبارک عقیدہ تھا کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دعا کے ساتھ اہل بیت کی دعا بھی ہو اور پھر وہ دعا جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کے قریب ہو تو ایسی دعا کبھی بھی رد نہیں کی جائے گی۔

......معلوم ہوا یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کے قریب دعائیں قبول ہوتی ہیں، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مبارک عقیدہ ہے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا مانگنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُ نا امامِ حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور ازواجِ مُطَہَّرات کی سنت مبارکہ ہے۔

......یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے دعا کرنا دعا کی قبولیت کا اہم سبب ہے۔ جیسا کہ سیِّدُ نا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ''اب دعا کسی صورت بھی رد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دعا اَکرمُ الخَلق یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے مانگی گئی ہے۔''

......جو دعا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے مانگی گئی ہو اس پر خوش ہونا بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت مبارکہ ہے، جیسا کہ حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس دعا کے بعد بہت زیادہ خوش ہوئے اور باقاعدہ اس بات کو بیان کیا۔

......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُ نا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، سیِّدُ نا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُ نا امام حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ ان تمام حضرات کا مقام و مرتبہ بہت ہی بلند و بالا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُ نا عبد اللہ بن قُرط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سب کی دعا کا ذکر کیا تو سیِّدُ نا ابو عُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کا بلند مقام ذکر کیا۔

مدینہ منورہ سے سات ہزار کے لشکر کی روانگی:

اسلامی لشکر اور رومی لشکر کی تفصیلات مدینہ منورہ اور اطراف کے تمام علاقوں میں پھیل گئی تھیں اس وجہ سے جس دن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جوابی مکتوب روانہ فرمایا اس سے اگلے روز مدینہ منورہ کے اطراف کے علاقوں سے تقریباً سات ہزار مجاہدین کا لشکر ملک شام میں موجود اِسلامی لشکر کی مدد کے لیے تیار ہوگیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس لشکر کی سپہ سالاری یمن کے حاکم حضرت سیِّدُنا سعید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سونپی اور مختلف نصیحتوں کے بعد اسے ملک شام کی جانب روانہ کردیا۔ وہ لشکر مختلف گھاٹیوں سے ہوتا ہوا اسلامی لشکر کے پاس پہنچ گیا۔[1]

جنگِ یرموک کا دوسرا دن

سیِّدُنا خالِد بن ولید ماہان کے دربار میں:

رومی لشکر کے سب سے بڑے سپہ سالار ماہان ارمنی نے جب پہلے دن کی کیفیت دیکھی کہ کس طرح مسلمانوں کے فقط ساٹھ مجاہدین نے ہمارے ساٹھ ہزار رومیوں کو بھگا دیا تو وہ بڑا حیران ہوا، اس نے جَبَلَہ بن اَیہَم کو بلا کر سختی سے سرزنش کی تو جَبَلَہ کہنے لگا: ''اے سردار! مجھ پر غصے نہ ہوں میں آپ کے لیے ایک تحفہ لایا ہوں، پھر اس نے ان پانچ قیدی صحابہ کرام کو بلایا اور کہا کہ میں نے ان کو قید کرلیا ہے اور بقیہ کو قتل کرڈالا ہے۔ البتہ ان کا ایک سپاہی ایسا ہے جو پورے اسلامی لشکر کی جان ہے، اگر ہم اسے قتل کردیں تو اسلامی لشکر کی کمر ٹوٹ جائے گی۔'' ماہان کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کا نام خالِد بن ولید ہے۔ ماہان نے سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو صلح کے لیے بلا کر دھوکے سے شہید کرنے کا پلان بنایا اور قاصد کو اسلامی لشکر کی طرف روانہ کیا۔ سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سو ١٠٠ مجاہدین کے ساتھ ماہان کے دربار میں پہنچے۔ سیِّدُنا خالِد بن ولِید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ماہان کے درمیان ایک طویل گفتگو ہوئی، جب گفتگو میں شدت ہوئی تو ماہان کے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس کے محافظوں نے تلواریں تان لیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ماہان کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اپنے سر پر موت دیکھ کر ماہان کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، اس کی

[1] ......فتوح الشام، جبلۃ بن الایھم، ج ١، ص ١٦٩۔

اِسلامی لشکر کی مدینہ منورہ سے یرموک آمد کا نقشہ
انطاكية
حلب
حماة
حمص
نہر العاصی
الاسیا
البحر الکبیر (بحر الروم)
بيروت
دمشق
يرموك
ايلياء
الجزیرۃ الفراتیۃ
الاکراد
نہر الفرات
نہر دجلۃ
سرزمینِ شام
سرزمینِ عراق
سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلامی لشکر کے ساتھ دمشق سے یرموک پہنچے۔
صحراء سینا
امیرالمؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے مقام یرموک میں موجود اِسلامی لشکر کی مدد کے لیے بھیجا جانے والا اسلامی لشکر حضرت سیدنا سعید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کمانڈ میں اِسی راستے سے یرموک پہنچا۔
جزيرة العرب
بحر القلزم (البحر الاحمر)
المدينه المنورة
نجد

حیثیت سرکس کے ایک جانور کی طرح ہوگئی جو اپنے مالک کے حکم پر چپ چاپ عمل کرتا ہے، سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پانچ قیدی صحابہ کرام کو لانے کا کہا اور ان سب کو لے کر بڑی شان وشوکت سے اسلامی لشکر واپس لوٹے جس پر پورے اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ماہان کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور قیدی صحابہ کی آزادی کی تمام تفصیل بتادی۔[1]

دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ:

تیسرے دن دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی، چوتھے دن اسلامی لشکر جنگ کے لیے میدان میں آیا لیکن اس دن رومی لشکر لڑنے کے لیے نہ نکلا۔ اسی طرح ماہان نے سات دن تک جنگ موقوف رکھی۔ گیارہویں دن ماہان نے رات سے ہی اپنے لشکر کو ترتیب دے دیا اور صبح جب اسلامی لشکر نمازِ فجر میں مصروف تھا اس نے حملہ کردیا۔ جلدی جلدی تمام مجاہدین نے جنگ کی تیاری کی اور سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رومی لشکر کو جا کر روکا۔ گیارہویں دن کی اس جنگ میں اِسلامی لشکر میں موجود خواتین نے بھی حصہ لیا۔ جنگ کے بارہویں دن بھی ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جس طرف جاتے لاشوں کے اَنبار لگادیتے۔ بارہویں دن رومی لشکر کے چالیس ہزار سپاہی مقتول ہوئے۔[2]

جنگ یرموک میں مسلمانوں کا شعار:

حضرت سیِّدُنا عبدُ الرحمٰن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''**كَانَ خَالِدٌ اَمَامَنَا فِيْ حَمْلَتِهٖ وَنَحْنُ مِنْ وَرَائِهٖ وَكَانَ شِعَارُنَا يَا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُوْرُ اُمَّتِكَ اُمَّتِكَ** یعنی حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمارے آگے آگے اور ہم سب ان کے پیچھے پیچھے تھے اور اس دن ہمارا شعار **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، **اے اپنی امت کی مدد فرمانے والے** تھا۔''[3]

---

1 ......فتوح الشام، جبلة بن الايهم، ج ١، ص ١٧٣ - ١٧٩ ملخصا۔

2 ......فتوح الشام، جبلة بن الايهم، ج ١، ص ١٧٩ ملخصا۔

3 ......فتوح الشام، الشعار، ج ١، ص ١٩٧ ۔

یارسول اللہ کے نعرے اور رسول اللہ سے مدد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ جنگ یرموک میں مسلمانوں کا شعار یہ تھا کہ وہ **یَارَسُوْلَ اللہ** کے نعرے لگایا کرتے تھے، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد طلب کیا کرتے تھے، یقیناً ان کا یہ عمل قرآن وسنت کے مطابق تھا اوران کا یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے ہماری مدد فرماتے ہیں اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مدد فرمانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کا مدد کرنا ہے۔ معلوم ہوا **یارسول اللہ** کے نعرے لگانا اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد طلب کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعینِ عُظَّام کی سُنَّتِ مُبَارَکہ ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے حقیقی محبت کرنے والے ان کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے **یارسول اللہ** کے نعرے لگاتے ہیں اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد بھی طلب کرتے ہیں۔

سیِّدُنا خالِد بن ولید کی مبارک ٹوپی:

جنگ کے بارہویں دن سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مقابلہ ایک رومی سردار بطریق نسطور سے ہوا، دونوں کے درمیان جنگ جاری تھی کہ اچانک سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گھوڑا بدکا اور زمین پر گر گیا جس سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی زمین پر گر گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وہ مبارک ٹوپی بھی گر گئی جسے آپ ہر وقت اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، حیرانی کی بات یہ ہے کہ جیسے ہی وہ ٹوپی گری آپ کو اپنی جان کی نہیں بلکہ اس ٹوپی کی فکر لگ گئی اور آپ نے باآواز بلند پکارا: ''**قَلَنْسُوَتِیْ رَحِمَکُمُ اللہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم لوگوں پر رحم فرمائے ہے کوئی جو میری ٹوپی مجھے تھما دے۔'' چنانچہ آپ کی قوم میں سے ایک شخص گیا اور آپ کی ٹوپی آپ کو تلاش کر کے تھما دی، جیسے ہی آپ نے وہ ٹوپی پہنی تو ایسے لگا جیسے آپ کو نئی طاقت مل گئی ہو، پھر آپ نے اس سردار پر اپنی تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ رومیوں نے جب اس کا یہ حشر دیکھا تو سب کا سانس رک گیا اور وہ بھیگی بلی کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔[1]

سیِّدُنا خالِد بن ولید کا مُبارک عقیدہ:

جب سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لشکر میں واپس آئے تو اُن سے پوچھا گیا کہ حضرت جب میدانِ جنگ میں

---

1 ......فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۰۔

ہر طرف تلواریں چل رہی تھیں، اس وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی ٹوپی کی فکر لگی ہوئی تھی، اس کی کیا وجہ تھی؟'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ حَجَّۃُ الْوَدَاع کے موقع پر حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حلق کروایا تو میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک بالوں میں سے چند بال مبارک اپنے پاس رکھ لیے۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''**مَا تَصْنَعُ بِهٰؤُلَاءِ يَا خَالِدُ** یعنی اے خالد! تم ان بالوں کا کیا کرو گے؟'' میں نے عرض کیا: ''**اَتَبَرَّکُ بِهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاسْتَعِيْنُ بِهَا عَلَى الْقِتَالِ قِتَالَ اَعْدَائِيْ** یعنی **یَا رَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کے ان مبارک گیسوؤں سے تبرک حاصل کروں گا اور جنگوں میں اپنے دشمنوں کے قتال پر ان سے مدد طلب کروں گا۔'' یہ سن کر **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**لَا تَزَالُ مَنْصُوْرًا مَادَامَتْ مَعَکَ** یعنی اے خالد! جب تک یہ بال تمہارے پاس رہیں گے ان کے وسیلے سے ہمیشہ تمہاری مدد کی جاتی رہے گی۔'' سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**فَجَعَلْتُهَا فِيْ مُقَدَّمَةِ قَلَنْسُوَتِيْ فَلَمْ اَلْقَ جَمْعًا قَطُّ اِلَّا انْهَزَمُوْا بِبَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** یعنی پھر میں نے ان مبارک گیسوؤں کو اپنی ٹوپی کے اگلے حصے میں محفوظ کرلیا اور میں جب بھی اپنے دشمنوں سے مقابلے کے لیے جاتا ہوں تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے میرے دشمنوں کو شکست وذلت سے دوچار فرماتا ہے۔''(1)

علم وحکمت کے مدنی پھول:

❀...... **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** حضرت سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کتنے واضح الفاظ میں اپنا مبارک عقیدہ بیان کر رہے ہیں کہ میں ان مبارک گیسوؤں سے تبرُّک اور مدد حاصل کروں گا۔ معلوم ہوا سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں سے تبرُّک اور مدد حاصل کرنا دونوں جائز ہیں۔

❀......معلوم ہوا کہ یہ فقط سیّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عقیدہ ہی نہیں تھا بلکہ آپ کا یہ مُشاہدہ تھا کہ مجھے جنگوں میں ان ہی مبارک گیسوؤں کی برکت سے فتح ونُصرت حاصل ہوتی ہے۔

---

(1)......فتوح الشام، الشعار، ج ١، ص ٢١٠۔

......جب سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا کہ میں ان سے برکت اور مدد حاصل کروں گا تو **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تائید فرمائی کہ ''جب تک تمہارے پاس یہ بال رہیں گے تمہیں ہمیشہ مدد ونصرت ہی ملے گی، تمہارے دشمنوں کو شکست وذِلّت دی جائے گی۔''

......سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں سے برکت اور مدد حاصل کرنے کا معاملہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نہ صرف حیات مبارکہ میں تھا بلکہ آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی ہے۔ کیونکہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے خالد جب تک یہ بال تمہارے پاس رہیں گے تب تک تمہاری مدد کی جاتی رہے گی۔ اور سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب یہ واقعہ بیان کررہے ہیں اس وقت **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصالِ ظاہری ہو چکا تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آثار **رسول اللّٰہ** سے تبرک ومدد کا معاملہ حَیاتِ طَیِّبہ میں بھی تھا اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی ہے۔

......اگر حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں سے تبرک حاصل کرنا اور مدد طلب کرنا ناجائز یا شرک ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سیِّدُ نا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو روکتے اور منع فرماتے کہ اے خالد یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے، جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں منع نہ فرمایا بلکہ یہ فرماکر اُن کے عقیدے کو پختہ کر دیا کہ **اے خالد جب تک یہ بال تمہارے پاس رہیں گے تم ہمیشہ فتح یاب ہوتے رہو گے۔**

......**رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو منع نہ فرمانا بلکہ ان کی تائید فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات وآثار سے تبرک اور مدد حاصل کرنا نہ صرف صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نزدیک جائز ہے بلکہ خود **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نزدیک بھی جائز ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کئی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اپنے موئے مبارکہ خود عطا فرمائے۔ چنانچہ،

......حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجام کو بلا کر اپنے سَرِ اَقدس کے داہنی جانب کے بال مُنڈوائے اور سیِّدُنا اَبُوطَلْحہ اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وہ بال عطا فرمادیے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو منڈوایا اور وہ سب بال بھی سیِّدُ نا اَبُوطَلْحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عطا فرمائے نیز انہیں یہ

حکم فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم فرمادیں۔[1]

❀......سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بِطْرِیق نَسطُور کے ساتھ لڑائی کر رہے تھے تو آپ کی مبارک ٹوپی گر گئی اور آپ اس کی تلاش میں لگ گئے، اس پر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ سے سبب پوچھا اور آپ نے مذکورہ بالا ساری بات بیان کی لیکن آپ کے بیان پر کسی نے بھی انکار نہ کیا معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ مبارک عقیدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گیسوؤں سے تبرک اور مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گیسوؤں سے یوں استعانت طلب کرتے ہیں:

ہم سِیَہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ اَفگَن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو
سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَبُوالجَعِید پر ظُلم وسِتَم اور رُومیوں سے بدلہ:

جنگ یرموک کے تیرہویں دن صبح کے وقت اَبُوالجَعِید نامی ایک رومی رئیس سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملنے کے لیے آیا اور اس نے کہا کہ رومیوں کا لشکر اتنا بڑا ہے کہ اگر آپ کئی دنوں تک انہیں قتل کرتے رہیں تو بھی اسے ختم نہ کر پائیں گے، ہاں اگر آپ میرے منصوبے پر عمل کریں تو میں ایک ساتھ ہزاروں رومیوں کو قتل کروا سکتا ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے اپنے ساتھ ہونے والی رومی سرداروں کی ظلم وزیادتی کی ایک طویل داستان سنائی اور کہنے لگا کہ اب میں اپنے ساتھ ہونے والے ظلم وستم کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ بعدازاں اس نے بغیر جزیہ امان کی شرائط پر اپنا پورا منصوبہ بیان کیا۔ اس منصوبے کی تفصیل کچھ اس طرح تھی کہ رومی لشکر کے دو کیمپ تھے، ابوالجعید دوسرے کیمپ میں تھا۔ منصوبے کا پہلا حصہ یہ تھا کہ آج رات پورے اسلامی لشکر کے کیمپ میں آدھی

---

[1]......مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنة۔۔۔الخ، ص ٦٧٨، حدیث: ٣٢٥٥۔

رات کے بعد مَشْعَلیں روشن کی جائیں جس سے رومیوں کو یہ تاثر ملے گا کہ اسلامی لشکر والے شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔جبکہ پانچ سو مجاہدین راستے میں چھپ جائیں گے۔دوسرا حصہ یہ تھا کہ ابوالجَعِیْد اپنے کیمپ میں جاکر یہ تاثر دے کہ آج رات اسلامی لشکر بھاگ جائے گا اور یہ بھی توقع ہے کہ اسلامی لشکر رومیوں پر حملہ کرے گا، پھر جس وقت اسلامی لشکر کے کیمپ میں مَشْعَلیں روشن ہوں تو راستے میں چھپے ہوئے پانچ سو مجاہدین رومی کیمپ پر حملہ کردیں،تھوڑی دیر کے بعد وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوں۔رومی لشکر کو چونکہ پہلے سے معلوم ہوگا اس لیے وہ مجاہدین کا تعاقب کریں گے، مجاہدین آگے نکل کر چھپ جائیں گے اور رومی لشکر مُسَلسَل بھاگتا جائے گا،اسلامی لشکر میں مَشْعَلیں روشن ہونے،مجاہدین کا تعاقب کرنے اور اسلامی لشکر کو لوٹنے کے زعم میں رومیوں کے ذہن سے یہ نکل جائے گا کہ اسی راستے میں ایک گہری اور تیز پانی والی ندی بھی ہے،اس بے خیالی میں ہزاروں رومی ندی میں گر کر ہلاک ہو جائیں گے۔

سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی فراست سے جان لیا کہ ابوالجَعِید صحیح کہہ رہا ہے اور یہ دھوکہ نہیں دے گا، چنانچہ اس کے منصوبے پر بِعَیْنِہٖ عمل کیا گیا،سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پانچ سو مجاہدین کے ساتھ راستے میں چھپ گئے،اسلامی لشکر میں مَشْعَلیں روشن کی گئیں،ابوالجَعِید نے رومیوں کو دونوں باتیں بتا کر لڑنے کی پرزور ترغیب دلائی،مجاہدین رومی کیمپ پر حملہ کر کے بھاگ کھڑے ہوئے،رومی ان کا پیچھا کرنے لگے،راستے میں مجاہدین چھپ گئے لیکن رومی بدستور آگے گھوڑے دوڑاتے رہے،رات کے اندھیرے میں یاقوصہ ندی میں رومیوں کی پہلی صف گری، پھر اس کے بعد دوسری صف گری تو اس نے پہلے والوں کو روند ڈالا،اسی طرح بعد میں آنے والے اپنے سے پہلے والوں کو مار دیتے،یوں ابوالجَعِید کی جنگی تدبیر سے ہزاروں رومی ایک ساتھ واصلِ جہنم ہوگئے۔(1)

رومی بطریق کی مقابلہ کے لیے طلبی:

جنگ یرموک کے چودہویں دن ماہان کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی،اس نے خود میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا لیکن پھر اس نے ایک رومی سردار جَرجِیر کو بھیجا جس کے مقابلے پر خود سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے اور اسے واصِلِ جہنم کیا۔اس سردار کے قتل ہونے کے بعد ماہان نے خود میدان جنگ میں اترنے کا ارادہ کیا لیکن

(1)......فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۱-۲۱۲ بتصرف۔

ایک بھاری ڈیل ڈول والا بِطْرِیق جو جَرْجِیر سَردار کا رشتہ دار تھا میدان جنگ میں جانے پر مُصِرّ ہوا۔ جیسے ہی وہ بطریق میدان جنگ میں آیا نہایت ہی بدتمیزی کے ساتھ اپنے مقابلے کے لیے کسی مجاہد کو طلب کرنے لگا۔

اس کے مقابلے کے لیے اَوّلاً سیِّدُ نا ضِرار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ میدان جنگ میں گئے اور پھر اپنا جنگی لباس اتارنے کے لیے واپس آئے تو حضرت سیِّدُ نا مالِک نَخْعِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس بطریق سے مقابلے کے لیے میدان جنگ میں چلے گئے۔ وہ بطریق اپنی جسامت اور طاقت کے گھمنڈ میں بار بار سَدِّ مُقَابِل کو طَلَب کر رہا تھا، حضرت سیِّدُ نا امام مالِک نَخْعِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب میدان جنگ میں اس کے قریب پہنچے تو حضرت سیِّدُ نا ضِرار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھا کہ آپ نے پکار کر فرمایا: ''**تَقَدَّمْ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ یَا عَابِدَ الصَّلِیْبِ اِلَی الرَّجُلِ النَّجِیْبِ نَاصِرِ مُحَمَّدِ نِ الْحَبِیْبِ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن، اے صَلِیب کے پُجاری، اب ایسے شخص سے مقابلے کے لیے نکل جس کے مددگار حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔'' جیسے ہی اُس رومی بطریق نے یہ سنا تو اس پر لرزہ اور خوف طاری ہو گیا، ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا، بالآخر واصل جہنم ہو گیا۔ [1]

سیِّدُ نا مالِک نَخْعِی کا مبارک عقیدہ:

......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** حضرت سیِّدُ نا مالِک نَخْعِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کتنے واضح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ ان کے مددگار حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں، نیز حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنا ناصر و مددگار کہنا تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مبارک عقیدہ ہے کیونکہ جب آپ نے یہ مبارک کلام فرمایا اس کو سیِّدُ نا ضِرار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سن رہے تھے اور وہ اسلامی لشکر میں موجود تھے یقیناً وہاں موجود تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی اس کو سنا تھا، اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ضرور سیِّدُ نا مالِک نَخْعِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو روکتے اور اس سے منع کرتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نزدیک **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس طرح اپنی حَیاتِ طَیِّبَہ میں حامی و مددگار تھے ویسے ہی اپنے وِصالِ ظاہری کے بعد بھی ان کے حامی و مددگار تھے۔

ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں

---

[1] ......فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۳۔۲۱۴ ملخصاً۔

گزرا کریں پِسَر پہ پِدَر کو خبر نہ ہو

اِسلامی لشکر کی عظیم الشان فتح:

جب ماہان نے اپنے اہم سرداروں کو قتل ہوتے دیکھا تو خود ہی میدان جنگ میں آیا، سیِّدُنا مالِک نَخَعِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے کندھے پر ایسا وار کیا جس نے اس کے آہنی لباس کو پھاڑ ڈالا، اس کے زخم سے خون بہنے لگا، اگرچہ زخم اتنا گہرا نہیں تھا لیکن ماہان کی ساری بہادری پانی ہوگئی، وہ بھاگ کر دوبارہ رومی لشکر میں واپس آ گیا اور اس کے پورے بدن پر کپکپی طاری تھی، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان کی طرف بار بار دیکھتا تھا، اس کی یہ حالت دیکھ کر تمام رومیوں کے دل اُچاٹ ہوگئے، دل اُلَٹ پَلَٹ ہونے لگے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے سے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کو رومی لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ رومی پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے مجاہدین کی تلواروں کے سامنے تھوڑی دیر بھی نہ ٹھہر سکے، سارے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کثیر تعداد میں رومی یاقُوصَہ ندی میں گر کر ہلاک ہوگئے، ہزاروں رومی پہاڑوں پر چلے گئے، مجاہدین نے ان کا تعاقب کیا اور جو بھی ہاتھ لگا اسے جہنم واصل کر دیا۔ بقیہ جو بچے ان سب نے ''اَمان اَمان'' پکارنا شروع کر دیا۔ بہرحال جنگ یرموک کے چودھویں دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح ونصرت عطا فرمائی، اس جنگ میں چار ہزار مجاہدین شہید ہوئے جبکہ رومی مقتولوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی۔ رومی لشکر کے سپہ سالار ماہان ارمنی کا سیِّدُنا خالِد بِن ولِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دمشق تک پیچھا کیا اور بالآخر اسے بھی جہنم واصل کر دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رُومی بھگوڑوں کا پیچھا کرتے گئے راستے میں جو بھی ملتا اسے جہنم واصل کرتے، یوں آپ حِمص تک پہنچ گئے۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی وہیں پہنچ گئے، پھر اسلامی لشکر کو لے کر دمشق چلے گئے۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ اور مالِ غنیمت کی تمام تفصیلات وغیرہ لکھ کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیج دیں۔ پھر امیر المؤمنین کے حکم سے مجاہدین میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا، اس جنگ میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر سوار کے حصے میں چودہ ہزار ۱۴۰۰۰ مِثْقَال سونا اور ہر پیدل سپاہی کے حصے میں آٹھ ہزار ۸۰۰۰ مِثْقَال سونا آیا۔[1]

---

1 ......فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۷۔

فتحِ یرموک کے بعد رومیوں کے فرار و تعاقب کا نقشہ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
سرزمینِ شام
البحر الکبیر (بحر الروم)
انطاکیہ
منبج
حلب
نہر الفرات
نہر البلیخ
نہر العاصی
اللاذقیة
جبلة
حماة
طرطوس
حمص
تدمر
بعلبک
بیروت
معلولا
دمشق
یرموک
درعا
❶ ......کفار کا لشکر مجاہدینِ اسلام کے آگے نہ ٹھہر سکا اور شکست کھانے کے بعد دمشق، حمص اور اِنطاکیہ بھاگ کھڑا ہوا۔
❷ ......اِسلامی لشکر کے شیر دل مجاہدین نے اِن شہروں تک اُن کا پیچھا کیا اور اُن کے سردار سمیت کئی رومیوں کو جہنم واصل کیا۔
❸ ......حضرت سیدنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مع چند مجاہدین سردارِ کفار ماہان کا دمشق تک پیچھا کر کے واصل جہنم کر دیا۔
❹ ......اِسلامی لشکر دمشق پہنچا تو رومی حمص کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے مجاہدین نے تعاقب کر کے اُنہیں بھی جہنم واصل کیا۔
❺ ......لشکرِ کفار کا سب سے بڑا سردار ہرقل اِنطاکیہ میں موجود تھا، شکست کی خبر سن کر وہ اِنطاکیہ سے قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح کا مُبارَک مکتوب:

اِسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ کی تفصیلات سے متعلق جومکتوب روانہ کیا اس میں ہرطرح کی تفصیل لکھی، جوپچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکتوب میں شامل خطبہ پیش خدمت ہے جوسیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک عقیدے پر مشتمل ہے:

''**اَمَّابَعْدُ فَاَنَا اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِيْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ اَشْکُرُہُ عَلٰی مَا اَوْلَانَا مِنَ النِّعَمِ وَخَصَّنَا بِہٖ مِنْ کَرَمِہٖ بِبَرَکَاتِ نَبِيِّ الرَّحْمَۃِ وَ شَفِیْعِ الْاُمَّۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم** یعنی حمد وصلاۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ تمام تعریفیں اس رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا اس بات پر شکرادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اپنی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت (یعنی فتح یرمُوک) عطافرمائی اور ہمیں اس فتح کے ساتھ اپنے فضل وکرم، نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکات کے طفیل خاص فرمایا۔''(1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ورسول اللہ کی برکت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کس طرح اپنے دعائیہ خُطبے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے مُتَّصِل **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت کوذکر کررہے ہیں۔ معلوم ہوا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم کے ساتھ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت کو ذکر کرنا بالکل جائز امر ہے، نیز یہ مکتوب سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی اسے پڑھا مگر ان مبارک الفاظوں پر کوئی کلام نہ کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم کے ساتھ ساتھ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت اورعنایت کو بھی ذکر کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ کی فاروقِ اعظم کو فتحِ یرمُوک کی بشارت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ یرموک کے تعلق سے اسلامی لشکر کے لیے بہت زیادہ فکرمند تھے، کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اسلامی لشکر کی تعداد رومیوں کے مقابلے میں نہایت ہی قلیل ہے۔ جس دن

1 ......فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۷۔

اسلامی لشکر کو فتح عظیم حاصل ہوئی اس رات سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مبارک خواب دیکھا کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ساتھ ہی حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے روضہ مبارکہ میں تشریف فرما ہیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں کو سلام کرنے کے بعد عرض کیا: ''**یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ قَلْبِیْ مَشْغُوْلٌ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَمَا یَصْنَعُ اللّٰہُ بِھِمْ وَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ الرُّوْمَ فِیْ اَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّیْنَ اَلْفًا** یعنی **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا دل اسلامی لشکر کے بارے میں بڑا متفکر ہے کہ پتا نہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے مقابلے میں رومی لشکر کی تعداد دس لاکھ ساٹھ ہزار ہے۔'' سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**یَاعُمَرُ اَبْشِرْ فَقَدْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَقَدِ انْھَزَمَ عَدُوُّھُمْ وَقَتَلَ کَذَا وَکَذَا** یعنی اے عمر! تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنگ یرموک میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی ہے اور ان کے دشمنوں نے شکست کھائی ہے اور انہیں اس اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی: ﴿**تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًاؕ-وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ(۸۳)**﴾ (پ۲۰، القصص: ۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: ''یہ آخرت کا گھر ہم اُن کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔''

دوسرے دن نمازِ فجر پڑھانے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا مبارک خواب تمام لوگوں کے سامنے بیان کیا تو سب لوگ خوش ہو گئے اور ایک دوسرے کو فتح کی مبارک باد دینے لگے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مبارک خواب بالکل حق ہے کیونکہ شیطان **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورت میں نہیں آسکتا۔ تمام لوگ قاصد کا انتظار کرنے لگے کہ کب وہ فتح کی خوشخبری لاتا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں، نہ صرف علم بلکہ اپنے اُمتیوں کے خواب میں آکر ان کو بشارتیں بھی عطا فرماتے ہیں۔ نیز صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب فتح کی بشارت دے دی

ہے تو ضرور فتح کی خوشخبری آئے گی، یہی وجہ تھی کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فتح کی خوشخبری کا انتظار کرنے لگے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(9) جنگ بیت المقدس

فَتحِ بَیْتُ الْمُقَدَّس و رسول اللہ کی غیبی خبر:

اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فتحِ یَرمُوک کے بعد اسلامی لشکر کے ساتھ دمشق آچکے تھے۔ آپ نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ قِیسارِیہ روانہ ہوں یا بَیْتُ الْمُقَدَّس۔ پھر سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک مکتوب روانہ کیا کہ دونوں شہروں میں سے کس شہر کا انتخاب کیا جائے؟ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ کیا تو مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! آپ اسلامی لشکر کو بَیْتُ الْمُقَدَّس کی طرف روانگی کا حکم دیں، وہ پہلے بَیْتُ الْمُقَدَّس کو فتح کریں، پھر قِیسارِیہ کی طرف جائیں کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے مجھے بَیْتُ الْمُقَدَّس کی فتح اور بعد میں قِیسارِیہ کی فتح کی خوشخبری دی تھی۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اے ابوالحَسَن! آپ نے سچ کہا۔'' پھر سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف پہلے بَیْتُ الْمُقَدَّس اور پھر قیساریہ روانگی کا حُکم لکھ کر روانہ فرمادیا۔[2]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم و مولا علی کا مبارک عقیدہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا کیسا پُختہ عقیدہ تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے اور آپ جَمیع مُغیبات پر مُطَّلع ہیں اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ پہلے بَیْتُ الْمُقَدَّس اور پھر قیساریہ فتح ہوگا نیز اس بات کی خبر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مولا علی شیرِ خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ

---

1 ...... فتوح الشام، الشعار، ج ۱، ص ۲۱۷۔

2 ...... فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۱۹۔

اور دیگر تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرح **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم غیب کا ایسا پختہ عقیدہ تھا کہ یہ بات سنتے ہی فوراً اس کے مطابق اسلامی لشکر کو حکم نامہ روانہ فرما دیا کہ جب **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ہے تو بالکل ویسا ہی ہوگا۔

جنگ بیت المقدس کا اجمالی خاکہ:

❀......سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جیسے ہی امیر المؤمنین کا مکتوب ملا آپ نے روزانہ پانچ پانچ ہزار مجاہدین کا لشکر بیت المقدس روانہ کرنا شروع کر دیا۔ بیت المقدس کا قلعہ نہایت ہی مضبوط تھا، رومیوں نے یرموک کا حال سن کر پوری پوری تیاری کر رکھی تھی، اسلامی لشکر نے جاتے ہی قلعے کا محاصرہ کرلیا، پھر سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے روزانہ قلعے پر حملہ کرتے، گیارہ دن تک حملے کرتے رہے لیکن کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی۔

❀......گیارہویں دن خود سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح اور سیِّدُنا خالد بِن وَلِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تشریف لائے، مجاہدین نے تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند کیں۔ رومیوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ اسلامی لشکر کا بڑا سردار آگیا ہے، وہ سب پریشان ہوکر اپنے سب سے بڑے راہب قُمامہ کے پاس گئے اور ساری صورت حال بیان کی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا سردار آگیا ہے تو وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ ''اب تمہاری ہلاکت نزدیک ہے، کیونکہ میں نے پچھلی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ملک شام کو **مُحَمّد** (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا ایک سرخ رنگ کا صحابی فتح کرے گا اگر یہ وہی سردار ہے تو صلح کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہیں۔''(1)

نَصرانی راہب کا سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح کو دیکھنا:

پھر وہ اِسلامی لشکر کے سپہ سالار کو دیکھنے کے لیے قلعے کی دیوار پر آیا اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ گئے اور اس سے بھی وہی بات کی کہ یا تو تم اسلام قبول کرلو، یا جزیہ دے کر امان حاصل کرلو یا پھر ہم سے جنگ کرو۔ لیکن اس راہب قُمامہ نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور فقط خاموشی سے آپ کو دیکھتا رہا، پھر واپس چلا گیا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جس کے بارے میں

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۲۳۔

1. اِسلامی لشکر نے دمشق کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا، سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُردن سے دمشق تشریف لائے۔
2. اِس راستے سے ہرقل بادشاہ کی طرف سے رُومی کفار کا ایک بڑا لشکر دمشق کی حفاظت کے لیے پہنچا۔
3. اِسلامی لشکر نے رُومی لشکر کا ایسا استقبال کیا کہ وہ اِسی صحرائی راستے سے حمص کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔
4. یہ وہ راستہ ہے جس پر سیِّدُنا اَسود کِندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِسلامی لشکر کے ساتھ مفرور رومی لشکر کا پیچھا کیا۔
5. یہ وہ جگہ ہے جہاں ذُوالکِلاع حِمیَری اپنی طاقت وقوت کے ساتھ اِسلامی لشکر کی مدد کے لیے موجود تھے۔
6. یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت سیِّدُنا ابُودَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قیام گاہ تھی۔

اِسلامی لشکر کے بیت المقدس کا محاصرہ کرنے کا نقشہ
دمشق وحمص
نهر الليطاني
صور
اسلامی لشکر کے
پانچ پانچ ہزار پر مشتمل آٹھ
مختلف دستوں نے بیت المقدس
کا محاصرہ کیا۔
آكزيب
بطلمايس
بحيرة طبرية
طبرية
الناصرة
سرزمینِ اردن
البحر الكبير (بحر الروم)
نهر الاردن
قيسارية
السامرة
يافا
اللد
اريحا
ايليا
اسدود
بيت المقدس
غزة
بحر لوط
فلسطين
الشمال
سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا یزید بن اَبی سُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا شُرَحبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا مرقال بن ہاشم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا مُسَیَّب بن نَجِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا قَیس بن ہُبَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ
سیِّدُنا عُروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مہلہل کا دستہ
سیِّدُنا عَمرو بن عَاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دستہ

میں نے کُتُب میں پڑھا ہے لہٰذا تم ان سے جنگ کرتے رہو یہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی وہاں سے واپس آ کر اِسلامی لشکر کو جنگ کا حکم دے دیا۔ روزانہ اسلامی لشکر قلعے پر حملہ کرتا، رومی تیروں کی برسات کرتے، دونوں طرف سے جانی نقصان بھی ہوتا اور سپاہی زخمی بھی ہوتے۔ یوں یہ لڑائی چار ماہ تک جاری رہی اور اہلِ شہر تنگ آ گئے۔ وہ دوبارہ بِطْرِیق قُمامہ کے پاس گئے اور ساری صورت حال بیان کی۔ [1]

نَصرانی راہب اور فاروقِ اعظم کا ذِکرِ خَیر:

نصرانی راہب ایک بار دوبارہ قلعے کی دیوار پر آیا اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہنے لگا کہ یہ ایک مُقَدَّس شہر ہے، اس شہر کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے والے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب نازِل ہوتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ہمیں معلوم ہے کہ یہ مُقَدَّس شہر ہے اور اسی شہر سے ہمارے نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم معراج پہ تشریف لے گئے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، یہ شہر مَعدِنِ اَنبِیاء (انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی جائے پیدائش) ہے، لہٰذا تم سے زیادہ ہم اس شہر کے حق دار ہیں، تمہارے پاس تین ہی صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ اسلام قبول کرلو۔'' بطریق قُمامہ نے کہا: ''ہم ہرگز اسلام قبول نہ کریں گے۔'' فرمایا: ''پھر جزیہ دے کر امان حاصل کرلو۔'' اس نے کہا: ''یہ بات تو پہلے والی سے بھی مشکل ہے۔'' فرمایا: ''پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' اس نے کہا: ''ہم ہر حال میں تم سے جنگ کریں گے۔ البتہ ہمارے شہر کو صرف ایک ہی شخص فتح کرے گا جس کے اوصاف ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور وہ تم نہیں ہو۔''

سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تمہاری کتابوں میں اس کے کیا اَوصاف لکھے ہوئے ہیں؟'' اس نے کہا: ''وہ ہم تمہیں نہیں بتائیں گے البتہ اسے دیکھ کر فوراً پہچان لیں گے کہ یہ وہی شخص ہے اور ہاں! اگر تم اس کا نام جاننا چاہتے ہو تو ہم اُس کا نام بتا سکتے ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے تم اس کا نام ہی بتا دو۔'' اس نصرانی راہب نے کہا: ''جو شخص ہمارے اس شہر کو فتح کرے گا وہ **محمد** (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا صحابی ہوگا اور اس کا نام **''عمر بن خطاب''** ہے جو فاروق کے لقب سے مشہور ہوگا اور وہ نہایت سخت گیر ہوگا، **اللّٰہ** کے کاموں میں کسی

---

[1] ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۲۳۔

ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے گا۔''[1]

سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی یہ سنا تو مُسکرا دیے اور خوش ہو کر فرمایا: ''**فَتَحْنَا الْبَلَدَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ** یعنی رَبِّ کعبہ کی قسم! ہم نے اس شہر کو فتح کر لیا۔'' پھر آپ اس راہِب کی طرف مُتَوَجِّہ ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم واقعی اس شخص کو پہچان لوگے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں بالکل! کیوں نہیں پہچانوں گا، میں اس کی تمام صفات جانتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جن کا ذکرِ خیر کر رہے ہو وہ ہمارے خلیفہ ہیں، ہمارے نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔'' راہب نے کہا: ''اگر واقعی ایسی بات ہے تو تم جنگ موقوف کر دو اور انہیں یہاں بلاؤ، ہم اُن کو دیکھیں گے، اگر ان میں تمام صفات وہی ہوئیں جو ہمارے علم میں ہیں تو ہم ان کے لیے شہر کے دروازے بغیر جنگ کے ہی کھول دیں گے اور اُن کو جزیہ بھی ادا کریں گے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات منظور فرمائی۔

نصرانی راہب سے گفتگو کرنے کے بعد سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے اور تمام مجاہدین کو جنگ بندی کا حکم دیا، نیز تمام سرداروں اور بڑے بڑے جَرنَیلوں کو بلا کر نصرانی راہب سے ہونے والی گفتگو کی تفصیلات سے آگاہ کیا جسے سن کر تمام مجاہدین خوش ہو گئے۔ پھر ایک مکتوب میں تمام تفصیلات لکھ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حضرت سیِّدُنا مَیْسَرہ بن مَسْرُوق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ بھیج دیا۔[2]

فاروقِ اعظم کی بیت المقدس میں تشریف آوری

جب حضرت سیِّدُنا مَیْسَرہ بن مَسْرُوق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ پہنچے تو رات کا وقت تھا اور کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جس کے ہاں آپ ٹھہرتے لہٰذا آپ نے سب سے پہلے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار پر حاضر ہو کر صلاۃ وسلام پیش کیا، پھر حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مَزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے اور وہاں بھی سلام پیش کیا۔ مسجد نبوی میں آئے اور ایک جگہ سو گئے۔ چونکہ کافی دن سے سوئے نہ تھے اس لیے فوراً نیند آ گئی اور پھر حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اذان کی آواز پر آپ کی آنکھ کھلی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ١، ص ٢٢٥۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ١، ص ٢٢٥۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اذان دے کر مسجد میں داخل ہوئے اور یوں صدائے مدینہ لگانے لگے: ''اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللہُ یعنی نماز کا وقت ہو چکا ہے (اے سونے والو جاگ جاؤ) اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے۔'' سیِّدُنا مَیْسَرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اٹھے، وضو کیا اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِقتِداء میں نمازِ فجر ادا کی۔ نماز کے بعد بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ فرمایا: ''خوشخبری لائے ہو۔'' عرض کیا: ''رَبِّ کَعبہ کی قسم! خوشخبری ہے۔'' پھر وہ مکتوب بارگاہِ فاروقی میں پیش کر دیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مکتوب پڑھ کر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشورہ طلب کیا تو سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ کا جلد از جلد تشریف لے جانا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ رومیوں نے آپ کے تشریف لے جانے کی درخواست کی ہے اور ان کی یہ درخواست دراصل ان کی ذِلَّت کا اِعتراف اور اسلام کی حَقَّانِیت کا اقرار ہے۔ دوسرا یہ کہ لشکر کے مجاہدین عرصہ دراز سے لڑائی اور سخت سردی کی مُشَقَّت برداشت کررہے ہیں، آپ کے جانے سے اگر بغیر جنگ کے بَیْتُ الْمُقَدَّس فتح ہو جائے تو اسلامی لشکر کے لیے یہ بات نہایت فَرحَت ومُسَرَّت کا باعث ہوگی۔ بصورت دیگر تمام رومی بَیْتُ الْمُقَدَّس کی حفاظت کی غرض سے جمع ہو کر مجاہدین کو پریشان کر دیں گے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اس مشورے کو پسند فرمایا اور ملک شام کے سفر کی تیاری شروع فرما دی۔ [1]

فاروقِ اعظم کا مبارک سفر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بَیْتُ الْمُقَدَّس جانے کا فیصلہ سن کر پورے مدینہ منورہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے اپنے سفر کا آغاز فرماتے ہوئے سب سے پہلے مسجد نبوی شریف میں آکر چار رکعت نماز ادا کی۔ حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنْوار پر حاضری دی اور صلاۃ وسلام پیش کیا، نیز سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مزار پر بھی حاضری دی اور وہاں بھی سلام پیش کیا۔ آپ نے اپنے بعد سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ سے چند اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے، تمام اہل مدینہ آپ کے ساتھ ہی باہر آئے، سب سے سلام ومصافحہ کیا اور مدینہ منورہ سے بَیْتُ الْمُقَدَّس کی طرف روانہ ہوئے،

---

1 ...... فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۲۷۔

تمام لوگوں نے آپ کو الوداع کیا۔[1]

فاروقِ اعظم کی سواری اور زادِ سفر:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سواری آپ کا ذاتی سرخ اونٹ، زادِ سفر نہایت ہی مختصر تھا جس میں دو تھیلیاں تھیں ایک میں ستو اور ایک میں چھوہارے تھے، پانی کا ایک مشکیزہ اور کھانے کے لیے ایک بڑا پیالہ تھا۔ آپ کے شریک سفر وہ اصحاب بھی تھے جو جنگ یرموک کے بعد مدینہ منورہ واپس آگئے تھے ان میں حضرت سیِّدُنا زُبیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا عُبَادَہ بن صامِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسمائے مبارکہ سرفہرست ہیں۔[2]

فاروقِ اعظم کے سفر کی نَوعِیَّت:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سفر کی یہ نوعیت ہوتی تھی کہ نماز فجر کے بعد مسافت طے فرماتے، ظہر کی نماز تک چلتے رہتے، ظہر کے بعد کسی مقام پر ٹھہر جاتے اور اصحاب کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف، کثرتِ عبادت، تذکرۂ آخرت وغیرہ پر مُشْتَمِل پَنْدو نَصَائح سے تَزْکِیَۂ نفس فرماتے۔ جب کھانے کا وقت آتا تو اپنا زادِ راہ نکالتے، ستو اور کھجوریں اپنے برتن میں ڈالتے اور اپنے ہم سفر ساتھیوں کو کھلاتے۔ جن جن راستوں سے گزرتے وہاں کے لوگ اپنے مقدمات آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا فیصلہ فرماتے۔ آپ نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا یہاں تک کہ ملک شام کی سرحد میں داخل ہوگئے۔ آپ نے عربی شہسواروں کا ایک قافلہ دیکھا، سیِّدُنا زُبَیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پتہ لگانے بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ ملک شام میں موجود اسلامی دستہ امیر المؤمنین کی تشریف آوری کی خبر لینے آیا ہے۔ سیِّدُنا زُبیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خوشخبری دی کہ امیر المؤمنین ملک شام کی سرحد میں تشریف لا چکے ہیں۔ پھر وہ قافلہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہدیہ سلام پیش کیا، مُصَافَحہ اور دَسْت بوسی کا شرف حاصل کیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم نے استفسار فرمایا کہ ”تم لوگ یہاں کس لیے آئے ہو؟“ عرض کیا: ”اے امیر المؤمنین! آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں پورا اِسلامی لشکر اپنی آنکھیں بچھائے ہوئے ہے اور گردنیں اُٹھا اُٹھا کر

---

1. ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینة بیت المقدس، ج ١، ص ٢٢٧۔
2. ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینة بیت المقدس، ج ١، ص ٢٢٧۔

مدینہ منورہ سے آنے والے راستے پر نظریں جمائے ہوئے ہے، ہر شخص آپ کے دیدار کے لیے بے چین ہے، لہٰذا اسلامی لشکر کے سپہ سالار، امین الامت، حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کی خبر معلوم کرنے بھیجا ہے، اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو ہم واپس جاکر جیشِ اسلام کو آپ کی آمد کا مژدہ سُنا دیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اجازت عطا فرمادی۔ اس قافلے نے لشکر اسلام میں پہنچ کر سپہ سالار سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امیر المؤمنین کی آمد کی خوشخبری دی، ہر سپاہی یہ چاہتا تھا کہ وہ امیر المؤمنین کے استقبال کے لیے نکلے لیکن سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع فرمادیا اور بذاتِ خود امیر المؤمنین کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔[1]

فاروقی مدنی قافلے کا استقبال:

سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قافلہ امیر المؤمنین کے مدنی قافلے سے ملا، سیِّدُنا ابوعُبَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر آئے تھے، آپ نے اپنی اونٹنی بٹھائی، نیچے اترے، امیر المؤمنین کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کیا، مصافحہ کیا اور گلے ملے، بقیہ اصحاب نے بھی اسی طرح ملاقات کی۔ پھر یہ قافلہ اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا اور بَیْتُ الْمُقَدَّس پہنچا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تمام مجاہدین نے نہایت ہی شاندار استقبال کیا، تمام مجاہدین نے آپ سے ملاقات و دست بوسی کی، پھر آپ نے نہایت ہی فصیح وبلیغ خطبہ دیا جس میں تمام مجاہدین کو اَعمالِ صالِحہ، تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ اختیار کرنے کی نصیحت وتنبیہ فرمائی۔ خطبے سے فارغ ہونے کے بعد سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ملک شام کی جنگوں کو بالتفصیل بیان کیا، جنہیں سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی روتے اور کبھی خوش ہوتے، دونوں میں گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔[2]

اَذانِ بلالی سے اِسلامی لشکر پر گریہ طاری:

سیِّد عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عاشِقِ صادِق، مُؤَذِّنِ رسول سیِّدُنا بلالِ حَبَشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی وصالِ رسول اللہ کے بعد مدینہ طیبہ سے ملک شام چلے آئے، لشکرِ اسلام میں شامل ہوکر جہاد میں مصروف

---

1. ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ١، ص ٢٢٨-٢٢٩۔
2. ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ١، ص ٢٣٠۔

ہوگئے تھے، **شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ نے اذان کہنا چھوڑ دی تھی۔ اپنے آقا ومولا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جُدائی وفُرقت کے رنج وغم میں وہ ایسے شکستہ ہوئے تھے کہ اذان دیتے وقت انہیں سخت غَم اور قَلَق لاحق ہوجاتا تھا، اپنے محبوب کی یاد میں اتنا روتے کہ اذان کو مکمل کرنا مشکل ہوجاتا۔

جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو تمام مجاہدین نے امیر المؤمنین سے درخواست کی کہ حضرت بلال یہاں موجود ہیں ہم چاہتے ہیں کہ سیِّدُنا بلال کی اذان سنیں، حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ مبارکہ کی یاد تازہ ہوجائے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا بلال کو بلایا اور مجاہدین کی خواہش بیان کی، سیِّدُنا بلال نے اذان دینا بالکل چھوڑ دی تھی، کسی کے کہنے پر بھی اذان نہ دیتے تھے لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا غایت درجہ ادب واحترام کرتے تھے، آپ کے حکم کو نہ ٹال سکے اور اذان دینے پر راضی ہوگئے۔

سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اذان شروع کی، بلند آواز سے ''**اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَر**'' کہا، ان کی آواز میں وہ درد تھا کہ لشکرِ اسلام پر لرزہ طاری ہوگیا، مجاہدین کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، محبوب اکرم کا زمانہ یاد آگیا، آہ اس وقت تو **رسول اللہ** کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرلیا کرتے تھے، لیکن آج وہ دیدار کہاں نصیب! تمام مجاہدین شدتِ غم سے کانپنے لگے، جب سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ''**اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ**'' پر پہنچے تو پورے لشکر میں ایک کُہرام مچ گیا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے محبوب آقا کی یاد میں تڑپنے لگے، آہ وبُکا کا شور بلند ہوگیا، شِدَّتِ غَم سے مجاہدین ایسے تڑپتے تھے کہ ابھی ان کے دل پھٹ جائیں گے، بعض پر تو بے ہوشی طاری ہوچکی تھی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بھی گریہ طاری تھا، حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حالت بھی ناقابل برداشت تھی لگتا تھا وہ اذان پوری نہ کرپائیں گے، اسلامی لشکر پر غم واضطِراب کی وہ کیفیت طاری تھی کہ رونے اور چیخنے کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ ہزاروں جانیں ایک ساتھ نکل جائیں گی، کسی کو بھی اپنے تن من کا ہوش نہ تھا۔ بقول:

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن وجاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ، اے مہرِ فروزاں ہم کو

بہرحال سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَذان پوری کی، بہت دیر تک صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان روتے رہے بالآخر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب کو تسکین عطا فرمائی اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پورے لشکر کو نماز پڑھائی۔ پھر قلعہ بَیْتُ الْمُقَدَّس کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔[1]

بَیْتُ الْمُقَدَّس کی طرف روانگی وشاہانہ لباس:

جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بَیْتُ الْمُقَدَّس کی طرف روانگی کا اِرادہ فرمایا تو بکری کے بالوں سے بنا ہوا لباس پہنا، آپ کا جبہ ٹکڑے ٹکڑے سی کر بنایا ہوا تھا، اس جبے میں چودہ پیوند لگے تھے جس میں سے ایک پیوند چمڑے کا بھی تھا۔ اسلامی لشکر کے تمام سرداروں سے آپ کی بارگاہ میں منت سماجت کی کہ حضرت آج آپ اچھے کپڑے زیب تن فرما کر اونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہوں، بہت اصرار کے بعد آپ راضی ہوگئے اور مصر کے اعلیٰ قسم کا سفید لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر سے بَیْتُ الْمُقَدَّس کے قلعے کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ چند قدم ہی چلے تھے کہ آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے، آپ کو کوئی سخت تکلیف لاحق ہوئی، آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا، سواری کو رکوادیا اور فوراً گھوڑے سے نیچے اترے اور فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے معاف فرمائے، قریب تھا کہ میں ہلاک ہوجاتا کیونکہ ایسے پُرتَکَلُّف لباس کو پہن کر میرے دل میں عُجب وتکبُّر داخل ہوگیا تھا، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''**لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْكِبَرِ** یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' تمہارے اس اعلیٰ اور سفید لباس نے تو مجھے ہلاکت میں ڈال دیا ہے، پھر آپ نے وہ لباس اتار دیا اور اپنا پرانا چودہ ۱۴ پیوند والا لباس زیب تن فرما لیا۔[2]

فَتحِ بَیْتُ الْمُقَدَّس اور شہر میں داخلہ:

جیسے ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بَیْتُ الْمُقَدَّس قلعے کے قریب پہنچے تو وہاں موجود مجاہدین نے تکبیر وتہلیل کی صدائیں بلند کیں، شور سن کر اہلِ بَیْتُ الْمُقَدَّس حیران ہوئے کہ جنگ تو موقوف ہے کہیں مسلمانوں نے پھر حملہ تو نہیں کردیا،

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ۱، ص ۲۳۰۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ج ۱، ص ۲۳۱۔

نصرانی راہب قُمامہ نے بھی وہ آوازیں سُنیں اور خادِمین کو بھیجا تاکہ وہ معلوم کریں کہ کیا معاملہ ہے؟ پتا چلا کہ اسلامی لشکر کے سب سے بڑے سردار، امیر المؤمنین عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے ہیں۔

نصرانی راہب قلعے کی دیوار پر آیا اور اسلامی لشکر میں پیغام بھیجا کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زیارت اور شناخت کرنا چاہتے ہیں انہیں قلعے کے قریب لے کر آؤ۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم نے بغیر اسلحے کے اکیلے قلعے کے قریب جانے کا ارادہ کیا لیکن بعد میں سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ساتھ لے لیا۔ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، ہاتھ میں دُرّہ تھا، جب دیوار کے قریب پہنچے تو اس نصرانی راہب نے آپ کو بغور دیکھنا شروع کردیا۔

تھوڑی دیر بعد نصرانی راہب قُمامہ نے بلند آواز سے شور کرتے ہوئے اپنی قوم کو پکار کر کہا: ''خدا کی قسم! یہ وہی شخص ہیں جن کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں اور ان ہی کے ہاتھوں پر ہمارا شہر فتح ہوگا۔'' پھر بِطْرِیق قُمامہ نے اپنی قوم کو جھڑکتے اور ڈانٹتے ہوئے کہا: ''سختی ہو تم پر، یہ کیا تاخیر ہے؟ قلعے سے جلدی اُترو اور ان کے پاس جاؤ، ان سے امان اور ذمہ داری حاصل کرو، خدا کی قسم! یہ محمد بن عبد اللہ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے صحابی ہیں۔''

جب رومیوں نے قُمامہ کا فرمان سنا تو وہ جلدی جلدی قلعے کی دیوار سے اترے اور شہر کے دروازے کھول دیے، دوڑتے ہوئے فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صلح و امان کی درخواست کرنے لگے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے اونٹ پر ہی سجدہ شکر ادا کیا اور پورے شہر والوں کے لیے امن واَمان وعَہد و پیمان کا اِعلان کیا۔ دوسرے دن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بعد نمازِ فجر عظیم الشان فتح ونُصرت کے ساتھ بَیْتُ الْمُقَدَّس کے قلعے میں داخل ہوئے۔ [1]

سیِّدُنا کَعْب اَحْبار کا قُبُولِ اِسلام:

حضرت سیِّدُنا کَعْب اَحْبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ملک شام کے صوبہ فلسطین کے دیہات کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے، جب آپ کو اطلاع ملی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ سے بَیْتُ الْمُقَدَّس تشریف لائے ہوئے ہیں تو آپ بھی بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دَستِ حَق پَرست پر

[1] ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۳۲۔

ایمان لائے۔ آپ کے ایمان لانے کا سبب دراصل آپ کے والد کی وہ تعلیمات تھیں جو انہوں نے کُتُبِ سابِقہ میں پڑھی تھیں اور انہوں نے **رسول اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصاف پر مُشْتَمِل چند اَوراق لکھ کر نصیحت کی تھی کہ انہیں اس وقت کھولنا جب تمہیں یہ خبر ملے کہ نبی آخر الزمان حضرتِ محمد مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے والد کے وصال کے بعد وہ اوراق کھول کر پڑھے تو ان میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بے شمار صفات لکھی ہوئی تھیں، پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ نبی آخر الزمان مکہ معظّمہ میں تشریف لا چکے ہیں، میں ان کے احوال سے برابر باخبر رہا، پھر معلوم ہوا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے ہیں۔ لیکن میں اپنی مصروفیات کے باعِث ان سے ملاقات نہ کرسکا، پھر معلوم ہوا کہ ان کا وصال ہو چکا ہے اور اب ان کے بعد ان کے خلیفہ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، میں نے سوچا چلو ان سے ہی ملاقات کرلوں گا، لیکن ان کا بھی وصال ہوگیا اور میں ملاقات نہ کرسکا۔ ابھی مجھے یہ معلوم ہوا کہ ان کے بعد حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفہ مقرر ہوئے ہیں اور وہ بَیْتُ الْمُقَدَّس آئے ہوئے ہیں تو میں نے سوچا آپ کی بارگاہ میں ہی حاضر ہوجاتا ہوں، لہٰذا میں بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوگیا۔'' پھر سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حَمِیدہ کے متعلق سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے چند سوالات کیے، جن کے تسلی بخش جوابات پا کر کلمہ شہادت پڑھا اور دائرہ اِسلام میں داخل ہوگئے۔ (1)

فاروقِ اعظم کی مَزارِ پُراَنوار پر حاضِری کی دَعوت:

حضرت سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مُلکِ شام کے ایک بااثر شخص تھے، آپ کے قبول اسلام سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت خوش ہوئے اور انہیں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُراَنوار کی حاضری کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**هَلْ لَّكَ اَنْ تَسِيْرَ مَعِيَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَنَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَتَمَتَّعَ بِزِيَارَتِهٖ** یعنی کیا ہی اچھا ہو کہ آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں اور ہم **رسول اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مزار پُراَنوار کی زیارت کریں اور آپ **رسول اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

(1)......فتوح الشام، ذکر فتح مدینة بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۳۳ ملخصاً۔

وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت سے نفع حاصل کریں۔'' آپ نے عرض کی: ''جی ہاں! میں ایسا ہی کروں گا۔''(1)

سَیِّدُنا فاروقِ اعظم کے مُبارک عقائد:

❁......**میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** دیکھا آپ نے کہ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سَیِّدُنا کَعب احبار رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فقط **رسول الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کی دعوت دے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سَیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ بَیْتُ الْمُقَدَّس سے مدینہ منورہ کا ایک طویل اور لمبا سفر فقط حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کے لیے ہی کریں۔

❁......معلوم ہوا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ مبارک عقیدہ تھا کہ فقط **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کے لیے ایک طویل اور بامُشَقَّت سفر کرنا بالکل جائز ہے۔

❁......یہ مبارک عقیدہ فقط سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کا نہ تھا بلکہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا تھا کیونکہ اس وقت بارگاہِ فاروقی میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود تھے اور وہ سب یہ ملاحظہ کررہے تھے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فقط **رسول الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کی دعوت دے رہے ہیں اور کسی نے بھی اس پر اعتراض وغیرہ نہ کیا۔

❁......معلوم ہوا سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ بھی مبارک عقیدہ تھا کہ **رسول الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کرنے سے کثیر فائدے حاصل ہوتے ہیں، جبھی تو آپ نے سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس بات کی ترغیب دلائی اور فوائد کا ذکر کیا۔

❁......تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس مبارک عقیدے سے متفق تھے اسی وجہ سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا، اگر وہ متفق نہ ہوتے تو یقیناً اس سے اختلاف کرتے۔

❁......حضرت سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی کیسے پُختہ عقیدے والے تھے کہ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو **رسول الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَزارِ پُرانوار کی زیارت کی دعوت دی تو آپ نے

1......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ج ۱، ص ۲۳۵۔

کسی قسم کا کوئی سوال نہ کیا اور فوراً راضی ہو گئے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بَیْتُ الْمُقَدَّس میں پانچ دن تک قیام کیا، اہل بَیْتُ الْمُقَدَّس کو صلح اور امن کا عہد نامہ تحریر فرمانے اور دیگر مختلف ضروری معاملات نمٹانے کے بعد سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے، امیر المؤمنین کی آمد کا سن کر پورا مدینہ منورہ خوشی سے جھوم اٹھا، جیسے ہی آپ وہاں پہنچے لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آکر بَیْتُ الْمُقَدَّس کی فتح ونصرت کی مبارک باد دیتے رہے، پھر سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے اپنے قبولِ اِسلام کا تفصیلی واقعہ سنایا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، سیِّدُنا کَعب اَحبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر خُصُوصی رحمت نازل فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(10)...... جنگ حلب

جنگِ حَلَب کا اِجمالی خاکہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدینہ منورہ واپسی کے بعد سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ حلب کا اِرادہ فرمایا بعد میں آپ نے تین ہزار کا لشکر قیسارِیَہ بھیج دیا اور سترہ ہزار کے لشکر کے ساتھ حلب روانہ ہوئے، ایک ہزار کا لشکر بطورِ طَلِیعَہ آپ نے پہلے ہی حلب روانہ کر دیا۔ شہر حلب کا قلعہ نہایت ہی مضبوط تھا، کسی دور میں ایک جنگجو بِطْرِیق اس کا حاکم تھا اور اسی نے اس کو مضبوط کیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے دو بیٹے یُوقَنّا اور یُوحَنّا نے اس کو سنبھال لیا۔ دونوں کے مزاج میں بہت فرق تھا، یوقنا نہایت جنگجو جبکہ یوحنا دنیا سے کنارہ کَش راہب تھا۔ اسلامی لشکر کے متعلق یوحنا صلح کا قائل اور یوقنا جنگ کا قائل تھا، البتہ اہل حلب اسلامی لشکر کی تمام فتوحات سے واقفیت کی بنا پر یوحنا کے حمایتی تھے اور اسلامی لشکر کے ساتھ صلح کے قائل تھے۔ [1]

رسول اللّٰہ کو مدد کے لیے پکارنا:

سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو ایک ہزار مجاہدین کا لشکر بھیجا تھا اس نے حلب سے چھ میل دور ایک

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۳۷۔

نہر کے کنارے پڑاؤ کیا اس دستے کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا کَعْب بِن ضَمْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ جب تمام مجاہدین اپنے مختلف کاموں میں مشغول تھے تو بے خبری میں یوقنا نے پانچ ہزار رُومیوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا، بے خبری کی وجہ سے مجاہدین کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ دو پہر تک لڑائی ہوتی رہی، تمام مجاہدین کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا، حضرت سیِّدُنا کَعْب بن ضَمْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یوں پکارا: ''**یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ** یعنی **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد! تشریف لائیے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرت سیِّدُنا کَعْب بن ضَمْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابی رسول ہیں، سخت مصیبت میں گرفتار ہیں، بظاہر نُصرت ونَجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہ اپنے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں، معلوم ہوا کہ مشکل اور مُصِیبَت کے وقت سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پکارنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت مبارکہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا یُوحَنا کی شہادت:

اچانک یوقنا اپنے لشکر سمیت بھاگ کھڑا ہوا، تمام مجاہدین بہت حیران تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یوقنا کے یہاں آنے کے بعد اہل شہر نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے صلح کر لی تھی، جیسے ہی اسے خبر ملی تو وہ مجاہدین کے ساتھ جنگ کو موقوف کر کے حلب روانہ ہو گیا۔ حلب پہنچ کر اس نے اہلِ شہر پر ظُلم وسِتَم کرنا شروع کر دیے۔ اس کے بھائی یوحنا نے اسے اس ظلم وستم سے منع کیا تو وہ اس پر چڑھ دوڑا اور کہنے لگا: ''تم تو پہلے ہی اس بات کی حمایت میں تھے کہ اسلامی لشکر سے صلح کی جائے، لگتا ہے تم نے ہی شہر والوں کو صُلح پر اُکسایا ہے لہٰذا میں تمہیں پہلے اس کی سزا دوں گا پھر وہ یوحنا کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی: ''**اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلَیَّ اَنِّیْ مُسْلِمٌ وَ اَنِّیْ مُخَالِفٌ لِدِیْنِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَ اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو اس بات پر گواہ رہنا کہ میں مُسْلِم ہوتا ہوں اور میں ان لوگوں کے دین کا مخالف ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور **محمد** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سچے رسول ہیں۔'' پھر حضرت سیِّدُنا یوحنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے

---

[1]......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۳۹۔

اپنے بھائی سے فرمایا: ''اب تجھے جو کرنا ہے کرلے، اگر تو مجھے قتل کردے گا تو میں جنت کی طرف چلا جاؤں گا کیونکہ میں نے دینِ حق کو قبول کرلیا ہے اب مجھے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں۔'' یہ سن کر یوقنا آگ بگولہ ہوگیا اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو شہید کردیا۔ پھر اس نے اہلِ حلب پر ظلم وستم ڈھانے شروع کردیے۔[1]

سیِّدُنا دامِس اَبُوالھَول کی آمد:

بعدازاں سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلامی لشکر کے ساتھ حلب پہنچے اور قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ قلعے میں موجود رومیوں کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس سے جنگ طول پکڑ گئی اور تقریباً چار ماہ تک جاری رہی، اس دوران حاکِمِ حلب یوقنا بھی مختلف طریقوں سے اسلامی لشکر کو پریشان کرتا رہا، جبکہ اہلِ شہر بھی اس محاصرے سے تنگ آچکے تھے۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم پر حلب کا محاصرہ جاری رکھا۔ اسی دوران مدینہ منورہ سے امیر المؤمنین کا بھیجا ہوا پانچ سو افراد پر مشتمل لشکر حلب آپہنچا۔ اس لشکر میں حضرت سیِّدُنا سُراقہ بِن مِرداس کِندِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام حضرت سیِّدُنا دامِس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی موجود تھے، ان کی کنیت ابُوالھَول تھی۔ یہ نہایت ہی بہادر اور جنگی داؤ پیچ پر مہارت رکھنے والے تھے، ایک دفعہ انہوں نے اکیلے ستر آدمیوں کو شکست دے دی تھی، ان کی بہادری کے واقعات بہت مشہور تھے۔ حاکم یوقنا نے ایک دفعہ اسلامی لشکر کے ایک کونے پر رات کے وقت حملہ کیا، سیِّدُنا دامس ابوالہول رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پہلے ہی سے چوکنا تھے فوراً ان پر جھپٹ پڑے اور رومیوں کے دوسو سپاہیوں کو مار گرایا۔[2]

سیِّدُنا دامِس اَبُوالھَول کی جنگی حکمتِ عَمَلی:

کافی دنوں سے لڑائی جاری تھی لیکن جنگ کسی ایک رُخ بیٹھ نہیں رہی تھی، حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا دامس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلاکر مشورہ طلب کیا۔ آپ نے ان کے سامنے ایک ایسی جنگی حکمتِ عملی پیش کی کہ جس سے مجاہدین قلعے میں داخل ہوسکتے تھے۔ جس کی عملی صورت کچھ یوں ہوئی کہ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۴۵۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۵۴۔ ۲۵۵

تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور قریب ہی کسی ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں سے قلعے والے انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے اور یہ تاثر دیا کہ اسلامی لشکر یہاں رہ کر کسی اور مقام پر جانے کا سوچ رہا ہے۔ اسلامی لشکر جب حلب سے نکلا تو سیِّدُنا دامس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تقریباً تیس مجاہدین کو لے کر قریب ہی پہاڑ کے غار میں اس طرح چھپ گئے کہ قلعے والے انہیں نہ دیکھ سکے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تین دن اس غار میں چھپے رہے اس دوران قلعے کے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ پورا اسلامی لشکر یہاں سے چلا گیا ہے، سارے شہر والوں نے خوشیاں منائیں۔ حاکم یوقنا نے بھی قلعے کی دیواروں سے فوجیوں کو نیچے اتار لیا اور چیدہ چیدہ جگہوں پر ایک ایک فوجی کو پہرہ دار مقرر کر کے مطمئن ہو گیا۔

تین چار دن کے بعد سیِّدُنا دامس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آدھی رات کو اپنے دو ساتھیوں کے ہاتھ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ کل صبح قلعے کے دروازے پر آجائیں انہیں دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔ پھر بقیہ مجاہدین کو لے کر بالکل خاموشی سے چھپتے چھپاتے کسی قسم کا شور وغل کیے بغیر قلعے کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ قلعے کی دیواروں پر موجود پہرے دار شراب کے نشے میں دُھت پڑے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اٹھائیس مجاہدین کو ۷ صفوں میں کھڑا کر کے اس طرح ترتیب دیا کہ سب سے نیچے والی صف میں سات مضبوط جسم والے افراد کو کھڑا کیا، پھر ان کے کندھوں پر چھ افراد کو، پھر ان کے کندھوں پر پانچ، پھر ان کے کندھوں پر چار، پھر ان کے کندھوں پر تین، پھر ان کے کندھوں پر دو اور پھر ان دونوں کے کندھوں پر ایک کمزور اور دبلے پتلے مجاہد کو چڑھا دیا۔

قلعے کی دیوار کی بلندی ۴۲ بیالیس فٹ تھی، یہ آخری مجاہد اس بلندی پر پہنچ گیا اور قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے اپنے بعد والے دونوں مجاہدوں کو بھی پکڑ کر اوپر چڑھا لیا۔ یہ تینوں مجاہدین آہستہ آہستہ اپنے قریبی پہرے دار کے پاس گئے جو نشے میں بے ہوش پڑا تھا، تینوں نے اسے خاموشی سے اٹھا کر قلعے کی دیوار سے نیچے پھینک دیا۔ پھر یہ واپس آئے اور اپنے عماموں کو باندھ کر نیچے والے مجاہدین کو اوپر کھینچ لیا۔ جب وہ مجاہدین آئے تو انہوں نے اپنے عماموں کو باندھ کر اس سے نیچے والے مجاہدین کو اوپر کھینچ لیا یوں تمام مجاہدین قلعے کے اوپر چڑھ گئے۔ (1)

---

(1)......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۵۸ - ۲۶۲ ملخصاً۔

اِسلامی لشکر کا شہر میں داخلہ اور فتحِ عَظِیم:

سیِّدُنا دامِس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مجاہدین کو خاموشی کے ساتھ لیٹے رہنے کا کہا اور پھر خود سرکتے ہوئے کچھ دور تک گئے اور قلعے کے اندر کا جائزہ لیا۔ اندر سے شوروغل کی آوازیں آرہی تھیں، دراصل حاکم یوقنا اور شہر والے اسلامی لشکر کے جانے کی خوشی میں جشن منانے میں مصروف تھے۔ شراب وکباب کی محفل جاری تھی۔ دیگر رومی سپاہی بھی اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر اس جشن میں شریک ہوگئے تھے۔ مجاہدین قلعے کے اوپر صبح تک لیٹے رہے۔ صبح ہوتے ہی تمام مجاہدین نیچے آئے اور دروازے کی طرف لپکے، وہاں چند رومی سپاہی حفاظت کی غرض سے موجود تھے۔ جیسے ہی انہوں نے مجاہدین کو دیکھا تو پریشان ہوگئے کہ مجاہدین قلعے کے اندر کیسے آگئے، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے مجاہدین ان پر شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے، ان کا شوروغل سن کر اِدھر اُدھر کے دیگر رومی بھی مجاہدین سے لڑنے کے لیے آگئے۔ چاروں طرف سے رومی مجاہدین پر ٹوٹ پڑے تھے۔ سیِّدُنا دامِس اَبُوالْہَول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تلوار بجلی کی طرح چل رہی تھی، ایک ہی وار میں وہ تین تین رومیوں کے سر اڑا دیتے تھے۔ یہ لڑائی جاری تھی کہ اچانک اَللّٰہُ اَکْبَر کے فلک شگاف نعروں کی صدا بلند ہوئی، ایک ساتھ ہزاروں مجاہدین کی صدا سے قلعے کی دیواریں لرز گئیں، رومیوں نے سوچا شاید قلعے کے خفیہ راستے سے اسلامی لشکر اندر آگیا ہے لہٰذا سب دروازے کو چھوڑ کر خفیہ دروازے کی طرف قلعے کی پیچھے کی جانب جانے لگے۔ یہاں موجود مجاہدین نے دروازے پر قبضہ کرلیا، جو بھی قریب آتا اسے خاک میں ملا دیتے۔ دراصل اسی دروازے کے باہر سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجاہدین کے ساتھ موجود تھے اور نعرۂ تکبیر کی صدائیں بھی وہی بلند کررہے تھے جس نے رومیوں کو مغالطے میں ڈال دیا۔ مجاہدین نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔

سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجاہدین کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے اور شیر کی طرح رومیوں پر جھپٹ پڑے۔ جب رومیوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر قلعے میں داخل ہوگیا ہے تو سب نے ہتھیار پھینک دیے اور ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر امان امان پکارنے لگے۔ اتنے میں سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی بقیہ لشکر کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام رومیوں پر اسلام پیش کیا تو یہ دیکھ کر تمام مجاہدین حیران ہوگئے کہ سب سے پہلے حاکم حلب ''یوقنا'' نے اسلام قبول کیا۔ اس کی متابعت میں دیگر بڑے بڑے سرداروں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن

جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان تمام کو معاف کر دیا، پھر قلعے سے سونا، چاندی وغیرہ جو بھی ذخیرہ نکلا اس میں سے خُمس الگ کر کے بقیہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ اس عظیم کارنامے میں سیِّدُنا دامِس ابوالہول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ۷۳ زخم آئے اور ان میں سے کئی زخم بہت گہرے تھے، اس لیے ان کے زخم ٹھیک ہونے تک اسلامی لشکر وہیں حلب میں ٹھہرا رہا۔ حاکم حلب حضرت سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی اسلامی لشکر کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، نیز وہ روزانہ سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی خدمات ومشورے پیش کرتے۔ سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کا نام تبدیل کر کے **عبد اللّٰہ** رکھ دیا تھا۔ انہی حاکم حلب حضرت سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بعد میں ملک شام کی مختلف جنگوں میں مسلمانوں کو اتنا فائدہ پہنچایا کہ زمانۂ کُفر میں مسلمانوں کو پہنچائے گئے نقصان کی تلافی ہوگئی۔ (1)

حاکم یوقنا کا فصیح عربی بولنا:

سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ذات میں ایک نہایت ہی عجیب وغریب بات دیکھی کہ فتح سے پہلے ان سے جب بھی بات ہوئی تو وہ اپنی مقامی زبان میں بات کرتے تھے اور درمیان میں ترجمان کا واسطہ ہوتا تھا لیکن اب سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نہایت ہی فصیح وبلیغ عربی میں کلام کر رہے ہیں، سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور! واقعی یہ آپ کے لیے نہایت ہی تَعَجُّب کی بات ہے کہ کل تک تو میں اپنی مقامی زبان میں بات کرتا تھا، عربی زبان بولنے پر قدرت نہ رکھتا تھا اب یہ راتوں رات مجھے اتنی فصیح عربی کیسے آگئی؟ بات دراصل یہ ہے کہ کل رات سونے سے پہلے میں اسلامی لشکر کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے نزدیک عرب سب سے کمزور سمجھے جاتے تھے پھر انہوں نے کیسے ہمارے علاقے یعنی ملک شام کے اکثر حصوں پر قبضہ کرلیا؟ ہمارے بہترین شہسواروں کو قتل کر دیا اور ہم پر غالب آگئے۔ بس میں انہی خیالوں میں گم تھا کہ مجھے نیند آگئی۔ میں نے خواب میں ایک ایسی نورانی شخصیت کو دیکھا جن کا چہرہ چاند سے زیادہ چمکدار تھا، ان کی ذات مُشک سے زیادہ مُعَطَّر و مُعَنْبَر تھی، ان کے ساتھ دیگر لوگ بھی موجود تھے، جب میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سچے رسول **مُحَمَّد** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر

---

(1) ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعھا، ج ۱، ص ۲۶۳۔ ۲۶۴۔

یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سچے رسول ہیں تو میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے عربی سکھائیں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے یوقنا! میں وہی **مُحَمَّد** ہوں جس کی بشارت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دی تھی، میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔'' میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دست مبارک تھام لیا، اسے بوسہ دیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے وہی مُشک کی خوشبو آرہی تھی اور میں عربی زبان میں فصیح گفتگو کررہا تھا۔ میں نے اپنے بھائی سیِّدُنا یوحنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی محفوظ شدہ کتب کی طرف رجوع کیا اور ان کو دیکھا تو ان میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بِعَیْنِہٖ وہی صفات لکھی ہوئی تھیں جیسا میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا تھا۔ [1]

سیِّدُنا یوقنا کے سیرتِ مُصطفٰے سے متعلق سوالات:

سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ ''میں نے آسمانی کتب میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق ایک اور بات یہ بھی پڑھی ہے کہ آپ کے ساتھ سب سے زیادہ مُنافَرت یہودیوں کی ہوگی، کیا واقعی ایسا ہے؟'' سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جی ہاں! واقعی ایسا ہی ہے، قوم یہود کے لوگ آپ سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ آپ کی جان کے بھی دشمن ہوگئے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دشمنوں پر فتح عطا فرمائی۔''

سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دوبارہ پوچھا: ''حضور! میں نے سابقہ کتب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے اصحاب، مومنین، یتیموں، مسکینوں وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کی وصیت فرمائے گا۔ کیا یہ بات بھی بالکل درست ہے؟'' سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''جی ہاں! یہ بات بھی بالکل درست ہے، قرآن پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ان کے اصحاب کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾﴾ (پ ۱۹، الشعراء: ۲۱۵) ترجمۂ

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینة حلب وقلاعها، ج ۱، ص ۲۴۲۔

کنزالایمان: ''اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔'' یتیموں و مسکینوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۪(۶) وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪(۷) وَ وَجَدَكَ عَآىٕلًا فَاَغْنٰى ؕ(۸) فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ(۹) وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ(۱۰)﴾ (پ ۳۰، الضحی: ۶ تا ۱۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی، اور تمہیں اپنی محبّت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی، اور تمہیں حاجتمند پایا پھر غنی کر دیا، تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو، اور منگتا کو نہ جھڑکو۔''

صحابہ کرام اور ''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی'' کی تفسیر:

حضرت سیِّدُ نا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کیا: ''حضور! اس آیت مبارکہ **وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی** میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صفت ''**ضَلَال**'' سے کیوں مُتَّصِف فرمایا، حالانکہ وہ تو بہت مُعَظَّم ومُکَرَّم ہستی ہیں۔'' (کیونکہ ضلال کا لفظی معنی گمراہی کے ہیں) حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور بعض روایات کے مطابق سیِّدُ نا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**وَجَدْنَاکَ ضَآلًّا فِيْ تَیْهِ مَحَبَّتِنَا فَهَدَیْنَاکَ اِلٰى مُشَاهَدَتِنَا وَاَیْضاً سَهَلَ لَکَ الْوُصُوْلَ اِلٰى سُبُلِ الْمُکَاشَفَةِ وَوَفَقَکَ لِلْوُقُوْفِ فِيْ مَقَامِ الْمُشَاهَدَةِ** یعنی اے یوقنا! اس کا وہ ظاہری معنی نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ہم نے تمہیں اپنی محبت کی وادیوں میں گم گشتہ پایا تو اپنے دیدار ومشاہدے کی طرف راہ دی، تمہارے لیے مکاشفے کی راہ تک پہنچنا آسان کردیا اور مقام مشاہدہ میں ٹھہرنے کی توفیق عطا فرمائی۔'' پھر مزید ایسی وضاحت اور تفسیر بیان کی کہ حضرت سیِّدُ نا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا چہرۂ مبارکہ خوشی سے دمکنے لگا۔[1]

کنزالایمان تفسیر صحابہ کا ترجمان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عربی زبان نہایت ہی جامع ہے، اس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کے مُتَرجِم (ترجمہ کرنے والے) کے لیے ضروری ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت الفاظ کے مختلف معانی کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کرے۔ قرآن پاک تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے جس کی فصاحت و بلاغت کی انتہا کو

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح مدینة حلب وقلاعها، ص ۱۷۲ المخطوطة۔

کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا لہٰذا اس کی کسی بھی آیت مبارکہ کا ترجمہ کرتے وقت سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یاد رہے ہر خاص وعام کو قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کئی علوم میں مہارت ہونا ضروری ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کسی لفظ کا جو ترجمہ مُتَرجِم نے کیا وہاں اس کا کوئی دوسرا ترجمہ درست ہو۔ جیسے کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں لفظ ''ضَآلًّ'' کا لفظی معنی ''گمراہ، بھٹکا ہوا'' ہونے کے ہیں۔لیکن یہاں یہ لفظ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے آیا ہے اور یہ معنی آپ کے شایانِ شان نہیں، بلکہ کوئی بھی حقیقی مسلمان آپ کے لیے یہ معنی بیان نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی مُترجِمین نے اس آیت مبارکہ کا لفظی ترجمہ کیا اور بہت بڑی غلطی کر گئے۔

جبکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن نے اپنے ترجمۂ قرآن **''کنز الایمان''** میں اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ وہی کیا جو سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یا سیِّدُنا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں: **''اور تمہیں اپنی محبّت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''** (پ ۳۰، الضحی: ۷) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جو تفسیر بیان کی ہے، اسے بھی پڑھیں تو ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ترجمہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی بیان کردہ تفسیر کی ترجمانی کر رہا ہے۔

''کنز الایمان'' قرآن وسنت کے بالکل موافق ہے، یہی وجہ ہے کہ شیخ طریقت امیر اَہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے مُرِیدِین، مُحِبِّین، مُتَعَلِّقِین کو **''کنز الایمان''** پڑھنے کا ہی مشورہ دیتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اِسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ نے نہایت ہی خوبصورت طباعت کے ساتھ **''کنز الایمان مع خزائن العرفان''** کو شائع کیا ہے، آپ بھی اسے حاصل کیجئے، پڑھیے اور اپنے اَذہان وقُلُوب کو فیضانِ قرآن سے منور کیجئے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اِسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(11) جنگ قلعہ عزاز

جنگ قلعہ عزاز کا اجمالی خاکہ:

اسلامی لشکر جنگ حلب کے بعد وہیں رک گیا تھا تا کہ حضرت سیِّدُ نا دامِس ابوالہول رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر مجاہدین صحت یاب ہوجائیں، جب تمام مجاہدین صحت یاب ہو گئے تو سیّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشورہ طلب کیا کہ اب کون سے علاقے کی طرف کوچ کیا جائے۔آپ کا ارادہ انطا کیہ کا تھا جو ملک شام کا دارالخلافہ تھا، لیکن حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مشورہ دیا کہ یہاں سے قریبی علاقہ عزاز کا حاکم میرے چچا کا بیٹا ہے اور میری اس سے اچھی جان پہچان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کے پاس جاؤں اور اسے کہوں کہ میں مسلمانوں سے بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں۔ بعد ازاں اسلامی لشکر صبح کے وقت قلعے کے دروازے پر آجائے تو میں موقع دیکھ کر دروازہ کھول دوں گا اور اسلامی لشکر قلعے میں داخل ہوجائے گا، یوں ہم اسے باآسانی فتح کرلیں گے۔سیِّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مشورے کو قبول کیا اور انہیں روانہ کردیا۔لیکن قلعہ عزاز کے حاکم کو جاسوسوں نے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اس جنگی چال سے پہلے ہی مطلع کردیا لہٰذا جیسے ہی یہ قلعہ عزاز میں پہنچے تو وہاں کے حاکم نے ان کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے قید کرلیا۔[1]

سیِّدُنا یوقنا کی آزادی اور قلعہ عزاز کی فتح:

حاکم عزاز کے دو بیٹے تھے، ان میں سے ایک بیٹے لاون کے محل میں سیِّدُ نا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قید کیا گیا تھا۔وہ چونکہ آپ کا رشتہ دار بھی تھا اور اچھی طرح جانتا تھا اس لیے اس نے رات کو سوچا کہ یوقنا نے عربوں کے ساتھ کافی عرصہ تک جنگ کی پھر اس کے دین کو قبول کرلیا اور وہ میرے باپ سے بھی زیادہ علم وفضل والا ہے اس کے باوجود اس نے وہ دین اختیار کرلیا یقیناً دین اسلام بالکل برحق ہے۔

وہ نصف شب کو سیِّدُ نا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس آیا اور ساری بات بیان کردی، نیز یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں اور آپ اس بات کا مجھ سے وعدہ کریں کہ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کریں گے۔سیِّدُ نا

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۲۶۶۔۲۶۸ ملخصاً۔

یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کیا ہے تو میں ضرور تیری مراد کو پورا کردوں گا۔ چنانچہ لاون نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ پھر وہ اپنے باپ کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ اس کا باپ مقتول پڑا ہے اور وہاں اس کی بہنیں اور ماں بھی موجود ہیں۔

پھر وہ سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس آیا اور اپنے باپ کے ہلاک ہونے کی اطلاع دی اور کہا کہ اب آپ یہاں سے نکل کر قلعے کے دروازے پر حملہ کردیں۔ چنانچہ انہوں نے باہر نکل کر حملہ کردیا، ہر طرف سے چیخ وپکار کی آوازیں آنے لگیں، بعد ازاں حضرت سیِّدُنا مالِک اَشْتَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی قیادت میں اسلامی لشکر بھی آپہنچا، تمام لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے اور یوں قلعہ عزاز تھوڑی سی مزاحمت کے بعد فتح ہوگیا۔ [1]

(12) فتحِ انطاکیہ (دارالسلطنت)

اِنطاکیہ اور ہرقل بادشاہ:

جنگ یرموک جیسی بڑی بڑی جنگوں میں رومیوں کی شکست کے بعد ہرقل بادشاہ بھاگ کر ملک شام کے دارالخلافہ انطاکیہ چلا گیا تھا اور اب بھی وہ یہیں موجود تھا۔ اسے بہت پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ عربی مجاہدین اس کی سلطنت پر قبضہ کرلیں گے، اس لیے اس کے دل میں اس وقت سے ایک خوف بیٹھا ہوا تھا، وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کام کرتا تھا تو اس میں واضح طور پر کمزوری ہوتی تھی، ڈر کے مارے اس کی حالت ایک ایسی کمزور دیوار کی سی ہوگئی تھی جسے ایک دھکا دے کر گرایا جاسکتا تھا۔ قلعہ عزاز کی فتح کی بعد حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے دوسو ٢٠٠ نومُسلِم مجاہدین کے ساتھ اِنطَاکِیَہ روانہ ہوگئے تاکہ ہرقل کے ساتھ بھی وہی جنگی چال چلیں جو قلعہ اعزاز کے حاکم کے ساتھ چلی تھی، لیکن انہیں اس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ اپنی دلی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ انطاکیہ پہنچ گئے۔ ہرقل نے آپ کے قبول اسلام پر سخت خفگی کا اظہار کیا لیکن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے سامنے ایسی باتیں کیں جس سے اس کو یقین ہوگیا کہ یوقنا تو فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ان کے دین میں داخل ہوا ہے۔

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ١، ص ٢٦٩ ملخصاً۔

اِسلامی لشکر کے تین سو سپاہیوں کا قید ہونا:

ہرقل بادشاہ کی چھوٹی بیٹی زیتون کا شوہر نَسطُورَس جنگ یرموک میں سیِّدُنا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا اس لیے زیتون نے ہرقل کو پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلالو، ہرقل نے سیِّدُنا عبد اللّٰہ یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو یہ ذمہ داری سونپ کر روانہ کیا۔ واپسی پر راستے میں انہیں نصرانی عربوں کا لشکر ملا جو ہرقل بادشاہ کے لیے غلہ لے کر انطاکیہ جا رہا تھا، اس لشکر کا سپہ سالار جَبلَہ بِن اَیْہَم غَسَّانِی کا بیٹا اَیْہَم بن جَبلَہ تھا۔

قلعہ عزاز کی فتح کے بعد سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تین سو سواروں پر سردار مقرر کر کے مَرجِ دابِق کے علاقے کی طرف بھیجا، اس لشکر میں حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت سیِّدُنا سَفِینہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے۔ یہ قافلہ آرام کر رہا تھا کہ نصرانی عربوں نے ان پر حملہ کر دیا، سیِّدُنا ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی بہادری سے لڑے اور کئی نصرانیوں کو واصل جہنم کیا لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے انہوں نے سیِّدُنا ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت کئی مجاہدین کو قیدی بنالیا۔ بعد ازاں ہرقل کی بیٹی زیتون کو اِنطاکیہ پہنچانے کے لیے واپسی پر سیِّدُنا عبد اللّٰہ یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ملاقات اس لشکر سے ہوگئی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قطعاً ان پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ مسلمانوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اور ان تمام کو ہرقل کے دربار میں لے کر پہنچ گئے۔ (1)

حضرت سیِّدُنا سَفِینہ اور شیر کی رہنمائی:

جب حضرت سیِّدُنا ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے ساتھیوں کو قید کیا جانے لگا تو رسول اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت سیِّدُنا سَفِینہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دشمنوں کی نظروں سے بچ کر بھاگ نکلے، انہیں بھاگتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا، اس لیے وہ دشمن کے تَعَاقُب سے بے خوف ہو کر تیز تیز بھاگ رہے تھے تاکہ فوراً حلب پہنچ جائیں اور مجاہدوں کی گرفتاری کی سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر کریں۔ آپ نے جلدی پہنچنے کے لیے بڑے راستے کو چھوڑ کر جنگل کا درمیانی راستہ اختیار کیا۔ چلتے چلتے آپ راستہ بھول گئے لیکن پھر بھی بِغیر تَوَقُّف مسلسل

(1)......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۲۷۵۔

بھاگتے جارہے تھے کہ اچانک آپ کے سامنے ایک شیر آگیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''**يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ** یعنی اے شیر! میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا غلام ہوں اور میرے ساتھ یہ یہ معاملہ پیش آیا ہے۔'' (یعنی میں قید سے بھاگ کر آ رہا ہوں تاکہ سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مجاہدین کے قید ہونے کی خبر دوں لیکن راستہ بھول گیا ہوں۔) یہ سن کر شیر اپنی دُم ہِلاتا ہوا آپ کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے ایک جانب کھڑے ہوگئے، پھر اس نے چلنے کا اشارہ کیا اور دونوں چل پڑے، شیر آپ کو ایک ایسے علاقے میں لے آیا جس سے مسلمانوں کا معاہدہ اور صلح تھی۔ پھر وہاں سے شیر واپس چلا گیا۔[1]

سیِّدُنا سفینہ کا مبارک عقیدہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے، سیِّدُنا سَفِینَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صحابی رسول ہیں، بارگاہِ رسالت کے تربیت یافتہ ہیں، عرصہ دراز تک انہیں بارگاہِ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان حق ترجمان سے بے شمار احادیث سنیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصیبت کے وقت اپنے آقا و مولا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دہائی دی اور وہ بھی کسی انسان کو نہیں بلکہ انسانوں کو پھاڑ کھانے والے شیر کو دی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اعتقاد کتنا پختہ تھا، کیسا یقین کامل تھا، جنگل کے شیر جو انسان کی بولی نہیں جانتے، نہیں سمجھتے لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پھر بھی شیر کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ''اے شیر! میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا غلام ہوں۔''

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ اعتقاد تھا کہ اگرچہ یہ شیر انسانوں کی زبان نہیں جانتا مگر تمام کائنات کے آقا و مولا کو ضرور جانتا ہے، صرف جانتا ہی نہیں بلکہ مانتا بھی ہے، اگر میں اس کو **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دہائی دوں گا تو وہ مجھ کو ضرر نہیں پہنچائے گا، اور واقعی شیر نے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا بلکہ وہ آپ کا غلام بن کر دم ہلانے لگا، گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ اے سفینہ! جس بارگاہ کے تم غلام ہو میں بھی اسی کا غلام ہوں، میری کیا مجال کہ میں تمہیں تکلیف پہنچاؤں بلکہ تمہاری خدمت انجام دینا تو میری خوش بختی اور سعادت ہے، چلو میں تمہارا راہبر اور نگہبان بن کر

[1] ......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ١، ص ٢٧٨۔

ساتھ چلتا ہوں اور تم کو جہاں جانا ہے وہاں تک پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ شیر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ بحیثیت راہبر ونگہبان چلتا رہا۔

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

اسلامی لشکر اور رومی لشکر کی جنگ:

حضرت سیِّدُنا سَفِینَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر میں پہنچتے ہی سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مجاہدین کے قید ہونے کی تفصیل بتائی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور تمام مجاہدین بہت غمگین ہوئے۔ نیز آپ نے اسلامی لشکر کو انطاکیہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ دوسری طرف سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سیِّدُنا ضِرار بن اَزْوَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لے کر ہرقل کے دربار میں پہنچ گئے، ہرقل نے تمام مجاہدین سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سونپ دیے، سیِّدُنا ضِرار بن اَزْوَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بہت ظلم کیا گیا، جیسے ہی آپ ہوش میں آئے تو سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ کو تمام تفصیلات بتا دیں کہ وہ مسلمانوں کے لیے کام کر رہے ہیں اور مناسب موقع کی تلاش میں ہیں۔ سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ہرقل کے رومی لشکر کے میدانِ جنگ میں آنے تک تمام تفصیلات اپنے ایک مُعْتَمَد شخص کے ذریعے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تک پہنچا دیں۔ بہرحال اسلامی لشکر بھی اِنطاکیہ پہنچ گیا اور دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ رومی لشکر کی طرف بے دلی سے جنگ لڑی جا رہی تھی کیونکہ ہرقل قلبی طور پر اسلامی لشکر سے نہایت ہی خوفزدہ تھا۔ اتنے میں رَومَۃُ الکُبریٰ کا حاکم فَلَنْطَانُوس تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ ہرقل کی مدد کے لیے آ پہنچا۔ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس خیال سے کہ قریبی علاقوں سے اب کوئی مدد نہ آئے سیِّدُنا مُعَاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیجا جنہوں نے تمام علاقوں کو ایسا ڈرایا کہ ہرقل کی مدد کے لیے کسی بھی بڑی کمک کے آنے کا خوف باقی نہ رہا۔ (1)

حاکمِ فَلَنْطَانُوس کا قُبُولِ اِسلام:

رَومَۃُ الکُبریٰ کے حاکم فَلَنْطَانُوس کا رومی لشکر میں شاندار استقبال کیا گیا، ہرقل کا ارادہ یہ تھا کہ وہ دوسرے دن ہی حملہ

(1) ......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۲۷۹ - ۲۸۴ ملخصاً۔

کرے حاکم فَلَنْطَانُوس نے مشورہ دیا کہ دیگر علاقوں سے رومیوں کو آنے دیں جب وہ آجائیں تو پھر ایک ساتھ اسلامی لشکر پر حملہ کریں، لیکن ہرقل کے دربار میں ہرقل سمیت سب نے اس کی بات کو رد کردیا بلکہ اس کے ساتھ نازیبا رویہ اختیار کیا جس سے وہ دلبرداشتہ ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام ساتھی بھی نہایت ہی بددل ہوئے لیکن اپنے سردار کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے۔ سب نے اس سے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: ''کیا جو میں کہوں گا وہ تم کرو گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم ہرقل کے لیے نہیں بلکہ تمہارے لیے یہاں تک آئے ہیں اور اب تمہاری ہی بات مانیں گے، تمہاری مخالفت سے تو مرجانا بہتر ہے۔'' اس نے کہا: ''میں تو اب ظلمت سے نور کی طرف، تاریکی سے روشنی کی طرف، جہل سے عقل کی طرف، ذلت سے عزت کی طرف اور عذاب سے نجات کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یعنی اسلام قبول کرکے بہشت کا حقدار بننا چاہتا ہوں، اِسلام قبول کرکے مجھے جو عزت ملے گی میں چاہتا ہوں تم بھی اس میں شریک ہو۔'' اس کے تمام ساتھیوں نے اس کی حمایت اور بھرپور ساتھ دینے کا اقرار کیا۔

فَلَنْطَانُوس بہت خوش ہوا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے سامان وغیرہ کو بالکل تیار رکھو، جب میں حکم دوں تب ہم سب اسلامی لشکر میں شامل ہوجائیں گے۔ فَلَنْطَانُوس اور اس کے تمام ساتھی جب تیاری کررہے تھے، اسی وقت حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ یوقنا** رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لے آئے اور جب ان پر ساری بات ظاہر ہوئی کہ حاکم فلنطانوس مسلمان ہوچکا ہے تو آپ نے بھی اپنا آپ اس پر ظاہر فرمادیا اور انہیں مشورہ دیا کہ فی الحال اسلامی لشکر میں شامل ہونے کا ارادہ ترک کردیں، بلکہ رومی لشکر میں رومی بن کر موجود رہیں اور عین جنگ کے وقت ہرقل بادشاہ کو قتل کردیں۔ حاکم فَلَنْطَانُوس نے سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مشورے کو مانتے ہوئے انہیں اپنے ایمان پر گواہ بنالیا۔

حاکِم فَلَنْطَانُوس نے سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے ہم اپنے کارنامے کی تمام تفصیلات سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھ کر بھیج دیں، سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا کہ میرے کچھ مُعْتَمَدِ خاص لوگ ہیں میں ان میں سے کسی کو بھیج کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے خیمے میں چلے گئے۔ (1)

(1)......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ١، ص ٢٩٩۔

سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح کا مبارک خواب:

حضرت سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حاکم فلنطانوس کے درمیان جب گفتگو ہو رہی تھی اسی وقت حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خواب میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**یَا اَبَا عُبَیْدَۃَ اَبْشِرْ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ وَغَداً تَفْتَحُ اِنْطَاکِیَۃَ صُلْحاً وَاِنَّ صَاحِبَ رُوْمِیَۃِ الْمَدَائِنِ الْکُبْرٰی قَدْ جَرٰی مِنْ اَمْرِہٖ کَیْتَ وَکَیْتَ ھُوَ یُوْقَنَّا صَاحِبُ حَلَبٍ وَھُمَا بِالْقُرْبِ مِنْکَ فَانْفَذْ اِلَیْھِمَا بِنَجَازِ الْاَمْرِ** یعنی اے اَبُوعُبَیدہ! تمہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا ورحمت کی خوشخبری ہو کہ کل تم اِنطاکِیَہ کو بطورِ صُلح فتح کرلو گے اور بیشک والی مدائن الکبریٰ کے ساتھ اس اس طرح معاملہ پیش آیا ہے اور وہ دونوں تمہارے قریب آنے والے ہیں اور تم ان دونوں کے پاس اپنا حکم بھیج دو۔''

یہ خواب دیکھ کر سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جاگ گئے اور سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنا خواب سنایا وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَمرو بن اُمَیَّہ ضَمری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تمام تفصیلات سے آگاہ کرکے انہیں سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس بھیجا۔ جب وہ سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام باتیں بتائیں تو حاکم فَلَنْطَانُوس حیران و پریشان ہوگئے، ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور تھر تھر کانپنے لگے پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ رومی لشکر میں موجود حاکم فلنطانوس جو گفتگو اپنے خیمے میں بیٹھ کر کررہے ہیں، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے لفظ بلفظ مدینہ طَیِّبہ میں اپنے مَزارِ پُرانوار میں ملاحظہ فرمارہے ہیں، نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ تمام باتیں سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان کے خواب میں آکر بتائیں۔ معلوم ہوا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب جانتے ہیں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے تمام باتوں کا آپ کو علم عطا فرما دیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عقیدہ بھی کس قدر

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۲۹۹۔

پُختہ تھا کہ فوراً سیّدُ ناعَمرُو بن اُمیّہ ضَمری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو ان کے پاس بھیجا اور وہ بھی فوراً سیّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا پیغام لے کر وہاں پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ **رسول اللّٰه** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے جو فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے اور ویسا ہو کر ہی رہے گا۔

جو ہو چکا ہے جو ہوگا حضور جانتے ہیں
تری عطا سے خدایا حضور جانتے ہیں

ہرقل کا فرار اور اسلامی لشکر کی فتح:

ایک دو دن کی لڑائی میں ہرقل نے زیادہ رغبت نہ دکھائی تھی، کیونکہ اسے اپنی سلطنت کے زوال کا پہلے ہی علم تھا، بظاہر وہ یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا لیکن درحقیقت اندر سے بہت خوفزدہ تھا، اسی وجہ سے لڑائی کو طول دے رہا تھا تا کہ موقع دیکھ کر راہ فرار اختیار کر سکے۔ جس رات سیّدُ نا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے خواب دیکھا اسی رات ہرقل نے خواب دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اترا اور اس نے اس کے تخت کو الٹ کر رکھ دیا، اس کے سر سے تاج بھی اڑ گیا اور کوئی پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ تیری سلطنت کے زوال کا وقت آگیا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر ہرقل ہربڑا کر اٹھ بیٹھا اور خواب کی تعبیر سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے یہ تعبیر نکالی کہ میری سلطنت کا زوال یقینی ہے، لہٰذا اس نے فی الفور اپنا خزانہ، قیمتی جواہرات نکالے، اپنی بیٹی زیتون اور خاندان کے لوگوں کو محل کے خفیہ راستے سے نکال کر سمندر کے کنارے بھیج دیا، پھر اپنے خاص غلام کو بلایا اور اسے اپنا شاہی لباس پہنا کر کہنے لگا کہ میں عربوں سے ایک مکروفریب کرنا چاہتا ہوں، تم چونکہ میری شکل کے بہت زیادہ مشابہ ہو لہٰذا کل صبح تم میری جگہ لشکر کی کمانڈ کرنا، میں بھی جا کر اسلامی لشکر کے پیچھے چھپ جاؤں گا، پھر عین لڑائی کے وقت ایسا مکر کروں گا کہ عربوں کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر ہرقل نے اسے کچھ جنگی نصیحتیں کی اور اپنے محل کے خفیہ راستے سے نکل کر ساحل پر پہنچ گیا، اپنا تمام مال واسباب، رشتہ دار وغیرہ تمام کو لے کر کشتی میں سوار ہوا اور اپنے آبائی شہر قُسطُنطِینِیَّہ روانہ ہو گیا، اس بات کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی۔

اگلے دن صبح اسلامی لشکر بالکل تیار ہو کر میدان جنگ میں آیا، رومی لشکر کی کمانڈ وہی غلام کر رہا تھا لیکن کسی کو بھی شک نہ ہوا کہ وہ ہرقل نہیں بلکہ ہرقل کا غلام ہے، سیّدُ نا یوقنا رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے سیّدُ نا ضِرار بِن اَزْوَر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اور دیگر

قیدیوں کو بھی رومی لباس پہنا کر راتوں رات رومی لشکر میں شامل کر چکے تھے نیز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حاکم فَلَنْطَانُوس دونوں ہرقل کے غلام کے قریب قریب ہی تھے، جب جنگ شروع ہوئی تو سیّدُنا خالِدبن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رومیوں پر ٹوٹ پڑے کیونکہ انہیں یقین کامل تھا کہ آج رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانے کے مطابق ہمیں فتح حاصل ہوجائے گی۔ رومی لشکر میں کھلبلی مچ گئی، موقع دیکھ کر حاکم فلنطانوس نے غلام کو ہرقل سمجھ کر اس پر حملہ کردیا، اسے نیچے گرا کر اسے گرفتار کرلیا۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ ہرقل بادشاہ مارا گیا ہے تو سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین نے تمام رومیوں کا تعاقب کیا اور انہیں واصل جہنم کیا۔ حاکم فلنطانوس جب ہرقل کے اس غلام کو باندھ کر سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں لائے تو اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں ہرقل نہیں بلکہ اس کا غلام ہوں اور چونکہ میں اس کا ہم شکل ہوں اس لیے اس نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود فرار ہوگیا۔

اِنطاکِیَہ کا حاکم قلعے کے اوپر سے ساری جنگ دیکھ رہا تھا، جب رومی لشکر کے سپاہی بھاگ کر قلعے کی طرف آنے لگے تو اس نے قلعے کے دروازے بند کرلیے اور جنگ کے لیے تیار ہوگیا لیکن شہر والوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ صلح کرے، لہٰذا اس نے سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے صلح کرلی اور یوں انطاکیہ بھی فتح ہوگیا۔ اسلامی لشکر اِنطاکِیَہ میں تین دن ٹھہرا پھر وہاں سے کوچ کرکے دحازم نامی مقام پر اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(13) ساحلی علاقوں کی فتوحات

حضرت سیّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حازم کے مقام پر اسلامی لشکر کا کیمپ قائم کرکے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا جس میں تمام تفصیلات لکھ دیں نیز یہ بھی لکھا کہ ملک شام کے تمام اہم علاقے فتح ہوچکے ہیں، لہٰذا میرا اِرادہ ہے کہ میں اب پہاڑی علاقوں کو فتح کروں۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو کلی اختیار دے دیے۔ قاصد کے واپس آنے سے پہلے آپ نے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا اور سیّدُنا خالِدبن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قُرب وجوار میں بھیج دیا۔

---

1 ...فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۳۰۰ - ۳۰۳ ملخصاً۔

(1)......جب سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مَنبج کے قلعے کے قریب پہنچے تو وہاں کے حاکم نے جنگ کرنے کا سوچا لیکن شہر والوں نے شدید مُخالفت کی اور قلعے سے باہر آکر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے صُلح کر لی، سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حاکم شہر کو وہاں سے بھگا کر سیّدُ نا عبادبن رافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وہاں کا حاکم بنادیا۔

(2)......مَنبج سے مُلحق ایک قلعے میں رومیوں کی ایک بستی تھی یہ قلعہ بھی صُلح کے ذریعے فتح ہو گیا اور سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُ نا نَجْم بِن مُفرح فِہری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہاں کا حاکم بنادیا۔

(3)......اس کے بعد سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بَزاعہ پہنچے، اَوّلاً انہوں نے قلعے کے دروازے بند کر لیے بعد میں صُلح کر لی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُ نا اَوس بِن خالِد رَابِعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہاں کا حاکم بنایا۔

(4)......اس کے بعد آپ بالِس پہنچے، چونکہ شہر والوں کو دیگر علاقوں کی صُلح کی خبر پہنچ چکی تھی اس لیے انہوں نے بھی صُلح کر لی، یہاں حضرت سیّدُ نا بادر بِن عَون حِمیری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حاکم مقرر کیا گیا۔

سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِن تمام علاقوں کو فتح کرنے کے بعد کثیر مالِ غَنیمت کے ساتھ اسلامی لشکر میں واپس لوٹے، سیّدُ نا اَبُو عُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت خوش ہوئے اور انہیں دعاؤں سے نوازا۔ پھر دونوں ساحلی علاقوں کی فتوحات کا ذکر کر رہے تھے کہ قاصِد مدینہ منورہ سے سیّدُ نا فاروقِ اعظم کا حکم نامہ لے کر واپس پلٹا۔[1]

(14)......پہاڑی علاقوں کی فتوحات

حضرت سیّدُ نا اَبُو عُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جیسے ہی امیر المؤمنین کا مکتوب موصول ہوا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اَصحاب سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے اپنی ذاتی رائے پیش کرنے کے بجائے آپ کی اِطاعت کا یقین دلایا نیز سیّدُ نا خالِد بِن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! پہاڑی علاقوں کی طرف پیش قدمی کرنا بہت مفید ہے کیونکہ رومیوں کے دلوں میں ہمارا خوف بیٹھا ہوا ہے، جیسے ہی ہم پہاڑی علاقے فتح کریں گے تو ان کی رہی کسر بھی نکل جائے گی کہ اب پہاڑی علاقوں پر بھی عربوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ سیّدُ نا اَبُو عُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چار ہزار سواروں پر حضرت سیّدُ نا مَیْسَرہ بِن مَسْرُوق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سردار مقرر کر کے پہاڑی علاقوں پر

[1]......فتوح الشام، ذکر فتح عزاز، ج ۱، ص ۲۷۶، ۳۰۶۔

جنگِ یرموک کے بعد ساحلی علاقوں کی فتوحات
غرقة
طرابلس
البحر الكبير (بحر الروم)
حضرت سیِّدُنا یزید بن ابی سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگِ یرموک کے بعد دمشق سے ساحلی علاقوں کی فتوحات کے لیے روانہ ہوئے۔
جبيل
جونية
بعلبك
بيروت
لبنان
الزبدانی
صيدا
دمشق
داريا
صرفند
النيطية
كسوة
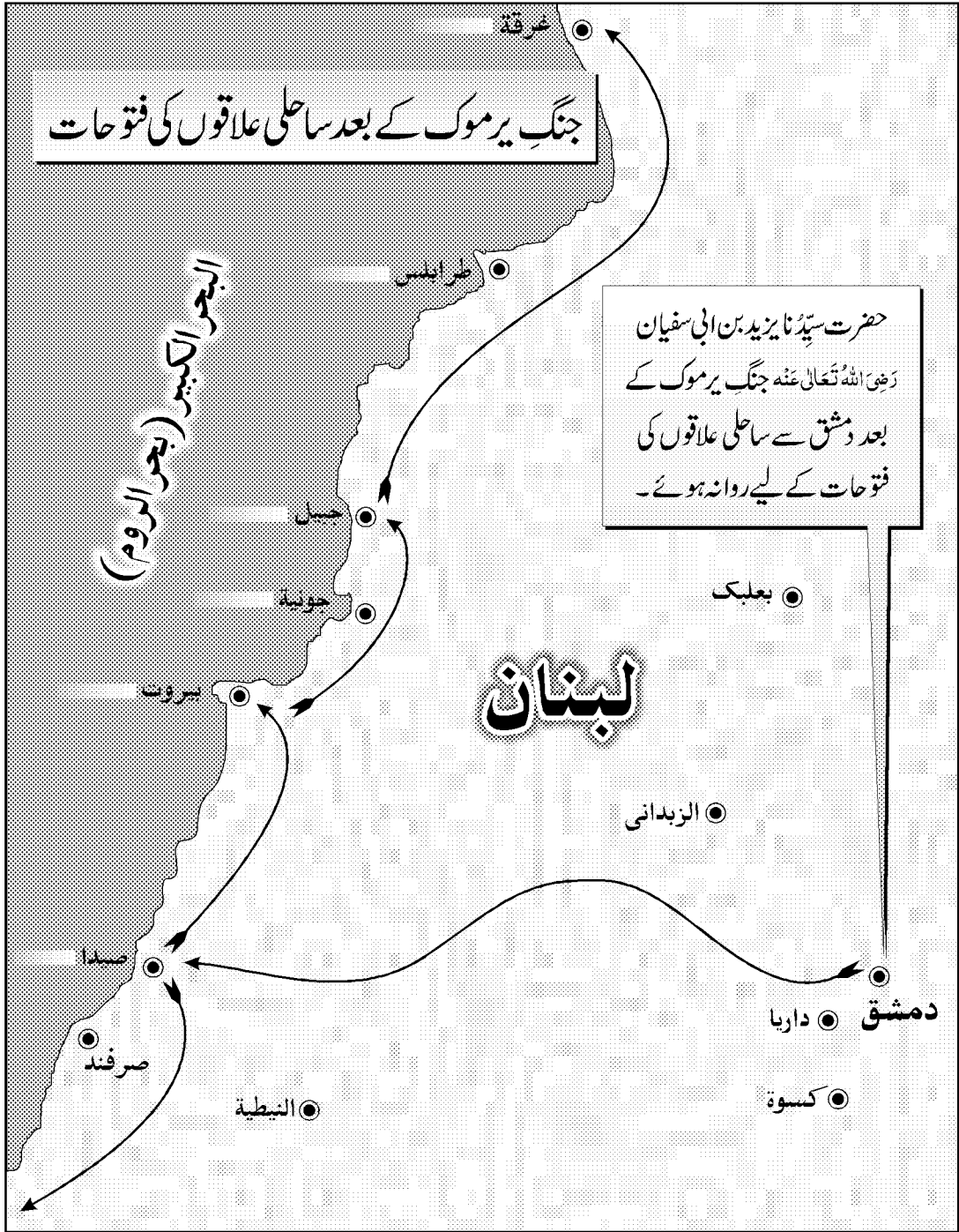
روانہ فرمایا۔ان چار ہزار مجاہدین میں ایک ہزار غلام بھی تھے جن کے سردار حضرت سیِّدُ نا دامِس اَبُوالہَول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ دُشوار گُزار گھاٹیوں سے گزرتا ہوا یہ قافلہ ایک گاؤں میں پہنچا دیکھا تو گاؤں کے مال مَویشی وغیرہ سب موجود ہیں لیکن انسان کوئی بھی نہیں ہے۔

تمام مجاہدین بڑے حیران ہوئے اور کفار کی سازش سمجھ کر چوکنے ہوگئے، نیز اس گاؤں سے کثیر مالِ غَنیمت بھی حاصل ہوا۔ پھر یہ پورا قافلہ مَرجُ القَبائل نامی وسیع وعریض چراگاہ میں مقیم ہوا۔تھوڑی دیر بعد مجاہدین ایک رومی کو پکڑ کرلائے جس نے بتایا کہ یہاں کے لوگ مسلمانوں کے ڈر سے بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ہیں اور ہرقل نے تیس ہزار کا ایک ایک لشکر اس علاقے میں بھیجا ہے۔ (1)

(15) جنگ مرج القبائل

حضرت سیِّدُ نا مَیسَرہ بن مَسرُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجاہدین سے مشورہ کیا تو تمام مجاہدین نے اپنی جان لٹانے کا عہد کیا۔اسی دن رومی لشکر بھی کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتا ہوا مَرجُ القَبائل کے میدان میں آپہنچا۔ دوسرے دن سیِّدُ نا مَیسَرہ بن مَسرُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجاہدین کی صفیں ترتیب دے دی، وہاں سے رومی بھی بالکل جنگ کے لیے تیار تھے، رومی لشکر میں سے ایک موٹے ڈیل ڈول والا نصرانی عربی شہسوار آیا اور مقابلے کے لیے للکارنے لگا، سیِّدُ نا دامِس ابُوالہَول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے سیدھا جہنم میں بھیج دیا، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پکار کر فرمایا: ''اے رومیو! میں اصحاب رسول اللّٰہ کا ایک غلام ہوں، پہلے مجھ سے لڑو پھر ان سے لڑائی کرنا۔'' رومیوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کے تو غلام بھی اس قدر بہادر ہیں تو ان کے دل میں شدید خوف بیٹھ گیا۔

پھر سیِّدُ نا دامِس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رومی لشکر پر حملہ کر دیا، رومی اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، بہت شدت سے نیزہ بازی اور شَمشِیر زَنی کا بازار گرم ہوا، رومی لشکر بوکھلا گئے اور انہوں نے چاروں طرف سے مجاہدین کو گھیر لیا۔ مجاہدین ''**یَا مُحَمَّدُ، یَا مُحَمَّدُ**'' کے نعرے لگا رہے تھے اور رومیوں کو جہنم میں بھیجتے جا رہے تھے۔ جب جنگ موقوف ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُ نا دامِس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو رومی قید کر کے لے گئے ہیں۔

---

1 ......فتوح الشام، ذکر غزوہ مرج القبائل، ج ۲، ص ۳-۵۔

رسولُ اللّٰہ نے سیِّدُنا دامِس کی زَنجیریں کھول دیں:

دوسرے دن اِسلامی لشکر پوری تیاری کے ساتھ میدان میں آیا، جب دونوں لشکروں میں جنگ جاری تھی، عین اسی وقت مجاہدین نے دیکھا کہ رومی لشکر کے پیچھے سے صفیں چیرتے ہوئے، رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگاتے ہوئے آگے چند مجاہدین بڑھتے چلے آرہے ہیں، پہلے تو مجاہدین نے سمجھا کہ شاید یہ فرشتے ہیں جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجاہدین کی مدد کے لیے بھیجے ہیں جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے۔ لیکن جیسے ہی وہ مجاہدین قریب آئے تو دیکھا کہ وہ حضرت سیِّدُنا دامِس ابُو الہَول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں اور ان کے ساتھ قید ہونے والے مجاہدین ہیں۔ حضرت سیِّدُنا مَیْسَرہ بن مَسْرُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے قریب گئے اور فرمایا: ''اے دامِس! آپ کہاں تھے؟ پورا اِسلامی لشکر آپ کے لیے مُتَفَکِّر ہے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! بات یہ ہے کل جب میں جنگ میں لڑ رہا تھا تو اچانک بہت سے رومی میرے اوپر آپڑے اور مجھے اپنے قابو میں کرکے قید کرلیا اسی طرح میرے دیگر ساتھیوں کو بھی قید کرلیا، پھر انہوں نے ہمیں لے جاکر زنجیروں سے باندھ دیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمارہے ہیں: **لَا بَاْسَ عَلَیْکَ یَا دَامِسُ اِعْلَمْ اَنَّ مَنْزِلَتِیْ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمَۃٌ** یعنی اے دامِس! تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم جان لو کہ میرا مقام ومرتبہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بہت بڑا ہے۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری زنجیروں پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ فوراً کُھل گئیں، اسی طرح میرے دیگر ساتھیوں کی زنجیریں بھی کھول دیں، پھر ارشاد فرمایا: **اَبْشِرُوْا بِنَصْرِ اللّٰہِ فَاَنَا نَبِیُّکُمْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** یعنی تمہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد ونصرت کی خوشخبری ہو میں تمہارا نبی **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** ہوں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اَقْرِئْ عَنِّیْ مَیْسَرَۃَ السَّلَامَ وَقُلْ لَّہٗ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا** یعنی اے دامِس! مَیْسَرہ بن مَسْرُوق کو میرا اسلام کہنا اور انہیں کہنا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس طرح اپنے غلاموں کی مدد فرمائی، ان کی زنجیروں کو کھول کر قید سے رہائی دلائی، یقیناً تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **رسولُ اللّٰہ**

---

[1] ......فتوح الشام، ذکر غزوۃ مرج القبائل داخل، ج ٢، ص ٨۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد ونصرت کا نہ صرف پُختہ عقیدہ رکھتے تھے بلکہ ان کا یہ مشاہدہ تھا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مشکل وقت میں ہماری مدد فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُنا دامس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مبارک واقعے کو ذکر کیا تو تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بہت خوش ہوگئے اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں دشمنوں پر فتح ونصرت عطا فرمائے گا۔

رومیوں کے لیے کمک اور اسلامی لشکر کی فتح:

دیگر کئی چھوٹے چھوٹے علاقوں سے رومی لشکر کے لیے مسلسل دو تین تک کمک آتی رہی جس سے ان کے لشکر میں اضافہ ہوتا رہا، سیِّدُنا مَیْسَرہ بن مَسْرُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ کردیا کہ مجاہدین مشکل میں ہیں لہٰذا کمک روانہ فرمائیں۔ وہاں سے حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اِسلامی لشکر میں پہنچنے تک تمام مجاہدین ثابِت قَدمی سے لڑتے رہے، جس دن وہ اسلامی لشکر میں پہنچے جنگ جاری تھی، اسی دن حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن حُذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رومیوں کے بڑے نامی گرامی شہسوار کو قتل کردیا جو ہرقل کا قریبی دوست تھا، بعد ازاں آپ گرفتار ہوگئے اور آپ کو ہرقل کے دربار میں بھیج دیا گیا جس کا تمام مجاہدین کو بہت افسوس تھا، جب سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی یہ سنا تو آپ کو بہت افسوس ہوا، بہرحال سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسلامی لشکر میں پہنچتے ہی رومیوں کی ساری ہوا نکل گئی اور انہوں نے صلح کرنے میں ہی عافیت سمجھی، رات کو انہوں نے ایک راہب کو صلح کرنے بھیجا سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صبح کا وقت عطا فرمایا۔ لیکن جب صبح سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لشکر کو ترتیب دیا تو رُومی لشکر سے کوئی حرکت نہ ہوئی کافی دیر تک کچھ نہ ہوا تو قریب جاکر دیکھنے پر پتہ چلا کہ رومی لشکر اپنے چھوٹے موٹے سامان کے ساتھ رات ہی کو چُپکے سے فرار ہو چکا ہے۔ بہرحال کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔

مکتوبِ فاروقِ اعظم اور عبد اللہ بن حُذافہ کی رہائی:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن حُذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی جلیل القدر صحابی تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قید

ہونے کا سب ہی کو افسوس تھا، سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب روانہ کیا جس میں یہ بات بھی ذکر کردی کہ رومیوں نے سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن حُذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گرفتار کرکے ہرقل کے پاس بھیج دیا ہے، چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہرقل کو ایک مکتوب روانہ کیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَداً وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدِنِ الْمُؤَيَّدِ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاِذَا وَصَلَ اِلَيْكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَابْعَثْ اِلَيَّ بِالْاَسِيْرِ الَّذِيْ عِنْدَكَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَاِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ رَجَوْتُ لَكَ الْهِدَايَةَ وَاِنْ اَبَيْتَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ رِجَالًا وَاَيَّ رِجَالٍ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا

تمام تعریفیں اس رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس کی نہ تو زوجہ ہے اور نہ ہی اولاد اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو اس کے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر، یہ خط اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے ہے، حمد وصلاۃ کے بعد میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے تو تم اس قیدی عبد اللّٰہ بن حذافہ کو میرے پاس بھیج دو، اگر تم نے میرے حکم پر عمل کیا تو میں تمہاری ہدایت کی امید رکھوں گا اور اگر تم نے میرے حکم پر عمل کرنے سے انکار کیا تو میں تمہیں سبق سکھانے کے لیے ایسے لوگوں کو بھیجوں گا جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے قطعاً غافل نہیں کرسکتی، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن حُذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قید میں سخت صُعُوبَتیں برداشت کیں لیکن آپ کی ثابت قدمی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ جیسے ہی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ مکتوب ہرقل کے پاس پہنچا اور اس نے کھول کر پڑھا تو اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ چہرے کا رنگ ہی تبدیل ہوگیا، تھر تھر کانپنے لگا، تمام لوگوں نے اس کی

کیفیت کو محسوس کیا، اس کا سارا غصہ پانی ہوگیا اور رویہ اتنا نرم ہوگیا کہ جیسے مسلمانوں سے اسے کبھی کوئی عداوت تھی ہی نہیں، پھر اس نے سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن حُذَافَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بہت سارے تُحفے تحائف دیے، نیز سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ایک بیش قیمت موتی دے کر آزاد کر دیا۔ اس نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ انہیں شاہی اعزاز کے ساتھ سرحد پار چھوڑ کر آئیں۔ چنانچہ سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن حُذَافَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پہلے اسلامی لشکر میں آئے، آپ کو دیکھ کر تمام مجاہدین خوشی سے جھوم اٹھے، پھر سیِّدنا ابوعُبَیدہ بِن جَرَاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس چلے گئے اور وہاں جا کر قید کی تمام تفصیلات بتائیں، ہرقل کا تُحفہ بھی پیش کیا۔

چونکہ یہ تُحفہ خاص سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ہرقل نے بھیجا تھا اس لیے لوگوں نے یہی مشورہ دیا کہ آپ اسے اپنے استعمال میں لائیں، لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، اسے تم فقط میرے لیے حلال کرنا چاہتے ہو، حالانکہ جو مسلمان مجاہدین یہاں موجود نہیں اور مہاجرین وانصار کی وہ اولاد جو اپنی ماؤں کے پیٹ میں ہے، اپنے باپ کی پُشت میں ہے، میں ان کے ساتھ کیسے ناانصافی کرسکتا ہوں؟ عمر اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ یہ تمام لوگ کل بروز قیامت مجھ سے مطالبہ کریں۔'' پھر آپ نے اس بیش قیمت موتی کو بیچ کر قیمت بیت المال میں جمع کروادی۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کیسی شان و شوکت کے مالک تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ ہی نہیں بلکہ فقط مکتوب کی بھی یہ ہیبت تھی کہ بڑے بڑے بادشاہ اس کو پڑھتے ہی تھر تھر کانپنے لگ جاتے، یقیناً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خُصُوصی فضل وکرم تھا، آپ نے قران وسنت پر عمل کیا، عدل وانصاف کو قائم کیا، کبھی کسی پر ظلم نہ کیا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی آپ کی ہیبت مخلوق کے دلوں میں ڈال دی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طَیِّبَہ میں تمام حکمرانوں وذمہ داروں کے لیے عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں، کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں۔

وہ عمر جس کے اَعداء پہ شیدا سقر

---

[1] ......فتوح الشام، کتاب عمر، ج ۲، ص ۱۲۔

اس خُدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل اِمامُ الہدیٰ
تیغِ مسلولِ شِدَّت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(16) جنگ نخل

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پانچ ہزار مجاہدین کا اسلامی لشکر لے کر قیسارِیہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں چند علاقوں کو بذریعہ صُلح فتح کیا اور نَخْل نام کے ایک گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ یہ گاؤں قیسارِیہ کے قریب تھا جہاں کا حاکم ہرقل کا بیٹا فلسطین تھا۔ اس نے اسی ہزار کا لشکر جمع کر رکھا تھا، پھر وہ اپنے باپ کے پاس قُسْطُنْطِیْنِیَّہ چلا گیا جب وہ وہاں موجود تھا تبھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مکتوب اس کے باپ کے پاس آیا تھا بعد ازاں ہرقل کا انتقال ہوگیا۔ فلسطین نے اسلامی لشکر کی تعداد معلوم کر کے تقریباً اسی ہزار (۸۰۰۰۰) کا لشکر لیا اور نخل آگیا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے بتایا تھا کہ اسلامی لشکر کی تعداد فقط پانچ ہزار ہے لیکن جب اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو اسے تعداد بہت ہی زیادہ لگی اس لیے اس نے اگلے دن صلح کے لیے اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور دونوں لشکروں میں جنگ ہونا طے پائی۔[1]

رومی لشکر کا فرار اور اسلامی لشکر کی فتح:

اگلے دن صبح دونوں لشکر مکمل تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں آگئے، رومی لشکر سے فلسطین کا دایاں بازو اور بھاری جسامت کا شہسوار بطریق قیدمون مقابلے کے لیے آیا اور اس نے دو مجاہدین کو شہید کیا، پھر اس کے مقابلے کے لیے سیِّدُنا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آئے، دونوں میں خوب لڑائی ہوئی، اسی دوران زوردار بارش شروع ہوگئی، بارش میں چونکہ ہتھیار چلانا نہایت مشکل تھا اس لیے بغیر ہتھیاروں کے کشتی شروع ہوگئی، بطریق قیدمون سیِّدُنا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نیچے گرا کر ان کے سینے پر سُوار ہوگیا اور گلا دبانے لگا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی شہادت کا یقین

---

[1] ......فتوح الشام، ذکر فتح قیسارية الشام بساحل البحر، ج ۲، ص ۱۴ - ۲۰ ملخصاً۔

ہوگیا، عین اسی وقت رومی لشکر سے ایک شہسوار دوڑتا ہوا آیا اور اس نے بِطْرِیق قَیدمُون کی گردن اڑادی۔

شدید بارش کی وجہ سے جنگ موقوف کر کے دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ میں واپس چلے گئے تھے، رومی لشکر میں خیموں کی کثرت تھی اس لیے وہ اپنے خیموں میں پناہ گزیں ہوگئے لیکن اسلامی لشکر میں چند ہی خیمے تھے اس لیے وہ قریبی علاقے حَلَب میں چلے گئے جن کے ساتھ معاہدہ تھا۔ بارش تقریباً تین دن تک جاری رہی، چوتھے دن بارش رکی اور سورج نکلا تو اسلامی لشکر تیار ہو کر جنگ کے لیے تَخُل کے میدان میں آیا لیکن یہ دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ رومی لشکر اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ وہاں سے قیسارِیہ فرار ہو چکا تھا۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیِّدُنا عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ساری صورت حال لکھ کر بھیجی کہ رومی لشکر راہ فرار اختیار کر چکا ہے تو سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً لکھا کہ میرا خط ملتے ہی قیسارِیہ کُوچ کرو اور میں صُوَّر، عَکَّاء اور طَرَابُلُس کی جانب روانہ ہوتا ہوں، چنانچہ سیِّدُنا عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قیسارِیہ روانہ ہو گئے اور سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ طرابلس روانہ ہو گئے۔ (1)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(17) فتح قلعہ طرابلس

سیِّدُنا یُوقَنّا کی جنگی حکمتِ عَمَلی اور فتحِ قلعہ طَرَابُلُس:

قلعہ طَرَابُلُس کے لوگوں کو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ اسلامی لشکر ان کے پاس آ رہا ہے لہٰذا انہوں نے فلسطین سے مدد طلب کی، اس نے تین ہزار سپاہیوں کا لشکر ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ ادھر سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو حاکِم فَلَنْطَانُوس سمیت سات ہزار نَومُسْلِم مجاہدین کے ساتھ ساحلی علاقوں کی جانب بَطورِ طَلِیعہ روانہ کیا۔ یہ تمام مجاہدین رومیوں کے لباس میں تھے۔

اس لشکر کی ملاقات طَرَابُلُس کی حفاظت کی غرض سے آنے والے لشکر سے ہوئی تو سیِّدُنا یُوقَنّا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے سردار کا اعتماد حاصل کیا۔ نیز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قریبی علاقے میں موجود اسلامی لشکر کے دوسو سپاہیوں کو بھی قید

1 ......فتوح الشام، البطریق قیدمون، ج ٢، ص ٢٥۔

کرلیا جس سے ان کا اعتماد مزید پُختہ ہوگیا۔ چونکہ یہ لشکر طَرَابُلُس جارہا تھا اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کو فتح کرنے کا قصد کرلیا، جب آپ اس لشکر سے جُدا ہوکر تھوڑی ہی دور گئے تو فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ طَرَابُلُس کی حفاظت کے لیے جانے والے تین ہزار کے لشکر کو گھیر لیں۔ سات ہزار مجاہدین نے فوراً تین ہزار لوگوں کو قیدی بنالیا۔ سیِّدُنا یُوقَنّا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے تین ہزار مجاہدین کو طَرَابُلُسی فوج کا لباس پہنا کر بقیہ لوگوں کو ایک جگہ چھپا دیا۔

پھر آپ طَرَابُلُس روانہ ہوئے، جیسے ہی قلعے کے قریب پہنچے تو اہل طرابُلُس نے یہی سمجھا کہ فَلَسطِین کا لشکر آ پہنچا ہے لہٰذا انہوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور قلعے میں لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے اپنے تمام مجاہدین کو حکم دیا اور فوراً قلعے پر قبضہ کرلیا۔ وہاں موجود لوگوں کے سامنے آپ نے ایسا ایمان افروز بیان کیا کہ اکثر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور بقیہ لوگوں نے صُلح کرلی۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے طَرَابُلُس کے تین ہزار قیدیوں سمیت اپنے بقیہ چار ہزار کے لشکر کو بھی قلعہ طَرَابُلُس میں بلالیا۔ یوں بغیر کسی جنگ کی سیِّدُنا یُوقَنّا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی جنگی حکمتِ عملی کے ساتھ قلعہ طَرَابُلُس فتح کرلیا۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قاصد کے ذریعے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فتح طَرَابُلُس کی خوشخبری بھیج دی۔[1]

(18) فتح قلعۂ صور

سیِّدُنا یُوقَنّا کی جنگی حکمتِ عَمَلی اور گرفتاری:

طَرَابُلُس کا قلعہ فتح کرنے کے بعد سیِّدُنا **عبد اللہ** یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دے دیا تھا کہ کسی کو بھی قلعے سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے قلعہ صُوَّر کو بھی فتح کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا، وہ اس طرح کہ قلعہ طرابلس کو ایک بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی، وہاں پر کشتیوں کی بکثرت آمد ورفت رہتی تھی۔ ایک بار تقریباً پچاس کشتیاں ساحل پر آئیں، پتا چلا کہ ان تمام کشتیوں میں فَلَسطِین بادشاہ کا ہتھیار، غلہ اور دیگر سامان بھرا ہوا ہے۔ سیِّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کو اپنے قلعے میں بلایا، مہمان نوازی کی اور بعد میں ان سب کو پکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا۔ پھر ان کشتیوں پر سوار ہوکر قلعہ صُوَّر پر روانہ ہورہے تھے کہ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آ پہنچے، آپ

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح صور وعکاء ـ ـ ـ الخ، ج ٢، ص ٢٦۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خوش آمدید کہا، قلعہ صُوَّر کی فتح سے متعلق اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور انہیں قلعہ طَرابُلُس میں ہی رہنے کی تجویز دی، پھر کشتیوں میں بیٹھ کر قلعہ صُوَّر کی طرف روانہ ہوگئے۔

قلعہ صُوَّر بھی ساحل کے کنارے واقع تھا، جب قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے کے حاکم ارمویل کے آدمی آئے آپ نے ان کو اپنا تعارف کروایا کہ ہم فَلَسطین بادشاہ کے لیے اسلحہ لے کر جارہے ہیں، ہمارے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا ہے لہٰذا ہماری مدد کی جائے۔ قلعے کے حاکم نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کو اپنا مہمان بنالیا اور بہت خاطر تواضع کی، پھر ایک بڑی سی حویلی میں آپ کو رات گزارنے کے لیے رہائش دی۔ آدھی رات کو سیِّدُنا یوقنا کے چچا کا بیٹا جو آپ کے لشکر میں شامل تھا اور باطنی طور پر مُرتَد ہوچکا تھا، قلعہ صُوّر کے حاکم کے پاس آیا اور آپ کی تمام حقیقت بیان کردی۔ قلعے کا حاکم اسی وقت اٹھا اور فوراً آپ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا، ان پر ایک ہزار سپاہیوں کو نگرانی پر مقرر کردیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ان تمام کو فَلَسطین کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ وہ انہیں سخت سے سخت سزا دے۔ [1]

سیِّدُنا یُوقَنا کی آزادی و فتح قلعہ صُوَّر:

لیکن صبح کے وقت حضرت سیِّدُنا یزید بن ابوسُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے دو ہزار کے لشکر کے ساتھ قلعہ صُوَّر کے باہر پہنچ گئے، حاکم اَرمَوِیل بِن نَشطَہ کو بھی خبر پہنچی تو اس نے جنگ کی تیاری کرلی۔ نیز اس نے سیِّدُنا یوقنا اور دیگر قیدیوں پر مامور ایک ہزار سپاہیوں کو بھی لشکر میں شامل کرلیا، نیز جنگ لڑنے کے لیے قلعے کے باہر میدان میں آگیا۔ حاکم اَرمَوِیل نے سیِّدُنا یوقنا اور تمام قیدیوں کی اپنے چچازاد بھائی باسِیل بِن مَنجائیل کو ذمہ داری سونپ دی، نیز قلعے کی تمام چابیاں بھی اسے دے دیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کہ حاکم اَرمَوِیل کا چچازاد بھائی باسِیل خُفیہ طور پر ایمان لاچکا تھا، کیونکہ وہ بچپن سے بُحَیرا راہب کے پاس جاتا رہتا تھا اور اس سے دینی باتیں سیکھتا تھا، جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں تشریف لائے تو باسِیل نے بھی آپ کی زیارت کی اور دل ہی دل میں مُعتَقِد ہوگئے، لیکن بعد میں آپ کو موقع ہی نہ ملا کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں آکر اسلام قبول کرتے، اسی طرح سیِّدُنا صدیق اکبر کا زمانہ بھی گزر گیا، پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بَیْتُ الْمُقَدَّس تشریف لائے تب بھی موقع نہ ملا، لیکن اب وہ موقع

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح صور وعکاء۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۲۷۔۲۸ ملخصا۔

آ چکا تھا، لہٰذا انہوں نے سیّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اپنا سارا معاملہ بیان کردیا اور انہیں آزاد کرکے جنگی سامان سے لیس کردیا۔ سیّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ قلعے کی دیوار پر آئے اور اپنے تمام ساتھیوں سمیت ایک ایسا نعرہ بلند کیا کہ قلعے کے باہر موجود دونوں لشکروں نے اسے سن لیا، رومیوں نے سنا تو ان کے اَوسان خطا ہوگئے جبکہ سیّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں نے قلعے پر قبضہ کرلیا ہے لہٰذا آپ نے رومی لشکر پر حملہ کردیا، سیّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ قلعے سے باہر نکلے اور آپ نے بھی حملہ کردیا، رومی لشکر بُری طرح پھنس گیا، آگے سے سیّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور پیچھے سے سیّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ، تمام رومی بھاگ کھڑے ہوئے لیکن سیّدُنا یوقنا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور سیّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دونوں نے رومیوں کا پیچھا کیا اور بھاگنے والے رومیوں کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اسلامی لشکر شان وشوکت کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا، تمام شہر والوں نے امان طلب کی، ان پر اسلام پیش کیا گیا اکثر نے اسلام قبول کرلیا بقیہ نے جزیہ پر صُلح کرلی، اس طرح قلعہ صور پر بھی پرچم اسلام لہرانے لگا۔ (1)

(19) فتح قیساریہ

فتحِ قیسارِیہ کے مختصر اَحوال:

ہرقل کا بیٹا فلسطین قیسارِیہ میں موجود تھا جب اسے پتہ چلا کہ مسلمانوں نے قلعہ صور پر بھی قبضہ کرلیا ہے تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا، لہٰذا اس نے اپنے باپ کے طریقے پر چلتے ہوئے راہ فرار اختیار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قلعے کے صدر دروازے پر حضرت سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا لشکر موجود تھا، لہٰذا اس نے سمندر کے راستے سے فرار ہونا مناسب سمجھا۔ اس نے اپنے چند مُعتمد آدمیوں کو خفیہ راستے سے سمندر کے گھاٹ بھیج کر چند کشتیاں تیار رکھنے کا حکم دیا، پھر اپنا خزانہ، سونا، جواہرات، نقدی اور تمام قیمتی سامان بڑے بڑے صندوقوں میں بھرا اور اپنے اہل وعیال کو لے کر خُفیہ راستے سے نکل کر کشتیوں کے ذریعے اپنے آبائی شہر قُسطُنطِینِیَہ بھاگ گیا۔

اس کے فرار ہونے کی قطعاً کسی کو خبر نہ ہوئی، صبح شہر والوں کو معلوم ہوا کہ فلسطین تو فرار ہو چکا ہے لہٰذا شہر کے بڑے بڑے رُؤساء نے طے کیا کہ اسلامی لشکر کے پاس جا کر ان سے صُلح کرلی جائے اسی میں ہی عافیت ہے۔ لہٰذا صبح کے وقت

(1)...... فتوح الشام، ذکر فتح صور وعکاء... الخ، ج ٢، ص ٢٩-١٣ ملخصاً۔

شہر کے اندر سے شور وغُل کی آوازیں آئیں اور اَچانک دروازہ کھلا تو سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سوچا شاید رومی لشکر حملہ کرنے آرہا ہے لیکن دیکھا تو شہر کے رُؤساء ایک قافلے کی صورت میں باہر نکلے۔ پھر انہوں نے آپ کے سامنے پہنچ کر بتایا کہ فلسطین تو قُسطُنطِینِیّہ بھاگ گیا لہٰذا ہم آپ سے صُلح کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن سے جزیہ کی ادائیگی اور صُلح کا معاہدہ کرلیا، پھر اسلامی لشکر شان وشوکت سے قلعہ قِیسارِیہ میں داخل ہوا۔[1]

خِلافَتِ فاروقی کے اِبتدائی چھ سال میں پورا شام فتح:

قِیسارِیہ فتح ہونے کی خبر سُن کر اطراف کے شہر ودِیہات رَملہ، عَکّاء، عَسقَلان، غَزّہ، نابُلس، طَبَرِیّہ، بیرُوت، جبلہ اور لاذِقِیّہ وغیرہ کے لوگ بھی سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے اور ادائے جِزیہ کی شرط پر صُلح کرلی یوں یہ تمام علاقے بھی ایک ساتھ فتح ہوگئے، سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا بَسیل بِن عَون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک سو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ قلعہ صُوَّر بھیجا اور انہیں وہاں کا حاکم مقرر کردیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال میں ہی پورا ملک شام فتح ہوگیا، ملک شام کے بعد مِصر اور عراق پر بھی پرچم اِسلام لہرایا اور یوں اسلام کا نُورِ ہدایت پوری دنیا میں پھیل گیا۔[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عہدِ فاروقی میں فتوحاتِ مصر

اسلامی لشکر اور اَلیُون کی فتح:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے ہی ملک شام کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم دیا کہ مِصر کی طرف روانہ ہوجائیں، چنانچہ وہ اسلامی لشکر کو لے کر مِصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے باب اَلیُون کو فتح کیا پھر اِسکَندرِیہ اور اَلیُون کے درمیان میں ایک گاؤں بَلْہِیب پہنچے جسے قَرْیَةُ الرِّیْش بھی کہا جاتا ہے۔[3]

---

1 ......فتوح الشام، ذکر فتح صور وعکاء---الخ، ج ٢، ص ٣١۔

2 ......فتوح الشام، ذکر فتح صور وعکاء---الخ، ج ٢، ص ٣٢۔

3 ......تاریخ طبری، ج ٢، ص ٢١٥۔

اِسْکَنْدَرِیَّہ کی فتح:

چونکہ اِسکندرِیہ کے حاکم کو پہلے ہی اسلامی لشکر کی آمد کا معلوم ہو چکا تھا اس لیے اس نے حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو صُلح کا پیغام بھیجا، نیز یہ شرط بھی رکھی کہ ہمارے جو قیدی تمہارے پاس ہیں انہیں آزاد کرنا ہوگا۔ سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مجھ پر بھی ایک حاکم مُقرر ہے اور میں یہ کام اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا تم انتظار کرو تاکہ میں ان سے مُشاورت کے بعد کوئی فیصلہ کرسکوں۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ کیا جس کی ساری صورت حال بیان کی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جزیہ کی ادائیگی کو ترجیح دی۔ حاکم اِسکندرِیہ کی شرط کے بارے میں فرمایا کہ ''جو قیدی عرب تک جاچکے ہیں چونکہ وہ سب اِدھر اُدھر ہوگئے ہیں لہٰذا ان کی ذمہ داری نہیں لی جاسکتی البتہ جو قیدی وہاں موجود ہیں، اَوّلاً ان پر اسلام پیش کیا جائے گا، جس نے اسلام قبول کرلیا وہ اسلامی لشکر میں شامل ہوجائے گا اور جس نے قبول نہ کیا اسے بھی شہر والوں کی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا۔'' سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے حاکم اسکندریہ کو آگاہ کردیا اور اس نے بھی ان تمام باتوں کو قبول کرلیا۔ چنانچہ قیدیوں پر اسلام قبول پیش کیا گیا جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا ان پر جزیہ لازم کردیا گیا۔ پھر اسلامی لشکر قلعے میں داخل ہوا اور اِسکندریہ بذریعہ صلح فتح ہوگیا۔ (1)

عہدِ فاروقی میں فتوحاتِ عراق

جنگِ کَسْکَر اور مسلمانوں کی فتح:

اسلامی لشکر کے امیر حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَید بن مَسْعُود ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نَمارِق سے فارغ ہوکر کَسکَر کے علاقے کی طرف بڑھے جہاں کفار کا لشکر موجود تھا، اس کا امیر نَرسی نام کا شخص تھا۔ ایک چٹیل میدان میں بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، نرسی بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے غَلَبہ عطا فرمایا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت حاصل ہوا خُصُوصاً کھانے پینے کا سامان تو شُمار سے باہر تھا۔ کئی شاہی باغات بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے جن سے عام آدمیوں کو کھانے کی اجازت نہ تھی لیکن مسلمانوں کے قبضے میں آتے ہی اس کا پھل تمام لوگوں کو کھلایا گیا۔ نیز اس جنگ کی فتح اور

---

1 ......المنتظم، ثم دخلت سنة عشرين، ذكر الخبر عن۔۔۔الخ، ج ٤، ص ١٩١۔

مالِ غنیمت کی تمام تفصیل امیر المؤمنین سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کولکھ کر بھیج دی گئی۔ [1]

جنگِ بُوَیب اور مُسلمانوں کی فتح:

جنگِ نَمارِق کے بعد جنگِ جَسر کا وقوع ہوا جس میں اِسلامی لشکر کے کمانڈر حضرت سیِّدُ نا ابُوعُبَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت پانچ سپہ سالار شہید ہوگئے اور ان کے بعد حضرت سیِّدُ نا مُثَنّٰی بِن حارِثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِسلامی لشکر کی کمانڈ سنبھال لی۔ آپ نے قُرب وجَوار کے کئی لوگوں کو اسلامی لشکر میں بھرتی کرکے ایک عظیم لشکر تیار کرلیا۔ حضرت سیِّدُ نا جَریر بن **عبد اللّٰہ** بَجَلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّد نا عِصمہ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی ان کی مدد کے لیے دیگر علاقوں سے پہنچ گئے۔ مسلمانوں کے لشکر نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا جہاں آج کل کُوفہ ہے، جبکہ کُفّار کے لشکر کا سپہ سالار مِہران تھا اور اس نے لشکر کو دریائے فُرات کے دوسری طرف اتارا۔ لشکر کفار کے آگے آگے دیوہیکل ہاتھی اور ان کے آگے تیر انداز تھے۔ بعد ازاں کفار کا لشکر دریائے فُرات عُبور کرکے مسلمانوں کی طرف آگیا، گھمسان کی جنگ ہوئی، لشکر کفار کا امیر مِہران مارا گیا اور اس کا سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا لیکن بھاگنے والوں میں سے کوئی بھی دریائے فُرات کو عبور نہ کرسکا سب کے سب مارے گئے۔ جس دن یہ جنگ ہوئی اس دن کو ''**یَوْمُ الْاَعْشَار**'' یعنی دسوں والا دن بھی کہتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے لشکر میں سو ۱۰۰ مجاہدین ایسے تھے جنہوں نے دس دس کافروں کو جہنم واصل کیا تھا۔ جنگِ بُوَیب ۱۳ رمضان المبارک سن ۱۳ ہجری میں لڑی گئی۔ [2]

سیِّدُ نا سَعد بن اَبِی وقاص کی تعیناتی:

ان تمام فتوحات کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک عظیم لشکر دے کر حضرت سیِّدُ نا سَعد بن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عراق بھیجا اور وہاں موجود اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُ نا مُثَنّٰی بِن حارِثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا جَریر بَجَلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دونوں کو ان کے تابع کردیا۔ حضرت سیِّدُ نا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہاں فوجی چوکیاں بھی بنائیں، بغداد اور خَنافِس کے بڑے بڑے تجارتی مراکز بھی مسلمانوں

---

1 ......الکامل فی التاریخ، ذکر وقعة السقاطیة بکسکر، ج ۲، ص ۲۸۴ ملخصا۔

2 ......الکامل فی التاریخ، ذکر وقعة بویب، ج ۲، ص ۲۸۸۔ ۲۹۱ ملخصا۔

جنگِ بویب کا نقشہ
معرکۂ حق و باطل کا مقام
لشکرِ کفار وا قامت گاہ
اِسلامی لشکر وا قامت گاہ
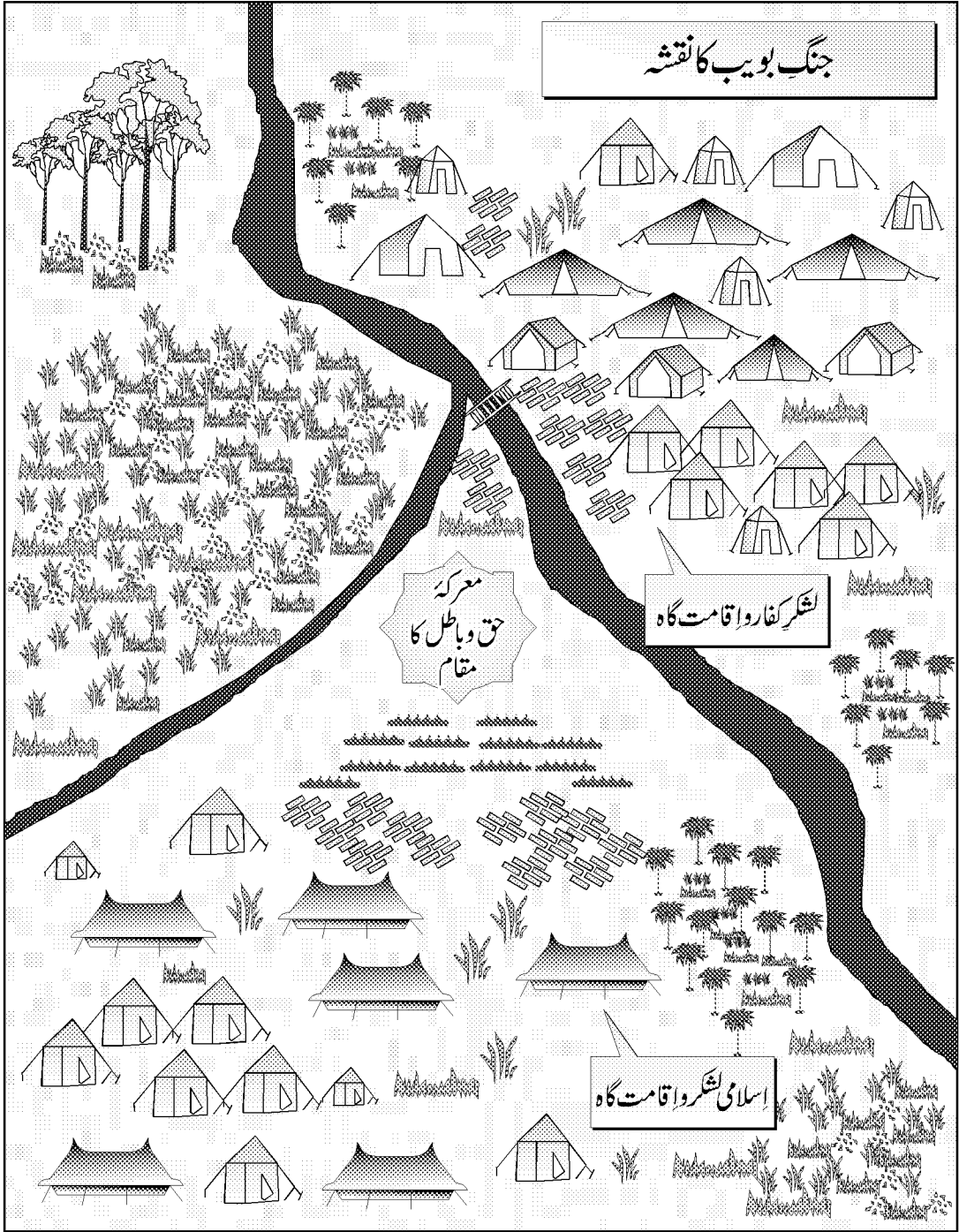
کے حصے میں آئے، بعدازاں الکَبَاث، بَنُوصِفِّین، بَنِیْ تَغْلِب وغیرہ پر بھی غلبہ حاصل ہوا نیز کثیر مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔[1]

عراق کی عظیم جنگ ''جنگِ قادسیہ''

جنگِ قادِسِیَّہ کے اسباب:

جنگِ قادسیہ کی تیاری سن ۱۳ ہجری کے آخری مہینہ ذوالحجہ ہی سے شروع ہوگئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ ایرانیوں میں کئی اختلافات ہوگئے تھے، جس کے نتیجے میں انہوں نے یَزْدگرد کو اپنا حاکم بنالیا جو نہایت ہی چالاک اور ہوشیار شخص تھا، اس کے حاکم بنتے ہی چند ایسے قبائل جنہوں نے مسلمانوں سے امن کے معاہدے کیے تھے، پھر گئے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو اس جنگ کے لیے پہلے سے تیاری کرنا پڑی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے تمام عُمَّالوں کو اس بات کا حکم دیا کہ قابل، بہادر، شہسوار اور جنگی معاملات میں مہارت رکھنے والوں کو لے کر فوراً میرے پاس پہنچو۔

بعدازاں ان تمام لوگوں کو لشکرِ اسلام میں شامل کرلیا گیا۔ ان تمام لوگوں کا لشکر تیار کر کے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کیا اور انہیں ایران کے تمام حالات سے آگاہ کیا، نیز اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میں بذاتِ خود جہاد کے لیے تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اکثر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جو اکابرین میں سے تھے، قَطْعِی جَنَّتِی تھے، عرض کرنے لگے: ''حضور! آپ یہ ارادہ ترک فرمادیں، کسی اور شخص کو لشکر کا سپہ سالار مقرر فرما کر روانہ کردیں۔ کیونکہ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو زمین میں بسنے والے مسلمان کمزور ہوجائیں گے۔''[2]

سیِّدُنا سَعد بن اَبی وقاص کا تقرُّر:

سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا کلام سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرادہ ترک فرمادیا اور استفسار فرمایا کہ ''کسے اسلامی لشکر کا امیر مقرر کیا جائے؟'' سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا:

---

1 ...... الکامل فی التاریخ، ذکر خبر الخنافس---الخ، ج ۲، ص ۲۹۲۔

2 ...... البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۱۰۳۔

''حضور! کچھار کے شیر حضرت سَعْد بِن اَبِی وَقَّاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امیر مقرر فرما دیں۔'' دیگر تمام لوگوں نے بھی اس بات کی تائید کی۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں بلا کر عراق کی اس جنگِ عظیم کا سِپہ سالار مقرر فرما دیا۔ نیز انہیں مختلف نصیحتیں بھی فرمائیں۔ (1)

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی فِراست و دُور اندیشی:

اس جنگ کے لیے مختلف قبائل اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ قبیلہ سُکُون اور کِنْدَہ کے چار سو لوگ بھی اس لشکر میں شامل ہونے کے لیے آئے۔ لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان لوگوں سے بے رُخی کا اظہار فرمایا۔ جب کئی بار ایسا معاملہ ہوا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ''حضور کیا بات ہے آپ ان سے بے رخی کیوں فرما رہے ہیں؟'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''مجھے یہ لوگ مشکوک لگ رہے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کبھی مجھے کسی عرب جماعت سے ایسی ناگواری محسوس نہیں ہوئی۔'' بہرحال آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں بھی لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا لیکن آپ کا دل مطمئن نہیں تھا اور ان کے جانے کے بعد بھی ان کے بارے میں ناگواری ہی ظاہر فرماتے رہے۔ سب لوگ بڑے حیران ہوئے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دل ان سے کیوں بیزاری ظاہر کر رہا ہے؟ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ کوئی عام شخص کا دل نہیں ہے جو ذاتی بُغض و عِناد کے سبب بھی ناگواری ظاہر کر سکتا ہے، بلکہ یہ تو فاروقِ اعظم کا دل ہے جس کے اِرادوں پر خود قرآن نے گواہی دی ہے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُہرِ تَصْدِیق ثَبْت کی ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جَیِّد اَکابِر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس کے ارادوں کی تائید کی ہے۔ اس کی ناگواری بغیر کسی اہم سبب کے کیسے ہو سکتی تھی؟ پھر لوگوں نے دیکھا کہ واقعی جن لوگوں سے آپ نے ناگواری کا اظہار کیا تھا ان ہی میں ایک شخص سَوْدَان بِن حَمْرَان تھا جس نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا تھا۔ انہی لوگوں کا ایک حلیف تھا جس کا نام خالِد بِن مُلْجِم تھا جس نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو شہید کیا تھا، ان ہی لوگوں میں کئی ایسے لوگ تھے جنہوں نے سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قاتلوں کی مہمان نوازی کی تھی۔ جس گروہ میں ایسے بدبخت لوگ ہوں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دل ان سے کیوں

1 ......البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص ۱۰۳۔

قادسیہ کی طرف دونوں لشکروں کی پیش قدمی کا نقشہ
بحر النجف
سیلحین
کفار کا لشکر تین حصوں میں مختلف جگہوں پر قیام پذیر تھا، ایک حصے کی کمانڈ خود رستم نے سنبھالی ہوئی تھی، جبکہ دوسرا حصہ یصعن اور تیسرا حصہ جالینوس کے پاس تھا۔ لشکر کفار کے سب سے بڑے سردار رُستم پر اسلامی لشکر کی ایسی ہیبت طاری تھی کہ اس نے اپنا لشکر سب سے پیچھے رکھا ہوا تھا۔
رُستم کا لشکر اسی سیلحین کے مقام سے روانہ ہو کر قادسیہ پہنچا۔
خرارة
رُستم کے لشکر کی جگہ
طیزناباذ
یصعن کے لشکر کی جگہ
خندق سابور فارسی
جالینوس کے لشکر کی جگہ
نهر الحضوض
نهر عتیق
قادسیہ
اسلامی لشکر
اسلامی لشکر حلب سے قادسیہ پہنچا۔
مرج السباخ

ناگواری ظاہر نہیں کرے گا؟ یقیناً یہ تاریخی واقعہ آپ کی عظیم فِراست وڈُوراَندیشی پر دلالت کرتا ہے۔[1]

جنگِ قادِسِیہ میں اِسلامی لشکر کی تعداد:

اسلامی لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض نے چار ہزار کا قول کیا ہے کیونکہ جب سیِّدُنا سعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے تو ان کے ساتھ اتنے ہی لوگ تھے۔ بعض نے آٹھ ہزار کا قول کیا ہے کیونکہ مقامِ زَرُوْد میں اتنے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ بعض نے نو ہزار کا بھی قول کیا ہے کیونکہ ان کے ساتھ قیسیِّین کے ایک ہزار فوجی بھی مل گئے تھے۔ بعض نے بارہ ہزار کا قول بھی کیا ہے کیونکہ بنی اَسد کے تین ہزار لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔[2]

فاروقِ اعظم کی مَعنوی شرکت:

اسلامی لشکر کے کمانڈر اعظم حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پَل پَل کی خبر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بذریعہ قاصد دے رہے تھے، لشکر کو مرتب کرنے کے بعد وہ فرمانِ فاروقی کے انتظار میں تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک طویل مکتوب روانہ کیا جس میں وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ کئی جنگی تدابیر بھی ذکر کی گئی تھیں۔ نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بھی لکھا کہ ''جنگی حوالے سے کئی باتیں میں اس مکتوب میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن چونکہ اس علاقے اور دشمن کی تفصیلات مجھے معلوم نہیں اس لیے نہیں لکھ سکتا۔ لہٰذا تم مجھے علاقے اور دشمن کی تفصیلات لکھ کر بھیجو۔'' سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علاقہ کا تفصیلی خاکہ اور دشمن کی بھی تفصیلات لکھ کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف بھیجیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں دوبارہ جنگی ہدایات وتدابیر لکھ کر بھیجیں، نیز یہ بھی لکھا کہ مجھے اس بات کا الہام ہوا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لشکر کو عظیم فتح عطا فرمائے گا، لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں، ربّ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھنا اور دشمنوں سے جوانمردی سے لڑنا۔''

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جنگ شروع ہونے سے قبل اس تفصیلی خط وکتابت کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ اسلامی لشکر کی کمانڈ بذات خود امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۸۴۔

2 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۸۴۔

جنگِ قادسیہ میں اسلامی لشکر کی ترتیب
لشکر کے سب سے بڑے سپہ سالار
حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ
نائب سپہ سالار
حضرت سیِّدُنا خالد بن عرفطہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ
دائیں جانب کے امیر
سیِّدُنا عبد اللہ بن معتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ
لشکر کی کمانڈ کرنے والے مختلف اُمراء
بائیں جانب کے امیر
سیِّدُنا شُرَحبیل بن سمط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ
فوج کے پچھلے حصے کے امیر
فوج کے اگلے حصے کے امیر
گھڑسوار فوجیوں کے امیر
دس ماہر دستے کے امیر
پیدل فوجیوں کے امیر
ہراول دستے کے امیر
سیِّدُنا عاصم بن عمرو تمیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا زُہرہ بن عبد اللہ حویہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا سلمان بن ربیعہ باہلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا عبد اللہ بن ذی سہمین خثعمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
سیِّدُنا حمّال بن مالک اسدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ
سیِّدُنا سواد بن مالک تمیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
اُمراء کے علاوہ بقیہ فوج کی تفصیل
دس دس اَفراد پر مقرر کردہ امیر
جھنڈے اُٹھانے والے اَفراد
مختلف قبائل کے سردار
بہادر و معروف و مشہور افراد
عام فوج
اُمراء کے علاوہ بقیہ فوج کی تفصیل

نے سنبھالی ہوئی ہے اور وہ معنوی طور پر اس جنگ میں شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورا اِسلامی لشکر کفار ومشرکین کے خلاف جہاد اور قتال کے لیے بہت بے تاب تھا۔

''یَوْمُ الْاَبَاقِرْ'' اور اس کی وجہ تسمیہ:

سیِّدُ نا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ چھوٹے چھوٹے مختلف دستے قریبی علاقوں میں بھیجتے رہتے تھے تاکہ وہاں کی صورتِ حال پر مکمل نظر رکھ سکیں۔ آپ نے حضرت سیِّدُ نا عاصم یا عاص بِن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نہر فرات کی طرف بھیجا جب وہ مقامِ مَیْسان کے قریب پہنچے تو انہیں جانوروں اور مَویشیوں کی ضرورت پڑی۔ انہیں دیکھ کر علاقے کے تمام لوگ چھپ گئے۔ اس علاقے کے ایک چرواہے سے پوچھا تو وہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے جانوروں کے متعلق معلوم نہیں ہے۔ قریب میں موجود ایک بیل چلا کر بولا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے، دیکھو ہم یہاں موجود ہیں۔'' حضرت سیِّدُ نا عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اندر گئے اور جانوروں کو باہر لے آئے۔ کافی عرصے بعد حَجَّاج بِن یُوسُف کے زمانے میں اس واقعہ کا ذکر ہوا تو اس نے اس واقعے کے عینی شاہدین کو بلا کر گواہی لی اور کہنے لگا کہ ''جب اس وقت کے کافروں کو معلوم ہوا کہ بیل نے یوں کلام کیا ہے تو انہوں نے کیا کہا؟'' عینی شاہدین نے بتایا کہ انہوں نے یہ کہا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے دشمنوں کو عزت وفتح اور ہمیں ذلت ورسوائی دے گا۔'' حجاج نے کہا: ''جب یہ بات ہو تو ایسے لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔'' اسی وجہ سے اسے ''**یَوْمُ الْاَبَاقِرْ**'' یعنی گایوں اور مویشیوں کا دن کہا جاتا ہے۔[1]

اِسلامی سفارت اور مسلمانوں کی فتح:

حضرت سیِّدُ نا سَعد بِن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چند جید اصحاب کو جو قادر الکلام بھی تھے، مسلمانوں کو سفیر بنا کر ایرانی سردار رُستَم کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ رُستم کے پاس جا کر اس کی مَسنَد پر بیٹھ گئے جسے اس کے درباریوں نے ناپسند کیا۔ بعد ازاں انہیں اسلام کی دعوت دی بصورت دیگر جزیہ کا مشورہ دیا۔ اس پر وہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور جنگ کے لیے راضی ہو گئے۔ پھر وہ دریا پار کر کے مسلمانوں کی طرف آئے، مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور بری طرح شکست دے دی۔ لشکرِ کفار کے سپاہی جس علاقے میں جاتے مسلمان انہیں وہاں سے بھگا دیتے یہاں تک کہ وہ مدائن تک پہنچ

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۸۸، الکامل فی التاریخ، ذکر ابتداء امر القادسیة، ج ۲، ص ۳۰۳۔

گئے۔اسلامی لشکر نے وہاں بھی انہیں پسپا کردیا۔

یَزْدگَرْد کے دربار میں اِسلامی سَفارت:

اسلامی لشکر کی طرف سے چند اصحاب اسلامی سفیر بَن کر یَزْدگَرْد کے دربار میں بھی گئے تاکہ اس پر حُجَّت تمام ہوسکے۔ وہاں پہنچ کر اسلامی سفیروں سے گفتگو کرنے کے بعد کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ اس نے ذلیل کرنے کے لیے مٹی کا ایک ٹوکرا دے کر واپس بھیج دیا، جسے لے کر تمام سفیر سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں آگئے اور اس فعل سے مسلمانوں کی فتح کا فال لیا کہ انہوں نے اپنی علاقے کی مٹی دے کر گویا اپنے خزانوں کی چابیاں ہمیں دے دی ہیں۔

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا:

ایرانی لشکر کی تعداد اسلامی لشکر سے کہیں زیادہ تھی، جنگی ساز وسامان بھی کثرت سے ان کے ساتھ تھا۔ نیز گھوڑوں اور اونٹوں کے علاوہ ان کے پاس ہاتھی بھی موجود تھے۔ جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد قلیل ہونے کے ساتھ ساتھ جنگی ساز وسامان کی بھی قلت تھی۔ شاہ ایران کسریٰ نے ایرانی لشکر کی کمانڈ رُستم کے ہاتھ میں دے دی تھی، رُستم اس جنگ سے بہت خوفزدہ تھا، اس کے خوف کا عالم یہ تھا وہ کمانڈر بننے کے بعد کم وبیش سات مہینے تک جنگ کو مُؤَخَّر کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بیسیوں دفعہ اس نے یہ خواب دیکھا کہ ایرانی فوج کے لشکروں پر فرشتے نے مُہر لگادی ہے۔ بہرحال ایرانی فوج دریائے عتیق پار کرکے دوسری طرف آگئی البتہ انہوں نے دریا کو پار کرنے کے لیے علیحدہ سے ایک پُل بنایا تھا کیونکہ پہلے سے موجودہ پل پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔

رُستم کا فاروقِ اعظم سے خوفزدہ ہونا:

ایرانی لشکر کے سپہ سالار رُستم نے اسلامی لشکر کی جاسوسی کے لیے ایک شخص کو بھیجا اس نے واپس آکر تمام تفصیل سے آگاہ کیا، جب رُستم اپنی فوج لے کر دریا پار کرکے دوسری طرف آیا تو اس وقت اسلامی لشکر میں اذان ہورہی تھی اور تمام لوگ نماز کے لیے جمع ہورہے تھے، رستم نے بھی اپنی فوج کو جمع کرلیا لیکن جاسوس نے بتایا کہ یہ جنگ کے لیے نہیں بلکہ نماز کے لیے جمع ہورہے ہیں۔ رستم نے کہا: ”آج صبح ہی میرے کانوں میں مسلمانوں کے امیر (حضرت سیِّدُنا) عمر (فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کی آواز گونج رہی تھی، وہ خود اسلامی لشکر سے باتیں کررہے تھے اور انہیں حکمت ودانائی

1. جنگِ قادسیہ کے لشکر کی ترتیب وغیرہ تمام معاملات بالواسطہ سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ہی ملاحظہ فرما رہے تھے۔
2. اِسلامی لشکر کی یہ جنگی حکمتِ عملی تھی کہ آدھی فوج خندق کو پار کر کے دوسری طرف موجود تھی اور بقیہ آدھی فوج خندق کے پیچھے موجود تھی۔
3. کفار کے لشکر کی یہ بے وقوفی تھی کہ اُن کا تقریباً پورا کا پورا لشکر دریا پار کر کے مقام قادسیہ پہنچ گیا تھا۔
4. عموماً لشکر کا سپہ سالار لشکر کے سب سے آگے ہوتا ہے، لیکن کفار کے لشکر کے سردار رُستم پہ ایسی ہیبت طاری تھی کہ وہ لشکر کے سب سے پیچھے تھا۔
5. سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ فراست تھی کہ اُنہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے جنگی ماہر کا انتخاب فرمایا۔

کی باتیں سکھا رہے تھے۔‘‘[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کیسی حیرانی کی بات ہے کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایران سے میلوں دور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں لیکن وہاں ایرانی لشکر کا سپہ سالار آپ کی ذات مبارکہ سے خوف زدہ ہے یہاں تک کہ اسے خیالوں میں بھی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی گفتگو سنائی دے رہی ہے۔ واقعی جب کوئی حاکم قرآن وسنت پر عمل کرے، اسی کے مطابق اپنی ریاست کو چلائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی رعایا کے قلوب میں اس کی محبت اور دشمنوں کے دلوں میں ہیبت ڈال دیتا ہے۔

گھمسان کی جنگ اور مسلمانوں کی فتح:

ایرانی لشکر بھی پوری طرح جنگ کے لیے تیار تھا، ایرانیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب تھی، ان کے لشکر میں تیس ہاتھی تھے اور ہر ہاتھی کے ساتھ چار ہزار فوجی تھے۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس وقت بیمار تھے اس لیے آپ نے حضرت سیِّدُنا خالِد بن عُرفُطَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنا نائب مُقرر کیا اور ارشاد فرمایا: ’’جب میں ایک دفعہ نعرۂ تکبیر لگاؤں تو تمام لوگ اپنے تَسمے باندھ لیں، دوسری بار لگاؤں تو جنگ کے لیے تیار ہوجائیں اور تیسری بار لگاؤں تو دشمن پر حملہ کردیں، چوتھی تکبیر پر تمام لشکرِ کُفار پر دَھاوا بول دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، دونوں لشکروں کے درمیان تقریباً چار دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے ایرانیوں کے ہاتھیوں کی دُمیں اور سونڈیں کاٹ دیں نیز ان کی آنکھوں میں نیزے گُھونپ دیے جس سے وہ بوکھلا کر واپس بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی ہی فوج کو کُچلنے لگے۔ بالآخر مسلمانوں کی بہترین جنگی حکمتِ عملی کے سبب ایرانی فوج بالکل پَسپا ہوگئی، ایرانیوں کے وہ تیس ہزار سپاہی جنہوں نے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھ رکھا تھا سب کے سب قتل ہوگئے ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو اپنی فوج کی حالت کو بیان کرسکتا۔ بہرحال ایرانی لشکر کے تمام سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے، اسلامی لشکر کے کئی دستے ان کے تعاقب میں گئے اور جو جو ہاتھ لگا سب کو جہنم واصِل کردیا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل وکرم، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظرِ عنایت اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بہترین جنگی حکمتِ عملی سے

[1]......تاریخ طبری، ج۲، ص۴۰۸۔

مسلمانوں کو عظیم الشان فتح ونصرت عطافرمائی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سیِّدُ نا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فتح کی تمام تفصیلات وخُمُس وغیرہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں بھیج دیا۔[1]

جنگِ جَلُولَاء اور مُسلمانوں کی فتح:

جنگ قادسیہ سے بھاگ کر ایرانی دیگر کئی علاقوں میں بھاگ گئے تھے، اسلامی لشکر کے کئی دَستوں نے ان کا تعَاقُب کیا اور جہاں جو بھی ملا واصِلِ جہنم کردیا گیا۔ مختلف دستے ایرانیوں کے تعاقب میں جَلُولَاء کے مقام تک پہنچ گئے۔ وہاں ایرانیوں کے ایک لشکر سے جنگِ جَلُولَاء ہوئی، **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** یہاں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔[2]

شہر بَصرہ کی تعمیر:

اسی جنگِ قادسیہ کے بعد حضرت سیِّدُ نا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شہر بصرہ کو تعمیر وآباد کیا جس کی تفصیلات اسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی کی تعمیرات'' صفحہ ۷۹۳ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

عہدِ عیسوی کے ایک شخص کا ظہور

عہدِ فاروقی میں دورِ عیسوی کا ایک شخص نمودار ہوا:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ کے گورنر حضرت سیِّدُ نا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فرمان بھیجا کہ حضرت نَضْلَہ بن مُعَاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کمان میں عراق کے شہر حُلوَان پر چڑھائی کے لیے لشکر روانہ کیا جائے، چنانچہ حضرت سیِّدُ نا سَعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُ نا نَضْلَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تین سو سوار دے کر روانہ کیا، وہ حُلوَان پہنچے اور حملہ کیا، مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، کثیر مال بطور غنیمت ہاتھ آیا۔ سیِّدُ نا نَضْلَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سامان اور لشکر سمیت واپس آرہے تھے کہ راستے میں نمازِ عصر کا آخیر وقت ہوگیا، سورج غروب ہونے لگا۔ آپ نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو دامنِ کوہ میں چُھپایا اور نمازِ عصر کے لیے اَذان دینا شروع کی، جیسے آپ نے کہا: ''**اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ**'' تو اچانک پہاڑ میں سے آواز آئی: ''اے نَضْلَہ تو نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوب عظمت بیان

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۰۹، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۱۱۲ ملخصاً۔

2 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۳۲۔

1 ......جب اِسلامی لشکر مدائن کو فتح کرنے کے لیے اُس کی طرف بڑھا تو کفار کا سردار یزدگرد وہاں سے حلوان کی طرف بھاگ گیا۔

2 ......جلولاء میں موجود مہران رازی اِسلامی لشکر کا سن کر قلعہ کے حفاظتی اِقدامات میں لگ گیا تھا اور یزدگرد کی نظریں اُسی پر لگی ہوئی تھیں۔

3 ......حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جلولاء کے متعلق امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تفصیلات لکھ کر بھیجیں تو آپ نے جواباً ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں لشکر کی ترتیب کے حوالے سے تمام تفصیلات موجود تھیں کہ فلاں شخص کو فلاں جگہ متعین کیا جائے۔

کی۔'' جب آپ نے کہا: ''**اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ**'' تو پہاڑ سے دوبارہ آواز آئی: ''یہ وہی **مُحَمَّد** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں جن کی بشارت حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دے گئے ہیں اور انہی کی امت پر قیامت قائم ہوگی (یعنی یہ آخری رسول ہیں)۔'' جب آپ نے کہا: ''**حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ**'' تو آواز آئی: ''مبارک ہو اسے جو نماز کی طرف چل کر گیا اور اس پر پابندی کی۔'' جب آپ نے کہا: ''**حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ**'' تو آواز آئی: ''جس نے اسے مان لیا وہ واقعتاً کامیاب ہے۔'' پھر آخر میں جب آپ نے کہا: ''**اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**'' تو آواز آئی: ''اے نَضْلَہ! تم نے اِخلاص کی تمام منازِل طے کرلیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم پر جہنم کی آگ حرام فرمادی۔''

اذان ختم کر کے سیِّدُنا نَضْلَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور آپ کے ساتھیوں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم کرے، جن ہو یا فرشتہ؟ یا پھر کوئی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا پوشیدہ بندہ۔ تمہاری آواز تو ہم نے سنی ہے اب اپنا چہرہ بھی دکھاؤ، ہم لوگ نبی آخر الزَّمان، سُلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا لشکر ہیں۔''

راوی کہتے ہے کہ اچانک پہاڑ کی چوٹی چکی کے منہ کی طرح پھٹ گئی اور اس میں سے ایک شخص باہر نکلا، اس کا سر اور داڑھی بہت سفید ہوچکی تھی، اس نے صُوف کا لباس زیبِ تن کر رکھا تھا۔ اس نے آتے ہی سلام کیا: ''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ**۔'' لوگوں نے جواب دیا: ''**وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ**! آپ کون ہیں؟ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے۔'' وہ کہنے لگا: ''میں زریت بن برشملہ ہوں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاکیزہ بندے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا تھا اور آسمانوں سے اپنے دوبارہ نزول تک میرے زندہ رہنے کی دعا کی تھی، آپ لوگ جب امیر المؤمنین سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں پہنچیں تو انہیں میرا سلام عرض کریں اور یہ بھی عرض کیجئے گا کہ: اے عمر! حکومت کو سیدھا رکھیں، لوگوں کے قریب رہیں، قیامت قریب آگئی ہے اور اے عمر! جب یہ باتیں اُمَّتِ محمدیّہ میں پیدا ہوجائیں تو پھر دنیا سے چلے جانے میں ہی عافیت ہے: (۱) جب مَرد مَردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگیں۔ (۲) جب لوگ اپنا نسب بدلنے لگیں، غلام خود کو دوسرے آقاؤں کی ملکیت بتلائیں۔ (۳) چھوٹوں پر بڑے شفقت نہ کریں۔ (۴) نیکی کا حکم نہ دیں اور برائی سے منع نہ کریں۔ (۵) مال و دنیا کمانے کی خاطر علم حاصل کریں۔ (۶) بارشیں بکثرت ہوں۔ (۷) اولاد وَبالِ جان بن

جائے۔(۸) لوگ بلند و بالا منارے بنانے لگیں۔(۹) قرآنِ کریم کے نسخوں پر سونا چڑھانے لگیں۔(۱۰) مسجدوں کی زیب وزینت کرنے لگیں، مگر مسجدیں نمازیوں سے خالی ہوں۔(۱۱) رشوت عام ہو جائے۔(۱۲) مضبوط عمارتیں بننے لگیں۔(۱۳) خواہشات کی پیروی کرنے لگیں۔(۱۴) دنیا کے عوض دین فروخت کرنے لگیں۔(۱۵) رشتہ داروں سے قطع تعلقی عام ہونے لگے۔(۱۶) حکمتیں فروخت ہوں۔(۱۷) سود پھیل جائے۔(۱۸) مالدار ہونا ہی وجہ احترام بن جائے۔(۱۹) اَدنیٰ شخص گھر سے نکلے اور اس سے بہتر لوگ راہ میں کھڑے ہو کر اسے سلام کریں۔(۲۰) عورتیں گھڑ سواری کرنے لگیں۔ جب یہ ساری باتیں عام ہونے لگیں تو پھر دُنیا سے بھاگ کر کسی پہاڑ کے غار میں چھپ جانا اور وہیں پہ خدا کی یاد میں مگن ہو جانے میں ہی عافیت ہوگی۔'' یہ کہہ کر وہ شخص رُوپوش ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا نَضْلَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ واقعہ حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تفصیل سے لکھ کر بھیج دیا اور انہوں نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف لکھا۔ جواب میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کو لے کر اس پہاڑ پر پہنچیں اور اگر وہ شخص دوبارہ ملے تو اسے میرا سلام کہیں۔ چنانچہ سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چار ہزار مہاجرین وانصار صحابہ کرام کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ پر پہنچے اور چالیس دن تک مسلسل اذان دیتے رہے مگر جواباً نہ تو کوئی آواز سنی اور نہ ہی کوئی دوسرا جواب آیا۔[1]

عہدِ فاروقی میں فتوحاتِ ایران

ملک شام، مصر وعراق کی فتوحات کے بعد سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایران کی تسخیر کے حوالے سے کوئی اِرادہ نہ تھا، لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دیکھ رہے تھے کہ ایرانی ہر وقت اپنی فوج کو تیار رکھتے تھے اور کسی نہ کسی علاقے پر حملے کرتے ہی رہتے تھے، نیز مفتوحہ علاقوں میں بھی بغاوت ہوتی رہتی تھی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب مشاورت کی تو معلوم ہوا کہ ان کا حاکم یعنی یزدگرد جب تک زندہ اور اس علاقے میں موجود ہے اس وقت تک ایسا ہوتا رہے گا اس لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایران پر لشکر کشی کی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف لشکر تیار کر کے انہیں

---

1 ......تاریخ بغداد، من اسمہ عبد الرحمن، ج ۱۰، ص ۲۵۵۔

مختلف اصحاب کی سپہ سالاری میں ایران روانہ کر دیا جنہوں نے بعض علاقے تو بغیر جنگ بذریعہ صلح، بعض علاقے چھوٹی اور مختصر سی جنگ کے ذریعے اور بعض علاقے اچھی خاصی لڑائی کے بعد فتح کر لیے۔

اسلامی لشکر اور فتحِ آذربائیجان:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آذربائیجان پر حضرت سیِّدُنا بُکَیر بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مُقرر فرمایا تھا، پھر ان کی مدد کے لیے حضرت سیِّدُنا سِماک بن خَرَشَہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیج دیا۔ جب اسلامی لشکر میدانِ جنگ میں پہنچا تو وہاں کفار کا لشکر بھی پہنچ گیا۔ آذربائیجان میں یہ اسلامی لشکر کی پہلی جنگ تھی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو فتح و نُصرت سے نوازا اور کافروں کو شکست سے دوچار کیا، لشکرِ کفار کا سپہ سالار اِسْفَنْدِیاذ گرفتار ہوگیا۔ آذربائیجان کے لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں چُھپ گئے۔ سیِّدُنا بُکَیر بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِسْفَنْدِیاذ کو اپنے پاس قید کر کے رکھا اور سارے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ [1]

علاقہ ”رے“ کی فتح:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا نعیم بن مُقَرِّن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر ہَمدان بھیجا، انہوں نے وہاں پہنچ کر بقیہ تمام مقامات فتح کر لیے، اطراف کے علاقے فتح ہوئے تو شہر والوں نے آپ سے صُلح کر لی، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے رے کے مقام پر پہنچے، رے کے حاکم نے پہلے سے ہی جنگ کی تیاری کی ہوئی تھی، وہاں کے چند لوگ اسلامی لشکر کے ساتھ بھی مل گئے اور جنگ شروع ہوگئی، سیِّدُنا نعیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک خفیہ راستے سے اسلامی لشکر کے ایک دستے کو قلعے میں داخل کر دیا اور یوں قلعے پر قبضہ کرلیا، پھر اہلِ شہر نے صُلح کر لی اور یوں رے کو بھی فتح کر لیا۔ [2]

اسلامی لشکر اور فتحِ جُرجان:

جُرجان کی فتح کے لیے حضرت سیِّدُنا سُوَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پہنچے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا قاصد حاکِم جُرجان

---

1 ......تاریخ طبری، ج۲، ص۵۳۹۔

2 ......البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۱۹۹۔

کے پاس بھیجا تا کہ اس سے قبول اسلام یا صلح یا جنگ کے متعلق گفتگو کی جائے۔ حاکم جُرجان کو جیسے ہی اسلامی لشکر کے سپہ سالار کا مکتوب ملا تو اس نے فوراً صلح کر لی اور جُرجان کو جنگ سے بچا لیا، اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور پھر وہاں کے لوگوں سے جزیہ وصول کیا۔ جو لوگ سرحدوں کی حفاظت کرتے تھے، ان کا جزیہ معاف کر دیا گیا۔ [1]

اسلامی لشکر اور فتحِ طَبَرِستان:

جُرجان کے بعد طَبَرِستان کو بھی بذریعہ صلح فتح کیا گیا البتہ اس کے حاکم نے یہ شرط رکھی کہ جب تک دونوں طرف سے معاہدے کا اِقرار نہیں ہو گا اس وقت تک صلح نہ ہو گی چنانچہ سیِّدُنا سُوَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے معاہدہ تحریر کر دیا جس میں مسلمانوں کی اِعانت اور دشمنوں کی مدد نہ کرنے کا عہد تھا، بعد ازاں اس پر چند گواہوں کے دستخط بھی کر دیے گئے۔ یوں طَبَرِستان بھی با آسانی بذریعہ صلح کے فتح ہو گیا۔ [2]

اسلامی لشکر اور فتح "باب" و "آرمینیہ":

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سُراقہ بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو علاقہ باب کی طرف بھیجا۔ حضرت سیِّدُنا سُراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن رَبِیعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک دستہ دے کر اپنے آگے بھیجا اور خود بھی ان کے بعد روانہ ہو گئے۔ سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن رَبِیعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب باب کے علاقے میں پہنچے تو وہاں کے حاکم نے آپ سے صُلح کر لی البتہ جزیہ کے بدلے میں یہ درخواست کی کہ ہم اسلامی لشکر کی مدد کریں گے اور یہی ہمارا جزیہ ہو گا۔ سیِّدُنا عبد الرحمٰن بِن رَبِیعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا سُراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت کے بعد اس بات کو قبول کر لیا نیز اس بات کی صراحت فرما دی کہ جو لوگ اسلامی لشکر کی مدد کریں گے ان کا اس سال کا جزیہ معاف ہے اور جو واپس شہر میں آ جائیں گے انہیں شہر والوں کی طرح جزیہ ادا کرنا ہو گا۔ سیِّدُنا سُراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی اس انوکھے جزیے کی ترکیب لکھ کر بھیج دی جسے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قبول فرما لیا اس کے بعد یہ رواج چل پڑا اور کئی علاقوں کی فوجیں یہی جزیہ دیتی رہیں، جس سے اسلامی لشکر کی قوت میں بہت

---

1 ......البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۰۰۔

2 ......تاریخ طبری، ج۲، ص۵۳۸۔

اضافہ ہوا، چنانچہ اہل آرمینیہ نے بھی اسی جزیے پر صلح کر لی۔[1]

اسلامی لشکر اور فتح خُراسان:

جنگ جَلُولَاء میں جب اہلِ جَلُولَاء کو شکست ہوئی تو تو شاہِ اِیران یزدگرد ''رے'' علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ بعض علاقوں والے بَغاوَت کر کے اس سے مِل گئے، وہ مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا بلخ پہنچ گیا۔ وہاں کوفہ کے اسلامی لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی، **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اسے شکست دی اور وہ ایرانیوں کو لے کر دریا پار کر کے بھاگ گیا۔ جب اہلِ خُراسان نے دیکھا کہ یزدگرد بھاگ گیا ہے تو انھوں نے اسلامی لشکر سے صُلح کر لی۔ حضرت سیِّدُنا اَحْنف بِن قَیْس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فتحِ خُراسان کی تفصیل لکھ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں بھیج دی۔[2]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی فِراسَت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جب خُراسان کی فتح کی خوشخبری پہنچی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''کاش ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا نہ ہم ان سے لڑتے اور نہ وہ ہم سے لڑتے۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے عرض کیا: ''حضور! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کیونکہ یہ تو خوشی کا مقام ہے، نہ کہ اس طرح افسوس کرنے کا۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فراست سے بھرپور جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اے ابُوالحَسَن! واقعی یہ خوشی کی بات ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اہلِ خُراسان تین دفعہ عہد شکنی کریں گے۔''[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی فراست سے جان لیا اور غیبی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہلِ خُراسان تین دفعہ عہد شکنی کریں گے اور تاریخ اس بات کی

---

1. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۴۰۔
2. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۴۶۔۵۴۷۔
3. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۴۷۔

گواہ ہے کہ واقعی عہدِ عثمانی میں اہلِ خُراسان نے عہد شکنی کی۔ معلوم ہوا سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے باکمال فراست عطا فرمائی ہے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضل وکرم سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔

اِسلامی لشکر اور جنگِ نہاوند:

حضرت سیِّدُنا سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہاوند کے علاقے میں پہنچے تو وہاں کے قلعے کا محاصرہ کرلیا بعد میں کافر لشکر کی مدد کے لیے مختلف شہروں سے سپاہی آگئے، جس سے ان کا ایک لشکرِ عظیم تیار ہوگیا اور وہ جنگ کرنے کے لیے میدان میں آئے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ساری صورت حال معلوم تھی، جس دن جنگ تھی اسی رات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خواب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر ایک صحراء میں ہے اور صحراء میں ہونے کی وجہ سے اس پر چاروں طرف سے حملہ ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ پہاڑ کی اوٹ میں رہے تو فقط ایک ہی طرف سے حملہ ہوگا۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو اپنے اس خواب سے آگاہ کیا اور اسلامی لشکر کی فتح کے لیے دعا گو ہوئے۔ پھر جب دونوں لشکروں میں جنگ ہورہی تھی تو عین اسی وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، کہ اچانک آپ نے دورانِ خطبہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار کو پکار کر فرمایا: ''**یَاسَارِیَةُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ**یعنی اے ساریہ! لشکر کو پہاڑ کی اوٹ میں لے لو۔'' آپ کے اسی حکم پر عمل کے سبب اسلامی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ [1]

اسلامی لشکر اور فتحِ سِجِسْتان:

یہ علاقہ حضرت سیِّدُنا عاصِم بِن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ پہلے علاقے والے مُزاحِم ہوئے لیکن تھوڑی سی لڑائی کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے۔ بعد میں سیِّدُنا عاصِم بِن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے صُلح کی درخواست کی، یہ بھی درخواست کی کہ ہمارے کھیتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی تمام شرائِط منظور کرلیں اور یہ سِجِسْتان کا علاقہ بھی باآسانی فتح ہوگیا۔ [2]

---

1 ......اس واقعے کی تفصیل کے لیے ''فیضانِ فاروقِ اعظم'' (جلد اوّل)، باب ''کراماتِ فاروقِ اعظم''، صفحہ ٦٢٧ کا مطالعہ کیجئے۔

2 ......تاریخ طبری، ج ٢، ص ٥٥٤۔
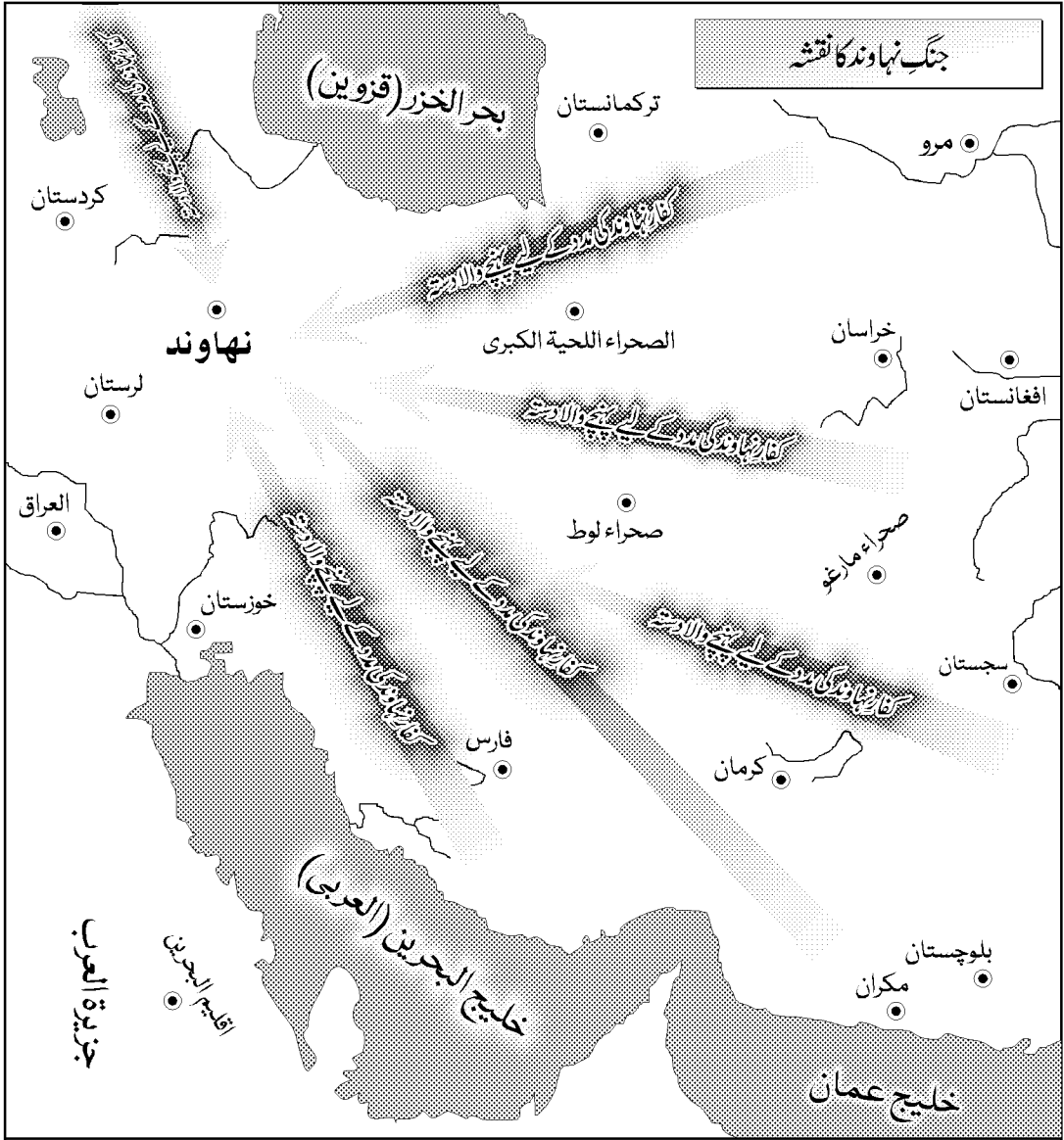
جب اِسلامی لشکر مقامِ نہاوند میں کفار سے برسرِ پیکار تھا تو عین اُسی وقت سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ سے اُن کی رہنمائی فرمائی، جس کے سبب مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا ہوئی۔ آپ کا اتنی دور سے اِسلامی لشکر کو ملاحظہ فرمانا اور اُس کی مدد کرنا بہت بڑی کرامت ہے۔ واضح رہے کہ نہاوند سے مدینہ منورہ کا راستہ تقریباً ایک ماہ کا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''نہاوند سے مدینہ منورہ کا راستہ تقریباً ایک ماہ کی مسافت ہے۔'' (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۶۰۱)

اسلامی لشکر اور فتح مکران:

''مکران'' پر حضرت سیِّدُنا حَکَم بن عَمرو تَغلِبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو مقرر کیا تھا چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے ساتھ نہر مکران کے ایک طرف پڑاؤ کیا۔ یہاں کے حاکم راسل نے پوری جنگی تیاری کی ہوئی تھی، لہٰذا میدان جنگ میں اپنے لشکر کو لے کر آیا اور صفیں ترتیب دیں۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجاہدین کو فتح ونُصرت عطا کی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جب اس جنگ کی فتح کی خوشخبری پہنچی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کی فوجوں کو مزید پیش قدمی سے منع فرما دیا، چنانچہ علامہ طَبَری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مطابق فتوحاتِ فاروقی کی آخری حد یہی ''مکران'' ہے۔[1]

فتوحاتِ فاروقی کی وسعت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ مبارکہ کے وقت اِسلامی حکومت کا کل رقبہ تقریباً نو لاکھ ستائیس ہزار ۹۲۷۰۰۰ مربع میل تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کی خلافت کا اکثر حصہ مختلف فتنوں کی سرکوبی میں ہی صرف ہوگیا، لیکن سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظرِ عنایت سے نہ صرف ان فتنوں کا مقابلہ کیا بلکہ صرف سوا دو سال کی مدت خلافت میں عہدِ رسالت میں قائم اسلامی حکومت کے رقبے میں مزید دو لاکھ پچہتر ہزار ایک سو چونسٹھ ۲۷۵۱۶۴ مربع میل کا اضافہ کر دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے وقت سَلطنتِ اِسلامیّہ کا کل رقبہ بارہ لاکھ دو ہزار ایک سو چونسٹھ ۱۲۰۲۱۶۴ مربع میل تھا۔ آپ کے وصال کے بعد سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ خِلافت پر فائز ہوئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کل مدت خلافت کم وبیش ۱۰ سال چھ ۶ ماہ اور آٹھ ۸ دن ہے۔ قمری مہینوں کے ایام مُختَص نہ ہونے کے سبب یہ کل مدتِ خلافت کم وبیش تین ہزار سات سو پچاس ۳۷۵۰ دن بنتی ہے۔ آپ کے عہدِ خلافت میں سَلطنتِ اِسلامیّہ میں تیرہ لاکھ نو ہزار پانچ سو ایک ۱۳۰۹۵۰۱ مربع میل کا اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ تمام علاقوں کو شامل کر کے

[1] ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۵۵۔

ہے، بعض مُوَرِّخِین نے چند علاقے جو مکمل طور پر فتح نہیں ہوئے تھے انہیں شامل نہ کیا۔ یوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات تک سَلطنتِ اسلامِیَّہ کا کل رقبہ پچیس لاکھ گیارہ ہزار چھ سو پینسٹھ ۲۵۱۱۶۶۵ مربع میل یا کم از کم بائیس لاکھ اِکاون ہزار تیس ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تو ضرور تھا۔ علامہ واقِدِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تصریح کے مطابق خلافتِ فاروقی کے ابتدائی چھ سالوں میں پورا ملک شام فتح ہو چکا تھا۔ جبکہ ایران، عراق، مصر اور دیگر علاقے بقیہ مدت خلافت میں فتح ہوئے۔ اگر فقط سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت کی فتوحات کے کل رقبے یعنی تیرہ لاکھ نو ہزار پانچ سو ایک ۱۳۰۹۵۰۱ مربع میل کو آپ کی خلافت کے ایام یعنی تین ہزار سات سو پچاس ۳۷۵۰ پر تقسیم کیا جائے تو کم وبیش ساڑھے تین سو ۳۵۰ مربع میل کا یومیہ اضافہ ہوا۔ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی تصریح کے مطابق آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدت خلافت میں بڑے بڑے شہروں کی تعداد کم وبیش ایک ہزار چھتیس ۱۰۳۶ ہے، ان تمام شہروں کے مضافاتی علاقوں کی تفصیل جدا ہے۔

فتوحاتِ فاروقی کی وجوہات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا غور تو کیجئے، فتوحات فاروقی جس دور میں ہوئیں اس میں آج کل کے جدید دور کی طرح کوئی بھی وسائل موجود نہ تھے، آج کل تو ایسے ذرائع موجود ہیں کہ مہینوں کا سفر دنوں میں، دنوں کا سفر گھنٹوں میں، گھنٹوں کا سفر منٹوں میں اور منٹوں کا سفر سیکنڈوں میں طے ہوجاتا ہے، پہاڑی علاقوں کی فتوحات میں اسلامی لشکر کو مقام جنگ تک پہنچنے کے لیے کئی کئی دنوں کا سفر کرنا پڑا، اس دور میں تو اونٹ اور گھوڑے کے سوا کوئی عمدہ سواری بھی میسر نہ تھی، فقط انہی پر سفر کرنا ممکن تھا، ان بہترین سواریوں کی اسلامی لشکر میں موجودگی کا یہ حال تھا کہ کوئی بھی ایسی جنگ نہ ہوئی کہ جس میں اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کے پاس کوئی نہ کوئی سواری ہو، بلکہ بہت ہی قلیل تعداد میں سواریاں ہوتی تھیں۔ آج کے سفروں میں تو کافی سہولیات میسر ہوتی ہیں، کہیں بھی کھانے پینے کی تنگی نہیں ہوتی، جبکہ اس دور میں تو خصوصاً سفر میں کھانے پینے کی قلت کا شدید سامنا ہوتا تھا، زادِ سفر میں کھجوریں، کشمش، سرکے اور ستو وغیرہ کے سوا کوئی خاص غذا نہ ہوتی تھی، یہ زادِ سفر بھی نہایت قلیل ہوتا تھا۔ اگر کسی مجاہد کو پانچ سے زیادہ کھجوریں اور میٹھا پانی پینے کو مل جاتا تو گویا اس کی عید ہی ہوجاتی تھی۔ آج کل کے جدید دور میں فوجی جرنیلوں اور عام فوجیوں کو جنگی تربیت دی جاتی ہے جبکہ

عہدِ رسالت میں دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کفار کے ساتھ جنگیں لڑیں اِن جنگوں میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سمیت عرب شریف کے بڑے بڑے علاقے اِسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔

پھر خلیفۂ رسول اللہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں کفار و مرتدین و منکرین زکوٰۃ کے خلاف مختلف جنگیں لڑی گئیں، عہدِ فاروقی کے شروع ہونے تک پورا جزیرۂ عرب اِسلامی سلطنت بن چکا تھا۔

پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عہدِ خلافت آیا اور آپ کے عہد میں جزیرۂ عرب کے باہر شام، مصر اور ایران کے کئی بڑے بڑے علاقوں میں جنگیں لڑی گئیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے یہ تمام علاقے بھی سلطنت اِسلامیہ میں شامل ہو گئے۔

اُس دور میں ایسا کوئی نظام رائج نہ تھا، جنہیں ورثے میں ایسی مہارت ملتی یا کوئی اپنے طور پر اسے حاصل کر لیتا تو الگ بات تھی ورنہ کسی کو باقاعدہ اس کی تربیت نہ دی جاتی تھی۔ کفار کے مقابلے میں اِسلامی لشکر کے سپہ سالار سمیت تمام سپاہیوں پر شرعی احکامات کی پاسداری بھی لازم تھی، ایسا نہ تھا کہ دن کو جنگ کرو، رات کو کھاؤ پیو اور سو جاؤ، بلکہ اسلامی لشکر کے مجاہدین کبھی روزوں کو ترک نہ کرتے۔ جسمانی وروحانی طہارتوں میں کبھی کمی نہ آنے دیتے، شہروں کو فتح کرتے مگر کسی کا ایک پیسہ بھی نہ لُوٹا، نہ کسی کا مال واسباب برباد کیا، سینکڑوں گاؤں سے گزرے مگر ان کی کھیتیوں کو ہاتھ تک نہ لگایا، پکے ہوئے پھل دیکھتے مگر سخت بھوک پیاس کے باوجود انہیں چُھوا تک نہیں، کسی کی عزت وآبرو میں فرق نہ آنے دیا، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کے خون بہانے پر سختی سے پابندی تھی، اسلامی لشکر کے تمام مجاہدین دُنیوی عیش وعشرت کے لیے نہیں بلکہ اسلام کی سربلندی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے لیے جہاد کرتے تھے۔

جبکہ اُن کے مقابلے میں لشکر کفار کا معاملہ بالکل برعکس تھا۔ فوجوں کی کثرت ان کے پاس تھی، ہتھیاروں کی فراوانی تھی، عیش وعشرت کا سامان ان کے پاس تھا، الغرض دنیا کی وہ کونسی چیز تھی جو ان کے پاس نہ تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ چند ہزار کے اسلامی لشکر نے پورے ملک شام وایران کو تخت وتاراج کر دیا، اگر کسی کو ان دونوں فوجوں کا تقابل کیے بغیر فتوحات کی تفصیل بتائی جائے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ یقیناً اسلامی لشکر کی تعداد کروڑوں میں ہوگی، ان کے پاس کثیر وسائل ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی اپنا ہو یا غیر مذکورہ بالا تقابل کے بعد ہر شخص زبان حال وقال دونوں سے یہ پکار اٹھتا ہے کہ اسلامی لشکر کی فتوحات کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد ونصرت تھی، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فضل وکرم اور آپ کی خاص الخاص عنایت تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عظیم معجزہ تھا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کرامت تھی، مذہب اسلام کی حقانیت تھی، مسلمانوں کی فتوحات کا سبب ان کی اخلاقی اور دینی مدنی سوچ تھی، ان کا شریعت کے مطابق چلنا تھا، ان کا ہر شخص کے ساتھ عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنا تھا، ان کا عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر ظلم وستم نہ ڈھانا تھا۔ جس قوم کو یہ تمام باتیں حاصل ہوں وہ کبھی بھی شکست نہیں کھاتی، کیونکہ ایسے لوگوں کو کائنات کی ہر ہر شے کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی کامیابی میں دُنیوی عوارض رُکاوٹ نہیں بن سکتے۔

اصل وجہ، تکبر وغرور کا استحصال:

فتوحاتِ فاروقی کی بظاہر یہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں لیکن ایک وجہ عقلی بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان تمام باطل قوتوں کے غرور وتکبر کو خاک میں ملانے کے لیے اسلامی لشکر کی مدد فرمائی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے مکتوب لکھے تو چند بادشاہوں نے اپنے غرور وتکبر کے سبب ان کی بے ادبی کی، عہدِ فاروقی میں ان ہی بادشاہوں کی سلطنتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نیست ونابود فرمایا۔ گویا ان کے غرور وتکبر کو **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلاموں کے ذریعے نیست ونابود کر دیا گیا۔

فتوحات میں فاروقِ اعظم کا اختصاص

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بظاہر ان تمام جنگوں میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خود شرکت نہ فرمائی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ جرنیل ہی جنگ لڑتے رہے لیکن واضح رہے کہ تمام فتوحات کا دارومدار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذاتِ گرامی پر ہی تھا۔ نیز ان تمام فتوحات کے ساتھ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذاتِ مبارکہ کا اختصاص ہے۔ اس پر چند دلائل اور قرائن وشواہد پیش خدمت ہیں:

❀...... یہ بات **اَظْھَر مِنَ الشَّمْس** (سورج سے زیادہ روشن) ہے کہ کوئی بھی فوج اگرچہ بہترین شہسواروں، جنگی ساز وسامان سے لیس ہو مگر اس کی کامیابی کا دارومدار اس کے کمانڈ کرنے والے شخص پر ہوتا ہے اور اسلامی لشکر کی کمانڈ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ میں تھی، گویا اسلامی لشکر کی فتح وشکست کی ڈور آپ کے ہاتھ میں تھی۔

❀......تمام بڑے بڑے علاقوں کی فتوحات میں جو فوجیں شریک تھیں ان کے بڑے بڑے سپہ سالار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کے مقرر کردہ تھے، البتہ ایک ہی لشکر کے مختلف حصوں کے سپہ سالار عموماً اسلامی لشکر کے بڑے سپہ سالار ہی منتخب کرتے رہتے تھے۔

❀......عین عروج وزوال کے وقت بڑے کمانڈر کی تبدیلی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی لاجواب فراست تھی، جو دشمنوں کے ساتھ ساتھ خود اسلامی لشکر کے معاملات پر بھی خاصی اثر انداز ہوتی تھی۔

❀......بڑے بڑے شہروں کی طرف روانگی، ان کے محاصرے اور فتح کے معاملے میں سپہ سالار سمیت پورا

اسلامی لشکر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کے حکم کا پابند تھا، کوئی بھی ایسا بڑا شہر نہ تھا جس کی طرف روانگی، اس کا محاصرہ یا فتح آپ کے حکم کے بغیر ہوئی ہو۔

......جنگی معاملات کے ساتھ ساتھ اسلامی لشکر میں موجود سپہ سالار سے لے کر ایک عام فوجی کے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی عمومی ہدایات آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کی عطا کردہ تھیں۔

......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسلامی لشکر کے لیے ایسے جنگی اصول وضوابط مقرر فرمائے کہ سپہ سالار سے لے کر ایک عام فوجی بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نظروں میں تھا، گویا اسلامی لشکر میں عملی قوت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اسلامی لشکر میں موجودگی پر دلالت کرتی تھی۔

......اسلامی لشکر کی مختلف علاقوں میں روانگی، محاصرے، جنگ کرنے سے فتح تک کے تمام معاملات کی مکمل تفصیل آپ کے پاس اس طرح پہنچتی تھی کہ گویا آپ خود ان کے ساتھ ہیں۔

......اسلامی لشکر سے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ باہمی رابطہ اتنا مضبوط تھا کہ اسلامی لشکر سینکڑوں میل دور فتح سے ہَمکِنَار ہوتا تو فتح کی خوشی میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بذریعہ مکتوب ایسی شرکت ہوتی جیسے آپ خود لشکر میں موجود ہوں۔

......اسلامی لشکر کی سپہ سالار سے لے کر ایک عام فوجی بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایسی اطاعت کرتا تھا گویا آپ ہر شخص کے عمل کو بذاتِ خود ملاحظہ فرما رہے ہوں۔ ہر شخص آپ کا مُطِیع وفرمانبردار تھا، ہر قسم کے بڑے بڑے فیصلوں کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضری ضروری تھی۔

......اسلامی لشکر کو پیش آنے والے بڑے بڑے مسائل آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ہی حل کیا کرتے تھے۔ کئی جنگوں میں طویل محاصرے کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مضبوط حکمت عملی کے سبب مسلمانوں کو فتح ونصرت حاصل ہوئی، جہاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذاتِ مبارکہ کی حاجت ہوتی وہاں آپ خود ہی تشریف لے جاتے جیسا کہ فتح بیت المقدس کے موقع پر آپ خود ہی تشریف لے گئے۔ مذکورہ بالا تمام دلائل وشواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان تمام فتوحات میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خصوصیت ہے۔

فتوحاتِ فاروقی کی آخری حد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فتوحاتِ فاروقی کی آخری حد مکران کا علاقہ ہے، اس کی فتح کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سن ۲۳ ہجری میں حج سے واپسی کے بعد شہادت پائی۔ فقط فتوحات کو دیکھ کر ایسا نہیں لگتا کہ ان کی کمانڈ کرنے والا کوئی ایک شخص ہے بلکہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ماہِر وحاذِق لوگوں پر مشتمل ایک پوری قوم ہے جس کا ان تمام فتوحات کے پیچھے ہاتھ ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات مبارکہ ہمہ جہت شخصیت تھی، ملک شام، عراق، مصر اور ملک ایران جیسے اہم مَحاذوں پر مُنظَّم طریقے سے جنگ کی کمانڈ کرنا، مالِ غنیمت کی تقسیم، اسلامی لشکر کی ہر ہر معاملے میں رہنمائی کرنا، نیز اسی وقت سَلطنت کے مختلف معاملات کو سنبھالنا، ان کو صحیح رُخ پر چلانا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کی ذات مبارکہ تھی جو ان دونوں محاذوں پر بیک وقت اَحسن طریقے سے مسلمانوں کی رہنمائی فرمارہی تھی، اس کی سب سے بڑی وجہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل وکرم، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاص الخاص عنایت اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدنی تربیت تھی۔ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مختلف فتنوں کی سرکوبی کے دوران ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھا تھا نیز مختلف معاملات میں آپ ہی سے مشاورت فرماتے رہتے تھے، بظاہر مشاورت ہوتی تھی لیکن درحقیقت وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدنی تربیت تھی۔

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارق حق وباطل امام الہدی
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمان نبی ہم زبان نبی
جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقی گورنر اور اُن سے متعلقہ اُمور

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......حکومت ومنصب کے متعلق فرامین فاروقِ اعظم
- ......گورنروں کے تقرر کی شرائط، شرائطِ ثابتہ ونافیہ
- ......گورنروں سے متعلق اِحتیاطی تدابیر کا بیان
- ......فاروقی گورنروں کی چند اَہم خصوصیات کا بیان
- ......گورنروں کا سالانہ مدنی مشورہ
- ......حکمرانوں کی ذمہ داریوں کی تفصیل
- ......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور گورنروں کا اِحتساب
- ......حکمرانوں کو دی جانے والی سزائیں
- ......گورنروں کی معزولی، سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معزولی
- ......حکمرانوں سے متعلق رِعایا کی ذمہ داریاں
- ......عہدِ فاروقی میں مختلف صوبوں اور شہروں کے گورنر

فاروقی گورنرز اور اُن سے متعلقہ امور

مثالی حکومت اور اس کی کامیابی کا راز:

خلیفۂ رسول اللہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک دور میں فتوحات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں بھی جاری رہا۔ اِن فتوحات کا مقصد توحید و رسالت کا پرچار، عدل و اِنصاف کا قیام، نیکی کی دعوت کی ترویج و اشاعت اور اعلی و بلند اخلاق سے دنیا بھر کو روشناس کرانا تھا۔ کامیابی کا حصول بلاشبہ اعزاز ہے لیکن اِس کامیابی کی حفاظت کے لیے بہترین حکمت عملی اِختیار کرنا اور کامیابی کی بنیاد پر اپنے مقاصد پانے میں بھی کامیاب ہوجانا ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِس امتیازی خصوصیت سے نوازا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن ممالک کو فتح کرنے کے بعد کامیابی کا سفر جاری رکھنے کے لیے بہترین انتظامی ڈھانچہ ترتیب دیا۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس نظام کے قیام و بقا کے لیے سلطنت کے مختلف علاقوں میں گورنرز اور حاکم مقرر کیے۔

اِنتخابِ فاروقِ اعظم کے کیا کہنے۔۔۔!

واضح رہے کہ قابل، پاکباز اور باصلاحیت افراد کے بغیر نہ تو کوئی آئین مرتب کیا جاسکتا ہے، نہ ہی کوئی قانون بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی انتظامی ڈھانچے کی ترکیب ہوسکتی ہے۔ معاشرے میں سے ایسے اَفراد کا انتخاب، اُن کی صلاحیتوں کا درست جگہ استعمال ایک کامیاب حاکم کی فہم و فراست کی واضح دلیل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بے مثال فراست کے باکمال مالک تھے۔ آپ نے جس شعبے کے لیے جو حاکم یا ذمہ دار منتخب فرمایا اُس کی کامیابیوں اور طرزِ حکومت کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اِس ذمہ داری کے لیے آپ کو اِس شخص سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ کس منصب کے لیے کون مناسب ہے؟ کون بہتر اور کون بہترین؟ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن تمام باتوں کو اپنی کامل فراست سے بخوبی جان لیا اور پھر اسی کے مطابق ذمہ داران کا انتخاب فرمایا۔ یقیناً عوام کی فلاح و بہبود اور اُن کی اخلاقی تربیت میں ایک امانت دار حاکم کا بہت کردار ہوتا ہے، اگر حاکم درست ہو تو رعایا بھی درست ہی رہتی ہے، اگر حاکم ہی درست نہ ہو تو پھر رعایا تنزّلی کی عمیق وادیوں میں گرتی جاتی ہے۔

حکمرانوں اور ذمہ داران سے متعلق سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے چند فرامین پیش خدمت ہیں۔

حکومت ومنصب کے متعلق فرامین فاروق اعظم

(1)......حاکم کی چار خصلتیں:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بِن عمران رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِس مَنصبِ حکومت کے لائق صرف وہی شخص ہے جس میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں: (۱) نرمی ہو لیکن ایسی نرمی بھی نہیں جو کمزوری پر مشتمل ہو۔ (۲) سختی ہو مگر ایسی نہیں کہ جس میں شدت ہو۔ (۳) کفایت شعار ہو لیکن ایسا نہیں کہ اس میں بُخل ہو۔ (۴) لحاظ کرنے والا ہو لیکن ایسا نہیں کہ حد سے تجاوز کر جائے۔ کیونکہ اِن میں سے ایک بھی صفت ختم ہوگی تو بقیہ تینوں خود بخود ختم ہو جائیں گیں۔''[1]

(2)......کامیاب حاکم کے اَوصاف:

حضرت سیِّدُنا مُسْعَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر یعنی سلطنت کے معاملے کو صرف وہی شخص درست طریقے سے چلا سکتا ہے جو نہ تو ریا کاری کرتا ہو، نہ ہی تساہُل یعنی سُستی و بلاوجہ نرمی سے کام لیتا ہو، نہ ہی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو۔''[2]

(3)......گُمراہ کُن حکمرانوں کا خوف:

حضرت سیِّدُنا عُمَیر بن سَعد اَنصاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''اے کعب! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو تو ہرگز نہ چھپانا۔'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں! مجھے اگر معلوم ہوئی تو میں ہرگز نہ چھپاؤں گا۔'' پھر استفسار فرمایا: ''مَا اَخْوَفُ شَيْءٍ تَخَوَّفُهُ عَلٰی اُمَّةِ مَحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی وہ کونسی چیز ہے جس کا تمہیں اُمتِ محمدیہ پر خوف ہے؟'' عرض کیا: ''اَئِمَّةً مُّضِلِّيْنَ یعنی گمراہ کُن حکمران۔'' فرمایا: ''تم نے سچ کہا کیونکہ یہ

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب کیف ینبغی للقاضی۔۔۔الخ، ج ٨، ص ٢٣٢، حدیث: ١٥٦٣٧۔

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب کیف ینبغی للقاضی۔۔۔الخ، ج ٨، ص ٢٣٢، حدیث: ١٥٣٦٩۔

راز مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ارشاد فرمایا تھا۔''[1]

(4)......دین کو آزمائش میں ڈالنے والی شے:

حضرت سیِّدُنا عمران بن عبد **اللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کیا: ''**مَالَکَ لَاتَسْتَعْمِلُنِيْ** یعنی کیا بات ہے کہ آپ مجھے کوئی حکومتی ذمہ داری نہیں دیتے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَکْرَہُ اَنْ یُّدَنِّسَ دِیْنَکَ** یعنی میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ آپ کی یہ ذمہ داری آپ کے دین کو عیب دار کردے۔''[2]

گورنروں کے تقرر کی شرائط

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم گورنروں کے انتخاب میں دو طرح کی شرائط کا اعتبار کیا کرتے تھے: (۱) **شرائط ثابتہ:** یعنی وہ اچھی صفات جن کا کسی گورنر یا حاکم کی ذات میں پایا جانا ضروری ہے۔ (۲) **شرائط نافیہ:** یعنی وہ قبیح صفات جن کا کسی گورنر یا حاکم کی ذات میں نہ پایا جانا ضروری ہے، تفصیل یوں ہے:

گورنروں کی شرائطِ ثابتہ

(1)......حاکم طاقتور ہو:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بھی کسی کو حاکم یا گورنر مقرر فرماتے تو اس بات کو ضرور پیشِ نظر رکھتے کہ وہ قوت وطاقت کے اِعتبار سے بھی کوئی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر آپ کو ایسا کوئی شخص مل جاتا تو آپ اُسے ترجیح دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے حضرت سیِّدُنا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معزول کرکے حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن قَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ذمہ دار بنایا اور حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وحضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضرت سیِّدُنا اَمیرِ مُعاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ماتحت کردیا تو سیِّدُنا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِس کا سبب پوچھا۔ آپ نے اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ''**اِنَّکَ لَکَمَا اَحَبُّ وَلٰکِنِّيْ**

1......مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۹۷، حدیث: ۲۹۳۔

2......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۳۷۹۔

اُرِیْدُ رَجُلاً اَقْوٰی مِنْ رَجُلٍ بے شک میں تم دونوں سے محبت کرتا ہوں لیکن میں تم سے زیادہ طاقتور شخص چاہتا ہوں۔'' سیِّدُ نا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور یہی بات آپ لوگوں کے سامنے بھی بیان فرما دیجئے تاکہ اُن کے دل بھی میرے معاملے میں صاف ہوجائیں۔'' سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا: ''اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَاعَزَلْتُ شُرَحْبِیْلَ عَنْ سُخْطَۃٍ وَلٰکِنِّیْ اَرَدْتُّ رَجُلًا اَقْوٰی مِنْ رَجُلٍ یعنی اے لوگو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی ناراضگی وغیرہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ میں اِن سے زیادہ طاقت وقوت والا شخص چاہتا ہوں۔''(1)

حضرت سیِّدُ نا زُہری رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنِّیْ لَاَتَحَرَّجُ اَنْ اَسْتَعْمِلَ الرَّجُلَ وَاَنَا اَجِدُ اَقْوٰی مِنْہُ یعنی میں اس پریشانی سے بچتا ہوں کہ زیادہ قوی شخص کے ہوتے ہوئے کسی اور کو حاکم بنادوں۔''(2)

(2)......حاکم امانت دار ہو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کسی بھی عہدے کی تقرری میں امانت داری کو اَوّلین ترجیح دیتے تھے، آپ کے نزدیک حاکم بننے کے لائق ہی وہ شخص تھا جو امانت دار ہو۔ کیونکہ حاکم جب تک امانت داری سے کام لے گا تب تک رعایا بھی امانت داری سے کام لے گی ورنہ بے اعتدالی، بدنظمی اور ظلم جیسے ناسور معاشرے میں پیدا ہوکر اس کے بگاڑ کا سبب بنیں گے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا حَسَن رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ''اَلرَّعِیَّۃُ مَؤَدِّیَۃٌ اِلَی الْاِمَامِ مَا اَدَّی الْاِمَامُ اِلَی اللّٰہِ فَاِذَا رَتَعَ الْاِمَامُ رَتَعُوْا یعنی رعایا اُس وقت تک اپنے امام یعنی حاکم سے امانت داری کرے گی جب تک وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے امانت داری کرے گا، جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے امانت داری کرنا چھوڑ دے گا تو رعایا اُس سے امانت داری چھوڑ دے گی۔''(3)

---

1 ......الکامل فی التاریخ، ذکر طاعون عمواس، ج ۲، ص ۴۰۲، تاریخ ابن عساکر، ج ۲۲، ص ۴۷۴۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۲۔

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ج ۸، ص ۱۴۷، حدیث: ۸۔

امانت اورعہدے کے بارے میں پوچھ گچھ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ کسی بھی علاقے پر گورنر یا حاکم کا تقرر ایک امانت داری والا کام ہے، اگر اس علاقے پر امین حاکم کا تقرر نہ کیا گیا تو وہاں کے رہنے والے لوگوں کے ساتھ یہ خیانت ہوگی۔ **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا اُس میں ارشاد فرمایا: ''مجھ سے میری امانت اور عہدے کے بارے میں پوچھا جائے گا، میں اپنی امانت کو کسی ایسے شخص کے سپرد نہ کروں گا جو اِس کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ ہی میں نا اہل کو کوئی منصب دوں گا، میں یہ منصب صرف اُسی کو دوں گا جو امانت کی ادائیگی، مسلمانوں کی عزت وتوقیر میں رغبت رکھتا ہے۔''(1)

(3)......حاکم عالم دین ہو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں جس شخص کو بھی حاکم یا کسی بھی معاملے کا ذمہ دار مقرر فرمایا اُس کی ذات میں ایک شرط لازمی جزء کی حیثیت رکھتی تھی کہ وہ اُس فن کا عالم بھی تھا، آپ نے کبھی کسی جاہل شخص کو کوئی منصب عطا نہیں فرمایا۔ خصوصاً اسلامی فوجوں کے جب امیر مقرر فرماتے تو اُس میں صاحب علم لوگوں کو ترجیح دیتے۔

(4)......حاکم تجربہ کار اور صاحب بصیرت ہو:

حاکم کے لیے دیگر تمام صفات کے ساتھ ساتھ تجربہ کار اور صاحب بصیرت ہونا بھی نہایت ضروری ہے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے اگر دو ایسے افراد انتخاب کے لیے آتے جن میں ایک تجربہ کار ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُس کے تجربے کی بنا پر دوسرے فرد پر ترجیح دیتے اگرچہ وہ ترجیح دیے جانے والے سے مقام ومرتبہ میں افضل واعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات ضروری نہیں کہ ایک شخص متقی ونیک پارسا ہو تو دنیاوی معاملات میں بھی وہ مہارت رکھتا ہو، اِسی طرح کوئی شخص علمی حوالے سے فوقیت رکھتا ہو تو ضروری نہیں کہ وہ دنیوی، سیاسی یا تنظیمی اعتبار سے بھی تجربہ کار ہو۔

دراصل سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ معیارِ انتخاب آپ کی دُور اندیشی پر دلالت کرتا ہے کہ دین دار، متقی،

(1)......کتاب الثقات لابن حبان، ذکر استخلاف عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۱۸۴ ملتقطاً۔

بااخلاق آدمی اگر دُنیوی معاملات میں تجربہ وبصیرت نہ رکھتا ہوتو وہ گمراہوں کے دھوکے میں آسکتا ہے اور اگر وہ تجربہ کاراورصاحب بصیرت ہوگاتو لوگوں کی مختلف طرح کی چرب زبانی اوراُن سے پیدا ہونے والےفسادکوفوراً بھانپ لے گا۔

(5)......حاکم شفیق ومہربان ہو:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خودبھی نہایت شفیق تھےاورآپ کی یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ جسے بھی حاکم مقرر کریں وہ مذکورہ تمام صفات کے ساتھ ساتھ انتہائی شفیق ومہربان بھی ہو۔دراصل آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ مدنی سوچ آپ کی اعلیٰ ظرفی اوراُمَّتِ مُسلِمہ پر شفقت ومحبت پر دلالت کرتی ہے۔جس شخص میں اپنی رعایا یا ماتحت افراد پر شفقت ومحبت کرنے کا ذہن نہیں وہ آپ کے نزدیک کوئی عہدہ دیے جانے کے قابل نہیں۔چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابُوعُثمان نَہدِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قبیلہ بَنُواَسَد کے ایک شخص کوحاکم بنایا۔وہ عہدہ لینے کے لیے بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہواتو دیکھا کہ آپ کاایک چھوٹا مدنی منا بھی آپ کے پاس موجود ہےاورآپ اُسےفرطِ محبت سے چوم رہے ہیں۔اُس نے تعجب سے کہا: ''حضور! کیا آپ اس بچے کو چوم رہے ہیں؟میں نے کبھی اپنی اولاد کومحبت سے نہیں چوما۔'' یہ سن کرسیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نےسخت ناپسندیدگی کا اِظہار کرتے ہوئے ارشادفرمایا: ''**فَاَنْتَ بِالنَّاسِ اَقَلُّ رَحْمَۃً هَاتِ عَهْدَنَا لَا تَعْمَلْ لِي عَمَلاً اَبَدًا** یعنی تم تو لوگوں پر بہت کم رحم کرنے والے ہو، لاؤ ہمارا عہدہ واپس کرواورآئندہ تم کبھی کوئی حکومتی کام نہیں کروگے۔''(1)

نرمی وبُردباری کادرسِ فاروقی:

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن حکیم رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نرمی وبُردباری کا درس دیتے ہوئے ارشادفرمایا: ''اِمام یعنی حاکم کی بُردباری ونرمی سے بڑھ کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی بُردباری اور نرمی محبوب نہیں، اسی طرح حاکم کی جہالت اور بیوقوفی وحماقت سے بڑھ کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں۔یادرکھو!جو حاکم اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ عَفو ودَرگُزر سے پیش آتا ہے

---

(1)......سنن کبری، کتاب السیر، باب ماعلی الوالی من امر الجیش،ج ۹، ص ۷۲، حدیث: ۱۷۹۰۶۔

تو اس کے ساتھ بھی عفو کا معاملہ کیا جاتا ہے جو حاکم اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف فراہم کرتا ہے اسے بھی اس کے معاملات میں کامیابی و کامرانی عطا کی جاتی ہے۔''[1]

فاروقِ اعظم اور ایک حاکم کی گرفت:

حضرت سیِّدُنا زَید بن وَہب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه باہر نکلے، آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں میں تھے، آپ فرما رہے تھے: ''**یَا لَبَّیْکَاهُ یَا لَبَّیْکَاهُ** یعنی ہاں میں حاضر ہوں، ہاں میں حاضر ہوں۔'' لوگوں نے حیران ہوکر پوچھا کہ حضور! کیا بات ہے آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ ارشاد فرمانے لگے کہ اُن کے پاس اُن کے ایک اسلامی لشکر کے امیر کی طرف سے مکتوب آیا جس میں اس نے لکھا کہ وہ لوگ ایک نہر کے پاس پہنچے، نہر پار کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی، اس لشکر کے امیر نے نہر کی گہرائی دیکھنے کے لیے کسی کو بلوایا، ایک بوڑھے شخص کو لایا گیا، سردیوں کا موسم تھا، اس نے کہا کہ مجھے ٹھنڈ لگ جائے گی۔ امیر نے اس پر زبردستی کی، وہ نہر میں اترا اسے زیادہ ٹھنڈ لگی تو وہ بے ساختہ مجھے پکارنے لگا: ''**یَا عُمَرَاهُ یَا عُمَرَاهُ** یعنی اے عمر میری مدد کیجئے، اے عمر میری مدد کیجئے۔'' یہاں تک کہ وہ ڈوب گیا۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اس امیر کو طلب کیا، جب وہ آپ کی بارگاہ میں آیا تو آپ چند دنوں تک اس سے اِعراض کرتے رہے، کیونکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو سزا دیتے تو اُس سے اِعراض کرتے، بات وغیرہ نہ کرتے۔ پھر ایک دن آپ نے اُس امیر کو بلا کر پوچھ گچھ کی تو اس نے عرض کیا: ''حضور! میں نے اُسے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا، ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کے ذریعے اُس نہر کو عبور کرتے، اِس لیے ہم نے ایسا کیا۔''

یہ سن کر آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''**لَرَجُلٌ مُسْلِمٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ جِئْتَ بِهٖ لَوْ لَا اَنْ تَکُوْنَ سُنَّةً لَضَرَبْتُ عُنُقَکَ اِذْهَبْ فَاَعْطِ اَهْلَهٗ دِیَتَهٗ وَاخْرُجْ فَلَا اَرَاکَ** یعنی ایک مسلمان کی جان میرے نزدیک ہر اُس چیز سے زیادہ پیاری ہے جو تم میرے پاس لائے ہو، اگر مجھے یہ طریقہ رائج ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور تمہاری گردن اڑا دیتا۔ جاؤ یہاں سے اور اس شخص کے گھر والوں کو دیت دے دو اور آج کے بعد میں

---

[1] ......کنز العمال، کتاب الخلافة، آداب الامارة، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۴۳۳۱۔

تمہاری شکل نہ دیکھوں۔‘‘[1]

(6)......حاکم وہ جو رعایا میں سے لگے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قلبی طور پر ایسے شخص کو حاکم بنانے کی خواہش رکھتے تھے جو حاکم بننے کے بعد عوام اور رعایا میں ایسے رہے جیسے وہ انہی میں سے ایک فرد ہو اور جب وہ حاکم نہ ہو تو ایسا لگے جیسے وہی حاکم بنائے جانے کے قابل ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا عامر شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ’’**دُلُّوْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ اَسْتَعْمِلُهٗ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ اَهَمَّنِيْ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ** یعنی مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جسے میں مسلمانوں کے کسی اہم معاملے کا نگران بنا سکوں۔‘‘ لوگوں نے کہا: ’’حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔‘‘ فرمایا: ’’وہ تو ضعیفُ العُمر ہو چکے ہیں، کسی اور کا بتاؤ۔‘‘ عرض کیا: ’’فلاں۔‘‘ فرمایا: ’’اس کی مجھے کوئی حاجت نہیں۔‘‘ لوگوں نے عرض کیا: ’’حضور آپ کو کیسا شخص چاہیے؟‘‘ فرمایا: ’’مجھے ایک ایسے شخص کی تلاش ہے جسے میں حاکم بناؤں تو وہ رعایا کا ہی ایک فرد لگے اور اگر وہ ان کا حاکم نہ ہو تو ایسے لگے جیسے وہی ان کا حاکم ہے۔‘‘ لوگوں نے حضرت سیِّدُ نا رَبیع بن زِیاد حارِثی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی نشاندہی کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ’’تم لوگوں نے سچ کہا۔‘‘[2]

گورنروں کی شرائط نافیہ

(1)......حاکم فاسق وفاجر نہ ہو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فاسق وفاجر شخص کو ذمہ داری دینا قطعاً پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا عمران بن سُلَیم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ’’**مَنِ اسْتَعْمَلَ فَاجِرًا وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ فَاجِرٌ فَهُوَ فَاجِرٌ مِثْلُهٗ** یعنی جس نے کسی فاسق وفاجر شخص کو نگران بنایا اور وہ جانتا تھا کہ میں نے جس کو حاکم بنایا ہے وہ فاسق وفاجر ہے تو نگران بنانے والا

---

1 ......سنن کبری، کتاب الاشربۃ، السلطان یکرہ احدا علی ان یدخل نہرا۔۔۔الخ، ج۸، ص ۵۵۹، حدیث: ۱۷۵۵۵۔

2 ......کنز العمال، کتاب الخلافۃ، آداب الامارۃ، الجزء: ۵، ج۳، ص ۳۰۴، حدیث: ۱۴۳۰۷۔

بھی اسی کی طرح ہے۔''[1]

گورنروں کے نام نماز کے متعلق عمومی فرمان:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گورنروں کے پاس نماز کے متعلق یہ عمومی فرمان بھیجا کہ: ''**اِنَّ اَھَمَّ اَمْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلَاۃُ مَنْ حَفِظَھَا اَوْ حَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ** یعنی میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے خود اس کی حفاظت کی اور اس پر مُحافظت اختیار کی، اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور جس نے نماز ضائع کردی وہ دوسری چیزوں کو بَدَرَجہ اَولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا۔''[2]

تارِکِ نماز کے مُتعلّق فرمان:

حضرت سیِّدُنا ہِشَام بن عُروَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تارِکِ نماز کے متعلق ارشاد فرمایا: ''**اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یُضِیْعُ مِنَ الصَّلَاۃِ فَھُوَ لِغَیْرِھَا مِنْ حَقِّ اللہِ اَشَدُّ تَضْیِیْعاً** یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ کوئی نماز ضائع کررہا ہے تو سمجھ جاؤ کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دیگر حقوق کو زیادہ ضائع کرتا ہوگا۔''[3]

(2)......حاکم ظالم نہ ہو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے کسی بھی حاکم کو ظلم کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَعِید بن مُسَیَّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَیُّمَا عَامِلٍ لِیْ ظَلَمَ اَحَداً وَبَلَغَنِیْ مَظْلَمَتَہٗ وَلَمْ اُغَیِّرْھَا فَاَنَا ظَلَمْتُہٗ** یعنی میرے مقرر کیے ہوئے کسی بھی حاکم نے کسی بھی شخص پر کوئی ظلم کیا اور مجھ تک اس کے ظلم کی خبر پہنچ گئی اس کے باوجود اگر میں نے اسے تبدیل نہ کیا تو یہ ایسے ہوگا جیسے میں نے اس پر ظلم کیا۔''[4]

---

1 ......اخبار القضاۃ، ج ۱، ص ۶۹، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۷۸۔

2 ......سنن کبری، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ تاخیر العصر، ج ۱، ص ۶۵۴، حدیث: ۲۰۹۶ ملتقطاً۔

3 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السابع والخمسون، ص ۱۷۴۔

4 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الحادی والاربعون، ص ۱۱۳۔

سختی ایسی جس میں ظلم نہ ہو:

حضرت سیِّدُ نا محمد کاتِب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''**اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَصْلُحُ اِلَّا بِالشِّدَّةِ الَّتِيْ لَا جَبَرِيَّةَ فِيْهَا وَبِاللِّيْنِ الَّذِيْ لَا وَهَنَ فِيْهِ** یعنی بے شک یہ امر حکومت اس سختی کے ساتھ درست ہوتا ہے جس میں ظلم نہ ہو اور اس نرمی کے ساتھ درست ہوتا ہے جس میں کمزوری نہ ہو۔''(1)

(3)......حاکم ملامت کی پرواہ نہ کرے:

حاکم کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا سائِب بن یزید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کیا: ''کیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کروں یا اپنی ذات کو دیکھوں؟'' فرمایا: ''جس شخص کو مسلمانوں کے معاملات پر نگران بنایا گیا ہو تو اسے چاہیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے اور جو عام آدمی ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی ذات کا خیال رکھے اور اپنے حاکم کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔''(2)

(4)......جذباتی فیصلے سے اجتناب کرے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گورنروں واُمَراء کو فیصلہ کرنے کے حوالے سے ایک احتیاطی امر یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ وہ کبھی بھی جذباتی کیفیت میں فیصلہ نہ کریں، اس حوالے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے اُمَراء کو مختلف اَحکام اور مدنی پھول عطا فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ،

(1)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابُومُوسٰی اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ ''جب تم غصے میں ہو تو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرو۔''(3)

1......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۶۲۔

2......شعب الایمان، باب فی الامر بالمعروف۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۸۲، حدیث: ۷۵۶۲۔

3......مصنف عبدالرزاق، کتاب البیوع، کیف ینبغی للقاضی، ج ۸، ص ۲۳۲، حدیث: ۱۵۳۶۹ ملتقطاً۔

(2)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگی لشکروں کے اُمراء کو لکھا: ''کوئی بھی امیرِ لشکر چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کسی مسلمان پر حد جاری نہ کرے جب تک اس کا لشکر دشمنوں کی حُدُود سے نہ نکل جائے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دشمنوں کے سامنے حد جاری کرنے کے سبب غیرت میں آکر خدانخواستہ مشرکین سے مل جائے۔''(1)

(3)......حضرت سیِّدُنا حَنْظَلَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**لَیْسَ الرَّجُلُ اَمِیْناً عَلٰی نَفْسِہٖ اِذَا اَخَفْتَہٗ اَوْ اَوْثَقْتَہٗ اَوْ ضَرَبْتَہٗ** یعنی کوئی شخص اپنی ذات پر بھی امین نہیں رہتا جب تو اس کو ڈرائے، باندھے یا مارے۔''(2)

(5)......حاکم رشتہ داری کا لحاظ نہ کرے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو حاکم بنانا پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ جب کوئی شخص اپنی رشتہ داری کا لحاظ کرے گا تو یقیناً وہ کئی ایسی ضروری باتوں کو بھی نظر انداز کردے گا جو ایک حاکم کے لیے بہت ضروری ہیں، جب اس حاکم میں ضروری اُمور موجود نہیں ہوں گے تو وہ اپنی رعایا کے معاملات کو اچھے طریقے سے نہیں نبھا سکے گا یہی وجہ ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رشتہ داروں کو عہدہ دینا خیانت تصور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا لِمُوَدَّۃٍ اَوْ لِقَرَابَۃٍ لَا یَسْتَعْمِلُہٗ اِلَّا لِذَالِکَ فَقَدْ خَانَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالْمُؤْمِنِیْنَ** یعنی جس نے کسی شخص کو محبت اور رشتہ داری کی وجہ سے کوئی عہدہ دیا اور کوئی وجہ عہدے دینے کی نہیں تھی تو اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تمام مومنوں سے خیانت کی۔''(3)

1......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، هل يقام على المسلم۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۱۳۴، حديث: ۹۴۳۳۔

2......مصنف عبد الرزاق، کتاب العقول، الاعتراف بعد العقوبة والتهدد، ج ۹، ص ۴۸۷، حديث: ۱۹۰۶۳۔

3......مناقب امير المؤمنين عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص ۸۷۔

کنز العمال، کتاب الخلافة، الترهيب عنها، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۳، حديث: ۱۴۳۰۱۔

اپنے رشتہ داروں کو حاکم نہ بنایا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جلیل القدر صحابی رسول تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک حاکم کے لیے ضروری ہیں، اسی طرح حضرت سیِّدُ نا سَعِید بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قطعی جنتی صحابی اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بہنوئی تھے، آپ میں بھی وہ صلاحتیں موجود تھیں جو ایک حاکم کے لیے ضروری ہیں لیکن سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی ان دونوں کو حاکم نہ بنایا، بلکہ ایک دفعہ کسی نے سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حاکم بنانے کا مشورہ دیا تو اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اہل کوفہ پر میں اگر کسی نرم اور رحم دل شخص کو مقرر کرتا ہوں تو وہ کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر میں کسی سخت آدمی کو مقرر کرتا ہوں تو وہ شکایت کرتے ہیں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا شخص ملے جو طاقت ور بھی ہو، امانت دار بھی ہو۔'' ایک شخص نے عرض کیا: ''حضور! میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ان تمام صفات کا حامل ہے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''وہ کون ہے؟'' عرض کیا: ''حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔'' یہ سن کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**قَاتَلَکَ اللّٰہُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتَّ اللّٰہَ بِھَا** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے ہلاک فرمائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تو نے اس بات سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا۔''(1)

(6)......عہدے کا طالب نہ ہو:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس شخص کو کبھی عہدہ نہ دیتے تھے جو عہدہ طلب کرتا ہو کیونکہ آپ کے نزدیک ایسے شخص سے بہت بعید ہے کہ وہ انصاف کر سکے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا ہِشَام بن عُروَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**مَاحَرَصَ رَجُلٌ کُلَّ الْحِرْصِ عَلَی الْاِمَارَۃِ فَعَدَلَ فِیْھَا** یعنی جو کوئی شخص مَنصب کی حِرص و لالچ رکھتا ہو، ممکن نہیں کہ عہدہ ملنے کے

---

(1)......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الحادی والاربعون، ص ۱۱۴۔

بعد وہ لوگوں میں انصاف قائم کر سکے۔“[1]

(7)......حاکم تجارت نہ کرے:

حضرت سیِّدُنا سُلَیمان بن مُوسیٰ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا: ”**اِنَّ تِجَارَةَ الْاَمِيرِ فِی اِمَارَتِهٖ خَسَارَةٌ** یعنی حاکم کا اپنی حکومت میں تجارت کرنا خَسارہ یعنی سَراسَر نقصان دہ ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی یہ دُور اندیشی تھی کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے حاکم وقت کے اپنی رعایا میں تجارت کرنے کے نقصانات کو پہلے ہی جان لیا تھا، واقعی جو حاکم اپنی ہی رعایا میں تجارتی معاملات کرے گا تو اس سے کئی نقصان ظاہر ہوں گے، مثلاً: ہوسکتا ہے لوگ اس کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے یا اس کے اچھے اخلاق کی وجہ سے مال کی خرید وفروخت میں نرمی کریں۔ نیز لوگ اس کے منصب کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی قسم کی نرمی کریں گے جس سے وہ اپنا بھی نقصان کریں گے اور حاکم کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو بھی خرید وفروخت سے منع فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُوحَرِیز سِجِسْتَانی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو لکھا: ”**لَا تَبِيعَنَّ وَلَا تَبْتَاعَنَّ وَلَا تُشَارَنَّ وَلَا تُضَارَنَّ وَلَا تَرْتَشِ فِي الْحُكْمِ وَلَا تَحْكُمْ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَاَنْتَ غَضْبَانُ** یعنی نہ تو تم کوئی چیز خریدنا اور نہ ہی کوئی چیز بیچنا، نہ ہی لوگوں کے ساتھ بدسُلوکی کرنا، نہ ہی ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا، نہ ہی فیصلہ کرنے میں رشوت خوری سے کام لینا، اور نہ ہی دو افراد کے مابین غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا۔“[3]

(8)......فقط شُبہے کی بنا پر پکڑ نہ کرے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی طرف سے تمام گورنروں کو اس بات کا خُصُوصی حکم دیا جاتا

1......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، باب فی الامارة، ج ۷، ص ۵۶۹، حدیث: ۹۔

2......سنن کبری، کتاب آداب القاضی، مایکرہ للقاضی۔۔۔الخ، ج ۱۰، ص ۱۸۳، حدیث: ۲۰۲۹۰۔

3......مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، کیف ینبغی للقاضی ان یکون، ج ۸، ص ۲۳۲، حدیث: ۱۵۳۶۹۔

تھا کہ جب تک معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ جائیں فقط شبے کی بنا پر کسی کے خلاف کوئی بھی کاروائی نہ کریں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ جُرَیج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ حاکم فقط اپنے علم کی بنیاد پر، یا فقط گمان پر، یا شبے پر کسی کی پکڑ نہ کرے۔[1]

گورنروں سے متعلق احتیاطی تدابیر

گورنروں کے انتخاب کے لیے مشاورت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مختلف اکابر و بزرگ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور بعض اوقات دیگر لوگوں سے بھی اس کے متعلق مشاورت فرماتے، پھر اسے گورنر منتخب فرمادیتے۔ جیسا کہ حضرت رَبِیع بن زِیاد حارِثی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلق دریافت فرمایا، لوگوں نے ان کی مدح کی تو انہیں گورنر مقرر فرمادیا۔[2]

گورنروں کی تقرری سے پہلے اُن کا امتحان:

بعض گورنروں کی تقرری سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امتحان لے کر تفتیش بھی کرلیا کرتے تھے کہ یہ شخص واقعی اس عہدے کا اہل ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اپنے پاس ایک سال تک رکھا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اے اَحْنَف! میں نے تمہیں آزمالیا ہے اور تمہاری صلاحیتوں کو پرکھ لیا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ تمہارا ظاہر بہت اچھا ہے اور امید ہے کہ تمہارا باطن بھی تمہارے ظاہر ہی کی طرح ہوگا۔''

پھر اسی طرح باتیں ہوتی رہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اِنَّمَا یُهْلِکُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ کُلُّ مُنَافِقٍ عَلِیْمٍ** یعنی اس اُمت کو علم والے منافقین ہی ہلاک کریں گے۔ لیکن اے اَحْنَف تم منافق نہیں ہو۔'' بعد ازاں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں حضرت سیِّدُنا ابُو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مُشیرِ خاص بنادیا اور ان سے فرمایا: ''**اَمَّا بَعْدُ فَادْنُ الْاَحْنَفَ بْنَ قَیْسٍ وَشَاوِرْهُ وَاسْمَعْ مِنْهُ** یعنی حمد وصلاۃ کے بعد میں تمہیں اس بات کا حکم

1 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب الشهادات، باب شهادة الامام، ج۸، ص ۲۶۶، حدیث: ۱۵۵۴۶۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الخلافة، آداب الامارة، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۴، حدیث: ۱۴۳۰۷۔

دیتاہوں کہ اَحْنَف بن قَیس کو اپنا قریبی مُشیر بناؤ، ان سے مختلف معاملات میں مشاورت کرو اور ان کی باتیں غور سے سنو۔“[1]

تقرری کے بعد عملی کیفیت پر نظر:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی کو گورنر یا حاکم مقرر فرماتے تو اس کے بعد اس کی عملی کیفیت کو بھی ملاحظہ کرتے کہ واقعی وہ اپنی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے نبھا رہا ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اِبنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے تم میں سے سب سے زیادہ علم والے کو تم پر حاکم مقرر کر دیا اور اسے حکم دے دیا کہ انصاف سے کام لو تو کیا میری ذمہ داری پوری ہوگئی؟“ لوگوں نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”نہیں بلکہ جب تک میں دیکھ نہ لوں کہ وہ میرے حکم پر عمل کرتا بھی ہے یا نہیں۔“[2] (تب تک میری ذمہ داری پوری نہیں ہوگی۔)

حاکم کے اَثاثوں کی تفصیل:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ افسران اور گورنروں کی تقرری سے قبل ان کے مال و جائیداد کی جانچ پڑتال بھی کر لیتے تھے تاکہ عہدہ سنبھالنے کے بعد ان کے مشاہرے کے علاوہ اضافی آمدنی پر نظر رکھی جاسکے، آپ کا یہ امر احتساب سے تعلق رکھتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی کو کوئی عہدہ دیتے تو اس کے لیے بیت المال سے اتنا وظیفہ جاری فرماتے کہ اسے تجارت کی حاجت نہ ہوتی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ امر تمام حکمرانوں و گورنروں کی دُنیوی اصلاح اور اُخروی فلاح پر مشتمل تھا۔ چنانچہ،

مال کے دو حصے کر دیے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اموال کی فہرست تیار کریں، ان گورنروں میں جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سب کے اموال

---

1 ...... طبقات کبری، الاحنف بن قیس، ج ۷، ص ۶۵۔

2 ...... شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل، ج ۶، ص ۲۴، حدیث: ۷۳۹۵۔

کے دو دو حصے کر کے ایک حصہ امانتاً اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا حصہ انہیں دے دیا۔[1]

فاروقِ اعظم مال کی تفصیل لکھ لیتے:

حضرت سیِّدُنا عامر شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو اس کی مال وغیرہ کی تفصیل لکھ لیا کرتے تھے۔''[2]

حاکم کی چند مطلق شرائط:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بھی کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو دو طرح کی شرائط ہوتیں، ایک تو وہ شرائط جو آپ اپنے ذہن میں رکھتے اور ان کو متعلقہ شخص کی ذات میں دیکھتے نیز دوسری کچھ مطلق شرائط بھی تھیں جو ہر حاکم کے لیے ضروری تھیں، جو شخص ان پر عمل کرنے کا عہد کرتا فقط اسی کو عہدہ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا خُزَیمہ بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بھی کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو اس کے لیے یہ شرائط لکھواتے: (۱) وہ اعلیٰ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرے گا۔ (۲) لذیذ و عمدہ کھانے نہیں کھائے گا۔ (۳) باریک لباس نہیں پہنے گا۔ (۴) حاجت مندوں کے سامنے اپنا دروازہ کبھی بھی بند نہیں کرے گا۔ جو شخص ان چاروں شرائط پر عمل نہیں کرے گا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔[3]

فیصلہ کرنے کی شرائط:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے تقویٰ و پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی چند شرائط کا لحاظ کیا جاتا تھا، جن کو آپ نے اپنے مبارک فرمان میں یوں بیان فرمایا: ''دنیا کے حکمران جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کریں گے اُس روز اُن کی ہلاکت ہوگی، سوائے اُن کے جو عدل و انصاف کو قائم کریں، حق اور سچ بات ہی کے ساتھ فیصلہ کریں، اپنے نفس کی خواہش پر فیصلہ نہ کریں، فیصلہ کرنے میں رشتہ داری کا لحاظ نہ کریں، اپنی رغبت پر فیصلہ نہ کریں، کسی کے خوف

---

1 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۳۔

2 ...... طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۳۳ ملتقطا۔

3 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۴۴، ص ۲۷۶، البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۲۱۴۔

سے فیصلہ نہ کریں اور **کتاب اللہ** کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔''[1]

معزز لوگوں کا احترام:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گورنروں کو اس بات کی بھی تاکید فرماتے تھے کہ جو شخص جس منصب کا ہو اس کا ویسا ہی لحاظ کیا جائے، اس میں کئی فوائد پوشیدہ تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد المَلِک بِن حَبِیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا: ''یہ عُرف ہے کہ لوگوں کے سردار ہوتے ہیں جن کے پاس وہ اپنی حاجتیں وغیرہ لے کر جاتے ہیں، لہٰذا تم بھی ان سرداروں کا اکرام کرنا اور کمزور مسلمان کے لیے یہی کافی ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے یا کوئی تقسیم کرتے ہوئے انصاف سے کام لیا جائے۔''[2]

لوگوں کی اِصلاح کا راز:

ایک کامیاب اور صاحبِ فِراست حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے تمام امور کو بھی جانتا ہو جن میں رعایا کی اصلاح پوشیدہ ہو، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف گورنروں کی تقرری کا فن جانتے تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس گورنر کی تقرری کب تک عوام کے لیے مُفید ہے، جیسے ہی اس گورنر کی تقرری کا وقت ختم ہوتا اسے فی الفور معزول کر دیتے یا تبدیل فرما دیتے، نیز آپ اس امر کو رعایا کی اصلاح کے لیے ایک بہترین امر قرار دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**هَانَ عَلَيَّ شَيْءٌ اُصْلِحُ بِهٖ قَوْمًا اَنْ اُبَدِّلَهُمْ اَمِيْرًا مَكَانَ اَمِيْرٍ** یعنی ایک بات ایسی ہے جس کے ذریعے میں کسی بھی قوم کی بہترین اِصلاح کر سکتا ہوں وہ یہ کہ اُن کے ایک امیر کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دوں۔''[3]

---

1. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیۃ فی الحکم۔۔۔الخ، ج ۵، ص ۳۵۴، حدیث: ۴۔
2. ......سنن کبری، کتاب قتال اھل البغی، ماعلی السلطان۔۔۔الخ، ج ۸، ص ۲۹۱، حدیث: ۱۶۶۸۸۔
3. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۵، تاریخ مدینۂ منورہ، ج ۲، الجزء: ۳، ص ۸۰۵۔

انتخابِ حاکم میں طبعی صفات کا لحاظ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے بعض حُکَّام کی تقرری میں مذکورہ تمام صفات کے علاوہ طبعی صفات کا بھی خصوصی لحاظ کیا کرتے تھے، مثلاً کسی بھی شہری شخص کو دیہاتی لوگوں پر حاکم مقرر نہ فرماتے، اسی طرح کسی دیہات سے تعلق رکھنے والے شخص کو شہریوں پر حاکم مقرر نہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی کسی شہر میں کوئی حاکم مقرر فرماتے تو اس کے ساتھ اس علاقے کے رہنے والے ایسے لوگوں کو بھی معاون بناتے جو وہاں کے رہن سہن کو اچھی طرح جانتے ہوں، کیونکہ اگر اس کے برعکس کیا جاتا تو ہوسکتا ہے شہری حاکم دیہاتیوں کے رہن سہن سے عدم واقفیت کی بنا پر کسی ایسی شے کی ممانعت کا حکم دے دے جو وہاں کے اعتبار سے بالکل معروف ہو، یہی غلطی شہریوں پر مقرر کیے گئے حاکم سے بھی صادر ہوسکتی تھی۔ البتہ آپ اپنے یہاں کے مقامی لوگوں کو دیگر شہروں پر نگرانی کے لیے ترجیح دیتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اَحکاماتِ شَرعِیَّہ کے نفاذ وغیرہ تمام امور میں یہ لوگ آپ کے مُعتَمَد عَلَیہ تھے۔ آپ ان پر اعتماد فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا جَرِیر بِن عبد اللہ بَجَلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو عراق میں قومِ بَجِیلَہ کا حاکم بنایا، سیِّدُنا سَلمان فارِسی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو مدائن، حضرت سیِّدُنا نافِع بِن حارِث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکہ مکرمہ اور حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن ابُوالعَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طائِف والوں کا گورنر مقرر کیا۔ یقیناً آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ان دونوں اُمور کے پیچھے مخصوص مقاصد تھے۔

گورنروں سے عہد نامہ:

کتب سیر و تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو اپنی مجلس شوریٰ سے مشاورت کے بعد اس کے لیے ایک عہد نامہ تحریر فرماتے جس میں اس کے عہدے کے متعلق حکم نامہ اور مختلف معاملات کی تفصیل ہوتی، اگر وہ حاکم آپ کے پاس ہی موجود ہوتا تو اسے وہ دے دیا جاتا بصورت دیگر وہ جہاں بھی ہوتا اسے وہ عہد نامہ وہاں پہنچا دیا جاتا۔ جیسا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بحرین کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَلاء بِن حَضرَمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو عہد نامہ ارسال کیا اور حکم دیا کہ بصرہ چلے جاؤ۔

اگر پہلے سے موجود کسی گورنر کو معزول کرتے تو نئے گورنر کے ہاتھ اس کی معزولی کا حکم نامہ بھیجتے جیسا کہ حضرت

سیِّدُ نامُغیرہ بِن شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کومعزول کیا توحضرت سیِّدُ نا ابُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کومعزولی کاحکم دے کر بھیجا۔اسی طرح اگر وہیں کے کسی شخص کو حاکم بنانا ہوتا تو قاصِد کوحکم نامہ دے کر بھیجا جاتا جیسا کہ حضرت سیِّدُ نا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کومعزول فرمایا تو قاصد کو یہ حکم نامہ دے کر بھیجا کہ خالِد بن ولید کومعزول کر کے حضرت سیِّدُ نا ابُو عُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کولشکر کا امیر مقرر کردیا گیا ہے۔اس طرح کی بیسیوں مثالیں کتب سیر وتاریخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

گورنروں سے خط وکتابت:

واضح رہے کہ عُرف کا معاشرے میں بہت بڑا دخل ہے،اَحکامِ شَرعِیَّہ کاایک بڑا حصہ عُرف سے تعلق رکھتا ہے،جو حاکم اپنے علاقے کے عُرف سے واقف نہ ہو یقیناً وہ کسی صورت بھی کامیاب حاکم نہیں ہوسکتا،یہی وجہ ہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود بھی مفتوحہ علاقوں کا دورہ فرماتے تاکہ وہاں کے عُرف وعادت کو جان سکیں اور اپنے گورنروں وعُمَّالوں سے بذریعہ خط وکتابت بھی اس معاملے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔حضرت سیِّدُ نا ابُومُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اکثر خط وکتابت فرماتے رہتے تھے۔

حکومتی معاملات میں مسلمانوں کی تقرری:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ مسلمانوں کے حکومتی معاملات میں کبھی بھی غیر مسلموں کومقرر نہیں فرماتے تھے۔حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک غیر مسلم غلام کو جو لکھائی پڑھائی کا ماہر تھا کاتب رکھنا چاہا توسیِّدُ نا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں منع فرمادیا۔نیز اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ غیر مسلم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خائن ہیں تو مسلمانوں کے معاملات میں ہم ان سے کیا امانت داری کی امید کریں۔[1]

البتہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اگر کسی غیر مسلم کواس کے قابل سمجھتے تو اسے مسلمان ہونے کی ترغیب دلاتے تھے۔جیسا کہ آپ کا ایک غلام ''اُسْق'' عیسائی تھا،آپ نے اس سے ارشاد فرمایا:''اگر تم اسلام لے آؤ تو میں مسلمانوں کے معاملات

1 ...... کنز العمال، کتاب الصحبة، صحبة الذمی، الجزء: ۹، ج۵، ص ۸۹، حدیث: ۲۵۶۷۷۔

میں تم سے مدد لوں گا کیونکہ میرے نزدیک مسلمانوں کے معاملات میں غیر مسلموں سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔‘‘[1]

فاروقی گورنروں کی چند اَہَم خصوصیات

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مذکورہ بالا تمام صفات کے حامل افراد کو ہی مختلف عہدے دیا کرتے تھے، **بِحَمْدِ اللّٰہِ تعالٰی** آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ گورنروں نے کبھی بھی آپ کے عہد کی جان بوجھ کر عہد شکنی نہیں کی، بلکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذاتی صفات، مدنی سوچ کا اثر آپ کے گورنروں میں بھی دیکھنے میں آیا، آپ کے عَہد کے گورنروں کی تقویٰ و پرہیزگاری والی صفات کو دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی کو گورنر بناتے تو روحانی طور پر یہ دونوں صفات اسے سینہ بہ سینہ عطا فرما دیتے تھے۔ بہر حال آپ کے تمام گورنر قرآن وسنت کے عامل، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ پر مکمل بھروسہ کرنے والے، صادِق وامین، دِینی ودُنیوی صلاحیتوں کے ماہِر، بہادُری، مُرُوَّت، زُہد، وَرع جیسی صِفات سے موصوف، نہایت ہی عاجزی واِنکساری کرنے والے، شرعی حُدُود قائم کرنے والے، بُردبار، حوصلہ مَند، بُلَند ہِمَّت، دُور اندیش، عادِل ومُنصِف، مُشکلات سے نپٹنے کی بھر پور صلاحیت رکھنے والے اوران جیسی تمام صفات کے حامل تھے، البتہ چند صفات کو امتیازی حیثیت بھی حاصل تھی، تفصیل کچھ یوں ہے:

فاروقی گورنروں کا زہد وتقویٰ:

زہد وتقویٰ میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گورنروں میں حضرت سیِّدُنا سَعِید بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عُمَیر بن سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سَلمان فارِسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ابُومُوسیٰ اَشعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ ان پرہیزگار ہستیوں کے تقویٰ وپرہیزگاری کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بعض اوقات ان کے گھر والے بھی اس کو بہت محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قبیلہ بنو کِلاب یا قبیلہ بنوسَعد کے پاس بھیجا تو انہوں نے سارا کا سارا مال ان میں تقسیم کر دیا اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھا اور گھر سے جس حالت

---

1 ...... طبقات کبری، بقیۃ طبقۃ عن روی۔۔۔الخ، ج ٦، ص ٢٠٢۔

میں آئے تھے ویسے ہی واپس چلے گئے، اُن کی زوجہ نے ان سے ان کے مال کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ''مجھ پر ایک نگران مقرر تھا۔'' آپ کی زوجہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے شکایت کی تو انہوں نے بلایا اور معاملہ دریافت کیا کہ میں نے تو تم پر کوئی نگران مقرر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: ''**لَمْ اَجِدْ شَیْئًا اَعْتَذِرُ بِهٖ اِلَیْهَا اِلَّا ذٰلِکَ** یعنی اے امیر المؤمنین! اس بات کے علاوہ میرے پاس کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ جس کے ذریعے میں اپنی زوجہ کے آگے اپنا عذر بیان کرتا۔'' یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسکرائے اور پھر انہیں کچھ مال وغیرہ دے کر بھیجا کہ اپنی زوجہ کو دے کر اسے راضی کرو۔ (1)

حاکم کا نام محتاجوں کی فہرست میں:

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حمص کے باشندوں سے ان کے فقراء اور محتاجوں کی فہرست طلب کی تاکہ اُنہیں عطیات بھیجے جاسکیں۔ جب وہ مطلوبہ فہرست امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچی تو اس میں سب سے پہلا نام حمص کے گورنر یعنی حضرت سیِّدُنا سَعِید بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تھا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بڑی حیرت ہوئی کہ ہم تو انہیں مناسب مقدار میں وظیفہ دیتے ہیں، اس کے باوجود ان کا نام محتاج ومَساکین کی فہرست میں کیوں درج ہے؟ استفسار پر بتایا گیا کہ: ''جو کچھ آپ یہاں سے روانہ کرتے ہیں، وہ اُسے اپنے پاس رکھتے ہی نہیں، بلکہ فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔'' پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حمص کے باشندوں سے حضرت سیِّدُنا سَعِید بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے رویے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں اُن سے چار ۴ شکایات ہیں:

(1)...... ''وہ ہمارے پاس صبح صبح نہیں آتے بلکہ دن چڑھنے کے بعد آتے ہیں۔''

(2)...... ''دن کے وقت تو ملاقات فرماتے ہیں لیکن رات کے وقت ملاقات نہیں فرماتے۔''

(3)...... ''مہینے میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ کسی سے بھی نہیں ملتے۔''

(4)...... ''ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کبھی کبھی ان پر بے ہوشی کا طویل دورہ پڑتا ہے۔''

---

(1)...... کتاب الاموال لابی عبید، باب قسم الصدقۃ فی۔۔۔الخ، ص ۵۸۹، الرقم: ۱۹۱۳، تاریخ ابن عساکر، ج ۵۸، ص ۴۳۵۔

بعد میں جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حضرت سیِّدُ نا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اُن سے اہلِ حمص کی شکایات کے بارے میں وضاحت طلب کی۔حضرت سیِّدُ نا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان چاروں شکایات کی نہایت ہی ایمان افروز وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا:

(1)......''حضور!ان کی پہلی شکایت یہ ہے کہ میں دن چڑھنے کے بعدان کے پاس آتا ہوں،اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا کوئی بھی خادم وغیرہ نہیں ہے جبکہ میری زوجہ بیمار ہے۔لہٰذا میں خود ہی نمازِ فجر کے بعد دن چڑھنے تک اپنے گھر کے سارے کام کاج کرتا رہتا ہوں جس کے سبب لیٹ ہوجاتا ہوں۔''

(2)......''حضور!ان کی دوسری شکایت یہ ہے کہ میں رات کے وقت ان سے ملاقات نہیں کرتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میں دن بھر لوگوں کی خدمت کرتا ہوں،ان کے حقوق کی پاسداری کرتا ہوں جبکہ رات کا وقت میں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے وقف کررکھا ہے۔''

(3)......''حضور!ان کی تیسری شکایت یہ ہے کہ میں پورے مہینے میں ایک دن گھر سے باہر نہیں نکلتا،اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہے،جسے میں مہینہ بھر پہنتا ہوں،پھر ایک دن اسے دھوتا ہوں،پھر خُشک ہونے پر اسے پہن لیتا ہوں،تو کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے میں اس دن لوگوں سے ملاقات نہیں کرسکتا۔''

(4)......''حضور!ان کی چوتھی شکایت یہ ہے کہ مجھ پر کبھی کبھی بے ہوشی کا طویل دورہ پڑتا ہے،تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُ نا خُبَیب بِن عَدِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ میرے سامنے شہید کئے گئے،میں اس وقت حالتِ کفر میں تھا۔مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے اور سینے سے ایک ہوک سی اُٹھتی ہے کہ کاش!میں اُس وقت اسلام لاچکا ہوتا اور اُن کے دفاع کی کوشش کرتا۔اے امیر المؤمنین!مجھے جب بھی اُن کی یاد آتی ہے تو مجھ پر رنج والم کا ایک بہت بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور میرے ہوش وحواس گم ہوجاتے ہیں،مجھ پر طویل بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے۔''

اللہ اکبر! حضرت سیِّدُ نا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ وضاحتیں سن کر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِس شدت سے روئے کہ روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

حضرت سیِّدُ نا سَعِید بِن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے بعد جب بھی اِن کا تذکرہ ہوتا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہ پرشدید گریہ طاری ہوجاتا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے لئے دعائے رحمت ومغفرت فرمایا کرتے تھے۔[1]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم کی دلی آرزو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک دن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ''آپ لوگ اپنی اپنی آرزو بیان کریں۔'' ایک صحابی نے عرض کیا: ''حضور! میری آرزو ہے یہ ہے کہ میرے پاس ایک لشکر ہو جسے لے کر میں دشمنانِ اسلام سے جہاد کروں۔'' دوسرے صحابی نے عرض کیا: ''حضور! میری آرزو یہ ہے کہ میرے پاس بہت سامال ہو جسے میں راہِ خدا میں خرچ کردوں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میری آرزو یہ ہے کہ میرے پاس حضرت سَعِید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسا کوئی امیر ہو جسے میں مسلمانوں کے اُمور کا والی بنادوں۔'' یہ فرمانے کے بعد آپ اتنا روئے کہ بات کرنا بھی مشکل ہوگئی۔ آپ کے زبان سے بار بار سیِّدُنا سعید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے یہی دعا نکل رہی تھی: ''رَحِمَہُ اللّٰہ، رَحِمَہُ اللّٰہ، رَحِمَہُ اللّٰہ یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم فرمائے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم فرمائے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم فرمائے۔''[2]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ ہمارے بزرگوں کا کردار کتنا عظیم اور لائقِ تقلید ہوا کرتا تھا، بالخصوص اہلِ حمص کی دوسری شکایت کے جواب میں حضرت سیِّدُنا سَعِید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اس میں ہمارے لئے کس قدر سبق پوشیدہ ہے، آپ اپنے بعد میں آنے والے نگرانوں کے لئے رعایا کی خدمت کے ساتھ ساتھ انفرادی عبادت کی کیسی مدنی سوچ پیدا کررہے ہیں اور اس عبادت میں اخلاص ایسا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقی گورنروں کی عاجزی وانکساری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بذاتِ خود عاجزی وانکساری کے پیکر تھے، آپ کے

---

1. ......اسد الغابۃ، سعید بن عامر، ج ۲، ص ۶۲۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۳۰۹، عیون الحکایات، ص ۱۵۔
2. ......من نفحات الخلود، ص ۱۹۹۔

مقرر کردہ گورنروں اور سپہ سالاروں کو بھی عاجزی وانکساری گویا فاروقِ اعظم کی طرف سے ورثے میں ملی تھی، ویسے تو آپ کے تمام گورنر وسپہ سالار اس بہترین وصف سے بخوبی مُتَّصِف تھے لیکن ان میں حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام بالکل نمایاں ہے۔آپ کا فقط ایک واقعہ پیش خدمت ہے کہ مسلمانوں نے مسلسل کئی روز سے رومی قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ایک مرتبہ رومی قلعہ سے باہر آکر مسلمانوں سے جھڑپ بھی کر چکے تھے لیکن منہ کی کھا کر واپس قلعہ میں محصور ہو گئے۔جب رومیوں کے پاس صُلح کے علاوہ کوئی صورت باقی نہ رہی تو انہوں نے لشکرِ اسلام کے سپہ سالار حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب پیغام بھیجا کہ ہم آپ سے صُلح کرنے کے لیے اپنا قاصد بھیجنا چاہتے ہیں۔اگر آپ نے ہماری یہ عرض قبول کرلی تو ہم اسے اپنے اور آپ کے حق میں بہتر سمجھیں گے اور اگر آپ نے انکار کردیا تو یقیناً اس میں سراسر نقصان ہی ہوگا۔مسلمانوں کے سپہ سالار نے ان کی پیشکش کو قبول کرلیا اور ارشاد فرمایا:''ٹھیک ہے تم اپنا قاصد بھیج دو۔''

رومیوں نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو متاثر کرنے کے لیے نہایت ہی قیمتی لباس میں ملبوس ایک دراز قامت شخص کو سفیر بنا کر بھیجا۔چونکہ رومی سفیر نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پہلے نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر یوں مخاطب ہوا:''اے گروہِ عرب! تمہارا سپہ سالار کہاں ہے؟''مسلمان سپاہیوں نے ایک جانب اشارہ کرکے بتایا کہ وہ وہاں ہوں گے۔جب سفیر نے اس جگہ پہنچ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، کیونکہ مسلمانوں کے سپہ سالار کے بارے میں شاید اس نے اپنے ذہن میں یہ خاکہ بنایا تھا کہ اس کا بہت بڑا دربار ہوگا جس میں وہ عظیم الشان تخت پر قیمتی لباس پہنے براجمان ہوگا، بیسیوں خادمین اس کے سامنے سر جھکائے باادب اس کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت تیار کھڑے ہوں گے، اس کے آس پاس پہریداروں کی ایک فوج ہوگی اور اس تک پہنچنے کے لیے شاید مجھے کئی ایک مراحل طے کرنا ہوں گے۔لیکن کیا دیکھتا ہے کہ ایک کمزور جسم اور لمبے قد والے بارعب شخص زمین پر بیٹھے ہیں اور اپنے ہاتھ سے تیروں کو اُلٹ پلَٹ کر جنگی ہتھیاروں کا معائنہ کر رہے ہیں۔رومی سفیر نے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی حیرانی سے پوچھا:''کیا آپ ہی مسلمانوں کے سپہ سالار ہیں؟''فرمایا:''جی ہاں۔''سفیر نے کہا:''آپ کے زمین پر تشریف فرما ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اگر تکیے سے ٹیک لگا کر یا قالین پر تشریف فرما ہوتے تو بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک

معزز ہی رہتے، آپ نے خود کو ان نعمتوں سے کیوں محروم رکھا ہوا ہے؟'' اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا تو میں آپ سے کیوں شرماؤں؟ بات دراصل یہ ہے کہ میری ضرورت کا سامان زیادہ سے زیادہ تلوار، گھوڑا اور دیگر چند ہتھیار ہیں، البتہ! اگر ان کے علاوہ مجھے کسی اور چیز کی ضرورت محسوس ہو تو میں اپنے اسلامی بھائی مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قرض لے لیتا ہوں، اگر مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کوئی حاجت ہوتی ہے تو وہ مجھ سے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں (یوں ہمارا دل ان آسائشوں کی جانب مائل ہی نہیں ہوتا جن کا تذکرہ تم کر رہے ہو) بالفرض! اگر مجھے قالین میسر ہو بھی جائے تو میں اس پر کیسے بیٹھ سکتا ہوں جبکہ میرے دیگر بھائی تو زمین پر بیٹھتے ہیں (اور مجھے اس طرح کا کوئی امتیاز گوارا نہیں کیونکہ) ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں، زمین پر چلتے ہیں، اسی پر بیٹھ جاتے ہیں، اسی پر بیٹھ کر کھا پی لیتے ہیں، اسی پر سو جاتے ہیں، ان باتوں کے سبب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہمارا ثواب بڑھنے کے ساتھ ساتھ مزید درجات بھی بلند ہو جاتے ہیں۔''[1]

فاروقی گورنروں کی حُبِّ جاہ سے دوری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ گورنروں میں حُبِّ جاہ سے دوری جیسا وصف بھی پایا جاتا تھا، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جسے بھی حاکم مقرر کر دیتے تو اس کی مجال نہ ہوتی کہ وہ آپ کے حکم کے آگے کوئی بھی بات کرے، لیکن کئی گورنر ایسے بھی تھے جنہوں نے آپ کے حکم پر اس منصب کو قبول کر لیا لیکن حُبِّ جاہ سے دوری اختیار کرتے ہوئے بعد ازاں اپنا استعفٰی پیش کر دیا، بعض گورنروں نے استعفٰی پیش کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ جیسے کہ حضرت سیِّدُنا عُتبہ بن غَزْوَان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بصریٰ کی گورنری سے استعفٰی پیش کیا تو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اسی طرح ''کَسکَر'' کے گورنر حضرت سیِّدُنا نُعمان بن بَشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جہاد میں شرکت کی وجہ سے استعفٰی پیش کیا۔ نیز آپ کے اصحاب میں بھی کئی دوست ایسے تھے جنہیں آپ نے عہدہ دینے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے معذرت کر لی جیسے کہ حضرت سیِّدُنا زُبیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مصر کا گورنر بنانا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا، اسی طرح ''حمص'' کے سابقہ گورنر کی وفات کے بعد حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

---

[1] ......رياض النضرة، ج ٢، ص ٣٥٥۔

عَنْہ کو گورنر بنانا چاہا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ عہدہ نہ لینے سے متعلق یہاں ایک روایت ذکر کر دینا کافی مفید ہے جس میں عہدہ لینے والے کی آزمائش کا بیان ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا بِشر بن عاصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے کوئی عہدہ لکھ کر دے دیا تو میں نے عرض کیا: ''حضور! مجھے اس عہدے کی کوئی حاجت نہیں ہے کیونکہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ والیوں یعنی سرکاری منصبوں پر فائز لوگوں کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، پس جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اطاعت گزار ہوگا تو رب عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے دائیں دستِ قدرت سے پکڑ کر جہنم سے نجات دے دے گا اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نافرمان ہوگا اس کے لیے جہنم کا پل پھٹ جائے گا جس سے وہ جہنم کی وادیوں میں گرتا ہی چلا جائے گا جہاں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس حدیث مبارکہ کے متعلق حضرت سیِّدُنا ابُوذَر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے استفسار کیا اور بعد ازاں ارشاد فرمایا: ''جب حکومتی عہدہ لینے میں اس قدر آزمائش ہے تو اب اس عہدے کو کون قبول کرے گا؟'' انہوں نے عرض کیا: ''حضور! اب اس عہدے کو صرف وہی قبول کرے گا جس کی ناک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کاٹ دی ہو، اس کی آنکھ نکال دی ہو اور اس کا رُخسار زمین کے ساتھ رگڑ دیا ہو۔''(1)

ذمہ داران کا احترام کرنے والے:

بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی عہدہ ملے تو وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنے سے پہلے گورنر کی خامیوں کو اچھالتا اور اپنے خوبیوں کو بیان کرتا ہے لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تمام گورنروں میں ایک صفت مشترکہ یہ بھی تھی کہ تمام گورنر چاہے وہ موجودہ گورنر ہوں یا سابقہ، ایک دوسرے کی بہت ہی عزت کیا کرتے تھے، نہایت ہی احترام سے پیش آتے تھے، پوری تاریخ میں کسی گورنر کے بارے میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ اس نے کسی سابقہ گورنر کے خلاف کوئی آواز اٹھائی ہو یا اس کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ کیا ہو، یقیناً یہ وصف ان

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، باب فی الامارة، ج ۷، ص ۵۶۹، حدیث: ۷ ملتقطا۔

فاروقی گورنروں کی اعلیٰ ظرفی اور حُبِّ جاہ سے دوری پر واضح دلالت کرتا ہے۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار بنایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سپہ سالار ہونے کے باوجود سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے، اسی طرح جب انہیں معزول کرکے سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مقرر کیا گیا تو انہوں نے وہ مکتوب آپ کو نہ دکھایا جس میں معزولی کا حکم تھا، بعد میں انہیں معلوم ہوا تو کَبِیدہ خاطِر (رنجیدہ) ہوئے کہ میں تو معزول ہو چکا تھا پھر بھی ان پر حکم چلاتا رہا۔ بہرحال فاروقی گورنروں کے اس پیارے وصف کے پیچھے دراصل سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وہ عظیم تربیت کام کر رہی تھی جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت سے حاصل کی تھی۔

گورنروں کا سالانہ مدنی مشورہ

کسی بھی ریاست یا ملک کے سربراہ کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام ذمہ داران اور ان کی ماتحت رعایا دونوں کو ایک دوسرے کے معاملات سے مطمئن کرے، اگر ذمہ داران کو عوام سے یا عوام کو اپنے ذمہ داران سے کوئی شکایت ہو تو وہ دور کرے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ سالانہ دو طرح کے مدنی مشورے فرمایا کرتے تھے، ایک تو فقط ذمہ داران کا مدنی مشورہ جس میں ان سے ان کے منصب اور رعایا کے ساتھ چلنے والے معاملات کے بارے میں پوچھ گچھ کی جاتی اور دوسرا مدنی مشورہ ان گورنروں کے بارے میں عوام الناس سے حج کے موقع پر کیا کرتے تھے۔ دونوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

عوام کے متعلق گورنروں سے مدنی مشورہ:

حضرت سیِّدُنا نُوح بن جابر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے ماموں حضرت سیِّدُنا رِیاش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال اپنے تمام گورنروں کو اپنے پاس بلایا کرتے، جب وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے ان کی حکمرانی اور رعایا وغیرہ کے متعلق معلومات لیتے، پس جسے اس کے عہدے پر قائم رکھنا چاہتے تو اسے واپس بھیج دیتے اور جسے معزول کرنا ہوتا معزول کر دیتے۔[1]

1 ......تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۲، ص ۸۰۶۔

گورنروں کے متعلق عوام سے مدنی مشورہ:

حضرت سیِّدُنا عَطَاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال حج کے مبارک موسم میں اپنے عمال اور گورنروں کے ساتھ عمومی مدنی مشورہ کیا کرتے تھے، جب تمام لوگ جمع ہوجاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے: ''**يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ عُمَّالِيْ عَلَيْكُمْ لِيُصِيْبُوْا مِنْ اَبْشَارِكُمْ وَلَا مِنْ اَمْوَالِكُمْ اِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ لِيَحْجِزُوْا بَيْنَكُمْ وَالْيَقْسِمُوْا فَيْئَكُمْ بَيْنَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلْيَقُمْ** یعنی اے لوگو! میں نے اپنے عمال اور گورنروں کو تم لوگوں پر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ یہ لوگ تم پر ظلم وستم کرکے تمہاری کھالیں ادھیڑیں، تمہارے مالوں پر قبضہ کرلیں، بلکہ میں نے تو انہیں اس لیے بھیجا ہے کہ تمہارے اور ظلم وستم کے درمیان رکاوٹ بن جائیں، عدل وانصاف کے ساتھ تمہارے درمیان مال تقسیم کریں، اگر ان تمام معاملات کے علاوہ کسی کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا تو وہ میرے سامنے بیان کرسکتا ہے۔'' پھر اگر کسی کو اپنے ذمہ دار سے کوئی شکایت ہوتی تو وہ کھڑے ہوکر بیان کرتا اور اسے بھرپور انصاف دیا جاتا۔''[1]

حکمران سیدھے رہیں تو رعایا بھی سیدھی:

حضرت سیِّدُنا زید بن اَسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے وصال کے وقت ارشاد فرمایا: ''**اِعْلَمُوْا اَنَّ النَّاسَ لَنْ يَّزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا اسْتَقَامَتْ لَهُمْ وُلَاتُهُمْ وَهُدَاتُهُمْ** یعنی یہ بات اچھی طرح جان لو کہ لوگ اس وقت تک سیدھی راہ پر گامزن رہیں گے جب تک ان کے حکمران اور رہنما سیدھے رہیں گے۔''[2]

اپنے حاکم سے طلب عافیت کا طریقہ:

حضرت سیِّدُنا اَحْنَف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اَلْوَالِيْ اِذَا طَلَبَ الْعَافِيَةَ مِمَّنْ هُوَ دُوْنَهٗ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الْعَافِيَةَ مِمَّنْ هُوَ فَوْقَهٗ** یعنی

---

1 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص ۲۲۳۔

2 ......سنن کبری، کتاب قتال اھل البغی، باب فضل الامام۔۔۔الخ، ج۸، ص ۲۸۱، حدیث: ۱۶۶۵۱۔

جب کوئی حاکم اپنی رعایا کے ساتھ عافیت والا معاملہ کرے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بھی اس کے مافوق (اوپر والے) حاکم سے عافیت عطا فرمائے گا۔"(1)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حکمرانوں کی ذمہ داریاں

(1)......اپنی اور گھر والوں کی اصلاح کی کوشش کرے:

حاکم کی اَوَّلین ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے کیونکہ عوام الناس کے ساتھ پہلا تعلق اس کی ذات کا ہے، پھر اس کے گھر والوں کا ہے، حاکم جب بھی کوئی حکم رعایا کے لیے جاری کرتا ہے تو اوّلاً رعایا یہ دیکھتی ہے کہ کیا حاکم خود بھی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں؟ بعدازاں وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں تو یہ اس بات کی تلقین کررہا ہے کیا اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح کی کوشش کرتا ہے؟ یقیناً ایک کامیاب حاکم کی نشانی یہی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی کوشش کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کی اصلاح کی کوشش میں بھی مصروف رہے، جو حاکم یا ذمہ دار اپنی اصلاح کی کوشش میں لگا رہتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی زبان میں تاثیر پیدا فرما دیتا ہے، جب کوئی بات اس کے منہ سے نکلتی ہے تو تاثیر کا تیر بن کر لوگوں کے دلوں میں پیوست ہوجاتی ہے۔ اپنی اور گھر والوں کی اصلاح کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ (پ۲۸، التحریم:۶) **ترجمۂ کنزالایمان:** "اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

فاروقِ اعظم نے خود کو عملی نمونہ بنا کر پیش کیا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مکمل سیرتِ طَیِّبَہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم وقت جب تک اپنے آپ کو عملی صورت میں عوام کے سامنے پیش نہیں کرے گا رعایا سے اطاعت کی توقع نہ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خلیفہ بننے سے لے کر وصال تک کبھی بھی کوئی ایسا حکم جاری نہ فرمایا جس پر خود عمل نہ کیا ہوں۔ تقویٰ و

---

(1)......تاریخ ابن عساکر، ج۴۴، ص۳۲۱، کنزالعمال، کتاب الخلافۃ، آداب الامارۃ، الجزء:۵، ج۳، ص۳۰۷، حدیث: ۱۴۳۳۶۔

پرہیزگاری، عاجزی وانکساری، خودداری، گناہوں ومعصیت سے بچنے کا ذہن، قناعت، غیرت وحمیت، **حقوق اللہ** کی رعایت، حقوق العباد کی رعایت، علم دین سیکھنے سکھانے کا جذبہ، رحم دلی اور شفقت ومحبت، الغرض زندگی کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں ہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رعایا کو تو حکم دیا ہو مگر خود اس پر عمل نہ کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی زبان مبارکہ میں ایسی تاثیر رکھی کہ آپ کی جانب سے جو بھی حکم جاری ہوتا رعایا وعوام الناس اسی میں اپنی بہتری سمجھتے، ہاتھوں ہاتھ اس پر عمل کی کوشش کرتے، آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعائیں کرتے۔ سیرتِ فاروقی کے اس نایاب پہلو میں تمام ذمہ داران کے لیے بے شمار اِصلاح کے مدنی پھول ہیں۔ کاش! ہم بھی سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے والے بن جائیں۔

امیر اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر ہیں:

شیخ طریقت، امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مَظْہَر ہیں، آپ بھی حَتَّی المقدور اپنے مُرِیدین، مُتَعَلِّقِین، مُحِبِّین کو جب بھی کوئی تقویٰ وپرہیزگاری سے متعلق درس دیتے ہیں تو پہلے اپنی ذات پر اسے نافِذ فرماتے ہیں، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے جب اپنی مایہ ناز تصنیف ''فیضان سنت'' کا ایک باب ''پیٹ کا قفل مدینہ'' لکھا جو کم کھانے کی برکتوں پر مشتمل ہے، تو سب سے پہلے اپنی ذات پر اسے نافذ فرمایا، آپ نے اپنے کھانے میں اتنی کمی کرلی کہ کمزوری لاحق ہوگئی اور بعض اوقات آپ غش کھا کر زمین پر تشریف لے آتے، کیونکہ آپ کی یہ مدنی سوچ تھی کہ جب تک میں اپنی ذات پر اس کو نافذ نہیں کروں گا میری تحریر میں اثر نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی تالیف پڑھ کر بے شمار لوگوں کا پیٹ کا قفل مدینہ لگانے کا ذہن بن رہا ہے اور اس کے کثیر فوائد وثمرات سے فیضیاب ہورہے ہیں، آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اپنے مُرِیدین، مُحِبِّین، مُتَعَلِّقِین اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں تمام کو یہ عظیم مدنی مقصد عطا فرمایا ہے کہ ''**مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ'' یقیناً آپ کا عطا کردہ یہ مدنی مقصد سیرتِ فاروقی کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ نہ صرف آپ نے مدنی مقصد عطا فرمایا بلکہ اس پر عمل کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ بھی بتایا کہ اپنی اصلاح کے لیے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کے لیے مدنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ بھی اس کی نیت کر لیجئے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ گھر والوں، اپنے متعلقین بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوت اسلامی تری دھوم مچی ہو

(2)......اپنے مُتَعَلِّقِین و مُحِبِّین کی اِصلاح کرے:

ایک حاکم کے لیے اپنی اور اہل خانہ کی اصلاح کے ساتھ یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ آیا اس کے ساتھ رہنے والے اس کے مُتعلقین بھی عملی نفاذ کا مظاہرہ کرتے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ اپنے قریبی لوگوں کی اصلاح کی کوشش میں مصروف رہے، ان کی خیر خواہی کی نیت سے انہیں نیکی کی دعوت پیش کرتا رہے۔ ہم فقط اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، اپنے ساتھ رہنے والے اسلامی بھائیوں پر کوئی خاص توجہ نہیں کرتے، واضح رہے کہ ہمارے ساتھ رہنے والے مُتعلقین و مُحبین کے بھی ہم پر بہت سے حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ ہم ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی یہ عادت مبارکہ تھی کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والوں، مُتعلقین و مُحبین تمام لوگوں کے افعال و اعمال پر نظر رکھتے تھے اور جہاں کہیں اصلاح کی حاجت درپیش ہوتی وہاں احسن انداز سے اصلاح فرماتے۔

(3)......رعایا کے ساتھ شفیق باپ جیسا سلوک کرے:

واقعی حاکم ایک باپ کی طرح ہے، باپ اگر شفیق ہوگا تو اس کی اولاد اس کی طرف مائل ہوگی، باپ اگر بے رحم ہوگا تو اس کی اولاد اس سے نفرت کرے گی، اس کی موجودگی کو برداشت نہیں کرے گی، بلکہ ہوسکتا ہے اس کی غیر موجودگی میں اس سے عافیت کی دعائیں مانگے۔ یقیناً یہ ایک تشویش ناک بات ہے۔ حاکم اپنی ذات میں شہد جیسی مٹھاس اور ماں جیسی شفقت پیدا کرے نیز اس مٹھاس اور شفقت کے ساتھ اپنا رُعب و دَبدَبہ بھی برقرار رکھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عوام الناس کو ایسی شفقتوں سے نوازا تھا کہ جب بھی کسی شخص کو کوئی شکایت ہوتی اسے بارگاہِ فاروقی ایک محفوظ قلعے کی صورت میں نظر آتی کہ مجھے فقط یہیں سے تَحَفُّظ مل سکتا ہے، لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

قرآن وسنت کے نفاذ میں اپنا ایسا رُعب ودَبدبہ قائم کیا ہوا تھا کہ کسی شخص کو خلافِ شریعت کام کرنے کی جُرأت نہیں ہوتی تھی، لہٰذا حاکم کے لیے شفقت ومہربانی اور رُعب ودَبدبہ دونوں ضروری ہیں۔

امیر اہلسنت سیرتِ فاروقی کے مَظہر ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیرتِ فاروقی کے مَظہر ہیں، آپ بھی اپنے مُریدین، مُحِبّین ومُتعلّقین کے ساتھ نہایت ہی شفقت بھرا سلوک فرماتے ہیں، آپ کی شفقت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ بسا اوقات پوری پوری رات بھی اسلامی بھائیوں سے عام ملاقات فرماتے رہتے ہیں، امیر اہلسنت جب کسی سے ملاقات فرماتے ہیں تو ایسی شفقت فرماتے ہیں کہ کئی لوگ اسی شفقت کے باعث بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں آکر سنتوں بھری زندگی بسر کرنا شروع کردیتے ہیں، کاش ہم بھی اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں پر شفقت کرنے والے بن جائیں، ان کی دلجوئی کریں نہ کہ دل توڑنے والے بنیں، ان کو ڈانٹنے کے بجائے پیار سے ان کی اصلاح کریں۔

(4)......اَرکانِ اِسلام پر عمل میں رعایا کی معاونت:

مشہور مقولہ ہے: ''اَلْعَوَامُ کَالْاَنْعَامِ یعنی عوام بے چاری چوپایوں کی طرح سیدھی سادھی ہوتی ہے۔'' جس طرح چوپائے کو اس کا مالک جہاں لے جاتا ہے وہ خاموشی سے وہیں چلا جاتا ہے اسی طرح حاکم ورعایا کا حال ہے کہ حاکم رعایا کو جہاں لے جاتا ہے عوام اس کے پیچھے پیچھے چل پڑتی ہے، اب یہ حاکم پر ہے وہ اسے اچھی راہ پر چلائے یا انہیں تباہی وبربادی کے عمیق گڑھوں میں دھکیل دے۔ لہٰذا حاکم وقت کو چاہیے کہ سیدھی سادھی عوام کی دینی ودنیوی تمام معاملات میں مکمل رہنمائی کرے، خصوصاً اَرکان اسلام پر عمل میں رعایا کی معاونت کرے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے معاملات میں جو انہیں مشکلات پیش آئیں ان میں معاونت کرے۔ مثلاً جو لوگ نماز وغیرہ کے مسائل سے واقف نہیں ان کے لیے ایسے اقدامات کرے کہ وہ ان مَسائِلِ شَرعیّہ کو اچھی طرح سیکھیں۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ ودیگر مسائل شرعیہ کو سکھانے کا اہتمام کرے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مختلف اصحاب کی مسائل شرعیہ سکھانے کی ذمہ داریاں لگادی تھیں جو مختلف معاملات میں عوام الناس کی شرعی

رہنمائی کرتے تھے۔[1]

(5)......مُبْتَدِعِین و گمراہ لوگوں کی پکڑ کرے:

یہ ایک واضح امر ہے کہ تمام لوگوں کی نفسیات، سوچ اور فکر ایک جیسی نہیں ہوتی، کوئی اچھی سوچ کا حامل ہوتا ہے تو کوئی بری سوچ کا، کوئی امن کا خواہاں ہوتا ہے تو کوئی فسادات پھیلانے کا شوقین۔ حاکم وقت کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی ریاست میں ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھے جو معاشرے کو خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں، اس میں دنیوی شر پسند بھی شامل ہیں۔ مثلاً چوریاں کرنے، ڈاکے ڈالنے، شراب و کباب کی محفلیں سجانے والے اور دیگر ناجائز سرگرمیوں میں حصہ لینے والے لوگ۔ نیز دینی شر پسندی والے لوگ بھی شامل ہیں، خصوصاً وہ بدعتی، گمراہ اور بددین لوگ جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرتے ہیں، اس میں بھی کئی طرح کے لوگ ہیں۔ مثلاً:

- ......قرآن وسنت کے غلط مطالب اخذ کر کے عوام کو گمراہ کرنے والے۔
- ......اسلام کے اجتماعی نظام کو درہم برہم کر کے اس میں تفرقہ اور پھوٹ ڈالنے والے۔
- ......انبیائے کرام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اولیائے عظام وغیرہ کی شان میں گستاخیاں کرنے والے۔
- ......خصوصاً وہ بدعقیدہ اور منافقین جو تمام حقیقی مسلمانوں کی جان، ایمان بلکہ جان ایمان یعنی حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پاکیزہ ذات مبارکہ میں عیوب ونقائص کو تلاش کرنے والے۔
- ......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے والے۔
- ......آپ کے اہل بیت، صحابہ کرام اولیائے کرام کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے والے۔
- ......انبیائے کرام، صحابہ کرام، اولیائے کرام وغیرہ کے مزارات کی بے حرمتی کرنے والے۔
- ......مسلمانوں کے مذہبی شعائر جیسے رمضان المبارک میں عبادات کا اہتمام کرنا، اعتکاف کرنا، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا میلاد منانا، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے کرام کے عُرس منانا، نذر و نیاز کرنا، چاروں ائمہ کرام امام اَعظم ابُوحَنِیفہ، امام شافعی، امام مالِک، امام اَحمد بن حَنبَل رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی شان میں بلاوجہ

---

1 ......تفصیل کے لیے اِسی کتاب کا باب ''عہدِ فاروقی میں علمی سرگرمیاں'' صفحہ ۴۸۳ کا مطالعہ کیجئے۔

اعتراضات کرکے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے۔

......مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے لگانے والے، کافروں کو مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمان کہنے والے۔

مذکورہ بالا تمام لوگ دینی شَر پَسند کہلاتے ہیں، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں دینی ودنیوی تمام شر پسندوں کے خلاف کاروائی فرمائی اور ہر طرف امن وامان کو قائم فرمایا، جنھوں نے دنیوی امن کو خراب کرنے کی کوشش کی ان کے خلاف بھی کاروائی فرمائی اور جن لوگوں نے عقائد واعمال میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی ان کے خلاف بھی بھرپور کاروائی کی۔[1]

(6)......مساجد کی تعمیر وترقی:

مسلمانوں میں زندگی اور معاشرے میں مساجد کی اہمیت سے کون واقف نہیں، مساجد مسلمانوں کے لیے وہ مبارک مقامات ہیں جہاں جاکر وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتے ہیں، مساجد مسلمانوں کی اجتماعیت کی جیتی جاگتی تصاویر ہیں کہ جہاں مسلمان پانچ اوقات میں ایک ساتھ جمع ہوکر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے ہیں۔ مسجد مؤمن کے لیے ایسے ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی کہ مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور مسلمان مسجد کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ریاست کے حاکم کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اُن علاقوں میں مساجد کی تعمیرات کروائے جہاں ابھی تک مساجد کا قیام نہیں ہے اور جن علاقوں میں مساجد ہیں ان کی عزت وعظمت کا خیال رکھتے ہوئے ان کی حفاظت کے اقدامات کرے، نیز ایسی مجالس قائم کرے جو مساجد کے معاملات کو دیکھے۔ مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''مسجد آباد کرنے کی گیارہ صورتیں ہیں: (۱) مسجد تعمیر کرنا۔ (۲) اس میں اضافہ کرنا۔ (۳) اسے وسیع کرنا۔ (۴) اس کی مرمت کرنا۔ (۵) اس میں چٹائیاں، فرش بچھانا۔ (۶) اس کی قلعی چونا کرانا۔ (۷) اس میں روشنی وزینت کرنا۔ (۸) اس میں نماز پڑھنا وتلاوت قرآن کرنا۔ (۹) اس میں دینی مدارس قائم کرنا۔ (۱۰) وہاں داخل ہونا، وہاں اکثر جانا، آنا، رہنا۔ (۱۱) وہاں اذان وتکبیر کہنا۔''[2]

---

1 ......مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا موضوع ''عہدِ فاروقی کا نظامِ احتساب'' اور ''نظامِ عہدِ فاروقی کی وُسعت'' کا مطالعہ کیجئے۔

2 ......تفسیر نعیمی، پ۱۰، التوبۃ: ۱۸، ج۱۰، ص۲۰۱۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرب اور اس کے علاوہ دیگر تمام جگہوں پر اس بات کا خصوصی التزام فرمایا کہ جب بھی کسی شہر کو آباد کیا جاتا یا فتح کیا جاتا تو سب سے پہلے وہاں مسجد بنائی جاتی۔ آپ کا یہ عمل دراصل رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ پر عمل تھا کیونکہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے مسجد قبا تعمیر فرمائی، بعد ازاں مدینہ منورہ خاص شہر میں مسجد نبوی تعمیر فرمائی، جو آج تمام مسلمانوں کے لیے راحت قلب کا سامان ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مُجَدِّدِ دین وملّت پروانۂ شمعِ رِسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن نے فتاویٰ رضویہ شریف میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں تقریباً ۴۰۰۰ مساجد کی تعمیر کی گئی۔[1]

دعوتِ اسلامی کی مجلسِ خُدّامُ المَسَاجد:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی تادمِ تحریر ۸۷ سے زائد شعبہ جات میں مدنی کام کر رہی ہے، ہر شعبہ ایک مجلس کے تحت کام کرتا ہے، ان مجالس میں ایک ''مَجلِسِ خُدّامُ المَسَاجِد'' بھی ہے۔ اس مجلس کے تحت جن علاقوں میں مساجد کی حاجت ہوتی ہے وہاں مساجد قائم کی جاتی ہیں، نیز ان کی آبادکاری یعنی وہاں ائمہ ومُؤَذِنین وخُطَبَاء کی تقرری اور ان کے مشاہروں کی ترکیب بھی اسی مجلس کے تحت ہوتی ہے۔ یہ مجلس دراصل امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مساجد سے الفت ومحبت کا نتیجہ ہے، آپ کا یہ درد ہے کہ مساجد کو آباد کیا جائے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ''دعوتِ اسلامی'' کو مسجد بھرو تحریک قرار دیا ہے۔ آپ وقتاً فوقتاً ہفتہ وار اجتماعات ومدنی مذاکروں میں مساجد کو آباد کرنے کی ترغیب دلاتے ہی رہتے ہیں۔ کاش ہم بھی امیر اہلسنت کی مدنی سوچ کے مطابق مساجد بنانے اور لوگوں پر انفرادی کوشش کر کے مساجد کو آباد کرنے والے بن جائیں۔

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت
ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ......فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۵۶۰۔

(7)......مناسکِ حج کے لیے سہولیات فراہم کرے:

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جس میں ہر سال لاکھوں مسلمان ایک ہی لباس اور حلیے میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں، یہ وقت بڑا ہی پرکیف ہوتا ہے، ہر مسلمان کی زبان پر ایک ہی صدا ہوتی ہے: ''لَبَّیْكَ ط اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ط لَا شَرِیْكَ لَكَ ط یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تمام نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' مسلمانوں کے لیے پورے سال میں صرف یہ ایک ہی موقع ہوتا ہے جب دنیا بھر کے لاکھوں مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے **کعبۃ اللہ** شریف، عرفات ومنیٰ اور مدینہ منورہ میں بصد عجز ونیاز حاضری دیتے ہیں، یقیناً اس مُقَدَّس اور پاکیزہ فریضے کی انجام دہی میں کوئی بھی بدمزگی سارے سوز وگداز کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔لہٰذا حاکم کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مناسک حج کے لیے رعایا کو سہولیات فراہم کرے، ان کی بحفاظت حج کی ادائیگی یقینی بنائے، ان کے سفری معاملات میں معاونت کرے، الغرض انہیں ہر وہ سہولت فراہم کرے جس سے وہ باآسانی اپنے اس فریضے کو ادا کرسکیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی یہ عادت مبارکہ تھی کہ مختلف حجاج کے قافلوں کے ساتھ امیر مقرر فرما دیتے تھے، جو ان کی خیر خواہی کیا کرتے، ان کی ضروریات کو پورا کرتے، انہیں حج کے مسائل وغیرہ سے بھی آگاہ کرتے۔

دعوتِ اسلامی کی مجلس حج وعمرہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کی ایک مجلس ''حج وعمرہ'' بھی ہے جو حج جیسے مقدس فریضے کو سرانجام دینے والے مسلمانوں کی خیرخواہی کے لیے بنائی گئی ہے، اس مجلس کے تحت حجاج سے متعلقہ خصوصی تربیتی اجتماعات کا انعقاد ہوتا ہے، جس میں حج وعمرہ کے ضروری مسائل سکھائے جاتے ہیں۔ نیز ان کی حج وعمرہ کے حوالے سے دیگر امور میں بھی تربیت کی جاتی ہے۔ شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ نے حجاج اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کے لیے دو ۲ کتابیں ''رفیق الحرمین'' اور ''رفیق المعتمرین'' مرتب فرمائی ہیں، ان کتب کو پڑھ کر جب حاجی حج کرتا ہے تو **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** اس کے حج وعمرہ میں مزید سوز اور برکت پیدا ہوجاتی ہے۔

(8)......لوگوں کو انصاف دلائے:

جو حاکم رعایا کو انصاف نہیں دے سکتا وہ حکمرانی کے لائق نہیں، کیونکہ اپنی رعایا کو عدل و انصاف فراہم کرنا حاکم کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے نیز حاکم پر جو رعایا کے حقوق لاگو ہوتے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا حق ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ہر طرف انصاف کا دور دورہ کر دیا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انصاف قائم کرنے کے لیے اپنی ذات کی بھی پرواہ نہ کی، اگر کسی نے آپ کی ذات پر مقدمہ قائم کیا تو اسے ڈانٹنے یا جھڑکنے کے بجائے خود کو عدالت میں پیش کیا اور اس مقدمے کا سامنا کیا۔[1]

(9)......جان، مال، اولاد کا تحفظ فراہم کرے:

ریاست میں امن و امان قائم رکھنا حاکم کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے، یقیناً جو حاکم اپنی عوام کی جان، مال اور اولاد وغیرہ کو تحفظ دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے وہ ان کے دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ اگر حاکم یہ چاہتا ہے کہ اس کی جان، مال، اولاد وغیرہ کو تحفظ مل جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کو تحفظ فراہم کرے اسے بھی اپنے ذمہ داران سے تحفظ ملے گا، بصورت دیگر وہ محفوظ نہیں ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایسا امن و امان قائم کیا کہ جس سے لوگوں کی جان، مال، اولاد کو ایسا تحفظ ملا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ آپ کے عہد میں کسی کو جرأت نہیں تھی کہ کسی بھی شخص کی عزت یا مال وغیرہ پر ہاتھ ڈالے۔ آپ نے اپنے گورنروں کو واضح طور پر یہ ارشاد فرما دیا تھا کہ میں نے تم لوگوں کو عوام پر اس لیے نہیں مقرر کیا کہ ان پر ظلم وستم کرکے ان کی کھالیں اتارو، ان کے مال واسباب پر قبضہ کرلو بلکہ اس لیے بھیج رہا ہوں کہ ان کو دین کی باتیں سکھاؤ۔ وغیرہ وغیرہ

(10)......شرعی حدود کو قائم کرے:

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب تک اسلامی ریاستوں میں شرعی حدود کو قائم کیا جاتا رہا اس وقت تک تمام مسلمان احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بھی بچے رہے، لیکن جب حدود قائم کرنے میں نرمی برتی گئی وہیں ذلت و بربادی اور تباہی کا دور شروع ہوگیا۔ شرعی حدود قائم کرنا پر امن معاشرے کے قیام میں ایک اہم کردار ادا کرتا

---

1 ......مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''نظامِ عدلیہ میں مساوات کا قیام'' ص ۳۲۴ کا مطالعہ کیجئے۔

ہے۔ جب کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی سزا پاتا ہے تو دیگر لوگ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر مجرموں کو ان کے جرائم کے مطابق سزائیں نہ دی جائیں تو یقیناً معاشرے میں جرائم بڑھتے ہی جائیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود حاکم بھی ان کی لپیٹ میں آجائے۔ لہٰذا حاکم وقت کے لیے بہت ضروری ہے کہ پر امن معاشرے کے قیام کے لیے اسلامی حدود کا نفاذ کرے۔

(11)......ہر وہ کام کرے جو مُلکی مَفاد میں ہو:

حاکم وریاست کی مثال ایک انکھیارے اور نابینا شخص کی طرح ہے، نابینا شخص کو نہیں معلوم کہ مجھے کہاں جانا ہے، اَنکھیارا اسے جہاں لے جائے گا وہ وہیں چلا جائے گا۔ ریاست بھی ایک نابینا شخص کی طرح ہے، حاکم اس میں جو بھی معاملات کرے گا وہ سب اس پر اثر انداز ہوں گے، اگر کام مثبت ہوگا تو اس کے نتائج بھی مثبت ہی برآمد ہوں گے، اگر کام منفی نوعیت کا ہوگا تو اس کے نتائج بھی منفی ہوں گے۔ لہٰذا حاکم کا دور اندیش ہونا بہت ضروری ہے کہ وہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس کے منفی یا مثبت پہلوؤں پر غور کرلے، ہر وہ کام کرے جو ملکی مفاد میں ہو۔ کبھی بھی وہ کام نہ کرے جو اسلامی ریاست، حکومت یا رعایا کے مفاد میں نہ ہو۔ اس بات کو جاننے کے لیے کہ فلاں کام ملکی مفاد میں ہے یا نہیں؟ بہترین طریقہ یہ ہے کہ مشاورت سے کام لے، مشاورت کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ فوائد ہی حاصل ہوں گے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی نیا کام کرنا ہوتا تو آپ اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت کرتے اور جو متفقہ فیصلہ ہوتا اس کے مطابق عمل فرماتے۔[1]

(12)......حاکم احتیاط کرے......!

واضح رہے کہ حاکم کی مثال ایک سفید چادر کی طرح ہے کہ جس پر لگا داغ بہت دور سے نظر آجاتا ہے۔ لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ ہر ہر معاملے میں پھونک پھونک کر قدم رکھے، کبھی بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو اس کی شخصیت کو داغ دار کرے، رعایا کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرے۔ خود کو رعایا کے لیے آئیڈیل شخصیت بنانے کی کوشش کرے، ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ میرا ایک ایک فعل رعایا کی نظر میں ہے میں جیسا کروں گا رعایا پر ویسا ہی تاثر پڑے گا۔ جہاں

1......مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی کا شورائی نظام''، صفحہ ۱۸۶ کا مطالعہ کیجئے۔

میری اچھی باتوں پر تعریف کی جائے گی وہیں میری غلطی پر سوسو باتیں بھی بنائی جائیں گی، لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ ہر معاملے میں خوب احتیاط کرے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس معاملے میں بھی انتہائی محتاط تھے، بسا اوقات آپ ایسے کام بھی نہ کرتے جو آپ کے لیے بالکل جائز ہوتے کہ کہیں رعایا کے دلوں میں میرے متعلق شکوک وشبہات نہ پیدا ہوجائیں۔ بلکہ اگر کوئی ایسا معاملہ سرزد ہوجاتا تو اس کی فی الفور وضاحت فرماتے تاکہ لوگ غیبت، بدگمانی اور تہمت جیسے گناہوں میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں۔

(13)......تعمیراتی منصوبوں پر توجہ دے:

کسی بھی ریاست کی ترقی میں معاشی کیفیت کا بہت دخل ہے۔ ملکی معیشت کو بڑھانے اور بہتر کرنے کے لیے حاکم کو چاہیے کہ ریاست میں مختلف تعمیراتی منصوبے ترتیب دے، ایسے فلاحی کام کرے جس سے ملکی معیشت پر اچھا اثر پڑے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس بات پر خصوصی توجہ دی اور مختلف شعبہ جات کا قیام، مختلف تعمیرات وغیرہ کروائیں، یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ریاست وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت خوشحال بھی تھی۔[1]

(14)......معاشرتی اُمور پر خصوصی توجہ دے:

ایک بہترین معاشرے سے ہی بہترین ریاست کا پتہ چلتا ہے، حاکم وقت کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ معاشرتی امور پر بھی خصوصی توجہ دے، لوگوں کے مسائل کو حل کرے، انہیں ایسے وسائل فراہم کرے جس سے وہ خوشحال ہوجائیں، اگر ان پر کوئی سماوی آفت آجائے تو ان سے بھاگنے کے بجائے ان کے غم اور تکالیف میں برابر شریک ہو۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معاشرتی امور میں اپنی ذات کو جس طرح مصروف کیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ لوگوں کے گھریلو معاملات تک میں آپ نے ان کی مدد کی، مشکل معاملے میں ان کی تکالیف میں خود اس طرح شریک ہوئے گویا آپ لوگوں کے خادم ہیں، عام الرمادہ میں آپ نے لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا کر کھلایا اور لوگوں کو کھانا پکا کر دکھایا کہ ایسے پکایا جاتا ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں سے قحط

---

1 ......مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب ''عہدِ فاروقی کی تعمیرات'' صفحہ ۷۶۹ کا مطالعہ کیجئے۔

سالی کودور فرمایا اور لوگ خوشحال ہوگئے تو آپ نے ایک علاقائی دورہ فرمایا اور دیکھا کہ اب لوگ اپنے گھروں کو واپس جارہے ہیں تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ایک شخص نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مصیبت آپ کی وجہ سے ٹلی ہے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تیرا ناس ہو! اس تعریف کا میں اس وقت حقدار ہوتا جب میں اپنے یا اپنے باپ کے مال سے لوگوں کی مدد کرتا۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فاروقِ اعظم اور گورنروں کا احتساب

(1)......تقرری کے بعد نگرانی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف کڑی شرائط کے ساتھ گورنر مقرر فرماتے بلکہ گورنر بننے کے بعد اس کی نگرانی بھی فرماتے بلکہ آپ کی یہ پوری کوشش ہوتی تھی کہ گورنر کے تمام معاملات سے باخبر رہیں کہ کہیں وہ خواہشات نفس میں مبتلا ہوکر اپنے عہد کی خلاف ورزی تو نہیں کررہا۔کسی پر ظلم وستم تو نہیں کررہا، کہیں رعایا کے حقوق پامال تو نہیں کررہا۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ: ''**اَیُّمَا عَامِلٍ لِیْ ظَلَمَ اَحَداً وَبَلَغَنِیْ مَظْلَمَتُہُ وَلَمْ اُغَیِّرْھَا فَاَنَا ظَلَمْتُہُ** یعنی میرے مقرر کردہ حاکم نے کسی بھی شخص پر کوئی ظلم کیا اور مجھ تک اس کے ظلم کی خبر پہنچ گئی اس کے باوجود اگر میں نے اسے تبدیل نہ کیا تو یہ ایسے ہوگا جیسے میں نے اس پر ظلم کیا۔''[2]

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ گورنروں کی تقرری کے بعد ان کے متعلق لوگوں سے پوچھ گچھ فرماتے رہتے تھے، اگر لوگوں کو ان سے کوئی شکایت وغیرہ ہوتی تو ان کے خلاف کاروائی فرماتے۔واقعی کسی کو ذمہ داری دینے کے بعد اس کی کارکردگی کو چیک کرنا بھی ایک اہم امر ہے، اس سے قابل لوگوں کی صلاحتیں سامنے آتی ہیں۔نیز پوچھ گچھ کا نظام حاکموں، گورنروں اور ذمہ داران کو علمی وعملی دونوں طور پر کمزور نہیں ہونے دیتا۔

---

1 ......سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمۃ، الاختیار فی التعجیل---الخ، ج ۶، ص ۵۸۱، حدیث: ۱۳۰۳۳۔

2 ......مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الحادی والاربعون، ص ۱۱۳۔

(2)......حکمرانوں سے وفود بھیجنے کا مطالبہ:

واضح رہے کہ کسی بھی حاکم کی ذمہ داری کو سب سے زیادہ دیکھنے اور جاننے والی اس کی رعایا ہوتی ہے کہ آیا وہ اپنی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن پورا کر بھی رہا ہے یا نہیں؟ کیونکہ حاکم کا تعلق رعایا کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے ہوتا ہے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس امر سے اچھی طرح واقف تھے، لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے حکمرانوں کی کارکردگی جاننے کے لیے انہیں اس بات کا حکم دیا کہ اپنے علاقے کے مختلف وفود میرے پاس بھیجتے رہا کرو۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب حاکم بناتے تو ان کی کارکردگی جاننے کے لیے انہی کے علاقوں سے وفود کو طلب فرمایا کرتے تھے۔''[1]

(3)......وفود سے حکمرانوں کی پوچھ گچھ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف مختلف علاقوں سے وفود کو طلب فرماتے بلکہ ان سے وہاں کے حکمرانوں کے متعلق مختلف معاملات میں پوچھ گچھ بھی فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب وفود آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے یوں سوالات پوچھتے: ''تمہارا حکمران کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازوں میں شرکت کرتا ہے؟ اس کا دروازہ نرم ہے یا سخت؟ (یعنی رعایا کی دادرسی کے لیے وہ کھلا رہتا ہے یا بند؟)'' اگر وفد کے لوگ یہ جواب دیتے کہ ان کے دروازے پر مظلوموں، غریبوں کی شنوائی ہوتی ہے اور یہ غلاموں کی عیادت بھی کرتے ہیں تو آپ اس حاکم کو چھوڑ دیتے ورنہ اس کی طرف پیغام بھیج کر اسے معزول کر دیتے۔[2]

(4)......حکمرانوں کے متعلق خطوط لکھنے کی اجازت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی باکمال فراست سے اس بات کو جانتے تھے کہ بعض اوقات رعایا اپنے حاکم کے رعب و دبدبے کی وجہ سے اس کے سامنے بات نہیں کر پاتی، اسی وجہ سے آپ جب کسی حاکم یا گورنر کے پاس کوئی قاصد بھیجتے تو اسے حکم فرما دیتے کہ واپس آتے ہوئے لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دے کہ اگر

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ، آداب الامارۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۷، حدیث: ۱۴۳۳۲۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ، آداب الامارۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۷، حدیث: ۱۴۳۳۲۔

کوئی ذاتی مکتوب امیر المؤمنین تک پہنچانا چاہے تو مجھے دے دے میں پہنچادوں گا۔خود اس قاصد کو بھی اس بات کا علم نہ ہوتا تھا کہ اس مکتوب میں کیا لکھا ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ رعایا میں سے کسی شخص کو اپنے متعلقہ حاکم سے کوئی شکایت ہوتی تو وہ بلا واسطہ امیر المؤمنین تک پہنچ جاتی۔ گویا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عوام کو اپنے دکھ درد بیان کرنے کے لیے ایک راستہ بنا کردے دیا تھا کہ جو چاہے اس راستے سے اپنے دکھ درد امیر المؤمنین سے بیان کرسکتا ہے۔جب قاصد ان خطوط کو لے کر پہنچتا تو آپ انہیں زمین پر پھیلا دیتے اور ایک ایک کر کے سارے خطوط پڑھتے۔پھر ان کی تحقیق کے بعد حکم جاری فرماتے۔[1]

(5)......حکمرانوں کے لیے مجلس احتساب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فقط عوام الناس کے مکتوب اور خبروں پر کسی گورنر یا عامل کی پکڑ نہیں فرماتے تھے جب تک اس کی تحقیق نہ فرما لیتے، تحقیق کا ایک طریقہ کار یہ بھی تھا کہ آپ نے ایک مجلس احتساب قائم فرمادی تھی جس کے نگران حضرت سیِّدُ نا محمد بن مَسلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب بھی کسی حاکم کے خلاف کوئی شکایت موصول ہوتی تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا محمد بن مَسلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کی تحقیق کے لیے بھیجتے، وہ اپنے معاونین کے ساتھ جاتے اور معاملے کی تحقیق کر کے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارگاہ میں مکمل کارکردگی پیش کردیتے، پھر سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے مطابق کاروائی فرماتے۔[2]

(6)......حکمرانوں کے احتساب کا مدنی مشورہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال حج کے موسم میں حکمرانوں کا احتسابی مدنی مشورہ بھی فرمایا کرتے تھے، جس میں رعایا کو اس بات کی مکمل آزادی دی جاتی تھی کہ اگر کسی بھی فاروقی گورنر نے اس کے ساتھ کوئی بھی زیادتی کی ہو وہ بھرے مجمع میں اس کو بیان کر کے اپنا بدلہ لے سکتا ہے۔کئی بار ایسا ہوتا کہ کسی بھی معروف گورنر کے خلاف کوئی شکایت کی جاتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسی وقت اس کے خلاف کاروائی کرتے، جیسا کہ حضرت

---

1 ......تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۲، ص ۷۶۰۔

2 ......اسد الغابۃ، محمد بن مسلمۃ، ج ۵، ص ۱۱۷۔

سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلاف کسی شخص نے زیادتی کی شکایت کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسی وقت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مالی بدلہ دلوایا۔[1]

(7)......فاروقِ اعظم کا اِحتسابی عَلاقائی دَورہ:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ مدنی سوچ تھی کہ تمام تر احتیاطی تدابیر کے علاوہ امیرالمؤمنین کے لیے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے وہ رعایا کی خبرگیری اور حکومتی معاملات کے بارے میں اطمینان قلبی کے لیے بذاتِ خود مختلف ریاستوں کا علاقائی دورہ کرے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اگر میں زندہ رہا تو پورے ایک سال اپنی سلطنت کا دورہ کروں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں لوگوں کی بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جو نہ تو وہ خود مجھ تک پہنچا پاتے ہیں اور نہ ہی ان کے گورنر مجھ تک پہنچاتے ہیں، میں ملک شام جاؤں گا وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر بصرہ میں بھی دو مہینے قیام کروں گا، و اللہ میری زندگی کا یہ بہت پیارا سال ہوگا۔''[2]

واقعی ایک کامیاب حاکم کے لیے یہ بات خوب ہے کہ وہ اپنی ریاست کا دورہ کرے، خود جاکر عوام سے ملاقات کرے، ان کے ساتھ گھل مل جائے اور ان کے وہ تاثرات سنے جو نہ تو وہ خود پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے حاکم، دراصل امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قیامت تک آنے والے حکمرانوں کو حکمرانی کرنا سکھا دیا کہ حکمرانی ایسے کی جاتی ہے۔ ایک کامیاب حاکم کے یہ اصول ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

(8)......رعایا کی شکایتوں کی تحقیق:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب بھی رعایا کی طرف سے حاکموں کے متعلق شکایات موصول ہوتیں تو آپ فی الفور ان کے خلاف کاروائی نہ فرماتے بلکہ اس کی تحقیق کرتے اور پھر کاروائی فرماتے، تحقیق کے مختلف طریقے تھے، بسا اوقات آپ اپنا قاصد اس حاکم کی طرف بھیجتے اور فرماتے کہ ''مجھے تمہارے متعلق فلاں

---

1. ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ۳، ص ۲۲۳۔
2. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۶۵۔

شکایت ملی ہے، اس کی وضاحت کرو۔'' اگر معاملہ حساس نوعیت کا ہوتا تو اس حاکم کو فی الفور طلب فرما کر اس سے پوچھ گچھ فرماتے، جیسا کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق آپ کو شکایت پہنچی کہ انہوں نے امیر المؤمنین کے بیٹے کے ساتھ رعایت کی ہے تو آپ نے فِی الفور انہیں بلایا اور ان کے خلاف تمام باتوں کی تحقیق فرمائی۔ اگر کوئی ایسی خبر پہنچتی جس کے متعلق فقط دیکھنا ہی کافی ہوتا تو دیکھتے ہی اس کے خلاف کاروائی فرما دیتے، مَثَلاً حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق یہ شکایت ملی کہ انہوں نے محل کا بڑا دروازہ بنالیا ہے اور عوام کے لیے بند کردیا ہے تو آپ نے قاصد کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ جاؤ دیکھو اگر بڑا دروازہ ہو تو اسے فِی الفور جَلا دینا، بعد ازاں قاصد نے ایسا ہی کیا۔ حمص کے گورنر حضرت سیِّدُنا سَعید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلاف جب لوگوں نے چار شکایات کیں تو آپ نے ان سے بھی تفتیش فرمائی اور ان کی وَضاحت طلب کی۔ اس طرح کے بیسیوں واقعات کتب سیر و تاریخ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

(9)......شکایتوں کی تحقیق کے بعد عملی کاروائی:

کسی بھی حاکم کے خلاف ملنے والی شکایتوں کی جب مکمل تحقیق ہوجاتی کہ وہ واقعی بالکل صحیح ہیں تو آپ اس حاکم کو ذرہ برابر مہلت نہ دیتے اور اس کے خلاف کاروائی فرماتے۔ کوفہ کے حاکم کے خلاف جب کوفہ والوں نے شکایت کی تو آپ نے حضرت سیِّدُنا محمد بن مَسلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کی تحقیق کے لیے بھیجا، انہوں نے تحقیق مکمل کرکے ان کی کارکردگی بارگاہِ فاروقی میں پیش کردی۔[1]

حکمرانوں کو دی جانے والی سزائیں

(1)......گورنروں سے رعایا کو بدلہ دلانا:

حکمرانوں کو دی جانے والی سزاؤں میں سے ایک سزا یہ بھی ہے کہ اگر کسی حاکم نے کسی شخص کے ساتھ زیادتی کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس حاکم سے اس شخص کو بدلہ دلوایا۔[2]

---

1 ......طبقات کبری، ملیح بن عوف السلمی، ج۵، ص۶۴۔

2 ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۲۳۔

(2)......گورنروں کی دُرّے سے تادیب:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بعض گورنروں کے خلاف تادیبی کاروائیوں میں کوڑے کا بھی استعمال فرماتے تھے، رعایا کے معاملات میں دُرّہ عام تھا، بلکہ اس دُرّے کو آپ ہر وقت ساتھ رکھا کرتے تھے، اسی طرح بعض گورنروں کو بھی آپ نے دُرّے کے ذریعے سزا دی، جب آپ نے ملک شام کا دورہ کیا تو بعض گورنروں کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ سامان دیکھا تو ان پر سخت ناراض ہوئے اور اپنے دُرّے سے ان کو مارا۔ اسی سفر میں بعض ذمہ داران نے اچھا لباس پہن کر آپ کا استقبال کیا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں دیکھا تو انہیں دُرّہ مارتے ہوئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''آئندہ تم میرا اس طرح استقبال نہ کرنا۔''(1)

(3)......حکمرانوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا:

سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ حکمرانوں کی اصلاح کے لیے ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا: ''مجھے تمہارے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنالیا ہے جس کے ذریعے تم لوگوں کی گردنوں سے بھی اوپر ہونا چاہتے ہو، کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے تم سیدھے کھڑے ہو اور مسلمان تمہارے قدموں کی ایڑیوں کے برابر ہوں، میں نے تمہارے خلاف عہد کرلیا ہے کہ تم اس کو توڑ دو۔''(2)

گورنروں کی معزولی

گورنروں کو دی جانے والی سزاؤں میں ایک اہم سزا ان کی معزولی بھی تھی، واضح رہے کہ کسی گورنر یا حاکم کی معزولی امیر المؤمنین کی صوابدید پر ہے کہ وہ معاملے کی نوعیت کو دیکھے کہ اس کے لیے کیسی سزا مناسب ہے؟ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس معاملے میں بہت ہی دور اندیش تھے، آپ معاملے کی نوعیت کو دیکھتے ہی پہچان جاتے تھے کہ اس حاکم کو کونسی سزا دی جائے؟ تاریخ و سیر کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی حاکم اپنی ذمہ

---

(1)......تاریخ مدینۃ منورہ، ج ۲، ص ۸۳۴ ملخصاً۔

(2)......کنز العمال، کتاب الخلافۃ، آداب الامارۃ، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۷، حدیث: ۱۴۳۳۳۔

داریوں سے کوتاہی کرتا یا ایسے خارجی اُمور میں مبتلا ہوجاتا جو ایک حاکم کے لیے مناسب نہ ہوتے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے معزول فرما دیتے۔ بیسیوں ایسے واقعات ہیں کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف گورنروں کو معزول کر کے ان کی جگہ کسی اور کو حاکم بنایا۔

(1)......حاکمِ وقت کو سابقہ کام پر لگا دیا:

حضرت سیِّدُنا عُروہ بن رُوَیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں سے حال اَحوال دریافت فرمایا کرتے تھے، جب اہل حمص گزرے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھا: ''تمہارا حاکم کیسا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''ویسے تو وہ بہت اچھے ہیں لیکن انہوں نے ایک بالا خانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتے ہیں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس حاکم کو ایک مکتوب قاصد کے ذریعے روانہ کر دیا نیز قاصد کو یہ بھی حکم دیا کہ ''اس بالا خانے کو آگ لگا دو۔'' چنانچہ قاصد گیا اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس بالا خانے کو آگ لگا دی اور حاکم کو آپ کا مکتوب دے دیا۔ حاکم وہ مکتوب پڑھتے ہی بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوگیا۔

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جیسے ہی اس حاکم کو دیکھا تو فرمایا: ''تین دن تک قید ہوجاؤ اور اس کے بعد مجھ سے ملاقات کرنا۔'' تین دن بعد آپ نے اس حاکم کو ایک مقام پر بلایا جہاں صدقے کے اونٹ تھے، پھر اس کی قمیص اتروا کے اونٹوں کو پانی پلوایا، وہ حاکم اونٹوں کو پانی پلاتا رہا یہاں تک کہ تھک گیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ''ہاں! اب بتاؤ تم کب سے اس عہدے پر فائز ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''حضور! تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔'' فرمایا: ''اسی لیے تم نے بالا خانہ بنایا تھا تاکہ اس میں بیٹھ کر تم مسکینوں، فقیروں اور یتیموں سے اونچے ہو جاؤ۔ گورنری سے پہلے جو کام کرتے تھے جا کر وہی کرو اور دوبارہ میرے پاس نہ آنا۔''(1)

(2)......حاکمِ وقت کو چرواہا بنا دیا:

حضرت سیِّدُنا ہِلال بن اُمَیَّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عِیاض بِن غَنم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ملک شام کا گورنر بنایا۔ پھر آپ کو ان کے متعلق یہ خبر ملی کہ

(1)......تاریخ ابن عساکر، ج ۳۲، ص ۱۲۔

انہوں نے ایک اعلیٰ قسم کا حمام بنالیا ہے نیز چند مخصوص لوگوں کو اپنی مجلس میں بھی شامل کرلیا ہے۔ آپ نے فوراً ان کو طلب فرمایا۔ جیسے ہی یہ بارگاہِ فاروقی میں پہنچے آپ نے تین دن تک ان سے کوئی کلام نہ کیا، چوتھے دن ان کو بلایا، ان کے لیے ایک اُون کا جُبّہ منگوایا اور فرمایا: ''اسے پہن لو۔'' پھر آپ نے انہیں چرواہوں والا تھیلا دیا اور ساتھ ہی تین سو بکریاں دے کر فرمایا: ''**اِنْعَقْ بِهَا** یعنی جاؤ اور جا کر بکریاں چراؤ۔''

وہ بکریاں لے کر چرانے کے لیے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے انہیں دوبارہ بلایا، وہ تیزی سے واپس پلٹے کہ شاید کوئی نیا حکم ارشاد فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا: ''ان بکریوں کو ایسے ایسے چرانا، جاؤ! اب جا کر چراؤ۔'' وہ بکریاں لے کر پھر چلے گئے، تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ دوبارہ انہیں بلایا، اس طرح آپ نے انہیں کئی بار بلایا یہاں تک کہ ان کی پیشانی پر پسینہ آگیا۔ فرمایا: ''جاؤ اور فلاں دن بکریاں میرے پاس لے کر حاضر ہوجانا۔'' وہ گئے اور مقررہ دن پر بکریاں لے کر حاضر ہوگئے۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه باہر نکلے اور فرمایا: ''ان بکریوں کو پانی پلاؤ۔'' انہوں نے حوض بھرا اور بکریوں کو پانی پلانے لگے۔'' جب پانی پلالیا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: ''اب دوبارہ ان بکریوں کو لے جاؤ اور چراؤ، پھر فلاں دن میرے پاس لے کر آنا۔'' اسی طرح دو تین ماہ تک آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کو مشقتوں میں رکھا۔ جب انہیں احساس ہوگیا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کو بلا کر ارشاد فرمایا: ''تم نے اپنے لیے حمام بنایا تھا، ساتھ ہی مخصوص لوگوں کو اپنی نشست میں داخل کرلیا تھا، آئندہ ایسا کرو گے؟'' انہوں نے نہ کرنے کا عہد کیا تو آپ نے انہیں دوبارہ ان کی ذمہ داری پر بھیج دیا۔[1]

سیِّدُنا خالد بن ولید کی معزولی

خلیفۂ رسول اللہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے وصال تک حضرت سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه ہی ملک شام کے محاذ پر اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے، جیسے ہی سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو آپ نے ان کو معزول کردیا۔ یہ سیِّدُ نا خالد بن ولید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی پہلی معزولی تھی، بعدازاں ان کو ایک بار پھر اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کردیا گیا۔ ملک شام کی اکثر فتوحات میں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی

1 ......تاریخ مدینۃ منورہ، سیرۃ عمر فی عمالہ، ج ۳، ص ۸۱۷۔

عَنْہ ہی کا دخل تھا، شامی وایرانی لشکروں پر آپ کی دھاک بیٹھ چکی تھی، یہاں تک کہ مختلف علاقوں کے لوگ دُور دُور سے آپ کو دیکھنے کے لیے آتے تھے، شامی لشکر کے فوجی آپ کے نام سے کانپتے تھے، یہ وہ وقت تھا جب سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وسعتیں اور بلندیاں عطا فرمادی تھیں۔عین اسی وقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو معزول کرکے حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار بنادیا۔

سیِّدُنا خالِد بن ولید کی معزولی کی وجوہات:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی ذاتی رَنجِش، بُغض وعِناد، حَسَد وکینہ، عَداوت وجَلَن یا کسی قسم خفگی وناراضی کی وجہ سے ان کے عہدے سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ خَیر اندیشی، خَیر خواہی، خُلُوص وہمدردی، کِفایت شِعاری اور اور سلامت رَوِی کے پیش نظر کیا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہرگز ہرگز حق تلفی نہیں کی تھی بلکہ شَفقتِ اَحِباء کا حق ادا کیا تھا۔علمائے اہلسنت نے سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معزولی کی درج ذیل دس وُجُوہات بیان کی ہیں:

(1)......حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جرأت وبہادری اور جنگی مہارت نے رومی لشکر کے ہوش اُڑا دیے تھے، رومی لشکر کا ہر سپاہی آپ کا نام سن کر کانپنے لگ جاتا تھا، ہر رومی سپاہی کا یہ خیال تھا کہ شاید حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بذاتِ خود ایک لشکر ہیں، ان کی وجہ سے اسلامی لشکر کا حوصلہ برقرار ہے، اگر یہ نہ ہوں تو اسلامی لشکر کی کوئی اہمیت نہیں، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو معزول کرکے اس فاسد خیال کو ختم کردیا اور رومیوں کو یہ باور کرایا کہ اگر سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ بھی ہوں تب بھی اسلامی لشکر کے رعب ودبدبہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا، اسلامی لشکر کا ہر سردار حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرح ماہر جنگ ہے۔

(2)......سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جراءت وبہادری کے سبب آپ کی ذات کے لیے بھی کافی خطرات بڑھ گئے تھے، بلکہ رومی لشکر نے مکر وفریب سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کئی بار شہید کرنے کی کوشش بھی کی، حالانکہ آپ کی موجودگی سے مجاہدین کو ڈھارس ملتی تھی اور سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کی ذات کو گنوانا نہیں چاہتے تھے، اور یہ تب ہی ممکن تھا کہ وہ سرداری کے مَنصب پر نہ ہوں کیونکہ سردار ہونے کی وجہ سے ان کی جان پر زیادہ خطرہ تھا۔

(3)......حضرت سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی دلیر اور شجاع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ شہادت کے بھی متمنی رہتے، اس عظیم جذبے کی وجہ سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منصبِ سرداری پر فائز ہونے کی وجہ سے بسا اوقات اپنے آپ کو خطرناک مُہمات میں بھی ڈال دیتے تھے، اسی وجہ سے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو معزول کردیا کہ جب وہ سرداری کے منصب پر نہ ہوں گے تو اسلامی لشکر کے سپہ سالار کے تابع رہیں گے اور اپنے آپ کو خطرناک مہمات میں ڈالنے سے بچیں گے۔

(4)......اسلامی لشکر کی فتوحات سے شامی لشکر پر ایک دھاک بیٹھ چکی تھی، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ چاہتے تھے کہ ملک شام میں اسلامی لشکر کی جو کافر لشکر پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے وہ قائم رہے، جس کے لیے سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا لشکر میں موجود رہنا بہت ضروری تھا، اسی وجہ سے آپ نے ان کو معزول کردیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلامی لشکر کے روحِ رواں ہیں، انہیں لشکر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے، سپہ سالار ہوتے ہوئے ان کو اگر کچھ ہو گیا تو اسلامی لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا اور شامی لشکر کا خوف بھی جاتا رہے گا۔

(5)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ خواہش تھی کہ پورے ملک شام اور دیگر ممالک میں اسلام کا پرچم لہرانے لگے، آپ یہ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ایمان قبول کرکے اسلام میں داخل ہوں اور اسلام کے اخلاقی محاسن کی تعلیم سے متاثر ہو کر دخول اسلام کی جانب میلان ورجحان کریں لیکن سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شخصیت اور ان کی جراءت وبہادری کی وجہ سے کفار کے لشکر صلح کے لیے آپ کا سامنا نہ کرپاتے تھے، جبکہ سیِّدُ نا ابُو عُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے مقابلے میں کافی نرم طبیعت کے تھے اس لیے آپ نے ان کو معزول کردیا کہ کفار صُلح کی طرف راغب ہوں اور مسلمانوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو۔

(6)......سیِّدُ نا ابُو عُبَیدہ بن جَراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کرنے میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک دور اندیشی یہ بھی تھی کہ سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سخت ہیں، جنگجو ہیں، ان کا رعب اور ان کی دہشت رومیوں کے دلوں پر غالب ہے اور وہ حضرت سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نام سے کانپتے ہیں، لہٰذا سیِّدُ نا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تلوار کی ضرب سے ان پر سختی کریں وہ تنگ آکر پناہ ڈھونڈیں اور سیِّدُ نا ابُو عُبَیدہ بن

جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کے پاس آئیں اور صلح کرلیں۔

(7)......حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه سخت ہونے کے ساتھ ساتھ اَخلاقِ حَسَنَہ، اِحسان، رَحم دِلی اور فَراخ دلی کے حامِل تھے، لیکن رومی کفار فقط آپ کی سختی جانتے تھے، ان تمام صفات سے بے خبر تھے، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کو معزول کرکے سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بِن جَراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کو سپہ سالار بنادیا تاکہ رومی کفار ان کے توَسُّط سے سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی ان صفات سے بھی واقف ہوجائیں۔

(8)......سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کو معزول کرکے رومی کفار کو یہ تاثر دیا کہ سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کے نزدیک مقام ومنصب کی کوئی اہمیت نہیں، وہ لشکر کے سردار ہوں تو بھی شیر ببر ہیں اور سردار نہ ہوں تو بھی شیر ببر ہیں۔

(9)......حضرت سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی معزولی کے ذریعے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه دنیا کو یہ حقیقت بھی باور کرانا چاہتے تھے کہ اسلامی لشکر کے مجاہدین رومیوں کی طرح نفس پرور اور دنیا پرست نہیں ہیں بلکہ اسلامی لشکر کا ہر مجاہد فقط **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے لیے لڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ کفار پر تو سخت ہیں لیکن آپس میں نہایت ہی شفیق ورحم دل ہیں۔

(10)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه سیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کو معزول کرکے ان کی تمام تر صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے کیونکہ بحیثیت سپہ سالار ان پر جنگ کے علاوہ دیگر کئی ذمہ داریاں تھیں مثلاً مالِ غنیمت جمع کرنا، پھر اس کا حساب رکھنا، اس میں سے خمس نکال کر امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجنا، باقی مال کو مجاہدین میں تقسیم کرنا، پوری فوج کے انتظام کو سنبھالنا، فوجیوں کی ضروریات وغیرہ کا خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے ان تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش کردیا تاکہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف جنگی امور میں صرف کریں اور اسلامی لشکر کی شان وشوکت بڑھائیں۔ [1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1]......مردانِ عرب، ص ۲۷۴ تا ۲۸۱ ماخوذاً۔

حکمرانوں سے متعلق رِعایا کی ذمہ داریاں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ ریاستی معاملات میں جہاں ایک حاکم یا گورنر کی بہت سی ذمہ داریاں ہیں وہیں عوام الناس ورعایا پر بھی ریاست اور اس کے گورنر کے حوالے سے کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جب دونوں طرف سے ذمہ داریاں پوری کی جائیں تو ہی تمام معاملات بہتر طریقے سے انجام پاتے ہیں، ساری ذمہ داری فقط حاکم پر ڈالنا بھی درست نہیں ہے اور نہ ہی رعایا پر۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ ''سارا قصور صرف حکمرانوں کا ہی ہے۔'' ایسا ہرگز نہیں، ہاں اگر کوئی حاکم اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتا تو وہ اس کا قصور ہے، لیکن رعایا کو چاہیے کہ وہاں اس بات پر بھی غور کرلے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو کتنا پورا کرتی ہے؟ اگر رعایا اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتی تو ریاست کے معاملات کو خراب کرنے میں وہ بھی حاکم کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔

(1)......اَحکامِ شَرعِیّہ میں اِطاعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حاکم کی اطاعت واجب ہے جب کہ اس کا حکم شریعت کے مطابق ہو، یقیناً اس میں دنیا وآخرت کی بہتری ہے، قرآن پاک میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ﴾ (پ۵، النساء:۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: ''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اگر حکمرانوں کا احتساب فرماتے تھے تو ساتھ ہی رعایا کی تربیت بھی فرماتے رہتے تھے، حکمرانوں کی اطاعت سے متعلق آپ کا ایک بہترین راہنما فرمان پیش خدمت ہے۔

حبشی غلام کی اطاعت کا حکم:

حضرت سیِّدُنا سُوَید بن غَفَلَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''فَاسْمَعْ وَاَطِعْ وَاِنْ اُمِّرَ عَلَیْکَ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ مُجَدَّعٌ اِنْ ضَرَبَکَ فَاصْبِرْ وَاِنْ حَرَمَکَ فَاصْبِرْ وَاِنْ اَرَادَ اَمْرًا یَنْتَقِصُ دِیْنَکَ فَقُلْ سَمْعٌ وَطَاعَةٌ دَمِیْ دُوْنَ دِیْنِیْ فَلَا تُفَارِقِ الْجَمَاعَةَ یعنی اپنے حاکم ونگران کی بات کو غور سے سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ وہ حاکم ونگران کوئی حبشی، نک کٹا

غلام ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ تمہیں مارے تو صبر کرو، محروم کرے تو صبر کرو، البتہ اگر وہ تمہارے دین میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے تو اسے دوٹوک الفاظ میں کہہ دو کہ تمہارے ہر معاملے کو میں سن کر اس کی اطاعت کروں گا لیکن دینی معاملے میں کوئی مفاہمت برداشت نہیں کروں گا اور جماعت سے علیحدہ نہ ہونا۔‘‘[1]

(2)......غیر موجودگی میں خیر خواہی:

حکمرانوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی خیر خواہی کی جائے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار حکمرانوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! ہمارے بھی تم پر کچھ حقوق ہیں، ہماری عدم موجودگی میں ہماری خیر خواہی کرو، خیر و بھلائی کے کاموں میں ہماری معاونت کرو، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں حاکم کی بُردباری اور نرمی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں، اسی طرح حاکم کی جہالت اور بے وقوفی سے بڑھ کر رب عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں۔‘‘[2]

(3)......غیبت سے اپنے آپ کو بچانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تمام مسلمانوں بالخصوص حکمرانوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ رعایا اپنے آپ کو ان کی غیبت سے بچائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ’’اَکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ہمیں حکمرانوں سے متعلق کئی باتوں سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اپنے حکمرانوں کو بُرا بھلا نہ کہو، انہیں دھوکہ نہ دو، ان کی نافرمانی نہ کرو، تقویٰ اختیار کرو اور صبر کا دامن تھامے رہو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا امر یعنی قیامت قریب ہے۔‘‘[3]

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۵۰۴ صفحات پر مشتمل کتاب ’’غیبت کی تباہ کاریاں‘‘ صفحہ ۱۶۹ پر شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجهاد، فی امام السریة یامرهم۔۔۔الخ، ج ۷، ص ۷۴۳، حدیث: ۶ ملتقطا۔

2 ......کنز العمال، کتاب الخلافة، آداب الامارة، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۶، حدیث: ۱۴۳۳۰۔

3 ......شعب الایمان، باب فی التنسک بالجماعة، فصل فی فضل الجماعة۔۔۔الخ، ج ۶، ص ۶۹، حدیث: ۷۵۲۳۔

بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی بیان کردہ حکمرانوں کی غیبت سے متعلق ایک حکایت اور اس سے حاصل ہونے والا درس پیش خدمت ہے:

بادشاہ کی سڑی ہوئی لاش:

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرتِ سیِّدُنا مَیمُون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے ایک بادشاہ کی بُرائیاں بیان کرنا شُروع کر دیں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خاموشی سے سنتے رہے، خُود اس کے بارے میں کوئی اچھی یا بُری بات نہیں کی۔ جب رات سوئے تو خواب میں دیکھا کہ اُسی بادشاہ کی سڑی ہوئی بدبودار لاش آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے رکھی ہے اور ایک آدمی کہہ رہا ہے: ''اسے کھاؤ!'' فرمایا: ''میں اِسے کیوں کھاؤں؟'' اُس نے جواب دیا: ''اِس لئے کہ تمہارے سامنے اِس بادشاہ کی غیبت کی گئی تھی۔'' فرمایا: ''مگر میں نے تو اس کے بارے میں کوئی اچھا یا بُرا کلام نہیں کیا!'' جواب ملا: ''لیکن تم اس کی غیبت سننے پر رِضامند تھے۔''[1]

حضرتِ سیِّدُنا حَزم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرتِ سیِّدُنا مَیمُون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خُود کسی کی غیبت کرتے نہ اپنے سامنے کسی کو غیبت کرنے دیتے بلکہ اگر کوئی غیبت کرنے کی کوشش کرتا تو اسے منع فرما دیتے اگر وہ باز آجاتا تو ٹھیک ورنہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔''[2]

سیاسی تبصروں کی بیٹھکیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حکایت سے معلوم ہوا کہ سیاسی قائدین، اربابِ اِقتِدار اور حکمران طبقے کی غیبت کی بھی کُھلی چُھوٹ نہیں۔ صد کروڑ افسوس! آج کل شاید ہی ہماری کوئی نشست ایسی ہو جس میں کسی سیاسی لیڈر یا وزیر یا قومی یا صوبائی اسمبلی کے کسی رُکن کی عزّت کی دھجیّاں نہ اُڑائی جاتی ہوں۔ کبھی وزیر اعظم ہدفِ تنقید ہوتا ہے تو کبھی صدر، کبھی وزیرِ اعلیٰ کی شامت آتی ہے تو کبھی گورنر کی۔ مختلف لوگوں کے مُتَعَلِّق نام بنام زوردار مَنفی (NEGATIVE) بحثیں کی جاتیں، جی بھر کر کیچڑ اُچھالا جاتا اور ایک سے ایک بُرے نام رکھے جاتے ہیں۔ غور سے سنئے! ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ پارہ ۲۶ سورۃُ الحُجرات آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (پ۲۶، الحجرات: ۱۱)

---

1. ……صفة الصفوة، ميمون بن سياه، ج ۳، ص ۱۵۴۔
2. ……حلية الاولياء، ميمون بن سياه، ج ۳، ص ۱۲۷۔

ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔''

حَجّاج بِن یُوسُف کی غیبت سے بھی پرہیز:

ہمارے بُزُرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کوغیبت کے مُعاملے میں **اللہ** داوَر عَزَّوَجَلَّ کا اس قدر ڈر رہتا تھا کہ جن کے ظلم وستم کی داستانیں مشہور ومعروف ہوتیں ان کا بھی بِلاضَرورتِ شرعی تذکرہ کرنے سے بچتے تھے جیسا کہ حضرتِ سیِّدُنا اسمٰعیل حقّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا امام محمد ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن سے عرض کی گئی: ''کیا بات ہے کہ آپ نے کبھی بھی حَجّاج (بِن یُوسُف) کے بارے میں دو ۲ لفظ نہیں بولے!'' (یعنی اُسے بُرا بھلا نہیں کہا) فرمایا: ''میں (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے) ڈرتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ قِیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تَوحید کی بَرَکت سے اسے تو چھوڑ دے (یعنی چُونکہ وہ مسلمان تھا لہٰذا اِس نسبت کے سبب اپنے فضل وکرم سے اُسے بے حساب بخش دے) اور مجھے اُس کی غیبت کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا فرما دے۔''[1]

دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کامل مسلمان وُہی ہے جو زَبان سے کسی کو گالی نہ دے، بِلا اجازتِ شَرعی کسی کو بُرا نہ کہے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو بے وقوف نہ کہے، کسی کے عیب کو نہ کھولے، کسی کا بھید نہ کھولے اور ہاتھ سے بھی کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، بِلا اجازتِ شَرعی کسی کو نہ مارے، کسی کو تنقید بے جا کا نشانہ نہ بنائے، اس کے برعکس جس نے لوگوں کو ہر طرح کی تکلیف دی، ہاتھ سے مارا، آنکھ سے کسی کی طرف ایذاء دینے والے انداز سے اشارہ کیا، ہر شخص اُس سے تنگ و بیزار رہا تو وہ شخص کامِل مسلمان نہیں ہے، ایمان اس کے دل میں مضبوط نہیں ہے، انتقال کے وقت اندیشہ ہے کہ مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ شیطان غالب آجائے اور ہر طرح سے اُسے وسوسے ڈالے اور مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ شخص دائرہ ایمان سے نکل جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہ کرے اس کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل جائے اور وہ جہنّم کی راہ اختیار کرے، جنّت سے محروم رہے۔ بخلاف اس کے جس کا ایمان کامل ہو، اسلام کی سچی محبّت اُس کے دل کو حاصل ہو، کامِل مسلمانوں والے اعمال وافعال اس کے اندر پائے جاتے ہوں، بندوں کے حُقوق گردن پر نہ اٹھائے ہوں،

---

[1] ......روحُ البیان، پ ۲٦، الحجرات: ۱۳، ج ۹، ص ۹۰۔

اِس صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے شیطان کا وسوسہ موت کے وقت اثر انداز نہ ہوگا، دریائے ایمان جوش مارے گا۔ فِرِشتہ ابلیس کو بھگا دے گا، وساوس کو دُور کریگا، اس لئے خاتمہ بالخیر ہوگا، شیطان اپنا سر پیٹے گا، اپنے سر پر خاک اُڑائے گا اور بہت چیخے گا چلائے گا۔

زندگی اور موت کی ہے یا الٰہی کشمکش
جاں چلے تیری رِضا پر بیکس و مجبور کی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کامل مسلمان بننے کیلئے، غیبت کرنے سننے کی عادت نکالنے، نمازوں اور سنّتوں کی عادت ڈالنے کیلئے دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے ہر دم وابستہ رہئے، سنّتوں کی تربیت کیلئے مَدَنی قافلوں میں عاشقانِ رسول کے ساتھ سنّتوں بھرا سفر کیجئے اور کامیاب زندگی گزارنے اور آخرت سنوارنے کیلئے مَدَنی انعامات کے مطابق عمل کر کے روزانہ فکرِ مدینہ کے ذَرِیعے رسالہ پُر کیجئے اور ہر مَدَنی ماہ کی ۱۰ تاریخ کے اندر اندر اپنے ذمّے دار کو جمع کروایئے اور ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں اوّل تا آخر شرکت کیجئے۔ آپ کی ترغیب کیلئے ایمان افروز مَدَنی بہار پیش کی جاتی ہے چُنانچہ،

بدعقیدگی سے توبہ نصیب ہوگئی:

لطیف آباد حیدرآباد (بابُ الاسلام سندھ) کے ایک اسلامی بھائی نے کچھ اس طرح بتایا: بعض لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی بِنا پر میرا ذِہن خراب ہوگیا اور میں تین سال تک نیاز شریف اور میلاد شریف وغیرہ پر گھر میں اعتراض کرتا رہا مجھے پہلے دُرُود شریف سے بہت شَغَف تھا (یعنی بے حد دلچسپی و رغبت تھی) مگر غَلَط صحبت کے سبب دُرُودِ پاک پڑھنے کا جذبہ ہی دم توڑ گیا۔ اتّفاق سے ایک بار میں نے دُرُود شریف کی فضیلت پڑھی تو وہ جذبہ دوبارہ جاگا اور میں نے کثرت کے ساتھ دُرُودِ پاک پڑھنے کا معمول بنالیا۔ ایک رات جب دُرُود شریف پڑھتے پڑھتے سو گیا تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مجھے خواب میں سبز گنبد کا دیدار ہوگیا اور بے ساختہ میری زَبان سے **اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ** جاری ہوگیا۔ صبح جب اُٹھا تو میرے دل کے اندر ہل چل مچی ہوئی تھی، میں اِس سوچ میں پڑ گیا کہ آخر حق کا راستہ کون سا ہے؟ حُسنِ اتّفاق سے دعوتِ اسلامی والے عاشقانِ رسول کا سنّتوں کی تربیّت کا مَدَنی قافِلہ ہمارے گھر کی قریبی مسجد میں آیا تو کسی نے

مجھے مَدَنی قافِلے میں سفر کی دعوت دی، میں چُونکہ مُتَذَبْذِب (Confused) تھا اِس لئے تلاشِ حق کے جذبے کے تحت مَدَنی قافلے کا مسافِر بن گیا۔ میں نے سفید عمامہ باندھا تھا مگر سبز عمامے والے مَدَنی قافِلے والوں نے سفر کے دَوران مجھ پر نہ کسی قسم کی تنقید کی نہ ہی طنز کیا بلکہ اجنبیت ہی محسوس نہ ہونے دی۔ امیرِ قافِلہ نے مَدَنی اِنعامات کا تعارُف کروایا اور اسکے مطابِق معمول رکھنے کا مشورہ دیا۔ میں نے مَدَنی انعامات کا بغور مُطالَعہ کیا تو چونک اٹھا کیوں کہ میں نے اتنے زبردست تربیتی مَدَنی پھول زندگی میں پہلی ہی بار پڑھے تھے۔ عاشِقانِ رسول کی صحبت اور مَدَنی انعامات کی بَرَکت سے مجھ پر ربِّ لَمْ یَزَل عَزَّوَجَلَّ کا فَضْل ہوگیا۔ میں نے مَدَنی قافِلے کے تمام مسافِروں کو جمع کر کے اعلان کیا کہ کل تک میں بدعقیدہ تھا آپ سب گواہ ہو جایئے کہ آج سے توبہ کرتا ہوں اور دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے وابَستہ رہنے کی نیّت کرتا ہوں۔ اسلامی بھائیوں نے اِس پر فرحت و مُسرّت کا اظہار کیا۔ دوسرے دن ۳۰ روپے کی نُکتی (ایک بَیسن کی مٹھائی جو موتی کے دانوں کی طرح بنی ہوتی ہے) منگوا کر میں نے سرکارِ بغداد حُضُور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادِر جیلانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی نیاز دِلوائی اور اپنے ہاتھوں سے تقسیم کی۔ میں ۳۵ سال سے سانس کے مَرَض میں مبتَلا تھا، کوئی رات بِغیر تکلیف کے نہ گزرتی تھی، نیز میری سیدھی داڑھ میں تکلیف تھی جس کے باعِث صحیح طرح کھا بھی نہیں سکتا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مَدَنی قافِلے کی بَرَکت سے دورانِ سفر مجھے سانس کی کوئی تکلیف نہ ہوئی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں سیدھی داڑھ سے بِغیر کسی تکلیف کے کھانا بھی کھا رہا ہوں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ عقائدِ اَہلسنّت حق ہیں اور میرا حُسنِ ظَن ہے کہ دعوتِ اسلامی کا مَدَنی ماحول اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

چھائے گر شیطنت، تو کریں دیر مت
قافلے میں چلیں، قافِلے میں چلو
صحبتِ بد میں پڑ، کر عقیدہ بگڑ
گر گیا ہو چلیں، قافِلے میں چلو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4)......حکمرانوں سے رابطہ:

ریاستی معاملات، کو چلانے اور ان کو مُنَظَّم کرنے کے لیے حاکم اور رعایا کے درمیان رابطہ بہت ضروری ہے، یقیناً یہ رابطہ دونوں جانب سے ہوگا، حاکم کو چاہیے کہ اپنی رعایا سے دور نہ جائے ان میں گھل مل کر رہے، اسی طرح رعایا کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے حکمرانوں اور ذمہ داران سے رابطے میں رہے۔ جو جس سطح کا ذمہ دار ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کو اپنے تک پہنچنے کے ایسے ذرائع اختیار کرے کہ رعایا اس کے پاس آسانی سے پہنچ جائے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جہاں رعایا سے مل کر ان کے حقوق کے بارے میں عملی اقدامات فرمایا کرتے تھے وہیں اس وقت کی رعایا بھی حکمرانوں سے رابطے میں رہا کرتی تھی۔

(5)......حکمرانوں کے شرعی مؤقف کی تائید:

رعایا کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ خواہ مخواہ حکمرانوں کی مخالفت سے بچے، ان کا ہر وہ مؤقف جو شریعت کے مطابق ہو اس کی تائید کرے، اگر وہ مؤقف شریعت کے مطابق ہو مگر اس کی سمجھ میں نہ بھی آتا ہو تو بھی خاموشی ہی میں عافیت ہے۔ حاکم اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے جو شریعت کے مخالف نہیں ہے مگر رعایا میں سے کوئی اس سے بہتر رائے رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی رائے حاکم تک بالواسطہ یا بلاواسطہ پہنچا دے۔ واضح رہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو چاہے وہ حاکم ہی کیوں نہ ہو اچھا مشورہ دینا اس کے ساتھ دیانت داری ہے، جبکہ غلط مشورہ دینا اس کے ساتھ خیانت ہے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ خود عوام الناس سے مختلف معاملات میں مشاورت فرمایا کرتے تھے۔[1]

(6)......غلط بات کی تائید سے پرہیز:

کسی بھی ریاست کا حاکم یا کوئی بھی ذمہ دار یقیناً ایک انسان ہی ہے، جہاں اس سے اچھی باتیں صادر ہوتی ہیں، وہیں کبھی اس سے غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں، رعایا یا ماتحت شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر وہ حاکم کے فعل یا حکم میں کوئی غلطی دیکھے تو اس کو مطلع کرے اگر وہ مطلع کرنے پر قادر ہو۔ اگر وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا تو اسے کم از کم غلط جانتے

---

[1]......تفصیل کے لیے اسی کتاب کا موضوع ''عہدِ فاروقی کا شورائی نظام''، صفحہ ۱۹۵ کا مطالعہ کیجئے۔

ہوئے اس کی تائید نہ کرے، بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خواہ مخواہ حکمرانوں یا ذمہ داران کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں، قطع نظر اس بات کے کہ وہ صحیح بھی کہہ رہا ہے یا نہیں۔ یقیناً حکمرانوں کے آگے جی جی کرنے والا شخص خائن ہے۔ حدیث پاک میں ایسے شخص کے لیے ہلاکت کی وعید ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**وَیْلٌ لِلزَّرْبِیَّۃِ** یعنی زربیہ کے لیے ہلاکت ہے۔'' عرض کیا گیا: ''**یَارَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ زربیہ کون ہے؟'' فرمایا: ''**اَلَّذِیْ اِذَا صَدَقَ الْاَمِیْرُ قَالُوْا صَدَقَ وَ اِذَا کَذَبَ الْاَمِیْرُ قَالُوْا صَدَقَ** یعنی زربیہ وہ شخص ہے جو (حاکم کی ہاں میں ہاں ملائے رکھے، یعنی) حاکم کوئی سچی بات کہے تو کہے آپ نے سچ کہا۔ اور اگر وہ کوئی جھوٹی بات کہے تو بھی یہی کہے آپ نے سچ کہا۔''[1]

(7)......معزولی کے بعد بھی ان کا احترام:

گر کوئی حاکم یا ذمہ دار اپنی ذمہ داری یا حکمرانی سے معزول ہو جاتا ہے، یا اس کی ذمہ داری کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو رعایا یا ماتحت افراد کو چاہیے کہ اب بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا اس کی حکمرانی کے وقت کیا کرتے تھے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی ذمہ داری پر فائز ہو تو اس کا بہت ہی احترام کرتے ہیں لیکن جیسے ہی اس نے اپنا منصب چھوڑا اسے پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتے، گویا اس کے منصب کی وجہ سے اس کا احترام کر رہے تھے۔ ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں، تمام لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے، چاہے وہ ذمہ دار ہوں یا ماتحت افراد ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سیرتِ طیبہ ہمارے سامنے ہے، آپ نے اپنی ذات کو کبھی ایسا بنا کر پیش نہ کیا کہ میں امیر المؤمنین ہوں، بلکہ آپ نے تو اپنے گورنروں کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ حاکم اور ذمہ دار بن کر بھی عام فرد کی طرح رہے۔ آپ نے اپنی رعایا کی یہی تربیت کی تھی کہ کسی حاکم کے منصب چھوڑنے کے بعد بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے جیسا اس کے منصب کے وقت کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی گورنر کو معزول فرمایا ہو اور بعد میں لوگوں نے اس سے کوئی برا سلوک کیا ہو۔

[1]......شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار۔۔۔الخ، فصل فی مجانبۃ الظلمۃ، ج ۷، ص ۴۷، حدیث: ۹۴۰۰۔

(8)......ذاتی معاملات کو خود ہی حل کرنا:

حاکم یا ذمہ دار اگرچہ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ رعایا یا اپنے ماتحت افراد کے مسائل حل کرے۔لیکن اس میں رعایا کے لیے ایک مدنی پھول یہ بھی ہے کہ ایسے گھریلو اور ذاتی نوعیت کے معاملات جن کا تعلق عام معاملات سے ہے یا ان کو خود ہی حل کیا جا سکتا ہے، حاکم کے پاس نہ لے کر جائیں بلکہ خود ہی حل کر لیں۔اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ آپ کے گھر کے ذاتی معاملات آپ ہی تک محدود رہیں گے اور حاکم یا ذمہ دار کا بھی وقت بچے گا۔نیز آپ کے اندر بھی کچھ نہ کچھ معاملات کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جب اس قسم کے معاملات آتے تو آپ کی یہی کوشش ہوتی کہ اس شخص کو سمجھا دیتے کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس کے لیے تم میرے پاس آئے ہو اسے خود ہی حل کرلو یا اس مسئلہ کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔مثلاً ایک بار آپ کی بارگاہ میں حضرت سیِّدُ نا جابِر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی زوجہ کی شکایت لے کر آئے اور ان کے بارے میں ایسی باتیں کیں جو عُمُوماً ہر میاں بیوی کے درمیان ہوتی رہتی ہیں تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں یہی مدنی ذہن دیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زوجین میں بھی بسا اوقات چھوٹے چھوٹے معاملات ہوجاتے ہیں، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو حَتَّی الْمَقْدُور ان معاملات کو اپنے گھر تک ہی محدود رکھے، خود ہی ان کے حل کے لیے کوشش کرے، نہیں تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے ان مسائل کو حل کروائے، خُصُوصاً زوجہ کا معاملہ انتہائی حساس ہے، بعض اوقات طبیعت کے فرق کی وجہ سے بھی اونچ نیچ ہوجاتی ہے، دونوں کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو ایک دوسرے کی باتوں کو برداشت کریں، اگر ایک کو غصہ آجائے تو دوسرا خاموش ہوجائے، دونوں وسیع ظرفی کا مظاہرہ کریں، اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں۔زوجین، ساس بہو وغیرہ کے مابین ہونے والے معاملات کو بطریق احسن حل کرنے کے لیے شیخ طریقت امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے ان تین رسائل: ''(۱) ناچاکیوں کا علاج (۲) گھر امن کا گہوارہ کیسے بنے؟ (۳) ساس بہو میں صلح کا راز'' کا ضرور مطالعہ کیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ گھر کو امن کا گہوارہ بنانے میں کافی معاونت حاصل ہوگی۔

1......معجم کبیر، ج ۹، ص ۳۳۸، حدیث: ۹۶۸۵، مجمع الزوائد، کتاب النکاح، حق المراۃ علی الزوج، ج ۴، ص ۵۵۹، حدیث: ۷۶۲۴۔

(9)......مشکل وقت میں ساتھ دینا:

رعایا پر ایک حق یہ بھی ہے کہ جب کسی حاکم یا ذمہ دار پر مشکل وقت آئے تو اس مشکل میں حاکم کا ساتھ دیں، تاکہ وہ ذمہ دار اپنی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھاتے ہوئے اس مشکل کو دور کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہ واضح ہے کہ جب کوئی شخص پریشانی میں ہو وہ دیگر لوگوں کی توجہ چاہتا ہے اور حاکم کا رعایا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لیے اس کی نظر رعایا پر ہوتی ہے کہ میں نے مشکل وقت میں ان کا ساتھ دیا تو کیا یہ بھی مشکل وقت میں میرا ساتھ دیتے ہیں یا نہیں؟ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارک میں مدینہ منورہ میں سخت قحط سالی ہوئی، اس وقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رعایا کی بھرپور خدمت کی تو رعایا نے بھی آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قحط سالی کو دور فرما دیا۔

(10)......غیر موجودگی میں دعا کرنا:

رعایا پر ایک حق یہ بھی ہے کہ حکمرانوں یا ذمہ داران کی غیر موجودگی میں ان کے لیے دعائیں کریں، بالفرض ان کی ذات میں کوئی غلطی دیکھیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اسے دور کرنے کی دعا کریں۔ واضح رہے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں، حاکم وقت پر تو یہ لازم ہے کہ وہ شریعت کے مطابق چلے لیکن اگر بالفرض اس میں کوئی کمی ہو تو ہوسکتا ہے رعایا کی دعاؤں کی برکت سے دور ہو جائے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں آپ کی سلطنت کے لوگ بھی آپ کے لیے بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔

(11)......عُیُوب کی پردہ پوشی کرنا:

حکمرانوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے اگر ان کی ذات میں کوئی عیب ہو تو اس کی بِلا اِجازتِ شَرعی تشہیر نہ کی جائے بلکہ اس کی پردہ پوشی کی جائے، کیونکہ جس طرح رعایا کی عزت نفس ہے بِعَینِہٖ حاکم کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، جس طرح آپ کے کوئی عیبوں کو اچھالے تو آپ کو برا لگے گا اسی طرح حاکم یا ذمہ دار کے عیبوں کو آپ اچھالیں گے تو اسے بھی برا لگے گا۔ حاکم و رعایا دونوں کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے عیبوں کو اچھالنے کے بجائے اپنی اور پوری ریاست کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک مضبوط اور اسلامی معاشرے کے

قیام میں بہت مُعاونت ملے گی، مُعاشرے سے تمام بُرائیوں کا خاتمہ ہوجائے گا، دیگر بُرائیوں کے ساتھ ساتھ غیبت، تُہمت، بدگمانی جیسے امراض سے بھی نجات مل جائے گی۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عہدِ فاروقی کے گورنر

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو اپنا نائب بنایا، بعض روایات میں چند دیگر اصحاب کے بھی اسماءِ مبارکہ مذکور ہیں، دراصل سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِتباع فرماتے تھے کہ اِن دونوں ہستیوں کی بھی یہی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی مدینہ منورہ سے باہر کسی ضروری کام کی غرض سے جانا ہوتا تو کسی نہ کسی کو اپنا نائب ضرور بناتے۔

مکہ مکرمہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عِتاب بِن اُسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ مکرمہ پر حضرت سیِّدُنا عِتاب بِن اُسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گورنر مقرر کیا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی ان کو اسی منصب پر برقرار رکھا۔ حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر اور حضرت سیِّدُنا عِتاب بِن اُسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا انتقال ایک ہی دن ہوا تھا۔[1]

حضرت سیِّدُنا قُنفُذ بِن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا قُنفُذ بِن عُمَیر بِن جُدعان تَیمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا، بعد ازاں ان کو معزول کر کے حضرت سیِّدُنا نافع بِن عبد الحارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......الاستیعاب، عتاب بن اسید، ج ۳، ص ۱۴۴۔

عَنْہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر بنایا۔[1]

حضرت سیِّدُنا نافع بن عبد الحارِث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ :

حضرت سیِّدُنا قُنفُذ بن عُمَیر بن جُدعان تَیمِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معزولی کے بعد حضرت سیِّدُنا نافع بن عبد الحارِث خُزَاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مکہ مکرمہ کے گورنر مُقرر ہوئے۔حضرت سیِّدُنا نافع بن عبد الحارِث خُزَاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گورنری کے زمانے کے دو واقعات بہت اہم ہیں۔ایک تو یہ کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو مکہ میں جیل خانے کے لئے جگہ خریدنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا،لہٰذا آپ نے جیل خانے لیے حضرت سیِّدُنا صَفوان بِن اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گھر خریدا۔[2]

دوسرا یہ کہ جب امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ سے سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو مقامِ ''عُسفَان'' پر آپ کی ملاقات حضرت سیِّدُنا نافع بن عبد الحارِث خُزَاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوئی،سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ سے استفسار فرمایا:''آپ نے اپنی غیر موجودگی میں مکہ مکرمہ کا گورنر کسے مُقرر فرمایا ہے؟''عرض کیا:''سیِّدُنا اِبنِ اَبزَی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو۔''ارشاد فرمایا:''کون اِبنِ اَبزَی۔''عرض کیا:''اِبنِ اَبزَی ہمارے غلاموں میں سے ایک ہے۔''آپ نے انتہائی تعجب سے ارشاد فرمایا:''ایک غلام کو مکہ مکرمہ کا گورنر بنا دیا؟''انہوں نے عرض کی:''اے امیر المومنین!اِبنِ اَبزَی کوئی عام آدمی نہیں ہیں وہ تو کتاب **اللّٰہ** کے قارِی اور عالمِ دِین ہیں۔''یہ سن کر امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا:''بلاشبہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قرآن کریم کے سبب ایک قوم کو بُلندی و عُروج عطا فرماتا ہے اور دوسری قوم کو ذِلَّت و پَستِی سے ہمکنار فرماتا ہے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا خالِد بن عاص بن ہِشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت نافع بن عبد الحارِث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی معزولی کے بعد امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ

---

1 ......اسد الغابۃ،قنفذ بن عمیر،ج ۴،ص ۴۳۶۔

2 ......بخاری،کتاب الخصومات،باب الربط والحبس فی الحرم،ج ۲،ص ۱۱۷،تحت الباب: ۸۔

3 ......مسلم،کتاب صلاۃ المسافرین،فصل فی یقوم بالقرآن۔۔۔الخ،ص ۴۰۷،حدیث: ۸۱۶۔

تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا خالِد بن عاص بن ہِشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر بنایا۔ آپ حضرت سیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مبارک دور میں بھی اس مَنصب پر فائز رہے۔ (1)

حضرت سیِّدُنا عُبَیدُ اللّٰہ بِن اَبُومُلَیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المؤمنین سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو حُدُود قائم کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پر مقرر فرمایا۔ (2)

مدینہ منورہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا زَید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

مدینہ منورہ میں چونکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خود ہی موجود تھے، اس لیے وہاں کسی خاص شخصیت کو گورنر نہیں بنایا گیا، وہاں کے معاملات آپ خود ہی دیکھا کرتے تھے، البتہ مُختلف مُعاملات میں دیگر لوگوں کو ذمہ داریاں دی ہوئی تھیں، جب آپ مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو عموماً حضرت سیِّدُنا زَید بن ثابِت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قائم مقام گورنر بنا کر جاتے، کئی مرتبہ مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو بھی گورنر بنایا۔ (3)

طائف کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن اَبُوالعَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن اَبُوالعاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے طائف کا گورنر بنایا تھا، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری اور عہدِ صدیقی میں بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس ذمہ داری پر فائز رہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں بھی دو ۲ سال تک اسی ذمہ داری پر برقرار رہے، پھر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو ''بَحرَین'' کو گورنر بنا دیا، پھر وہاں سے معزول کر کے ''عُمان'' کا گورنر بنایا۔ (4)

---

1 ...... اسد الغابہ، خالد بن العاص، ج ۲، ص ۱۲۳، الاستیعاب، خالد بن العاص بن ہشام، ج ۲، ص ۱۵۔

2 ...... مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب ضرب الحدود، ج ۷، ص ۲۹۸، حدیث: ۱۳۵۹۱۔

3 ...... الاستیعاب، زید بن ثابت، ج ۲، ص ۱۱۲۔

4 ...... الاستیعاب، عثمان ابی العاص الثقفی، ج ۳، ص ۱۵۳، الاصابۃ، عثمان بن ابی العاص، ج ۴، ص ۳۷۴، الرقم: ۵۴۵۷۔

حضرت سیِّدُنا عُتبہ بن اَبُو سُفیان اُمَوِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ حضرت سیِّدُنا اَمیرِ مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سگے بھائی ہیں، کنیت ''ابُو ولید'' ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولادت عہدِ رسالت میں ہوئی تھی، امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں طائف کے گورنر رہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا اَمیرِ مُعَاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو مصر کی فوج کا ذمہ دار بنا دیا۔ آپ فَصِیْحُ اللِّسَان مُبَلِّغ تھے، آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ بَنُو اُمَیّہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی خَطِیب نہیں۔ مِصر میں ایک سال رہے اور ۴۰ یا ۴۳ ہجری میں مصر کے شہر ''اِسکندریہ'' میں آپ کا وِصال ہوا۔ [1]

حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عَبدُ اللّٰہ ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن اَبُو العَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طائف سے مَعزول کر کے بَحرین کا گورنر بنایا اور پھر ان کی جگہ حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عبد اللّٰہ ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طائف کا گورنر مُقرر فرما دیا۔ [2]

واضح رہے کہ حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عبد اللّٰہ ثَقَفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہی صحابی ہیں نے جنھوں رسولِ اَکرم، شاہِ بَنِی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ سوال کیا تھا کہ ''آپ اسلام کے بارے میں مجھے ایسی بات بتائیں جس کے متعلق میں آپ کے علاوہ کسی اور سے نہ پوچھوں؟'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ یعنی یہ کہو کہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم رہو۔'' [3]

یمن کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا یَعْلٰی بِن اُمَیّہ تَمِیْمِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا یَعْلٰی بِن اُمَیّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فتحِ مکہ کے روز ایمان لائے، غَزوۂ حُنَین، طائف اور تبوک میں حاضری

---

1. ......اسد الغابۃ، عتبۃ بن ابی سفیان، ج ۳، ص ۵۸۰۔
2. ......الاستیعاب، سفیان بن عبد اللہ، ج ۲، ص ۱۹۰۔
3. ......مسلم، کتاب الایمان، جامع اوصاف الاسلام، ص ۴۰، حدیث: ۶۲۔

کی سعادت پائی۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سخاوت کی وجہ سے مشہور تھے۔امیر المومنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو یمن کے بعض علاقوں کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔(1)

حضرت سیّدُنا عبد اللّٰہ بن اَبُو رَبِیعہ مخزومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ کی کنیت ''ابو عبد الرحمٰن'' ہے، زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام ''بُحَیرا'' تھا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تبدیل فرما کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام ''**عبد اللّٰہ**'' رکھ دیا۔سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو یمن کے بعض علاقوں کا گورنر مقرر فرمایا۔(2)

بحرین کے فاروقی گورنر

حضرت سیّدُنا عَلَاء بن حَضرَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیّدُنا عَلَاء بن حَضرَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، عہدِ صدیقی وعہدِ فاروقی میں بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسی مَنصب پر فائز رہے۔عہدِ فاروقی میں سن ۱۴ ہجری میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بحرین ہی میں وصال ہوا۔آپ کے وصال کے بعد حضرت سیّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بحرین کا گورنر بنایا گیا۔یاد رہے کہ حضرت سیّدُنا عَلَاء بن حَضرَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بہن ''صَعْبَہ بِنتِ حَضرَمی'' عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت سیّدُنا طَلْحَہ بن عُبَید **اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی والدہ ہیں، لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیّدُنا طَلْحَہ بن عُبَید **اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ماموں ہوئے۔(3)

حضرت سیّدُنا اَبُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اصل نام عبد الرحمٰن بن صَخر ہے، قبیلہ دَوس سے تعلق رکھتے تھے، اَصحابِ صُفَّہ سے تھے، چشمۂ عُلُومِ نَبَوِیَّہ سے سیراب ہونے کے لیے بھوک، مُفلِسی جیسی دُشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کیا، یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار مُکَثِّرِین صحابہ کرام (کثرت سے روایات کرنے والے صحابہ) میں ہوتا ہے۔عہدِ رسالت میں غَزوَۂ خیبر و حُنَین جیسے معرکوں

---

1. ......الاستیعاب، یعلی بن امیۃ، ج ۴، ص ۱۴۷، الاصابۃ، یعلی بن امیۃ، ج ۶، ص ۵۳۹، الرقم: ۹۳۷۹۔
2. ......الاستیعاب، عبد اللّٰہ بن ربیعۃ، ج ۳، ص ۳۲۔
3. ......الاستیعاب، علاء بن الحضرمی، ج ۳، ص ۱۹۳۔

میں بھی پیش پیش رہے، عہدِ صدیقی میں فتنۂ اِرتداد کی سرکوبی کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کی ان ہی خصوصیات کے پیشِ نظر سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو ''بحرین'' کا گورنر مقرر فرمایا۔ (1)

حضرت سیِّدُنا قُدامہ بن مَظعُون جُمحی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کنیت ''ابُوعَمرو'' یا ''ابُوعُمر'' ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اپنے دونوں بھائیوں حضرت سیِّدُ نا عُثمان بِن مَظعُون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بِن مَظعُون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو بحرین کا گورنر مقرر فرمایا۔ (2)

مصر کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فلسطین کا گورنر بنایا تھا، مصر فتح ہونے کے بعد آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی ''فاتحِ مصر'' ہیں۔ (3)

حضرت سیِّدُ نا طَلحہ بِن عُبَید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عَمرو بن عَاص قُریش کے نیک لوگوں میں سے ہے۔'' (4)

فلسطین کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو فلسطین کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''مَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْاَلَ عَنِ الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ فَلْیَاْتِ مُعَاذَبْنَ جَبَلٍ یعنی

---

1. ......الاستیعاب، ابوھریرۃ الدوسی، ج ۴، ص ۳۳۴۔
2. ......الاصابۃ، قدامۃ بن مظعون، ج ۵، ص ۳۲۲، الرقم: ۷۰۳۱۔
3. ......طبقات کبری، تسمیۃ من نزل مصر من اصحاب رسول اللّٰہ، ج ۷، ص ۳۴۲۔
4. ......ترمذی، المناقب عن رسول اللّٰہ، مناقب عمرو بن العاص، ج ۵، ص ۴۵۶، حدیث: ۳۸۷۱۔

جوحلال وحرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جائے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بِن مُجَزِّز مُدْلِجِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیرالمومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفلسطین کا گورنر بنایا تھا۔[2]

حضرت سیِّدُنا یَزِید بِن اَبُوسُفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُمّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمّ حَبِیبَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اور حضرت سیِّدُ نا اَمیرِ مُعَاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بھائی ہیں۔امیرالمومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کوفلسطین کا گورنر بنایا، پھر حضرت سیِّدُ نا مُعاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد ان ہی کو دمشق کا گورنر بنادیا۔[3]

دمشق کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا مُعَاوِیہ بِن اَبُوسُفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُ نا اَمیرِ مُعَاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عہدِ رسالت میں کاتبِ وحی کے مَنصب پر فائز تھے، حضرت سیِّدُ نا یَزِید بِن اَبُوسُفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد امیرالمومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو شام کا گورنر مُقرر کردیا۔[4]

حوران کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بِن عُلاثہ العَامِری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُ نا عَلْقَمہ بِن عُلاثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی دانشمند، بُردبار شخص تھے نیز یہ اپنی قوم کے سردار بھی تھے، ان ہی خُصُوصیّات کی بنا پر امیرالمومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو ''حَوران'' کا گورنر مُقرر فرمایا۔[5]

---

1 ......مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ان معاذا۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۱۰، حدیث: ۵۲۴۰۔

2 ......الاصابۃ، علقمۃ بن مجزز، ج ۴، ص ۴۶۱، الرقم: ۵۶۹۳، الکامل فی التاریخ، ذکر عزل خالد بن الولید، ج ۲، ص ۳۸۰۔

3 ......الاصابۃ، یزید بن ابی سفیان، ج ۶، ص ۵۱۷، الرقم: ۹۲۸۵۔

4 ......الاصابۃ، معاویۃ بن ابی سفیان، ج ۶، ص ۱۲۱، الرقم: ۸۰۸۷۔

5 ......تھذیب الاسماء، علقمۃ بن علاثۃ، ج ۱، ص ۳۱۲۔

رملہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بِن حَکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیرالمؤمنین حضرسیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو''رملہ'' کا حاکم بنایا۔[1]

حمص کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا عُبادہ بِن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تعلق قبیلہ''خزرج'' سے ہے، آپ کی کنیت''اَبُو وَلید'' ہے۔آپ ان چھ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ہیں جواَنصار میں سب سے پہلے ایمان لائے۔آپ کاتبِ وَحی بھی تھے اوراَصحابِ صُفَّہ کوقرآن پاک کی تعلیم دینے پر معمور تھے۔آپ خودبھی تلاوت قرآن کے بہت حریص تھے، زمانہ رسالت میں ہی آپ نے مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا۔تمام غزوات اورشام کی فتوحات میں شرکت فرمائی۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوحمص کا گورنر بنایا تھا۔آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہیں فلسطین کا قاضی مقرر کیا گیا۔[2]

حضرت سیِّدُنا عِیاض بِن غَنم فِہرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ غَزْوَۂ حُدَیبِیَّہ سے پہلے اسلام لائے اورحُدَیبِیَّہ میں بھی شریک ہوئے۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت سخی تھے سفر میں اپنا زادِراہ لوگوں کوکھلا دیا کرتے تھے، اسی لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو''زَادُ الرَّاکِب''(یعنی سواریوں کا زادِراہ) کہاجاتا تھا۔اَمِینُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت سیِّدُ نا عِیاض بِن غَنم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوحمص کا گورنرمُقرر فرمایا۔سیِّدُ نا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کواس مَنصب پر برقرار رکھا اور ارشادفرمایا:''میں اَمِینُ الْاُمَّہ حضرت اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مُقرر کردہ امیر کوتبدیل نہیں کروں گا۔'' آپ نے''اَلجَزِیرہ'' کے کئی علاقے فتح کیے۔آپ کا انتقال ۶۰ سال کی عمر میں سن ۲۰ ہجری میں ہوا۔[3]

---

1 ......الاصابۃ، علقمۃ بن حکیم، ج ۵، ص ۱۰۵، الرقم: ۶۴۶۸۔

2 ......الاستیعاب، عبادۃ بن الصامت، ج ۲، ص ۳۵۵، اسد الغابۃ، عبادۃ بن الصامت، ج ۳، ص ۱۵۸۔

3 ......الاستیعاب، عیاض بن غنم، ج ۳، ص ۳۰۳۔

حضرت سیِّدُنا سَعِید بن عامِر بن حُذَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا عُقبہ بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بھائی ہیں۔غزوۂ خیبر سے قبل اسلام لائے ،آپ کا شمار اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے،زہدوتقویٰ میں بہت مشہور تھے۔حضرت سیِّدُنا عِیاض بن غَنم فِہری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد آپ حمص کے گورنر بنے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا عُمَیر بن سَعد اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عُمَیر بن سَعد اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شام کی تمام فتوحات میں پیش پیش رہے،حضرت سَعِید بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حمص کا گورنر بنادیا تھا۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا عُمَیر بن سَعد اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:''کاش!میرے ماتحت عُمَیر بن سَعد جیسے جوان ہوتے ،میں اُن سے اُمورِ مسلمین کے حوالے سے مدد لیتا۔''حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کے فرزند حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن عُمَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا:''شام میں تمہارے والد سے بڑھ کر کوئی افضل شخص نہیں۔'' [2]

الجزیرہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا حَبِیب بن مَسلَمہ فِہری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ کی کنیت ''ابوعبدالرحمٰن'' ہے،چونکہ آپ کا ملکِ روم میں کثرت سے آنا جانا رہتا تھا اسی لیے آپ ''حَبِیْبُ الرُّوْم''(ملک روم کے دوست) کہلاتے تھے۔آپ مُستَجابُ الدَّعوات تھے۔ [3]

عراق کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا مُثَنّٰی بن حارِثہ شَیْبَانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت بہادر وحوصلہ مند تھے،عراق کی جنگوں میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جیسی آزمائشیں آئیں

---

1 ......الاصابۃ، سعیدبن عامر،ج ۳،ص ۹۲،الرقم: ۳۲۸۰۔

2 ......الاصابۃ،عمیر بن سعد۔۔۔الخ،ج ۴،ص ۵۹۶،الرقم: ۶۰۵۱۔

3 ......الاستیعاب،حبیب بن مسلمۃ الفھری،ج ۱،ص ۳۸۱۔

ویسی کسی کوپیش نہ آئیں۔حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَید بن مَسعود ثَقَفِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے انتقال کے بعد حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عراق کے گورنر رہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابُوعُبَید بن مَسعُود ثَقَفِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عراق کا گورنر بنایا تھا، آپ کی بیٹی حضرت سیِّدَتُنا صَفِیَّہ بنتِ اَبُوعُبَید بن مَسعُود ثَقَفِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نکاح میں تھیں۔آپ کی شہادت معرکہ ''جَسر'' میں ہوئی۔[2]

حضرت سیِّدُنا عُتْبَہ بن فَرقَد سُلَمِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ کو امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آذربائیجان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔یادرہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے جسم پر نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دستِ مبارک پھیرا تو نہ صرف آپ کے دانے ختم ہو گئے بلکہ پوری زندگی آپ کا بدن بھی خوشبو سے مہکتا رہا۔[3]

بصرہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا قُطْبَہ بن قَتَادہ سَدُوسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا قُطْبَہ بن قَتَادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تعلق قبیلہ ''سَدُوس'' سے تھا، اسی وجہ سے آپ کو ''سَدُوسی'' کہا جاتا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بصرہ کے گورنر رہے ہیں۔[4]

حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح بن عامِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔[5]

---

1 ......الاستیعاب، مثنی بن حارثۃ۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۹۔

2 ......اسد الغابۃ، ابوعبید بن مسعود، ج ۶، ص ۲۱۷۔

3 ......معجم صغیر، من اسمہ محمد، ص ۳۸، حدیث: ۹۸، الکامل فی التاریخ، ذکر فتح آذربیجان، ج ۲، ص ۴۲۹۔

4 ......الاصابۃ، قطبۃ بن قتادۃ، ج ۵، ص ۳۳۹، الرقم: ۷۱۳۵۔

5 ......اسد الغابۃ، شریح بن عامر، ج ۲، ص ۵۹۷۔

کوفہ کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت بہادر صحابی ہیں، آپ کا شمار حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خُصُوصی مُحافِظین میں ہوتا ہے، عہدِ رسالت میں آپ کاتب تھے۔ عہدِ فاروقی میں آپ کے سبب قادسیہ مدائن اور ملکِ فارِس کے کئی شہر فتح ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم نے اس طرح کی بہت سی خُصُوصِیات کے پیشِ نظر کوفہ کی گورنری آپ کے سپرد کر دی نیز آپ نے ہی کوفہ کی بنیاد رکھی۔ (1)

حضرت سیِّدُنا ابُو مُوسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ہر وقت ڈرنے والے، شرم و حیا کے پیکر، طہارت و پاکیزگی کا خاص خیال رکھنے والے، نفلی عبادات کا اہتمام فرمانے والے اور بہت ہی بہادر شخص تھے۔ خوش اَخلاقی، ملنساری اور مسلمانوں کی خیر خواہی جیسی اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اصل نام ''**عبد اللہ بِن قَیس**'' اور کنیت ''ابُو مُوسیٰ'' ہے اور اسی سے مشہور ہوئے۔ عہدِ رسالت میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ زَبید و عَدَن اور یَمَن کے ساحلی علاقوں کے عامل تھے۔ دورِ فاروقی میں کوفہ اور بصرہ کے گورنر رہے۔ (2)

حضرت سیِّدُنا عَمّار بن یاسِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شمار اَوّلین مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے والدین کو راہِ خدا میں بہت تکالیف دی گئیں۔ آپ کے والدین کو سب سے پہلے ''شہیدِ اسلام'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جنگِ یمامہ میں شرکت کی اور اِسی جنگ میں آپ کا کان کٹ گیا۔ آپ اور حضرت سیِّدُنا صُہَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک ساتھ اسلام لائے تھے۔ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو ''**اَلطَّیِّبُ الْمُطَیِّبُ**'' (یعنی خود بھی پاکیزہ اور دوسروں کو پاکیزہ

---

(1)......مزید معلومات کے لیے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۸۹ صفحات پر مشتمل رسالے ''حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ'' کا مطالعہ کیجئے۔

(2)......تھذیب الاسماء، ابوموسی الاشعری، ج ۲، ص ۵۴۵۔

کرنے والے) کا لقب عطا فرمایا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔[1]

حضرت سیِّدُنا عُروہ بن اَبُوالجعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قُوَّتِ فَیصلہ کی پختگی کو دیکھتے ہوئے آپ کو کوفہ کا قاضی بنا دیا۔[2]

کسکر کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا نُعمان بِن مُقرِن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ''کَسکَر'' کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔[3]

عمان کے فاروقی گورنر

حضرت سیِّدُنا بِلَال اَنصَارِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عمان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔[4]

ملکِ شام کے فاروقی کمانڈر

حضرت سیِّدُنا اَبُوعُبَیدہ بِن جَرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہایت ہی متقی پرہیز گار قطعی جنتی صحابی تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو ملک شام کی تمام جنگوں کا کمانڈر اعظم بنایا تھا، نیز جو جو علاقے فتح ہوتے تھے، آپ خود ان علاقوں میں مختلف لوگوں کو حاکم مقرر کرتے تھے۔[5]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ......تهذيب الاسماء، عماربن ياسر، ج ٢، ص ٣٥٢، معرفة الصحابة، عماربن ياسر، ج ٣، ص ١٥٤۔
2. ......جامع الاصول في احاديث الرسول، عروة بن الجعد، ج ١٣، ص ٣١٨، الرقم: ١٥٢٠۔
3. ......حلية الاولياء، سفيان بن عيينة، ج ٧، ص ٣١٥۔
4. ......الاصابة، بلال الانصاری، ج ١، ص ٤٥٦، الرقم: ٧٣٩۔
5. ......مزید تفصیل کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۶۰ صفحات پر مشتمل رسالے ''حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ'' کا مطالعہ کیجئے۔

مختلف صوبوں اور شہروں پر مقرر فاروقی گورنروں کا چارٹ

نمبر شمار	گورنر کا نام	صوبہ یا شہر	دیگر تفصیل
1	سیدنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	مدینہ منورہ	نائب امیر المؤمنین
2	سیِّدُ نا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم	مدینہ منورہ	نائب امیر المؤمنین بمطابق بعض روایات
3	سیِّدُ نا قنفذ بن عمیر بن جدعان تمیمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	مکہ مکرمہ	---------
4	سیِّدُ نا نافع بن عبد الحارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	مکہ مکرمہ	سیِّدُ نا قنفذ بن عمیر کے بعد
5	سیِّدُ نا خالد بن عاص بن ہشام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	مکہ مکرمہ	سیِّدُ نا نافع بن عبد الحارث کے بعد
6	سیِّدُ نا عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	طائف	طائف پھر بحرین پھر عمان
7	سیِّدُ نا عتبہ بن ابو سفیان اموی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	طائف	---------
8	سیِّدُ نا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	طائف	سیِّدُ نا عثمان بن ابو العاص کے بعد
9	سیِّدُ نا علاء بن حضرمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	بحرین	---------
10	سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	بحرین	---------
11	سیِّدُ نا عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	بحرین	---------
12	سیِّدُ نا قدامہ بن مظعون جمحی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	بحرین	---------
13	سیِّدُ نا یعلی بن اُمیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	یمن	بعض علاقوں کے گورنر
14	سیِّدُ نا عبد اللہ بن ابو ربیعہ مخزومی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ	یمن	بعض علاقوں کے گورنر

نمبر شمار	گورنر کا نام	صوبہ یا شہر	دیگر تفصیل
15	سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	فلسطین	---------
16	سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	فلسطین	---------
17	سیِّدُنا علقمہ بن مجزز مدلجی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	فلسطین	---------
18	سیِّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	فلسطین	---------
19	سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	مصر	مصر کی فتح کے بعد مقرر ہوئے۔
20	سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	دمشق	---------
21	سیِّدُنا یزید بن ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	دمشق	سیِّدُنا معاذ بن جبل کے بعد
22	سیِّدُنا معاویہ بن ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	دمشق	سیِّدُنا یزید بن ابوسفیان کے بعد
23	سیِّدُنا علقمہ بن علاثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حوران	---------
24	سیِّدُنا علقمہ بن حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	رملہ	---------
25	سیِّدُنا عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حمص	---------
26	سیِّدُنا عیاض بن غنم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حمص	---------
27	سیِّدُنا سعید بن عامر بن جذیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حمص	سیِّدُنا عیاض بن غنم کے بعد
28	سیِّدُنا عمیر بن سعد انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	حمص	سیِّدُنا سعید بن عامر بن حذیم کے بعد
29	سیِّدُنا ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	شام	---------
30	سیِّدُنا عیاض بن غنم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	شام	---------
31	سیِّدُنا حبیب بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	الجزیرہ	---------

نمبر شمار	گورنر کا نام	صوبہ یا شہر	دیگر تفصیل
32	سیِّدُنا مثنّٰی بن حارثہ شیبانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	عراق	---------
33	سیِّدُنا ابوعبید بن مسعود ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	عراق	---------
34	سیِّدُنا عتبہ بن فرقد سلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	عراق	---------
35	سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	---------
36	سیِّدُنا قطبہ بن قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	---------
37	سیِّدُنا عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	---------
38	سیِّدُنا قاضی شریح بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	---------
39	سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	بصرہ	بعدازاں کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے
40	سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کوفہ	---------
41	سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کوفہ	---------
42	سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کوفہ	---------
43	سیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کسکر	---------
44	سیِّدُنا نعمان بن مقرن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	کسکر	---------
45	سیِّدُنا عثمان بن ابوالعاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	عمان	---------
46	سیِّدُنا بلال انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	عمان	---------
47	سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ	مدائن	---------

عہدِ فاروقی کی تعمیرات

اِس باب میں ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔۔۔۔

- ......عہدِ فاروقی کی داخلی تعمیرات، عہدِ فاروقی میں غلاف کعبہ کی تبدیلی
- ......عہدِ فاروقی میں مساجد کی تعمیر، دینی تعلیم وتربیت والی مساجد
- ......عہدِ فاروقی میں مقامِ اِبراہیم کی تبدیلی
- ......عہدِ فاروقی کی خارجی تعمیرات، عہدِ فاروقی میں دیوان کی تعمیر
- ......عَہدِ فاروقی میں بیت المال کا قیام
- ......مسافروں کے لیے پانی کی سبیلیں
- ......مختلف سڑکوں کی تعمیر، مختلف نہروں کی کھدائی
- ......نہری ودریائی راستوں پر پلوں کی تعمیر
- ......مختلف شہروں کی آبادکاری، عہدِ فاروقی اور ملکی خزانے
- ......عہدِ فاروقی میں زکوۃ کی وصولی، عہدِ فاروقی میں جزیہ کی وصولی
- ......عہدِ فاروقی میں خراج کی وصولی، عہدِ فاروقی میں عُشور کی وصولی
- ......مالِ فے اور مالِ غنیمت کی وصُولی
- ......عہدِ فاروقی کا زرعی وآبپاشی کا نظام

عہدِ فاروقی کی تعمیرات

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں کئی طرح کی تعمیرات ہوئیں، بعض کا تعلق فلاح وبہبود سے ہے کہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ضرورت محسوس کی کہ عوام کی فلاح وبہبود کے لیے فلاں فلاں تعمیرات ہونی چاہیے، نیز بعض کا تعلق شہروں کے ساتھ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مفتوحہ علاقوں میں سے کئی ایک شہروں کو آباد فرمایا۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، عظیم البرکت، مُجَدِّدِ دین وملّت، پروانۂ شمع رِسالت، مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن نے فتاویٰ رضویہ شریف میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت اور اس میں ہونے والی تعمیرات وتوسیعات کو نہایت ہی اِجمالی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: ”جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو اُمورِ خلافت میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسائل میں کھود کرید کرکے اور نہایت ہی محنت وکوشش کے ساتھ کتاب وسُنَّت، اجماع وقیاس کی ترتیب کو قائم فرماکر تحریف کے تمام راستے بند کردیے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور دوسرا معاملہ جہاد کا تھا فاروقِ اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوگیا۔۔۔ الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروقِ اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کئے گئے، ایک ہزار نوسو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے۔“(1)

اس باب میں وہ تمام تعمیرات بیان کی جائیں گی جو عہدِ فاروقی میں ہوئیں البتہ ان تعمیرات کو ہم نے دو ابواب میں تقسیم کیا ہے: (۱) داخلی تعمیرات۔ (۲) خارجی تعمیرات۔

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۵۵۹۔

عہدِ فاروقی کی داخلی تعمیرات

مسجد نبوی کی توسیع:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت کی سب سے اہم تعمیرات مسجد نبوی اور مسجد حرام کی توسیعات ہیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دونوں میں کئی طرح سے وسعت فرمائی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عہدِ نبوی وعہدِ صدیقی میں ان کا مکمل رقبہ نمازیوں کو کفایت کرتا تھا لیکن عہدِ فاروقی میں جب فتوحات کے سبب مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو اس کی وسعت کی حاجت ہوئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی توسیع فرمائی اور اُس میں کنکریوں کا فرش بچھا کر اسے پکا کیا۔ امام جَلَالُ الدِّین سُیُوطی شافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''هَدَمَ الْمَسْجِدَ النَّبَوِیَّ، وَزَادَفِیْهِ وَوَسَّعَهُ وَفَرَّشَهُ بِالْحَصْبَاءِ یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد نبوی کی نئے سرے سے تعمیر کی اور اُس کے رقبے میں اضافہ کیا، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد نبوی کے فرش کو پکا کروانے کے لیے وہاں بجری بچھائی۔''[1]

عہدِ نبوی میں مسجد نبوی کی توسیع:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک سن ہجری ماہِ ربیع الاوّل میں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی معاونت سے اُس کی تعمیر فرمائی۔ مسجد کی لمبائی ۷۰ ہاتھ، چوڑائی ۶۰ ہاتھ تھی جو تقریباً 30X35 میٹر ہے۔ جس کا رقبہ ایک ہزار پچاس مربع میٹر ہے۔ چھت کی بلندی پانچ ہاتھ، بنیادیں پتھر کی، دیواریں کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت کھجور کی شاخوں کی بنائی گئی۔ مسجد کے تین دروازے تھے، ایک مسجد کی جنوبی جانب جسے تحویل قبلہ کے بعد بند کر دیا گیا، ایک شمالی جانب جبکہ دوسرے دو دروازوں میں سے ایک باب الرحمت اور دوسرا بابِ جبریل تھا، مسجد کا دالان تین صفوں پر مشتمل اور باقی صحن تھا۔ غزوہ خیبر سے واپسی پر پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجد نبوی کی چوڑائی میں بیس میٹر اور لمبائی میں پندرہ میٹر اضافہ فرمایا جس سے مسجد مربع ہوگئی، اب اُس کی پیمائش 50X50 میٹر ہوگئی۔ اور

---

[1] ......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹۔

کل رقبہ ۲۵۰۰ مربع میٹر ہوگیا۔[1]

عہدِ صدیقی میں مسجد نبوی کی توسیع:

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد خلیفۂ اوّل حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں مختلف باغی و مُرتَد قبائل کے خلاف جہاد میں مصروفیت کے سبب مسجد نبوی میں توسیع نہ ہوسکی۔[2]

عہدِ فاروقی میں مسجد نبوی کی توسیع:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہوگئی تو مسجد نبوی نمازیوں کے لیے بہت چھوٹی پڑگئی، لوگوں نے آپ کی بارگاہ میں اس کی توسیع کی درخواست کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ ہماری مسجد بڑھے گی تو میں قطعاً اِس میں توسیع نہ کرتا۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سن ۱۷ ہجری میں اُسے منہدم کرکے نئے سرے سے اُس کی تعمیر کی، مضبوط پتھروں سے اُس کی بنیادوں اور دیواروں کو استوار کیا۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''**اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ** یعنی رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں مسجد کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔'' سیِّدُنا مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ''**وَعُمُدُهُ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ اَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بِنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَاَعَادَ عُمُدَهُ، عُمُدَهُ خَشَبًا** یعنی عہدِ نبوی میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد میں کوئی توسیع نہ ہوئی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے توسیع فرمائی اور سابقہ تعمیر کی طرح اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے تعمیر کی اور لکڑی کے ستون بنائے۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قبلہ کی طرف پانچ میٹر، شمال کی طرف پندرہ

---

1. ......وفاء الوفاء، الباب الرابع فیما یتعلق۔۔۔الخ، الفصل الاول فی اخذ۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۳۳۴۔ ۳۳۶ ماخوذا۔
2. ......وفاء الوفاء، الباب الرابع فیما یتعلق۔۔۔الخ، الفصل الرابع عشر فی زیادۃ عثمان۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۵۰۰۔

عہدِ رسالت سے موجودہ توسیعِ مسجدِ نبوی تک تفصیلی نقشہ
ایک تحقیق کے مطابق مسجدِ نبوی کا موجودہ کل رقبہ عہدِ رسالت میں شہر مدینہ منورہ کے کل رقبے جتنا ہے۔ لائبریری سیڑھیاں برقی گنبد برقی سیڑھیاں مینار دروازے
❖ عہدِ عمر بن عبد العزیز میں چوتھی توسیع۔ سن ۹۱ھ
❖ خلافتِ عباسیہ میں پانچویں توسیع۔ سن ۱۶۵ھ
❖ عہدِ سلطان اشرف قایتبائی میں چھٹی توسیع۔ سن ۸۸۸ھ
❖ ترکوں کے دور میں ساتویں توسیع۔ سن ۱۲۷۷ھ
خواتین کی جائے نماز
خواتین کی جائے نماز
❖ مسجدِ نبوی کی ابتدائی تعمیر۔ سن ۱ھ
❖ عہدِ رسالت میں پہلی توسیع۔ سن ۷ھ
❖ عہدِ فاروقی میں دوسری توسیع۔ سن ۱۷ھ
❖ عہدِ عثمانی میں تیسری توسیع۔ سن ۲۹ھ
E
W
S
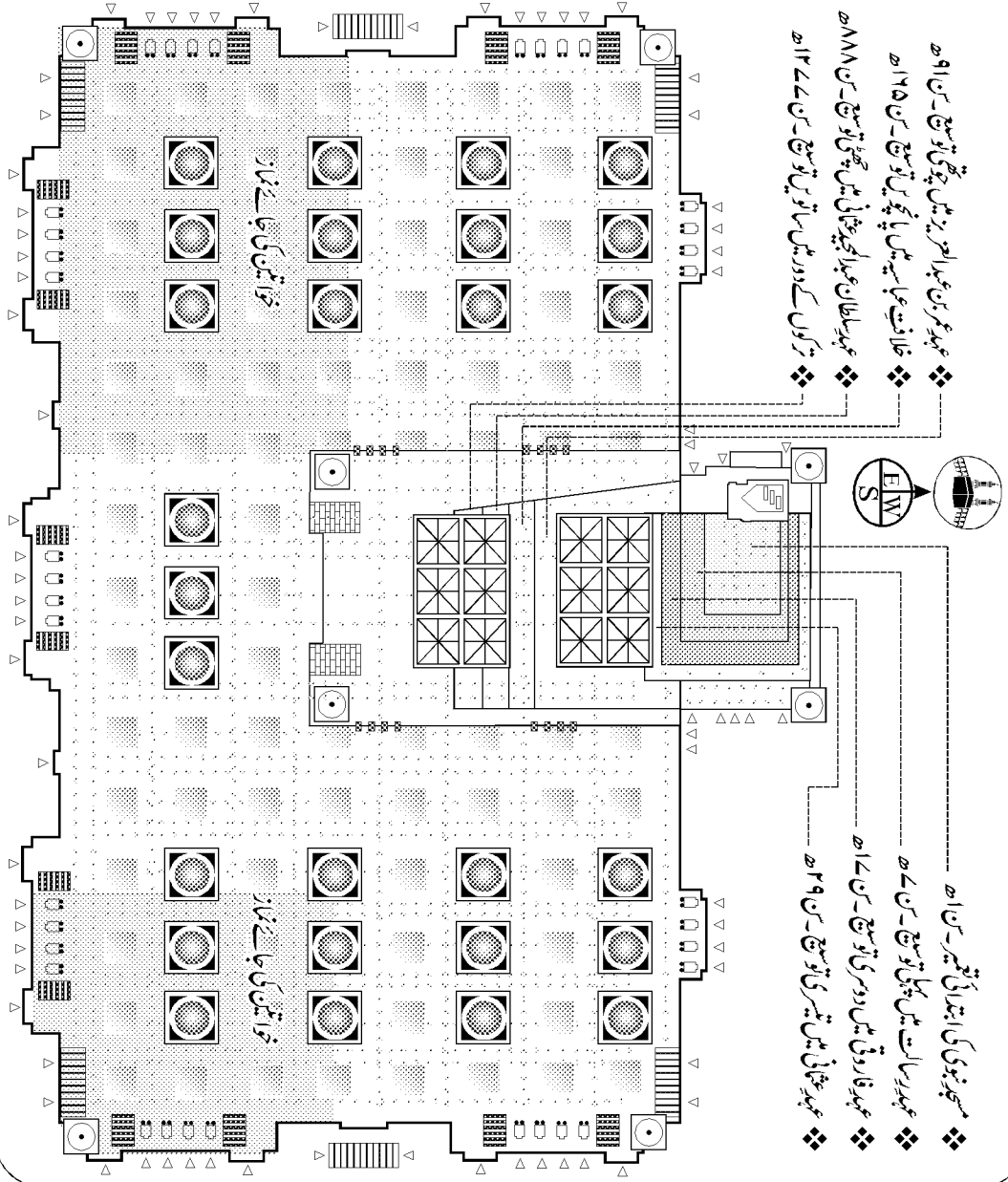
میٹر اور مغرب کی جانب دوستون زیادہ کردیے البتہ مشرق کی جانب کوئی توسیع نہ کی۔ اِس طرح شمال سے جنوب کی طرف لمبائی ستر میٹر ہوگئی اور چوڑائی ساٹھ میٹر ہوگئی، چھت گیارہ ہاتھ بلند کردی گئی۔ مغربی دیوار کے شروع میں جنوب کی جانب ایک دروازہ باب السلام بڑھادیا گیا نیز مشرقی دیوار میں خواتین کے لیے بھی علیحدہ دروازہ بنادیا گیا۔ کیونکہ اس دور میں خواتین کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی۔ نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وادیٔ عقیق سے کنکریاں (بجری) منگوا کر مسجد نبوی میں بچھادیا اور اس کے کچے فرش کو پکا کروادیا۔[1]

عہدِ فاروقی میں مسجدحرام کی توسیع:

مسجد نبوی کے مقابلے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد حرام میں معمولی ترمیم وتوسیع کی۔ حضرت شاہ وَلِیُّ اللّٰہ مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عمرہ کی نیت سے مسجد حرام تشریف لائے تو آپ نے ضرورت محسوس کی مسجد حرام میں بھی کچھ توسیع کی جائے یوں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد حرام کی توسیع فرمائی۔''[2]

توسیع میں آنے والے گھر:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب مسجد حرام کی توسیع فرمائی اس وقت کئی ایک گھر اس توسیعی منصوبے میں بھی آرہے تھے آپ نے وہ تمام گھر خرید کر منہدم کردیے، جن لوگوں نے بیچنے سے اِنکار کیا ان کے گھر بھی آپ نے منہدم کرکے توسیع میں شامل کردیے اور ان کے گھروں کی قیمت کو بیت المال میں جمع کروادیا تاکہ وہ بعد میں لینا چاہیں تو لے لیں۔''[3]

مسجد حرام کے چبوتروں کی ازسرنو تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سال ماہ رجب میں عمرہ ادا فرمایا اور علامہ واقِدی

---

1 ......ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فی بناء المسجد، ج ۱، ص ۱۹۴، حدیث: ۴۵۱، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۱۵۔
وفاء الوفاء، الباب الرابع فیما یتعلق۔۔۔الخ، الفصل الثالث عشر۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۴۹۳۔

2 ......ازالۃ الخفاء، ج ۳، ص ۲۳۵۔

3 ......روح المعانی، پ ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۲۵، الجزء: ۱۷، ص ۱۸۵، تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۹۲۔

عہدِ رسالت سے موجودہ دور تک مسجدِ حرام مع توسیع کا تفصیلی نقشہ
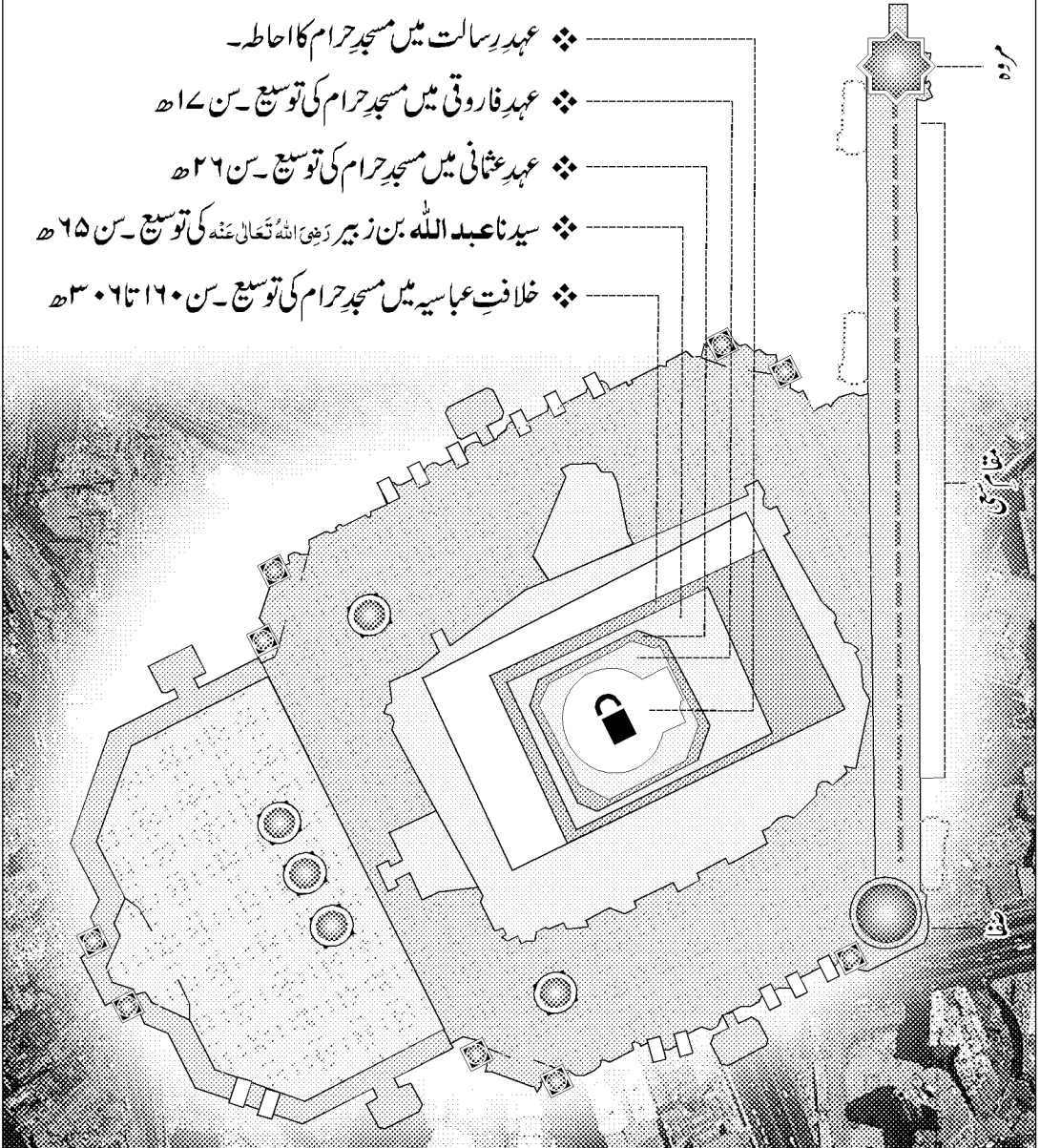
عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی تصریح کے مطابق مسجد حرام کے چبوتروں کی بھی از سرِ نو تعمیر کروائی، نیز اس کام کے لیے آپ نے حضرت سیِّدُنا مَخرَمہ بن نَوفل، حضرت سیِّدُنا اَزہر بن عَبدِ عَوف، حضرت سیِّدُنا حُوَیطِب اور حضرت سیِّدُنا سَعِید بن یَربُوع رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہِم کو منتخب فرمایا۔[1]

عہدِ فاروقی میں مسجد حرام کی توسیع و بیرونی دیوار کی تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سب سے پہلے مسجد حرام کی بیرونی دیوار تعمیر فرمائی۔ عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے ابتدائی دور میں بھی مسجد حرام کے گرد لوگوں کے مکانات بنے ہوئے تھے، اسی وجہ سے یہ مسجد رقبے کے لحاظ سے بہت چھوٹی اور نمازیوں کے لیے نہایت تنگ تھی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے گرد گھروں کو خرید کر مُنہَدِم کر دیا اور جن کے وہ گھر تھے ان تمام لوگوں کو ان کی قیمت ادا فرمادی۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد حرام کی ایک بیرونی دیوار تعمیر فرمائی جو ایک عام انسان کے قد سے تھوڑی چھوٹی تھی اور اسی دیوار پر چراغ رکھے جاتے تھے۔[2]

عہدِ فاروقی میں غلافِ کعبہ کی تبدیلی

زمانہ جاہلیت میں چمڑے کا غلافِ کعبہ:

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **کعبۃ اللہ** شریف کی تعمیر فرمائی تو اس وقت اس پر کوئی غلاف نہیں تھا، بعد ازاں زمانہ جاہلیت میں لوگ اس پر چمڑے کا غلاف چڑھایا کرتے تھے۔[3]

سب سے پہلے غلافِ کعبہ چڑھانے والے:

سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا اَسعد حِمیَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **کعبۃ اللہ** شریف پر غلاف چڑھایا، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی وجہ سے انہیں گالی دینے سے منع فرمایا۔ چنانچہ سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۹۲۔

2 ......روح المعانی، پ ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۲۵، الجزء: ۱۷، ص ۱۸۴۔۱۸۵۔

فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب بنیان الکعبۃ، ج ۸، ص ۱۲۵، تحت الحدیث: ۳۸۳۰۔

3 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ، ج ۴، ص ۱۲۸، تحت الباب: ۴۸ ماخوذا۔

روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا اَسعد حمیری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گالی دینے سے منع فرمایا اور فرمایا: ''هُوَ اَوَّلُ مَنْ كَسَا الْبَيْتَ یعنی یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کعبۃ اللّٰہ شریف پر غلاف چڑھایا۔''(1)

رسول اللّٰہ نے یمنی غلاف چڑھایا:

سَيِّدُ الْمُبَلِّغِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کعبۃ اللّٰہ شریف پر یمنی غلاف چڑھایا، عہدِ صدیقی میں بھی وہی غلاف رہا کہ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے عہد میں مختلف فتنوں کی سرکوبی میں مصروف رہے اور ان معاملات کی طرف توجہ کم رہی۔(2)

فاروقِ اعظم نے قبطی غلاف چڑھایا:

جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ و امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دونوں نے کعبۃ اللّٰہ شریف کو قبطی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے قبطی غلاف رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہی چڑھایا۔(3)

ہر سال غلاف کعبہ کو تقسیم فرمادیتے:

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال غلاف کعبہ کو تبدیل کر دیا کرتے تھے اور پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔(4)

عہدِ فاروقی میں مساجد کی تعمیر

مفتوحہ علاقوں میں مساجد کی تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں سب سے زیادہ مساجد کی تعمیر ہوئی،

---

1 ......مسند الحارث، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ، ج ۱، ص ۴۶۴، حدیث: ۳۹۰۔

2 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ، ج ۴، ص ۱۲۸، تحت الباب: ۴۸ ماخوذا۔

3 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ، ج ۴، ص ۱۲۸، تحت الباب: ۴۸۔

4 ......ارشاد الساری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ، ج ۴، ص ۱۳۰، تحت الحدیث: ۱۵۹۴۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ جو بھی علاقہ فتح ہوتا آپ سب سے پہلے اس علاقے میں مسجد کی تعمیر کا حکم دیتے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ضرورت کے پیش نظر بعض بڑے علاقوں میں کئی کئی مساجد کی تعمیر ہوتی، یوں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہد میں جتنے علاقے فتح ہوئے اس سے کہیں زیادہ مساجد بنائی گئیں۔ اعلی حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی تصریح کے مطابق عہدِ فاروقی میں کم وبیش چار ہزار مساجد کی تعمیر کی گئی۔ [1]

عہدِ فاروقی میں جامع مساجد کا قیام:

اِن تمام مساجد میں اکثریت اُن مساجد کی ہے جن میں فقط نماز وغیرہ عبادات کا ہی اہتمام ہوتا تھا، انہیں کسی اور دینی معاملے کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی جمعہ وعیدین کی نمازیں ان مساجد میں ہوتی تھیں، جبکہ کئی ایک بڑی مساجد ایسی بھی تھیں جنہیں جامع مسجد کی حیثیت حاصل تھی کہ تمام لوگ نماز جمعہ وعیدین کے لیے اُنہی مساجد میں آتے اور اجتماعی طور پر جمعہ وعیدین کی نماز ادا کرتے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے جامع مساجد کی تعمیر کا خصوصی حکم ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے کوفہ کے امیر حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اور مصر کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اور ملکِ شام کے فوجی کمانڈروں کے نام بھی یہ حکم لکھا کہ ''شہروں کو چھوڑ کر دیہاتوں کی طرف مت جاؤ، ہر شہر میں صرف ایک جامع مسجد بنالو، مصر، بصرہ اور کوفہ والوں کی طرح ہر قبیلے کی الگ الگ جامع مساجد نہ ہوں۔'' [2]

دینی تعلیم وتربیت والی مساجد

عہدِ فاروقی کی مساجد میں وہ مساجد جنہیں جامع مسجد کی حیثیت حاصل تھی عموماً ان مساجد میں دیگر دینی معمولات جیسے قرآن پاک کی دینی تعلیم واخلاقی تربیت کی ترکیب بھی ہوتی تھی، سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے مقرر کردہ گورنر، قاضی، مُفتی، مُدَرِّس اور دیگر ذمہ دار حضرات انہی مساجد میں دینی معاملات کو سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ،

جامع مسجد بصرہ:

حضرت سیِّدُنا ابُوموسیٰ اَشعَری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے بصرہ کی مسجد کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا اور اپنے وقت کا ایک

---

1 ...... فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۵۶۰۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الصلاۃ، فیما یتعلق بالمسجد، الجزء: ۸، ج۴، ص۱۴۸، حدیث: ۲۳۰۷۰۔

بڑا حصہ علمی مجالس کے لیے خاص کردیا تھا، صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا جسے آپ تعلیم وتدریس اور لوگوں کو تبلیغ کرنے میں استعمال نہ کرتے ہوں، جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف منہ کرلیتے اور انہیں مسائل سکھاتے اور قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ بتاتے۔ سیِّدُنا ابنِ شَوذَب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو صفوں میں موجود ایک ایک آدمی کو قرآن پاک پڑھاتے۔''(1)

جامع مسجد دمشق:

یہاں حضرت سیِّدُنا ابُودَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مقرر تھے، آپ نے وہاں کے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم وتربیت دینے میں انتہائی اَہم کردار ادا کیا، دمشق کی جامع مسجد میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک بہت ہی وسیع علمی حلقہ لگتا تھا جس میں کم وبیش سولہ سو ۱۶۰۰ لوگ حاضر ہوتے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُنہیں دس دس آیتیں پڑھاتے تھے۔ سیِّدُنا ابُودَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن کے درمیان کھڑے ہوکر انہیں قراءت اور مختلف قرآنی لہجوں کے بارے میں فتاویٰ بھی دیتے تھے۔''(2)

جامع مسجد کوفہ:

یہاں حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بِن مَسعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ والوں کو ایک مکتوب بھیجا جس میں فرمایا: ''اے کوفہ کے رہنے والو! تم لوگ عرب کی جان ہو، اس کا دماغ ہو، میرا تیر ہو جس کے ذریعے میں اپنے اوپر اِدھر اُدھر سے ہونے والے حملوں کا دفاع کرتا ہوں، میں تمہارے پاس عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھیج رہا ہوں، میں نے خود انہیں تمہارے لیے پسند کیا ہے اور ایسے عظیم شخص کو تمہارے پاس بھیج کر میں نے تم لوگوں کو خود پر ترجیح دی ہے۔''(3)

---

1 ...... سیر اعلام النبلاء، ابوموسی الاشعری، ج۴، ص۵۰، الرقم: ۱۷۸۔

2 ...... غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، باب العین، ج۱، ص۶۰۶ ماخوذا۔

3 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل الکوفۃ، ج۷، ص۵۵۳، حدیث: ۵۔

عہدِ فاروقی میں مقامِ ابراہیم کی تبدیلی

فاروقِ اعظم نے مَطاف سے باہر رکھوادیا:

عہدِرسالت وعہدِصدیقی میں بھی یہ پتھر اُسی مقام پر رہا البتہ عہدِفاروقی میں جب حجاج کی بہت کثرت ہوگئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے طواف کرنے والوں کی سہولت کے لیے اسے خانہ کعبہ کی دیوار سے کچھ دور کرکے باہر رکھوادیا اور آج تک وہ تقریباً اُسی مقام پر موجود ہے۔ اِمام جَلالُ الدِّین سُیُوطی شافِعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''**وَهُوَ الَّذِيْ اَخَّرَ مَقَامَ اِبْرَاهِيْمَ اِلٰى مَوْضَعِهِ الْيَوْمَ وَ كَانَ مُلْصِقاً بِالْبَيْتِ** یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہی مقامِ اِبراہیم کی جگہ تبدیل کرکے اُس جگہ رکھا جہاں آج ہے ورنہ پہلے مقامِ ابراہیم **بیت اللّٰہ** شریف سے مُتّصِل تھا۔''(1)

عہدِ فاروقی کی خارجی تعمیرات

دارالدقیق کی تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اَنتھک کوششوں سے مختلف مفتوحہ علاقہ جات کے مابین باہمی ربط بھی پیدا ہوا اور مختلف کاروباری وتجارتی یا حج وعمرہ وغیرہ جیسی اہم ضروریات کے پیشِ نظر لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آنے جانے لگے، چونکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سلطنت کافی وسیع تھی اور اتنے لمبے سفر میں مسافروں کو تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اسی لیے آپ نے لوگوں کی سہولت کے لیے مختلف علاقوں میں **دَارُ الدَّقِیق** یعنی آٹے کے گودام قائم فرمائے۔ ان گوداموں میں آپ آٹا، ستو، کھجور، کشمش اور دیگر ضروریات کی اشیاء رکھتے تھے، یوں ان تمام اشیاء سے مسافروں کی مدد کی جاتی۔(2)

دارالدقیق سے ایک خاتون کی مدد:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مشہور ومعروف واقعہ ہے کہ جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ رات کو علاقائی دورے

---

(1)......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹۔

(2)......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹۔

کے لیے باہر نکلے اور ویرانے میں ایک خاتون اپنے بچوں کے ساتھ ملی جو انہیں بہلا رہی تھی۔ آپ نے اس خاتون کے حال پر مطلع ہونے کے بعد اپنے خادم حضرت سیِّدُنا اسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے اسی دار الدقیق میں تشریف لائے تھے اور اسی سے تمام ضروری اشیاء لے کر اس خاتون اور اس کے بچوں کی مدد فرمائی۔[1]

سرایوں کی تعمیر:

عہدِ فاروقی میں سب سے اہم اور پاکیزہ سفر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا یا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا ہوتا تھا، کیونکہ لوگ جب مسلمان ہوتے تھے تو حج **بیت اللہ** کی سعادت حاصل کرتے اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ اَقدس پر حاضری کا شرف حاصل کرتے، چونکہ یہ سفر کافی طویل تھا اور عرب کے پہاڑی علاقوں جنگلات وغیرہ سے گھرا ہوا تھا، یہی وجہ تھی کہ حاجیوں اور زائرین کو اِس سفر میں پیش آنے والی مشکلات اور تکالیف ومسائل کے پیش نظر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایسے سرائے (مسافر خانے) تعمیر کروائے جہاں مسافر آرام کرتے اور تھکن وغیرہ دور کرنے کے بعد دوبارہ اپنی منزل کی جانب روانہ ہوجاتے۔[2]

عہدِ فاروقی میں دارُ الاِمارہ کی تعمیر:

''دارالامارہ'' سے مراد وہ عمارت ہے جو سرکاری عہدے داران کے لیے تعمیر کی جاتی ہے، عہدِ فاروقی میں بھی گورنروں اور عُمَّالوں کے لیے ایسی تعمیرات کی جاتی تھیں اور انہیں ''دارالامارہ'' کہا جاتا تھا۔ حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب کوفہ فتح کیا تو اَوَّلاً جامع مسجد کوفہ بنائی اور پھر اس مسجد کے بالکل سامنے دارالامارہ تعمیر کروایا جس میں بیت المال بھی قائم فرمایا۔ ایک بار بیت المال میں کسی نے نَقب لگا کر مال چوری کرلیا، سیِّدُنا سعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کی تفصیل سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھ کر بھیج دی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشورہ دیا کہ مسجد اور دارالامارہ اس طرح کردو کہ دارالامارۃ مسجد کے پہلو میں اور قبلہ رو ہو کیونکہ مسجد میں صبح وشام لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ چنانچہ مسجد اور دارالامارہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے کے

---

1 ......فضائل الصحابۃ للامام احمد، ج ۱، ص ۲۹۰۔

2 ......تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹ ماخوذا۔

مطابق تعمیر کی گئی۔ اسی طرح کوفہ میں بھی ایک دار الامارہ تعمیر کیا گیا جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔[1]

عہدِ فاروقی میں دیوان کی تعمیر

سب سے پہلے دیوان قائم فرمایا:

''دیوان'' اس عمارت کو کہا جاتا ہے جہاں سرکاری کا غذات وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ''دیوان اس رجسٹر کو کہتے ہیں جس میں مَردم شُماری وغیرہ کا ریکارڈ رکھا جائے۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے دیوان قائم فرمایا، حضرت سیِّدُنا سَعِید بِن مُسَیِّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ۲۰ سن ہجری میں دیوان قائم فرمایا۔[2]

دیوان قائم کرنے کے لیے مشاورت:

حضرت سیِّدُنا جُبَیر بِن حُوَیرِث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیوان بنانے کے لیے لوگوں سے مشاورت کی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے یہ مشورہ دیا کہ ''آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جو بھی مال جمع ہوا کرے اسے ہر سال تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کوئی شے نہ بچایا کریں۔'' حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ مشورہ دیا کہ ''حضور! میں دیکھ رہا ہوں کہ اب ہمارے پاس مال بہت زیادہ ہے، اگر لینے والوں اور نہ لینے والوں کا حساب نہ رکھا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں معاملہ خَلَط مَلَط نہ ہو جائے۔'' حضرت سیِّدُنا ولید بِن ہِشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشورہ دیا کہ: ''حضور! میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے بھی دیوان قائم کیے ہوئے ہیں نیز اُن پر محافظ بھی تعینات کیے ہوئے ہیں، آپ بھی دیوان قائم فرمائیں اور اس پر محافظ بھی تعینات فرمائیں۔'' چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَقِیل بِن اَبِی طالِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مَخْرَمہ بِن نَوفَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا جُبَیر بِن مُطْعِم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کے نام اُن کے مقام و مرتبے کے مطابق لکھنا شروع کر دیں کیونکہ یہ

---

1 ...... تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۸۰ ماخوذا۔

2 ...... تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۸۔

تمام حضرات ماہرنسب تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے سب سے پہلے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان بنو ہاشم سے آغاز کیا پھر ان کے بعد **خلیفۂ رسول اللہ** حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اوران کے خاندان کی تفصیل لکھی، پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور آپ کے خاندان والوں کی تفصیل لکھی۔ جب یہ تفصیل سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھی تو ارشاد فرمایا: ''حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرابت داروں کو اوّلین ترجیح دو، سب سے پہلے حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سب سے زیادہ قُرب رکھنے والوں کا نام لکھو، پھر اس کے بعد ترتیب سے لکھتے جاؤ یہاں تک کہ عمر کو اُسی مقام پر رکھو جہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُسے رکھا ہے۔''[1]

رجسٹر کی ابتداء کس کے نام سے کی جائے؟

حضرت سیِّدُ نا محمد بن عَجْلَان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیوان مرتب کرنے والوں سے استفسار فرمایا: ''کس کے نام سے شروع کروگے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''آپ کے نام سے۔'' فرمایا: ''نہیں بلکہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان سے شروع کرو کہ وہ ہمارے امام وسردار ہیں، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رشتہ داروں سے، اسی طرح پھر آپ کے قریبی اصحاب سے۔''[2]

مختلف شہروں میں دیوان قائم فرمائے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے گورنروں کو بھی یہ حکم جاری فرمادیا تھا کہ وہ دیوان قائم کریں اوران کے مطابق ہی مال کی تقسیم کاری کریں۔ چنانچہ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب ملک شام کا دیوان قائم فرمایا تو اُس وقت سیِّدُ نا بلالِ حَبَشِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ملک شام جاچکے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھ کر وہاں کا دیوان ان کے اِختیار میں دے دیا اور حَبَشَہ کا دیوان حضرت سیِّدُ نا اَبُو رُوَیحَہ **عبد اللہ** بن اِبراہیم خَثْعَمِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حوالے کر دیا کیونکہ سیِّدُ نا بلالِ حَبَشِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بات کی

---

[1] ......طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج ۳، ص ۲۲۴۔

[2] ......کتاب الاموال، باب فرض الاعطیۃ...الخ، ص ۲۳۶، الرقم: ۵۴۹۔

خواہش ظاہر کی تھی کہ چونکہ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے اور حضرت **خَثْعَمِی** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مابین مُواخات قائم فرمائی تھی لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ انہیں بھی ملک شام میں ہی رہنے دیں۔[1]

عہدِ فاروقی میں بیت المال کا قیام

عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں بیت المال:

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں جتنی بھی جنگیں ہوئی وہ تقریباً کفارِ قریش کے ساتھ ہوئیں اور ان میں اتنا مالِ غنیمت وغیرہ حاصل نہ ہوا کہ وہ تقسیم کے بعد بھی بچ جاتا اور اسے کہیں محفوظ رکھنے کی حاجت ہوتی، اس لیے عہدِ رسالت میں بیت المال قائم کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ البتہ عہدِ صدیقی میں اگرچہ کفار قریش کے علاوہ دیگر قوموں سے بہت جنگیں ہوئیں لیکن ان میں بھی اتنا مالِ غنیمت حاصل نہ ہوا کہ اسے جمع کر کے رکھا جاتا، بعض روایات کے مطابق سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال قائم فرمایا تھا، لیکن جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات کے بعد اسے کھولا گیا تو اس میں ایک درہم اور ایک دینار تک نظر نہ آیا البتہ ایک بوری ملی جسے کھولا گیا تو اس میں سے فقط ایک درہم نکلا۔[2]

باقاعدہ بیت المال عہدِ فاروقی میں قائم ہوا:

باقاعدہ بیت المال کہ جس میں مال جمع بھی کیا گیا ہو اور اس کا حساب وکتاب بھی رکھا گیا وہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں ہی قائم ہوا، یہی وجہ ہے کہ اصحاب سیر وتاریخ نے اسے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ منسوب کیا ہے۔[3]

بیت المال قائم کرنے کی وجہ:

بیت المال قائم کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جیسے جیسے فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا اسی طرح مالِ غنیمت کی

1 ......تاریخ ابن عساکر، ج ٦٦، ص ٣٣٤، الاصابة، ابورويحة الخثعمی، ج ٧، ص ١٢١، الرقم: ٩٩١٦۔

2 ......طبقات کبری، ابوبکر الصدیق، ج ٣، ص ١٦٠۔

3 ......تاریخ الخلفاء، ص ١٠٨۔

بھی کثرت ہوتی گئی، ایک بار سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کے پاس اتنا مالِ غنیمت لے کر آئے کہ آپ کو خود بھی اس پر یقین نہ آیا لہٰذا آپ نے بیت المال قائم کرنے کا حکم دیا۔[1]

بیت المال کے نگران ومحافظ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تقریباً تمام مفتوحہ علاقوں میں بیت المال قائم فرمائے اور ان پر مختلف اصحاب کو نگران مقرر فرمایا، البتہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال پر ایسے اصحاب کو نگران مقرر فرمایا جو نیک، صالح اور جن کی شخصیت لوگوں کی نظر میں بالکل پاکیزہ ہو۔ چنانچہ،

کوفہ کے بیت المال کے نگران:

کوفہ کے بیت المال پر صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نگران مقرر فرمایا۔[2]

مدینہ منورہ کے بیت المال کے نگران:

مدینہ منورہ کے بیت المال پر تین لوگوں کو نگران مقرر فرمایا تھا، ایک تو صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بِن اَرْقَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، ان کے ساتھ مشہور تابعی حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عبد القاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا مُعَیْقِیب بِن ابُوفاطِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، یہ وہ عظیم صحابی ہیں جن کے پاس **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگشتری مبارکہ رہتی تھی، قبول اسلام کے بعد حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔[3]

بیت المال کی عمارتیں:

ابتداء میں بیت المال کی کوئی علیحدہ عمارت وغیرہ کی ترکیب نہیں تھی لیکن جب علاقوں کو آباد کرنے کی ترکیب بنی تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے بیت المال کو بھی علیحدہ کر دیا گیا، جیسا کہ کوفہ میں حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب دار الامارہ کی تعمیر کی تو اس میں بیت المال کی عمارت کو بھی علیحدہ سے تعمیر فرمایا، بعد ازاں

---

1 ......سنن کبری، کتاب قسم الفی والغنیمة، باب التفضیل علی ۔۔۔الخ، ج ٦، ص ۵٦۹، حدیث: ۱۲۹۹٦۔

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۲، ص ۱۸۳، حدیث: ۴۳۸۵ ماخوذا۔

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، ماقالوا۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۵۷، حدیث: ۴، جامع الاصول، معیقیب، ج ۱۴، ص ۱۳۳، الرقم: ۲۱۴۲۔

بیت المال کی عمارت میں نقب لگا کر چوری کی گئی تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس کی تعمیر اِس طرز پر کروائی کہ مسجد کی دیوار سے مُتَّصِل بیت المال بنایا گیا جس سے بیت المال چوری سے محفوظ ہو گیا۔ (1)

بچ جانے والا مال دارالخلافہ بھیج دیا جاتا:

مدینہ منورہ کے علاوہ جن علاقوں میں بیت المال قائم تھے، ان کے گورنروں کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے یہ خصوصی ہدایت تھی کہ ''مال جمع ہونے کے بعد اس سے وَظائِف کی ادائیگی کی جائے، اس کے علاوہ دیگر تمام مَصارِف میں اس کو خرچ کیا جائے، اگر بالفرض پھر بھی کچھ مال بچ جائے تو اسے دار الخلافہ یعنی مدینہ منورہ بھیج دیا جائے۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو مال سے متعلق مکتوب روانہ کیا اس میں اس بات کی تصریح فرمائی۔ (2)

مسافروں کے لیے پانی کی سبیلیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف راستوں میں پانی کی سبیلیں بھی تیار کروائیں تا کہ تھکے ماندے مسافر وہاں سے پانی پئیں اور اپنے سفر کو اچھے طریقے سے جاری رکھ سکیں۔ بعض لوگوں نے اسے چشموں سے بھی تعبیر کیا ہے لیکن فی زمانہ انہیں سبیلوں سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ عموماً مسافر کھانے کا سامان ساتھ رکھ لیتے ہیں لیکن انہیں سب سے زیادہ پانی کی حاجت ہوتی ہے اگر راستے میں وقفے وقفے سے مسافروں کو پانی ملتا رہے تو ان کا سفر کافی اچھا گزرتا ہے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس امر سے تمام مسافروں کی ایک بڑی مشکل دور ہو گئی۔

مالکان کو گھر بنانے کی مشروط اجازت:

اَوّلاً ان سبیلوں کے قریب کوئی آبادی وغیرہ نہ تھی لیکن بعد میں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سبیلوں کے مالکان کو وہاں گھر بنانے کی بھی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا کثیر بن **عبد اللّٰه** مری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد اور

---

1 ...... تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۸۰۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الخلافۃ، الترھیب عنھا، الجزء: ۵، ج ۳، ص ۳۰۲، حدیث: ۱۴۳۰۰ ماخوذا۔

وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سن سترہ ۱۷ ہجری میں مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے تشریف لائے تو راستے میں سبیلوں کے مالکان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اِن سبیلوں کے قریب مکانات بنانے کی اجازت مانگی حالانکہ پہلے وہاں مکانات نہیں تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں اجازت دے دی لیکن ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اِبْنَ السَّبِیْلِ اَحَقُّ بِالظِّلِّ وَ الْمَاءِ یعنی بلاشبہ مسافر سائے اور پانی کے زیادہ حق دار ہیں۔''[1]

قید خانوں کی تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں قید خانے بھی بنوائے، کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جیسے جیسے آبادی کا تناسب بڑھے گا ویسے ہی لوگوں کے درمیان اچھے برے افعال بھی بڑھیں گے، یقیناً ان کی روک تھام کے لیے نیز مجرموں کو قید کی سزائیں دینے کے لیے قید خانوں کا قیام بہت ضروری تھا، اِس سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا قطعاً رواج نہ تھا۔ چنانچہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم پر اِن تمام علاقوں میں قید خانے بنائے گئے جہاں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا، اَوّلاً مکہ مکرمہ میں حضرت سیِّدُنا صَفوان بن اُمَیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گھر چار ہزار درہم میں خرید کر اُسے قید خانہ بنایا گیا۔ بصرہ کا قید خانہ حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بنوایا تھا لیکن اُس کی کوئی علیحدہ سے عمارت نہیں تھی بلکہ وہ اُسی عمارت میں شامل تھا جو دارُ الامارہ کے لیے تعمیر کی گئی تھی۔[2]

مختلف سڑکوں کی تعمیر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ نئے نئے مَفتوحہ علاقوں کا پرانے علاقوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لیے، نیز لوگوں کی آمد و رفت کو آسان بنانے کے لیے اُن کے مابین مختلف سڑکوں کی تعمیر کا حکم جاری فرماتے، اگر پہلے سے بنائی ہوئی سڑکوں کی مرمت کی حاجت ہوتی تو اُن کی مرمت کا بھی حکم دیتے، البتہ سڑکیں بنانے یا اُن کی مرمت کرنے کا کام عموماً مَفتوحہ علاقوں کے لوگوں سے ہی لیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ

---

1 ......البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۱۵۵، تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۹۲۔

2 ......عمدۃ القاری، کتاب الخصومات، باب الربط والحبس فی الحرم، ج ۹، ص ۱۵۱ ملخصا، معجم البلدان، ج ۱، ص ۳۴۲ ماخوذا۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جنگی سپہ سالار کسی علاقے کو فتح کرتے یا کسی علاقے سے امن کا معاہدہ کرتے تو سڑکوں کی تعمیر ودرستگی کو ضرور شامل کرتے۔ تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ جنگی سپہ سالاروں نے کفار سے جزیہ دینے والے اَمن کے معاہدوں میں سڑکوں پلوں کی تعمیر اور پہلے سے تعمیر شدہ سڑکوں کی مرمت کو معاہدوں میں شامل کیا۔ چنانچہ،

سیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمان کے مُعاہدے میں شرط:

جب حضرت سیِّدُنا نُعمان بِن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہل ''بہرذان'' اور حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہلِ ''ماہ دینار'' سے معاہدہ کیا تو اس میں سڑکوں کی درستگی کا ذمہ ان ہی پر ڈالا اور سڑکوں کی دُرُستگی کو خُصُوصی طور پر بیان فرمایا، دونوں کے معاہدے کا مضمون کچھ یوں تھا:

''اہل بہرذان مسلمانوں کی جان ومال اور ان کی اِملاک کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کرتے ہیں، وہ کسی قوم پر حملہ نہیں کریں گے، ان کے مذہب اور قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی، وہ جب تک سالانہ جزیہ مسلم حاکمِ وقت کو ادا کرتے رہیں گے تو اُن کی حفاظت کی جائے گی، ہر بالغ پر اُس کی حیثیت کے مطابق اُس کے جان ومال کا جزیہ ہے، **ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ مسافروں کی راہنمائی اور سڑکوں کو درست کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے**، مسلمانوں کی فوج میں سے اگر کوئی ان کے پاس سے گزرے تو وہ اسے ایک رات اور ایک دن کے لیے پناہ بھی دیں گے، وفادار اور خیر خواہ رہیں گے، اگر انہوں نے دھوکہ دیا اور معاہدے کی مخالفت کی تو ہم اُن سے بری الذمہ ہیں۔''(1)

سیِّدُنا عِیاض بِن غَنم کے مُعاہدے میں شرط:

حضرت سیِّدُنا عِیاض بِن غَنم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہل ''رہا'' کو جو امن کا معاہدہ لکھ کر دیا تھا اس میں بھی سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کو خاص طور پر ذکر کیا تھا، اُن کے معاہدے کا مضمون کچھ یوں تھا: ''اگر تم نے میرے لیے شہروں کے دروازے کھولے اور یہ اقرار کرلیا ہے کہ ہر آدمی کی طرف سے بطور جزیہ ایک دینار اور دو مُد گیہوں دو گے تو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں سب کی جان ومال کو امان ہے، نیز تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم بھٹکے ہوئے مسافروں کی راہنمائی

(1)......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۲۸۔ ۵۳۰۔

کروگے، **پلوں اور سڑکوں کی تعمیر بھی کروگے،** اور مسلمانوں کے خیرخواہ رہوگے۔"[1]

سڑکوں کی کشادگی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مفتوحہ علاقوں میں سے جن علاقوں کو آباد کرنے کا حکم دیا تھا اُن میں سب سے اہم شہر "کوفہ" اور "بصرہ" کی سڑکوں کی پیمائش بھی مقرر فرمادی تھی۔ چنانچہ،

جب تمام مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہوگیا تو حضرت سیِّدُ نا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابُو الہَیَّاج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بلایا اور انہیں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سڑکوں سے متعلق مکتوب دکھایا جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ حکم دیا تھا کہ "بڑی سڑکیں یا تو چالیس گز کی ہوں، یا تیس گز کی ہوں یا کم از کم بیس گز چوڑی ہوں۔ نیز محلوں کی چھوٹی گلیاں سات گز کی ہوں اس سے کم کی نہ ہوں۔"[2]

سڑکوں کے متعلق ایک اہم وضاحت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں آج کل کے جدید دور کی مضبوط سڑکیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ وہ سڑکیں عموماً اس طرز پر بنائی جاتی تھیں کہ سڑک کے احاطے میں جو بھی کانٹے دار جھاڑیاں وغیرہ آتیں اُنہیں صاف کردیا جاتا، پتھروں کو ہٹایا جاتا اور گڑھوں کو بھر دیا جاتا جس سے وہ راستہ اتنا واضح ہوجاتا کہ اُس پر چلنے والا سیدھا اپنی منزل تک پہنچ جاتا۔

مہمان خانوں کی تعمیر:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سلطنت میں جیسے جیسے وسعت ہوتی گئی ویسے ہی مسائل بھی بڑھتے گئے، ایسے لوگ جو دور دراز کے علاقوں سے آتے تھے اُن کی رہائش کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بہت سے علاقوں میں مہمان خانے بنانے کا حکم دیا جہاں باہر سے آنے والے مہمان حضرات کی رہائش کی ترکیب ہوتی۔ چنانچہ فتوح البلدان میں ہے: "**اَمَرَ عُمَرُ اَنْ**

---

1. فتوح البلدان، ج ۱، ص ۲۰۶۔
2. تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۹۔

یَتَّخِذَ لِمَنْ یَّرِدُ مِنَ الْآفَاقِ دَارًا یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا کہ باہر سے آنے والے لوگوں کے لیے مہمان خانے بنائے جائیں۔‘‘(1)

مختلف نہروں کی کھدائی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسے مفتوحہ علاقے جہاں پانی کی قلت تھی یا انہیں کسی دور دراز کے مقام سے پانی لانا پڑتا تھا وہاں نہریں کھدوائیں تاکہ وہاں کے مکینوں کو پانی کے حوالے سے کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو، چھوٹی چھوٹی بے شمار نہریں کھدوائیں، البتہ چند ایک ایسی بڑی نہریں بھی ہیں جو عہدِ فاروقی میں بڑے شہروں کے لیے کھودی گئیں، تفصیل درج ذیل ہے:

بصرہ والوں کے لیے ’’نہر الاجانہ‘‘ کی کھدائی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں یہ نہر الاجانہ کھودی گئی، اس کا سبب کچھ یوں تھا کہ بصرہ کے لوگوں کو پانی کی قلت کا سامنا تھا اور انہیں کافی دور سے پانی لانا پڑتا تھا، چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے اور شکایت کرتے ہوئے ساری صورت واضح کی کہ بصرہ والوں کو پانی کے معاملے میں شدید دشواری کا سامنا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں حکم دیا کہ بصرہ والوں کے لیے دریائے دجلہ سے ایک نہر کھود کر نکالی جائے تاکہ انہیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، لہٰذا دریائے دجلہ سے بصرہ تک ۹ میل لمبی نہر کھودی گئی اور بصرہ کے لوگوں تک پانی پہنچایا گیا۔ اِس نہر کا اصل نام ’’نَهْرُ الْاِجَانَة‘‘ ہے لیکن اسے حضرت سیِّدُنا ابو مُوسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھدوایا تھا اسی لیے اسی ’’نَهْرُ اَبِیْ مُوْسٰی‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔(2)

اہل بصرہ کے لیے ’’نہر الملاحہ‘‘ کی کھدائی:

یہ نہر الملاحہ بھی شہر بصرہ ہی کے لیے کھدوائی گئی تھی، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

(1) ......فتوح البلدان، ج ۲، ص ۳۴۱۔

(2) ......معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۱۴ ماخوذاً۔

حضرت سیِّدُ نا مَعْقِل بِن یَسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب بصرہ کا والی مقرر فرمایا تو انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے دریائے دجلہ سے شہر بصرہ تک یہ نہر کھدوائی، اسی وجہ سے اس نہر کا نام ''نَہرِ مَعْقِل بِن یَسار'' ہے۔ کتب سیر و تاریخ میں اس نہر کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ (1)

نَہرِ سعد بن اَبِی وَقاص کی کُھدائی:

حضرت سیِّدُ نا سعد بن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب ''انبار'' اور اس کے نواحی علاقوں کو فتح کیا تو وہاں کے باشندوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے درخواست کی کہ آپ اُن کے لیے نہر کُھدوائیں، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُن کے لیے اس طرح نہر کھدوائی کہ اُن ہی میں سے کئی لوگوں کو جمع کیا اور اُن سے نہر کھدوائی، سب لوگ نہر کھودتے ہوئے ایک ایسے پہاڑ تک پہنچے جسے کھودنا بہت مشکل تھا اس لیے نہر کو وہیں تک چھوڑ دیا گیا۔ (2)

خلیج امیر المؤمنین:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں جو سب سے بڑی نہر کھودی گئی وہ ''نہر امیر المؤمنین'' ہے، جسے ''خلیج امیر المؤمنین'' بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں جب قحط پیدا ہوا تو سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیگر علاقوں کے گورنروں کو مکتوب روانہ فرمائے کہ وہ اہل مدینہ کی مدد کریں، کئی شہروں سے اونٹوں پر غلہ لاد کر بھیجا گیا، اہل مدینہ کے لیے سب سے بڑی امداد مصر سے حضرت سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھیجی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غلے سے بھرے ہوئے اُونٹ اِتنی تعداد میں بھیجے کہ اُن تمام اونٹوں کی قطار کا پہلا اونٹ مدینہ منورہ میں سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اور آخری اونٹ مصر میں اُن کے پاس تھا، بیچ کا پورا راستہ غلے سے لدے ہوئے اونٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خوش ہو کر سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنے دیگر ذمہ داروں کے ساتھ مدینہ منورہ طلب فرمایا، انہیں اعزاز و اکرام سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا: ''اے عَمْرو بن عاص! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مصر کو مسلمانوں کے ہاتھ فتح فرمایا اور اس کو اہل مصر اور تمام مسلمانوں کے لیے قوت کا

---

1 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۵۸، ص ۱۵۵، طبقات کبری، معقل بن یسار، ج ۷، ص ۱۰، معجم البلدان، ج ۴، ص ۴۱۷۔

2 ...... معجم البلدان، ج ۴، ص ۴۱۵۔

ذریعہ بنایا، میں نے یہ سوچا ہے کہ اہلِ حَرَمَین پر آسانی پیدا کروں اور اُن پر اِس طرح وُسعت دوں کہ دریائے نیل سے ایک لمبی نہر کھدواؤں جس کے ذریعے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں تک غلہ وغیرہ با آسانی پہنچایا جائے۔''

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور جب اتفاق رائے ہوگیا تو اُس کا کام شروع کر دیا گیا، نہایت ہی قلیل عرصے میں اِس نہر کی کھدائی کر دی گئی، چونکہ یہ نہر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے سے کھودی گئی تھی اس لیے اس کا نام ''خلیجِ امیر المؤمنین'' رکھا گیا۔ دریائے نیل سے بحر قلزم تک اِس نہر کے ذریعے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لیے کھانے کا سامان وغیرہ پہنچایا جاتا رہا۔ یہ نہر سیِّدُنا عُمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دور تک باقی رہی بعد میں حفاظت نہ ہونے کے سبب بند ہوگئی۔[1]

نہری و دریائی راستوں پر پلوں کی تعمیر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں جو نہریں کھدوائی گئیں اُن کے اوپر پلوں کی تعمیر بھی کی جاتی تھی، یہ پل بھی بِعَیْنِہٖ آج کل کے برفانی علاقوں کے اُن ہوائی اور کچے پلوں کی طرح ہوتے ہیں جنہیں پہاڑی دریاؤں کے اُوپر بنایا جاتا ہے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وہ گورنر جنہوں نے آپ کے حکم سے نہروں کی کھدائی کی وہ اِن نہروں پر پلوں کی تعمیر کی ترکیب بھی بناتے تھے۔

بحری راستے پر پل بنانے کی اجازت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کے علاقوں میں شدید قحط سالی ہوئی اِس سال کو ''عام الرمادۃ'' کا نام دیا گیا۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیگر علاقوں کے گورنروں کو اِمداد کا حکم فرمایا، چنانچہ کئی علاقوں سے اِمداد بھیجی گئی۔ دیگر علاقوں سے اِمداد اونٹوں کے ذریعے مدینہ منورہ میں پہنچائی جاتی تھی، یقیناً یہ کام بہت تکلیف دہ تھا اور اسے لمبے عرصے تک جاری رکھنا انتہائی مشکل اَمر تھا، اِس لیے مصر کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''اے امیر المؤمنین! حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی

1 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، وقائعۃ عام الرمادۃ، الجزء: ۱۲، ج ۶، ص ۲۷۵، الحدیث: ۳۵۹۰۱۔

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت کے زمانے میں شامی سمندر یعنی بحیرۂ قلزم کو کھود کر بحرِ مغرب کے ساتھ ملا دیا گیا تھا، مگر رومیوں اور قبطیوں نے اِس راستے کو بند کر دیا۔ اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں غلے کا بھاؤ مصر کے غلے کے بھاؤ کے برابر رہے تو آپ مجھے اس بات کی اجازت عطا فرمائیں کہ میں دوبارہ اِس بحری راستے کو کھدوا کر اس پر پل بنواؤں۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''اِفْعَلْ وَعَجِّلْ ذٰلِکَ یعنی یہ کام ضرور کرو اور جلدی کرو۔'' سیِّدُنا عَمْرو بن عَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شبہ ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''حضور! اس طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مصر کا خراج کم ہوجائے۔'' (یعنی مصر سے حاصل ہونے والی آمدنی کم ہوسکتی ہے۔) لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوبارہ وہی حکم دیا اور تاکید فرمائی کہ ''یہ کام جلد از جلد سر انجام دو۔'' چنانچہ سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ویسا ہی کیا اور اس بحری راستے کو دوبارہ کھود کر اس پر پل تعمیر کروا دیا، جس کے نتیجے میں نہ صرف مدینہ منورہ کے غلے کے بھاؤ مصر کی طرح ہوگئے بلکہ مدینہ منورہ کی برکت سے مصر کی خوشحالی اور ترقی میں بھی اضافہ ہوگیا، اہلِ مدینہ نے دوبارہ کبھی بھی قحط سالی نہ دیکھی۔ البتہ سیِّدُنا عُثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد یہ راستہ دوبارہ بند ہوگیا۔ [1]

معاہدوں میں پلوں کی تعمیر کی شرط:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں مختلف قوموں سے جو معاہدے ہوتے تھے ان میں دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ پُلوں کی تعمیر کی شرط بھی ہوتی تھی، جیسا کہ سیِّدُنا ابُوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب شامیوں سے معاہدہ کیا تو اس میں ایک شرط یہ بھی رکھی کہ وہ لوگ اپنے ہی مال سے نہروں پر پلوں کی تعمیر بھی کریں گے۔ [2]

مختلف شہروں کی آباد کاری

شہر بصرہ کی آباد کاری:

کنکریلی اور پتھریلی زمین کو ''بصرہ'' کہتے ہیں۔ بصرہ شہر دریائے دجلہ و نہر فرات کے کنارے واقع ہے اسے

---

1 ...... تاریخ طبری، ج ۲، ص ۵۰۹۔

2 ...... کتاب الخراج، فصل فی الکنائس والبیع والصلبان، ص ۱۳۸۔

''شَطُّ العَرَب'' بھی کہا جاتا ہے۔امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سن ۱۴ ہجری میں حضرت سیِّدُنا عُتبَہ بِن غَزْوَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بصرہ کے علاقے کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں قیام کریں اور اہلِ فارِس کی فوج کو مدائن اور اس کے گردونواح میں آنے سے روکیں۔شہر بصرہ بھی اسی طرح بسایا گیا جس طرح کوفہ بسایا گیا تھا، کوفہ اور بصرہ دونوں کی ایک ساتھ تعمیر کی گئی اور دونوں کا نقشہ ایک ہی طرح کا تھا۔[1]

شہر کوفہ کی آبادکاری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں کوفہ شہر بسایا گیا۔''جَلُولَاء'' اور ''حُلوان'' کی فتح کے بعد اسلامی لشکر نے رہنے کے لیے مختلف علاقوں کا دورہ کیا لیکن اُنہیں کوئی علاقہ راس نہ آیا۔اِس بات کی شکایت انہوں نے سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی کی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وَقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ہدایت کی کہ اسلامی لشکر جو کہ تقریباً عربوں پر مشتمل تھا اس کے لیے کسی موزوں جگہ کی تلاش کرو، چنانچہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا سَلمان اور حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا دونوں کو بھیجا، بالآخر دونوں حضرات مختلف شہروں میں گھومتے ہوئے کوفہ آئے اور اس علاقے کو پسند کرلیا۔''کوفہ'' دراصل اس علاقے کو کہتے ہیں جہاں سُرخ ریت اور سنگریزے کثرت سے پائے جاتے ہوں۔بہرحال حضرت سیِّدُنا سَعد بِن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تمام تر اسلامی لشکر کے ساتھ محرم الحرام کی سترہ تاریخ سن ۱۷ ہجری میں کوفہ کے مقام پر مقیم ہوئے۔سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خلیفہ بننے کے تین سال اور آٹھ مہینے کے بعد کوفہ آباد ہوا۔[2]

مسلمانوں کو خوشگوار مقام کی سیر کا حکم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سَعد بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا عُتبَہ بِن غَزْوَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دونوں کو حکم دیا کہ ہر موسم بہار میں مسلمانوں کو خوش گوار مقام پر لے جایا کریں اور ہر سال موسم بہار میں ان کی مدد بھی کیا کریں، نیز ہر سال محرم الحرام کے مہینے میں انہیں عطیات بھی دیا کریں۔

---

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۳۸۔

2 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۷۔

ہر سال غلہ کی فصل آنے پر انہیں مالِ غنیمت کا حصہ بھی دیا کریں۔[1]

کوفہ میں سب سے پہلے مسجد بنائی گئی:

کوفہ میں جس چیز کا سب سے پہلے سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا وہ کوفہ کی مسجد تھی جو عین بازار میں واقع تھی، مسجد، دارالامارہ اور آبادی کی جگہ کی تعیین کے لیے ایک بہت بڑا تیر انداز جس کا نشانہ دُور تک جاسکتا تھا درمیان میں کھڑا ہوگیا اس نے دائیں، بائیں آگے پیچھے چاروں طرف تیر پھینکا، جہاں تک تیر گیا اس سے آگے مکانات کی تعمیر شروع کردی گئی، عین مسجد سے متصل دارالامارہ تعمیر کیا گیا۔[2]

شہر کوفہ میں بیت المال کا قیام:

حضرت سیِّدُنا سعد بن اَبِی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ میں جو دارالامارہ قائم فرمایا تھا اسی سے متصل آپ کی رہائش بھی تھی اور دارالامارہ کے اندر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال بھی قائم فرمایا، بعد میں کسی نے اُس میں نقب لگا کر چوری کرلی تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال کو اس طرح تعمیر کرنے کا حکم دیا کہ اس کی پُشت پر مسجد آگئی اور یوں بیت المال چوری سے محفوظ ہوگیا۔[3]

شہر کوفہ کے بازار کا قیام:

کوفہ میں جو بازار بنایا گیا اس میں کوئی عمارت نہیں تھی اور نہ ہی نشانات مقرر تھے کیونکہ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے ہدایت تھی کہ بازار مساجد کی طرح ہیں، جو سب سے پہلے کسی ٹھکانے پر پہنچ جائے اس کا وہی حق دار ہے جب تک وہ اپنا سامان بیچ نہ ڈالے یا اپنی جگہ تبدیل نہ کرلے۔[4]

اہل بصرہ و اہل کوفہ کے مکانات کی تعمیر:

اہل بصرہ و اہل کوفہ دونوں نے اپنے اپنے علاقوں میں سرکنڈوں سے مکانات تعمیر کرنے کی سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ

1 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۸۔
2 ......معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۶۱۔
3 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۸۰۔
4 ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۸۰۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِجازت حاصل کی اور پھر وہاں کچے گھر تعمیر کر لیے۔[1]

پکے مکانات کی تعمیر کرنے کی اجازت:

بعد میں دونوں شہروں میں ایک بھیانک آگ لگی جس سے اکثر گھر جل کر خاکستر ہو گئے تو سیّدنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اینٹوں اور گارے کے پکے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی، سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شرط پر اجازت عطا فرمائی کہ کوئی شخص تین گھروں سے زیادہ گھر نہ بنائے، اور نہ ہی کوئی شخص لمبی عمارت بنائے۔[2]

گھروں کی تعمیر میں اعتدال:

کوفہ کو بسانے کا کام سیّدُنا اَبُو الہَیَّاج بن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سپرد تھا اور اہل بصرہ کو بسانے کا کام سیّدُنا اَبُو الجَرْبَاء عاصم بن دَلف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سپرد تھا، سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ مُعتَدِل اَنداز سے زیادہ عمارت کو بلند نہ کریں، جب لوگوں نے اِس کی وضاحت مانگی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ ''صحیح اِعتدال یہ ہے کہ جس میں اِسراف نہ ہو اور تم اِعتدال سے باہر نہ نکلو۔''[3]

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس حکم پر لوگوں نے آپ کی حیاتِ طَیِّبہ میں بھی عمل کیا اور آپ کے وصال کے بعد بھی عمل کیا۔ حضرت سَیِّدَتُنَا اُمِّ طَلْق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی گھر کی چھت بہت چھوٹی تھی، جب ان سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چونکہ بلند عمارتیں بنانے سے منع فرمایا تھا اس لیے میں نے اپنے گھر کی چھت چھوٹی ہی رکھی ہے۔[4]

سڑکوں اور گلیوں کی تعمیر:

حضرت سیّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا اَبُو الہَیَّاج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بلایا اور اُنہیں

---

1. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۹۔
2. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۹۔
3. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۹۔
4. ......الادب المفرد، باب التطاول فی البنیان، ص ۱۲۰، الحدیث: ۴۵۲۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سڑکوں کے متعلق مکتوب دکھایا جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ حکم دیا تھا کہ ’’بڑی سڑکیں یا تو چالیس گز کی ہوں، یا تیس گز کی ہوں یا کم از کم بیس گز چوڑی ہوں۔ نیز محلوں کی چھوٹی گلیاں سات گز کی ہوں اس سے کم کی نہ ہوں۔‘‘(1)

شہرِ کُوفہ میں فیضانِ فاروقِ اعظم:

کوفہ شہر کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں ایسی عزت وعظمت ملی کہ خود سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے ’’**کَنْزُ الْاِیْمَانْ**‘‘ (ایمان کا خزانہ) ’’**جُمْجُمَۃُ الْعَرَبْ**‘‘ (عربوں کا دماغ) ’’**رُمْحُ اللّٰہ**‘‘ (اللّٰہ کا نیزہ) فرمایا کرتے تھے، نیز آباد ہونے کے بعد یہ مسلمانوں کا ایک مضبوط جنگی قلعہ بن چکا تھا، اس شہر کی علمی حیثیت یہ ہے کہ فِقہ اور عُلُومِ عَرَبِیَّہ کے بڑے بڑے اَئِمَّہ کرام یہاں پیدا ہوئے۔(2)

کوفہ و بصرہ کی آبادی:

پہلے بصرہ میں دو ہزار سپاہی آباد ہوئے جو جنگِ قادسیہ میں شریک تھے، پھر بصرہ میں حضرت سیِّدُ نا عُتبہ بِن غَزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ پانچ ہزار افراد آئے، کوفہ میں تیس ہزار افراد تھے۔(3)

فُسطَاط کی آباد کاری:

حضرت سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اسکندریہ فتح کر لیا تو وہیں رہنے کا ارادہ فرمایا لیکن اسکندریہ اور مدینہ منورہ کے درمیان دریائے نیل پڑتا تھا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بات کو پسند نہ فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ اور مسلمانوں کے کسی شہر کے مابین دریا حائل ہو کیونکہ یہ جنگی اعتبار سے بعض صورتوں میں خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب سیِّدُ نا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسکندریہ میں رہنے کی اجازت طلب کی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہی خدشہ ظاہر فرمایا، بعد ازاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فسطاط تشریف لے آئے اور کوفہ و بصرہ کی طرح اسے آباد فرمایا، ہر ہر قبیلے کے لیے الگ الگ جگہیں مختص کیں، جامع مسجد بنانے کا خصوصی اہتمام فرمایا، تقریباً ۸۰ صحابہ

---

1. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۷۹۔
2. ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل الکوفۃ، ج ۷، ص ۵۵۴، الحدیث: ۱۰۔
3. ......تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۹۶۔

کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے مل کر اس کی سمت قبلہ کی تعیین فرمائی، یہ مسجد ۵۰ گز لمبی اور ۳۰ گز چوڑی تھی، تین طرف دروازے تھے جن میں سے ایک دارالامارہ کے بالکل سامنے تھا۔ سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہاں ایک گھر امیر المؤمنین سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے بھی تعمیر کروایا تھا، لیکن جب سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی، بعد میں اسے بازار میں شامل کر دیا گیا۔[1]

موصل کی آبادکاری:

موصل بہت ہی قدیم شہر ہے، یہ اسلام سے بھی پہلے کا ہے، اُس زمانے میں یہاں عیسائی آباد تھے، سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں اسے حضرت سیِّدُ نا ہَرْثَمَہ بِن عَرْفَجَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آباد کیا، عربوں کے کئی محلے یہاں آباد کیے، اس شہر میں بھی جامع مسجد تعمیر کی گئی۔[2]

جیزہ کی آبادکاری:

جیزہ فسطاط کے مغربی جانب ہے، حضرت سیِّدُ نا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسکندریہ کی فتح کے بعد جب فُسطاط تشریف لائے تو آپ نے اس علاقے میں بھی فوج تعینات کر دی تاکہ دشمن کو اس طرف سے حملے کرنے کا موقع نہ مل سکے، جب فسطاط میں مکمل طور پر امن قائم ہو گیا تو آپ نے جیزہ میں موجود فوجیوں کو فسطاط میں رہائش کرنے کے لیے بلایا لیکن ان فوجیوں نے جیزہ میں سکونت کو پسند کیا تو آپ نے امیر المؤمنین سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشاورت کے بعد فوجیوں کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی، وہاں ان کی حفاظت کے لیے ایک قلعہ بھی تعمیر کروا دیا۔[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عہدِ فاروقی اور ملکی خزانے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً سمجھدار حاکم وہی ہے جو ریاست پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ذرائع

1. ......معجم البلدان، ج ۳، ص ۴۳۶۔ ۴۳۷۔
2. ......فتوح البلدان، ج ۲، ص ۴۰۸۔
3. ......معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۰۴۔

آمدنی پر بھی خصوصی توجہ دے، جو حاکم فقط ریاست پر خرچ کرتا رہے وہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور جو فقط جمع کرتا رہے وہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب بڑے بڑے شہروں کو فتح کرلیا تو مختلف قومیں اُن کے سامنے زیر ہوگئیں، بعض نے تو خود ہی ہتھیار ڈال دیے اور بعض نے جنگ کرنے کے بعد ہتھیار ڈالے، بہرحال آپ نے اپنے اور غیروں تمام کے ساتھ بہترین تعلقات کے لیے راستے ہموار کیے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں ملکی خزانے میں بڑی وسعت ہوئی، جوں جوں ملکی آمدنی کے ذرائع بڑھتے رہے آپ اس کو مُرتَّب و مُنظَّم کرتے رہے، اُن کی نگرانی کے لیے مختلف ذمہ داران کو مقرر فرماتے گئے، سلطنتِ فاروقی کے ذرائع آمدنی اور سرمایہ کاری کے اَسباب میں زکوۃ، اَموالِ غنیمت، اَموالِ فے، جزیہ، خراج اور تاجروں سے حاصل ہونے والے ٹیکس شامل تھے۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن وسنت کے احکامات نافذ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، لیکن آپ کی شخصیت میں زور زبردستی اور تسلط نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی اَہم مسئلہ پیش آتا تو آپ تمام اَصحاب کو بلا کر ان سے مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے عہدِ خلافت میں درج ذیل ذرائع آمدنی کو اختیار فرمایا:

عہدِ فاروقی میں زکوۃ کی وصولی

زکوٰۃ کی ادائیگی کی ترغیب:

واضح رہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک واحد مذہب ہے جس میں زکوٰۃ جیسا پیارا نظام ہے کہ اس پر عمل کی صورت میں معاشرے کے مالی معاملات میں اعتدال آجاتا ہے، کوئی غریب بھوکا نہیں مرتا، امیروں کے ذریعے اس کی مدد کردی جاتی ہے، زکوٰۃ کی فرضیت، اس کی شرائط، اس کے مصارف، اس کے مقاصد وغیرہ تمام اُمور کی تفصیل کتبِ فقہ (اِسلامی کتابوں) میں موجود ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہ صرف لوگوں سے زکوٰۃ کی وصولی فرماتے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً انہیں ترغیب بھی دلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ،

جس مال میں زکوٰۃ نہیں اس میں کوئی خیر نہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**یَا اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اِنَّہٗ لَا خَیْرَ فِیْ**

مَالٍ لَا یُزَکّٰی یعنی اے مدینے والو! اس مال میں کوئی خیر نہیں جس کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو۔“(1)

عاملینِ زکوٰۃ کو ہر سال بھیجتے:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ”ہمیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سال میں دو مرتبہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کسی کو بھیجا ہو، ہاں ایک مرتبہ ضرور بھیجا کرتے تھے کیونکہ سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ وصول کرنا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ ہے۔“(2)

فتاویٰ اہلسنت، کتاب الزکوٰۃ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب، عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے، نیز زکوٰۃ سے متعلقہ ضروری مسائل سیکھنا بھی فرض ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے تحت ”فرض علوم کورس“ کی ترکیب بنائی جاتی ہے، جس میں حَتَّی المَقْدُور تمام فرض علوم سکھائے جاتے ہیں۔ اس کورس میں زکوٰۃ کے مختلف ضروری مسائل بھی سکھائے جاتے ہیں، آپ خود بھی اس میں شرکت کی نیت فرمالیجئے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دلائیے، نیز بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی دعوت اسلامی کا ایک شعبہ ”دار الافتاء اہلسنت“ بھی ہے جس میں مختلف مسائل کے شرعی جوابات دیے جاتے ہیں، اس شعبے نے زکوٰۃ کے ضروری مسائل پر مشتمل کم وبیش ۴۰۰ فتاویٰ کی ایک جلد بنام ”فتاویٰ اہلسنت“ (جلد اول، کتاب الزکوٰۃ) شائع کردی ہے، جس کا پڑھنا ہر مسلمان کے لیے نہایت ہی مفید ہے، مکتبۃ المدینہ سے اسے ہدیۃً حاصل کیجئے، خود بھی مطالعہ کیجئے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اس کی ترغیب دلائیے۔

عہدِ فاروقی کے عاملینِ زکوٰۃ:

کتب سیر وتاریخ میں عہدِ فاروقی کے جن عاملینِ زکوٰۃ کا ذِکر ملتا ہے، ان میں سے حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سَعد بن اَبُو ذُباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا مَسلَمہ بن مُخَلَّد اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ،

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الزکاۃ، باب احکام الزکاۃ، الجزء: ٦، ج ٣، ص ٢٣٣، الحدیث: ١٦٨٩١۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، من قال لا توخذ ...الخ، ج ٣، ص ١٠٧، حدیث: ١۔

حضرت سیِّدُنا مُعَاذ بِن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سَعد اَعرَج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عبد اللّٰہ ثَقفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسماء سرفہرست ہیں۔[1]

عہدِ فاروقی میں جزیہ کی وصولی

جزیہ اس رقم کو کہتے ہیں جو ذمی کفار مسلمانوں کو اس لیے ادا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی امان میں رہیں۔اس جزیہ کا ذکر قرآن پاک کی سورۂ توبہ آیت نمبر ۹ میں موجود ہے۔شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، امیر المؤمنین، **خلیفۂ رسول اللّٰہ** حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نیز امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تینوں کے عہد میں ذمیوں سے جزیہ لیا جاتا تھا۔یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

ذمی مسلمان ہو جائے تو جزیہ نہ لیا جائے:

البتہ ذمیوں میں سے کوئی مسلمان ہو جاتا تو اب اس سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔چنانچہ حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک ذمی مسلمان ہو گیا جس سے جزیہ لیا جاتا تھا، وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! میں مسلمان ہو گیا ہوں، پھر بھی مجھ سے جزیہ لیا جاتا ہے۔'' سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ذمہ داران کو اس سے جزیہ لینے سے منع فرما دیا۔[2]

ایک اہم وضاحت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''سَلْطَنَتِ اِسلَامِیَّہ کی جانب سے ذِمّی کفار پر جو مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔جزیہ کی دو قسمیں ہیں: **ایک** وہ کہ ان سے کسی مقدارِ مُعَیَّن پر صُلح ہوئی کہ سالانہ وہ ہمیں اتنا دیں گے اس میں کمی بیشی کچھ نہیں ہو سکتی نہ شرع نے اس کی کوئی خاص مقدار مقرر کی بلکہ جتنے پر صُلح ہو جائے وہ ہے۔**دوسری** یہ کہ مُلک کو فتح کیا اور کافروں کے املاک (جائیداد،

---

1. ......کتاب الاموال لابی عبید، ص ۲۴۷، ۵۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزکاۃ، فی العسل ھل فیہ زکاۃ، ج ۳، ص ۳۲، حدیث: ۴۔
کتاب الاموال لابن زنجویہ، ص ۱۱۹۲، الرقم: ۲۲۴۱، ص ۸۷۳، الرقم: ۱۵۴۰، ص ۱۰۹۲، الرقم: ۲۰۱۸۔
2. ......سنن کبری، کتاب الجزیۃ، باب الذمی یسلم فترفع عنہ، ج ۹، ص ۳۳۵، حدیث: ۱۸۷۰۸۔

مکانات وغیرہ) بدستور چھوڑ دیے گئے ان پر سلطنت (اسلامی حکومت) کی جانب سے حسب حال کچھ مقرر کیا جائیگا اس میں اُن کی خوشی یا ناخوشی کا اعتبار نہیں اس کی مقدار یہ ہے کہ مالداروں پر اڑتالیس ۴۸ درہم سالانہ، ہر مہینے میں چار درہم۔ مُتوَسّط شخص پر چوبیس درہم سالانہ، ہر مہینے میں دو درہم۔ فقیر کمانے والے پر بارہ درہم سالانہ، ہر ماہ میں ایک درہم۔ اب اختیار ہے کہ شروع سال میں سال بھر کا لے لیں یا ماہ بماہ وصول کریں، دوسری صورت میں آسانی ہے۔ مالدار اور فقیر اور مُتوَسّط کس کو کہتے ہیں یہ وہاں کے عُرف اور بادشاہ کی رائے پر ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو شخص نادار ہو یا دوسو درہم سے کم کا مالک ہو فقیر ہے اور دوسو سے دس ۱۰ ہزار سے کم تک کا مالک ہو تو مُتوَسّط ہے اور دس ہزار یا زیادہ کا مالک ہو تو مالدار ہے۔"(1)

عہدِ فاروقی میں خِراج کی وصولی

کفار کی مفتوحہ زمینوں سے حاصل ہونے والی فصلی آمدنی کو خراج کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں جیسے جیسے فتوحات کی وسعت ہوئی ویسے ہی خراج میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں بھی کفار کی مفتوحہ زمینوں سے خراج وصول کیا جاتا تھا۔ عہدِ رسالت میں **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیبر کی مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم فرمادی تھی، جبکہ مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد اس کی زمینیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے ان کے مالکان کے پاس ہی رہنے دیں اور صرف ان سے خراج وصول فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بعض زمینوں کے بارے میں اِرادہ کیا انہیں مجاہدین میں تقسیم کردیں لیکن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مشاورت کے بعد یہ فیصلہ فرمایا کہ ان زمینوں کو ان کے مالکان کے پاس ہی رہنے دیا جائے اور صرف ان سے خراج کو وصول کیا جائے۔(2)

عہدِ فاروقی میں خراج کے نفاذ کا طریقہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کرلیا کہ مفتوحہ

---

1 ...... بہارِ شریعت، ج ۲، حصہ ۹، ص ۴۴۸۔ جزیے کے تفصیلی احکام جاننے کے لیے بہارِ شریعت، ج ۲، حصہ ۹، ص ۴۴۷ کا مطالعہ کیجئے۔

2 ...... کتاب الخراج، ص ۲۶ ماخوذا۔

زمینوں کو اُن کے مالکان کے قبضے میں ہی رہنے دیا جائے فقط اُن سے خراج وصول کیا جائے۔تو خراج کے نفاذ کا طریقہ کار یہ وضع فرمایا کہ حضرت سیِّدُ نا عُثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا حُذَیفہ بِن یَمَان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان مَفتُوحہ زمینوں کے سروے کے لیے بھیجا تا کہ وہ ان کے مالکان کی مالی حالت، ان زمینوں کی حالت اور ان کی پیداوار وغیرہ پر غور وفکر کر کے خراج کا تخمینہ لگائیں، ان دونوں حضرات نے سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم سے یہ کام بَطَرِیقِ اَحْسَن سرانجام دیا اور سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں نافذ فرمادیا۔[1]

عہدِ فاروقی میں سب سے زیادہ خراج کی وصولی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے اگرچہ خراج وغیرہ کی وصولی میں بہت نرمی اختیار کی ہوئی تھی لیکن پھر بھی آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ مبارکہ میں جتنا خراج وصول کیا گیا کسی کے عہد میں نہ ہوا چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عُمر بن عبد العَزِیز رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ حجاج کا برا کرے کہ اسے نہ تو دین کی سمجھ تھی اور نہ ہی دنیا کی، اس نے ظُلم وجَبر کے ساتھ صرف اٹھارہ لاکھ درہم وصول کیے، جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے نہایت ہی نرمی اور خوشی سے ایک کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کیے۔''[2]

عہدِ فاروقی میں عُشور کی وصولی

یہاں عشر سے مراد پیداوار کا دسواں حصہ نہیں بلکہ وہ مخصوص رقم ہے جسے اِسلامی سلطنت سے گزرنے والے تُجّار سے وصول کیا جاتا ہے، اِسے کسٹم آمدنی یا چنگی محصول بھی کہا جاتا ہے، اِس کے وصول کرنے والے کو عاشر کہتے ہیں۔[3]

عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی دونوں میں اِس کا وجود نہ تھا، البتہ جب عہدِ فاروقی میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا، مشرق ومغرب میں اسلامی سرحدیں پھیل گئیں تو دیگر علاقوں کے کفار کو مسلمانوں کے ساتھ تجارتی لین دین کو فروغ ملا۔ تمام مُؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام میں کسٹم آمدنی کا نظام سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت

1 ...... کتاب الخراج، ص ۸۳ ماخوذا۔

2 ...... معجم البلدان، ج ۳، ص ۸۷۔

3 ...... بہار شریعت، ج ۱، حصہ ۵، ص ۹۰۹، مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۰۹ ملخصا۔

سیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رائج کیا، اس کا آغاز علاقہ ''منبج'' کے لوگوں سے ہوا، انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عربوں کی سرزمین پر کسٹم کی ادائیگی کرتے ہوئے تجارت کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق تمام اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا، سب نے اتفاق کیا۔ چونکہ کفار کے علاقوں میں جب مسلمان تجارتی حوالے سے جاتے تھے تو وہ بھی کسٹم وصول کرتے تھے، اس لیے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے معلومات لینے کے بعد کسٹم نافذ کر دیا۔ اس کسٹم ڈیوٹی کی وصولی کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف جگہوں پر مختلف اصحاب کو تعینات فرمایا۔ (1)

مالِ فے اور مالِ غنیمت کی وُصُولی

ہر وہ مال جو مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے بغیر جنگ وجدل کے حاصل ہوا سے مالِ فے اور جو جنگ کے بعد حاصل ہوا سے مالِ غنیمت کہا جاتا ہے، دونوں کے مصارف (ان کو خرچ کرنے کی جگہوں) کا بیان قرآن پاک میں موجود ہے:

(1) ﴿مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ﴾ (پ۲۸، الحشر: ۷) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''جو غنیمت دلائی **اللہ** نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ **اللہ** اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔''

(2) ﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ﴾ (پ۱۰، الانفال: ۴۱) **ترجمۂ کنزالایمان:** ''اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص **اللہ** اور رسول و قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔''

صدر الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں سے ایک حصہ جو کُل مال کا پچیسواں حصہ ہو وہ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ہے اور ایک حصہ آپ کے اہلِ قرابت کے لئے اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ **مسئلہ:** رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد حضور اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے بھی

(1)...... کتاب الخراج، ص ۱۳۵۔

یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور پانچواں حصہ انہی تین پر تقسیم ہو جائے گا۔"[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں مفتوحہ علاقوں کی توسیع کے سبب مالِ فَے و مالِ غنیمت کی بُہتات ہوگئی، کیونکہ ملک روم و فارس کے جنگجو نہایت ہی کرّوفرّ اور ٹھاٹھ باٹھ سے اپنے تمام سازوسامان کے ساتھ میدانِ جنگ میں آتے تھے، فتح کے بعد ان کا چھوڑا ہوا سارا مال مسلمانوں کے ہاتھ لگ جاتا تھا۔عہدِ فاروقی کے مالِ فے اور مالِ غنیمت کا درست تخمینہ لگانا بہت مشکل ہے، البتہ یہاں فقط ایک روایت ذکر کرنا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ میں بحرین سے مالِ غنیمت لے کر بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوا، نماز وغیرہ کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب مجھ سے اس کی تفصیل پوچھی تو میں نے عرض کیا: "پانچ لاکھ درہم لے کر حاضر ہوا ہوں۔" یہ ایک اچھی خاصی رقم تھی، یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے عرض کیا: "جی حضور میں پانچ لاکھ درہم ہی لایا ہوں۔" پھر میں نے ایک ایک لاکھ پانچ دفعہ گن کر بتایا تو بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یقین نہ آیا اور فرمایا: "شاید تم تھکے ہوئے ہو لہٰذا گھر جاؤ آرام کرو، کل صبح آنا۔" جب میں دوسرے دن صبح آیا تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوبارہ پوچھا اور میں نے وہی جواب دیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یقین آ گیا اور آپ بہت خوش ہوئے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

عہدِ فاروقی کا زرعی نظام

قوم عرب اور کھیتی باڑی:

جغرافیائی حیثیت سے دیکھا جائے تو عرب قوم ایک جنگجو، سخت جان اور پتھریلی زمین پر رہنے والی قوم تھی، ان میں کھیتی باڑی نہ ہونے کے برابر تھی، ملک کا بیشتر حصہ ریگستان تھا جس میں کچھ نخلستان تھے۔نخلستانوں میں گھاس اور چارہ ہوتا تھا، جو عرب بھیڑ بکریاں یا اونٹ وغیرہ پالتے تھے وہ انہی نخلستانوں سے چارہ حاصل کرتے تھے۔عربوں میں

1 ......خزائن العرفان، پ۱۰، الانفال، تحت الآیۃ:۴۱۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، ماقالوافی الفروض---الخ، ج۷، ص ۶۱۳، حدیث: ۱ ماخوذاً۔

زراعت سے دلچسپی کا آغاز اس وقت ہوا جب سیّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہدِ خلافت میں عراق، مصر اور شام کی وسیع وعریض زمین عرب مسلمانوں کے قبضے میں آئیں، امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک بہترین حاکم تھے، ریاست کے تمام معاملات کی طرف آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی توجہ یکساں ہوتی تھی، آپ نے ریاست میں مختلف تعمیرات کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی خصوصی توجہ دی کہ ریاست کے لیے ایک زرعی نظام قائم کیا جائے تاکہ مسلمان روزمرّہ کی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء میں بھی خود کفیل ہوجائیں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس نظام کے حوالے سے مختلف کوششیں کیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

فاروقِ اعظم کی بے مثال فراست:

عراق کی فتح کے بعد سب سے پہلے اس کی مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا معاملہ آیا، سیّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے لیے ایک عظیم مشاورت طلب کی، مختلف لوگوں نے مختلف مشورے دیے۔ بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے یہ مشورہ دیا کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا: ''حضور! اگر آپ نے اس زمین کو تقسیم کر دیا تو زمین کا بہت سا منافع لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا اور لوگ اِدھر اُدھر مُنتشر ہوجائیں گے، پھر تو وہ صرف ایک مرد یا ایک عورت کی ملکیت ہوجائے گی اور بعد میں جو مسلمان ان کے قائم مقام ہوں گے وہ کچھ حاصل نہیں کرسکیں گے، لہٰذا آپ ایسی تدبیر اختیار کیجئے جو موجودہ مسلمانوں اور بعد میں آنے والوں دونوں کے لیے مفید ہو۔'' بعض کا مؤقف یہ تھا کہ چونکہ **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم فرمایا تھا اس لیے تقسیم کر دیا جائے۔

لیکن امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی باکمال فراست سے یہ بات جان لی تھی کہ عربوں کو کھیتی باڑی کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے، اگر انہیں یہ زرخیز زمینیں دے دی گئیں تو ہوسکتا ہے کہ یہ زمینیں ضائع ہوجائیں۔ اس لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ زمینیں ان کے مالکان کے پاس ہی رہنے دیں اور ان پر خراج وصول کر کے مسلمانوں پر صرف کیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس عمل سے دو

---

1 ...... کتاب الخراج، ص ۲۷ ماخوذا۔

باتیں سامنے آتی ہیں: ایک تو یہ کہ اسلام ایسا دین ہے جو کسی کی بھی حق تلفی کی اجازت نہیں دیتا، مفتوحہ زرخیز زمینیں ان کے مالکان کو واپس دینے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ ان کی کسی طرح دل آزاری نہ ہو، دوسری زراعت کی اہمیت آپ کی نظر میں تھی، آباد زمینیں آپ کی نظر میں مفید تھیں نہ کہ بنجر زمینیں، اگر فقط زمینوں کی ملکیت مقصود ہوتی تو آپ کبھی بھی انہیں مالکان کے قبضے میں نہ دیتے بلکہ عربوں کی ملکیت میں دے دیتے۔

زمینوں کو آباد کرنے کا حکم:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زراعت کے حوالے سے سب سے پہلے یہ حکم جاری فرمایا کہ ہر علاقے میں جہاں جہاں ویران زمینیں پڑی ہوئی ہیں، جو بھی شخص ان کو آباد کرے گا وہ زمینیں اسی کی ملک ہوجائیں گی، البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اگر کسی نے ایک مخصوص زمین پر آبادکاری کے حوالے سے قبضہ کیا اور تین سال کے اندر اندر اسے آباد نہ کرسکا تو زمین اس کے قبضے سے نکل جائے گی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس حکم کے نتیجے میں مختلف شہروں کی مختلف زمینوں کی آبادکاری میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔[1]

زرعی حوالے سے ایک اہم امر فاروقی:

زرعی حوالے سے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک اہم کام یہ بھی کیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو ماہر اصحاب یعنی حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مفتوحہ علاقوں کی پیمائش کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابُو مِجلَز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مضافات کا خراج وصول کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا روزانہ کا وظیفہ چوتھائی بکری اور پانچ درہم مقرر فرمائے۔ نیز انہیں یہ بھی حکم دیا کہ پورے علاقے کی پیمائش کرلیں خواہ وہ علاقہ آباد ہو یا بنجر، البتہ سیم والی زمین، ٹیلے، جھاڑیوں اور تالابوں والی زمین، اِن تمام جگہوں کی اور جس زمین پر پانی گزرتا ہے اس کی بھی پیمائش نہ کریں۔ حضرت سیِّدُنا عُثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پہاڑ کے علاوہ ہر وہ چیز جہاں تک پانی پہنچتا ہے خواہ آباد ہو یا بنجر اس کو جب ناپا تو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جُریب پایا، جبکہ سیِّدُنا فاروقِ

---

1 ...... بخاری، کتاب الحرث۔۔۔الخ، باب من احیا ارضا مواتا، ج ۲، ص ۹۰، حدیث: ۲۳۳۵، کتاب الخراج، ص ۶۵۔

اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو آپ کو پیمانہ بنا کر دیا تھا وہ ایک ذراع ایک مُٹھی سے کچھ زیادہ تھا۔ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خراج کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے لکھا کہ: ''ہر جُریب خواہ آباد ہو یا بنجر اس پر کام ہوتا ہو یا نہیں، ایک درہم اور ایک قفیز مقرر کرو، تر کھجوروں پر پانچ درہم اور دس قفیز مقرر کرو اور ان کو کھجور اور درختوں کے پھل کھلاؤ، یہ ان کے لیے ان کے شہروں کو آباد کرنے کے لیے خوراک ہوگی۔ ذمیوں میں سے جو خوشحال ہو اڑتالیس درہم، جو درمیانے درجے کا ہو اس پر چوبیس اور جس کے پاس کچھ نہ ہو اس پر بارہ درہم مقرر کردو۔'' سیِّدُ نا عُثمان بِن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسا ہی کیا تو پہلے سال سواد کوفہ کے خراج سے آٹھ کروڑ درہم وصول ہوئے پھر اگلے سال اس کی تعداد بارہ کروڑ تک پہنچ گئی۔[1]

امرِ فاروقی کی حکمتیں:

اس میں دو حکمتیں تھیں ایک تو یہ کہ تمام زرعی علاقوں کا کل رقبہ معلوم ہو جائے جس سے مالکان پر خراج مقرر کرنا اور ان کی آمدنی یعنی خراج کی وصولی میں آسانی رہے، دوسری حکمت یہ تھی کہ مختلف علاقوں کے حساب سے جو بھی زرعی مسائل پیش آئیں انہیں اس کے مطابق ہی حل کیا جاسکے۔

کھیتی باڑی کرنے والوں کو تحفُّظ:

زرعی نظام کے قیام کے حوالے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسانوں کو تحفُّظ بھی فراہم کیا، جن دو اصحاب کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زمینوں کی پیمائش کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے زمینوں کی پیمائش اور اس کی پیداوار کا سارا حساب لگا کر آپ کی بارگاہ میں بھیج دیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے نافذ فرما دیا۔ لیکن آپ نے اس شبہ کی بنا پر کہ کہیں انہوں نے کاشتکاروں کی حیثیت سے زیادہ تو خراج وصول نہیں کیا ان دونوں سے استفسار فرمایا: ''تم نے خراج کیسے مقرر کیا؟ شاید تم لوگوں نے زمینوں کے مالکان کو ان کی طاقت سے زیادہ کی ادائیگی پر مجبور کیا ہوگا۔'' سیِّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: ''حضور! جتنا میں نے ان سے خراج لیا ہے اس سے زیادہ ان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔''[2]

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الخراج، باب الخراج، الجزء: ۴، ج ۲، ص ۲۳۴، الحدیث: ۱۱۶۱۷۔

2 ...... کتاب الخراج، ص ۳۷ ماخوذا۔

کسان کا مالی نقصان پورا کیا:

جنگی معاملات میں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی علاقے سے فوج گزرتی ہے تو اس کی فصل وغیرہ تباہ ہوجاتی ہے، بعض اوقات فوجی حضرات بھوک پیاس کے سبب کسی کی زمین سے پھل وغیرہ بھی لے لیتے ہیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک کسان نے شکایت کی کہ اسلامی لشکر نے اس کی زمین میں کچھ نقصان کردیا ہے تو آپ نے اس نقصان کے بدلے اس کسان کو دس ہزار درہم دلوائے۔ (1)

خراج کی وصولی میں کاشتکاروں سے نرمی:

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خراج وصول کرنے والے عاملین کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ کاشتکاروں سے خراج وصول کرنے میں نرمی کریں، نیز اس بات کا بھی خیال کریں کہ کسی کی آمدنی سے زیادہ خراج وصول نہ کیا جائے۔ اس بات کی تفتیش کے لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال خراج کی رقم وغیرہ پہنچنے پر کوفہ اور بصرہ کے ذمہ داران سے سختی سے پوچھ گچھ فرماتے کہ یہ مال کسی پر سختی کرکے تو نہیں لیا گیا۔ جب ہر طرح سے اطمینان ہوجاتا تو وہ رقم بیت المال میں جمع کردی جاتی۔ (2)

زندگی بھر معزول نہیں کروں گا:

ایک بار حمص کے والی حضرت سیِّدُنا سعید بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خراج کی رقم بھیجنے میں دیر کردی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں بلایا اور تاخیر کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا: ''حضور! آپ کا حکم ہے کہ چار دینار سے زیادہ نہ وصول کیا جائے۔ اس لیے ہم نہ تو چار دینار سے کم اور نہ ہی زیادہ وصول کرتے ہیں البتہ کھیتی پکنے تک ان کی سہولت کے لیے مہلت دے دیتے ہیں۔'' یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''میں تمہیں زندگی بھر اس عہدے سے معزول نہیں کروں گا۔'' (3)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...... کتاب الخراج، ص ۱۱۹۔

2 ...... کتاب الخراج، ص ۳۷ ماخوذا۔

3 ...... تاریخ ابن عساکر، ج ۲۱، ص ۱۶۳ ماخوذا۔

عہدِ فاروقی میں آبپاشی کا نظام

زرعی زمینوں کو مصنوعی طریقے (یعنی بارش کے علاوہ کسی اور پانی) سے سیراب کرنے کا عمل آبپاشی کہلاتا ہے۔ آبپاشی کی تاریخ بہت پرانی ہے، یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ سب سے پہلے آبپاشی کا عمل کہاں سے شروع ہوا۔گمان غالب ہے کہ جب انسان دریاؤں کے کنارے آباد ہوئے تو وہیں سے آبپاشی کا سلسلہ شروع ہوا۔تقریباً پانچ ہزار سال قبل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی حضرت سیِّدُ ناعیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دور میں مصر کے لوگ دریائے نیل کا پانی آبپاشی کے لیے استعمال کرتے تھے۔ پانی زندگی کی علامت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک بہت بڑی اور عظیم نعمت ہے۔ پہاڑوں پر سبزہ، پھل دار پودے اور درخت پانی ہی کی بدولت نشونما پاتے ہیں۔ وسیع وعریض میدانوں میں سرسبز اور لہلہاتے کھیت اسی نعمت خداوندی کا مظہر ہیں۔ اس لیے آبپاشی کے مصنوعی طریقوں کی اہمیت کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ملکی پیداوار کا زیادہ تر انحصار پانی کے موجودہ محدود وسائل اور ان کے استعمال پر ہے۔

کسی بھی ریاست کی معاشی ترقی میں آبپاشی کے نظام کو بڑی اہمیت حاصل ہے، آبپاشی کے بہتر نظام سے ریاست میں خوشحالی آتی ہے، کامیاب ریاستی حاکم کی نشانی ہے کہ وہ ریاست کے دیگر معاشی اُمور کے ساتھ ساتھ آبپاشی کے نظام پر بھی خصوصی توجہ دیتا ہے، نیز اس حوالے سے مضبوط حکمت عملی اختیار کرتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عہد خلافت میں مفتوحہ علاقوں میں کئی ایسے علاقے بھی تھے جن میں پانی کی شدید قلت تھی، ان علاقوں کے مکینوں کو گھریلو استعمال کے لیے دور دراز سے پانی لانا پڑتا تھا، نیز زمینوں کو آباد کرنے کے لیے بھی پانی کی سخت حاجت پڑتی تھی، یقیناً زراعت پانی کی محتاج ہے، لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گورنروں کو مختلف شہروں میں دریا سے اس مخصوص علاقے تک نہریں کھودنے کا حکم دیا۔ آپ کے عہد میں کئی ایسی نہریں کھودی گئیں جن سے موجودہ علاقے اور آس پاس کے علاقوں میں بھی خوشحالی آ گئی، آبپاشی سے متعلق آپ کا یہ امر آپ کی فراست اور بہترین حکمت عملی پر دلالت کرتا ہے نیز اس سے عہدِ فاروقی کے آبپاشی کے نظام کی بہترین عکاسی بھی ہوتی ہے۔ عہدِ فاروقی میں کھودی گئی نہروں کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

خلافتِ فاروقِ اعظم تاریخ کے آئینے میں

۱۳ہجری بمطابق ۶۳۴عیسوی	سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ۵۳ سال کی عمر میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔
۱۳ہجری بمطابق ۶۳۴عیسوی	خلیفہ بننے کے بعد آپ نے پہلا خطبہ دیا۔
۱۳ہجری تا ۱۸ہجری	خلافت کے ابتدائی چھ سال میں مکمل ملک شام فتح ہوگیا۔
۱۳ہجری تا ۱۶ہجری	عراق اور اطراف کے دیگر کئی علاقے فتح ہوئے۔
۱۴ہجری بمطابق ۶۳۵عیسوی	دمشق، بعلبک، بصرہ اور وائلہ فتح ہوئے۔
۱۴ہجری بمطابق ۶۳۵عیسوی	لوگوں کو باجماعت نماز تراویح ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	طبریہ کے علاوہ پورا اُردن فتح ہوا۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	اسی سال جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ جیسی عظیم جنگیں لڑی گئیں۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	فتح بیت المقدس کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	بیت المقدس اور اس سے متصل کئی علاقے فتح ہوئے۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ بسایا۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	ذمہ داران ودیگر لوگوں کے وظائف وتنخواہیں مقرر فرمائیں۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی	وظائف کے اجراء کے لیے دیوان قائم فرمائے۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی	اہواز اور مدائن جیسے علاقے فتح ہوئے۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی	سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایوان کسریٰ میں جمعہ پڑھایا۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی	سرزمین عراق پر پہلا جمعہ ادا کیا گیا۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی	جنگ جلولاء کا معرکہ پیش آیا جس میں یزدگرد بن کسریٰ کو شکست ہوئی۔

۱۶ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	تکریت، قنسرین، حلب، انطاکیہ اور منبج جیسے علاقے فتح ہوئے۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	شہر بصرہ وکوفہ کی تعمیر وآبادکاری کی گئی۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	آپ نے جہاد کی نیت سے ملک شام کا سفر اختیار فرمایا۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	ملک شام میں ''جابیہ'' کے مقام پر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار کے عہدے سے معزول کردیا۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار کے عہدے سے معزول کردیا۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد حرام کی توسیع فرمائی۔
۱۷ ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی	مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشورے سے ہجری تاریخ کا نفاذ فرمایا۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	ملک شام کے بعض علاقے حلوان وغیرہ فتح ہوئے۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	موصل اور اس کے اطراف کے علاقے فتح ہوئے۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	طاعون عمواس میں اسلامی لشکر کی خیر خواہی کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	مدینہ منورہ اور اطراف کے علاقوں میں شدید قحط پیدا ہوگیا۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	''عام الرمادہ'' میں رعایا کی بے مثال خیر خواہی فرمائی۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	مختلف علاقوں سے متاثرین قحط سالی کے لیے امداد منگوائی گئی۔
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	ملک مصر سے مدینہ منورہ واطراف کے متاثرین کے لیے امدادی سامان کی درآمد
۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے بارش کی دعا فرمائی۔
۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	مصر اور اس سے متصل کئی علاقے فتح ہوئے۔
۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	دریائے نیل آپ کے حکم سے ہمیشہ کے لیے جاری ہوگیا۔

۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی	مسجد نبوی میں معینہ توسیع فرمائی۔
۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۰ عیسوی	اسی سال یہودیوں کو خیبر اور نجران سے جلاوطن کر دیا گیا۔
۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۰ عیسوی	اسی سال خیبر اور وادی قریٰ کو تقسیم کر دیا گیا۔
۲۱ ہجری بمطابق ۶۴۱ عیسوی	اسکندریہ اور برقہ فتح ہوئے۔
۲۱ ہجری تا ۲۳ ہجری	ایران اور اس کے کئی علاقے فتح ہوئے۔
۲۲ ہجری بمطابق ۶۴۲ عیسوی	آذربائیجان، دینور، اسبذان اور ہمدان فتح ہوئے۔
۲۲ ہجری بمطابق ۶۴۲ عیسوی	مغربی طرابلس، رے، عسکر اور قوص فتح ہوئے۔
۲۳ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنگ نہاوند میں موجود اسلامی لشکر کی مدد فرمائی۔
۲۳ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	کرمان، سجستان، اصبہان و نواحی علاقے فتح ہوئے۔
۲۳ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	اُمہات المؤمنین کے ساتھ آخری حج ادا فرمایا۔
۲۳ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	آپ کو خنجر کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا گیا۔
۲۳ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے مجلس شوریٰ قائم فرمائی۔
۲۴ ہجری بمطابق ۶۴۳ عیسوی	مختلف وصایا و نصیحتوں کے بعد محرم الحرام میں جام شہادت نوش فرمایا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ تمام تواریخ مختلف کتب معتبرہ اور (***Hijri Date Converter***) کی مدد سے لی گئی ہیں، چونکہ ہجری اور عیسوی سال کے ایام مختلف ہوتے ہیں اسی سبب سے تاریخوں میں بعض اوقات شدید اختلاف بھی واقع ہو جاتا ہے، لہٰذا مذکورہ تمام تواریخ میں کمی بیشی ممکن ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

تفصیلی فہرست

۞...۞...۞...۞...۞

ماخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف/مصنف/متوفی	مطبوعات
	قرآن پاک، ترجمہ قرآن وتفاسیر		
1	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۲ھ
2	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۲ھ
3	تفسیر الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
4	تفسیر ابن ابی حاتم	ابومحمد عبد الرحمن بن محمد الرازی المعروف بابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکہ مکرمہ عرب شریف ۱۴۱۷ھ
5	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
6	جامع احکام القرآن، تفسیر قرطبی	ابوعبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
7	تفسیر مدارک	ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ
8	تفسیر غرائب القرآن	نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری، متوفی ۸۵۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
9	اللباب فی علوم الکتاب	ابوحفص عمر بن علی ابن عادل حنبلی، متوفی ۸۸۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
10	الدر المنثور	امام جلال الدین بن ابوبکر سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۹۹۳ء
11	روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ
12	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
13	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
14	تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور ۲۰۰۰ء
	علوم القرآن		
15	المصاحف	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
16	احکام القران	امام ابوبکر احمد بن علی جصاص، متوفی ۳۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ
	کتب احادیث		
17	الموطا	امام مالک بن انس اصبحی المدنی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
18	مسند الامام الشافعي	ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی القرشی المکی، متوفی ۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
19	مصنف عبد الرزاق	امام ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
20	سنن سعید بن منصور	الامام الحافظ سعید بن منصور الخراسانی، متوفی ۲۲۷ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
21	مصنف ابن ابی شيبة	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
22	مصنف ابن ابی شيبة	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ
23	الادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	تاشقند ازبکستان ۱۳۹۰ھ
24	مسند امام احمد	ابو عبد اللہ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
25	فضائل الصحابة	ابو عبد اللہ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، متوفی ۲۴۱ھ	دار ابن الجوزی عرب شریف ۱۴۲۰ھ
26	سنن الدارمي	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
27	صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
28	صحیح مسلم	امام ابوحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار المغنی عرب شریف ۱۴۱۹ھ
29	سنن ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
30	سنن ابوداود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
31	سنن الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
32	مسند الحارث	ابو محمد حارث بن محمد تمیمی بغدادی، متوفی ۲۸۲ھ	مدینہ منورہ عرب شریف ۱۴۱۳ھ
33	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ
34	سنن النسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
35	تهذيب الاثار	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، متوفی ۳۱۰ھ	مطبع المدنی قاہرہ مصر
36	صحيح ابن خزيمة	امام محمد بن اسحاق بن خزیمۃ النیسابوری، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ
37	شرح معاني الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
38	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی الدارمی، متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
39	المعجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
40	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
41	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان ۱۴۲۰ھ
42	المنهاج فی شعب الایمان	شیخ ابوعبد اللّٰہ حسین بن حسن الحلیمی، متوفی ۴۰۳ھ	دارالفکر بیروت ۱۳۹۹ھ
43	المستدرک	امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن عبد اللّٰہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
44	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللّٰہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
45	مسند الامام ابی حنفیة	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللّٰہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	مکتبۃ الکوثر ریاض ۱۴۱۵ھ
46	السنن الصغری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
47	شعب الإیمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
48	السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
49	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
50	شرح السنة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
51	تاریخ ابن عساکر	امام علی بن حسن المعروف ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
52	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
53	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ
54	اتحاف الخیرة المهرة	امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل بوصیری، متوفی ۸۴۰ھ	مکتبۃ الرشد عرب شریف ۱۴۱۹ھ
55	الجامع الصغیر	امام جلال الدین بن ابوبکر سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
56	جامع الاحادیث	امام جلال الدین بن ابوبکر سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
57	کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
	کتب شروح احادیث		
58	شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
59	تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
60	فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
61	عمدة القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
62	ارشادالساری	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
63	مرقاة المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
64	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
65	حاشیة علی النسائی	ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی السندی، متوفی ۱۱۳۸ھ	دارالجیل بیروت
66	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی الشافعی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
67	مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور
68	نزہۃ القاری	مفتی شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۱ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ
	کتب عقائد و کلام		
69	الغنیة عن الکلام و اهله	ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی، متوفی ۳۸۸ھ	دارالمنہاج قاھرہ مصر ۱۴۲۵ھ
70	الامامة و الرد علی الرافضة	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۰۷ھ
	کتب فقہ		
71	کتاب الخراج	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری، متوفی ۱۸۲ھ	دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۳ھ
72	کتاب الاموال	ابوعبید قاسم بن سلام بن عبد اللہ الہروی البغدادی، متوفی ۲۲۴ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
73	بدائع الصنائع	ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۷۸ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
74	المجموع شرح المهذب	امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالفکر بیروت
75	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام، متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ پاکستان
76	الفتاوی الهندیة	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	کوئٹہ پاکستان
77	ردالمحتار مع الدرالمختار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
78	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۲ھ
79	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
80	فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی، متوفی ۱۴۲۲ھ	شبیر برادرز لاہور ۱۴۱۴ھ

کتب تصوف			
81	الزهد	شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک المروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
82	الزهد	ابو عبد اللہ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، متوفی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید بیروت ۱۴۲۶ھ
83	الزهد	ھناد بن السَّرِی بن مصعب التمیمی الدارمی الکوفی، متوفی ۲۴۳ھ	دار الخلفاء للکتاب الاسلامی کویت ۱۴۰۶ھ
84	الزهد	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار المشکاۃ حلوان مصر ۱۴۱۴ھ
85	الموسوعة لابن ابی الدنیا	عبد اللہ بن محمد البغدادی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۴ھ
86	الورع	عبد اللہ بن محمد البغدادی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	الدار السّلفیہ کویت ۱۴۰۸ھ
87	الامر بالمعروف ونهی عن المنكر	امام احمد بن محمد خلال، متوفی ۳۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
88	المجالسة وجواهر العلم	ابو بکر احمد بن مروان الدینوری المالکی، متوفی ۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
89	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی، متوفی ۳۸۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
90	جامع بيان العلم وفضله	ابو عمر یوسف عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ
91	الرسالة القشيرية	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
92	احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۲۰۰۰ء
93	منهاج العابدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان بیروت
94	کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	برادران علمی ایران
95	مجموعة رسائل الامام الغزالی	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۴ھ
96	عيون الحكايات	امام ابو فرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
97	الزواجر عن اقتراف الكبائر	ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۹ھ
98	اتحاف السادة المتقين	محمد بن محمد بن عبد الرزّاق المعروف بمرتضی الزبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۹ء
99	درة الناصحين	عثمان بن حسن بن احمد الشاکر الخربوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
100	من نفحات الخلود	علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، متوفی ۱۴۲۸ھ	الممتاز پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۴ھ
101	فیضان سنت	امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی ۲۰۰۷ء

کتب سیر و تاریخ ومغازی

102	فتوح الشام	علامہ محمد بن عمر بن واقدی، متوفی ۲۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
103	فتوح الشام	علامہ محمد بن عمر بن واقدی، متوفی ۲۰۷ھ	مخطوطہ
104	السیرۃ النبویۃ	ابو محمد عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ
105	الطبقات الکبرٰی	محمد بن سعد بن منیع ھاشمی، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
106	تاریخ المدینۃ المنورۃ	ابو زید عمر بن شبۃ النمیری البصری، متوفی ۲۶۲ھ	دار الفکر قم ایران ۱۴۱۰ھ
107	اخبار مکۃ	ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکہی، متوفی ۲۷۲ھ	دار خضر بیروت ۱۴۱۹ھ
108	عیون الاخبار	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی ۲۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
109	انساب الاشراف	احمد بن یحیی بن جابر بن داود البلاذری، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
110	اخبار القضاۃ	امام ابو بکر محمد بن خلف وکیع بغدادی، متوفی ۳۰۶ھ	عالم الکتب قاہرہ مصر
111	تاریخ الطبری	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
112	الاوائل	ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ بن سہل العسکری، متوفی ۳۹۵ھ	دار البشیر مصر ۱۴۰۸ھ
113	اخبار اصبہان	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
114	مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب	امام ابو فرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار العقیدہ للتراث بیروت
115	المنتظم	امام ابو فرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکہ مکرمہ عرب شریف ۱۴۱۵ھ
116	التبصرۃ	امام ابو فرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
117	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار، متوفی ۶۱۶ھ	ایران
118	الکامل فی التاریخ	ابو الحسن علی بن محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
119	الریاض النضرۃ	امام شیخ ابو جعفر احمد طبری، متوفی ۶۹۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
120	تاریخ الاسلام	امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
121	البدایۃ والنہایۃ	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
122	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
123	وفاء الوفاء	نور الدین ابوالحسن علی بن عبد اللہ الشافعی السمہودی، متوفی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
124	مدارج النبوۃ	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند
125	سمط نجوم العوالی	عبد الملک بن حسین عصامی، متوفی ۱۱۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
126	سیرت سید الانبیاء	مولانا مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۷۴ھ	مظہر علم لاہور ۱۴۲۱ھ
127	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ	باب المدینہ کراچی
128	حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ	مرکز اہل سنت برکات رضا ہند ۱۴۲۱ھ
129	مردان عرب	علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب	شبیر برادرز لاہور ۱۴۳۰ھ
130	سیدی قطب مدینہ	امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
131	فیضان صدیق اکبر	شعبہ فیضان صحابہ واہل بیت، المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
	کتب اسماء الرجال		
132	العلل	ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر السعدی المدینی، متوفی ۲۳۴ھ	المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۰ء
133	العلل و معرفۃ الرجال	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	عرب شریف ۱۴۲۲ھ
134	کتاب الثقات	ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی الدارمی، متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
135	الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبد اللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
136	معرفۃ الصحابۃ	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
137	الاستیعاب	ابوعمر یوسف عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
138	صفۃ الصفوۃ	امام ابوفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۷ھ
139	اسد الغابۃ	ابوالحسن علی بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۳۰ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ
140	تہذیب الاسماء واللغات	امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
141	سیر اعلام النبلاء	امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
142	تذکرۃ الحفاظ	امام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
143	طبقات الشافعیۃ الکبری	امام تاج الدین بن علی بن عبد الکافی السبکی، متوفی ۷۷۱ھ	داراحیاء الکتب العربیۃ

144	غاية النهاية فی طبقات القراء	ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد یوسف ابن الجزری، متوفی ۸۳۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۷ھ
145	تهذيب التهذيب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
146	الاصابة في تمييز الصحابة	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
147	المقاصد الحسنة	شیخ محمد عبد الرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۵ھ
		کتب لغت معاجم وبلدان	
148	فتوح البلدان	احمد بن یحییٰ بن جابر بن داود البلاذری، متوفی ۲۷۹ھ	مکتبۃ الهلال بیروت ۱۴۰۷ھ
149	النهاية فی غريب الاثر	ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۱ء
150	معجم البلدان	الامام شہاب الدین ابی عبد اللہ الحموی، متوفی ۶۲۶ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
151	لسان العرب	محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ	مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۲۶ھ
152	تاج العروس	محمد بن محمد بن عبد الرزّاق المعروف بمرتضی الزبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	کویت ۱۴۰۷
		متفرق کتب	
153	البيان و التبيين	ابوعثمان عمرو بن بحر المعروف بالجاحظ، متوفی ۲۵۵ھ	مکتبۃ الخانجی مصر ۱۴۱۷ھ
154	العقد الفريد	الفقیہ احمد بن محمد بن عبد ربّہ الاندلسی، متوفی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
155	الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	مکتبۃ المعارف الریاض ۱۴۰۳ھ
156	ربيع الابرار	ابوالقاسم محمود بن عمرو زمخشری، متوفی ۵۳۸ھ	مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۱۲ھ
157	ادب الاملاء و الاستملاء	ابوسعد عبد الکریم بن محمد مروزی، متوفی ۵۶۲ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۱ھ
158	التذكرة الحمدونية	ابوالمعالی بہاء الدین محمد بن حسن البغدادی المتوفی ۵۶۲ھ	دار صادر بیروت ۱۹۹۶ء
159	المستطرف	ابوالفتح شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
160	حجة الله البالغة	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ	باب المدینہ کراچی

مجلس المدینۃ العلمیۃ

کی طرف سے پیش کردہ 261 کُتُب و رسائل کی فہرست

نمبر شمار	کتاب کا نام	کل صفحات
	شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت	
1	راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء)	40
2	کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِم فِي اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم)	199
3	فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَهُ ذَيْلُ الْمُدَّعَاءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)	326
4	عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيدِ فِي تَحْلِيلِ مُعَانَقَةِ الْعِيد)	55
5	والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوقُ لِطَرْحِ الْعُقُوق)	125
6	''الملفوظ'' المعروف بہ ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' (مکمل چار حصے)	561
7	شریعت وطریقت (مَقَالُ عُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء)	57
8	ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوتَةُ الْوَاسِطَة)	60
9	معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)	41
10	اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (إِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)	100
11	حقوقُ العباد کیسے معاف ہوں؟ (اَعْجَبُ الْإِمْدَاد)	47
12	ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَال)	63
13	اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد)	31
14	ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان)	74
15	اَلْوَظِيفَةُ الْكَرِيمَة	46
16	کنز الایمان مع خزائن العرفان	1185
17	حدائقِ بخشش	446
18	بیاضِ پاک حجۃ الاسلام	37
19	تفسیر صراط الجنان	524
20	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (جلد اول)	570

21	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (جلد ثانی)	672
22	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (جلد ثالث)	713
23	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (جلد رابع)	650
24	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (جلد خامس)	483
25	اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی	458
26	كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم	27
27	اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة	62
28	اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة	93
29	اَلْفَضْلُ الْمَوْهِبِي	46
30	تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان	77
31	اَجْلَى الْاِعْلَام	70
32	اِقَامَةُ الْقِيَامَة	60

شعبہ تراجم کُتُب

1	اللہ والوں کی باتیں (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (جلد اول)	896
2	اللہ والوں کی باتیں (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (جلد دوم)	625
3	مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاهِر فِيْ حُكْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِر)	112
4	سایۂ عرش کس کس کو ملے گا۔۔۔؟ (تَمْهِيْدُ الْفَرْش فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْش)	28
5	نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُيُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن)	142
6	نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظ فِي الْاَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّة)	54
7	جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِيْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح)	743
8	امامِ اعظم عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَكْرَم کی وصیتیں (وَصَايَا اِمَامِ اَعْظَم عَلَيْهِ الرَّحْمَة)	46
9	جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) (اَلزَّوَاجِر عَنْ اِقْتِرَافِ الْكَبَائِر)	853
10	نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر)	98
11	فیضانِ مزاراتِ اولیاء (كَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر)	144

12	دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْدُ وَقَصْرُ الْاَمَل)	85
13	راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیقُ التَّعَلُّم)	102
14	عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم، حصہ اول)	412
15	عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم، حصہ دوم)	413
16	احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْیَاء)	641
17	حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق)	649
18	اچھے برے عمل (رِسَالَۃُ الْمُذَاکَرَۃ)	122
19	شکر کے فضائل (اَلشُّکْرُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ)	122
20	حسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق)	102
21	آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع)	300
22	آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن)	63
23	شاہراہ اولیا (مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْن)	36
24	بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد)	64
25	اَلدَّعْوَۃ اِلَی الْفِکْر	148
26	اصلاحِ اعمال (جلد اول) (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ شَرْحُ طَرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ)	866
27	جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرعَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر)	1012
28	عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَۃ فِی طَلَبِ الْحَدِیْث)	105
29	احیاء العلوم (جلد اول) (احیاء علوم الدین)	1124
30	احیاء العلوم (جلد دوم) (احیاء علوم الدین)	1400
31	قوت القلوب (اردو، جلد اول)	826

شعبہ درسی کُتُب

1	مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح	241
2	الاربعین النوویۃ فی الأحادیث النبویۃ	155
3	اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسۃ	325

28	قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی	317
29	فیض الادب (مکمل حصہ اوّل، دوم)	228
30	احیاء العلوم (عربی)	173
31	کافیہ مع شرح ناجیہ	252
32	الحق المبین	128
	شعبہ تخریج	
1	صحابہ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشق رسول	274
2	بہارِ شریعت، جلد اوّل (1 تا 6)	1360
3	بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 7 تا 13)	1304
4	اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ	59
5	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	422
6	گلدستہ عقائد و اعمال	244
7	بہارِ شریعت (سولھواں حصہ)	312
8	تحقیقات	142
9	اچھے ماحول کی برکتیں	56
10	جنتی زیور	679
11	علم القرآن	244
12	سوانح کربلا	192
13	اربعین حنفیہ	112
14	کتاب العقائد	64
15	منتخب حدیثیں	246
16	اسلامی زندگی	170
17	آئینۂ قیامت	108
18/24	فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)	-

چراغ بزم عرفاں حضرت فاروق اعظم ہیں

بہار باغ ایماں حضرت فاروقِ اعظم ہیں
چراغ بزم عرفاں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

نمایاں آپ کی ہر ادا سے شان فاروقی
خدا کی تیغ براں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کے مُصَدِّقِ اَعْلٰی ہیں
مذل کفر وطغیاں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

رسول اللہ نے فاروق کو اللہ سے مانگا
عطاء رب سبحان حضرت فاروقِ اعظم ہیں

چنا اس پاک نے دیں کے لیے اس پاک ستھرے کو
حبیب دین داراں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

حبیب حق ہیں طیب ان کے ساتھی بھی طاہر ہیں
چنیدہ بہر پاکاں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

نہ کیوں وہ ذات چمکے جس نے دین پاک چمکایا
جہاں کے مہر تاباں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

عمر عامر ہیں دین کے حق تعالیٰ ان کا ناصر ہے
دل مؤمن کے تاباں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

ہیں داماد علی ونازنین حضرت زہرہ
ہے سالک جن پہ نازاں حضرت فاروقِ اعظم ہیں

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میں ہوں گدا فاروق اعظم کا

خدا کے فضل سے میں ہوں گدا فاروقِ اعظم کا
خدا اُن کا محمد مصطفٰے فاروقِ اعظم کا

کرم اللہ کا ہر دم نبی کی مجھ پہ رَحمت ہے
مجھے ہے دو جہاں میں آسرا فاروقِ اعظم کا

پس صدّیق اکبر مصطفٰے کے سب صحابہ میں
ہے بے شک سب سے اونچا مرتبہ فاروقِ اعظم کا

گلی سے ان کی شیطاں دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے
ہے ایسا رُعب ایسا دبدبہ فاروقِ اعظم کا

صحابہ اور اہلبیت کی دل میں محبت ہے
بفیضانِ رضا میں ہوں گدا فاروقِ اعظم کا

رہے تیری عطا سے یاخدا! تیری عنایت سے
ہمارے ہاتھ میں دامن سدا فاروقِ اعظم کا

الٰہی! ایک مدّت سے مِری آنکھیں پیاسی ہیں
دکھا دے سبز گنبد واسِطہ فاروقِ اعظم کا

شہادت اے خدا عطّار کو دیدے مدینے میں
کرم فرما الٰہی! واسِطہ فاروقِ اعظم کا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات مغرب کی نماز کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات گزارنے کی مدنی التجا ہے۔ عاشقانِ رسول کے مدنی قافلوں میں بہ نیّتِ ثواب سنّتوں کی تربیت کیلئے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کُڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مدنی اِنعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مدنی قافلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

ISBN 978-969-631-099-0
0101092

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net